کچھ اس کتاب کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماہنامہ ''محاسن اسلام'' ملتان کو جو شرف قبولیت نصیب ہوئی وہ حضرات والدین؛ اساتذہ؛ مشائخ اور بزرگان دین کی دعاؤں اور توجہات ہی کا ثمرہ ہے۔

اپنے اکابر ہی کی تحریرات کو عام فہم مختصر اور ذوق جدید کے مطابق ہر شمارے میں مرتب کیا جاتا ہے اور عوام وخواص کی ذہنی فکری اور عملی اصلاح وضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام کی مشاورت اور پوری توجہ سے اس کے ہر شمارہ کو تیار کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسالہ کے قارئین کیلئے اس کے سابقہ شمارے آج بھی سدا بہار پھول کی طرح ہیں جن کی خوشبو سے دل ودماغ کو معطر کیا جاسکتا ہے۔ ماہنامہ ''محاسن اسلام'' نے اپنے ۵ سالہ مسلسل سفر کی بدولت مفید مضامین سے قارئین نے استفادہ کیا اور انہیں حالات کی روحانی ضرورت کے پیش نظر انفرادی واجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے محاسن اسلام کو عوام وخواص میں جو مقبولیت عطا فرمائی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ملک بھر میں کثیر تعداد میں خطباء واعظین ومبلغین اپنی تقریر وتحریر میں محاسن اسلام کے مضامین سے استفادہ فرماتے ہیں۔ بعض خطباء نے خود بتایا کہ ہم جمعہ کے بیان کیلئے محاسن اسلام سے تیاری کرتے ہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

وہ اکابر جن کے مضامین محاسن اسلام میں مسلسل آتے رہے اور ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنے ان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، حضرت حکیم محمد شریف صاحب رحمہ اللہ، حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ سر فہرست ہیں۔

موخر الذکر دونوں شخصیات ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے سرپرست رہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی دعائیں اور قلمی وعلمی تعاون ''ماہنامہ محاسن اسلام'' کے ابتدائی شماروں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جن میں آپ کے لکھے ہوئے درس قرآن، تذکرہ اسلاف، سوالات کے جوابات و دیگر مفید مضامین یقیناً حضرت کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ محاسن اسلام میں درج حضرت کے لکھے ہوئے تمام مضامین افادہ عام کے پیش نظر کتابی شکل میں بنام ''اصلاحی مضامین'' شائع ہوچکے ہیں۔ حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ تادم زیست باقاعدہ محاسن اسلام کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازتے رہے۔ **اللھم اغفرلھم وارحمھم**

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''محاسن اسلام'' بظاہر اپنے شفیق سرپرستوں سے محروم ہوگیا لیکن رحمت خداوندی نے اس موقع پر بھی دستگیری فرمائی۔ مشیران کرام کی مشاورت سے سرپرستی کیلئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ بندہ کے درخواست کرنے پر حضرت نے حسب سابق نہایت شفقت فرماتے ہوئے محاسن اسلام کی سرپرستی کو قبول فرمالیا اور شمارہ نمبر 84، ستمبر 2006ء سے تاحال حضرت باقاعدہ سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اللہ پاک حضرت کو خیر وعافیت سے رکھیں اور ہم سب کو حضرت کے علوم وفیوض سے متمتع فرماتے رہیں۔ آمین۔

یہاں سرپرستی کا مفہوم واضح کرنے کیلئے حضرت ہی کی لکھی ہوئی ایک تحریر درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ "محاسن اسلام" کی سرپرستی کی وضاحت کے بارہ میں کسی صاحب نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا توجہ فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔ سرپرستی کا مطلب ایک ایک جزیئے کی تصدیق نہیں بلکہ اجمالی طور پر رسالے کا تاثر مطالعہ ہوتا اس کیلئے کافی ہے اور محمد آصف صاحب پر بندہ کو اتنا بھروسہ ہے کہ وہ گمراہی کی بات رسالہ میں نہیں دیں گے کیونکہ ماشاء اللہ عقیدہ صحیح اور فکر سلیم رکھتے ہیں۔

والسلام بندہ محمد تقی عثمانی ۔۱۴۲۷/۹/۲۰ھ

اللہ پاک ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی توقعات پر پورا اترنے کی ہمت، قوت اور توفیق سے نوازیں اور ہر قسم کی ذہنی، فکری اور عملی گمراہی سے محفوظ رکھیں آمین۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب "محاسن اسلام" نے اپنی مسلسل اشاعت کے چار سال مکمل کر لئے تھے تو ہمارے مہربان و مخلص دوست جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) نے چار سالہ ریکارڈ کے تمام شماروں کے مضامین کو جدید ترتیب کے ساتھ محنت بسیار سے مدون اور انہیں کتابی شکل میں شائع کرنے پر اصرار کیا اور دوسری طرف وقتاً فوقتاً قارئین کرام کی طرف سے بھی سابقہ شماروں کی فرمائش آتی رہتی جبکہ سابقہ شماروں میں سے اکثر نایاب اور بعض کمیاب ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب دین ودانش" محاسن اسلام" کے سابقہ شماروں سے منتخب مضامین پر مشتمل ایک مفید عام کتاب ہے جس میں دین کی ضروری باتیں بھی ہیں اور دنیا وآخرت کو پرسکون بنانے کیلئے حکمت و دانش کی باتیں بھی۔ان شاء اللہ محاسن اسلام کے مفید عام مضامین کو مرتب کرکے "دین ودانش" کے نام سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور بتدریج اس کی مزید جلدیں بھی شائع کی جائیں گی۔

دوران ترتیب کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون کے آخر میں اس کا شمارہ نمبر ضرور درج کیا جائے تاکہ اصل شمارہ کو بآسانی ملاحظہ کیا جاسکے۔

ماہنامہ "محاسنِ اسلام" کے ساتھ قلمی و علمی معاونین حضرات کے اسمائے گرامی

مولانا محمد سعید علی ضیاء صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ

مولانا اسعد دیوبندی خطیب صاحب مدظلہ، مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ

مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی صاحب مدظلہ، مولانا زاہد محمود قاسمی صاحب مدظلہ

محترم جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) و دیگر علماء کرام۔

اللہ پاک ان حضرات کو اپنی شایانِ شان اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

محترم قارئین کرام! آپ اس کتاب میں جہاں کوئی لفظی یا ترتیبی لحاظ سے غلطی محسوس کریں تو براہ کرم ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔ بعض جگہ آپ کو مضامین میں تکرار بھی محسوس ہوگا لیکن یہ تکرار بے فائدہ نہیں بلکہ قند مکرر کی طرح اپنی جگہ مفید ہے۔ بقول شخصے آدمی کھانا بھی بار بار کھاتا ہے۔ جس سے جسمانی نشوونما ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ ان مفید اصلاحی مضامین کے تکرار سے روحانی ترقی ہوگی جو ہماری عملی اصلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ دین و دانش کو مزید بہتر انداز میں شائع کرنے کیلئے ادارہ قارئین کی تجاویز کا منتظر رہے گا۔ والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

جنوری ۲۰۰۸ء

مختصر حالات: سرپرست اول "محاسن اسلام" ملتان
عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ

نام ونسب اور پیدائش: عبدالقادر بن حافظ غلام سرور قومیت آپ کی "کورائی بلوچ" تھی۔ آپ کی ولادت ۱۹۳۳ء کے اوائل میں ہوئی۔

آبائی وطن: موجودہ ضلع لیہ کے مضافات میں قصبہ پہاڑ پور کے قریب بستی کورائی آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم: ابتداً آپ نے سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی اس کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کی قوی حافظہ اور ذوق محنت سے بھی نوازا تھا اس لئے آپ نے بہت جلد صرف ۹ ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل قرآن حفظ کرلیا تھا اور حفظ قرآن کے وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ بعدازاں درس نظامی کیلئے آپ کو جامعہ قاسم العلوم (پرانا) ملتان میں داخل کرایا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کی سہولیات تو کافی تھیں مگر تعلیمی معیار کمزور تھا اس لئے آپ نے وہاں صرف ایک سال ہی تعلیم حاصل کی اس میں آپ نے ابتدائی صرف ونحو کی کتب پڑھیں۔

دوسرے سال آپ نے جامعہ دارالعلوم کبیر والہ میں داخلہ لیا یہ آپ کا ہدایۃ النحو کا سال تھا اس وقت دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا اساتذہ بہت قابل اور محنتی تھے تعلیمی معیار بہت عمدہ تھا۔ آپ بھی خوب محنت سے کام لیتے تھے اور امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے۔ پھر جب یہ سال مکمل ہوا تو سالانہ تعطیلات میں آپ گھر میں وقت گزارنے کے بجائے شجاع آباد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے کیلئے چلے گئے۔ دارالعلوم میں چھٹیوں کی وجہ سے نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا تو مدرسہ کے بانی اور صدر حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ نے آپ کو شجاع آباد سے امامت کیلئے بلوایا یہ امامت اس وقت تو عارضی تھی مگر بعد میں مستقل ہوگئی۔ چنانچہ پھر آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی اور درس نظامی کے دوران ہی اپنے خاص استاد حضرت مولانا صوفی محمد سرور

صاحب مدظلہ سے قراءۃ سبعہ وعشرہ بھی پڑھ لیں اور درس کا سبق بعد نماز عصر دیا کرتے تھے اس طرح حافظ کے ساتھ ساتھ قاری بھی بن گئے۔

بیعت وخلافت:۔ دوران تعلیم ہی آپ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی حاصل کرنے کیلئے اور اصلاح نفس کیلئے اپنا اصلاحی تعلق اپنے استاد حضرت اقدس حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ سے قائم فرمالیا۔

آغاز تدریس:۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے شیخ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے توسط سے دارالعلوم کراچی کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے دارالعلوم میں تدریس کیلئے مقرر فرمایا یہاں آپ تدریس کیساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں رہ کر ایک طرف تو حضرت مفتی صاحب سے افتاء کا کام سیکھتے رہے اور دوسری طرف آپ اصلاحی مجالس میں شریک ہو کر عشق الٰہی کی آتش کو اور بھڑکاتے رہے۔

جامع شخصیت:۔ بلاشبہ حضرت والا پاکستان کے ان بڑے مفتیان کرام میں شمار ہوتے تھے کہ جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کی تحقیقات پر اعتماد کیا جاتا تھا اور آپ کا دارالافتاء ان چند دارالافتاؤں میں سے تھا جو لوگوں کے مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس افتاء سیکھنے والوں کی ایک معتد بہ تعداد طلبہ کرام کی ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف اگر آپ کا شمار اکابر مدرسین اور مفتیان کرام میں ہوتا تھا تو دوسری طرف آپ کا شمار ان اولیاء کرام میں بھی ہوتا تھا جو صحیح معنی میں اہل اللہ و متبع سنت تھے، خالق کائنات نے آپ کو صحیح معنوں میں ورثۃ الانبیاء کا حقیقی مصداق بنایا تھا۔

مختصر حالات: سرپرست ثانی محاسن اسلام ملتان

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

آپ کی ولادت ۲۶ جولائی سن ۱۹۳۰ء کو تحصیل ... منڈی میں الٰہی بخش ... کے ہاں ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد دسمبر ۱۹۴۷ء میں تقریباً سترہ سال کی عمر میں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور ایک سال میں ابتدائی کتب کافیہ، کنز الدقائق اور اصول الشاشی وغیرہ تک

تعلیم حاصل کی اور دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوان حماسہ، دور متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تیسرے سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ شریف مولانا خیر محمد صاحبؒ جلالین شریف مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری اور ہدایہ ثالث مفتی محمد عبداللہ تلمیذ خاص حضرت مدنیؒ سے پڑھا۔ چوتھے سال ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث شریف کیلئے مدرسہ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو آدم سندھ میں داخلہ لیا۔ بخاری جلد اول، ترمذی شریف حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ (سابق صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور وسابق صدر جامعہ خیر المدارس ملتان تلمیذ خاص مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و مولانا شیخ احمد خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ) اور صحیح مسلم وابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بخاری شریف جلد ثانی مولانا بدر عالم میرٹھی صاحبؒ نسائی شریف حضرت مولانا ذوق الرحمن کاندھلویؒ طحاوی شریف اور اصول حدیث مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کے پاس پڑھیں پھر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۰ء کو دوبارہ آکر تکمیل خیر المدارس میں کی اور یہاں حضرت مولانا جمال الدینؒ، حضرت مولانا محمد نور صاحب اور حضرت مولانا بابا غلام محمد صاحب جیسے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ تکمیل کے سال ہی آپ کو دار الافتاء میں معین مفتی مقرر کر دیا گیا۔ فراغت کے بعد آپ نے ابتداء حضرت مفتی عبداللہ صاحب کے ادارہ نشر واشاعت اسلامیات میں کام کیا اور ساتھ ساتھ خیر المدارس کے جز وقتی مدرس رہے اور پھر ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو کل وقتی مدرس مقرر ہوئے۔ آپ ۱۳۷۰ھ سے جامعہ کے دار الافتاء سے منسلک ہوئے تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی مسلسل جاری رہا اور ۱۳۹۵ھ سے تادم زیست آپ رئیس الافتاء کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس پچاس سالہ خدمت افتاء میں دس ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے اور تیس ہزار کے قریب فتاویٰ آپ کی نگرانی وصدارت میں آپ کی تصدیق کے ساتھ جاری ہوئے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ علم وتحقیق کے لحاظ سے پورے پاکستان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ (چیچہ وطنی) سے رہا اور حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ ڈیروی کی طرف سے بھی مجاز بیعت تھے۔ اللھم اغفر لھم وارحمھم

مختصر تعارف

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کے موجودہ سرپرست اعلیٰ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ولادت:۔ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

تعلیم:۔ ۱۔ تکمیل درس نظامی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء۔

۲۔ فاضل عربی پنجاب بورڈ ۱۹۵۸ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۳۔ بی اے کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۴ء۔

۴۔ ایل ایل بی کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۷ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۵۔ ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۰ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

تدریس:۔ حدیث و فقہ کے علاوہ مختلف اسلامی علوم کی تدریس دارالعلوم کراچی ۱۹۶۰ء سے تا حال۔

صحافت:۔ ادارت ماہنامہ "البلاغ" ۱۹۶۷ء سے تا حال۔

ادارت ماہنامہ "البلاغ انٹرنیشنل" (انگریزی) ۱۹۸۹ء سے تا حال۔

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کی سرپرستی ستمبر ۲۰۰۶ء سے تا حال۔

مناصب:۔ ۱۔ نائب صدر دارالعلوم کراچی ۱۹۷۶ء سے تا حال۔

۲۔ نگران شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم کراچی۔

۳۔ جج شریعت اپلیٹ بینچ سپریم کورٹ آف پاکستان۔

۴۔ نائب رئیس "مجمع الفقہ الاسلامی" جدہ سعودی عرب۔

۵۔ معاشیات اور بینکنگ پر قابل قدر کام کے باعث اسلامی ممالک کے مختلف بینکوں میں شریعت نگرانی بورڈ کے ممبر۔

فہرست عنوانات

قرآنیات

قرآن کریم کے فضائل

آداب، حقوق و مسائل

حافظِ قرآن کا مقام

قرآنی معجزات

قرآن کریم کے مطالبات

ترجمہ و تفسیر پڑھنے کیلئے اصول و ہدایات

قرآن اللہ کا پیغام

قرآن کریم ایک عظیم ترین برکت اور سعادت ہے اگر غور کیا جائے تو ایک حیات ہے اور ایک زندگی ہے، اس نے دنیا کو بھی زندہ کیا، اقوام کو بھی زندہ کیا اور عربوں کو بھی زندہ کیا اور ان میں زندگی کی روح ڈالی۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلنه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے، اس سے بھی آپ واقف نہیں تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے ہم نے اس وحی اور اس روح کو نور بنا کر آپ کے اندر ڈالا کہ جس سے تو علوم آپ پر منکشف ہوئے تو قرآن کریم کے بارے میں دو باتیں فرمائی ہیں ایک یہ کہ وہ روح خداوندی ہے اور حقیقت اس کی علم اور کمال ہے تو دوسرے لفظوں میں علم کو روح بتلایا گیا ہے۔ ہم اور آپ اپنے عرف میں جانتے ہیں کہ روح باطنی چیز ہے اور وہی زندگی ہے بدن کی، بدن کی کوئی زندگی نہیں اصل میں زندگی روح کی ہے اور اس کی وجہ سے بدن بھی زندہ ہو جاتا ہے جس دن روح نکل جاتی ہے اسی دن یہ بدن بھی پڑا ہوا سڑ گل کر ختم ہو جاتا ہے تو جو چیز زندگی روح ہے اور بدن کی زندگی اسی کی روح کے روپ میں اللہ کے کلام کی ہے تو قرآن کریم جس کو روح کہا گیا ہے وہ روح خداوندی ہے اور حقیقت میں ایک معدن حیات اور سرچشمہ زندگی ہے یہ روح خداوندی جب عربوں میں پہنچی تو وہ قوم زندہ ہوئی کہ جو پشتہا پشت سے مردہ چلی آ رہی تھی، دنیا جس کو حقیر و ذلیل سمجھتی تھی لیکن جب یہ روح ان کے اندر بھر گئی تو وہ عالموں سے بڑھ کر عالم اور عارفوں سے بڑھ کر عارف باللہ بن گئے اور جن کا نام جاہل عرب تھا ان کا نام صحابہ کرام ہو گیا پہلے ان کو نفرت سے بدو کہا جاتا تھا اب ان کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے القاب کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے، اس روح خداوندی سے پہلے جس زمانہ کا نام "جاہلیت" تھا اب اس کا نام "خیر القرون" ہے، وہ افراد بھی ایسے زندہ ہوئے کہ دنیا کو زندہ کیا اور مردہ قوم جو پہلے کروٹ نہیں لے سکتی تھی اب قوت پا کر بڑھی تو

ان کی نظر میں کہ قیصر و کسریٰ کا کبر و غرور خاک میں ملا دیں۔ ورنہ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی
کہ ان مقدس ہستیوں کو اپنی جوانمردی ثابت کرنی نہیں تھی بلکہ ان قوتوں کو مٹانا تھا کہ جو
دنیا کے اندر پھیلی ہوئی تھیں، قیصریت و کسرویت کا مسئلہ خدائی کرنا تھا۔

مساوات تھی اور نہ عدل و انصاف تھا، ان کا مقصد جہاد میں حضرات صحابہ کی جنگیں ملک
گیری کے لئے نہیں تھیں وہ تخت شاہی کے خواہش مند نہیں تھے بلکہ اس اقتدار کو خاک میں
ملانا تھا جو اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کے بندوں میں عدل و مساوات کی راہ میں حائل
تھا، اس وقت دنیا میں قیصر روم اور کسریٰ کی دو بڑی بڑی حکومتیں تھیں انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ
جب تک یہ اقتدار ختم نہیں کیا جائے گا یہ اوصاف کمال عالم میں نہیں پھیل سکتے، انسانوں میں
بھائی اور بندگی کی تفریق رہے گی، یہ مساوات اور عدل اسلام سے کراتی ہے اس میں سب
سے بڑی رکاوٹ یہی قیصریت کسرویت ہے، اس لئے ان حضرات نے ملک قیصریت
کسرویت کو مٹایا، بڑی بڑی حکومتوں اور سلطنتوں کا تختہ الٹا تب جا کر مساوات پیدا ہوئی۔
اسلام پھیلا دین پھیلا اور وہی لوگ جو انسانوں کے معبود بنے ہوئے تھے وہی عباد اللہ بنے وہ
اللہ کے بندے بنے سب میں مساوات آئی ان میں زندگی آئی تو قرآن کریم نے اسے کو
روح کہا ہے اور روح ہی معدن حیات ہے اس سے گویا واضح ہو گیا کہ قرآن زندگی ہے اور
جس قوم میں یہ سرایت کر جائے گا وہ زندہ ہو جائے گی اور جس سے نکل جائے گا وہ مردہ
ہو جائے گی خود اپنے اوپر غور کر لیجئے۔ (از حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، ماہنامہ شمارہ نمبر 56)

لذت قرآن

قرآن مجید کو پڑھنے کا اپنا ایک مزہ ہے لیکن ہر بندہ اس کے مزے سے واقف نہیں
ہے، وہ کر سکتا! جس طرح کسی کو نزلہ زکام ہو جائے تو اسے مشک کی خوشبو کا پتہ نہیں چلتا اسی
طرح جس کو گناہوں کا نزلہ زکام ہوتا ہے اس کو بھی قرآن پاک کی لذت کا پتہ نہیں چلتا، وہ
پڑھتا ہے، الفاظ اس کی زبان پر آتے ہیں مگر دل میں مزہ نہیں آتا، اگر کوئی چاہے کہ اس کا
مزہ نصیب ہو تو وہ ذرا گناہوں کو چھوڑ کر دیکھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا یمسہ الا

المطھرون ''اس قرآن کو نہیں ہاتھ لگاتے مگر وہی جو پاک ہوتے ہیں'' (سورۂ واقعہ) اس
کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ جو ظاہر میں پاک ہوں وہ اس کو ہاتھ لگائیں اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جو
گناہوں سے پاک ہوتے ہیں وہ قرآن کے لطف اور مزے کو نہیں حاصل کر پاتے۔ جو
گنہگار ہوتا ہے اور غفلت کی زندگی گزارنے والا ہوتا ہے وہ قرآن کے لطف سے نا آشنا ہوتا
ہے، اس کو پتہ نہیں چلتا، اس کے مزے صحابہ کرام سے پوچھئے، ساری ساری رات تہجد کی
نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے دو رکعت کی نیت باندھی، قرآن
پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں، دیکھا کہ اذان کا وقت ہے، تہجد اور دعا مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے
اور روتے بیٹھ گئیں کہ اے اللہ! میں نے تو دو رکعت کی نیت باندھی تھی تیری رات کتنی چھوٹی
ہے کہ دو رکعت ہی میں ختم ہوگئی، ان کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوتا تھا کہ رات چھوٹی
ہوتی ہے، قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے، ایسا لطف اور مزہ ملتا تھا'' سبحان اللہ، اللہ
کی عجیب ان پر رحمتیں تھیں، تہجد کے وقت اگر کوئی مدینہ طیبہ کی گلیوں میں چلتا تو ہر گھر میں
سے قرآن پڑھنے کی آواز یوں محسوس ہوا کرتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی
آواز ہوا کرتی ہے۔ (از خطبات حضرت مولانا ذوالفقار صاحب مدظلہم، ص نمبر 50)

قرآن کریم، فضائل اور حقوق

قرآن عزیز مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب ہے قرآن مقدس کی سب سے بڑی
خوبی (وصف) یہ ہے کہ ارض و سموات کے خالق و مالک نے خود کلام کیا، کلام الٰہی
کے سب سے پہلے سامع سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، سید الملائکہ نے اس
کلام الٰہی کی تلاوت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
پر اس مقدس کلام کو نازل کیا گیا، قرآن مقدس کی ایک آیت جیسی آیت دنیا بھر کی تمام
مخلوقات ایک دوسرے کی مدد کر کے بھی نہیں بنا سکتی، قرآن مقدس وہ کتاب ہے جسے وضو
کے بغیر ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا، اس مقدس کتاب کی تلاوت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو
پاک اور صاف ہو، قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں سب سے زیادہ طباعت
ہوتی ہے، قرآن شریف وہ کتاب ہے جس کی دنیا بھر میں ہر وقت تلاوت ہوتی ہے، قرآن

عزیز وہ کتاب ہے جس کی تلاوت تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے، قرآن شریف ہی وہ کتاب
ہے جس کو تھکن آنے کے باوجود پوری توجہ سے پڑھا جاتا ہے، قرآن شریف ہی کو یہ
اعزاز حاصل ہے کہ اس کو دنیا کی ہر زبان بولنے والا بآسانی پڑھ سکتا ہے، قرآن شریف ہی کا
یہ معجزہ ہے کہ بار بار پڑھنے کے باوجود بار بار پڑھنے پر توجہ باقی رہتی ہے اور اکتاہٹ نہیں
ہوتی، قرآن شریف ہی کا یہ اعجاز ہے کہ اسے زبانی (حفظ) مکمل طور پر یاد کیا جاسکتا ہے،
قرآن شریف کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس کے الفاظ کی حفاظت، کم عمر ناسمجھ، غیر ذمہ دار، بچے،
جھوٹ اور سچ، برے کھوٹے میں تمیز نہ کرسکنے والے، جلد باتوں میں آجانے والے، فوراً خوف
میں مبتلا ہوجانے والے، دباؤ برداشت نہ کرسکنے والے بچوں اور بچیوں سے کرائی جاتی ہے،
قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے کی آواز پر خود اللہ تعالیٰ شانہٗ توجہ دیتے ہیں، قرآن
مقدس کی تلاوت پر ہر ہر حرف کے بدلے میں دس دس نیکیاں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے
ملتی ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کے مجمع میں فخر
فرماتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت جہاں ہوتی ہے فرشتے اس جگہ پر جمع ہوکر اس مجلس کو
گھیر لیتے ہیں، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس کو اللہ رب العزت کی رحمت ڈھانپ لیتی
ہے، قرآن مقدس کی تلاوت والی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت (سکینہ) نازل ہوتی
ہے، قرآن مقدس کی تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا
جاتا ہے، قرآن مقدس کی تلاوت دلوں کے زنگ کی صفائی کا اکسیر نسخہ ہے، قرآن مقدس کی
تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والے کی مغفرت کا اعلان کردیا جاتا ہے، قرآن مقدس کی
تلاوت فتنوں سے بچنے کی ڈھال ہے، قرآن مقدس کی تلاوت قیامت کے دن تلاوت
کرنے والے کے حق میں نور کی صورت میں ظاہر ہوگی قرآن مقدس آخرت میں بہت بڑا
سفارشی ہوگا، قرآن مقدس کی سفارش وشفاعت قبول کی جائے گی، قرآن مجید کا یہ حق ہے کہ سال
میں کم از کم ایک مرتبہ شروع سے آخر تک مکمل تلاوت کی جائے، قرآن مقدس کی اشاعت کا تبلیغ
کا، پھیلانے کا ہر ہر مسلمان پر حق ہے، لہٰذا تلاوت قرآن کے اہتمام کے ساتھ قرآنی مکاتب
کے قائم کرنے، باقی رکھنے کی، سچے قول وعمل سے، رقم سے، قدم سے ہر ممکن کوشش تاحیات کی
جائے، اللہ پاک ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ (شمارہ نمبر 50)

9 منٹ میں 9 قرآن پاک پڑھنے کا ثواب

سورۃ الحج: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
آیۃ الکرسی چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔
سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے برابر ہے۔
سورۃ الکافرون: چار مرتبہ کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔
سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔

اگر کوئی مسلمان اتنا پڑھ لے تو نو قرآن شریف اور ہزار آیتوں کے پڑھنے کا برابر ثواب مل سکتا ہے یعنی کم سے کم وقت اور زیادہ سے زیادہ ثواب، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ان تمام سورتوں کو پڑھ کر آپ اپنے خاندان کے مرحومین اور تمام مسلمان مرحومین کی ارواح کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

ہدایت: کوئی بھی نفل عمل فرض کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام فرائض اور بالخصوص نماز کا بہت اہتمام کریں اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور محض اپنے فضل وکرم سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

اللھم اغفرلی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات۔ (شمارہ نمبر 53)

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کا عشق قرآن

1953ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملتان میں جامع مسجد سراجاں (حسین آگاہی) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت قاری صاحب پر ختم نبوت کا ایسا غالب عشق تھا

کی تدریس کے ساتھ ساتھ اس تحریک میں بھی آپ پیش پیش تھے حتیٰ کہ جب حکومت کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو قاری صاحب بھی گرفتار ہو کر لاہور جیل میں پہنچ گئے۔ اسی دوران رمضان المبارک شروع ہوا تو قاری صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنانا شروع کیا ابھی دس پارے ہی ختم ہوئے تھے کہ حکام کی طرف سے اطلاع آئی کہ دو تین دن میں قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔

ایک رکعت میں سترہ پاروں کی تلاوت: اسی رات قاری صاحب نے تراویح کی پہلی رکعت میں گیارہویں پارے کی تلاوت شروع فرمائی اور ستائیسویں پارے کے اختتام پر رکوع فرمایا اور اسی طرح پھر دوسری رکعت میں سترہ پارے ختم فرما دیئے اور بقیہ دو رکعت تراویح میں تین پارے سنا کر قرآن مجید کی تکمیل فرمائی اور فرمایا کہ بعض احباب نے رہا ہو جانا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کو قرآن کریم تراویح میں مکمل سننے کے لئے شاید ترتیب نہ ملے اور تراویح میں پورا قرآن سننا اور سنانا سنت ہے اس لئے میں نے سوچا کہ آج ہی قرآن کریم مکمل کر کے یہ سنت ادا کر دی جائے اور رہا ہونے والوں کا بھی اس سنت پر عمل ہو جائے ان ایام اسیری میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (کندیاں) بھی حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ تھے اور آپ کو بھی حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔

حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی اہم نصیحت: حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ رہا ہوئے تو پھر وہی تدریس قرآن اور ختم نبوت کی ذمہ داریاں، ایک دفعہ شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھو! تدریس قرآن بھی دین کا کام ہے اور ختم نبوت بھی دین کا کام ہے لیکن ایک وقت میں ایک ہی کام ہوگا، اب یہ تم خود انتخاب کرو کہ کونسا کام کرنا ہے؟

حضرت قاری صاحب نے استاذ کی منشاء کے مطابق دیگر مشاغل سے خود کو مکمل فارغ کر کے تدریس قرآن کیلئے ایسے وقف کر دیا کہ پورے دس دس برس سے یہی کام ہی کام تھا گویا آپ کا سونا، بیٹھنا، چلنا پھرنا گویا پوری زندگی تلاوت و تدریس قرآن سے عبارت تھی اور اللہ پاک نے بھی بڑی برکت و قبولیت سے نوازا کہ آپ کا ادارہ تدریس بلا مبالغہ پورے عالم اسلام کیلئے مثالی اور قابل تقلید نمونہ ثابت ہوا۔

چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن

10ویں ہجری میں جب سلطان سلیم کو خلافت ملی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تبرکات کو مصر سے استنبول لے آئے اور یہ اہتمام کیا کہ "توپ کا پے سرائے" میں ان کو محفوظ رکھنے کیلئے ایک مستقل کمرہ تعمیر کیا اور اس کمرے میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ اس کمرے میں انہوں نے حفاظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ چوبیس گھنٹے یہاں تلاوت کرتے رہیں، حفاظ کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں اور ایک جماعت کا وقت ختم ہونے سے پہلے دوسری جماعت آکر تلاوت شروع کر دیتی تھی۔ اس طرح یہ سلسلہ بعد کے خلفاء نے بھی جاری رکھا، اس طرح دنیا میں شاید یہ واحد جگہ ہے جہاں چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن ہوتی رہی ہے، اور اس دوران ایک لمحے کے لئے بھی بند نہیں ہوئی، خلافت کے خاتمے کے بعد یہ مبارک سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔ (جہان دیدہ، صفحہ نمبر 59)

قرآن کریم کا ادب

قرآن کریم کو بغیر وضو اور بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا باتفاق ائمہ ناجائز ہے اور اس مسئلہ سے قریب قریب ہر مسلمان باخبر ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے اس پر جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک ہونا، باوضو ہونا، حالت جنابت میں نہ ہونا سب اس میں داخل ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ، ابن مسعودؓ، ابن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، عطاءؒ، زہریؒ، نخعیؒ، حکمؒ، حمادؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سب کا یہی مسلک ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸، صفحہ نمبر ۲۸۸)

لیکن عموماً طور پر اس مسئلہ میں ایک غلطی دیکھنے میں آتی ہے کہ بہت سی دینی کتب کے صفحہ اول (ٹائٹل) پر کوئی نہ کوئی آیت لکھی ہوئی ہوتی ہے اور تاجر و خریدار و نیز پڑھنے والے اس آیت کو مس کرتے ہیں اور اس امر کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ وہ باوضو ہیں یا نہیں، یہ درست ہے کہ ایسی کتاب جس میں قرآن کریم کی آیات درمیان میں لکھی گئی ہوں اسے بلا وضو چھوا اور پڑھا جاسکتا ہے مگر اس میں بھی قرآنی آیت کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں، قرآن کریم کا اردو ترجمہ گو حقیقتاً قرآن نہیں لیکن قرآن کریم کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اسے بھی بلا وضو نہ چھوا جائے۔

ولو کان القرآن مکتوبا بالفارسیة یکرہ لہ مسہ عند ابی حنیفۃ و کذا عندھما ھکذا فی الخلاصۃ (فتاویٰ عالمگیری صفحہ نمبر ۳۹ جلد ۱)

ترجمہ: "اگر قرآن پاک صرف فارسی (یا اردو) میں لکھا ہو تو اسے بلا وضو ہاتھ لگانا امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے"۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی کتاب میں قرآن کریم کی کسی آیت کی تشریح یا تفسیر کی گئی ہے تو خاص اس مقام کو جہاں قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہے، بلا وضو نہ چھوا جائے، علامہ شامی لکھتے ہیں ان کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منھا۔ (رد المحتار ص ۱۲۹، جلد ۱) ترجمہ: کتب تفسیر میں خاص آیات قرآن کے مواقع کو بلا وضو چھونا جائز نہیں۔

تفصیل بالا سے واضح ہوا کہ آج کل اس سلسلہ میں جو بے احتیاطی پائی جاتی ہے وہ قابل غور ہے اس کے تدارک کے لئے اولاً تو ناشرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ کتاب کے ٹائٹل پر قرآنی آیت طبع نہ فرمائیں تا کہ کوئی دکاندار یا خریدار اسے بلا وضو ہاتھ نہ لگائے، دثانیاً یہ احتیاط رکھی جائے کہ جن دینی کتب کے ٹائٹل پر قرآنی آیات درج ہوں ان کو بلا وضو ہاتھ نہ لگایا جائے، نیز خاص اس مقام کو جہاں آیت قرآن لکھی ہوتی ہے، بلا وضو ہرگز نہ چھوا جائے۔

ایک غفلت یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض دکاندار حضرات قرآن کریم کا کیسٹ لگا دیتے ہیں اور پھر اپنے کام یا گفتگو خرید و فروخت میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور اس کی طرف مطلق دھیان نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا عظیم کلام پڑھا جا رہا ہے اور ہمیں اسے سننے، اس کی طرف کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر وقت کے لئے بھی قرآن مجید ادب اور توجہ کے ساتھ سنا جا سکتا ہو اتنا ہی سنا جائے اور پھر اسے بند کر کے کسی اور کام میں مشغول ہوا جائے۔ نیز جن صفحات پر قرآنی آیات موجود ہوں ان کا احترام کریں اور ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق محفوظ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کریم کے کامل ادب کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 18)

قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے ضروری آداب

تلاوت قرآن کے بہت سے آداب ہیں کچھ ظاہری کچھ باطنی، مختصر یہ کہ جب قرآن

مجید پڑھے تو باوضو ہو، کپڑا پاک ہو، جگہ پاک ہو، منہ صاف ہو، قبلہ رو ہو تو بہتر ہے، حروف صاف صاف پڑھے، جب پڑھنے میں بالکل دل نہ لگے تو اس وقت موقوف کر دے (یعنی پڑھنا بند کر دے) پڑھتے وقت دل حاضر ہو، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تلاوت شروع کرنے سے پہلے یہ سوچے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمائش کی ہے کہ ہم کو قرآن سناؤ اور میں اس فرمائش کو پورا کرنے کیلئے پڑھتا ہوں اور ان کو سناتا ہوں، اور اس مراقبہ سے تمام آداب کی خود رعایت ہو جائے گی۔ (فروع الایمان ص ۳۴)(شمارہ نمبر 22)

قرآن مجید کی برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو! اپنے گھروں میں کثرت سے قرآن مجید پڑھتے رہا کرو، کیونکہ جس گھر میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاتا اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ (دار قطنی فی سنن)(شمارہ نمبر 29)

تلاوت قرآن کے ضروری اصول

قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور صحیح ادائیگی (تجوید و مخارج) کے ساتھ پڑھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے لیکن اس وقت اس پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، جس کے نتیجے میں تلاوت قرآن کریم کے باوجود اس کا صحیح حق ادا نہیں ہوتا بلکہ تلاوت کرتے وقت بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سخت وعید آئی ہے۔

قرآن کریم خواہ حفظ پڑھا جائے یا ناظرہ، تھوڑا پڑھا جائے یا زیادہ، مجمع میں پڑھا جائے یا تنہائی میں، نماز کی تلاوت کی جائے یا خارج نماز، ہر حال میں حروف کی صحیح ادائیگی (تجوید و مخارج کے ساتھ) سخت ضروری ہے ورنہ بعض مرتبہ معانی بھی تبدیل ہو کر غلط ہو جاتے ہیں مثلاً

۱۔ ح۔ ہ: سورۃ الفاتحہ (ان الفاظ کو قرأت میں حرف حلقی کہتے ہیں) الحمد "ح" سے ادا نہ کریں تو معنی سب تعریفیں ہیں اور اگر "ہ" سے ادائیگی کریں تو سب موت ہے نعوذ باللہ۔ "الرحیم" کے معنی ترس فرمانے والے، مگر "ہیم" کے معنی پیاسا اونٹ۔

۲۔ ق: سورۃ الاخلاص۔ اگر قل کو "ق" سے ادا کریں تو صحیح معنی "کہو" اگر "ک" سے

ادا کریں تو معنی "کھاؤ" کے ہیں "قلب" اگر "ق" سے ادا کریں تو معنی "دل" اور اگر "ک" سے "کلب" ادا کریں تو معنی "کتا" ہے۔

اسی طرح قرآن پاک پڑھنے میں زیر و زبر و پیش کی بڑی اغلاط ہوتی ہیں اور لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ قرآن کی صحیح تلاوت کے سلسلے میں لاپرواہی برتنا ایک جرم عظیم ہے۔ دلائل اور علماء کرام سے تحقیقاً یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو جیسا کہ سرور دو عالم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ترتیل یعنی ٹھہر ٹھہر کر ادا فرمانا ثابت ہے۔

اگر ہم ایمان و یقین کے ساتھ غور کریں تو لاپرواہی و غیر ذمہ داری سے قرآن پاک کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم سورۃ فاتحہ کسی اچھے قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر یاد کرلیں تو کافی الفاظ کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نماز با معنی پڑھنے کا بھی اللہ سبحانہ تعالیٰ شوق نصیب فرماویں گے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ (حدیث)

ہم جتنے دل لگا کے نماز کے الفاظ کی ادائیگی سیکھیں گے اور معنی سیکھیں گے اتنی ہی زیادہ برکات ہوں گی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل ہوا ہے۔

چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ نافرمانی کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی وسعت کے مطابق قرآن کریم کو تجوید اور اس کے صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے خصوصاً "لحن جلی" ("ق" کی جگہ "ک" اور "ث" کی جگہ "س" پڑھنا) سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ پاک سے گڑگڑا کر معافی مانگیں اور دعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور آئندہ سے پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآن کریم صحیح پڑھنے کی کوشش کریں گے لہٰذا کسی قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر سیکھیں بھی اور قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا بھی کریں۔ آمین۔

نوٹ: تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا ضروری ہے اور تجوید یہ ہے
کہ ہر حرف کو اس کے مخارج سے نکالنا۔ (شمارہ نمبر 57)

قرآنی احکام کا خلاصہ

نمبر ۲ ہدایت: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں قولاً وفعلاً کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، ہر نفع و
نقصان اللہ کی طرف سے سمجھو، مگر اسے اپنے اعمال حسنہ وافعال سیئہ کا نتیجہ جانو، دل میں
کوئی تشویش نہ آنے دو، نہ کسی سے خوف وامید رکھو، نعمت پر شکر، مصیبت پر صبر اور بدی سے
توبہ کرو، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہو، نماز باجماعت و باادب پڑھو، ماہ صیام کی برکتوں
اور سعادتوں سے پورا فائدہ اٹھاؤ۔ صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ دو، صاحب استطاعت ہو تو حج
کرو، جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہو اور شہادت کے طلب گار رہو، اپنی حاجت سے جو بچے
وہ فی الفور خیرات کر دو اور صدقہ وخیرات کے وقت اپنے محتاج اقرباء و ہمسایہ کو ترجیح دو، مگر
ان پر احسان مت جتاؤ، سائل کو سختی سے جواب نہ دو، ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے
جویاں رہو، خواہ دنیا والوں کو ناراض بھی کرنا پڑے، اہل حقوق کو راضی کرو، مقروض کو آسانی
دو، کسی سے لڑو جھگڑو نہیں، اکڑ کر مت چلو، راہ چلتے نظریں نیچی رکھو اور لڑکوں اور عورتوں کی
صحبت سے اجتناب کرو، اس سے آنکھ، کان اور زبان کے زنا سے بچ جاؤ گے۔ وعدہ خلافی
نہ کرو، قسمیں نہ کھاؤ، بلا ضرورت و مصلحت دینی اغنیاء و امراء اور خلاف شرع فقراء سے
صحبت نہ رکھو، غرباء و مساکین، صلحاء، علماء حق کی صحبت اختیار کرو، دنیائے فانی سے دل نہ
لگاؤ، لوگوں سے بقدر ضرورت ملو، سکوت و خلوت کو محبوب رکھو، غیر مشروع مجالس
سے پرہیز کرو، خدمت خلق کیلئے وقف رہو، کسی کا دل نہ دکھاؤ، کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ، نرمی برتو،
ترش روئی سے پیش نہ آؤ، خود کو سب سے کمتر سمجھو، نیت ہمیشہ نیک رکھو، جفا کا جواب وفا
سے دو، عیب جوئی کی بجائے عیب پوشی کرو اور اپنے عیوب سامنے رکھو، رسوم جہل سے بچو،
اوقات کو محفوظ رکھو، زنا، حرص، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، رشوت، سود، ریا،
خیانت، کبر و کینہ سے بچو، قناعت، انصاف، علم یقین، تفویض، توکل، رضا، تسلیم کے خوگر ہو،
شریعت پر چلو، امین و شرمگین، کم گو، کم رنج، صلح جو، نیکوکار، نیک گفتار، باوقار اور بردبار بنو،
صدق مقال، اکل حلال اپنا شعار بناؤ، مسافر و مہمان نواز بنو اور ان صفات پر مغرور نہ ہو،
خورد و نوش میں اعتدال برتو، حد سے نہ بڑھو، عذاب الٰہی اور اس کی بے نیازی سے لرزاں

رہو، ہر ایک سے معاملہ صاف صاف و بے باق رکھو، موت کو ہر وقت قریب جانو، ہمیشہ عمل و استقامت کی دعا کرو، بستر پر جانے سے پہلے اپنے روزانہ اعمال کا باقاعدہ محاسبہ کرلو، اور کتب دینیہ کا مطالعہ رکھو۔ (شمارہ نمبر ۹۴)

قرآن مجید.........ایک آئینہ

"قرآن مجید" ..... قوموں ..... تاریخی ادوار..... مختلف مراحل حیات اور مختلف زندگیوں کے انواع و اقسام کا .....ایک بولتا ہوا مرقع ......اور چمکتا ہوا صاف و شفاف آئینہ ہے، جس کا جی چاہے فرد ہو یا قوم ..... جماعت ہو یا انجمن ..... خاندان ہو یا قبیلہ.....اس میں اپنی صورت دیکھ لے اور اپنے متعلق خود فیصلہ کرلے کہ ..... ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی کا رشتہ نہیں..... ! (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ شمارہ ۹۶)

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا عصر و مغرب کے درمیان ختم قرآن

حکیم عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ عصر سے عقیدت میں سید احمد بریلوی صاحب اور مولوی شاہ اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئی شریک تھے مولوی عبدالحئی صاحب نے وعظ فرمایا اور کہا خدا اپنے نیک بندوں کے وقت میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا اس کو چند گھنٹوں میں کرلیتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں، اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولانا اسماعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں، اس پر لوگ مولانا شہید سے لپٹ گئے کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجئے، چنانچہ لوگ کوٹھی کے پاس آ بیٹھے ہوئے اور حضرت شہید نے حاضرین کے پاس مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن مجید ختم کرلیا۔ (ماہنامہ شمارہ نمبر ۲۴)

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

قرآن کی تعلیمات نے خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، عمر بن عبدالعزیز، البیرونی و ابن بطوطہ، رومی و شیرازی، رازی و غزالی جیسی

نابغۂ روزگار شخصیات تخلیق کیں اور دیگر وہ خاندان جنہوں نے دورِ اسلامی میں خلافت و بادشاہت کے منصب پر آکر انسانیت کی بے مثال خدمت کی وہ بھی تعلیمات قرآنی ہی کا معجزہ ہیں۔

آج دنیا چاہے پھر کبھی کوئی ابوبکر و عمر کی سیرت و کردار تخلیق نہیں کر سکی، جیسے بادشاہ پیدا نہ کر سکی کوئی عمر بن عبد العزیز انسانیت کو نہ دے سکی، مگر اسلام نے ایسی خدا پرست و انسان دوست شخصیات تعمیر کر کے انہیں انسانیت کی خدمت کے لئے وقف عام کیا۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ہی برصغیر میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اسی دور میں ملت اسلامیہ کے عظیم مفکر و مجدد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زوال کے مرض کا علاج یہی تجویز کیا کہ مسلم عوام کو قرآنی تعلیمات کی دعوت دی جائے، چنانچہ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ اس وقت کی رائج زبان فارسی میں کیا اور مختصر تشریح بھی لکھی، پھر آپ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور اردو تراجم لکھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن مجید کے حلقے قائم کئے اور اس پر اتنی محنت کی کہ ایک وقت ایسا آیا جب برصغیر میں جہاں کہیں بھی تفہیم قرآن کا کوئی حلقہ قائم تھا وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا کوئی شاگرد یا شاگرد کا شاگرد ہی اس کا روح رواں تھا، جنگ عظیم دوم خلافت عثمانی کے خاتمہ اور ملت اسلامیہ کے شیرازہ بکھرنے کے بعد کے حالات میں بھی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی) نے اپنی پوری زندگی کے غور و فکر اور تجربات کا نچوڑ مالٹا کی قید سے واپسی کے بعد یہی بیان فرمایا کہ مسلمانوں کی پسماندگی کے دو اسباب ہیں قرآن کریم سے دوری اور فرقہ پرستی، چنانچہ آپ نے بھی حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کی تجدید کی تاکہ عوام کو قرآنی مطالب تک رسائی میں آسانی ہو۔

اس پورے تحقیقاتی پس منظر کے علاوہ ایک جامع بات پہلے سے موجود ہے کہ "ان الله یرفع بهذا قوما ویضع به آخرین" اللہ تعالیٰ قرآن ہی کے ذریعہ کسی قوم کو ترقی عطا فرماتے ہیں اور اسی کی نافرمانی کی وجہ سے کسی قوم کو پستی میں گراتے ہیں۔

آج قرآن کریم سے ہمارا سلوک یہی ہے جو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس بزم میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

وقت کی پکار: موجودہ حالات کا اہم تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں، مسجدوں میں، دکانوں اور دفتروں میں درس کے حلقے بنائیں، روزانہ کے درس کے لئے چند منٹ کوئی زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ادارہ کا شائع کردہ "درس قرآن" کافی مفید و عام فہم تفسیر پر مشتمل ہے جو دس چند منٹ کے سبق وار دروس کا مجموعہ ہے اور ہر پارہ علیحدہ مجلد ہے۔

اس مبارک سلسلہ کے خوشگوار اثرات و برکات سے آپ بھی محروم نہ رہیں بلکہ روزانہ کے ایک سبق کے مطالعہ سے آپ اپنے اہل خانہ، دوست احباب، مساجد و مدارس، دفاتر و مجالس کے ہم نشین حضرات کو قرآنی تعلیمات کے قریب کر کے اپنی اور معاشرہ کی اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 53)

حافظ قرآن کا مقام

حفظ قرآن پر مغفرت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب قرآن قیامت کے دن آئے گا تو قرآن کہے گا اے رب اس کو جوڑا پہنا، تو اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا اے رب اور زیادہ کیجئے پھر اس کو کرامت کا جوڑا پہنایا جائیگا پھر قرآن کہے گا، اے رب اس سے راضی ہو جائیے، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے، پھر اس کو کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں ایک نیکی کا اضافہ کیا جائے گا۔

اور حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب قرآن کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا، پس جنت میں تیرا مرتبہ وہاں ہوگا جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔ (ترمذی شریف، ابوداؤد)

حافظ قرآن کی سفارش سے دس افراد کی مغفرت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور وہ قرآن میں ماہر ہے (یعنی اس کا حفظ پختہ ہے اور تلاوت عمدہ ہے) تو وہ شخص معزز ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور خوب یاد کیا اور اس نے قرآن کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا اللہ تعالیٰ اس کو قرآن کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائیں گے، اور اس کے گھر والوں میں سے دس افراد کے بارے میں سفارش قبول فرمائیں گے، وہ دس افراد کہ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی تھی۔ (ترمذی)

بچے کے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے پر والد کی مغفرت کا واقعہ

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبر پر سے گذر ہوا، آپ نے بطور کشف دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، آپ آگے تشریف لے گئے، اپنے کام سے فارغ ہو کر جب دوبارہ آپ کا گذر اس قبر سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ اس قبر پر رحمت کے فرشتے جمع ہیں اور ان کے پاس نور کے طبق ہیں، آپ کو اس پر تعجب ہوا آپ نے نماز پڑھی اور اس واقعہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اللہ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی فرمایا اے عیسیٰ یہ بندہ گنہگار تھا اور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا، یہ مرتے وقت اپنی بیوی چھوڑ گیا تھا جو حاملہ تھی، اس عورت نے اس کے بیٹے کو جنم دیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بڑے

کے قابل ہو گیا اس عورت نے اس بچے کو مکتب میں بھیجا استاد نے اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائی تو مجھے اپنے بندے سے حیاء آئی کہ میں اس کو آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر اور اس کا بیٹا میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۷۲)

فائدہ: مذکورہ بالا روایات اور واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنا اور یاد کرنا انسان کے لئے مغفرت کا ذریعہ ہے صرف اتنی ہی نہیں بلکہ حافظ قرآن کی وجہ سے اس کے خاندان کے دس افراد کی بھی مغفرت ہو جائے گی جن کے لئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہو اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی قرآن مجید پڑھیں اور اپنی اولاد کو بھی اسی طرف لگا کر مغفرت کے اسباب مہیا کریں۔ اللھم اجعلنا من المغفورین۔ آمین (شمارہ نمبر ۲۹)

حافظ قرآن کیلئے جنت کے دس پاسپورٹ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جانے کیلئے گیارہ پاسپورٹ ملیں گے ایک پاسپورٹ سے تو حافظ قرآن بالکل خود جائے گا اور دس پاسپورٹ اس کو ملیں گے کہ اپنے خاندان میں سے ان لوگوں کا انتخاب کرے جن کے لئے دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہوگا ان لوگوں میں سے جن لوگوں کو وہ چاہے گا اپنی مرضی سے منتخب کر کے جنت میں لے جائے گا جس کو چاہے انتخاب کر لے اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ حافظ قرآن بچوں کا ادب کرنا تاکہ قیامت کے دن وہ تمہارا انتخاب کر سکیں، اگر آپ نے ان کا مذاق اڑایا انہیں حقیر سمجھا ان کی تحقیر کی تو قیامت کے دن ایسے لوگوں کا یہ انتخاب نہیں کریں گے لہٰذا حافظ قرآن بچوں کا ادب بزرگوں کا مسلسل عمل رہا ہے اس سلسلہ میں ایک سچا واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔

حفاظ کرام کے ادب کا خاص انعام: حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے نے ان کے حالات میں بیان کیا کہ میرے والد کی قبر کو حکومت سعودیہ نے اپنے قانون کے مطابق چھ چھ ماہ کے بعد تین مرتبہ کھودا تاکہ اس کی جگہ دوسرا مردہ دفن کیا جائے لیکن ہر مرتبہ دیکھا کہ بڑے میاں صحیح سلامت موجود ہیں، جسم میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا تھا جیسے ابھی کا ہے۔

ان کو یہ مقام کیسے ملا؟ ان کے صاحبزادے مولانا آفتاب عالم صاحب نے اپنا گمان ظاہر کیا کہ میرے والد کا ایک خاص عمل یہ تھا کہ وہ حافظ قرآن بچوں کی طرف پیر

نہیں کرتے تھے اگرچہ معمر تھے بڑے عالم تھے ان سے اس کی وجہ پوچھی یوں کہتے تھے کہ
جس طرف قرآن شریف رکھا جاتا ہے ادھر پاؤں نہیں کرنے چاہئیں تو جس کے سینہ میں
قرآن پاک ہے جو سینہ حامل قرآن ہے اس کی طرف پاؤں کرنا بھلا خلاف ادب نہ ہوگا؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ادب کی برکت سے مولانا پر یہ فضل عظیم ہوگیا کہ ان کا جسم
بھی محفوظ کردیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "قرآن" اخبار تھا، میں کہتا ہوں قرآن پاک، قرآن
شریف یا قرآن مجید کہنا چاہئے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ مجید نازل فرمایا اور ہم
بغیر القاب شرف و بزرگی کے نام لیتے تھے، بے ادبی کی بات ہے، تو قرآن شریف کہئے، مدینہ
شریف کہئے، مدینہ شریف کہئے تو لوگ یوں کہتے کہ میں مدینہ گیا تھا، مناسب نہیں، مدینہ طیبہ،
مدینہ منورہ، مدینہ پاک یا مدینہ شریف کہنا چاہئے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

میری امت کے بڑے لوگ حافظ قرآن ہیں۔

آج جو بچے حافظ ہو گئے یہ امت کے بڑے لوگ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو
بڑے لوگ فرما رہے ہیں آج ہم ان کو حقیر سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ ایسے ایسے جملے کہتے ہیں کہ میاں
حافظ قرآن ہو گئے، اب جمعرات کی روٹیوں کا انتظار کریں گے، مارے مارے پھریں گے کوئی نوکری لے
لیتے تو کچھ ہو جاتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حافظ قرآن باعمل اور اللہ والا ہو تو وہ روٹیوں کا انتظار نہیں کرتا، بڑے بڑے روٹیوں
اور پراٹھوں والے اس کا انتظار کرتے ہیں کہ کاش حافظ صاحب میری دعوت قبول کرلیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی صحیح عظمت کرنے والا بنادے، آمین۔

دل کی شریانیں کھولنے کیلئے مجرب قرآنی عمل

ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (سورۃ الحجر)

صبح و شام ایک ایک تسبیح اول آخر درود شریف اس عمل سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

(ماخوذ از حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کے رسالہ "عظمت حفاظ" سے، صفحہ نمبر 58)

قرآن مجید کی عظمت وحفاظت کا تازہ اعجاز

آج سے تقریباً پانچ سال پہلے (غالباً 1995ء) اخبارات میں ایک سات سالہ عرفان الحق کے متعلق متعدد دلچسپ، تعجب خیز اور حیرت انگیز واقعات شائع ہوئے اور مستقل مضمون کی شکل میں طبع ہوئے۔ یہ بچہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا میں 35 سال تک درس و تدریس کی خدمات انجام دینے والے جید عالم مولانا صدیق کشمیری کا نواسہ ہے۔ عرفان الحق بالکل امّی اور ان پڑھ ہے۔ سات سال کی عمر تک اردو کا ایک حرف تک بھی نہیں جانتا، نہ ہی کوئی دوسری زبان۔ صرف اپنی مادری زبان کشمیری میں گفتگو کرتا ہے۔ اس عمر تک اس بچہ کو اس کے ماں باپ نے نہ تو گھر میں ہی کوئی تعلیم دی ہے اور نہ ہی کسی مدرسہ یا اسکول میں داخل کرایا ہے۔ عرفان الحق کی والدہ کا نام طاہرہ اختر ہے، اس کے والد حکیم غلام رسول گوپال پورہ (کشمیر) میں ایک ٹیچر ہیں۔

اس بچے کے متعلق اس کے والد نے کئی باتیں بتلائیں، مثلاً یہ کہ جب اس بچہ کا حمل سات ماہ کا تھا تو اس کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو ایک سنہرا قلم دے رہے ہیں، اس کے بعد جب بچہ پیدا ہوا تو گھر میں ایک عجیب اور سرور بخش روشنی سی محسوس ہوئی۔

جب یہ بچہ دس ماہ کا تھا تو ایک شب اس کی ماں نیند سے اچانک بیدار ہوئی اور چاروں جانب دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا، بچہ برابر میں سو رہا تھا، باہر گھر کے دالان میں بچہ کے دادا تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے مگر وہ بھی حیران تھے کہ قرآن پاک پڑھنے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے، کافی غور و فکر کے بعد جب طاہرہ اختر یہ معلوم کرنے میں ناکام رہیں کہ آواز کہاں سے آ رہی ہے تو واپس اپنے بستر پر آئیں مگر اس وقت ان کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں جب اپنے ننھے بچہ کے منہ سے انہوں نے سورۂ یٰسین شریف کی آیات سماعت کیں، اس واقعہ کے گواہ بچے کے دادا بھی ہیں۔

اس معصوم بچہ کے والد نے بتایا کہ جب اس کی عمر چار سال کی تھی تو اس نے کئی بار قرآن پاک لکھنے کی ضد کی، ایک بار جب عید کے موقع پر میں اس کے جوتے دلانے کی خاطر بازار لے گیا تو اس نے جوتے لینے سے انکار کر دیا اور ان کے بدلے قلم کاغذ دلانے کے لئے کہا، میں نے اس کی ضد کو دیکھتے ہوئے قلم اور کاغذ لے کر دیا، جب گھر پہنچے تو عرفان الحق نے

باقاعدہ وضو کیا اور قرآن پاک سامنے رکھ کر الم کا پارہ لکھنا شروع کر دیا۔ ہم نے اس کے اس انہماک کو دیکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس نے جون ۱۹۹۱ء سے شروع کر کے جون ۱۹۹۲ء میں پورا قرآن مکمل کر لیا، قرآن پاک کے اختتام پر جب اس سے میں نے ختم قرآن کی دعا لکھنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ شاید یہ دعا لکھتے ہی کہیں چلا جاؤں گا، اس نے دعا لکھی مگر دعا کے جملوں پر اعراب اور نقطے لگائے بغیر ہی کھیلنے کے لئے چلا گیا، یہ دعا ابھی تک بغیر نقطوں اور اعراب کے ہے کیونکہ عرفان الحق کی عادت یہ ہے کہ آیت یا سورت پوری کر کے ہی وہ نقطے اور اعراب لگاتا ہے (شاید اس خالق نے پھر بھی یہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہو کہ دعا قرآن نہیں اور اس بچہ کو صرف قرآن پاک ہی کے لئے معجزہ کا مظہر بنایا گیا ہے)۔

اخبار لکھتا ہے یہ بچہ قرآن پاک کی کسی بھی سورت یا آیات کو ہو بہو عربی رسم الخط میں مع حرکات و سکنات کے نقل کر دیتا ہے، لوگوں کا یہ کہنا کہ حیرت ہوتی ہے مگر جب ملنے والے اس سے کسی آیت کو لکھ کر دینے کی فرمائش کرتے ہیں تو بچہ لوگوں کی نظروں کے سامنے قرآن پاک کی مطلوبہ آیت جوں کی توں نقل کر دیتا ہے، عام لوگ تو صرف بچہ کی شکل دیکھ کر ہی متاثر ہو جاتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرنے کو بھی اپنے لئے باعث فلاح سمجھتے ہیں مگر تعلیم و تدریس کے شعبوں سے وابستہ معتقد حضرات فکر و فن خطاطی کے ماہر لوگ اس کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخہ میں باریکیاں تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی غلطی باوجود کوشش بسیار کے نہیں ملتی تو اپنے سامنے لکھنے کے لئے درخواست کرتے ہیں اور جو سورت یا آیت بچہ کو لکھنے کے لئے کہتے ہیں وہ بڑے اعتماد سے سامنے لکھ دیتا ہے آخر کار اس نے ورق [illegible] سورت میں بھی کوئی باریکی نہیں ملی جس پر گرفت کی جائے، اس نامہ نگار نے بھی تازہ تصویر "سورۃ کوثر" دیکھ کر یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ خدا کی نوازش ہے اور قرآن پاک کی واضح دلیل ہے جو اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس کو جتنا مٹانے کی کوشش کی جائے گی اس سے محفوظ رہنے کی اتنی ہی نت نئی تدبیریں عالم وجود میں آتی رہیں گی کیونکہ قرآن پاک میں خود صاحب قرآن نے فرمایا وانا له لحافظون۔ برصغیر ایشیا کی عظیم ترین درسگاہوں میں سے ایک مدرسہ مظاہر العلوم (وقف) کے ناظم اعلیٰ مفتی مظفر حسین صاحب نے بچہ کا تعیر

معمولی شخصیت کا حامل قرار دیا ہے آپ جب شہر آئے میں اس واقعہ پر یقین نہ آیا تو انہوں
نے عرفان الحق سے اپنے سامنے چند آیات لکھوائیں اور فوراً ہی ان کے ہاتھوں کو چوم لیا
مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور) کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نے کہا کہ میں احادیث
کا درس دیتا ہوں مگر ایسی تحریر آج تک میری بھی نہیں ہو سکی یہ بچہ آئی اور نہ پڑھا ہے مگر تمام
رموز و نکات اور آداب کے ساتھ قرآن پاک لکھتا ہے تو ضرور یہ خدا کی جانب سے ایک
واضح اشارہ ہے کہ وہ جس سے جو کام چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ **فسبحان اللہ یصطفی
من یشاء لما یشاء** (حوالہ: فضائل حفاظ القرآن) (شمارہ نمبر 10)

قرآن کو بھلا دینے کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے سینے میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا
ہے کہ جیسا اجڑا ہوا گھر اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو بھلا دیا اور اس کے مضمون پر عمل
نہ کیا کہ یہ بھی ایک طرح کا بھلا دینا ہے تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اس
حال میں لایا جائے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے کی بہت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ
پڑھنے سے یاد رہے گا ورنہ بھول جاؤ گے۔ دنیا کی بے مثال نعمت جو بڑی محنت اٹھا کر حاصل
کی تھی مفت میں برباد ہو جانے دی اے قرآن پاک کے حافظو! اس عالیشان نعمت کی قدر
کرو اور خوب شوق سے پڑھا کرو دیکھو! حافظ قرآن اگر ذہانت وغیرہ کی خرابی سے حفظ نہ
پڑھ سکے تو دیکھ کر آسانی سے اتنا زیادہ پڑھ سکتا ہے کہ دیکھ کر پڑھنے والا اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو قرآن مجید فرقان حمید کی زیادہ سے
زیادہ تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (شمارہ نمبر 39)

ـــ پڑھ کے تو قرآن کو کچھ جمع کر لے اب ثواب   قبر پر کون آئے گا پھر فاتحہ کے واسطے

قرآن پاک کا معجزہ

مدینہ منورہ میں ایک چھوٹے بچے کو قرآن یاد ہونے کا عجیب واقعہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے اور یہ اللہ کا کرم ہے اس مقصد کیلئے اپنے منتخب بندوں سے کام لیتا ہے اور بعض دفعہ اس انداز سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے اسی طرح کا واقعہ مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک پاکستانی بچے نے جس نے دو سال کی عمر سے خود بخود قرآن کریم یاد کرنا شروع کردیا تفصیل ان کی والدہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔

میری بیٹی جب میمونہ چھوٹی تھی میں اس کو قرآن پڑھاتی تھی میمونہ اپنا سبق یاد کرتی تو اس کی دیکھا دیکھی میرے بیٹے ولید کو بھی شوق ہوا کہ جس طرح امی میمونہ کو پڑھاتی ہیں مجھے بھی پڑھائیں، میمونہ جب اپنا سبق پڑھتی تو ولید اس کا سبق یاد کرلیتا پھر جب میمونہ کو سبق میں غلطی آتی تو میرے بتانے سے پہلے ہی میمونہ کو اس کی غلطی بتا دیتا میں آخری پارہ کی کیسٹ لگا دیتی میمونہ کیسٹ سن کر اپنا سبق یاد کرتی رہتی تو ولید بھی کیسٹ سن کر میمونہ کا سبق یاد کرلیتا جب مجھے سبق سناتے وقت میمونہ کو غلطی آتی تو ولید جلدی سے اسے اس کی غلطی بتا دیتا اس وقت اس کی عمر دو سال تھی پھر جب ولید ڈھائی سال کا ہوا تو میں نے اسے گھر میں قاعدہ پڑھانا شروع کیا ابھی وہ تین سال کا تھا تو میں نے آخری سپارہ پڑھانا شروع کیا ولید روزانہ کی ایک سورت یاد کرلیتا تھا وہ سورت ایسے یاد کرتا تھا جیسے کوئی بھولا ہوا سبق یاد کرتا ہے، جب ولید آخری سورتیں یاد کرتا تھا تو اسے سورۃ طارق خود بخود یاد ہوگئی مجھے سورۃ طارق سناتا تھا بغیر غلطی کے (حالانکہ یہ سورۃ یاد کرنے کے لحاظ سے بہت مشکل بھی جاتی ہے) جب میمونہ دوسرا یا تیسرا سپارہ پڑھتی تھی تو غلطی آنے پر ولید بہن کو صحیح غلطی بتاتا تھا اس وقت اس کی عمر چھ سال سے کم ہے، وہ اس نے ماشاء اللہ آٹھ پارے حفظ کرلئے ہیں اور جامعہ خیریہ میں 5 سپاروں کا امتحان دیا ہے نتیجہ آگیا ہے اول (فرسٹ) آیا ہے''۔

مدینہ جامعہ خیریہ کی جب دعوت ہوئی تو وہاں کے سربراہ نے ولید کو تلاوت کیلئے بلایا تو اس واقعہ کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم کے لئے اگر بہت چھوٹی عمر سے بچوں پر توجہ دی جائے اور گھر میں ماحول بنایا جائے تو ان شاء اللہ بہت جلد وہ قرآن پاک کو یاد کرلیں گے اور والدین کیلئے دین و آخرت کی بہتری کا ذریعہ بنیں گے، جس بچہ کا آپ نے واقعہ پڑھا ہے اس میں بہت بڑا دخل گھر کے ماحول کا ہے اگر گھر کا ماحول ٹی وی،

جنت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا

بس تیرا مقام وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، اور حدیث پاک میں ہے آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے جو حافظ قرآن کریم کو صحیح طور پر حروف کی ادائیگی کے ساتھ تلاوت کرتا ہے اس کو قیامت کے دن بلا کر کہا جائے گا کہ جس طرح دنیا میں قرآن کریم کو حسین آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اسی طرح ایک ایک آیت کو پڑھتے جاؤ اور جنت کے ایک ایک درجہ پر چڑھتے جاؤ قرآن کریم کی آخری آیت تمہارا آخری درجہ ہوگا۔

حدیث شریف میں قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ عمل کو لازم کہا گیا ہے اور اس حدیث شریف میں حسن آواز اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا کہ جو حافظ قرآن قرآن کریم کو خوب اچھی طرح حروف کی ادائیگی کے ساتھ ترتیل کے ساتھ پڑھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو اس کو ۶۶۶۶ درجات نصیب ہوں گے۔ (انوار ہدایت X شمارہ نمبر 24)

30 سیکنڈ میں تین دفعہ سورۃ اخلاص مکمل قرآن کا ثواب

حدیث شریف۔ سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے (بخاری و مسلم) لاعلمی کی وجہ سے لوگوں نے ایصال ثواب کے غلط طریقے ایجاد کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے خود ان کو ثواب نہیں ملتا تو وہ مردہ کو کیا ثواب بخشیں گے، ایک بات یہ بھی خیال میں رکھیں کہ جب اپنے مرحومین کا تذکرہ ہو تو ان کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا دینا ایک مستقل ایصال ثواب ہے۔ (شمارہ نمبر 8)

ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا، ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیص پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی، میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا

سلام قولا من رب رحیم۔

میں نے پوچھا: ”اللہ تم پر رحم کرے، یہاں کیا کر رہی ہو؟“ کہنے لگی۔

”ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ“

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا کہاں جانا چاہتی ہو؟ کہنے لگی۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی)

میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے۔

میں نے پوچھا: ”کب سے یہاں بیٹھی ہو؟“ کہنے لگی: ”ثلٰث لیال سویا“ (پوری تین راتیں) میں نے کہا: ”تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آرہا، کیا کھاتی ہو؟ جواب دیا:

”ھو یطعمنی ویسقین“ (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے)“ میں نے پوچھا ”وضو کس چیز سے کرتی ہو؟“ کہنے لگی: ”فتیمموا صعیداً طیباً“ (پاک مٹی سے تیمم کرلو)،

میں نے کہا: میرے پاس کچھ کھانا ہے کھاؤ گی؟“ جواب میں اس نے کہا:

”اتموا الصیام الی اللیل“ (رات تک روزوں کو پورا کرو)، میں نے کہا: ”یہ رمضان کا تو نہیں ہے“ بولی: ”ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم“۔ (اور جو بھلائی کے ساتھ نفل عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے) میں نے کہا سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے، میں نے کہا: ”میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں؟“ جواب ملا:

”ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید“ (انسان جو بات بھی بولتا ہے اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے) میں نے پوچھا تم کون سے قبیلے سے ہو؟ کہنے لگی:

”لا تقف ما لیس لک بہ علم“۔ (جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو) میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہوگئی“ بولی۔ ”لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم“۔ (آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے) میں نے کہا: ”اگر تم چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنے قافلے سے جا ملو“ کہنے لگی ”وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ“ (تم جو بھلائی کرو وہ اللہ سے جانتا ہے) میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھا لیا مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی: ”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم“ (مومنوں سے کہہ دو

اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)۔ میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اس سے کہا: "سوار ہو جاؤ"
لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بدک کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جھڑپ میں اس
کے کپڑے پھٹ گئے، اس پر وہ بولی: "ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت
ایدیکم" (تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے) میں نے
کہا: "ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا"۔ وہ بولی

"ففهمناها سلیمان" (ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا) میں
نے اونٹنی کو باندھا اور اس سے کہا: اب سوار ہو جاؤ۔ وہ سوار ہو گئی اور یہ آیت پڑھی: "سبحن
الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون"۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا، اور ہم اس کو
کرنے والے نہیں تھے، اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں) میں
نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا۔ میں بہت تیز تیز دوڑا جا رہا تھا اور ساتھ ہی زور زور سے
چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بولی: "واقصد فی مشیک واغضض من
صوتک" (اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو) اب میں آہستہ
آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے، اس پر اس نے کہا:

"فاقرءوا ما تیسر من القرآن" (قرآن میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو وہ پڑھو)
میں نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے، بولی:

"وما یذکر الا اولوا الالباب" (صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے
ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا "تمہارا شوہر ہے؟" بولی:

"لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم" (ایسی چیزوں کے بارے میں
مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں) اب میں خاموش ہو گیا اور جب
تک قافلہ نہیں مل گیا، میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ قافلہ سامنے آ گیا تو میں نے اس
سے کہا: یہ قافلہ سامنے ہے، اس میں تمہارا کون ہے؟" کہنے لگی:

"المال والبنون زینة الحیوة الدنیا" (مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت

ہیں باتیں سمجھ گیا کرتے تھے قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں۔ میں نے پوچھا: قافلے میں ان کا کام کیا ہے؟ بولی: "وعلامت و بالنجم ھم یھتدون" (علامتیں بنائیں اور ستارے سے بھی وہ راستہ معلوم کرتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں چنانچہ میں اسے لیکر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا: "خیمے آگئے اب یہاں تمہارا (بیٹا) کون ہے؟ کہنے لگی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا و کلم اللہ موسیٰ تکلیما، یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ۔ یہ سن کر میں نے آواز دی: یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا یحییٰ تھوڑی ہی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے، میرے سامنے کھڑے ہوگئے، جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا:

فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکیٰ طعاما فلیاتکم برزق منہ۔ (اب اپنے میں سے کسی کو روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے، سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے) یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لایا، وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے کہا: کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ" (خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں) اب مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے لڑکوں سے کہا: تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ، لڑکوں نے بتایا کہ: ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے، چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کہیں زبان سے کوئی نامناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے۔ میں نے کہا: ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (دینی دسترخوان جلد ۳ نمبر 10)

ایک بچہ کی قرآنی آیات سے گفتگو

ایک ایسا بچہ جس نے صرف پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید صرف یاد ہی نہیں کیا بلکہ اتنی مہارت حاصل کی کہ گفتگو میں بھی قرآنی آیات استعمال کرتا ہے۔ اس واقعہ کو پڑھ کر ان شاء اللہ آپ میں بھی قرآن مجید پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

جناب محمد حسین السلام علیکم:

جواب: سلام قولا من رب رحیم (سورہ یٰسین، آیت ۵۸) رب مہربان کی طرف سے سلام کا پیغام آئے۔

سوال: اپنا تعارف کروائیے۔

جواب: انی عبداللہ (مریم ۳۰) (بے شک میں خدا کا بندہ ہوں) اپنا تعارف کروانے کی بجائے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہا)

سوال: آپ کا مزاج کیسا ہے؟

جواب: وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔
(نحل ۱۸، ابراہیم ۳۴) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے۔

سوال: آپ کی عمر کیا ہے؟

جواب: ولا خمسة الا هو سادسهم (المجادلہ ۷)
(کوئی پانچ افراد ایسے نہیں ہوتے مگر وہ اللہ ان میں چھٹا ہوتا ہے) آیہ کریمہ کی مدد سے انہوں نے اپنی عمر چھ سال بتائی۔

سوال: حفظ قرآن کریم کے علاوہ آپ کی دیگر مصروفیات بھی ہیں؟

جواب: ولی فیها مآرب اخری (طٰہٰ ۱۸) (اور میں اس سے کچھ اور کام بھی لیتا ہوں) یعنی میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں، مراد یہ ہے کہ حفظ قرآن کے علاوہ آیت کی مدد سے گفتگو اور ان سے محاورے کا کام بھی لیتا ہوں)

وما علمناه الشعر وما ینبغی له (یٰسین ۶۹) (ہم نے پیغمبر (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم دی اور نہ ہی ان کے لئے مناسب ہے) یہ آیت اس لئے بیان کی کہ گلستان سعدی، مثنوی و شافی کے اشعار بھی حفظ ہیں۔

والسماء بنيناها بأيد (الذاریات ۴۷) (ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت سے بنایا) سید محمد حسین کی صلاحیتوں سے ایک حیران کن صلاحیت یہ بھی ہے کہ اپنے والد گرامی کے ہاتھ کے اشاروں سے مطلوبہ بات کو سمجھ لیتے ہیں اس کے بغیر

کہ انہیں کوئی ایک لفظ بھی بتایا جائے۔

سوال: آپ قرآن کریم کو کتنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: انی احببت حب الخیر (ص ۳۲) (اسے میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں یعنی میں اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہوں)۔

سوال: شب و روز میں آپ قرآن کریم کی تلاوت کس وقت کرتے ہیں؟

جواب: فسبحان الله حین تمسون و حین تصبحون (الروم ۱۷) (اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے، اسی کی تسبیح و تنزیہ کرو، جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو) مراد یہ ہے کہ میں رات کو بھی اور دن میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔

سوال: آپ حج کے لئے شرف یاب ہو چکے تھے، وہاں کے سفر کا کوئی واقعہ بتائیے؟

جواب: ولبیوتھم ابوابا و سررا علیھا یتکئون وزخرفا (الزخرف ۳۴) (یہاں آل سعود کے شہزادوں کے محلات کی طرف اشارہ ہے جہاں پر سید محمد حسین کا پروگرام منعقد ہوا) لا تنفذون الا بسلطان (الرحمن ۳۳) (یہاں بھی آپ نے آل سعود کے محلات کی طرف مزید اشارہ کیا ہے)۔

سوال: قرآن شریف کس عمر میں حفظ کرنا شروع کیا؟

جواب: اذ ارسلنا الیھم اثنین یعنی قرآن کا حفظ دو سال کی عمر میں شروع کیا (سورہ یٰسین)

سوال: آپ نے مکمل قرآن پوری خصوصیات کے ساتھ کتنی عمر میں حفظ کر لیا؟

جواب: یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملائکة تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا (سورہ آل عمران آیت ۱۲۵) یعنی پانچ سال کی عمر میں مکمل حافظ قرآن بن گیا، واضح رہے کہ جیسا کہ علم الہدیٰ کے والد نے بتایا کہ دو سال کی عمر میں قرآن کے حافظ بن گئے اور یہ سلسلہ مزید ارتقائی منزلیں طے کر رہا ہے۔

سوال: آپ نے کس طرح پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کر لیا؟

جواب: ان اشکر لی و لوالدیک (لقمان ۱۴) میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا، اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اور والدین کی

کی کوششوں سے میں نے پورا قرآن حفظ کیا ہے۔

سوال: کیا آپ نے حفظ کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے خوش ہیں؟

جواب: و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم (سورہ النور آیت ۵۵) اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا۔

سوال: آپ اپنے باپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

جواب: وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا (سورہ اسراء آیت ۲۴) دعا کرو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

سوال: کیا باپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا ماں سے؟

جواب: لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء ، نہ ادھر نہ ادھر (سورہ نساء آیت ۱۴۳)

سوال: آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کیا آپ اس سفر سے خوش ہیں؟

جواب: رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (سورہ بینہ آیت ۸) خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش۔

سوال: شاہی (سعودی) خاندان کے لوگ آپ سے کیا کہتے تھے؟

جواب: ما نفقہ کثیرا مما تقول (سورہ ھود آیت ۹۱) یعنی جو باتیں تم کہتے ہو ان میں اکثر تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، یعنی جو کچھ وہ کہتے تھے زیادہ تر میں ان کی باتیں نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ بدوی عربی (مقامی لہجہ) میں گفتگو کرتے تھے۔

سوال: آپ روزانہ قرآن مجید کے کتنے صفحے پڑھتے ہیں؟

جواب: و واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ و اتممنھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں ہم نے اسے پورا کر دیا، دس روز سے غرض یہ کہ اس کے پروردگار کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہو گیا، یعنی تیس سے چالیس صفحات روزانہ پڑھتا ہوں۔

سوال: کیا آپ تفسیر بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: بلیٰ و ربی (سورہ تغابن آیت ۷) ہاں اپنے پروردگار کی قسم۔

سوال۔ قرآن کے بعد کس چیز میں آپ کا شوق ہے؟

جواب: نحن نقص علیک احسن القصص (سورہ یوسف، آیت ۳) ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے تم سے نہایت عمدہ قصے بیان کرتے ہیں یعنی تاریخ سے لگاؤ ہے۔

سوال: آپ کی مجلات کے ایڈیٹروں، اساتذہ، اور بیرون ملک پڑھنے والے طلباء کے متعلق کیا نصیحت ہے؟

جواب: واتقوا الله ویعلمکم الله (سورہ بقرہ، آیت ۲۸۲) اور خدا سے ڈرو، خدا تم کو سکھاتا ہے (اور یہ کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمہیں علم عطا کرے گا)۔ (شمارہ نمبر ۱۹)

آداب تلاوت

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے اس کلام کی نسبت جس ذات کی طرف ہے وہ احکم الحاکمین، بادشاہوں کا بادشاہ اور پوری کائنات کا مالک ہے، لہذا قرآن کریم کی تلاوت کے وقت وہی آداب ملحوظ ہونے چاہئیں جو اس کلام اور صاحب کلام کی عظمت کی شان کے لائق ہوں۔

چند آداب یہ ہیں: سب سے پہلے مسواک کے ساتھ وضو کرے، پھر کسی مناسب اور پاک جگہ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھیں اور اپنے آپ کو کمزور عاجز بندہ کر کے دل و دماغ کو حاضر کر کے بیٹھیں، گویا اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھ کر عرض و نیاز اور التجاء کر رہے ہیں، پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت شروع کیجئے، دل کی تختی کو اس طرف مائل کریں کہ میں خدا کا کلام بغیر کسی واسطہ کے سن رہا ہوں، قرآن پاک کی آیتوں کو آہستہ آہستہ تدبر، تفکر اور ترتیل کے ساتھ پڑھئے اور پھر جہاں بندوں کے حق میں وعدہ و رحمت کی آیت آئے مسرت اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے لئے رحم مانگے، اور جہاں وعید اور عذاب کے متعلق آیت آئے تو خدا سے اس کی پناہ مانگے، جہاں اللہ رب العزت کی تسبیح پر کوئی آیت آئے تو تسبیح کرے یعنی جس آیت میں اللہ کی پاکی اس کی بڑائی اور بزرگی کا ذکر ہوا سے پڑھ کر سبحان اللہ کہے۔

دوران تلاوت الحاح وزاری اختیار کیجئے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا لیجئے،

حاصل یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اللہ رب العزت کی عظمت و رفعت کے تصور سے اپنے اوپر مکمل عجز وانکساری اور فروتنی طاری کیجئے، اس بات کی کوشش نہ کریں کہ قرآن جلدی ختم ہو اور اس کے لئے تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا جائے جس کی وجہ سے تلاوت میں بہت سی غلطیاں ہوں اور ثواب کی بجائے الٹا گناہ ہو بلکہ تدبر و ذوق، حضور قلب اور آداب تلاوت کی رعایت کرتے ہوئے جس قدر بھی تلاوت کر سکیں اسی کو غنیمت سمجھیں۔ جس مجلس میں لوگ دوسرے کاموں میں مشغول ہوں یا شور و غل ہو رہا ہو وہاں تلاوت نہ کریں۔ لیکن اگر تلاوت کرنا ضروری ہو اور کوئی دوسری جگہ میسر نہیں تو پھر آہستہ اور دھیمی آواز میں تلاوت فرمائیں، لیکن اگر لوگ تلاوت سننے کے مشتاق ہوں اور مجلس خاموش اور پرسکون ہو تو بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے تلاوت کرنے والا اور تلاوت سننے والا دونوں ثواب میں یکساں ہیں۔

قرآن کریم کو رحل یا کسی بلند جگہ پر رکھ کر پڑھیں تاکہ قرآن پاک کی تعظیم و تکریم آشکارا ہو، تلاوت کے دوران دنیوی کلام و گفتگو کھانے پینے اور دوسرے سب کاموں سے اجتناب کریں، اگر کوئی ضرورت آجائے تو قرآن پاک کو بند کر کے گفتگو کریں اس کے بعد پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت شروع کریں۔ ترتیل و تجوید کے ساتھ بے تکلف و بے ساختہ پڑھیے، غلط طریقے سے آواز و لہجہ بنانے کی ضرورت نہیں، ختم قرآن کے وقت اپنے اساتذہ، محسنین، بزرگان، والدین، عزیز و اقارب وغیرہ کو دعا میں شامل رکھیں، کیونکہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے، قرآن ختم کرنے کے بعد سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آیت مفلحون تک پڑھیں یہ افضل ہے، ہر روز تلاوت کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللهم اجعل القرآن لنا في الدنيا قرينا وفي الآخرة شفيعا وفي القبر مونسا و في القيمة صاحبا و على الصراط نورا و في الجنة رفيقا ومن النار سترا۔

ترجمہ: اے اللہ قرآن پاک کو ہمارے لئے دنیا میں ہم نشین، آخرت میں شافع، قبر میں مونس، قیامت میں ساتھی، پل صراط پر نور، جنت میں رفیق اور آگ سے پردہ بنا، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کا اس کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (شمارہ نمبر 49)

قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے ادبی، ایک مہلک جرم

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے اس خطرے کی وجہ سے کہیں قرآن مجید دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے" (مسلم جلد۲)

علامہ نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "اس حدیث شریف میں کافروں کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ کہیں قرآن مجید دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی نہ کروا لے، یہ وجہ خود حدیث شریف میں مذکور ہے"۔

آگے چل کر علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ پر یہ وجہ (یعنی بے حرمتی کا خوف) موجود نہ ہو تو پھر اسلامی لشکر کیلئے قرآن مجید لے جانا جائز ہے مثلاً اسلامی لشکر کو اس قدر غلبہ حاصل ہو کہ دشمنوں کی طرف سے بے حرمتی کا امکان ہی نہ باقی رہے، اس بحث کے آخر میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک اور بعض دوسرے حضرات نے کافروں کے ساتھ ان سکوں سے معاملہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا ذکر لکھا ہوا ہو" حدیث شریف اور اس کی مختصر تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کیلئے قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کا ذریعہ بننا بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ وہ خود بے حرمتی کے مرتکب ہو جائیں وہ اسلامی دستہ جو کافروں سے لڑنے کیلئے جارہا ہے یقیناً اس کے دل میں قرآن مجید کا بے حد ادب و احترام ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر چلا گیا اور لڑائی کے دوران یہ قرآن مجید کافروں کے ہاتھ لگ گیا اور نعوذ باللہ اس کی بے حرمتی کی گئی تو اس گناہ میں وہ مسلمان بھی شریک ہو گئے جو اپنے ساتھ قرآن مجید لے کر گئے تھے حالانکہ اس بے حرمتی کے ساتھ ان کا براہ راست تعلق نہیں ہے، آج اگر ہم اس روایت مبارکہ پر غور کریں اور پھر اپنے عمل کو دیکھیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے اور دل خوف سے لبریز ہو جاتا ہے، آج گھر گھر میں جس طرح قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی کی جارہی ہے وہ بیان سے باہر ہے اور یہ غفلت اور بے حرمتی ہمارے لئے بہت

سارے نقصانات کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اس موضوع پر گفتگو آگے بڑھانے سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے ان علماء اور اداروں کو اس جرم کا قصوروار قرار دیتے ہیں جو کتابوں یا رسالوں پر قرآنی آیات و احادیث شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ دین کی دعوت کو عام کرنے کیلئے اس بات کی اجازت ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور دینی علوم کو خوب پھیلایا جائے اور تو اور کافروں کو دین کی دعوت دینے کیلئے خطوط میں قرآنی آیات لکھ کر بھیجیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے چنانچہ یہ تو ممکن بھی نہیں ہے کہ لوگوں کی غفلت کا بہانہ بنا کر دین کی دعوت و اشاعت کا کام ہی روک دیا جائے البتہ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں میں اس بات کا شعور بیدار کیا جائے کہ وہ قرآنی آیات اور دینی اوراق کا احترام بجا لائیں اور اس سلسلے میں دینی جرائد و اخبارات کو مسلسل محنت کرنی چاہئے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ آج پڑھے لکھے چند گھرانوں میں بھی قرآن مجید اور دینی اوراق کا وہ احترام نہیں کیا جاتا جو ان کا حق ہے بلکہ اب تو معاملہ غفلت سے بڑھ کر مجرمانہ کوتاہی تک پہنچ گیا ہے اور حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ کئی گھرانوں میں دینی اخبارات کو نعوذ باللہ دستر خوان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ دینی اوراق کو کتابوں کی جلد بنا کر ان کتابوں کو بے ادبی سے پھینک دیتے ہیں اسی طرح کئی گھروں میں دینی اوراق جوتوں میں پڑے رہتے ہیں یا جھاڑو وں کے ذریعے اکٹھے کر کے کوڑا کرکٹ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں پھیلنے والی اس مجرمانہ کوتاہی کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱- قرآنی آیات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے نام و کلمات کی توہین ایک سخت نقصان دہ گناہ ہے۔ ماضی کی کئی قومیں اس طرح کی گستاخیوں کی لپیٹ میں آ کر تباہ ہو چکی ہیں کیونکہ توہین آہستہ آہستہ انسانوں کو کفر کی طرف لے جاتی ہے۔

۲- قرآن مجید اور دینی اوراق کی بے حرمتی سے انسان کا دل بے ادب بن جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس دل میں قساوت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے پھر گناہوں پر رونا نہیں آتا اور دل کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔

۳- عملیات کا فن جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ ناپاک جادو کرنے کا ایک طریقہ مقدس آیات و کلمات کی توہین ہے، چنانچہ ناپاک جادوگر اکثر نجس رہتے ہیں اور شیطان کو خوش کرنے کے لئے قرآنی آیات و اوراق کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ آج ہر گھر میں جادو کی شکایت ہے، باہر سے کوئی یہ حرکت کرے یا نہ کرے لیکن جب اپنے گھر میں دینی اوراق بچوں کے پیشاب کے ساتھ پڑے ہوں گے اور دینی کتابوں پر تصویروں والے ڈائجسٹ رکھے ہوں گے تو اس گستاخی اور بے ادبی کی نحوست کیا جادو سے کم تماشہ دکھائے گی؟

۴- علم کی توہین کرنے کی وجہ سے ہر گھر سے علم نکلتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ جہالت قابض ہو رہی ہے، علم ہمیشہ با ادب لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور بے ادب اس سے محروم رہتے ہیں، مراتب کا فرق کئے بغیر کتابوں کو ایک دوسرے پر رکھنے اور دینی اوراق کی بے حرمتی کرنے سے اور بھی بے شمار نقصانات ہوتے ہیں جس کا آئے دن ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، اس لئے اس بات کی فوری ضرورت ہے کہ جس طرح اپنے کپڑوں، جوتوں اور زیورات کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر دینی اوراق کی حفاظت کی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کسی گھر کی چار دیواری کے اندر قرآن مجید کی کسی آیت، اللہ تعالیٰ کے نام اور دینی اوراق کی کوئی بے حرمتی نہ ہو، یہ کام مشکل نہیں البتہ تھوڑا سا توجہ طلب ضروری ہے، اسی طرح گھر میں دینی کتابوں کو رکھتے ہوئے ان کے مراتب کا خوب خیال رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ تفسیر و حدیث کی کتاب پر کوئی تاریخی ناول رکھا ہو یا فقہ کی کتاب پر کوئی تصویر یا اخبار رکھ دیا جائے آج ہی سے اپنے گھر اور کمرے کا جائزہ لیجئے اور خود کو اس مہلک گناہ اور نقصان سے بچائیے جو دیمک کی طرح اندر ہی اندر ہمارے گھروں کے سکون اور دلوں کے ادب کو چاٹ رہا ہے۔ (ش۔ نمبر 29)۔

قرآنی معجزہ

حافظ قرآن کا مقام: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قرآن شریف کو قیامت کے دن ایک انسان کی شکل عطا کی جائے گی، پس ایک شخص لایا جائے گا جس نے باوجود حافظ قرآن ہونے کے قرآن

کی حفاظت کی ہوگی، پس اس کے مقابلہ میں قرآن جو انسانی شکل میں ہوگا، بحیثیت مدعی کے ہوگا اور عرض کرے گا میرا اٹھانے والا بہت برا ہے، میرے حدود سے اس نے تجاوز کیا، میرے فرائض کو ضائع کر دیا، جن کو میں نے گناہ قرار دیا تھا ان کو بجا لایا اور جن کو میں نے طاعت اور نیکی قرار دیا تھا ان کو اس نے ترک کر دیا تھا، پس یا اسی قسم کی دلیلیں پیش کرتا رہیگا، یہاں تک کہ کہا جائیگا جو تیری شان اور تیرا حال ہو، پس وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور جب تک اس کو اوندھے منہ آگ میں نہ ڈال دے گا اس کا ہاتھ نہیں چھوڑے گا، اسی طرح ایک اور شخص کو لایا جائیگا، جس نے قرآن کو یاد کیا ہوگا اور اس کے احکام کی حفاظت کی ہوگی، اس کے سامنے بھی یہ قرآن جو انسانی شکل میں ہوگا آئیگا، اس کی حمایت کرتا رہے گا اور کہے گا کہ اس نے مجھ کو حفظ کیا، میری حدود کا خیال رکھا، اور میرے فرائض کو بجا لایا، میری نافرمانی سے اس نے پرہیز کیا، یہ برابر اس کی حمایت میں دلائل پیش کرتا رہے گا، یہاں تک کہ کہا جائیگا: اچھا جو تیری شان ہو، پس قرآن اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اور جب تک اس کو اطلس ریشم سے آراستہ نہ کرے گا اور شراب طہور سے سیراب نہ کر دیگا، اس کا ہاتھ نہیں چھوڑے گا۔ (ابن ابی شیبہ)

امام شافعی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن: امام شافعی نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے، بعض راتوں کو تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کا کم عمری میں حفظ: جب علامہ ابن حجر پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں بٹھائے گئے تو سورۂ مریم ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو حیران کر دیا، صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے، خود فرماتے تھے کہ میں نے 80 سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے جب پہلا حج کیا تو کراچی کے راستے کیا تھا، اس زمانے میں اسٹیمر نہیں تھی، بادبانی جہاز تھے، تو حضرت بھی بادبانی جہاز میں سوار ہوئے اور رمضان شریف آگئے، گویا شعبان میں چلے تھے کشتی کے اندر رمضان آگیا اور اتفاق سے کوئی حافظ نہیں، تراویح سورۂ فیل سے ہوئی تو حضرت کو بڑی غیرت آئی کہ ہزاروں آدمی جہاز میں موجود، اور تراویح میں قرآن کریم نہ سنا جائے، ایک بھی حافظ نہیں، اسی وقت قرآن یاد کرنے بیٹھے، روزانہ ایک پارہ

حفظ کرتے اور رات کو تراویح میں سنا دیتے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا حفظ قرآن

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو انگریزوں نے مالٹا جیل میں قید کیا تو جیل میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا قرآن کریم یاد کرنا شروع کر دیا اور تقریباً دو ڈھائی ماہ میں یاد کیا اور روزانہ اسے تراویح میں پڑھا کرتے تھے تو سوا سال تک عمر ۴۵ سال کی تھی جبکہ اس عمر میں یادداشت کمزور ہو جاتی ہے مگر یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہو تو خود اس کے قلب کے اندر آ جاتا ہے۔ خود بے اعتنائی کرے تو وہ ایک طرف ہو جاتا ہے۔ (تحفۂ حفاظ) (ماہ رمضان نمبر 60)

ترجمہ قرآن پڑھنے کیلئے ضروری ہدایات

حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں: ایک صاحب میرے پاس مترجم قرآن لائے (جس کو مولوی مترجم کہتے ہیں جیسے میرے ایک عزیز دیوان متنی کو محشی کہتے تھے) وہ ترجمہ شاہ وحید الدین صاحب کا تھا جس میں محاورہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے اس میں فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برءو سکم وارجلکم کا یوں ترجمہ کیا گیا ہے کہ دھو ڈالو اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو اور ملو اپنے سروں کو اور اپنے پیروں کو۔ جس میں لفظ "اپنے پیروں کو" واقع میں مونہوں اور ہاتھوں کے ساتھ لگتا ہے گو ترتیب ہے مگر وہ ملو کی قربت کے سبب یہی سمجھے کہ قریب سے متصل ہے تو یہ وہ ترجمہ دکھلا کر پوچھنے لگے کہ قرآن سے تو پاؤں کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے مجھ کو بڑا تعجب ہوا کہ اس جاہل کو کیونکر سمجھاؤں میں نے مصنف کو تھوڑا سا عرف کو تو میں نے اس سے کہا کہ صاحب تم نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ قرآن ہے اور خدا کا کلام ہے کہا علماء کے کہنے سے۔ میں نے کہا تو پھر علماء اس میں تو اعتبار ہیں کرتے ایک عربی عبارت کو قرآن کہہ دیں اور اس میں ایسا اعتبار نہیں کہ وہ پاؤں دھونے کو فرض کہیں۔ سب علماء نے فرمایا ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے اور مسح کرنا جائز نہیں اور اس لیے میں کہتا ہے کہ تم جیسوں کو قرآن کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں۔ خبردار جو تم نے کبھی آئندہ ترجمہ دیکھا۔ بس قرآن کی تلاوت کیا کرو ترجمہ ہرگز نہ دیکھو۔

ایک بڑے میاں کا واقعہ: اس سے بھی بڑھ کر سنیے ایک بڑے میاں ملے جو بڑے تہجد گزار اور پنجوقتہ نمازی تھے مگر قرآن کا ترجمہ دیکھ کر گمراہ ہو گئے تھے، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جب میں قرآن پڑھا کروں تو لفظ راعنا چھوڑ دیا کروں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا جس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ اے ایمان والو! ”راعنا“ مت کہا کرو، تو کیا تلاوت کے ساتھ راعنا کو نہ پڑھا کروں، میں نے ان سے کہا کہ راعنا کو تو مت چھوڑو مگر آج سے قرآن کا ترجمہ دیکھنا چھوڑ دو، کیونکہ تم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں۔

صاحبو! ایسے ہی لوگوں نے شریعت کا ناس کیا ہے جو ترجمہ قرآن وحدیث کا دیکھ کر مجتہد بن گئے ہیں اب اگر کیا ان کی کم لیاقتی کے سبب ان کے شبہات کا جواب نہ دیا جائے بلکہ ان لوگوں کو ترجمہ دیکھنے سے منع کیا جائے تو بعض یوں کہتے ہیں کہ علماء کو ہمارے سوالات کا جواب نہیں آتا جواب تو ہر سوال کا ہے مگر یہ بتلاؤ کہ اس کا سمجھنے والا کون ہے۔

صاحبو! آپ یہ اعتراض علماء پر نہیں کرتے بلکہ خود اپنی عقل پر اعتراض کر رہے ہیں مگر آپ کو خبر نہیں۔

یہی حال ان جہلاء کا ہے جو علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیتے بلکہ ان کو اپنی عقل کی خبر نہیں کہ اس میں جواب کے سمجھنے کی اہلیت نہیں بھلا اگر کوئی سائنس کالج کے پروفیسر سے کہے کہ مجھے اقلیدس کے پہلے مقالے کی پانچویں شکل سمجھا دو اور وہ اس کی تقریر کرے اور یہ نہ سمجھ سکے اور کہے نہ معلوم یہ کیا بکتا ہے تو بتلایئے قصور کس کا ہے جاہل سائنس کی عقل کا قصور ہے مگر جاہلوں کے نزدیک تو وہ پروفیسر ہی بکتا ہے۔

جیسے ہمارے یہاں ایک دفعہ [illegible] نے شب وعظ ہوا ایک جولاہا بھی وعظ سننے آگیا وہ کچھ دیر تو خاموش رہا جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کہتی ہے جانے کیا کیا بکے ہے واقعی اس کے نزدیک تو سارا بکنا ہی ہوا فرمایئے اس نے یہ اعتراض اپنے اوپر کیا یا واعظ پر کیا اسی طرح ذکر ہے ان ملا جی کو علمی قاعدہ سے نہ سمجھ سکا تو قصور کس کا ہے ان کی عقل کی تو یہ حالت تھی کہ مہتمم مسجد نے ان سے یہ کہہ رکھا تھا کہ تاریکی کے وقت پاخانہ میں چراغ رکھ دیا کرو ایک دن آپ چراغ لے کر گئے تو پاخانہ میں کوئی طالب علم تھا آپ اس سے کہتے ہیں میاں مولوی صاحب آنکھیں بند کر لینا میں چراغ رکھو لگا ہوں، وہ تو آپ کو ننگا بیٹھے ہوئے بھی نہ

تھے اور وہ نومسلم بھی تھا بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دو کہ اپنا بچاؤ اور پرہیز مسلمان ہو جانے کے بعد نہیں کرنا چاہئے اس میں اس کی دل شکنی ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ دل شکنی بھی نہیں اس میں تو دین شکنی کا بھی اندیشہ ہے مگر میرے سمجھانے اور زبان سے کہہ دینے سے کیا کام چلے گا، یہ لوگ پرانی وضع کے ہیں کیا اثر قبول کریں گے میں نے کہا کہ بہت اچھا میں سمجھاتا ہوں ایک لوٹے میں پانی منگاؤ غرض کہ پانی آیا میں نے اس نومسلم سے کہا کہ اس کی ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو اس نے پیا اس کے ہاتھ سے لوٹا لے کر اور اسی طرح منہ لگا کر اس کا بچا ہوا پانی جھوٹا میں نے پیا پھر میں نے اس مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بھی پیو اس وقت سوائے مان لینے کے اور پینے کے کسی کو کوئی عذر نہ ملا سب نے طوعاً و کرہاً پیا، اس کے بعد میں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو اب اس نومسلم سے پرہیز کرنا کہنے لگے جب اب پرہیز کرنے کا ہمارا منہ ہی کیا، تم نے بڑی ایک احتیاط کی کہ ہمارا سارا دھرم ہی لے لیا اب اطمینان رکھئے اس کو تو ہم ساتھ کھلا پلا بھی لیا کریں گے۔

(از افادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نمبر 31)

اور...... ستم یہ بھی تو ہے!

ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ کے دوسرے ہفتے کے "ضرب مومن" میں رنگین صفحہ پر ایک مضمون "ستم یہ بھی تو ہے" دیکھا، مضمون پڑھ کر صاحب مضمون حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ العالی کے لئے دل سے بے ساختہ دعا نکلیں کیونکہ یہ مضمون اس دور کی بہت بڑی علمی خیانت اور ظلمت کے خلاف ایک مدلل احتجاج تھا۔

قرآن کریم پوری انسانیت کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، مسلمان اس کتاب کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور یقیناً اس صحیفۂ الٰہی پر کوئی آدمی اپنی اجارہ داری کا دعویدار نہیں بن سکتا، ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ اس سے اپنی محبت اور عقیدت کی دولت پر بجا طور پر نازاں ہے، کوئی کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب پر میرا ایمان معتبر ہے تیرا نہیں ہے۔ مگر قرآن کریم کے حوالے سے مذکورہ بالا مضمون میں جس اہم پہلو پر گفتگو کی گئی ہے وہ جذبات و

اجتہادیات کے تلاطم کا میدان نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ اور اصولی پہلو ہے وہ ہے قرآن کریم کی تفسیر کی اہلیت و استحقاق کا موضوع۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اپنے تصدیقی تاثیر، جامعیت، گہرائی اور ہمہ گیریت رکھتا ہے اس میں وعظ و نصیحت بھی ہے اور ترغیب و ترہیب بھی، اقوامِ گذشتہ کے واقعات بھی ہیں اور موجودہ زمانہ کیلئے رہنمائی بھی ہے، بعدالطبیعاتی حقائق کا بیان بھی ہے اور انسانی سماج میں پیش آمدہ روزمرہ کے مسائل کا حل بھی ہے، انسانی زندگی کو کامیاب بنانے کے اصول بھی ہیں اور جزئیات کی وضاحت بھی ہے اشیاء کیلئے بھی اس میں راہنمائی ہے اور یورپ کیلئے بھی، جس طرح چودہ سو سال قبل کے دور میں ایک زوال پذیر معاشرہ کو اوجِ ترقی پر لے گیا اسی طرح آج بھی اقوامِ عالم کی نجات اسی کی پیروی میں ہے اور قیامت تک کیلئے ہے۔

قرآن کریم کی تاثیر اور وعظ و نصیحت کا پہلو تو ایسا ہے کہ کسی بھی وقت اور کوئی بھی آدمی اس سے متاثر ہو کر اپنی زندگی کا رخ بدل سکتا ہے اور اس کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔

لیکن جہاں تک قرآن کریم کی تفسیر کا تعلق ہے وہ ایک اصولی میدان ہے اس کے لئے مخصوص علمی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے، تفسیر کا حق وہی رکھتا ہے جو اس موضوع پر کام کرنے کی شرائط پوری کر چکا ہے، کسی ریٹائرڈ اور بے کار آدمی کا یہ کام نہیں ہے جس آدمی نے ساری زندگی فوج میں، میڈیکل میں، انجینئرنگ میں، یا زندگی کے کسی اور شعبہ میں گذار دی اور ایک دم اسے مفسرِ قرآن بننے کا شوق ہوا اور اس نے تفسیرِ قرآن لکھنا شروع کر دی اس طرح تو یہ ملاحظہ ایک خطرناک بات ہے، یہ قرآن کریم کی خدمت نہیں بلکہ نعوذ باللہ قرآنی تعلیمات کو مسخ کرنے والی بات ہے۔

افسوس کہ اب یہ وبا عام ہو رہی ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد اعظم صاحب نے لکھا ہے:
جہاں تک کہ ہم نے پنجاب کی قلم اعزاز سری سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور گلوکار کے بارے میں اخبارات میں پڑھا کہ اس نے بھی قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔

ہمارے مشاہدے میں بھی ایک صاحب ہیں جن کے والد صاحب حکیم تھے اور وہ خود وکیل، جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو انہوں نے والد صاحب کا مطب سنبھال لیا، ایک دن ہمارے پاس آئے تو فرمانے لگے میں قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا ہوں جو لغات کے

عین مطابق ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حالانکہ یہ تو ایسا نازک وقت کا موضوع ہے کہ بڑے بڑے متبحر علماء بھی ڈرتے تھے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معارف القرآن کے بارے میں فرمایا کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ تفسیر قرآن لکھنے کے لئے پندرہ علوم میں مہارت ضروری ہے اور اب حالت یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو عربی زبان کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور وہ جگہ جگہ درس قرآن دیتے پھرتے ہیں اور قرآن و سنت کے انقلاب کے لیڈر بنتے پھرتے ہیں اور پھر اپنا بھرم رکھنے کیلئے نہ جانے کس قدر دور از کار رکیک طریقوں سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کی یہ جدوجہد کچھ کم نہیں ہے بعض دفعہ اس طرح کی غیر مستند کاوشیں کرنے والے ایمان کے ڈاکو ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت مولانا [illegible] پوری نے ڈاکٹر غلام احمد پرویز کی تحریف قرآن پر مشتمل تحریروں کے اقتباسات پیش کئے ہیں، مگر اب یہ فتنہ انگریزی پڑھے لکھوں تک محدود نہیں رہا پرویزیوں کے اندر کی کالک تو کافی حد تک طشت از بام ہو چکی ہے پرویزیوں کے علاوہ کئی دوسرے سر اٹھ رہے ہیں یہ جسارت ہو رہی ہے کہ اسلامی تاریخ کے چودہ سو سالہ سرمایہ قرآنیات پر خلفائے اسلام کے دور کے علمائے راسخین کے کام کو خصوصاً ہر آنے والے دور کی ضروریات کے تحت علمائے مجتہدین کے قرآن و حدیث سے استنباط و اجتہاد کے خالص دینی کام اور قرآن و حدیث کی لازوال خدمت کو جھٹلا کر سادہ لوح عوام کو قرآن و حدیث کے عنوان سے جمع کر کے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اور اکابر راسخین علماء سے کاٹا جا رہا ہے اور مادر پدر آزاد بے سند علم کے دعویدار عام لوگوں کو اپنی خود رائی کا شکار کر رہے ہیں۔ اس کا سد باب بھی از حد ضروری ہے۔ قرآن کا لفظی ترجمہ سکھانے کے بہانے سے اہلسنت معلوم غلط فہمیوں اور خوش فہمیوں میں ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ہم نے ایک کوشش ان فتنوں کے سد باب کیلئے یہ کی ہے کہ اردو میں دستیاب تمام مستند تفاسیر کے اہم

مضامین کو یکجا اقتباس کر کے قرآن کریم کے متن اور ترجمہ کے تحت "گلدستہ تفاسیر" کے نام سے شائع کیا ہے تاکہ عوام اہل علم مستند علماء کی تفسیر کا مطالعہ کر سکیں۔ مرتب نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ مصروفیت کا دور ہے اس لئے ہم نے اکابر علماء کی راہنمائی میں یہ کام سرانجام دیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عوام و خواص میں مقبولیت عطا فرمائی ہے۔

ہم بھی آخر میں حضرت مولانا شیخوپوری والی درخواست انہی کے الفاظ میں علمائے کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ "کہیں ان جدید یونیورسٹیوں اور پروفیسروں کا درس قرآن اور تفسیر قرآن کے میدان پر تسلط اس لئے تو نہیں کہ آپ نے اپنی "بے پناہ مصروفیات" کی وجہ سے یہ میدان ان کیلئے خالی چھوڑ دیا ہے؟ جو گھر خالی ہوں گے وہاں جن اور بھوت ڈیرے جمائیں گے، پھر وہ تم ڈھائیں یا تباہی مچائیں، سب کچھ دیکھنا ہی پڑے گا!"۔ (شمارہ نمبر 42)

دوازدہ کلمات

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت حق تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کئے ہیں اور ہر روز تین بار ان میں غور کرتا ہوں وہ کلمات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہرگز کسی شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک میرے خزانے کو تو بھرا ہوا پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز زوال نہ ہوگا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا اس لئے کہ تمام چیزوں کا دینے والا اور نعمتوں کا دینے والا میں ہوں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی میرا ہی ہو جا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مجھ سے بے خوف نہ ہو جب تک کہ تو پل صراط سے نہ گزر جائے۔

۶- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان میں نے تجھ کو خاک، نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور تجھ کو پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا، تو پھر روزی دینے میں کس طرح عاجز ہوں، پھر تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟

۷- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! میں نے تمام چیزیں تیرے لئے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لئے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لئے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے دوری اختیار کرلی۔

۸- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تمام چیزیں اور ہر شخص اپنے لئے کوئی چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لئے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے۔

۹- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو خواہشات نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا۔

۱۰- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔

۱۱- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا۔

۱۲- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان جو کچھ میں نے تجھ کو دے دیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام و راحت میں رہے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہوا تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کردوں گا کہ تو ویرانوں اور جنگلوں میں کتے کی طرح دروازوں پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو تیرے مقدر کے علاوہ کچھ نہ پائے گا۔ (شمارہ نمبر ۵)

سجدۂ تلاوت کا طریقہ اور مسائل

سجدہ تلاوت بھی نماز وتر کی طرح واجب ہے قرآن پاک میں حنفیہ کے نزدیک کل چودہ ۱۴ سجدے ہیں ہر سجدہ کی آیت پڑھنے یا سننے پر ایک سجدہ کرنا واجب ہے۔

ماشاء اللہ ماہ رمضان میں تلاوت کی توفیق ہوتی ہے مگر تلاوت والے سجدے کرنا بعض

لوگ بھول جاتے ہیں اور بعض اس کو اتنا اہم نہیں سمجھتے اس لئے کچھ ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

طریقہ سجدہ تلاوت: سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں، اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں، سجدہ میں کم از کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھا لیں، بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جائیں اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ کر بیٹھیں سجدہ ادا ہو گیا، اس میں سلام نہیں پھیرتے۔

مسائل سجدہ تلاوت: (۱) اگر ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جتنی آیتیں پڑھیں اتنے سجدے کرنے ہوں گے۔

(۲) ایک آیت اگر ایک جگہ بار بار پڑھی ایک مرتبہ بیٹھ کر دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر پڑھی مگر جگہ پھرے نہیں تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے، اگر اٹھ کر چلے گئے دوبارہ آ کر وہیں وہی آیت پھر پڑھی تو اب نیا (دوسرا) سجدہ واجب ہوگا۔

(۳) اگر کمرہ بہت بڑا ہو تو دوسرے کونے میں جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

(۴) اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو نماز میں پھر سجدہ کرنا لازمی ہے۔

(۵) ساری سورت کو پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے۔

(۶) بعض عورتیں قرآن پاک پر ہی سجدہ کر لیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ سے نہیں اترتا۔

(۷) اگر حیض و نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا، اور اگر ایسی حالت میں آیت سنی کہ عورت پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بہشتی زیور)

(۸) اگر گزشتہ بہت سے سجدے (تلاوت) رہ گئے ہیں تو موت سے پہلے پہلے ادا کرنے ضروری ہیں ورنہ گنہگار ہوگا۔

اس لئے بہتر ہے کہ جلد از جلد ہر بالغ مرد و عورت اپنے سجدہ تلاوت کا غالب گمان کے حساب سے کل شمار کر کے ادا کرنا شروع فرمادیں اور بہت بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں، آگے اولاد اور بچوں کو شروع ہی سے اس کی فکر رکھنے کی تاکید کرتے رہیں۔ شکریہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ سجد وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ و بصرہ بحولہ وقوتہ (ابوداؤد) (شمارہ نمبر 51)

قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بے شک ہم نے الذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی یقینی طور پر اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ "یہ قرآن مجید کی بہت مختصر سی آیت ہے جو چند لفظوں پر مشتمل ہے"۔

وانا لہ لحفظون کے اندر چھپا ہی اعلانات ہیں، اس کے اندر اعلان ہے کہ ہم اس کتاب کو، اس کتاب کے اندر جو مطالب ہیں ان مطالب کو بھی زندہ رکھیں گے، ہم اس پر عمل کرنے کے سلسلہ کو بھی باقی رکھیں گے، ہم اس کتاب کی حفاظت کرنے والوں کی بھی حفاظت کریں گے، اس کتاب کو یاد کرنے والوں کی بھی عزت کرائیں گے اس کتاب کا علم حاصل کرنے والوں کے سلسلہ کو بھی ہم باقی رکھیں گے ہم اس زبان کو بھی محفوظ رکھیں گے جس زبان میں یہ نازل ہوئی ہے اس زبان کے ان علوم کو بھی باقی رکھیں گے جو اس زبان کے سمجھنے کے لئے ضروری ہیں ان مقامات کی بھی حفاظت کریں گے، اس ملک کی بھی حفاظت کریں گے جہاں کی اور جس ملک کی یہ زبان ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلماں: میں ایک قدم اس سے آگے بڑھ کے یہ کہتا ہوں کہ مختلف ممالک کے مسلمان بھی اسی حالت میں محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہمارے ساتھ ہیں، جب کہ ہم قرآنی علوم اور قرآنی تعلیمات کو سینے سے لگائے رکھیں، ان کی نشر و اشاعت، ان کی خدمت، ان کے درس و تدریس، ان کے تعلیم و تعلم کا اہتمام کریں گے، آج

ہم مسلمانوں کی حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ وانا لہ لحفظون ہم اس قرآن کے محافظ ہیں تو اس کے حاملین کے بھی محافظ ہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ اذان رب اسموٰن شدہ ہے۔

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کہ ہے اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم و خلیل

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "ہم نے اللہ کو کو نازل کیا، اور ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، اس کی حفاظت کرتے رہیں گے، ساری دنیا ایک طرف ہو تو کچھ نہیں انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون اس کا تو بس کن کہہ دینا کافی ہے۔

ہمارے تحفظ کا راز: اس وانا لہ لحفظون میں ساری حفاظتیں اور ضمانتیں ہیں، اس لئے مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے کو اس سلسلہ میں داخل کریں، اس کشتی نوح علیہ السلام میں اپنے کو بٹھا دیں، کشتی نوح علیہ السلام کہتا ہوں کہ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم ایک ہی جگہ تھی طوفان نوح علیہ السلام سے بچنے کی، اس وقت بھی اگر کوئی جگہ ہو سکتی ہے، جب کہ ایک سیلاب امڈا چلا آرہا ہے، ساری دنیا پہ مادیت کا، نفس پرستی کا، خواہش پرستی کا، قوت پرستی کا، طاقت پرستی کا یہ سب کو لے ڈوبے گا، اس وقت پناہ کی کوئی جگہ نہیں پناہ کی جگہ تو اس وقت کشتی نوح علیہ السلام تھی اور اس وقت کشتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کشتی اسلام ہے، کشتی قرآن ہے جو اس میں جگہ حاصل کرے گا، بچے گا، مسلمانوں کی حفاظت کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ ہم قرآن مجید کے سائے کے نیچے آجائیں، جس کی حفاظت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے اس کے سائے میں جو آجائے گا وہ محفوظ ہو جائے گا، ہمارے تحفظ کا راز، ہماری صیانت و حفاظت کا راز قرآن کی بقاء میں ہے قرآن مجید کی تعلیمات کی بقاء میں ہے اور اس پر عمل کرنے میں ہے اپنی طرف سے اس کی حفاظت و اشاعت میں ہے یہ ضمانت اللہ کی طرف سے ہے۔ (از افادات: مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، شمارہ نمبر 54)

منکر قرآن سے مفسر قرآن تک (مولانا عبدالماجد دریاآبادی)

آپ اردو کے مشہور صاحب طرز ادیب، درجنوں کتابوں کے مصنف، مفسر قرآن، ماہنامہ "صدق" کے مدیر تھے جنہیں اس دور میں ادب و انشاء کے فکر کی حکمرانی تھی ان

کی زندگی کا تجزیہ ہے تو بہ کا مجموعہ تھی، مغربی مستشرقین اور یورپی ڈگریوں اور اسناد کے حامل مدعیین فن کی تحقیقات عالیہ سے اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرمانے لگے تھے۔ مولانا کے والد کی وفات نومبر ۱۹۱۲ء مکہ مکرمہ میں دوران حج ہوئی، وفات سے قبل مرحوم نے غلاف کعبہ کو تھام کر اشک بہا کر گڑگڑا کر اپنے لخت جگر کی ہدایت و پابندی کی دعا کی تھی قلب کی گہرائیوں سے نکلی اور یہ دعا کیا رنگ لا کر رہی، ایک دن برس کے ارتداد و الحاد کے بعد ہی جنون کے آثار ظاہر ہونے لگے، مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذہن و دل پر مرہم رکھا، نامور ظریف شاعر حضرت اکبر الہ آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں دل کو متاثر کیا، مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کے سوز اور درد نے خاموش دل پر چوٹیں لگائیں، مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ نے تو کایا ہی پلٹ دی اور شکوک و شبہات کا قلع قمع کر دیے، مکتوبات مجدد سرہندی رحمہ اللہ نے منزل کا تعین کر دیا، پہلی بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے کی لیکن بالآخر عقیدت و محبت کی دولت حکیم الامت حضرت تھانوی کی چوکھٹ پر نثار کر دی، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت کے فیض صحبت سے کل کا ملحد، مفسر قرآن و مفکر اسلام اور خادم ملت بن کر رہا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہونے کے بعد یہ کیفیت تھی کہ جتنی دیر حضرت تھانوی کی خدمت میں بیٹھتے آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور ان کے قلب کی عجیب کیفیت ہوتی، اس مجلس سے فارغ ہو کر جب یہ گھر تشریف لے گئے تو مولانا عبد الماجد صاحب نے حضرت تھانوی کو خط لکھا کہ میں تو آپ کے کشف (باطنی آنکھ) کا قائل ہو گیا، اس لئے کہ جتنے سوالات ذہن میں لے کر گیا تھا، آپ کی مجلس میں انہی کے جواب میں آپ کی تقریریں ہوئیں، میں آپ کے کشف کا قائل ہو گیا۔

حضرت تھانوی نے اس کے جواب میں لکھا کہ بھائی مجھے کوئی کشف نہیں ہوا اور نہ میرے اندر کشف کی صلاحیت ہے اس لئے کہ کشف مادہ طبیعت میں زیادہ ہوتا ہے اور میں متحرک ہوں اور جس کی طبیعت میں فکر رہتی ہے اس کے اندر یکسوئی نہیں رہتی جو کشف کے

لئے ضروری ہے تو مجھے تو کبھی کشف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے یہ تو آپ کا حسن ظن ہے، اس پر مولانا نے لکھا کیا ہے تو میں اور زیادہ قائل ہو گیا اس لئے کہ صاحب کشف یہ تھوڑے ہی کہا کرتا ہے کہ مجھ کو کشف ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ آپ ضرور صاحب کشف ہیں تو حضرت تھانوی نے پھر لکھا کہ اگر آپ کے ذہنی سوالات کے جواب میری زبان پر آ گئے تو اس کا تعلق کشف سے نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ فراست کہی جا سکتی ہے کہ آپ کے دل میں جو سوال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب میری زبان سے ادا کر دیا، اس کو فراست ایمانی کہیں گے، کشف نہیں کہیں گے۔ تو مولانا عبدالماجد صاحب نے لکھا کہ اگر اس کو فراست مانا جائے تو ایک دو بات میں ہو، چالیس سوال لے کر گیا تھا، سب کے سب فراست میں کیسے آ گئے؟ یہ امر اتفاقی نہیں ہے، کشف ہے تو حضرت تھانویؒ نے پھر جواب میں لکھا کہ مجھ کو کشف ہوتا نہیں لیکن جب تم میرے کشف کے قائل ہو تو مجھے بھی انکار کی ضرورت نہیں، ہوتا ہوگا"۔

اس کے بعد لکھا کہ کشف کمالات مقصودہ میں سے نہیں، اگر آدمی دعویٰ بھی کرے کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ متکبر نہیں کہلائے گا، اس لئے کہ کشف مقصود نہیں جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ الحمد للہ میری آنکھیں ہیں، اس سے دیکھتا ہوں، اسے کوئی فخر و غرور نہیں کہے گا تو کشف ایک باطنی آنکھ ہے، اگر کسی کو ہو جائے تو یہ کہیں گے کہ باطنی آنکھ کھل گئی اور وہ مقصود کمال نہیں۔

اگر میں دعویٰ بھی کروں کہ مجھے کشف ہوتا ہے تو وہ کبر میں داخل نہ ہوگا، لہٰذا جب آپ نہیں مانتے تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ضرور کشف ہوتا ہوگا اور میری آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص دکان پر جائے اور کوئی چیز خریدے اور دکاندار وہ چیز سامنے رکھ کر یوں کہے کہ یہ چیز ہے اس کے اندر فلاں فلاں عیب ہیں، اگر عیب نہ ہوتا تو میں آپ کو دس روپیہ پر دیتا لیکن عیب کی وجہ سے صرف ۶ روپیہ میں دے رہا ہوں، گاہک کہنے لگا کہ یہ تو آپ کے کہنے کی بات ہے یہ تو دس روپیہ کی ہے مگر دکاندار کہہ رہا ہے کہ یہ کم قیمت ہے، اس میں عیب ہیں مگر گاہک نہیں مانتا تو دکاندار کہتا ہے کہ بھائی تم ۱۲ روپیہ میں خریدو جب نہیں مانتے تو ہمارا کیا نقصان اس میں تو ہمارا فائدہ ہی ہے تو یہی مثال ہے کہ میں تو انکار کرتا ہوں کہ مجھے کشف نہیں ہوتا لیکن آپ نہیں مانتے تو اب میں بھی کہتا ہوں کہ ہوتا ہوگا۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی کا خط پہنچا اس وقت مولانا عبدالباری صاحب حیدرآباد جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر تھے، دو ماہ کی چھٹیاں ہوئیں تو انہوں نے حضرت کو لکھا کہ حضرت چھٹی ہو رہی ہے اور جی چاہتا ہے کہ یہ وقت ہم وہیں گزاریں تو آیا دیوبند میں رہ کر یہ وقت گزاریں یا تھانہ بھون میں جو آپ کا مشورہ ہو! حضرت نے بڑا عجیب اصولی جواب دیا فرمایا کہ اگر صحبت مقصود ہے تو دیوبند چلے آؤ اور اگر جمعیت مقصود ہو تو تھانہ بھون چلے آؤ مولانا ندوی نے لکھا کہ مجھے جمعیت مقصود ہے اس لئے تھانہ بھون ہی حاضر ہوں گا، چنانچہ یہی کیا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت تھانوی سے ملاقات کے بعد سید صاحب نے کہا کہ اگر ہم ان سے وابستہ ہو جائیں تو کچھ اور کیفیت پیدا ہو جائے گی، چنانچہ مولانا عبدالماجد صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی دیوبند تشریف لائے اور مولانا مدنی سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ جب جماعت کے سب سے بڑے بزرگ موجود ہیں تو تم یہاں کیوں آئے، حضرت تھانوی کے پاس کیوں نہیں گئے؟

ان حضرات نے کہا کہ وہاں کے قواعد و ضوابط بڑے سخت ہیں، شاید ہم برداشت نہ کرسکیں، حضرت نے فرمایا کہ کیسے قواعد و ضوابط؟ مولانا مدنی ان حضرات کو خود لے کر تھانہ بھون گئے، حضرت تھانوی کے یہاں صبح کو چار گھنٹہ کی مجلس ہوتی تھی اس میں مخصوص حضرات شامل ہوتے تھے، اس مجلس میں گئے تو حضرت تھانوی نے اس مجلس میں بہت علوم بیان فرمائے، ان کا دل بالکل وابستہ ہو گیا، جب مجلس ختم ہوئی تو مولانا مدنی نے فرمایا کہ حضرت میں ان کو لے کر حاضر ہوا ہوں، بیعت فرما لیں، حضرت نے فرمایا کہ آپ نے خود کیوں بیعت نہ کر لی؟ تو حضرت مدنی اپنی عادت کے مطابق فرمانے لگے کہ حضرت میں ناکارہ ہوں، نااہل ہوں، کسی کام کا نہیں ہوں وغیرہ۔

حضرت تھانوی نے فرمایا کہ دیکھئے میں نہ کوئی متکبر ہوں نہ متواضع، ایک سادہ سا آدمی ہوں، نہ آپ اتنے نالائق ہیں کہ ان کی خدمت نہ کرسکیں اور نہ میں اتنا لائق ہوں کہ ان کی خدمت نہ کرسکوں، لیکن فائدہ آپ سے ہی پہنچے گا، کیونکہ شاید آپ ہی مناسب ہوں

ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں تو مجھ مرید میں توافق ہو جائے گا۔ تو آپ لوگ خادم قوم ہیں اور میں خادم قوم ہوں تو یہ میرے ساتھ وابستہ نہ ہوں گے اور ان کو فائدہ بھی نہ ہوگا۔ فائدہ آپ سے پہنچے گا۔ کیونکہ جب تک پیر مرید میں طبیعتوں کا توافق نہ ہو افادہ و استفادہ نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا مدنیؒ نے پھر وہی فرمایا کہ حضرت میں نا کارہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں درمیانی بات کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیعت تو آپ کر لیں اور تعلیم ہمارے ذمہ کر دیں۔ پھر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لائق کہاں تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اب میں حکم کرتا ہوں تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ جب آپ حکم کرتے ہیں تو میں حکم کی تعمیل کروں گا اور ان کو الگ لے جا کر بیعت فرمایا اور تعلیم سپرد کر دی۔

(مجالس حکیم الاسلام مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ کا مختصر تعارف شمارہ نمبر 57)

منکر قرآن سے مفسر قرآن تک

گزشتہ قسط میں آپ نے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ابتدائی حالات اور پھر حکیم الامت کی صحبت اور برکت سے زندگی میں رونما ہونے والی خوشگوار تبدیلیوں سے متعارف ہو چکے ہیں۔ مولانا نے اپنے مرض وفات میں ایک تفصیلی خط حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے نام لکھا جس میں اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، وساوس اور اپنے گناہوں پر بےقراری کا اظہار فرمایا تھا اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ حضرت حکیم الاسلام نے اس پر جو حکیمانہ جواب تحریر فرمایا حاضر خدمت ہے۔ جواب پڑھئے اور سوچئے نیک صحبت نے کس طرح ان کی زندگی میں انقلاب برپا کیا اور یوں ایک منکر قرآن مفسر قرآن بن گیا۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا جواب بسلام مسنون نیاز مقرونانہ

حق تعالیٰ جناب کو صحت کاملہ عطا فرما کر مسلمانوں کے سروں پر قائم رکھے۔

جناب محترم نے نہایت تواضع سے اپنی جس کیفیت اور فکر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے جناب کو پریشانی لاحق ہے لیکن اپنا ناقص سا فہم یہ ہے کہ یہ فکر ہی ان شاء اللہ صحیح سکون اور حسن انجام کی غمازی کر رہا ہے۔ رہیں لغزشیں تو انبیاء علیہم السلام کے سوا ان سے کون خالی ہے۔ باقی حق تعالیٰ کے یہاں اعمال سے زیادہ قلبی رخ پر نظر ہے" ان اللہ لا ینظر الی

صدورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم" فکرمند قلوب ہی ان شاء اللہ تعالیٰ مقبولیت پر ہوں گے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک فکرمند فرمائی گئی ہے۔

یہ فکر آخرت اللہ تعالیٰ جب ہی دیتے ہیں جب صاحب دل کے لئے نجات اور درجات مقصود ٹھہرا لیتے ہیں۔ ملا محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بعد از وفات کسی عارف نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا گذری؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بخش دیا اور یہ فرمایا کہ اے محمد اگر تجھے بخشنا نہ ہوتا تو میں اپنا علم ہی کیا تیرے سینے میں کیوں ڈالتا۔ باقی لغزشیں تو خاصۂ بشریت ہیں، جن سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اگر عدل محض سے کام لیا جاتا تو انبیاء علاوہ بھی اولیاء کے سوا کوئی بھی نہ بچ سکتا اس لئے سب ہی مغفرت و عفو کے محتاج ہیں اور یہ فضل سے تعلق ہے۔

آپ بحمداللہ اونچے مقام پر فائز ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اپنے کلام پاک کی تفسیر مکمل کرائی ہے جسے ہم فخر کے ساتھ اغیار کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ "صدق" کے کالموں میں آپ نے بمقابلہ اغیار اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت فرمائی یہ خدمات رائیگاں نہیں جا سکیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ باقی یہ صحیح ہے کہ کیا ہم اور کیا ہماری خدمات بجز اظہار عجز و ندامت کے اور ہم لوگوں کے پاس ہے کیا۔ اگر کار بفضل است نہ بکشش عمل۔ جو پارے جناب کو یاد تھے اور آج وہ مرض کی وجہ سے یادداشت کی گرفت میں نہیں آرہے ہیں اور نہ طاقت ہی رہ گئی ہے کہ پھر سے یاد کئے جائیں تو حق تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس بندے نے کس حال سے کس نعمت کو کھو دیا ہے اور کون سا دل عذر سے مجبور ہے وہ نہ صرف یہ کہ ایسی حالت کے نقصان کا مواخذہ ہی نہیں فرماتے بلکہ سابق اجر کو بھی مسلسل جاری رکھتے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ بعض لوگوں نے عمر بھر تہجد نہیں پڑھا ہوگا مگر حشر میں ان کے لئے ارشاد ہوگا کہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دو کہ یہ تہجد گزار رہے ہیں۔ کیونکہ ہر وقت رات کو ان کی نیت یہی ہوتی تھی کہ آج ضرور تہجد پڑھیں گے مگر آنکھ نہ کھلتی تھی تو اس میں ان کا قصور نہیں اس لئے تہجد گزار سمجھا جائے "نیۃ المرء خیر من عملہ"۔ پھر بھی اگر کچھ لغزشیں ہیں وہ خاصۂ بشریت ہیں سو وہ توبہ کے بعد ان کی رافت و رحمت کے سپرد ہیں ان سے زیادہ کون ہے اپنے بندوں پر ترس کھانے والا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مجبوری اور دل کی نیت کو جانتے

دعاء ترقی درجات کرتے ہوں جناب محترم بھی انہیں میں شامل ہیں، جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک امتی دعاء ترقی فضل و فضیلت کر سکتا ہے کہ جہاں کوئی نسبت ہی نہیں سوائے غلامی اور دنائی کے تو ایک حقیر خورد کا اپنے ایک بزرگ کے لئے بھی دعا کی جرات ہو سکتی ہے میری دعا تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ میری اور جناب کی دستگیری فرما دے اور ہمیں جنت رضوان میں جمع فرما دے تو وہاں ان شاء اللہ تفصیلی باتیں ہوا کریں گی، بمطابق حدیث اہل جنت کو دنیا کی تمام باتیں نہ صرف یاد ہی ہوں گی بلکہ ہر وقت مستحضر بھی ہوں گی علمت نفس ما قدمت واخرت (اور وہ اس میں باتیں کریں گے کہ فلاں وقت کی بات یاد ہے جو ہم میں تم میں ہوا کرتی تھی) اس وقت اخوانا علی سرر متقابلین کا ظہور ہوگا اور دنیا کے بچھڑے ہوئے سب مل جائیں گے، اللہ تعالیٰ جناب کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور زندگی کو مستفیدین کے لئے اور تادیر قائم رکھے اور ہم سب کو حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین

(از حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 58)

قرآن کی مظلومیت

ایک صاحب نے سورہ نصر کی بالکل جدید تفسیر لکھ کر حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں آپ کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجی۔ اس جدید تفسیر کو پڑھنے کے بعد حکیم الاسلام کا جواب پڑھئے۔

جدید تفسیر کا نمونہ: لکھتے ہیں کہ..... اذا جاء نصر اللہ سے مراد مفید ہوا اور بارش ہے جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج مسرت کے ساتھ اللہ کے دین والے کام میں جو "زراعت" ہے جس کو خدا نے نحن الزارعون کہہ کر اپنا کام اور دین قرار دیا ہے خوشی کے ساتھ لوگ اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور مسرت کا اظہار لفظ افواجاً سے ہوتا ہے اس جگہ دین اللہ سے زراعت مراد ہے اور نصر اللہ سے مفید ہوا مراد ہے اور فتح سے مناسب بارش مراد ہے اس لئے نصر اللہ سے فوجی مدد اور فتح سے ملک کا فتح مراد لینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں خونریزی ہو کر لوگوں کو کچھ جانی نقصان پہنچتا ہے جو خدا کی عام مدد کے خلاف ہے فوج کی مدد سے جو ملک فتح

ہوتا ہے اس کے متعلق خدا کا فرمان ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ الخ اور فسبح بحمد ربک واستغفرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ استغفار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے بلکہ عام انسانوں خصوصا کاشتکاروں کو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری سے عدم موافقت کا اظہار فرمادیا تھا۔

حکیم الاسلام کا حکیمانہ جواب

محترمی و عزیزی مکرم سلام مسنون

گرامی نامہ پہنچا بوجہ کثرت کار و ہجوم اسفار جواب میں تاخیر ہوئی معذرت پیش کرتا ہوں۔

آپ نے سورہ نصر کی جو کاشتکارانہ تفسیر فرمائی ہے اس کی سند اور ماخذ کیا ہے؟ اور اگر یہ بلاسند محض تخیل ہے تو اگر کوئی لوہار اس کی لوہارانہ تفسیر لکھے اور کہے دین اللہ سے مراد فولاد سازی ہے اور نصر اللہ سے مراد لوہا بنانے کی بھٹی اور دھونکنی ہے اور یدخلون فی دین اللہ سے مراد فولادی فیکٹریوں میں مزدوروں اور کاریگروں کا داخلہ ہے اور فتح سے مراد فیکٹری کے آہنی مال کی دنیا میں سپلائی ہے جس سے مالی فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور استغفار کا حکم لوہاروں اور آہنی فیکٹریوں کے کاریگروں کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں یا اسی طرح ایک نجار اس سورت کی ایک نجارانہ تفسیر لکھے کہ دین اللہ سے مراد لکڑی کی صنعت ہے اور نصر اللہ سے مراد آرہ مشین اور رندہ و بسولہ اور دخول افواج سے مراد فرنیچر کے کارخانوں میں کاریگروں کا داخلہ اور استغفار کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ بڑھیوں کو ہے تو کیا آپ تخیل کے نقطہ نظر سے اس کو قبول فرمائیں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر قبول فرمائیں گے تو ماننا چاہیے آپ کی تفسیر کی نفی ہوگی تو آپ نے خود ہی اپنی تفسیر کی نفی کردی اور اسے رد کردیا اب اگر اسی طرح دوسرے سارے لوگ بھی اس صورت حال کے ہوتے ہوئے اسے رد کردیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور جب یہ تفسیر اسی رد و نفی کے کنارہ پر ہے تو اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایسی رد کی گئی تفسیر نہیں ہوسکتی تحریف ہوگی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ مقصد یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تفسیر کا معیار کیا ہے اور تفسیر کے معنی کیا ہیں تاکہ پیش نظر رکھ کر آپ کی اس تفسیر کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکے

والسلام محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند (از مکتوبات حکیم الاسلام)

علامہ اقبال اور پروفیسر مفسر

ایک کالج کے پروفیسر کو شوق ہوا کہ میں قرآن پاک کی تفسیر لکھوں، خوب بکے گی، چھپے اچھے آئیں گے لکھنی شروع کر دی، اب دل میں سوچ رہا ہے کہ بکے گی کیسے؟ مجھے تو کوئی جانتا نہیں، کوئی بڑے مولوی صاحب لکھیں کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے، پھر تو بکے گی لیکن مولوی صاحب ایک ایک صفحہ میں تین تین غلطیاں نکال لیں گے، ہو سکتا ہے کہ مجھے ویسے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیں، بلکتا رہا، سوچتا رہا، آخر ایک دن دل میں خیال آیا کہ علامہ اقبالؒ شاعر ہے دین کا درد دل میں رکھتا ہے لیکن مولوی تو نہیں ہے تاں، اسے تفسیر دکھاؤں گا، ویسے ہی دیکھ کر خوش ہو جائے گا کہ تفسیر اچھی ہے، علامہ اقبالؒ مشہور آدمی ہے دو سطریں لکھ دے گا میرا کام بن جائے گا۔ یہ آدمی تفسیر کا ایک حصہ لے کر علامہ اقبالؒ کے پاس چلا گیا کہ جی میں نے تفسیر لکھنا شروع کی ہے جو جدید شبہات کالج کے لڑکوں میں پھیلائے جاتے ہیں ان کو سامنے رکھ کر تفسیر لکھی جائے تاکہ ان فتنوں کا انسداد ہو جائے، بہت اچھا کام ہے، کہنے لگا میں ساتھ بھی لایا ہوں، آپ اس پر کچھ لکھ دیں کہا اچھا رکھ دو، میں پڑھوں گا پھر بعد میں آنا۔ اب کوئی دو ماہ بعد پروفیسر صاحب آگئے، پروفیسر صاحب کا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب خود ہی تفسیر کا ذکر چھیڑیں گے، انہوں نے کوئی بات ہی نہیں کی، پروفیسر نے اٹھتے وقت کہا میں آپ کو تفسیر دے کر گیا تھا۔

فرمایا کہ آپ کی تفسیر میں نے پڑھی، آپ کی تفسیر سے میری ایک بہت بڑی غلط فہمی دور ہو گئی کہ آج تک میں اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی حضرت حسینؓ کی ہے کہ پردیس میں چھوٹے چھوٹے بچے ذبح کر دیے گئے، لیکن آپ کی تفسیر پڑھ کر میری غلط فہمی دور ہو گئی کہ نہیں حسینؓ سے بھی زیادہ مظلوم خدا کا قرآن ہے کہ جو بھی اٹھتا ہے اس کی تفسیر لکھنا شروع کر دیتا ہے۔ (از خطبات امین)

لہٰذا حکیم الاسلام اور علامہ اقبالؒ کے حکیمانہ جواب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کی تفسیر کرنا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں کہ ہر کس و ناکس خود کو اس عظیم کام کا اہل سمجھے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنے خطبات میں قرآن مجید کے ترجمہ اور

تفسیر لکھنے کیلئے ایسی دس شرائط لکھی ہیں جو اس میں پائی جانی ضروری ہیں۔ اور اس زمانہ میں ان شرائط پر پوری اترنے والی شخصیات کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ ان شرائط و آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر اگر کوئی قرآن کی خدمت کرنا چاہے تو ان شاء اللہ مخلوق خدا اس کے ترجمہ و تفسیر سے ہدایت پائے گی۔ بصورت دیگر اس عظیم الشان مقدس علمی کام کیلئے اگر غیر مستند قسم کے لوگ میدان میں اتریں گے جیسا کہ اب اتر رہے ہیں تو خود بھی حیران و سرگرداں رہیں گے اور قوم کو بھی صراط مستقیم سے بھٹکا دیں گے اور ایسے لوگوں کی تفسیر بقول ان کے تفسیر تو ہوگی لیکن اس کا انجام وہی ہوگا جیسے کسی مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب کو پکڑ کر آپریشن تھیٹر میں لے جائیں کہ ہمارے مریض کے دل کا آپریشن کر دیں۔ ظاہری بات ہے کہ یہ جس قسم کا کام ماہر سرجن کا ہے کسی شیخ الحدیث کا نہیں اسی طرح قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر لکھنا بھی ماہر علماء میں سے بھی ان حضرات کا ہے جن میں اس کام کی متعلقہ شرائط پوری پائی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر معارف القرآن کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اپنی تفسیر میں کچھ نہیں لکھا بلکہ اپنے شیخ حکیم الامتؒ کی تفسیر بیان القرآن کی تسہیل کی ہے اسی طرح دیگر اکابر نے پوری اہلیت کے باوجود ایسا انکسار کیا ہے۔

اس عظیم الشان علمی کام میں جب پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، دانشور اور اسکالر قسم کے لوگ خود کو دخیل کریں گے اور ترجمہ و تفسیر لکھنے بیٹھیں گے تو پھر یہی کہا جائیگا کہ:

رو سے زمیں پر سب سے مظلوم ...... قرآن مجید ہے

ایمانیات

کلمہ طیبہ کی حقیقت و فضیلت

دولت ایمان کی اہمیت

حسن خاتمہ کیلئے وظائف

تکمیل ایمان کیلئے ضروری امور

ایمان کی کسوٹی

حیا..... ایمان کا اہم تقاضا

لا الہ الا اللہ کی حقیقت اور فضیلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث شریف میں ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ

جس نے کلمہ توحید کا دل سے اقرار کر لیا وہ جنت میں داخل ہوگا

اس حدیث شریف کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کلمہ توحید کا قائل جنت میں ضرور جائے گا لیکن کب جائے گا اس کا کوئی ذکر حدیث میں نہیں ہے اس لئے اس کا مطلب سمجھ کر فوری نجات کے لئے صرف کلمہ توحید کافی ہے بالکل غلط ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کا پڑھنے والا اگر نیک عمل بھی کرتا ہے تو پہلی مرتبہ ہی ابتداء ہی میں جنت کا وارث بنا دیا جائے گا لیکن اگر کلمہ توحید کے ساتھ فسق و فجور کا بھی مرتکب تھا تو اول اپنے اعمال کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھے گا اور ایک عرصہ تک دوزخ میں رہے گا اور سزا بھگتنے کے بعد پھر کلمہ توحید کے باعث جنت میں داخل کیا جائے گا مگر لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے لیکن ہر چابی کے لئے دندانوں کا ہونا ضروری ہے اگر چابی میں دندانے نہ ہوں تو تالا کھل نہیں سکتا۔ اسی طرح کلمہ توحید کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں تو جنت کا تالا بھی کھلنا مشکل ہے۔ (بخاری)

جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے جسے کلمہ طیبہ کہا گیا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار زبان اور تصدیق دل سے کر دی وہ اسلامی برادری میں شامل ہو گیا خواہ وہ عربی ہو یا عجمی یا کا حبشی ہو۔ اب جبکہ وہ مسلم ہے تو ایک خاندان توحید کا فرد ہے جس کا تعلق کسی خاص وطن اور قوم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ تمام دنیا اس کا وطن ہے یہی وہ چیز ہے جس نے ابوجہل اور ابولہب کے نسبی تعلق . . حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑ دیا اور بلال حبشی اور صہیب رومی کا رشتہ جوڑ دیا۔

اسلام کے برگ و بار اگرچہ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں مگر ان سب کی جڑ صرف ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اسی کی دو جملوں میں تمام دین کے عقائد کا خلاصہ اور لب لباب

نکل آتا ہے۔ یہی کلمہ اسلام کا جوہر ہے۔ یہی کلمہ ایمان کی روح ہے۔ یہی کلمہ اسی کا نشان ہے۔ یہی کلمہ ہدایت کی زندہ تصویر ہے۔ اسی کلمہ سے دائمی راحت نصیب ہوتی ہے۔ اسی کلمہ کی بدولت مسلمان خیر الامم کے لقب سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ اور اسی کے چھوڑنے سے آج ان کو قعر ذلت میں گرا دیا گیا ہے۔ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی ایک بھی زمین پر ہوگا، قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، یہی کلمہ جنت کی کنجی ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الٰہ الا اللہ ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کے باعث زمین و آسمان قائم ہیں۔ اسی کلمہ کے رد و قبول کے لئے میزان نصب کی گئی۔ اسی کلمہ کے باعث جنت و دوزخ کا بازار لگے گا۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کے بارے میں اگلوں اور پچھلوں سے پرسش ہوگی۔ بندہ جب تک دو سوالوں کا جواب نہ دے لے اس وقت تک اس کے پاؤں زمین سے جنبش نہ کر سکیں گے۔ پہلا سوال یہ ہوگا کہ تم کسے پوجتے تھے؟ دوسرا سوال یہ کہ انبیاء کی دعوت کا تم نے کیا جواب دیا۔ پہلے سوال کا جواب لا الٰہ الا اللہ ہے اور دوسرے کا جواب محمد رسول اللہ ہے۔ (کلید بہشت شمارہ نمبر 45)

ایمان.......... بڑی دولت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: قد افلح المومنون۔ تحقیق مومن لوگ کامیاب ہوگئے۔ دنیا میں سب سے بڑی دولت ایمان ہے آج اس نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو یہ دولت بغیر کسی کاوش کے عطا فرما دی اب اس کو باقی رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا اس کا شکر ادا کرتے رہنا ہم پر لازم ہے۔

کتنے ہی انسان ایسے ہیں جن کو وراثت میں ہی باطل مذہب ملا اگر کوئی ہندو ہے تو اس لئے کہ اس کے ماں باپ یہودی تھے۔ ایمان کی دولت وراثتاً ملنے پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اس کا حق تب ہی ادا ہوگا جب ہم اس کو مضبوطی سے تھام لیں اور اس کی فکر کرتے رہیں اور ایمان حاصل ہونے پر شکر کرتے رہیں تو یہ بڑھتا رہے گا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کے پاس جو کوئی ملاقات کیلئے آتا حضرت ممدوح اکثر ایمان پر خاتمہ کی دعا کے لئے فرماتے، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی فرمایا کرتے۔

انھوں اس قدر ڈرتے تھے تو ہمیں تو خصوصاً فکر کرنی چاہیے خوف اور امید کے درمیان کی حالت رکھنی چاہیے اور پھر گمان اللہ تعالیٰ سے اچھا ہی رکھیں۔ (شمارہ نمبر ۴۴)

کیا خدا ہے؟...... ہاں خدا ہے

آج کل جدید تعلیم یافتہ حضرات کو خدا نظر نہیں آتا، درج ذیل واقعہ سے جو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے خطبات میں نقل فرمایا ہے کہ اس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ ان حضرات کو خدا تعالیٰ نظر آجائیگا۔

یہ کائنات از خود نہیں بنی، بلکہ ایک حکیم نے بنائی ہے جو اسے چلا رہا ہے، بہت سے دہریوں نے انکار کیا کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے، یہ کائنات از خود بن گئی یہ بالکل جہالت ہے اور فطرت کے خلاف ہے، دہکل سے آدم ہند کو نہیں پہچانتا، بلکہ دل پر ایک دباؤ ہے کہ مجبور ہو کر ماننا پڑتا ہے کہ ہے کوئی ذات...........

امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہدی جو اموی خلیفہ تھا، اس کے دربار میں ایک دہریہ آیا، جو خدا کی ذات سے انکار کرتا تھا، اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ خدا موجود ہے، یہ کائنات طبعی رفتار سے خود بنی ہے اور خود چل رہی ہے، لوگ مر رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں وغیرہ یہ سب ایک طبعی کارخانہ ہے کوئی بنانے والا نہیں ہے یہ اس کا دعویٰ تھا اور اس نے چیلنج کیا کہ مسلمانوں میں جو سب سے بڑا عالم ہو، اس کو میرے مقابلے میں لایا جائے، تاکہ میں اس سے بحث کروں اور لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اپنی خاطر ایک خدا کو ایک غیبی طاقت کے تابع کر دیا ہے، جو سارے جہان کو چلا رہی ہے، تو اس زمانے میں سب سے بڑے عالم امام ابو حنیفہؒ تھے، مہدی نے امام صاحبؒ کے پاس آدمی بھیجا، رات کا وقت تھا، رات ہی کو خلیفہ کا دربار منعقد ہوا تھا، آدمی بھیجا کہ وہ آکر اس دہریے سے بحث کریں اور اسے سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں۔ چنانچہ آدمی پہنچا، بغداد میں ایک بہت بڑا دریا ہے، اسے دجلہ کہتے ہیں، اس کے ایک جانب شاہی محلات تھے، ایک جانب شہر تو امام ابو حنیفہؒ شہر میں رہتے تھے اس لئے دریا پار کر کے آنا پڑتا تھا۔ اس نے کہا اصل میں دربار میں ایک دہریہ آ گیا ہے اور وہ دعویٰ کر رہا ہے

کہ خدا کا وجود نہیں ہے کائنات خود بخود وجود میں آئی ہے تو آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا: اچھا! آپ جاکے کہہ دیں کہ میں آرہا ہوں، وہ آدمی واپس گیا اور کہا کہ امام صاحبؒ کو میں نے خبر کر دی ہے اور آپ آنے والے ہیں۔

اب دربار لگا ہوا ہے، خلیفہ، امراء، وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور دہریہ بھی بیٹھا ہوا ہے، امام صاحبؒ کا انتظار ہے مگر امام صاحبؒ نہیں آرہے۔ رات کے بارہ بج گئے امام صاحبؒ نہ آئے۔

دہریے کی بن آئی، اس نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ ڈر گئے ہیں اور سمجھ گئے ایسا کوئی بڑا فلسفی آیا ہے، میں اس سے بحث نہیں کر سکوں گا، اس واسطے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور آپ یقین رکھیں وہ نہیں آئیں گے، میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا۔

اب خلیفہ بھی متامل ہے، درباری بھی حیران ہیں اور دہریہ بیٹھا ہوا شیخی دکھا رہا ہے۔

جب رات کا ایک بجا تو امام صاحبؒ پہنچے، دربار میں حاضر ہوئے، خلیفہ وقت نے تعظیم کی، جیسے علماء ربانی کی کی جاتی ہے، تمام دربار کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ اتنی دیر میں کیوں آئے؟ آدھی رات کے بارہ بجے بھیجا گیا تھا اب رات کا ایک بجا ہے، آخر اتنی تاخیر کی کیا وجہ پیش آئی؟ شاہی حکم تھا اس کی تعمیل جلد ہونی چاہئے تھی، نہ یہ کہ اس میں اتنی دیر لگائی جائے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک عجیب و غریب حادثہ پیش آگیا، جس کی وجہ سے مجھے دیر لگی اور عمر بھر میں، میں نے ایسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا، میں حیران ہوں کہ کیا قصہ پیش آیا، اس شدومد سے بیان کیا کہ سارا دربار حیران ہو گیا کہ کیا حادثہ پیش آگیا۔

فرمایا: بس عجیب و غریب ہی واقعہ تھا اور خود مجھے بھی ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا قصہ تھا؟ جب سارے دربار کو خوب شوق دلا دیا اور سب سراپا شوق بن گئے، حتیٰ کہ خود امیر المؤمنین نے کہا کہ فرمائیے کیا قصہ پیش آیا ... فرمایا:

قصہ یہ پیش آیا، جب میں شاہی محل میں آنے کے لئے چلا ہوں تو دریا بیچ میں تھا، دریا کے کنارے پر جو پہنچا تو اندھیری رات تھی، نہ کوئی ملاح تھا نہ کشتی تھی، آنے کا کوئی راستہ نہ تھا، میں حیران تھا کہ دریا کو کس طرح پار کروں، اسی سوچ میں کھڑا ہوا تھا کہ میں نے یہ

حادثہ دیکھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود لکڑی کے نہایت عمدہ بنے بنائے تختے نکلنے شروع
ہوئے اور ایک کے بعد ایک نکلتے چلے آرہے ہیں۔ میں حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ یا اللہ! دریا میں
سے موتی نکل سکتا ہے، مچھلی نکل سکتی ہے، مگر یہ بنے بنائے تختے کہاں سے آگئے؟ ابھی میں
اسی حیرت میں تھا کہ اس سے زیادہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ تختے خود بخود جڑنے شروع
ہوئے، جڑتے جڑتے کشتی کی صورت ہوگئی، میں نے کہا: یا اللہ! یہ کس طرح سے کشتی بن گئی،
آخر انہیں کون جوڑ رہا ہے کہ اوپر نیچے خود بخود تختے لگتے چلے جارہے ہیں۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ دریا کے اندر سے لوہے کی کیلیں نکلنی شروع
ہوگئیں اور خود بخود اس کے اندر ٹھکنے لگیں اور جڑ جڑ کے بہترین قسم کی کشتی بن گئی۔

میں حیرت میں کہ یہ کیا ماجرا ہے، یہ تختے جو جڑے ہوئے تھے، ان کی درزوں سے
پانی اندر گھس رہا تھا کہ دریا کے اندر سے خود بخود ایک روغن نکلنا شروع ہوا اور ان درزوں
میں وہ بھرنا شروع ہوا جس سے پانی اندر گھسنا بند ہوگیا۔

ابھی میں اسی حیرت میں تھا کہ وہ کشتی خود بخود میری طرف بڑھنی شروع ہوئی اور
کنارے پر آکر ایسے جھک گئی گویا مجھے سوار کرانا چاہتی ہے، میں بھی بیٹھ گیا، وہ خود بخود چلی
اور مجھے لے کر روانہ ہوگئی، دریا کی دھار پر پہنچی، پانی ادھر کو جارہا تھا کشتی خود بخود ادھر کو
جارہی تھی، کیونکہ شاہی محلات ادھر کو تھے۔

میں حیران تھا کہ یا اللہ! آخر پانی کے بہاؤ کے خلاف کون اسے لے جارہا ہے؟
یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب کنارے پر پہنچ گئی اور آکر جھک کر پھر کنارے پر کھڑی ہوگئی
کہ میں اتر جاؤں تو میں اتر گیا، پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشتی غائب بھی ہوگئی، گھنٹہ بھر
اس کنارے اور گھنٹہ بھر اس کنارے سوچتا رہا کہ یہ کیا قصہ تھا؟

یہ سانحہ جس کی وجہ سے تاخیر میں کئی گھنٹے لگ گئے اب تک سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ماجرا تھا؟
اور میں امیر المومنین سے معافی چاہتا ہوں کہ آٹھ بجے بلایا گیا اور ایک بجے پہنچا ہوں۔

دہریے نے کہا، امام صاحب! ہمیں تو یہ سنا تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں، بڑے عاقل، مستند اور
فاضل مسلمہ آدمی ہیں، مگر بچوں کی سی باتیں کررہے ہیں، بھلا یہ ممکن ہے کہ پانی میں سے خود بخود تختے

نکل آئیں، خود ہی جڑ گئے تختے، خود ہی کیلیں ٹھک گئیں، خود اس پر روغن لگ جائے، خود آ کے کشتی
اپنے آپ کو جھکا دے، آپ اس پر بیٹھ جائیں، پھر خود ہی لے کے چل دے، خود ہی وہ کنارے پر
پہنچا دے، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ میں نے سمجھا تھا کہ آپ بڑے دانش مند، فاضل
اور عالم ہیں، مگر آپ کا تعجب ہے اور تعجب کر رہے ہیں آپ، نادانوں اور بچوں جیسی؟ یہ کیسے ممکن
ہے کہ کوئی کشتی بنانے والا نہیں، خود بخود بن گئی، کوئی کیلیں ٹھونکنے والا نہیں، خود بخود ٹھک گئیں، کوئی
روغن بھرنے والا نہیں، خود ہی بھر گیا، کوئی چلانے والا ملاح نہیں، خود ہی چل پڑی، کوئی سمجھانے والا
نہیں، خود ہی سمجھ گئی کہ مجھے شاہی محل کے کنارے پہنچانا ہے، یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا: اچھا یہ بات سمجھ والی اور بے وقوفی کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: ایک کشتی بغیر بنانے والے کے نہ بن سکے، بغیر چلانے والے کے چل نہ سکے، بغیر کیلیں ٹھونکنے والے کے اس کی کیلیں ٹھک نہ سکیں اور یہ اتنا بڑا جہان جس کی چھت آسمان ہے، جس کا فرش زمین ہے، جس کی فضا میں لاکھوں جانور ہیں، یہ خود بخود بن گیا، خود ہی چل رہا ہے، سورج، چاند بھی خود ہی چل رہے ہیں، یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ ایک معمولی کشتی جسے انسان بنا سکتا ہے، وہ تو بغیر بنانے والے کے نہ بنے اور اتنا بڑا جہان جو انسان کے بس میں نہیں وہ خود بخود بن جائے، تو تمہاری عقل بچوں جیسی ہے یا میری عقل بچوں جیسی؟ میں نادان ہوں یا تم نادان ہو؟

مناظرہ ختم ہو گیا اور بحث تمام ہوئی اور دہریہ بیچارہ سامنے سے کر واپس ہو گیا، اب کیا بحث کرے، جو اس کی بنیاد تھی وہ ساری کی ساری ختم ہو گئی۔ (شمارہ نمبر ۶۶)

ایمان کامل کی چار علامتیں

ایک حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اعطی للہ ومنع للہ، واحب للہ، وابغض للہ فقد استکمل ایمانہ

یعنی جو شخص کسی کو کچھ دے تو اللہ کے لئے دے اور اگر کسی کو چیز سے روکے اور منع کرے تو اللہ کے لئے منع کرے، اور اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے اور اگر کسی سے بغض رکھے تو اللہ کے لئے رکھے تو اس کا ایمان کامل ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایسے شخص کے ایمان کے کامل ہونے کی گواہی دی ہے۔

پہلی علامت: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو ایمان کی کامل علامت بتایا، پہلی علامت یہ ہے کہ جب دے تو اللہ کے لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نیکی کے موقع پر کچھ خرچ کر رہا ہو تو وہ خرچ کرنا اللہ کے لئے ہو، آدمی اپنی ضروریات میں بھی خرچ کرتا ہے، اہل وعیال پر بھی خرچ کرتا ہے، صدقہ خیرات بھی کرتا ہے بات تو صرف یہ ہے کہ ہر موقع پر خرچ کرتے وقت اللہ کو راضی کرنے کی نیت ہو صدقہ خیرات میں بھی آدمی یہ نیت کرے کہ یہ صدقہ میں اس لئے دے رہا ہوں تاکہ اللہ راضی ہو جائیں اور اپنے فضل وکرم سے اس کا ثواب مجھے عطا فرمائیں اور صدقہ دینے سے احسان جتانا یا نام ونمود اور دکھاوا مقصود نہ ہو تو اس وقت یہ صدقہ دینا اللہ کے لئے ہوگا۔

دوسری علامت: دوسری علامت یہ ہے کہ منع للہ یعنی اگر روکے تو اللہ کیلئے روکے مثلاً کسی جگہ پر کسی موقع پر پیسہ خرچ کرنے سے بچا یا وہ بچانا بھی اللہ کے لئے ہو اس لئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو تو اب فضول خرچی سے بچنے کے لئے میں پیسہ بچا رہا ہوں یہ روکنا بھی اللہ کیلئے ہو گیا یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

تیسری علامت: تیسری علامت یہ ہے کہ واحب للہ یعنی اگر کسی سے محبت کرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے کرے مثلاً کسی اللہ والے سے جو محبت ہوتی ہے تو یہ محبت پیسہ کمانے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان سے محبت اس لئے ہوتی ہے کہ ان سے تعلق رکھیں گے تو ہمارا دینی فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے یہ محبت صرف اللہ کے لئے ہے یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

چوتھی علامت: چوتھی علامت یہ ہے کہ وابغض للہ یعنی بغض اور غصہ بھی اللہ کے لئے ہو جس آدمی پر غصہ ہے، جس آدمی سے بغض ہے وہ اس کی ذات سے نہ ہو بلکہ اس کے کسی برے عمل سے ہو یا اس کی کسی ایسی بات سے ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے تو یہ غصہ اور ناراضگی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا۔ (اصلاحی خطبات ج ۸ [illegible] نمبر 46)

اللہ کی پہچان

معرفت کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) صحبت اہل اللہ (۲) کثرت ذکر اللہ (۳) تفکر فی خلق اللہ۔

صحبت اہل اللہ: کو مقدم اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا شوق پیدا ہوتا ہے ان کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آ جاتے ہیں ان کی نورانی گفتگو سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے ذکر کی توفیق ہوتی ہے۔

فقر خوبی آں صحبت قائم است ...... نہ زبانت کار می آید نہ دست

یعنی حق تعالیٰ کا راستہ صحبت ہی سے طے ہوتا ہے نہ کہ محض زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ کام آتا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو" اب سوال پیدا ہوا کہ ڈریں کیسے ڈرنے کا طریقہ کیا ہے اس کا جواب بھی حق تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے دے دیا کہ کونوا مع الصادقین کہ سچوں کے ساتھ رہو جن کا ظاہر اور باطن دونوں خدا کے خوف سے سچے ہوں ان کی صحبت کی برکت سے ان کا صدق فی الاقوال اور ان کا صدق فی الاعمال تمہارے اندر بھی آ جائے گا یعنی ان کا اندر باہر ایک ہو جو کہتے ہوں اس پر عمل بھی کرتے ہوں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس تو میں گرفتاروں میں ہوں

تو حق تعالیٰ نے کیسا پیارا قانون بتا دیا کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑ لیتا ہے اللہ والوں کے ساتھ رہنے اور ان سے تعلق اور رابطہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

کثرت ذکر اللہ: دوسری چیز ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کو بہت یاد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر و تفکر فی الخلق (یعنی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر) کے انوار سے نفس کے ظلمانی پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں ذکر کے انوار جب دل میں آتے ہیں تو دل کی تاریکیاں انوارات سے بدل جاتی ہیں پہلے جب دل تاریک تھا تو افکار (سوچیں) بھی تاریک ہوتے تھے اب نورانی دل میں افکار بھی نورانی پیدا ہوتے ہیں ذکر سے فکر کا جمود (بجھنا) دور ہو جاتا ہے چوتھے پارہ میں حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کاملہ اور عبدیت کاملہ کا ذکر کیا ہے وہاں بھی پہلے یذکرون اللہ کو فرمایا کہ وہ لیٹے بیٹھے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں پھر بعد میں فکر کا ارشاد فرمایا کہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض کہ وہ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار! یہ آسمان بے ستون آسمان جس میں چاند اور سورج اور اتنے بے شمار ستارے اور زمین کے اتنے بے شمار ذرات کا کھڑا کر دینا آپ ہی کی قدرت کاملہ کی صفت کری ہے"۔

بہرحال کثرت ذکر کے انوارات سے ان کی سمجھ ایسی نورانی ہوگئی جس سے اپنی غلامی اور بندگی کا اور حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار پختہ ہوگیا یہی وجہ ہے کہ عارفین باوجود کثرت ذکر و فکر کے عجب اور خود بینی میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یا رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" کثرت ذکر سے طالب کے اندر جو نور پیدا ہوتے ہیں وہ شیخ کے انوار و برکت کو جذب کر لیتے ہیں یعنی نور کھینچنے کی صلاحیت ذکر کے اہتمام سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

تفکر فی خلق اللہ: (۱) صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ (۲) اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت میں آتی ہے۔ (۳) پھر ذاکر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے اور جہان کا ہر ذرہ ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے۔

ذکر سے زیادہ فکر سے قرب بڑھتا ہے مگر فکر میں نورانیت ذکر ہی سے آتی ہے حدیث میں ہے کہ "فکر کا اجر ذکر سے دس درجہ زیادہ ملتا ہے" اس کی تائید سورہ قمر کی آخری آیات سے بھی ہوتی ہے کہ "بے شک متقین بندے باغوں میں ہوں گے، عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس" بیان القرآن میں ہے کہ جنت کے ساتھ قرب بھی نصیب ہوگا، جب تقویٰ کی یہ برکات ہیں تو تقویٰ (ڈر) کیسے پیدا ہو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر ہی سے پیدا ہوتا ہے اس کی تائید سورہ نازعات کی آیت سے بھی ہوتی ہے حق تعالیٰ جل شانہ ہمیں ان تینوں چیزوں پر عمل کی توفیق دے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ ([illegible] نمبر ۳۰)

ایمان بالغیب کی چند مثالیں اور نمونے

کھلی آنکھوں والے اسباب کے پردے میں مسبب الاسباب کو پہچان لیتے ہیں کیونکہ ان کے پاس نور معرفت سے نورانی بصیرت ہوتی ہے، جس کو باطنی نگاہ کہتے ہیں اسی لئے کافروں کے متعلق فرمایا ہے۔ آیت: فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور مگر

موشگافیوں کا ظلمت کدہ پیدا ہوئے ہیں اس عارف صوفی کو ”دور ہی جان بارگاہ الست“ کہتے ہیں۔

چشم ظاہر بین اور عقل کا فرق ادراک:

ا۔ سیاہ فرش پر کوئی چیونٹی دانہ گندم کے لئے ہوئے چلتی ہے تو ظاہر بیں دانے کو متحرک سمجھتا ہے اور عاقل دانے کی حرکت سے دانہ چیونٹی کے منہ میں سوچ کر چیونٹی کی حرکت کا علم حاصل کر لیتا ہے۔

۲: اسی طرح انسان کو اس کی روح ادھر ادھر لئے ہوئے چلتی پھرتی ہے اور روح جسم کے اندر اور بالکل قریب ہے مگر آنکھوں سے مخفی ہے۔

ایک فارسی کے شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کی حرکت سے جان کے وجود کو پہچان لیا کہ چہرہ آنکھوں سے کس قدر قریب ہے لیکن انسان اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ کا محتاج ہے المسلم مرآۃ المسلم (ایک مسلم کامل دوسرے مسلم ناقص کے امراض اور عیوب کا آئینہ ہے) اسی واسطے مسلم ناقص کو مسلم کامل (مصلح) سے اصلاحی تعلق اور صحبت کی ضرورت ہے کیونکہ ان کی صحبت کے بغیر امراض کا پتہ نہیں چلتا روح کے علاوہ اور بہت سے نظارے ہیں کہ ہم روشنیات تسلیم کرتے ہیں، تاکہ اہل عقل اور اہل نظر ان سے عبرت حاصل کریں۔

۳: خاک را بینی بہ بالا اے علیل ۔۔۔ باد را نے جز بہ تعریف و دلیل

(مٹی اڑتی دیکھ کر ہوا کو تسلیم کرتے ہو بغیر دیکھے)

پس یقین در عقل ہر دانندہ است ۔۔۔ اینکہ جنبیدہ جنبانندہ است

(ہر عقل یعنی اس بات کا جاننے والا ہے کہ حرکت والی چیز کو کوئی متحرک ہے)

۴: تم اپنی آنکھوں سے تیر اڑتا ہوا دیکھتے ہو اور کمان نظر سے غائب ہے مگر کمان پر دلالت کرتا ہے۔

۵: ہاتھ پوشیدہ ہو قلم کی حرکت سامنے ہو تو عقل جانتا ہے کہ قلم کسی زندہ کے ہاتھ میں نہ ہو تو حرکت ہو نہیں سکتی پس قلم کی حرکت سے ہاتھ کا وجود بدون دیکھے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

۶: میدان میں جب گھوڑا تیز رواں ہوتا ہے تو تیز رفتاری کے سبب گرد و غبار میں سوار مخفی ہو جاتا ہے لیکن گھوڑا دوڑتا ہوا دیکھ کر بدون سوار دیکھے سوار دوڑانے والے کا یقین کر لیا جاتا ہے۔

۷: پھول کی خوشبو سونگھ کر بدون پھول دیکھے ہوئے پھول کا وجود خوشبو کے آنے سے تسلیم کر لیتے ہیں۔

۸: شرابی کے جوش اور نشے سے بدون شراب دیکھے ہوئے مان لیتے ہو۔

بوئے گل را دیدئی کہ آنجا گل نبود　　جوش مل دیدئی کہ آنجا مل نبود

۹: صورت دیوار سقف ہر مکان　　سایۂ اندیشہ معمار دان

یعنی دیوار کی صورت اور ہر مکان کی چھت دیکھ کر اس کے معمار کی سوچ و فکر کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اس ظاہری تعمیر سے معمار کی استعداد باطنی اور تخیل ذہنی پر استدلال کر لیتے ہو اسی طرح دنیا میں اور بھی مثالیں ہیں کہ سبب پوشیدہ ہوتا ہے مگر مسبب کو دیکھ کر مخفی سبب پر یقین کرتے ہیں۔

۱۰: مثلاً کسی کی زردی یا چہرہ کی افسردگی کسی مخفی غم کے آثار ہوتی ہے۔

۱۱: چہرے کی بشاشت و تازگی کسی باطنی مسرت کی مخبری کرتی ہے۔

۱۲: اسی طرح یہ غذائیں جو باعتبار وجود کے ظاہر ہیں انسان کے اندر بینائی شنوائی وغیرہ پیدا کرتی ہے جن کو ہم دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اس قدر مطالعہ کرنے کے بعد اب سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سے مغیبات ہیں جن کی موجودات کو ہم بدون دیکھے ہوئے محض ان کے آثار اور ان کی نشانیوں سے تسلیم کرتے ہیں یہ سب ایمان بالغیب کے نمونے ہیں پھر بھی وہ ذات پاک کہ جس کے وجود پاک پر تمام عالم کا ہر ایک ذرہ ایک ایک پتہ نشان دہی کرتا ہو جس کی نشانیوں کو ہم شمار تک نہیں کر سکتے ایسی ذات پاک پر ایمان نہ لانا ان بے شمار نشانیوں کے ہوتے ہوئے سخت نادانی اور کھلی گمراہی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے کافروں کو اکثرھم لا یعقلون فرمایا ہے اور لفی ضلال مبین فرمایا ہے۔ (ماخوذ از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب نمبر 28)

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ

آج کل کون مسلمان ہے جو اللہ پاک کا محبوب بننے کا شوق نہ رکھتا ہو، درج ذیل مضمون اگر غور سے پڑھ لیا جائے تو ان شاء اللہ یہ بات کافی حد تک نصیب ہو جائے گی۔

تبلیغ دین میں ایک روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کو چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب بنا لیتے ہیں اور جو شخص گناہوں کو ترک کر دے اس کو فرشتے محبوب بنا لیتے ہیں اور

جو شخص مسلمانوں سے اپنی امیدیں منقطع کرلے تو تمام مسلمان اس کو اپنا محبوب سمجھتے ہیں۔

حضرت صدیقیؒ فرماتے ہیں کہ جس زاہد شخص کو اللہ کی محبت کا مزا آجاتا ہے اس کو دنیا کی طلب بالکل نہیں رہتی اور وہ آدمیوں سے وحشت کھانے لگتا ہے۔

خدا تک پہنچنے کا طریقہ:

سید احمد کبیر رفاعیؒ نے فرمایا کہ زاہد عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے۔ (اب ظاہر ہے کہ دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیونکر ہو سکتا ہے)۔

ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے برتن کو کنویں ہی میں الٹا دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا۔ اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے، مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے، جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہئے۔

دل میں صرف ایک کی محبت سما سکتی ہے:

لہٰذا دل میں حقیقی محبت یا تو اللہ تعالیٰ کی ہوگی یا دنیا کی ہوگی، دونوں محبتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، اسی وجہ سے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　این خیال است و محال است و جنوں

یعنی دنیا کی محبت بھی دل میں سمائی ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی سمائی ہوئی ہو، یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ یہ صرف خیال ہے اور محال ہے اور جنون ہے اس واسطے اگر دل میں دنیا کی محبت سما گئی تو پھر اللہ کی محبت نہیں آسکے گی، جب اللہ کی محبت نہیں ہوگی تو پھر دین کے جتنے کام ہیں وہ سب محبت کے بغیر بے روح ہیں، بے حقیقت ہیں ان کے ادا کرنے میں پریشانی، دشواری اور مشقت ہوگی اور صحیح معنی میں وہ دین کے کام انجام نہیں پا سکیں گے بلکہ قدم بقدم پر آدمی ٹھوکریں کھائے گا، اس لئے کہا گیا کہ انسان دل میں

دنیا کی محبت کو یکسر دل سے نکالنے کا نام "زہد" ہے۔

ایک یہ کہ دنیا کے تعلقات کو ختم کیا جائے اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالی جائے کیونکہ اللہ کی محبت کے کمزور ہونے کا سبب دنیا کی محبت کا غلبہ ہے، جتنا دل دنیا سے مانوس ہوگا اتنا ہی اس کا انس اللہ سے کم ہوگا، مشہور مقولہ ہے کہ دنیا اور آخرت آپس میں دو سوکنیں ہیں، دنیا کو دل سے نکالنے کا واحد طریقہ زہد کے راستے پر چلنا ہے جو عبارت ہے صبر اختیار کرنے، خوف اور امید کے خلاف جہد کرنے اور اللہ کی کامل فرمانبرداری سے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اپنے خطبات میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے:

حضرت جنید بغدادیؒ کی مجلس خوب بھری ہوئی تھی اور دین کی باتیں ہو رہی تھیں، اچانک ایک عورت آئی اور اس نے آواز دی کہ حضرت مجھے کچھ کام ہے تو حضرت جنیدؒ نے ایک طرف ہو کر اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضرت مجھ جیسی حسین و جمیل عورت شاید ہی کوئی اور ہو پھر بھی میرا شوہر مجھے پسند نہیں کرتا اور مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف دیکھتا ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنا نقاب ہٹا دیا۔ جیسے ہی اس نے نقاب ہٹایا، حضرت جنیدؒ نے ایک چیخ ماری اور وہیں بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو متعلقین نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ ہو گیا ہے؟ فرمایا کہ اس عورت نے کہا کہ میں اس وقت دنیا کی حسین ترین عورت ہوں اور اس کو یہ غم ہے کہ میرے حسن بے مثال کے ہوتے ہوئے میرا شوہر غیر عورتوں کی طرف کیوں دیکھتا ہے تو فوراً مجھے خیال آیا کہ قیامت کے دن اگر حق تعالیٰ شانہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ مجھ جیسے جمیل اور مجھ جیسے پیارے مالک کے ہوتے ہوئے تم نے غیروں کی طرف دیکھا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟

میرے دوستو! اس دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بنایا ہے نہ کہ غیر اللہ کے لئے حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے، فرمایا اہل سلوک کا یہ مذہب ہوتا ہے اولیاء اور انبیاء میں سے جو شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرے اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور غیر کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے تو جان لو کہ وہ شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا، اس کی واضح مثال یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور اس کا دعویٰ کیا اور بعد میں یوسف علیہ السلام سے بھی محبت کی تو چالیس سال رونا پڑا اور جدائی برداشت کرنی پڑی۔ (شمارہ نمبر 12)

ایمان کا بچاؤ..........کان اور دل و دماغ کی حفاظت

کان کی حفاظت: کان کی حفاظت بہت ضروری ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آخر اس میں کیا حرج ہے کہ دوسرے کی بات سن تو لینی چاہئے، حالانکہ یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ بعض دفعہ کان میں کوئی ایسی بات پڑ جاتی ہے جس سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، کان کے راستے سے جو بات جاتی ہے وہ کبھی دل میں جاتی ہے اور پھر اس سے دل کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ دماغ پر مرتب ہوتے ہیں اور کان کی سنی ہوئی بات وہ کبھی دل میں پہنچتی ہے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم تو اس کان سے سنتے ہیں اس کان سے نکال دیتے ہیں فرمایا: یہ بھی کوئی عقلمندی کی بات ہے؟ کہ اس کان سے سنا اور اس یہاں سے اس بات کو گزارتے گزارتے پھر یہاں سے اس کو نکالا دار سے! سننے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ کیسی عجیب بات ارشاد فرمائی کہ کان میں داخل ہی کیوں ہونے دیا جائے یہاں سے وہاں تک گذاری تو سہی گزرنے ہی کیوں دیا جائے؟

آپ فرمایا کرتے تھے جس طرح سننا اختیاری ہے اسی طرح نہ سننا بھی اختیاری ہے، بہرحال کان کی حفاظت بہت ضروری ہے، حضرت حاجی محمد فاروق صاحبؒ نے اپنے مواعظ میں ایک عبرت انگیز واقعہ بیان فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے زمانے میں گمراہ متکلموں کا ایک ٹولہ تھا دہلی کے قریب، اور جو بھی ان کے پاس جاتا تم بحث میں اس کو ایسا مسخر کرتے تھے کہ وہ چار ابرو کا صفایا کر لیتا تھا، سر بھنویں، داڑھی، مونچھ ان کو چار ابرو کہتے ہیں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں جا کر ان کو شکست دوں گا ایک بات سناؤں گا کہ سب تو پکڑ لیں گے ورنہ میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے منع فرمایا کہ تم نہ جاؤ تمہارا کام نہیں ہے، بڑوں کی بات ماننی چاہئے، دیکھئے بڑوں کی بات ماننے میں بڑی بھلائی ہے اب بتائیے اس زمانہ کا بھی مولوی نہیں ہے بلکہ اس وقت کا جب کہ دہلی میں شاہ ولی اللہ ہی غالب تھا کیسے کیسے حضرات اس وقت تھے لیکن وہ مولوی صاحب نہیں مانے چلے گئے وہاں پہنچے اور دیکھتے ہی اس گمراہ ٹولے نے کہا اچھا تو یہ بھی آ گیا ہے چلو چار ابرو کا صفایا کرو اور بیٹھ ان کے سر تھوڑی دیر کہا ان کی آواز

کان میں پہنچی اور وہ مولوی صاحب سب کچھ بھول گئے اور وہاں ان کے یہاں جو باقی اس
گمراہ ملنگ کی طرف سے بیٹھا رہتا تھا اس کام کیلئے، اس نے ان کی داڑھی مونڈ کر، مونچھیں
مونڈھیں بھنویں مونڈھیں، سر کے بال مونڈ کر چار ابرو کا صفایا کر کے ان ملنگوں میں
شامل کر دیا، شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو جس وقت اس وقت کشف ہوا اور اپنے درس
میں فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا ان مولوی صاحب کو کہ تم نہ جانا تمہارے بس کی بات نہیں
ہے ایسا نہ ہو کہ تم بھی انہیں میں شامل ہو جاؤ مجھے ابھی ابھی منجانب اللہ معلوم ہوا ہے کہ چار
ابرو کا صفایا کر کے وہ مولوی صاحب بھی گمراہ ملنگوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

اسی طرح ہر کس و ناکس کی کتاب بھی نہیں دیکھنی چاہیے بعض دفعہ تو ایسی ایسی باتیں پڑھنے میں
آتی ہیں جو دل میں اتر جاتی ہیں اور شکوک و شبہات دل و دماغ کو ستاتے ہیں، بعض لوگ مطالعہ کے
شوقین ہوتے ہیں، ہر کس و ناکس کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ کوئی
بات نہیں ہر کتاب کو دیکھنا چاہیے تا کہ معلوم ہو کہ کون کیا لکھتا ہے؟ اور اپنے پاس صحیح اسلامی معلومات
ہوتی نہیں تو پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام پر اعتراضات شروع ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

ہمارے ایک بزرگ حضرت صوفی بشیر محمد صاحب رحمہ اللہ جنہیں اکابر اولیاء کی طرح
محبت اشتیاق تھی ان کو آخر عمر میں کسی ملنے والے نے ایک گمراہ شخص کی تصنیف بھجوائی تھی جو بظاہر
اسلامی کتاب تھی، حضرت صوفی صاحب فرماتے تھے کہ گھر میں آ گئی تھی اس لئے کہیں کہیں سے
دیکھ لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری دنوں میں فرماتے تھے کہ ان پڑھی ہوئی باتوں کا یہ اثر ہوا کہ غلط
غلط وساوس آتے ہیں، اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانوی نے اپنی خاص نصیحتوں میں فرمایا:

(۱) غیر مسلک، غیر مشرب لوگوں کی مجالس میں نہ جایا کریں اور نہ غیر کی کتابیں دیکھیں۔

(۲) آپ نے فرمایا اسلام کی تعریف میں لکھی ہوئی کسی غیر مسلم کی کتاب بھی نہ دیکھو
کیونکہ اس کی تحریر میں اس کے کفر کی "ظلمات" بھری ہوئی ہوتی ہیں۔

(۳) بعض لوگ اسلامی تعلیمات جدید انداز میں اسلاف کی تعبیروں سے ہٹ کر
خود رائی کرتے ہیں ان کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں "ایسے لوگوں کی تحریریں جو بظاہر
بہت خوبصورت ہوتی ہیں لیکن ان کی مثال ایسی ہے جیسے گوبر کے اوپر مٹھائی" اس لئے ایسی

کتابوں سے بچئے، اور اپنے بزرگوں کے مشورہ سے کتاب کا مطالعہ کیجئے ان شاء اللہ برکت
ہوگی اور دورِ حاضر کے فتنوں سے حفاظت ہوگی"۔ اللہ پاک ہم سب کو اسلاف کے طریقوں
پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) (شمارہ نمبر 28)

دین بھی اپنے خزانے سے ملتا ہے

ہر چیز اپنے خزانے سے ملتی ہے آگ اپنے خزانے سے پانی اپنے خزانے سے اسی
طرح دین بھی اپنے خزانے (انعام یافتہ بندوں) سے ملے گا یعنی انعام یافتہ چار طبقے ہیں،
انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین ان کی تابعداری سے دین ملتا ہے، جب تک کسی منعم علیہ
بندہ سے تعلق نہ ہو دین حاصل نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ انعام یافتہ چار طبقے صراط مستقیم پر ہیں
اور صراط مستقیم ایک ہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک گیا ہے، منعم علیہ لوگوں کی تفصیل۔

نبی: جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام لادے۔

صدیق: جو وحی آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے (صدیق آئینہ نبوت ہوتا ہے)

شہید: پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق (اور یقین آیا) کہ اس پر جان دیدی۔

الصالحین: جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور اسی طرح جو لوگ ان کی حکم برداری پر
لگ جاتے ہیں اللہ ان کو بھی صالحین اور نیک طبقہ میں شمار فرمائیں گے، جن کے پیچھے لگنا ہے
ان کی تحقیق کرلے کہ واقعی وہ صالحین میں سے ہے بھی کہ نہیں کہیں دھوکہ نہ کھالیں (یعنی
جعلی پیروں کے پیچھے نہ چڑھ جائیں)۔

قرآنی ہدایت: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

(ترجمہ) کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو، یعنی اس بات کی تعلیم
فرمائی کہ جو لوگ علم والے بھی ہوں اور غلبۂ ذکر سے ذکر میں ڈوبے ہوئے ہوں ان سے پوچھ
کر چلتے رہو دین معلوم ہوتا جائے گا عمل کرتے رہیں گے تو سرایت کرتا جائیگا یعنی پختہ ہوگا۔

اولیاء کی رفاقت کے بغیر دین نہیں ملتا

وحسن اولٰئک رفیقا حق تعالیٰ جل شانہ نے رفیق فرما کر بتادیا کہ دین ان سے ملے

وقت ملے گا جب ان کو یہ فکر ہو گی کہ یعنی نیکوں کی صحبت اور ان کے پاس کثرت سے آنا جانا اور پوچھ پوچھ کر دین پر چلتے رہنا اور دین میں ان کی بات مکمل مانتے رہنا یہی ان کی رفاقت ہے۔

اس آیت میں جس رفاقت کا وعدہ ہے وہ دراصل آخرت کیلئے ہے لیکن وہ رفاقت اس دنیا کی رفاقت کا ثمرہ اور نتیجہ ہوگی یعنی جس نے انعام والوں کو دنیا میں اپنا رفیق اور ساتھی بنا لیا ہوگا اس کو آخرت میں ان کی رفاقت ملے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے محبت کی ہوگی۔

سوال: وہ نورانی افراد یعنی انعام یافتہ نیک لوگ بہت سے انسانوں میں کیسے پہچانے جائیں؟

جواب: قرآن پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں۔ اس کی علامت پوچھنے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التجافی عن دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله۔ (۱) دنیا سے دل اچاٹ ہو جانا (۲) آخرت کی طرف دل کا متوجہ رہنا (۳) موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

اسلئے نیک صحبت اختیار کرنا ضروری ہے اور بری صحبت سے پرہیز لازمی ہے کل قیامت میں کافر حسرت کرے گا کہ کاش میں نے پیغمبر کو دوست بنایا ہوتا یعنی ان کی بات مان کر ان کے طریقہ پر چلا ہوتا ہے اور بعضے حسرت کے کلمات بول کر کہے گا کہ افسوس کہ ہم نے فلاں کو دوست بنایا کاش ہم (بے دین اور شیطان کو) دوست نہ بناتے بعض روایات میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے اچھا وہ ہے جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاویں اور وہ عمل کرے تو آخرت کا شوق ہو اور جو بات کرے علم دین میں ترقی ہو۔

انسان کب بالغ ہوتا ہے: شیخ کامل کی صحبت اور مجاہدہ کی برکت سے جب خواہشات نفسانیہ مرضیات الٰہیہ کے بالکل تابع ہو جاتی ہیں اس وقت اس کی عقل درحقیقت بالغ ہوتی ہے کیونکہ اب نفس پر عقل حاکم اور حکمران ہوتی ہے اس لئے اب یہ شخص اللہ والا ہو گیا۔

قلب انسانی کب مکمل نورربانی ہوتا ہے: جب بندہ گناہوں کے تقاضوں کو تقوے کے جام میں جلا دیتا ہے تو جو بری خواہشات پہلے ظلمت وتیرگی کا سبب تھیں وہ تقویٰ کے جام

میں جو کہ تقویٰ سے کافور ہو جاتے ہیں، اور جس دل میں تقویٰ کا نور آجاتا ہے وہ شفاف کُل ہو جاتا ہے جس میں پھر نور حق آتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق اور نیک صحبت عطا فرمادیں۔ آمین ثم آمین۔ (ماخوذ از: بیانات حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب شمارہ نمبر 23)

تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے..... سمجھنا فرض نہیں

کھلا سورج کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے سے روکتے ہیں، آخر سورج کو اس طرح دیکھنے کو کیوں منع کرتے ہیں کیا آپ کے اندر دیکھنے کی قوت نہیں بلکہ وہ اس لئے منع کرتے ہیں کہ اگر سورج کو ٹکٹکی لگا کر دیکھو گے تو آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے گی کیونکہ تمہاری آنکھ میں آفتاب کو دیکھنے کی تحمل نہیں ہے، اسی طرح بعض علوم اتنے دقیق ہوتے ہیں کہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آسکتے، اس لئے ان میں پڑنے سے روکا جاتا ہے، انہیں میں مسئلہ تقدیر ہے اگر اس میں پڑو گے تو ایمان کا خطرہ ہے، بالاجمال تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے مگر اس کی تفصیل معلوم کرنا شرعاً مطلوب نہیں ہے، بلکہ جہاں تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے اسلام کے علاوہ کون سا مذہب ہے جو تقدیر پر بحث نہیں کرتا، تقدیر سے تو رابطہ حادثات بالقدیم کے ہیں یعنی مخلوق کو خدا کے ساتھ کیا ربط ہے، دوسرے ادیان نے اس ربط کو بیان نہیں کیا یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اسلام نے اس ربط کو معقول کر کے دکھلایا مگر دوسروں نے دھوکے کھائے، لہٰذا جب یہ مسئلہ مشکل ہے تو اس میں کیوں پڑتے ہو، اس میں پڑنے سے اسلام نے ممانعت کر دی ہے، اس لئے یہ کہنا کہ تقدیر کا مسئلہ سمجھ اور عقل میں نہیں آتا ہم کہتے ہیں کہ تمہاری عقل ہی کتنی بڑی ہے جو یہ مسئلہ سمجھ سکے مثلاً جزائر انڈمان میں نو سو پچاس تو نابینا ہیں اور پچاس بینا یعنی آنکھ والے ہیں، اب اگر سارے نابینا کسی کے بارے میں اتفاق کرلیں کہ یہ چیز تو ہے ہی نہیں کیونکہ ہماری نظر میں نہیں آرہی ہے تو کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہوگا ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ پہلے اپنی اپنی نظروں کا علاج کراؤ، خرابی تو اپنے اندر ہو اور اس کو ڈالیں دین پر یہ کون سی انصاف کی بات ہے۔

تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے: سائل کو تو اس طرح سوال کرنا چاہئے کہ اگر تقدیر کا مسئلہ عقلی ہے تو وہ کس درجے تک عقلی ہے کیونکہ عقلی مسئلہ تو ہم بھی سمجھ سکتے ہیں تو پھر سائل کو سمجھایا جائے گا کہ جب آپ خالق سے رابطہ قائم کریں گے تو اس رابطے کو سمجھنے کی کوشش کریں گے

اسکے سمجھنے کی ایک صورت تو یہ ہے جس کو فلاسفہ نے سمجھا ہے کہ حق تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہو گئے اب آپ مختارِ کل ہیں اب ان کا کوئی واسطہ نہیں رہا اور تمام ان کے اندر یہ قدرت ہے کہ آپ کے افعال میں تصرف کر سکیں، آپ خود ہی اپنے افعال کے خالق ہیں اگر آپ نے ایسا ہی سمجھا تو حق تعالیٰ کی ذات میں ایسا نقص مانا کہ جس سے توحید باقی نہیں رہتی اور اگر آپ نے یوں سمجھا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے بندے کو تو کسی قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دیا ہی نہیں تو اس سے عدل خداوندی میں تہمت لازم آئے گی اور ذات حق پر اعتراض ہوگا کہ جب بندہ مجبور ہے اور اس کو کوئی اختیار ہی نہیں ہے تو گناہ پر سزا دینا یہ بندے کو مجبور کرنا ہے گناہ بھی وہی کرائیں اور سزا بھی وہی دیں یہ کون سا عدل ہے تو اس عدل خداوندی میں تہمت لازم آئے گی اور وہ اس سے بری ہے تو اسلام سے ہٹ کر جس مذہب والے کی لائن اختیار کر کے جو بھی شکل بناؤ گے اس میں مشکلات پیدا ہوں گی اس لئے کہا جائے گا کہ ہر مذہب والوں کی لائن الگ الگ ہے، البتہ اسلام نے اس کے بارے میں یہی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو پیدا فرمایا اور اس کو اختیار دیا لیکن وہ قدرت و اختیار خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لئے یہ اس کی مخلوق ہے مگر جتنا اختیار دیا اس میں اس کا حق ہے اس لئے بندے کو جتنا اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اسی کے متعلق سوال ہوگا اور حکم خداوندی کو اپنے اختیار کے مطابق پورا نہ کرنے پر سزا ملے گی رہا خالق اور مخلوق کے درمیان جو دقیق روابط ہیں وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے اس کا تعلق حقائق الٰہیہ سے ہے اور حقائق الٰہیہ کی کنہ اور حقیقت تک رسائی محال ہے، بندے اس قابل ہی نہیں ہیں کہ حقائق الٰہیہ کی کنہ تک پہنچیں اور جب یہ محال ہے تو پھر اس کے سمجھنے کی بندے کو تکلیف بھی نہیں دی گئی تو حقائق الٰہیہ کو اتنا ہی سمجھو جو تمہاری سمجھ میں آ سکے اس لئے اسلام میں تقدیر میں آسانی کر دی اور فرمایا گیا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی کسی نفس کو وہ تکلیف نہیں دی گئی ہے جو اس کی وسعت اور طاقت سے باہر ہو نہ عقل میں نہ فعل میں نہ عمل میں لہٰذا التقدیر کا مسئلہ اگر دقیق ہے تو اس کے معلوم کرنے کی تکلیف ہی کہاں دی گئی کہ جس سے آدمی پریشان ہو جائے بس خدا کی یکتائی مانو اس میں کیا اشکال ہے جو سمجھ میں نہیں آتا اس کو چھوڑ دو۔ (از افادات حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ شمارہ نمبر 47)

اصل دولت . . . ایمان پر خاتمہ ہے

آج کل ناگہانی اموات کثرت سے ہونے لگی ہیں، روزانہ خبریں آتی جاتی ہیں کہ فلاں صاحب اچانک انتقال کر گئے، ابھی کل شام ہی ایک وکیل صاحب نے بتایا کہ کل ایک کیس میں ہم دو وکیلوں نے شہادتیں کرائیں، شہادت کی کارروائی سے فارغ ہو کر عدالت سے باہر نکلے تو میں نے اپنے ساتھی وکیل سے کہا آؤ ملک صاحب نماز پڑھ لیں، انہوں نے کہا نہیں میں گھر جا کر پڑھوں گا، کیونکہ ایک جنازہ میں شرکت کیلئے پہنچنا ہے دیر ہو رہی ہے میں سلام کہہ کر اپنی سیٹ کی طرف چلا، سیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی نے آواز دے کر کہا ملک شبیر صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، میں حیرت زدہ ہو کر واپس لوٹا کہ ابھی تو وہ ٹھیک ٹھاک تھے اور کسی کے جنازہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ آپ سے سلام کے بعد اپنی موٹر سائیکل کی طرف آئے تھے کسی نے موٹر سائیکل انہیں پکڑائی انہوں نے موٹر سائیکل کو کک لگائی اور پھر پیچھے گر پڑے گرتے ہی روح پرواز کر گئی سارے لوگ حیرت کا مجسمہ بنے دیکھ رہے تھے کہ دیکھو جی انہیں کسی اور کے جنازہ میں شرکت کی جلدی تھی اس سے پہلے خود رخصت ہو چلے۔

اسی طرح ایک دوست کے بارے میں بتایا گیا کہ گھر سے بچی کی دوائی لینے نکلے ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو اچانک اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا کہ درد ہے اور وہ نیچے گر پڑے ڈاکٹر کے سنبھلنے سے پہلے ہی روانہ ہو چلے، نہیں معلوم کہ اس طرح کی اموات کے پیچھے کیا وجوہ واسباب ہیں، واللہ اعلم لیکن اس طرح کی اموات ہمارے لئے نشان عبرت ضرور ہیں۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ایک صاحب کی کہیں عزرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوستی ہو گئی انہوں نے ملک الموت سے کہا جب میری موت قریب ہو تو مجھے ذرا پہلے اطلاع کر دینا انہوں نے کہا ٹھیک ہے لیکن اس آدمی کی موت کا وقت آ پہنچا اور عزرائیل نے پہلے کوئی اطلاع نہ دی تو اس آدمی نے کہا آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ پہلے اطلاع کروں گا عزرائیل نے کہا روزمرہ تمہارے علاقے میں جو موتیں ہوتی رہتی ہیں وہ تیرے لئے اطلاع تھیں۔

ہمیں فوراً سے بھی پہلے اپنی موت کی تیاری اور اچھے خاتمہ بالخیر کی فکر کر لینی چاہئے اب تو یہ بھی بھروسہ نہیں ہے کہ کسی عزیز دوست کے جنازہ میں جا رہے ہیں تو پھر خود واپس آ جائیں

گے، یہ ممکن ہے کہ اس کو جنازہ پڑھنے سے پہلے ہمارے جنازہ کی تیاری شروع ہو جائے۔

اس لئے اپنے خاتمہ کی فکر میں لگیں سب سے بڑی دانائی ہے، ایک بزرگ نہایت عمدہ زندگی گزار رہے تھے، کسی نے پوچھا تو فرمایا مجھے اپنے خاتمہ کا علم نہیں کہ کیسا ہوگا اسی لئے اب میں کیسے خوش ہوں؟ جب فوت ہوئے تو ہنس رہے تھے گویا بزبان حال بتلا رہے تھے کہ اب میں خوش ہو رہا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو گیا ہے، اعتبار خاتمہ کا ہے حدیث پاک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انما الاعمال بالخواتیم کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے اور انسان کا خاتمہ اس کی زندگی بھر کے مشاغل اور دلچسپیوں کے مطابق ہوتا ہے اسی کو حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے المرء مع من احب، انسان کا انجام اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ شغف رکھتا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے من کثر سواد قوم فھو منہ جس نے جس گروہ کی کثرت بڑھائی وہ اسی کے ساتھ ہوگا یعنی زندگی میں اگر اس نے اپنے آپ کو اچھے لوگوں کی صحبت میں رکھا تو اس کا انجام بھی اچھا ہوگا بروں کے ساتھ شامل رہا اور ان کا ووٹ بڑھایا تو انجام بھی برا ہی ہوگا۔ اور اس بات کی دلیل کئی مشاہدات بھی ہیں۔ ہمارے علم محترم حاجی فدا حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعوت و تبلیغ کے حریص تھے کوئی موقع خالی نہ جانے دیتے تھے چنانچہ ان کی موت بھی تبلیغ و نصیحت کرتے ہی آئی، اپنے عزیز کی تعزیت کے لئے گئے اور ان کے لئے طویل دعا مانگی، دعا کے بعد نیکی و بھلائی کی نصیحتیں کرنے لگے اتنے میں فرمایا چلو جمعہ کی نماز پڑھیں بس نماز کے لئے اٹھنے لگے اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاری عبد الحنیف صاحب ملتان والے جو حافظ بھی تھے مدینہ منورہ میں ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہوئے ہیں چونکہ ساری زندگی کا مشغلہ قرآن پڑھنا پڑھانا تھا اس لئے آخر وقت بھی قرآن کریم پڑھتے ہوئے جان دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی مصروفیات و مشغولیات کا جائزہ لیں کہ کہیں ہماری مصروفیات گناہ و نافرمانی کی تو نہیں ہیں؟ خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر خاتمہ بالخیر کی فکر کریں، آج ہی ہمیں ہر قسم کے گناہ سے توبہ کر کے اپنی مصروفیات کو اچھائی کی طرف بدل لینا

ضروری ہے، اگر ہم ان اپنے آپ کو نیکیوں میں مشغول رکھنے میں کامیاب ہو گئے تو ان شاء اللہ خاتمہ بالایمان کی قوی امید ہے۔

نماز کی پابندی، معاملات کی پابندی، اپنے دفتر و کاروبار میں کسی سے بدمعاملگی نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، رشوت نہ لیں، خیانت نہ کریں، ہر ایک کی خیرخواہی کرتے رہیں اور استغفار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیڑا پار ہے۔

حسن خاتمہ کیلئے سات نسخے

1۔ ہر فرض نماز کے بعد الحاح (آہ وزاری) سے یہ دعا پڑھنا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب (پ ۳ آل عمران)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استقامت اور حسن خاتمہ کی درخواست کا بندوں کے لئے سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور جب شاہ خود درخواست کا مضمون عطا فرمائے اس کی قبولیت یقینی ہوتی ہے لہذا اس دعا کی برکت سے استقامت اور حسن خاتمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور نصیب ہوگا۔

2. اس دعا کا معمول بنالیں جو حدیث پاک میں ہے، استقامت اور حسن خاتمہ کے لئے کثرت سے پڑھتے رہیں۔ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث (مشکوٰۃ)

3۔ مسواک کرنا: علامہ شامی ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سنت مسواک کی برکت سے موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آجائے گا۔

4۔ ایمان موجود پر شکر ہے۔ یعنی ہر روز موجودہ ایمان پر شکر ادا کرنا اور وعدہ ہے کہ:
لئن شکرتم لازیدنکم (سورۃ ابراہیم) اگر تم لوگ شکر ادا کرو تو ہم اپنی نعمت ساتھ میں ضرور ضرور زیادہ کریں گے، پس ایمان پر شکر ایمان کی بقا بلکہ ترقی کا ذریعہ ہے۔

5۔ بدنظری سے حفاظت: بدنظری سے حفاظت پر حلاوت ایمان عطا ہونے کا وعدہ ہے، حلاوت ایمان جب دل کو ایک بار عطا ہو جاتی ہے کہ پھر کبھی واپس نہ لی جائے گی۔
پس حسن خاتمہ کی بشارت ہو گئی ہو گئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
تحقیق نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے جس بندے نے میرے خوف سے اپنی نظر کو (نامحرم لڑکی سے حسین لڑکے سے) محفوظ رکھا اس کو ایسا ایمان

عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ قلب میں محسوس کرے گا۔

یہ دولت حسن خاتمہ آج کل سڑکوں پر تقسیم ہو رہی ہے، نظر کی حفاظت کیجئے اور یہ دولت حاصل کیجئے۔

6۔ اذان کے بعد کی دعاء: جس کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں اذان کے کلمات کا جواب دے دیجئے، پھر جب اذان ختم ہو تو آپ درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھئے:

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاماً محمودا ن الذی وعدتہ (بخاری)

انک لا تخلف المیعاد یہ آخری جملہ مسند امام بیہقی میں ہے۔

اس دعا پر وعدہ ہے کہ حلت لہ شفاعتی۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اس دعاء کو پڑھے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی اور جب اس دعاء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی تو ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

اس میں حسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، کیونکہ شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کافر کو نہیں مل سکتی (مرقاۃ، باب الاذان)

7۔ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا۔ بخاری شریف کی دو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل مذکور سے حسن خاتمہ کا فیصلہ مقدر ہو جاتا ہے۔

روایت ۱: اہل ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں حدیث وارد ہے کہ ایک شخص مجلس ذکر میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی حاجت کیلئے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان کیا تو ایک فرشتے نے کہا کہ فلاں شخص تو کسی ضرورت سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اور وہ خطا کار بھی ہے، ارشاد ہوا ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم یہ ایسے مقبولان حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا و لہ قد غفرت میں نے اس کو بھی بخش دیا۔

۲: بخاری و مسلم ہے کہ تین خصائل جس میں ہونگے وہ ان کی برکت سے ایمان کی حلاوت پائے گا۔

۱۔ جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات سے محبوب ہوں۔

۲- جو کسی بندہ سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے۔

۳- اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانا۔

ایمان پر خاتمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کیلئے کسی سے محبت کرنا ایک عظیم ذریعہ ہے اور ظاہر
ہے کہ یہ محبت اللہ والوں ہی کے ساتھ ہوگی اور کامل درجہ کی ہوتی ہے پس اس کا کامل نمونہ کسی اللہ
والے سے محبت کرنا ہے (قرآن و حدیث کے انمول لمحات) (شمارہ نمبر 42)

اللہ اکبر

چاند پر سب سے پہلے قدم رکھنے والا "نیل آرم سٹرانگ" مصر گیا، وہ صبح تڑکے بستر
پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، کمرے سے باہر نکل کر پریشانی کے عالم میں اس ہوٹل کے اسٹاف
نے پریشان دیکھ کر اس سے وجہ پوچھی اس نے کہا "میں کہاں ہوں" اور جب اسے بتایا گیا
کہ "آپ مصر کے دار الحکومت قاہرہ میں ہیں، تو کہنے لگا" قاہرہ میں یہ آوازیں کہاں سے
آرہی ہیں؟" اسے کہا گیا کہ قاہرہ کی مسجد سے صبح کی اذانیں بلند ہو رہی ہیں جب اس نے
اپنی بے چینی کی وجہ بتائی کہ میں نے چاند پر اسی طرح کی آوازیں سنی تھیں، یہاں دوبارہ سن
کر مجھے شک ہوا کہ "میں چاند پر ہوں یا زمین پر"۔ خاک سے اٹھ کر مردوں پر گھوڑے رکھنے
اور جھوٹے خداؤں کی خدائی پر ضرب لگانے والی "اللہ اکبر" کی یہ ایمانی صدا، مومن کی
حوصلہ بخشی، مردمی جذبوں کو حرارت عطا کرتی، مخالف قوتوں کے سامنے ڈٹ جانے اور
انجام سے غافل کے دوچار ہونے تک اس میں صبر کی قوت پیدا کرتی ہے۔ (شمارہ نمبر 48)

آج کے دن کس کی حکومت ہوگی؟

قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔
یعنی آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے۔
حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا
کرے گا کہ لوگو! قیامت آگئی پس زندہ و مردہ سب سنیں گے، پھر فنائے خلق کے بعد اللہ
تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا لمن الملک الیوم آج کس کی

حکومت اور بادشاہی ہے، اس سوال کا جواب کوئی نہ دے سکے گا، سب پر ہیبت چھائی ہوگی۔
جب کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے لله الواحد القہار۔

آج حکومت صرف واحد قہار اللہ کی ہے۔ اس موقع پر ایک تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ
سامانی خاندان کے فرمانروا نصر بن احمد جب نیشاپور میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک دربار
منعقد کیا اور تخت پر بیٹھنے کے بعد فرمائش کی کہ دربار کی کارروائی قرآن کریم کی تلاوت سے ہو،
چنانچہ ایک بزرگ آگے اور انہوں نے سورۂ مومن کی تلاوت کی، جس وقت وہ اس آیت پر پہنچے:

لمن الملک الیوم لله الواحد القہار۔

تو بادشاہ پر ہیبت طاری ہوگئی لرزتے ہوئے تخت سے اترے، تاج سر سے اتار کر سجدے
میں گر گئے اور بولے کہ اے رب بادشاہی تیری ہی ہے نہ کہ میری۔ (اقرأ کیپ نز، شمارہ نمبر 27)

اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑیے

ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ مجھے عملیات و تعویذات کی طرف رغبت ہوئی،
ایک صاحب دوست سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ جب لوگوں کو تعویذ وغیرہ دیا کریں
گے تو آپ کے اس عمل سے لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں بلکہ آپ سے جڑنے لگیں گے، مثلاً کسی
آدمی کو رزق کے بارے میں پریشانی ہے وہ آپ کے پاس آگیا آپ نے اسے تعویذ دے
دیا یا کوئی عمل بتا دیا اس نے جب کہ وہ تعویذ وغیرہ استعمال کیا اور اس کی پریشانی دور ہوگئی پھر
جب بھی اسے کوئی پریشانی آئے گی تو وہ فوراً آپ کے پاس بھاگے گا، اب اس کی توجہ آپ
کی طرف ہی ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوگی، نتیجہ یہ کہ آپ نے ایک مسلمان کو اللہ سے
جوڑنے کی بجائے اپنے آپ سے جوڑا۔

اس کی یہ بات مجھے سمجھ میں آگئی اور میں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

واقعۃً بڑے پتے کی بات ہے کہ ایک مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ
سے اپنا تعلق مضبوط تر کرے اور دوسروں کو بھی غیر اللہ سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑے،
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت یہی ہے،
قرآن کریم میں ہے قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی

غیر مستند پیروں سے بچیے

ضلع میانوالی تحصیل عیسیٰ خیل میں ایک قصبہ ہے "مندہ خیل" وہاں ایک عالم دین رہتے تھے، جن کا نام تھا "مولانا محمد حیات صاحب" آپ حدیث میں محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے شاگرد تھے۔

آپ نے اپنے قصبہ میں ہی درس و تدریس کی مصروفیات اختیار کیں، آپ کی علمی مہارت اور خلوص وحیثیت اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ خلق خدا دور دراز سے آپ کے پاس دعاء کرانے، مسائل پوچھنے اور اپنے بچوں کو پڑھانے کیلئے آتی تھیں بعض دفعہ دور افتادہ پہاڑی علاقوں سے بڑی بوڑھی خواتین آ جاتیں اور کہتیں مولوی صاحب! ہمارا حساب کرو ہم فلاں پریشانی میں مبتلا ہیں، آپ جس کتاب کا بھی بچوں کو درس دے رہے ہوتے اس پر تھوڑی دیر غور سے دیکھتے رہتے اور پھر انہیں کسی آیات یا مسنون دعاء کا وظیفہ بتلا دیتے اور فرماتے اسے یاد کرلو اور صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد پانچ دفعہ پڑھ لینا اور ظہر کے بعد بھی اسی طرح اور اسی طرح پانچوں نمازوں کا بتلاتے اور دعا بھی کرتے، ایک دن شاگرد نے پوچھا استاد جی! یہ حساب کیا ہوتا ہے اور آپ ہر کتاب پر حساب کرتے ہیں، فرمایا بیٹے! حساب کچھ بھی نہیں ہے، یہ ان پڑھ خواتین آتی ہیں ان کے ذہن میں یہ جاہلانہ خیال سمایا ہوا ہے کہ حساب ہوتا ہے اس لئے وہ کہتی ہیں مولوی جی حساب کرو، اب اگر میں پہلی ہی دفعہ انہیں یہ بتانے لگ جاؤں کہ یہ تمہارا غلط خیال ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ یہاں سے اٹھ کر موچھ شہر میں چلی جائیں گی وہاں جاہل پیر بیٹھے ہیں جو ان کے ایمان کے بھی ڈاکو ہیں اور ان کی عزت کے بھی اور ان کے مال کے بھی، اس لئے میں ابتداء حکمت کے طور پر ان کو کچھ نہیں کہتا بس نماز و تلاوت وغیرہ کا عمل بتلا دیتا ہوں، اس طرح اللہ کے فضل سے وہ نماز و تلاوت کی پابندی کرنے لگتی ہیں اور ادھر سے پریشانی بھی اللہ کے فضل سے دور ہونے لگتی ہے، تو اگلی دفعہ جب آتی ہیں تو میں انہیں دین کے ایک دو مسئلے بتا دیتا ہوں اور آہستہ آہستہ ان کے عقیدہ کو بھی غلط توہمات و خیالات سے پاک کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور انہیں نماز، روزہ و تلاوت کی عادت ڈالنے کی بھی کوشش کرتا ہوں۔

ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس ایک نوجوان آیا اور بڑی لجاجت سے کہا کہ میں اپنی چچازاد سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور ان کے گھر والے مانتے نہیں ہیں لہذا آپ مجھے کوئی تعویذ دیں، آپ نے اسے بڑا سمجھایا کہ یہ کام تعویذوں کا نہیں تم اللہ سے مانگو اور اپنے والدین سے کہو کہ کوشش کریں، نوجوان نے کہا نہیں جی آپ سے تعویذ ضرور لینا ہے، آخر آپ نے مجبور ہو کر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا کہ "یا اللہ! تیرا یہ بندہ مانتا نہیں اور میں کچھ جانتا نہیں تو اپنے فضل سے اس کا کام بنا دے" یہ لکھ کر اسے تھما دیا کہ یہ تیرا تعویذ ہے، اللہ پاک نے اس کا کام بنا دیا، یہ تھی اس سادہ دور کے علماء اور اہل اللہ کی حکمت عملی کہ اس طرح وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتے تھے۔

لیکن افسوس کہ اب آہستہ آہستہ تعویذ گنڈے کو ایک نفع بخش کاروبار بنا دیا گیا ہے، دنیا پرست اس کے ذریعہ سادہ لوح عوام کو لوٹتے ہیں انہیں تعویذ و جادو کے ایسے چکر میں ڈالتے ہیں کہ وہ بے چارے دین سے بھی گئے اور دنیا سے بھی۔

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ عام اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑیں۔

ہر حال میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضری و عاجزی کی طرف متوجہ کریں،

انسان کی سب سے بڑی توہین اور ذلت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق نہ ہو اور وہ بندوں کے سامنے جھکتا پھرے، اپنی امیدیں اللہ کی بجائے مخلوق سے وابستہ کرے۔

جو قصد منزل حق ہے تو پھر کتاب ہمیں کو | نجوم تیرہ شبی میں چراغ راہ بنا دو
یہی ہے درس اخوت یہی پیام وفا ہے | کہ آدمی کے ستم سے تم آدمی کو چھڑا دو

(شمارہ نمبر 46)

حیا اور غیرت ایمانی

اجزاء ایمان میں ایک بڑا اور اہم جزء شرم و حیا ہے، یہ ایک بڑا شعبہ ہے ایمان کا حدیث شریف کا مضمون ہے کہ حیا ایمان کا نصف ہے جب یہ ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا حصہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس حیا کہاں ہے کس کے پاس ہے، معاشرہ کی لعنتوں نے حیا کا مفہوم ہی ہمارے ذہنوں سے نکال دیا ہے اور ہم کو اس کا ذرا احساس نہیں نصف ایمان کو تو دھایا جا چکا ہے پھر نصف کی بقاء کی کیا صورت

ہوئی؟ کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا ہے؟

اب ڈھونڈیئے چل کر حیا کہاں ہے؟ کس جگہ ہے سب سے پہلے اپنی طرف نظر ڈالیے آپ کے نفس نے آپ کو اس چکر میں ڈال رکھا ہے کہ آپ تھوڑے بہت دیندار آدمی ہیں، نماز روزہ اور فرائض و واجبات ادا کر لیتے ہیں لیکن اس کے باوجود کیا آپ نے غور کیا ہے کہ آپ کہاں کہاں حیا سے کام لیتے ہیں؟ کہاں کہاں آپ کی نظر بہکتی ہے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صریح خلاف ورزی دیکھ کر کب آپ کو غیرت آتی ہے خلاف شرع کام کرنے میں کب خود آپ کو شرم محسوس ہوتی ہے؟ بلکہ اس کے برخلاف جو نئے نئے غیر شرعی باتوں میں کتنی رغبت اور کشش محسوس کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی جتنی غیرت ایمانی ہمارے پاس ہونی چاہیے وہ نہیں ہے۔ اب ہم اس کی کیا تشریح کریں؟ ہر شخص خود اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ سکتا ہے اپنی ذات کو پہلے دیکھ لیں پھر اپنے اہل و عیال پر نظر کریں، کیا ہمارے لڑکوں میں حیا ہے؟ کیا ہماری لڑکیوں میں حیا و شرم ہے، حیا تو کہیں بھی نہیں ہے، شرم و حیا سے سب بیگانہ اور آزاد ہیں نفس و شیطان نے سب سے پہلے ہماری حمیت اور غیرت ایمانی پر ڈاکہ ڈالا ہے، آدھا ایمان تو جا چکا ہے، اب اعمال و طاعات میں جان آئے کہاں سے؟ عورت کا سب سے بڑا شرف نسوانیت حیا ہے جس عورت میں حیا نہیں ہے اس میں نسوانیت ہی باقی نہیں سارے جسم کا پردہ اب تو قریب قریب اتر گیا ہے عقلوں پر پڑ گیا ہے اب لباس پوشاک ہی دیکھ لیجئے، کھلا ہوا سر اور سینہ، غیر محرموں سے بے حجاب ملنا جلنا، حیا کا تو نام بھی باقی نہیں رکھا اور یہ بے حیائی کے مناظر آج اچھے خاصے دیندار اور شریف گھرانوں میں بھی عام ہیں۔ الا ماشاء اللہ

اب کثرت کی بے حیائی نے ہمیں یہ سبق پڑھا دیا ہے، نہ گھروں میں حیا و شرم دکھائی دیتی ہے، نہ گھروں کے باہر، عورت کے متعلق آج یہ الفاظ ہیں کہ وہ دن ختم ہوئے جب عورت گھروں کی چار دیواری میں چھپی بیٹھی رہتی تھی اب ہم بیدار ہو گئے ہیں، گھروں سے باہر نکلیں گے، ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیں گے، ہم ہر طرح آزاد ہیں، ہم ترقی کی راہ میں مردوں سے آگے بڑھ کر نئے مقام پیدا کریں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسکولوں کالجوں میں مخلوط تعلیم:

جوان لڑکے جوان لڑکیاں سر کھلا، سینہ کھلا، نیم برہنہ لباس شرم وحیا سے بے نیاز بے باکانہ آپس میں ملتے جلتے ہیں اس طرح تمام تعلیم گاہیں ایمانی و اسلامی حمیت و غیرت سے بیگانہ ہو چکی ہیں اور اس کو تہذیب حاضر کا سرمایہ ناز سمجھا جاتا ہے کوئی ان سے پوچھے کیا تم مسلمان ہو اور کیا اسلام کا یہی تقاضہ ہے؟ تجارت گاہوں پر نظر ڈالو ناقص اشیاء چور بازاری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی کا بازار گرم ہے ان لوگوں میں انسانی حمیت و غیرت کا شائبہ تک نہیں، دفاتر میں جا کر دیکھ لو؟ دھڑلے کے ساتھ بے باکانہ رشوتیں لی جارہی ہیں، مخلوق خدا کو ستایا جارہا ہے، کیا ان کے پاس شرم و غیرت کا نام بھی ہے؟ جو محکمے عوام الناس کی فلاح و حفاظت کے لئے تھے چاہے وہ ہسپتال ہوں، میونسپل ادارے ہوں، عدالتیں ہوں، ان سب میں حق تلفی ستم رانی اور ظلم کا دور دورہ ہے، شرم و حیا سب مٹ گئی، جب شرافت ہے نہ انسانیت، نہ ایمان ہے نہ اسلام۔

ہمارا آدھا ایمان تو ناکارہ ہو چکا ہے: ہم بڑے دھوکے میں ہیں اگر کچھ عبادات طاعات کا موقع خدا نے دے دیا تو سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے اس میں تو شک نہیں کہ اس زمانے میں اتنا کچھ بھی بہت کچھ ہے مگر بندہ نواز! ذرا سوچئے تو سہی آپ کو ایک سو روپے کا نوٹ دے دیا جائے جس کے ایک طرف سارے نقش و نگار نوٹ کی تمام تر خصوصیات موجود ہوں اور دوسری طرف آپ پلٹ کر دیکھیں تو کورا کاغذ جناب اس نوٹ کا کیا کریں گے؟ اس نوٹ کی کیا قیمت ہے؟ کیا یہ ردی کی ٹوکری کی زینت بننے کے قابل نہیں؟ کیا یہ پھاڑ ڈالنے اور جلا دینے کے مطلب نہیں؟ تو صاحبو! پھر ہمارے اس ایمان کی کیا قیمت ہوگی جس کا نصف حصہ یعنی شرم و حیا ہم سے بالکل ہی حذف ہو چکا ہو ہم دوسری طرف سے بالکل کورے ہوں تو ان اعمال کا کیا وزن ہوگا؟ خدائے پاک کے سامنے کیا لے کر جاؤ گے کیا منہ دکھلاؤ گے اس پر بھی غور کیا؟ دنیا میں جتنی بھی بری چیزیں ہیں جتنی بھی گمراہیاں ہیں ساری کی ساری شروع ہوتی ہیں بے حیائی اور بے شرمی سے، ہم کیسے غافل ہیں کہ نہ ہم کو ان اعمال سے ڈر معلوم ہوتا ہے

کہ جس میں ہم مبتلا ہیں نہ ان اعمال سے جس میں ہمارے اہل و عیال، ہمارا ماحول سب مبتلا ہیں کیا وزن ہوگا ہمارے اس آدھے ایمان کا جس میں سے شرم و حیا کا بنیادی جزو نکل گیا ہو، ارے کچھ اعمال ہماری زندگی میں ایسے ہوں گے جن کی وجہ سے اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہم اعلانیہ عذاب میں مبتلا نہیں ہوئے مگر وبال اور شامت اعمال کیا کچھ کم ہیں۔

آپ نے جائزہ لے لیا، مندرجہ بالا باتوں کا اب اس کو سنکر اور دیکھ کر ہی رہ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ اس کو اپنے اوپر ڈھالنا ہے کچھ نہ کچھ تغیر کرنا ہے اپنی زندگی میں، یہ کہہ دینا کہ ہمارا ماحول اور معاشرہ شیطانی ہے یہ کیسے بدلے گا یہ خود ایک شیطانی وسوسہ ہے یہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے تم خود اپنی ذات میں تغیر پیدا کرلو، کیوں فکر میں پڑتے ہو سارے جہان کی بس ذرا ہمت سے کام لو اللہ پاک ایسی راہیں کھول دیں گے جنکا وہم و گمان بھی ہم کو نہ ہو، یہ تصور سامنے رکھ کر مانگو کہ ہمارا اعمال کا سکہ ایک طرف سے بالکل کورا ہے اس کی کیا قدر و قیمت ہوگی حالات کیسے ہی ناگفتہ بہ ہوں اللہ پاک ایسے ہی غفور و رحیم اور قادر مطلق ہیں کہ حالات کو بدلنے کیلئے ان کو ذرا دیر نہیں لگتی ان کی بارگاہ میں عرض کرو مناجات کرو ندامت کے ساتھ مانگو، یا اللہ ہماری بے غیرتی کو معاف فرما دیجئے اور ہمارے اہل و عیال تمام مسلمان بھائیوں کو معاف فرما دیجئے ہماری قوم کو اس بے حسی اور غفلت کا احساس عطا فرما دیجئے یا اللہ جن لعنتوں میں ہم گرفتار ہیں ان سے ہم کو رہائی دلا دیجئے ہم کو شامت اعمال سے بچا لیجئے، معاشرہ کی ہلاکت خیزیوں سے ہم کو بچا لیجئے دنیا و آخرت کی ہلاکت و بربادی سے بچا لیجئے ہمارے ایمان کی حفاظت فرمایئے ہماری قوم کے غیور جوانمرد جو ہماری بے حسی اور بے غیرتی کی وجہ سے کافروں کی قید و بند میں سختیاں برداشت کر رہے ہیں ان کو رہائی عطا فرما دیجئے ہمارے ہر طبقے کے لوگوں کو ہدایت فرما دیجئے ہماری زندگیوں کو خوشگوار بنا دیجئے ہم کو حیات طیبہ عطا فرما دیجئے، ہماری جملہ حاجات کو پورا فرما دیجئے ہم کو اسلام پر قائم اور خاتمہ ایمان پر فرمایئے۔ آمین (عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 49)

ایمان ...... سب سے بڑی دولت

فرمایا: کوئی آدمی ٹرین میں سفر کر رہا ہے اور اس کے پاس ٹکٹ نہیں ہے تو فرسٹ کلاس

میں سونے کی سیٹ پر ہونے کے باوجود وہ بے چینی محسوس کرے گا اور اگر اس نے دیکھا کہ کوئی
کالا سوٹ پہن کر آ گیا تو اس کی بے چینی اور بڑھ جائے گی اور دھڑ دھڑ کی کیفیت شروع
ہوجائے گی پھر بیت الخلاء میں پہنچنے کے بعد ہی اس کو سکون نصیب ہوگا اور وہاں سے نکلنا ہی
نہیں چاہے گا، سمجھنے لگا کہ عافیت اسی مقام پر ہے تو ٹکٹ نہ ہونے کی وجہ سے ٹرین کے ائیر
کنڈیشنڈ ڈبے میں بھی اسے اطمینان نصیب نہیں ہے اور اگر ٹکٹ آپ نے لیا ہے تو پھر چاہے
دروازے پر لٹکنا پڑے اور پھر ایک گارڈ نہیں بلکہ پوری پولیس پارٹی چیکنگ کے لئے آجائے
تب بھی آپ کو اطمینان رہے گا اس لئے کہ آپ کے پاس ٹکٹ موجود ہے۔ اسی طرح ایمان کی
حیثیت ٹکٹ ہی کی ہے جس سے اس دنیا میں اطمینان وسکون وابستہ ہے اور آخرت میں بھی۔

ایک قصہ: عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک نواب کا انتقال ہو گیا اس کا چھوٹا
بیٹا تھا ایک وزیر چاہتا تھا کہ بچے کو بادشاہ کی جگہ بٹھائے اور دوسرے لوگ چاہتے تھے کہ کوئی
اور بیٹھ جائے۔ ان میں اختلاف ہوا پھر یہ طے پایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر مشورہ
کریں گے، راستہ میں وزیر بچے کو مختلف سوالات کے جوابات سکھاتا رہا، جب قریب پہنچ گئے تو
بچے نے کہا کہ آپ نے جتنے سوالات کے جوابات سکھائے ہیں اگر بادشاہ ان کے علاوہ کوئی
اور سوال کرلے تو کیا جواب دوں اس نے کہا جس نے یہ سوال تمہارے ذہن میں ڈالا ہے
وہی عین وقت پر تمہارے ذہن میں اس کا جواب بھی ڈال دے گا خیر! وہاں پہنچے تو عالمگیر
حوض میں پیر ڈالے ہوئے بیٹھے تھے، وزیر نے صورتحال بیان کی تو بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے لاؤ
بچے کی آزمائش کرلیں۔ بچے کو بلایا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے اوپر لٹکا دیا اور پوچھا
کہ تجھے ڈبو دوں؟ تو بچے نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ صرف ہنسا تو بادشاہ نے بچے کو ہٹا لیا، پھر
بچے سے پوچھا تم نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہنسے تو بچے نے جو جواب دیا، وہ چاندی کی تختی پر
آب زر سے نہیں بلکہ لوح قلب پر نقش کرنے کے قابل ہے، بچے نے کہا حضور جہاں پناہ!
آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں کہ اگر کسی کا ایک ہاتھ پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا جبکہ آپ نے تو
میرے دونوں ہاتھ پکڑ رکھے تھے میں کیسے ڈوب سکتا تھا، کاش! ہم بھی اللہ تعالیٰ کی دست
گیری پر ایسا ہی اعتماد پیدا کرلیں اور ایمان لے آئیں، جیسا کہ بچے کو بادشاہ کی دست گیری پر

حاصل تھا، اگر حق تعالیٰ کی رحمت کسی کی دستگیری کرے تو وہ کیسے ڈوب سکتا ہے؟

ایک ایمان افروز بات

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! ایک شخص نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں حج کے لئے بھیجوں گا اب وہ انکار کرتا ہے سنتے ہی خفا ہو کر فرمایا کہ شرک کی باتیں مت کرو، مطلب یہ تھا کہ بھلا اس آدمی سے کیا ہوسکتا ہے اس کا دل حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ تکلیف و خوشی کے سارے دورے حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لہٰذا مخلوق سے جس نے نظر ہٹائی وہ عافیت میں ہے اور جس نے مخلوق پر نظر جمائی وہ پریشانی کا شکار ہے، تو جس کی نظر اس پر جم گئی وہ بہت اطمینان میں ہے، ایک شعر یاد آیا بہت سادہ، بہت چھوٹا مگر اتنا جاندار شعر ہے کہ اگر اللہ نے مجھ سے کچھ حصہ دیا ہو تو آدمی جھوم جائے، شاعر توحید کی ترجمانی کر رہا ہے، عموماً آدمی کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری ماں ہے، یہ میری دکان ہے، یہ میرا بنگلہ ہے، یہ میری کار ہے، یہ میری پوزیشن ہے، یہ میرے ساتھی ہیں تو شاعر کہتا ہے۔

جو نظر آتے ہیں وہ نہیں اپنے　　جو ہے اپنا وہ نظر نہیں آتا

اس لئے کہ حقیقت میں وہی اپنا ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتا، جو نظر آتے ہیں وہ اپنے نہیں ہیں، اس لئے جنہوں نے ایک قسم اپنالیا ان کے لئے کوئی پریشانی اور حیرانی نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دلوں کی دنیا حضرت حق کے ہاتھ میں ہے۔ (فیض ابرار شمارہ نمبر 52)

ایمان سب سے بڑی دولت

مسلمان کی زبان پر یہ دو جملے بڑے ثقیل ہیں "ایک تو یہ کہ ہم بڑے گنہگار ہیں اور دوسرے یہ کہ ہم دنیادار ہیں" ۔ یہ جملے صاحب ایمان کے لئے بہت ہی نامناسب ہیں تم صاحب ایمان ہو تمہارا اللہ تبارک و تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے، اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک ایک بات تمہیں بتا دی ہے، جو تمہارے دنیا میں بھی کام کی ہے اور آخرت میں بھی تمہارے پاس بہت بڑا سرمایہ ہے عالم امکان میں تم سے بڑا سرمایہ دار کوئی نہیں۔

سرمایے کی اقسام: دیکھئے سرمایے مختلف قسم کے ہیں، صاحب منصب تینا،

وزارت ہے، صدارت ہے، یہ سرمایہ ہے، مال و دولت، روپیہ پیسہ کا، جو صاحب ثروت ہیں ان کے
پاس پیسہ کا سرمایہ ہے، الغرض سرمائے مختلف قسم کے ہیں، لیکن سب سے گراں قدر سرمایہ جس
سے بڑا سرمایہ عالم امکان میں نہیں وہ صاحب ایمان کے پاس ایمان کا سرمایہ ہے، اس کے
آگے سارے سرمائے ہیچ ہیں، حقیر اور ناقص ہیں، آنکھ بند ہوتے ہی سارے سرمائے یہیں
رکھے رہ جاتے ہیں، بس یہی ایمان کا سرمایہ ہے جو دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی،
بھائی قدر کرو اپنے ایمان کی اور حفاظت کرو اس سرمایۂ ایمان کی، یہ کہنا کہ ہم بڑے گنہگار ہیں،
ہم بڑے سیاہ کار ہیں، یہ الفاظ بڑے ہی ناقدری کے ہیں، بلکہ گستاخانہ ہیں، ایسا نہ ہو، دیکھو تم
صاحب ایمان ہو اور جس پر ایمان لائے ہو اس نے اپنی شان کریمی سے اور شان رحیمی سے
اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہر مومن کا ہر گناہ معاف فرما دینے کا وعدہ فرما
لیا ہے، صاحب ایمان کے لئے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جس غفور الرحیم اور خداوند
کریم پر تم ایمان لائے ہو اور جس سے تمہارا براہ راست تعلق ہے ذرا اس کے ارشاد کریمانہ اور
رحیمانہ پر غور کرو وہ اپنے بندوں سے کن الفاظ سے خطاب فرماتے ہیں۔

(اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت
سے ناامید مت ہو، یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی
رحمت والا ہے) تو اس اعلان مغفرت ورحمت کے ہوتے ہوئے تم کیسے ناامید ہو سکتے ہو؟

بشری لغزش کا تدارک:

اب رہا یہ کہ نفسانی اور شیطانی وساوس کا آنا، لغزشیں ہو جانا اور گناہوں کا ہو جانا یہ
بھی ہماری بشریت ہے، لیکن صاحب ایمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی
حفاظت کا سامان عطا فرما دیا کہ چاہے تم سے کچھ بھی ہو جائے لغزش ہو جائے، گناہ
ہو جائے، آنکھ بہک جائے، دل بہک جائے، عمل خراب ہو جائے تم صاحب ایمان ہو، ایک
نہ ایک دن ضرور احساس ہوگا اور پچھتاؤ گے کہ یہ بات ناحق کی، بہت برا کیا، یہ گناہ ہو گیا، یہ
غلطی ہو گئی، جس دن یہ ندامت قلب میں پیدا ہوئی اور آنکھوں سے ندامت کے چند آنسو
ٹپک پڑے تو سمجھ لو کہ وہ غلطی معاف ہو گئی، وہ گناہ مٹ گیا، ندامت کے آنسوؤں نے

اعمال نامہ سے بد اعمالی کی سیاہی کو دھو دیا۔ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر ایسا احسان عظیم ہے کہ ایمان کی سلامتی کے لئے اور اس کے تحفظ کے لئے استغفار کا تحفہ عطا فرما رکھا ہے اور سے جو کچھ بھی ہو چکا اس پر استغفار کر لو، توبہ کر لو، ہر ایک سے کیوں کہتے پھرتے ہو کہ ہم گنہگار ہیں، جب تدبیر موجود ہے، تدارک موجود ہے تو پھر کیوں اپنی گنہگاری کا اعلان کرتے ہو؟ اس اعلان سے کیا فائدہ، ارے جس کا گناہ کیا ہے اس سے ندامت اور شرمندگی کے ساتھ کہو کہ یا اللہ ہم سے فلاں گناہ ہو گیا ہے معاف فرما دیجئے، معافی ہو جائے گی دوسرے سے ناپاکی کا اظہار کرنا کوئی اچھی بات ہے؟ یہ بھی کوئی فیشن ہے، یا تواضع کہ ہر ایک سے کہا جائے کہ ہم بڑے گنہگار ہیں، اچھا اگر تم گنہگار ہو تو کس سے کہو؟ گندہ آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا، اس کی کوئی وقعت اور عزت نہیں تم نے یہ کیا تکیہ اور وطیرہ کر رکھا ہے کہ بڑے گنہگار ہیں، بھائی اگر گنہگار ہیں تو کیوں توبہ استغفار نہیں کر لیتے؟ کون سی چیز مانع ہے؟

توبہ اور اس کی قوت

اس کیلئے تو آسان سی ترکیب ہے کہ رات کو سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار کر کے اس پر شکر ادا کر لیا کرو اور اپنی دن بھر کی کوتاہیوں لغزشوں کا جائزہ لو، جہاں جہاں دل بہکا، زبان بہکی ان پر استغفار کر لو پاک ہو جاؤ گے، پھر کلمہ شہادت سے ایمان کی تجدید کر لو اور پڑھو:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله. استغفر الله ربي من كل ذنب و اتوب اليه.

بس پاک ہو گئے، جب اتنا آسان نسخہ پاکی کا موجود ہے تو اپنے اس اعلان سے کہ ہم گنہگار ہیں کیا فائدہ؟ یہ بڑی ناشکری کی بات ہے اگر اسی پر پکڑ لئے گئے کہ کہتے پھرتے ہو ہم بڑے گنہگار ہیں اور توبہ استغفار نہیں کرتے تو یقیناً سزا ملے گی، سزا سے چھوٹ نہیں سکتے تو عافیت اسی میں ہے کہ گناہ ہو جائے توبہ کرو، پھر گناہ ہو جائے توبہ کرو، پھر گناہ ہو جائے پھر توبہ کرو، عمر بھر یہی کرتے رہو، ارے توبہ و استغفار میں بڑی قوت ہے، اس کی عادت ڈال کر تو دیکھو، گناہوں سے خود بخود نفرت ہو جائے گی۔

سلامتی ایمان

اگر اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتے ہو اور اپنے ایمان کا تحفظ کرنا چاہتے ہو تو کثرت سے استغفار کیا کرو اور اپنے ایمان پر شکر ادا کیا کرو کہ یا اللہ! آپ نے اپنی کروڑوں مخلوق میں سے ہم کو منتخب فرمایا کہ نبی آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔

(ماخوذ معرفت باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ شمارہ نمبر 53)

ایمان کامل کے لئے چار اہم کام

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے (کسی کو کچھ ہدیہ) دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محروم رکھا تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

حب فی اللہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خاطر محبت رکھنا عبادت ہے اور یہ محبت کسی کی وجہ سے دین ہو گی سنت کی پیروی کرتے ہوئے دیکھ کر ہو گی اور علم و عمل کی وجہ سے ہو گی، رشتہ دار ہونا ضروری نہیں رشتہ داری امیری غریبی سب برابر ہے، بندہ نیک ہونا چاہئے، اس کے ساتھ محبت کسی بھی دنیاوی غرض کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونی چاہئے، ایک حدیث میں آتا ہے، بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے چاہئے کہ سوچ سمجھ کر دوست بنائے مال و دولت و حسن و جمال دیکھ کر دوستی نہیں لگانی چاہئے بلکہ دینداری اور اتباع سنت کو ترجیح دینا چاہئے۔

بغض فی اللہ: یعنی اللہ جل شانہ کی خاطر کسی بندے میں گناہ کی بات دیکھ کر دلی محبت نہ رکھنا یہ بھی دین کی خاطر بغض فی اللہ کہلاتا ہے جو کہ عبادت ہے، اس مسئلہ کو عام طور پر بہت کم لوگ سمجھتے ہیں دنیا کی خاطر کسی سے لڑائی کرنا گناہ ہے یہ قطع تعلقی اور بدسلوکی میں شامل ہے جس کی قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں بغض فی اللہ اور چیز ہے اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر کوئی شخص بدعتی ہے یا گناہ کا عادی ہے یا دوسروں کو گناہ میں مبتلا کرنے کا قوی اندیشہ ہے ایسے شخص سے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا یعنی دلی محبت نہ رکھنا ضروری ہے جو کہ عبادت ہے بغض فی اللہ کا یہ معنی نہیں کہ وہ ہمارا دشمن بن گیا یا اس سے جنگ حلال ہو گئی ہے بلکہ اس کا مطلب صرف گناہ سے نفرت

ہے اور وہ گناہ جس میں پایا جاتا ہے اس سے دلی محبت نہ رکھنا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار کی ذات بری نہیں اس کا گناہ برا ہے۔

اعطیٰ للہ: اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو کوئی ہدیہ یا تحفہ از روئے محبت یا بطور صدقہ دینا عبادت ہے، حدیث شریف میں آتا ہے غریب قریبی رشتہ دار کو خیرات کرنے کا ثواب دگنا (ڈبل) لکھا جاتا ہے اس لئے غریب قریبی رشتہ دار کو خیرات و صدقات میں ترجیح دینی چاہئے بہر صورت کسی کو ہدیہ دینا یا تعاون کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کیلئے ہو تو عبادت ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں صدقہ ہے، اس لئے صدقہ دیتے رہنا چاہئے، اس سے مصیبتیں بھی دور ہوتی ہیں درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

منع للہ: کسی کو نہ دینا، روک رکھنا اگر تو یہ کنجوسی کی وجہ سے ہے تو گناہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کی خاطر ہے تو عبادت ہے، مثلاً کوئی مانگنے والا آتا ہے جبکہ اس کے پاس ایک دن رات کے کھانے پینے کا سامان ہے پھر اس کو دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا غلط پیشہ بن رہا ہے، اس کے مانگنے سے پہلے اس کو دے دیں یا اس کی غربت معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو خود پہنچا دیں تو ثواب ہوگا اسراف اور شرعی ضرورت کے بغیر خرچ کرنا گناہ ہے، اس کی جگہ سے روک رکھنا منع للہ میں داخل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا کی نیت سے ہو کے یہ چار کام جو کوئی بہ رضائے حق کرے گا اس کا ایمان کامل اور مکمل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرما دیں۔ آمین (شمارہ نمبر 59)

ایمان کی کسوٹی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہونا" اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور سچا عشق میں ہو تو ایمان کا دعویٰ قبول ہوگا ورنہ نہیں۔

اب عشق و محبت کے معیار سے متعلق قرآن کریم کا فیصلہ سنئے، سورۂ عنکبوت کی پہلی آیت کا ترجمہ ہے "کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے، اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا"۔

اس دستورِ الٰہی کے متعلق کبھی آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا کیا امتحان لیا اور اس امتحان میں ہم کیسے رہے؟ ہر امتحان میں فیل ہی ہوتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دعویٰ کیسے قبول ہوگا؟

ایمان کا معیار:

یہ کیسے معلوم ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پوری دنیا کی بہ نسبت زیادہ محبت ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کر لینا بہت آسان ہے، اس کا معیار اور کسوٹی سمجھ لیجئے، وہ معیار یہ ہے کہ جب دو محبوبوں کا حکم آپس میں متضاد ہو، یعنی ایک پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے کے خلاف ہوتا ہے، دوسرے پر عمل کرتے ہیں تو پہلے کے خلاف ہوتا ہے، ایک محبوب کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو دوسرا محبوب ناراض ہوتا ہے تو ایسے موقع پر انسان جس کے حکم کی تعمیل کرے گا اور جس کی رضا کو مقدم رکھے گا، گویا اس کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔

ذرا اپنے قلب کو اس معیار پر لائیے، تجسس کیجئے، ٹٹولئے اور پھر انصاف سے بتائیے کہ کیا واقعۃً آپ کو پوری دنیا کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلے میں بیوی کا تقاضا کچھ اور ہے؟ والدین کا، بہن بھائیوں کا، بچوں کا، دوسرے اعزہ و اقارب، احباب اور حکام کے مطالبے کچھ اور ہیں، ان حالات میں اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ محبت اور ان پر ایمان کا دعویٰ قابل قبول ہوگا ورنہ نہیں، پوری دنیا راضی ہے یا ناراض کچھ بھی ہو جائے ہر حال میں دین کا تقاضا یہ ہے فکر اس بات کی رہے کہ کہیں محبوب حقیقی ناراض نہ ہو جائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر دنیا بھر کی رضا کو قربان کر دے اور کسی ناراضی کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

اسی طرح جو گناہوں کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک طرف اور اس کے مقابلہ میں نفس کا حکم دوسری طرف، نفس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو، مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ کبھی ان گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ، اس موقع پر اگر آپ نفس کا تقاضا پورا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، محبوب کو راضی رکھنے کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ محبت اور ایمان کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن الناس من يتخذ من دون الله انداداً يحبونهم كحب الله

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانوں کی تقسیم کردی، بعض وہ ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ ان کو پوری دنیا کی بہ نسبت اللہ سے زیادہ محبت ہے، بس صرف دو ہی قسمیں ہیں، اب ہم سوچ لیں کہ ہم کس قسم میں داخل ہیں، قرآن وحدیث سے ثابت ہوگیا کہ ایمان وہی قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، ایمان بنانے کے لئے درج ذیل نسخوں کا استعمال بہت مفید ہوگا۔

1- غور وفکر ومحاسبہ نفس: روزانہ اس معیار پر لا کر اپنے نفس کو دیکھتے رہنا چاہئے محاسبہ کرتے رہیں سوچتے رہیں کہ کیا واقعۃً آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے نفس کے تقاضوں کو قربان کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ ایمان قبول ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اگر اس کے برعکس آپ نفس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دیتے ہیں تو ایمان قابل قبول نہیں، اس کو صحیح کرنے کی کوشش کیجئے۔ کبھی کبھی نفس کو مخاطب ہو کر کہیں، ارے کمبخت! تو کیسے برے برے تقاضے کر رہا ہے، میں تیری خاطر مالک کو ناراض کردوں، تیری خاطر جنت کی نعمتیں چھوڑ دوں؟ تیری خاطر جہنم میں جاؤں، میں تیری خاطر اپنی عاقبت برباد نہیں کرسکتا، جب تک آپ نفس کے محاسبے کی عادت نہیں ڈالتے اصلاح نہیں ہوسکتی۔

2- ایک مختصر دعا: ہر نماز کے بعد تین بار مانگ لیا کریں۔ اللھم انا نسئلک علی طاعتک

"یا اللہ! ہم تیری اطاعت پر تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں جب تک تیری دستگیری نہیں ہوگی ہمارے اندر ہمت پیدا نہیں ہو سکتی، ہم کمزور ہیں، ہمارے مقابلے میں نفس و شیطان اور معاشرہ و ماحول غالب ہے، یا اللہ! ان کے مقابلہ میں تیری اطاعت پر، تیری نافرمانیوں سے بچنے پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

3- اصلاحی اشعار: جہاں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی آنے لگے تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پڑھنا شروع کر دیجئے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

خطرہ ہو تو اس وقت ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا نہ چاہئے

اسی طرح جب غیر اللہ کی طرف دل متوجہ ہونے لگے تو یہ شعر پڑھئے۔

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں کیلئے دربار دل

یعنی اس دل میں غیر کیلئے کوئی جگہ نہیں، یہ دل تو صرف اللہ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت عطا فرمائے جو تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بسلسلہ اقوال رشید شمارہ نمبر 59)

اسوۂ حسنہ

صلی اللہ علیہ وسلم

نبوی جواہر پارے مسنون دعاؤں کی تشریح

حلیہ مبارک، حضور علیہ السلام کے مبارک معمولات

عادات و اخلاق، سیرت طیبہ کا تقاضا

حضور علیہ السلام بحیثیت شوہر

اسوہ حسنہ کی روشنی میں معاشرتی و گھریلو زندگی کیلئے زریں ہدایات

حضرات صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

صحابہ کرام کے ایمان افروز واقعات اور ان خوش نصیب صحابہ کا تذکرہ جنہیں

حضور علیہ السلام کی طرف سے فرداً فرداً جنتی ہونے کی بشارت کا تمغہ دیا گیا

اللہ کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں، جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ ادھر آؤ، یہاں تمہاری حاجت (مطلوبہ چیز) ہے، پس وہ ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر اللہ کے پاس جاتے ہیں تو) اللہ تعالی ان سے پوچھتے ہیں (حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں) میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، وہ آپ کی تسبیح و تکبیر اور آپ کی تحمید و تمجید کر رہے تھے، اللہ تعالی ان سے پوچھتے ہیں، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں، اللہ کی قسم، انہوں نے آپ کو دیکھا تو نہیں، پس اللہ تعالی فرماتے ہیں، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو وہ آپ کی بزرگی اور اس سے بھی زیادہ آپ کی پاکیزگی بیان کرتے، تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں وہ آپ سے جنت مانگتے ہیں، اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، اللہ کی قسم، اے رب! انہوں نے جنت تو نہیں دیکھی، اللہ تعالی فرماتے ہیں، اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کیلئے ان کی حرص اور طلب اور زیادہ شدید ہو جائے اور اس میں ان کی رغبت اور زیادہ بڑھ جائے اللہ تعالی پوچھتے ہیں، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالی پوچھتے ہیں کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں، اللہ کی قسم، انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے کہیں زیادہ دور بھاگیں اور اس سے کہیں زیادہ ڈریں، اللہ تعالی فرماتے ہیں، پس میں تمہیں اس بات کا گواہ

بتاتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا، فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے، ان میں فلاں آدمی ان میں سے نہیں تھا، وہ تو صرف ایک کام کیلئے آیا تھا (کہ ان کی مجلس ذکر میں بیٹھ گیا) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (بخاری و مسلم)

انوکھا صدقہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک آدمی نے کہا میں ضرور صدقہ کروں گا، پس وہ (ایک رات) اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک شخص کے ہاتھ پر رکھ آیا پس صبح کے وقت لوگ باتیں کررہے تھے کہ آج رات کوئی ایک چور پر صدقہ کرگیا ہے، تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا، یا اللہ! تیرا شکر ہے، ایک چور پر صدقہ ہوگیا میں دوبارہ صدقہ کروں گا، وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو اس نے ایک عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا (کہ یہ عورت کہاں گذارا کرتی ہوگی) صبح کے وقت لوگ باتیں کررہے تھے کہ آج رات ایک بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا ہے، تو صدقہ کرنے والے نے (سن کر) کہا، یا اللہ! تیرا شکر ہے، بدکار عورت پر (صدقہ ہوگیا ہے) میں (آج رات) پھر ضرور صدقہ کروں گا، وہ پھر اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک شخص کے ہاتھ پر رکھ دیا، صبح کے وقت لوگ باتیں کررہے تھے کہ آج رات ایک مال دار پر صدقہ کیا گیا ہے، تو اس نے کہا، اے اللہ! تیرا شکر ہے، ایک چور پر، ایک بدکار عورت پر، اور ایک مال دار آدمی پر (صدقہ ہوگیا) پس رات کو اسے خواب آیا اور اسے بتلایا گیا (کہ تیرا صدقہ بے کار نہیں گیا ہے، بلکہ) تیرا صدقہ جو چور پر ہوا تو شاید اس کی وجہ سے وہ چوری کرنے سے باز آجائے اور بدکار عورت، شاید وہ بدکاری سے تائب ہوجائے اور مال دار آدمی، شاید وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور صحیح مسلم میں بھی اس کے ہم معنی روایت ہے۔

صدقہ مصیبت کو دور کرتا ہے: سالم بن ابی الجعد کی روایت ہے کہ صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص تھا جو لوگوں کو بہت تکلیف پہنچایا کرتا تھا، لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کے لئے بددعا کریں، صالح علیہ السلام نے جواب دیا کہ جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہوجاؤ گے، وہ شخص روزانہ لکڑیاں

چننے جایا کرتا تھا، چنانچہ وہ اس روز بھی اسی ارادہ سے نکلا، اس روز اس کے پاس دو روٹیاں تھیں اس نے ایک کو کھا لیا اور دوسری کو صدقہ کر دیا، غرض وہ لکڑیاں چن کر شام کو صحیح و سالم واپس لوٹ آیا، حضرت صالح علیہ السلام کو تعجب ہوا، انہوں نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں آج لکڑیاں چننے نکلا تھا اور میرے پاس دو روٹیاں تھیں، میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھا لیا تھا، حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھڑی کو کھولو، لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک سیاہ سانپ تھا کسی درخت کے تنے کی مانند موٹا پڑا ہوا تھا اور اپنا دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے تھا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے اسی عمل یعنی صدقہ کی وجہ سے اللہ نے تجھے اس سے بچا لیا۔ (شمارہ نمبر ۱۹)

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب: فرمایا کہ دیکھو حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ دین کے کاموں میں خرچ کرنے کو فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہا معاذ اللہ کیا اس میں کوئی خدا کا نفع ہے ہرگز نہیں یہ خرچ واقعی میں فی سبیل اللہ الحکم ہے اس لحاظ سے تو اگر یہ قانون کر دیا جاتا کہ صدقہ اس شخص کا قبول ہوگا جو پہلے اتنی فیس داخل کرے تو ہم کو فیس دے کر خرچ کرنا چاہیے تھا کیونکہ ہمارے نفع کا کام تھا مگر افسوس آج کل مسلمانوں کو بنکوں میں تو پیسہ داخل کرانے کی ہوس ہے اور خدا کے پاس جمع کرنے کی ہوس نہیں۔ (دوائے دل) (شمارہ نمبر ۴۸)

سنہری باتیں

دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہو اور اپنے حقوق کا مطالبہ اللہ سے کرو: میں نے اپنے بڑوں سے ایک اصول سنا ہے جو در حقیقت حدیث پاک سے مستنبط ہے آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ دوسرے ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ مجھے شریعت عرف و عقل و بصیرت کے اعتبار سے کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم

الامور (اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے)

حدیث میں آیا ہے: "رشتہ جوڑو، جو تم سے کاٹے، اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو اور جو تم سے برائی کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

ایک حدیث میں ہے: رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلے کے طور پر رشتہ جوڑتا ہے بلکہ وہ ہے جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو اس کو جوڑے۔

ہمارے بزرگوں نے قرآن و حدیث سے مستنبط کرکے جو بات دو فقروں میں فرمادی ہے اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں چین ہوگا اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے رہا ہے تمہاری غیبت کر رہا ہے وہ تمہیں اپنی نیکیاں دے رہا ہے اگر ان کے پاس اپنی نیکیاں نہیں تو تمہارے گناہ اپنے سر لے رہا ہے حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ جو شخص کسی کو گالیاں دے اور مارے اس کا قصاص ضرور لیا جائے گا حتی کہ بے سینگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا۔ تمہارے ذمہ جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کو ادا کرنے کی کوشش کرو، جہاں سے تمہیں بھی زیادہ ملے گا تمہارے ذمہ اگر کسی کا ایک دانق ہوگا تو اس کے عوض میں سات سو مقبول فرض نمازیں آخرت میں کاٹ لی جائیں گی۔ (شامی)

صرف چار احادیث انسان کیلئے کافی ہیں: ارشاد فرمایا: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعے میں سے صرف چار کا انتخاب فرمایا کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے کافی ہیں، چار تو وہی ہیں جن کو امام اعظم نے منتخب فرمایا ہے اور ایک کو نہیں لیا ہے کیوں کہ اس کا مضمون ان میں آگیا ہے امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی گویا امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں سارا دین آگیا ہے، وہ چار حدیثیں حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: انما الاعمال بالنیات (تمام اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے) جو کہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے کرو، اگر کوئی نماز دکھاوے کے لئے پڑھے گا کہ لوگ بزرگ سمجھیں تو یہی نماز منہ پر ماردی جائے گی۔

اگر یہی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے ہو تو بہترین عبادت ہے، صاحب مظاہر حق نے

انما الاعمال کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی مسجد میں جائے اور دو رکعت نماز پڑھے اس کے ساتھ اعتکاف کی نیت کرلے، وغیرہ وغیرہ تو اس کو ثواب میں نیت کے لحاظ سے بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔

حدیث۲: لا یکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضی لنفسہ۔

مومن حقیقی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اگر اس حدیث پر آدمی عامل بن جائے تو سارے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں خود تو چاہے سارا میرا ہو دوسروں کے لئے میری تو جھگڑے کیسے ختم ہوں، اس حدیث میں حقوق العباد آگئے چونکہ (المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں) اس حدیث کا مضمون اوپر والی حدیث میں آگیا ہے اس کو امام اعظمؒ نے مستقل شمار کیا ہے، امام ابوداؤد نے ترک کردیا ہے۔

حدیث۳: "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ"

انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے، لایعنی میں مشغول ہونے سے نہ دین کا نفع ہے نہ دنیا کا، ایک صاحب کا میرے پاس خط آیا، انہوں نے اپنے بعض معاصرین کے بارے میں بے جا اعتبار کیے تھے، میں نے ان کو جواب دیا مجھ کو کیا ان حالات کا قبر میں جواب دینا ہے؟ کیا منکر نکیر سوال کریں گے؟ اس دھندے میں خواہ مخواہ کیوں پھنس گئے ہو؟ صوفیاء کے یہاں پاس انفاس کی مشق اس لئے کرائی جاتی ہے کہ اگر آدمی کچھ نہ کرسکے تو کم از کم ہر سانس میں اللہ کا ذکر تو کرے۔

حدیث۴: الحلال بین و الحرام بین۔

حلال و حرام واضح ہیں مگر ان کے درمیان بعض مشتبہ مشکوک چیزیں ہیں جو ان سے بچے گا وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرے گا، اس کا نام تقویٰ ہے جس میں مختلف ہو بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں، مگر چھوڑ دینا چاہئے کیوں جھگڑے میں پڑے۔ (ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ شمارہ نمبر ۹۶)

نبوی جواہر پارے

دین کیا ہے: دین نام ہے اللہ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے اسلام اور عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنے کا۔ (مسلم)

غصے کی ممانعت: ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی خواہش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری)

شفقت و مہربانی: خدا نے ہر چیز پر شفقت واجب کی ہے، یہاں تک کہ ذبح کرو تو اس جانور پر بھی شفقت کرو۔ (بخاری)

دنیا کی بے ثباتی: دنیا کیلئے ایسا عمل کرو گویا ہمیشہ رہو گے اور آخرت کیلئے ایسا کرو گویا کل مرو گے۔ (دارمی)

بلند ہمتی: علو ہمت ایمان ہے۔ (ترمذی)

عمل و نسب: جس کو عمل اس کو آگے نہ بڑھا سکا اس کو نسب آگے نہ کر سکیگا۔ (ترمذی)

امانت و عہد: جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں جس کے پاس وفا نہیں اس کا دین کامل نہیں۔ (بخاری)

دھوکہ دہی: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (بخاری)

مجلسی گفتگو: مجلسوں کی باتیں امانت ہونی چاہئیں۔ (بخاری)

مشورہ طلب کرنے والا اور مشورہ چاہا ہوا امانت دار ہے۔ (مسلم)

معاہدہ: اچھا معاہدہ ایمان کا ایک جزو ہے۔ (ترمذی)

منافق کی علامتیں: منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب لڑے تو گالی دے، جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری)

ادائے حق: مالدار کا (کسی کا حق دینے میں) حیلہ بہانہ کرنا ظلم ہے۔ (ابن ماجہ)

مزدوری: مزدوروں کی مزدوری مار لینا بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ (ترمذی)

ادائے امانت: جو امانت سپرد کرے اس کی امانت دے دو اگر چہ اس نے خیانت کی ہو۔ (مسلم)

اخلاقی بلندی: ہر نیک سلوک صدقہ ہے۔

☆ جو تجھ سے الگ ہو اس سے مل جا، جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلائی سے پیش آ۔ (ترمذی)

اہل خانہ سے سلوک: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے بہتر ہو اپنے اہل خانہ کیلئے۔

رفع شر خلائق: کامل مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے لوگ بچے رہیں۔ (بخاری)

☆ وہ مومن داخل نہیں ہوگا جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

☆ بدترین شخص وہ ہے جس کے ڈر سے لوگ اس کی عزت کریں۔

مخلوق سے محبت۔ بہترین عقلمندی ایمان کے بعد لوگوں سے محبت ہے۔

☆ تمام مخلوق خدا کا خاندان ہے، پس خدا کا محبوب وہ ہے جو اس کے خاندان کو محبوب ہے۔

☆ بد خلقی عمل کو اس طرح برباد کرتی ہے جیسے شہد کو سرکہ۔ (جامع صغیر)

☆ بد خلقی نحوست ہے اور تم میں سب سے بدتر وہ ہے جو سب سے بد خلق ہے۔ (ترمذی)

پانچ اہم امور: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، جوانی بڑھاپے سے پہلے، تندرستی بیماری سے پہلے، مالداری فقیری سے پہلے، زندگی موت سے پہلے اور فرصت مشغولیت سے پہلے۔ (منبہات ابن حجر)

پہلوان کون ہے: پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جس نے غصے کے وقت اپنے کو قابو میں رکھا۔ (بخاری کتاب الادب)

محبت کا ذریعہ: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب اس پر عمل کرو تو آپس میں محبت زیادہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں اسلام کا طریقہ شائع کرو۔ (ترمذی ج ۲، نمبر 32)

☆ مومنوں میں سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے کامل ہو۔ (طبرانی)

☆ ایک اور موقع پر فرمایا کہ اچھے اخلاق خدا کا سب سے بڑا عطیہ ہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں دو عورتوں کی بابت سوال ہوا ایک با اخلاق تھی مگر نوافل کی پابند نہ تھی، دوسری بد اخلاق تھی اور رات دن عبادت میں مصروف رہتی تھی، لوگوں نے پوچھا کہ ان میں سے پہلے جنت میں کون جائے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: "اچھے اخلاق والی"۔ (مستدرک حاکم)

نجات کا وعدہ: فرمایا جس نے چھ باتوں کی ذمہ داری لی، میں اس کے جنتی ہونے کی ذمہ داری لیتا ہوں، نماز، زکوٰۃ، شرم گاہ کی حفاظت، حلال کی کمائی، زبان کی نرمی۔ (طبرانی، وسط عن ابوہریرہؓ)

اصلاح قلب: خدا تمہارے جسموں اور شکلوں کی طرف نگاہ نہ کرے گا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھے گا۔ (مسلم عن ابی ہریرہؓ)

دل کی سختی: تم لوگ خدا کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات نہ کیا کرو، کیونکہ اس سے دل سخت ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ خدا سے دور سخت دل ہے۔ (ترمذی)

کمال ایمان: جس نے اللہ کیلئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے روکا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔ (بخاری)

شوہر کا حق: جس عورت کا شوہر آخر دم تک اس سے راضی رہا وہ جنتی ہے۔

صلہ رحمی کا زیادہ حق دار کون ہے: حضرت حکیمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صلہ رحمی کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں۔ (ترمذی)

☆ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ ایمان کو اس طرح برباد کر دیتا ہے، جس طرح کہ ایلوا شہد کو برباد کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان کا احترام: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کا قتل کرڈالنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

☆ سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ اپنے بھائی سے تو ایسا جھوٹ بولے جسے وہ سچ سمجھ رہا ہے۔ (حدیث)

☆ جس نے میری خاطر اپنی زبان کو بری باتوں سے روکا اور شرمگاہ کو زنا سے بچایا تو میں اس کا ضامن ہوں، خدا سے کہہ کر اس کو جنت دلواؤں گا۔ (حدیث)

☆ جس نے کام میں دیر کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے جلدی کی وہ خطا کاری کے بہت قریب ہو گیا۔ (حدیث)

☆ عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر، عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا دارومدار صرف خدا ترسی پر ہے۔ (حدیث)

☆ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے اس کے دامن میں دوست اور دشمن پرورش پا رہے ہیں، اگر اس کی رحمت آڑے نہ آئے تو کوئی بڑے سے بڑا عبادت گزار اپنی عزت و آبرو اور اپنے دین کی عصمت کو نہیں سنبھال سکتا۔ (حدیث)

☆ کمال اس چیز کا نام ہے کہ باوجود قدرت کے اپنے کمزور بھائی پر رحم کرے اپنے ہمسایہ کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ (حدیث)

☆ اسلام کے اندر ایک ایسی قوت پوشیدہ ہے جو سب کو ایک کر دیتی ہے اور سینکڑوں برس کی نفرتوں کو مٹا دیتی ہے۔ (حدیث)

☆ دنیا میں نصیحت کرنے کے واسطے زمانہ اور جدائی کے لئے موت بہترین یادگار ہے۔ (حدیث)

مصوری کا انجام: جس گھر میں کتا اور تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری)

☆ اللہ تعالیٰ صرف تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کو تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کی بھی خوب خبر ہے۔ (حدیث) (شمارہ نمبر 33)

شوقِ علمِ حدیث

۱۔ حضرت جابرؓ ایک ماہ کی مسافت طے کر کے ایک حدیث ایک صحابی سے بالمشافہ (خود) سننے کیلئے تشریف لے گئے حالانکہ وہ حدیث آپ کو پہلے معلوم تھی۔

۲۔ حضرت ابو ایوبؓ (جن کا نام خالد ہے) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ایک حدیث تازہ کرنے کیلئے مصر گئے تھے مسلمہ بن مخلد وہاں کے حاکم تھے ان سے حضرت عقبہؓ کا گھر معلوم کیا اور وہاں جا کر نہ بیٹھے نہ آرام کیا حدیث سن کر واپس آ گئے حضرت عقبہؓ نے عرض کیا کہ یا آپ کو

آئیں یا میں پیچھا آؤں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں آپ مجھے حدیث سنادیں میں واپس چلا جاؤں گا۔

۳: یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اپنے استاد محمد بن فضل رحمہ اللہ سے کہا مجھے فلاں حدیث سنادیں جب وہ سنانے لگے تو فرمایا لو میں کتاب دیکھ لوں کتاب لینے کیلئے جانے لگے تو ان کا دامن پکڑ لیا فرمایا زبانی تو سنادیں زندگی کا بھروسہ نہیں ہے پھر کتاب سے بھی سنادیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (شمائل ترمذی)

۴: ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بغداد تشریف لے گئے تو بغداد کے ہزاروں لوگ استقبال کے لئے باہر نکلے ہارون رشید کی بیوی اپنے محل پر چڑھی تو خلقت کا ہجوم دیکھا شور برپا ہے پوچھا یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ ایک محدث کے استقبال کے لئے جارہے ہیں پوچھا وہ محدث یہاں رہتا ہے کہا یہاں سب اس کے شاگرد ہیں کہا کہ یہاں بار بار آتا ہے؟ کہا نہیں کہنے لگی پھر دلوں پر اس کی حکومت ہے تمہاری (ہارون رشید) نہیں استقبال میں آنے والے حدیث سنتے تھے نعرہ بازی اور ہلڑ بازی نہ ہوتی تھی عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے درس حدیث دیا جب درس ختم ہو گیا تو لکھنے والے اس میدان میں جو دواتیں چھوڑ گئے ان کی تعداد ۲۰ ہزار تھی (بروایت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ) بعض سے یہ بھی سنا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو چھینک آئی تو انہوں نے الحمدللہ کہا حاضرین نے یرحمک اللہ کہا جس سے اس قدر شور برپا ہوا کہ بادشاہ کی بیوی سن کر حیران ہوئی۔

۵: یحییٰ بن معین کے والد نے ترکہ میں دس لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑا یحییٰ صاحب نے سب کا سب حدیث حاصل کرنے میں خرچ کر دیا۔

۶: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس امت کے مصائب کو طلباء حدیث کے اشغال سے زائل فرما دیتے ہیں۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

مشغلہ حدیث کے فضائل: ۱۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ کریں جو میری بات سنے اور یاد کرے اور آگے پہنچائے۔

۲: طبرانی کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم ارحم خلفائی فرما کر حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو دعا دی صحابہ نے پوچھا کہ آپ کے خلفاء سے مراد کون ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری باتیں (حدیثیں) سیکھ کر آگے لوگوں تک پہنچائیں۔

۳: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینی معاملہ میں میرا امتی اگر چالیس حدیثیں زبانی یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عالم شمار فرمائیں گے اور اس کو شہید لکھ دیا جاتا ہے۔

۴: حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ قریب میرے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مجھ پر زیادہ درود بھیجا ہوگا اور محدثین سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ (اوجز المسالک)

۵: محدث کبیر امام مسلم رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا اور حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جنت کو میرے لئے مباح (جائز) قرار دے دیا یعنی جہاں چاہوں چلا جاؤں۔

امام مالکؒ کا ادب حدیث: ۱: سولہ مرتبہ بچھو نے کاٹا مگر حدیث کو منقطع نہ کیا۔

۲: بیماری یا عذر کے بغیر مدینہ منورہ پیشاب پاخانہ نہیں کرتے تھے۔

۳: مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سواری نہیں کی فرماتے کہ جس سرزمین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے مجھے حیا آتی ہے کہ اس میں گھوڑے پر سواری کروں۔

۴: اور اسی وجہ سے مدینہ منورہ میں جوتے بھی نہ پہنتے تھے۔ اللھم انی اسئلک رزقاً طیباً و علماً نافعاً و عملاً متقبلاً آمین ثم آمین۔

یکجا از مضامین: حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ (شمارہ نمبر 31)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں

حضرت عائشہؓ کی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا، میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر، ہائے میرا سر، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میرا سر (یعنی بطور مزاح فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا کوئی بات نہیں اگر تو اس سر درد میں مر گئی تو میں تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھا کر تجھے دفن کر دوں گا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ آپ میرے بعد میرے گھر میں اور بیوی لا کر رہیں گے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

ایک بوڑھی عورت سے خوش طبعی: حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا تشریف لائیں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی ماں جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی وہ یہ سن کر روتی ہوئی واپس چلی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوں گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو جوان بنا کر دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر مسکرانا: حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر فرمایا اے ابن خطاب تجھے معلوم ہے کہ میں تیری طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات تیری طرف شفقت اور رحمت سے دیکھا ہے اور تجھے اسلام کی چابی بنا دیا ہے۔ (شمارہ نمبر 21)

اللہ پاک کو ہنسا دینے والے تین کام!

حدیث میں ہے کہ چند باتیں ایسی ہیں ان سے اللہ کو ہنسی آتی ہے، جیسی ہنسی اس کی شان کے مناسب ہے، حدیث میں ہے کہ تین موقعوں پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

پہلا موقع: ایک میدان حج میں جب ننگے سر، ننگے پاؤں، گرد پڑا ہوا، بال بکھرے ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، نہ خوشبو اور نہ زینت اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بندے پھر رہے ہیں، حق تعالیٰ کو اس موقع پر ہنسی آتی ہے کہ کیا چیز ان کے گھروں سے نکال کر لائی ہے، بیوی بچے چھوڑے، وطن چھوڑا، آخر یہ کیوں فقیروں کی طرح بے وطن ہوئے ہیں؟ میری محبت میں ہی تو پھر رہے ہیں حق تعالیٰ چاہتے ہیں اور ملائکہ سے کہتے ہیں کہ تمہیں گواہ کرتا ہوں، میں نے ان سب کی مغفرت کی، یہ میری محبت میں گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے

ہیں، میں کریم ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ گھر بار چھوڑیں اور میں توجہ نہ کروں، میں نے ان سب کی مغفرت کی، تو خوش ہو کر مغفرت فرماتے ہیں، اس خوشی کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا۔

دوسرا موقع: جب مکبر تکبیر کہے اور لوگ دوڑ دوڑ کر آرہے ہیں کہ صف اول میں جگہ ملے، ہر ایک کہتا ہے مجھے ملے، گویا ایک قسم کا جھگڑا ہے اور آگے پیچھے کی دوڑ ہے، حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے، کہ یہ جو اپنا گھر چھوڑ کر میرے گھر آئے ہیں ان میں سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے، یہاں کوئی مٹھائی روٹی تو نہیں مل رہی؟ یہ آخر کیوں دوڑ رہے ہیں؟ یہ میری محبت میں دوڑ رہے ہیں، یہ ہمارا دربار جان کر آئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے جتنا بھی قریب ہو جائیں گے اتنے ہی ہمارے درجات بلند ہوں گے، اس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

تیسرا موقع: فرمایا گیا کہ خاوند اور بیوی پڑے ہوئے سو رہے ہیں، اچانک خاوند کی آنکھ کھلی اور جی چاہا کہ تہجد پڑھوں، اس نے بیوی کے منہ کے اوپر چھینٹا مارا وہ ہڑبڑا کر اٹھی، اس نے کہا کیا مصیبت آئی ہے، خاوند نے کہا دو رکعت نفل پڑھ لے تہجد کا وقت ہے، حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ اس کی محبوبہ ہے اس کے پاس لیٹی ہے، آرام سے میٹھی نیند سو رہی تھی، ایک دم گھبرا کے اٹھی کہ بارش تو نہیں آگئی، خاوند نے کہا، بارش تو نہیں، مگر دو رکعت پڑھ لے، تو یہ آگے سے کہتی ہے کہ میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی توفیق ہوگئی، اس نے بھی کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں، یا بیوی نے خاوند کے منہ پر چھینٹا مار دیا اور وہ ہڑبڑا کے اٹھا، تو یہ موقع بھی حق تعالیٰ کی ہنسی کا ہوتا ہے، چونکہ یہ تینوں چیزیں درجات کے بلند ہونے کا باعث ہیں اور اللہ کی انتہائی رضا کا وقت ہے، اس واسطے اس کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا، تو یہ جو فرمایا گیا کہ: والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاما۔

کہ جب رات تنہائی میں گزارتے ہیں تو کبھی سجدہ و رکوع میں اور کبھی تلاوت میں ہیں، اس پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں، کسی کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو میں بڑا عابد زاہد ہوں، کسی کو دکھلانے کیلئے نہیں اٹھا، یہ صرف مجھے دکھلانے اور میری رضا کے لئے اٹھا ہے، میں کریم ہوں، بخشتا ہوں اور مغفرت کرتا ہوں۔

اب گویا تین باتیں ہوگئیں، گھر سے نکلو تو تواضع کی چال چلو، قال ہو تو سلامتی کا کلمہ

ہو برے کلمات نہ ہوں، جاہلانہ باتیں نہ ہوں اور رات گزارو تنہائی میں جب کہ کسی انسان سے سابقہ نہیں تو سجود و قیام اور اللہ کے ذکر و اطاعت کرو۔ (خطبات حکیم الاسلام ۳)(شمارہ نمبر ۹)

اللہ کی پناہ میں آیئے!

تنگی سے، برے خاتمہ سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ معلم انسانیت، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری امت سے فرمایا تعوذوا باللہ من جهد البلاء و درک الشقاء وسوء القضاء و شماتة الاعداء (متفق علیہ) "اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگو آزمائش کی مشقت سے، برے خاتمہ سے، بری تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے"۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان (مذکورہ بالا) چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے (سنن النسائی)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ میں آنے کی دعا مانگنے کا حکم بھی فرمایا اور یہ دعا مانگ کر عملاً تعلیم بھی فرمادی۔ اب جو بھی امتی اس دعا کو مانگے گا اسے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل کی برکت واجر، سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا اور ساتھ ہی وہ جامع دعائے استعاذہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی و کامیابی بھی پائے گا، آیئے ہم علمائے محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات کی روشنی میں مذکورہ حدیث میں بتائی گئی چار چیزوں کے مفہوم کو سمجھ کر ذرا غور کریں کہ ان سے پناہ مانگ کر ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا اور جب فائدہ معلوم ہو گیا تو ان شاء اللہ عمل کی توفیق بھی ملے گی۔

۱: **جهد البلاء**: سب سے پہلی چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کا حکم ہوا ہے وہ ہے جهد البلاء اس کا لفظی ترجمہ ہے آزمائش ومصیبت کی مشقت وسختی مگر اس کے معنی و مفہوم کی وسعت کے احاطہ میں حالات کی جو قسمیں آتی ہیں وہ علماء کرام نے واضح کی ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی حالت ہے جس میں آدمی زندگی سے تنگ آجائے اور موت کو پسند کرنے لگے یعنی ایسی مشکل وآزمائش کی حالت کہ اگر انسان کو زندگی و موت

میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا حکم ہو جائے تو وہ موت کو اختیار کرلے بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد وہ حالت ہے کہ جس میں آدمی کی عیالداری کثیر ہو اور آمدنی کم ہو۔

انسانی زندگی کی مشکلات کی یہ دو ترجیحی صورتیں ہیں جو اس لفظ کے مفہوم کے ضمن میں علماء نے ذکر کی ہیں ورنہ یہ لفظ صرف انہیں دو صورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر مشکل صورتحال اس کے تحت داخل ہے لہٰذا جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے جہد البلاء سے بچنے کی دعا مانگے وہ زندگی کی ہر مشکل سے محفوظ رہے گا یا تو مشکل آئے گی نہیں یا آئے گی تو ایمان و جان و آبرو کی سلامتی کے ساتھ اس سے نکلنے کی راہ مل جائے گی۔

۲: درک الشقاء: درک کا معنی ہے لاحق ہونا، شقاء کا معنی ہے بدبختی و محرومی یعنی محرومی کے لاحق ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو، علماء نے لکھا ہے کہ یہاں بطور خاص سوء خاتمہ مراد ہے کہ خدانخواستہ جس کا خاتمہ بخیر نہ ہو تو وہ ابدی محرومی و بدنصیبی میں جا گرا اب اس کے بخشے جانے کی امید نہیں رہی، ہاں دنیا کی زندگی میں جو اتار چڑھاؤ رہتا ہے وہ عارضی ہے، معلوم ہوا جو درک الشقاء سے بچنے کی دعا مانگنے کا معمول رکھے گا اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا (اللہ تعالیٰ کے فضل سے)

۳: سوء القضاء: تیسرا نمبر سوء القضاء سے بچنے کے لئے اللہ سے دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے، سوء کا معنی تو ہے بری، تکلیف دہ، خواہ وہ مونث ہو یا مذکر۔ قضاء اصل میں اللہ تعالیٰ کے اس ازلی فیصلہ کو کہا جاتا ہے جو اس نے امور کلیہ سے متعلق ازل سے نازل کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ایک لفظ ہوتا ہے قدر، اللہ تعالیٰ نے کلیات کے لئے اجمالی فیصلے ازل میں فرما دیئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی جزئیات کے اپنے وقت پر واقع ہونے کا نام ہے، یہاں سوء القضاء سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی امر ایسا پیش نہ آئے جو ہمارے دین و دنیا کے معاملے میں نقصان دہ ہو۔

۴: شماتة الاعداء: دشمنوں کی خوشی، یہ بھی دنیا کی زندگی میں بہت بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے کہ آدمی کو کوئی ایسی صورت پیش آ جائے جس سے اس کے دشمن خوش ہو جائیں، شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک تاجر کو تجارت میں نقصان ہو گیا تو اس نے ملامت کرتے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا ہمارے اس نقصان کا کسی کو بتانا نہیں ہے، بیٹے نے کہا

سب جان اس پابندی کی کیا وجہ ہے؟ کہا بیٹا یہ اس لئے تا کہ ہماری مصیبت دوگنا نہ ہو جائے، مال کا نقصان ایک دکھ ہے اور اگر اس کی خبر دشمنوں تک پہنچ گئی تو وہ خوش ہوں گے اور یہ ہمارے لئے دوسری مصیبت ہوگی۔

کافر مسلمانوں کے دشمن ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان آخرت میں اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوا تو کافر اس پر طعنہ ماریں گے کہ تم تو کافر تھے تمہیں کس چیز نے عذاب کا مزہ چکھایا تم تو ماننے والے تھے یہ بھی شماتۃ الاعداء ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ (آمین)

آئیں آج سے ہم حضور اکرم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اس دعا کو اپنے معمولات میں شامل کرلیں۔

اللھم انی اعوذبک من جھد البلاء و درک الشقاء و سوء القضاء و شماتۃ الاعداء

علامہ کرمانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ دعا بہت ہی جامع ہے کیونکہ ایک آدمی کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے وہ یا تو دینی ہوگا یا دنیوی، اگر دینی ہے تو یا وہ مبدء کی جہت سے ہوگا جس سے بچنے کی دعا سوء القضاء میں آگئی ہے یا آخرت کی جہت سے ہوگا اور اس سے تحفظ کی دعا درک الشقاء میں ہوگئی اور اگر دنیا کی کوئی تنگی و پریشانی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا وہ اپنے گھر کے حالات میں ہوگی اس سے حفاظت جھد البلاء میں مانگی گئی یا وہ باہر کے معاشرے سے ہوگی تو اس سے بچنے کیلئے شماتۃ الاعداء کا لفظ آگیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دنیا و آخرت کے خسارہ سے محفوظ رکھے آمین (شمارہ نمبر 58)

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء "یعنی مخلوق خدا پر رحم و شفقت کرنے والوں پر رحمٰن کی رحمت نازل ہوتی ہے لہٰذا تم زمین والوں پر رحم و شفقت کرو تا کہ تم پر وہ رحم کرے جو آسمان میں ہے"۔

رحمت کی اہمیت: رحم کو طبعی طور پر ہر شخص اچھا جانتا ہے تو حسب قاعدۂ شریعت کو بہتر ہے کہ ساتھ اس کی ترغیب دینے کی ضرورت نہ تھی مگر اس حدیث میں بڑے اہتمام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب دی ہے، معلوم ہوا کہ یہ بڑی چیز ہے۔ فرماتے ہیں الراحمون یرحمهم الرحمن کہ رحم کی بڑی خاصیت یہ ہے کہ رحم کرنے والے پر حق تعالیٰ رحم فرماتے ہیں یہ تھوڑی فضیلت نہیں، خدا کی رحمت سے زیادہ کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات دو طرح کی ہیں۔

بعض صفات کے آثار کی تمنا تو بعض میں ہوتی ہے ہر وقت نہیں ہوتی مثلاً عدل یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس کے معنی ہیں کہ ہر کام کے مقتضا پر پورا حکم ظاہر کرنا ظاہر ہے کہ گناہگار تو کبھی عدل سے ڈرتے ہیں گو ان کو عدل کی تمنا کب ہوگی لیکن یہ صفت رحمت ایسی ہے کہ اس کی تمنا ہر وقت اور ہر شخص کو ہے، طاعت میں بھی اور گناہ میں بھی بلکہ گناہ میں تو اس کی بہت ہی ضرورت ہے، کیونکہ یہ رحمت ہی ہے کہ باوجود اس قدر نافرمانی کے پھر بھی مواخذہ نہیں ہوتا، دنیاوی حکام تو ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ نہیں ہوتا دنیاوی حکام تو ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بڑے بڑے گناہوں پر بھی انعامات بند نہیں فرماتے۔

رحمت حاصل کرنے کا طریقہ: ایسی راحت کی چیز (رحمت) کے حاصل ہونے کا طریقہ بتاتے ہیں کہ "اگر تم رحم کرو گے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا"۔ یہاں اللہ پاک کی جگہ رحمٰن فرمایا جس کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑی رحمت ہے تو وہاں سے رحمت کا آنا بعید نہ سمجھو یہ ایسا کلام ہے جیسا کہ کسی سے کہیں کہ اگر تم یہ کام کرو گے تو فلاں کروڑ پتی تمہیں انعام دے گا، مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ انعام یقینی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ بڑے مالدار ہیں ویسے ہی یہاں رحمٰن کا لفظ اختیار کرنے میں اشارہ ہے جزا کے یقینی ہونے کی طرف اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے تم کو دینے سے کبھی کمی نہ آئے گی۔

رحم کرنا واجب ہے: چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ بعض لوگ ایسے ہوں گے جو سب کی پرواہ نہ کریں گے اس لئے اول بصیغہ امر حکم فرماتے ہیں ارحموا من فی الارض کہ تم زمین والوں پر رحم فرمایا کرو اس لفظ سے رحم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمارے ذمہ واجب فرما دیا اس کے بعد ترغیب دیتے ہیں یرحمکم من فی السماء کہ آسمان والا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

حق تعالیٰ شانہٗ زمین و آسمان سے پاک ہے اس کے لئے کوئی مکان نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لفظ من فی السماء استعمال فرمانا بغرض اظہار عظمت ہے۔

سب کیلئے رحم: ارحموا من فی الارض سے حکم رحم تمام ذوی العقول کو عام ہو گیا، مسلمان ہوں یا کافر اور دوسری حدیث میں جانوروں تک کے ساتھ بھی رحم کرنے کا حکم وارد ہے۔

دوسرے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر کافروں پر رحم کرنا واجب ہے تو ان سے قتال کیوں جائز کیا گیا کیونکہ اول تو قتال ان کے شرکی سزا ہے ترک رحم کرنا مقصود نہیں بلکہ جن مستحقین رحم پر وہ بے رحمی کرتے تھے ان پر رحم ہے۔ (مواعظ الصالحین ص ۱۳ شمارہ نمبر 42)

جامع نصیحتیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا! ابو ہریرہؓ! متقی بن جاؤ، تمہارا شمار سب سے زیادہ عبادت گزاروں میں ہو گا، قانع بن جاؤ، سب سے زیادہ شکر گزار مانے جاؤ گے، جو اپنے لئے پسند ہو اسی کو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو، مومن بن جاؤ گے، پڑوسیوں سے بہتر سلوک کرو، مسلمان بن جاؤ گے، کم ہنسا کرو زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

احنف بن قیسؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: (۱) جو زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ (۲) جو مذاق کرتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے۔ (۳) جو جس کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے۔ (۴) جو باتیں زیادہ کرتا ہے وہ ذلیل اور بدنام ہو جاتا ہے (۵) جو بدنام ہو جاتا ہے وہ بے غیرت ہو جاتا ہے (۶) جو بے حیا ہو جاتا ہے اس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے (۷) جس کا تقویٰ کم ہو جاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے (۸) جس کا دل مر جائے اس کے لئے جہنم کی آگ ہی مناسب ہے۔ (شمارہ نمبر 47)

ایک صحابیہؓ کی بے مثال محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک انصاریہ عورت کے باپ بھائی اور شوہر غزوۂ احد میں تینوں شہید ہو گئے، باری

باری تین تخت حادثوں کی آواز جس کے کانوں میں پڑتی تھیں لیکن ہر بار صرف یہ پوچھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

لوگوں نے کہا بخیریت ہیں اس نے پاس آ کر چہرہ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھی آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی اور برادر بھی فدا

اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم (شمارہ نمبر 22)

حدیث شریف

ایک صحابی نے پوچھا کہ بہترین اور بدترین لوگ کون سے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں وہ بہترین ہیں اور جن کی عمر لمبی اور عمل برے ہوں وہ بدترین ہیں۔ (احمد دارمی)

✡ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ جس نے جمعہ کی نماز پالی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

عورتوں کو گھر بیٹھے رشک کرنے کی وجہ سے اس کا پورا ثواب مل جائے گا۔ ان شاء اللہ (بحوالہ علم و عمل) (شمارہ نمبر 46)

دنیا سے دلی محبت کرنے والے کیلئے تین مصیبتیں

حضرت ابوعبیدہ اسدیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کے قلب میں دنیا سما جاتی ہے تو اس پر تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱-ایسی مصروفیت جس کی مشقت سے کبھی نجات نہیں ملتی۔

۲-ایسی امیدیں جن کا منتہیٰ نہیں۔

۳-ایسی حرص جس کا خاتمہ نہیں۔ (حبیب المذنبین) (شمارہ نمبر 12)

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان

اپنے مال کو فخر سے کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، درحقیقت یہ ہے کہ اس کا مال اس کے جمع شدہ مال سے صرف تین چیزیں ہیں، ایک تو جس نے کھا لیا اور ختم کر دیا، دوسرے وہ جو اس نے پہن لیا اور پرانا کر کے چھوڑ دیا اور تیسرے وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ذخیرہ آخرت کا بنا لیا، ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو مال اس کا ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑنے والا ہے، وہ اس کا نہیں ہے۔ (شمارہ نمبر 12)

شرعی پردہ کی اہمیت

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم سامنے آ گئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے چونکہ عبداللہ نابینا تھے، اس لئے ہم دونوں نے ان سے پردہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور اسی طرح اپنی جگہ بیٹھی رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ سکتے ہیں اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں (بھی) نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

نابینا سے پردہ کرنے کا حکم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی جہاں تک ممکن ہو سکے مردوں پر نظر نہ ڈالیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نابینا تھے، پاکباز صحابی تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیویاں نہایت پاک دامن تھیں، اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بیویوں کو حکم دیا کہ حضرت عبداللہؓ سے پردہ کریں، یعنی ان پر نظر نہ ڈالیں۔

دیکھو! جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہ تھا وہاں سے اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کیلئے اس حکم کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے کہ مردوں کو جھانکا تانکا کریں، ہاں اگر کوئی عورت کسی مجبوری سے سفر میں نکلی اور راستہ میں چلتے ہوئے بلا اختیار راہ گیروں پر نظر پڑ گئی تو وہ دوسری بات ہے لیکن قصداً ارادہ سے مردوں پر نظر ڈالنا منع ہے، سورہ نور کی آیت میں مردوں اور عورتوں کو نظریں پست کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اس سے بیاہ شادی کی اس قبیح رسم کی قباحت بھی معلوم ہوئی کہ جب دولہا دلہن کو
لے کر رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کو اسلامی کیسے گھر کے اندر بلایا جاتا ہے اور جو عورتیں کنبہ ی
پاس پڑوس کی یا مہمانی میں دور دراز سے آنے والی موجود ہوتی ہیں سب دولہا کو دیکھتی ہیں
اور سالیاں اس سے مذاق کرتی ہیں کوئی اس کا جوتا چھپاتی ہے اور کوئی اس کے ہاتھ پر چوٹ
لگاتی ہے اس طرح عورتوں کے بھرے مجمع میں ایک غیر محرم مرد کا آجانا جو جوانی سے بھرپور
اور بہترین لباس و پوشاک پہنے ہوئے ہے، کسی طرح درست نہیں خصوصاً جب کہ عورتوں کا
مقصد ہی دولہا کو دیکھنا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے مجلس برخاست ہونے کے بعد عورتیں
بڑی بے باکی سے دولہا کی شکل وصورت پر تبصرہ کرتی ہیں۔ (از خواتین کے شرعی احکام)

جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ہے

چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، پھوپھا، خالو، شوہر کا
چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا۔ (از شرعی پردہ صفحہ نمبر 63)

پانچ لاکھ حدیثوں کا خلاصہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ کو فرمایا: "بیٹا ان
پانچ احادیث پر پورا اعتماد و عمل کرو جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے منتخب کیا
ہے" وہ احادیث یہ ہیں:

۱- انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲- من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ آدمی کے اسلام کی اچھائی اور
خوبی سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی (اور فضول) باتوں کو ترک کر دے۔

۳- لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی
شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کیلئے بھی وہ چیز پسند نہ
کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴- المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (حقیقت میں)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

۵۔ الحلال بین والحرام بین: حلال بھی بالکل ظاہر ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ باتوں سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور عزت و آبرو کو بچا لیا اور جو شخص ان مشتبہ باتوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں جا پڑے گا جیسا کہ کوئی شخص چراگاہ کے گرد جانور چراتا ہو تو قریب ہے کہ وہ کسی وقت چراگاہ میں جا پڑے گا سنو ہر بادشاہ کی کوئی نہ کوئی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ (جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے) اس کی بھی چراگاہ ہے اور وہ چراگاہ محرمات ہیں۔ (وہ باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے حرام قرار دیا ہے) سنو انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہو (یعنی تندرست ہو) تو سارا جسم صحیح اور تندرست ہوتا ہے اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہو (یعنی فاسد اور خراب ہو) تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے خبردار کہ وہ دل ہے۔ (انتخاب لاجواب) ماہ نمبر 55۔

ماہتاب عرب کی نظر کیمیا اثر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت کا ثبوت تو اس درجہ کھلا ہوا ہے کہ نصاریٰ اور یہود کی تاریخیں بھی ان سے لبریز ہیں، خدا جانے وہ کونسا کیمیاوی اثر تھا جو ہر شخص کو ایمان لاتے ہی ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں صرف ایک نظر سے اس انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا تھا جو ہزار سال کی ریاضت و مجاہدہ سے بھی حاصل ہو جائے تو اندازہ ہے۔ آج سطح زمین پر کون شخص ہے جو اس کا انکار کرے کہ آپ جس وقت وحشت میں ڈال دینے والے دعوے کو پکارنے کے لئے تن تنہا مکہ میں کھڑے ہوئے خود آپ کے لئے بھی ایسا خوفناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے تھے، اور ہاتھ پاؤں کپکپائے جاتے تھے، پھر آپ پر ایمان لانے والوں کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس پر ان حضرات کی پختگی و ثبات قدم دیکھئے دیکھئے۔ بالو کی ریت پر تپتی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں لٹائے گئے، بدن پر تپتی ہوا چھونا برداشت کیا، گرم پتھروں پر جھلسنا گوارا کیا، زخم کھائے، خون کے فوارے بہے مگر "احد احد" کا کلمہ جس کی مٹھاس دل میں بیٹھ چکی تھی زبان سے نہ ہٹا پڑتے چلے۔

خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے بس تھے وہ کسی قسم کی اعانت نہ کر سکتے تھے، اپنے طفل نو آموز کی یہ تکلیف دیکھتے اور یوں فرما کر چلے جاتے کہ "اے بلال! صبر، صبر"۔

اور جس نظر کیمیا اثر سے متاثر ہوئیں تو زنجیروں میں جکڑنا پسند کیا، یہ بیوی کی آنکھیں، سر اور پیشانی کے پاس پکڑ کر سنگریزوں پہ گھسیٹی گئیں، شرم گاہوں پر نیزے اور برچھیاں ماری گئیں، آخر جان بحق تسلیم ہوئیں، مگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر نہ ہو سکا پر نہ ہو سکا۔

حضرت صہیب گرفتار کر کے غلام بنائے گئے، بخدا قبول کیا، مشکیں کسی گئیں، کال کوٹھڑی میں ڈال دیئے گئے، کھانا بند کر دیا گیا، فاقوں پر فاقے برداشت کئے مگر یہ نہ ہو سکا کہ جو کلمہ زبان سے پڑھ لیا تھا، ایذا رسان دشمنوں کے پنجۂ ظلم سے صرف بچنے کے لئے اس کا ظاہری شکل بصورت توریہ انکار کر جائیں، آخر سولی پر لٹکائے گئے اور کہا گیا کہ بچہ اسلام سے باز آ جاؤ تو نجات و راحت ملے، مگر اس پاک شخص کو تو راحت اسی میں تھی کہ جس کیمیا اثر نے پیغام دیا ہے اس کی عظمت کے خلاف بات زبان پر نہ آنے پائے، اس لئے ہنسے اور کہہ دیا کہ اس خیال سے درگزر کرو جو کچھ کرنا ہے۔ آخر سولی پر چڑھ کر یہ کلمات کہتے ہوئے کہ: "خدایا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا آخری سلام پہنچا دیجیو"

دنیا سے سدھارے اور انکار و کفر کا کلمہ زبان پر لانا بھی گوارا نہ کیا۔

ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا واقعات ہیں جنھوں نے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ آپ کی نظر میں وہ اثر تھا کہ جس پر پڑی اس کو کامل اطاعت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا کر رہی، ایک جوان شخص نے صد آرزو نکاح کیا اور جب تمناؤں کی پوری کرنے والی گھڑی آئی اور پہلی شب میں وصال کا وقت قریب پہنچا تو کان میں آواز پڑی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں کو جنگ میں لے جانے کے لئے بلا رہے ہیں، اس آواز کا سننا تھا کہ موت کا خوفناک میدان اور خون کی ندیاں اور بھالوں کا جنگل اس پیاری بی بی کے نظارہ سے زیادہ پیارا معلوم ہونے لگا، جس کو عمر بھر کی آرزوئیں حاصل کر کے حاصل کیا تھا، چنانچہ فوراً تیر کمان اور تلوار و نیزہ سنبھال کر احد کی وادی میں آ پہنچے اور دو چار وار کے بعد شربت شہادت پی کر میٹھی نیند سو رہے۔

جنگ بدر کا ہولناک منظر نظر کے سامنے تھا اور سرداران قریش کا عشرت و نشاط میں

ڈوبا ہوا مست لشکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قلیل جماعت کو گھور رہا تھا۔ ایک انصاری نونہال جس کی نوجوانی پر دشمن کو بھی ترس آ جاتا ہے، کھجوریں (توشہ دان) میں چھوہارا نکال کر کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں لڑتا لڑتا مر جاؤں تو کیا انعام ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس لفظ کا نکلنا تھا کہ اس ہونہار کے قلب پر بجلی کوند گئی، خدا جانے اس کو کس قدر آپ کی سچائی کا اعتماد تھا جس نے اس کو حصول جنت تک بیتاب بنا دیا، شاید اس کو اپنی جوانی کا لحاظ ہوا کہ ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟ نہ ماں باپ کا خیال آیا کہ مجھ بغیر ان کا کیا حال ہوگا؟ نہ نیزہ کی سنان یا تلوار کی دھار سے ڈر معلوم ہوا کہ جسم سے کیا تکلیف ہوگی؟ سب کچھ اس کے ذہن سے محو ہو گیا اور جنت جس کا نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا گویا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، کہ اس کو مٹھی میں پڑی ہوئی کھجور کا لقمہ دشوار پڑ گیا، آخر اس کو پھینکا اور یہ کہہ کر کہ "بخ بخ اس کے کھانے میں دیر ہوتی ہے"

آگے بڑھا اور شہید ہو کر جنت کو سدھارا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ جنھوں نے کسی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ کے سینہ کو چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اس کو دانتوں سے چبا کر یہ کہتے ہوئے تھوکا تھا کہ "آج میرے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑ گئی"۔

جس وقت مسلمان ہوگئیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آپ کے منہ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض منہ نہ معلوم ہوتا تھا اور آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ دنیا بھر میں کوئی چہرہ محبوب نہیں آتا"۔

غرض ایسے بیسیوں واقعات ہوں تو کوئی نظیر بھی پیش کرے یہاں تو جو حالت ہزاروں کو مسلم صحابہ اور خود آنحضرت علیہ السلام رسالت کی ہوئی وہ سب کو معلوم ہے کہ ناز پروردہ شاہزادوں اور امن و عافیت کی زندگی گزارنے والے رئیس زادوں، یعنی قریش اور اہل عرب نے مسلمان ہو کر کیا کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھائیں؟ گھر چھوڑے، بے وطن ہوئے، دولت چھوڑی، ثروت چھوڑی، مال چھوڑا، حکومت چھوڑی، کنبے سے منہ موڑا، بال بچوں سے علاقے توڑے، بچپن کے یاروں اور مدت کے احباب و آشناؤں سے نا آشنا ہوئے، عزت کو خیرباد کہا،

راحت یا ماسے حاصل رہی، تلواروں کی چھاؤں میں آئے، فاقوں کے بستر پر بیٹھے،
مزدوریاں کیں، کئی کئی فاقوں پر شکم سیری کے لئے پانی کے بھاری ڈول کنوؤں سے کھینچے اور
ایک ایک ڈول پر ایک ایک چھوارا لے کر پیٹ بھرا، غرض ہر قسم کی مصیبتوں میں جو کچھ پڑا
سب ہنسی خوشی برداشت کیا، مگر ایمان کی حلاوت جس سے زبان و قلب آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹی پر نہ
چھوٹی، آخر وہ کونسی دولت تھی جس نے ان کو قدم پر رکھا تھا اور وہ کونسی لذت تھی جس کو ان تمام
دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو رہا تھا۔

ابو جندلؓ جو ایمان لانے کی سزا میں مکہ کے اندر پابہ زنجیر اور اندھیری کوٹھڑی میں قید
تھے موقع پا کر عین اس وقت جب کہ میدان حدیبیہ میں صلح نامہ کی تکمیل ہو رہی تھی کسی تدبیر
سے بھاگ آئے اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان مجھے ضرور اپنی پناہ میں لے لیں گے اسلامی لشکر
میں آکر گر پڑے، مگر سہیل نے اصرار کیا کہ ابو جندلؓ کو واپس کر دو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابو جندلؓ کو ہاتھوں ان کے باپ کے ہاتھ میں پکڑا دیا، یہ وہ وقت تھا کہ ایمان کی آزمائش
کے لئے اس سے دشوار گھڑی شاید مشکل سے ملے کہ خود مسلمان ہی ابو جندلؓ کو کفار کا تختۂ
مشق بنانے کے لئے کافروں کے حوالے کر رہے ہیں، مگر اللہ رے خداوندی منظر کی نظر کیسا اثر
کہ ابو جندلؓ روتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ میں بڑی مصیبت سے بھاگا ہوں اب مجھے
دشمنوں کے حوالے نہ کرو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "اے ابو جندلؓ! صبر کرو
خدا تمہارے لئے کوئی دوسری سبیل نکالے گا"۔

چنانچہ ابو جندلؓ پھر اسی زنداں مصیبت میں داخل ہوئے، مگر وہ کلمۂ توحید
جس کی حلاوت و شیرینی سے زبان و قلب ایک دفعہ آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹا، پر نہ چھوٹا، وائے
حیف کہ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کسی بھولے منہ سے یہ بہتان کا کلمہ نکلے کہ: "اسلام
بزور شمشیر پھیلا" (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رسالہ شمارہ نمبر ۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح و شام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل اور سچی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل ہے اور کچھ بھی نہیں
حضور کی عادات کھانے کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے پہلے

ہاتھ دھوتے اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا نوش فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ پینے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی چوس کر بغیر آواز کے نوش فرماتے بغیر سانس لیے بعض اوقات ٹھہر کر تین گھونٹوں سے کبھی کبھی پیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق سلیم لباس میں: تمام لباسوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ زیادہ پسند فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ، ٹوپی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور جوتہ مبارک: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاندی کی انگوٹھی پہنتے اور جوتا چپل نما یا کھڑاؤں نما جوتا پہنا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سونے اور جاگنے میں: اول رات آرام فرماتے آخر اور نصف آخر کے اول حصے میں اٹھ جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت خوشبو کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر رات میں خوشبو لگایا کرتے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کنگھا کرنے اور تیل لگانے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت مسواک کرتے وضو کرتے اور سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔

حضور کا معمول ناخن کتروانے میں: ہاتھ کے ناخن کتروانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب ذیل ملحوظ فرماتے، سیدھا ہاتھ شہادت کی انگلی، بیچ کی انگلی، بیچ کی انگلی کے برابر والی انگلی، چھنگلی، الٹا ہاتھ، چھنگلی، اس کے برابر والی انگلی، بیچ کی انگلی، شہادت کی انگلی، انگوٹھا، سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سفر میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لئے خود روانہ ہوتے یا کسی کو روانہ فرماتے تو جمعرات کے دن کو روانگی کیلئے مناسب خیال فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ قضائے حاجت کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو بایاں قدم پہلے اندر رکھتے اور جب باہر نکلتے

تو بایاں قدم پہلے باہر رکھتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ چھینک کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھینک لیتے تو الحمد للہ فرماتے، اگر کوئی ہم نشیں جواب میں یرحمک اللہ کہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یھدیکم اللہ ویصلح بالکم سے اس کا جواب دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ گفتگو میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ سننے والا بآسانی یاد کر لیتا بلکہ اگر کوئی گننے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ گننا چاہتا تو گن بھی سکتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں دعاء کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعائیں سبحان ربی الاعلیٰ الوھاب کے الفاظ سے شروع کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک عادات وعظ میں وتقریر میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے اور اگر میدان جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مجلس کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعظ وتلقین کی مجالس باقاعدہ منعقد فرماتے کہ لوگ آ کر بات چیت کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ عیادت میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اس سے کھانے کے لئے پوچھتے اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے کہ مریض جو مانگے وہ اس کو دو۔ (نبوی ہیکل ونہار) (شمارہ نمبر ۹۹)

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا تذکرہ!

اہمیت ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فرمایا۔ صاحبو! حضور کا ذکر مبارک تو وہ شے ہے کہ اگر اس پر کچھ بھی موعود نہ ہوتا تو حضور کی محبت بمقتضہ من احب شیئاً اکثر ذکرہ اس کو مقتضی ہے کہ آپ کا ہر وقت ذکر کیا کرتے اور چونکہ حضور کا ذکر عین عبادت ہے، اس واسطے حق تعالیٰ نے خود اسقدر مواقع آپ کے ذکر کے مقرر فرمائے ہیں کہ مسلمان

سے بالکمال ذکر ہوتی جاتی ہے دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ میں السلام علیک ایہا النبی موجود ہے اور قعدہ ظہر میں اور عصر اور مغرب اور عشاء میں دو دو ہیں اور فجر میں ایک تو کل نو قعدے ہوئے اور سنن مؤکدہ اور وتر میں لیجئے ظہر میں تین، مغرب میں ایک، عشاء میں تین اور صبح میں ایک تو کل آٹھ قعدے ہوئے، کل یہ سترہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، پھر پانچوں وقت فرائض اور سنن و وتر کے قعدے اخیرہ میں کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے یعنی سترہ اور گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپ کا ذکر کرنا روزانہ ایسا ضروری ہے کہ اس سے کسی طرح مفر ہی نہیں۔

پھر پانچوں وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے اس میں اشہد ان محمدا رسول اللہ موجود ہے جس کو موذن اور سننے والا دونوں کہتے ہیں، پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی کی جاتی ہیں اور دعا کے آداب میں سے کردیا گیا ہے کہ اس کے اول و آخر درود شریف ہو غرض اس حساب سے اٹھائیس سے بھی زیادہ تعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کی ہوگی اور بھی جو مواقع ہیں کہ ان میں پڑھے یہ پڑھے سب شامل ہیں اور جو طالب علم حدیث شریف پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں رہتے ہیں اس لئے ہر حدیث کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف موجود ہے، چنانچہ احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے اور ان میں جابجا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہے اور درمیان میں بھی جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا ہے وہاں بھی درود شریف موجود ہے، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ایسا گوندھ دیا ہے کہ بغیر ذکر کے مسلمان کو چارہ نہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ذکرِ ولادت آپ کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکرِ ولادت کرتے ہیں اس لئے کہ ہر وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے۔

معیارِ محبت: پس محبت کا مقتضی تو یہ ہے کہ آپ کا ہر وقت ذکر ہو اور اس کے لئے اس کی

ضرورت نہیں کہ اس کی مجالس منعقد کی جاویں اور مٹھائی منگائی جاوے۔ جب ذکر ہوا عاشق اور محبت کو تو کیونکر کیسے صبر ہو سکتا ہے اور دیکھو کسی سے اگر محبت ہو جاتی ہے تو محب کی کیا حالت ہوتی ہے کہ ہر وقت اس کی دھن میں بے قرار رہتا ہے اگر اس میں کوئی کہے کہ میاں ذرا ٹھہر جاؤ ہم مجلس آراستہ کرلیں اور مٹھائی منگالیں اس وقت ذکر کرو وہ کہے گا معلوم ہوتا ہے تمہاری محبت کاذب ہے جو اتنی دیر تک ذکر محبوب سے صبر کرتے ہو، محبت تو وہ شے ہے جیسے مجنوں کی حالت تھی۔

اور ہم نے تو اکثر مجالس میں میلاد والوں کو یہی دیکھا ہے کہ یہ محبت سے بالکل خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ بڑا معیار محبت کی اطاعت ہے کسی نے خوب کہا ہے:

تعصي الرسول وانت تظهر حبه — هذا لعمري في الفعال بديع

لو كان حبك صادقا لاطعته — ان المحب لمن يحب مطيع

"یعنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے اپنی جان کی قسم! یہ امر افعال عجیبہ میں سے ہے کہ اگر تیری محبت صادق ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا اس لئے کہ محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔"

مولود پڑھنے والوں کو دیکھا ہے کہ مجلس میلاد کا اہتمام کرتے ہیں مکانوں کو سجا رہے ہیں، لائٹ پہ لائٹ سے سجے ہوئے ہیں اور سامان روشنی کا فراہم کر رہے ہیں اور اس درمیان میں جو نماز دین کے وقت آتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے اور نماز کو قضا کیا کرتے ہیں۔ کیوں صاحبو! کیا محبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی صورتیں اور یہ ان کی حالت ہوتی ہے؟ کیا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حق ہے کہ پانچ روپے کی مٹھائی منگا کر تقسیم کر دی اور سمجھ لیا کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا؟ کیا آپ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ کوئی پیشہ ور یا [illegible] سمجھ لیا ہے؟ کہ تھوڑی سی مٹھائی پر خوش ہو جاویں تھوڑے سے نذرانے پر راضی ہو جاویں تو بھئی نعوذ باللہ یاد رکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبین سے خوش نہیں ہوتے سچے محب وہ ہیں جو اقوال وافعال وضع انداز ہر شے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت کرتے ہیں۔

شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میرے ایک دوست حافظ مشتاق رسول نامی ہیں وہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فریفتہ ہیں وہ کسی کی محبت کی وجہ سے ذکر ولادت مروج

طریق سے کیا کرتے تھے انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم اس کی شفاعت نہ کریں گے جو ہماری بہت تعریف نہ کرے، مطلب اس کا یہی ہے کہ جو شخص نرا دعویٰ کرتا ہو اور نعتیہ اشعار پڑھتا ہو لیکن اطاعت نہ کرتا ہو تو اس کی شفاعت نہ کریں گے۔

میں نے جو "اصلاح الرسوم" کتاب لکھی ہے اس میں ایک فصل ذکر میلاد کے متعلق بھی ہے چنانچہ وہ فصل طریقہ مولد کے نام سے علیحدہ طبع ہوئی ہے تو جب یہ کتاب لکھی گئی تو مجلس میلاد کے متعلق کا نپور میں لوگوں نے بہت شور کیا، اسی اثناء میں ایک شخص صالح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس اختلاف کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس میں صحیح کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشرف علی نے جو لکھا ہے وہ سب صحیح ہے۔

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں جو کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" لکھی ہے اس کے آخر میں ان دونوں خوابوں کو مفصلاً درج کر دیا ہے لیکن میری غرض ان خوابوں کے ذکر کرنے سے مدعا کا اثبات نہیں ہے، اثبات مدعا کیلئے تو مستقل دلائل ہیں۔

الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور اس پر شکر اور فرحت مامور بہ ہے، چنانچہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اسی نعمت کا ذکر اور اس پر فرح کا امر ہے۔ (از افادات: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، شمارہ نمبر 9)

اخلاق نبوی

ایک مرتبہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملنے کیلئے آئے، دونوں بہن بھائیوں میں بہت زیادہ محبت تھی اور آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے حبیبہ (رضی اللہ عنہا)! کیا معاویہ (رضی اللہ عنہ) تمہیں بہت پیارا ہے؟" ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے"۔ (رہبر کامل)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرما رہے تھے دوران تلاوت کہیں کوئی سہو ہو گیا حضرات صحابہ میں سے کسی صحابی نے تصحیح فرمادی بعد نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے استفسار فرمایا کہ کس نے لقمہ دیا تھا؟ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ میرا بھی گمان یہی تھا کہ یہ ابی بن کعبؓ ہی ہوں گے۔ (رضی اللہ عنہم)

(حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات سے انتخاب شمارہ نمبر 60)

سیرت طیبہ کا تقاضا.............اتباع و عمل

اتباع سنت بھلائی کا راستہ: حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری بڑے بزرگ اور حکیم ہیں ان کا ایک ملفوظ ہے "جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے اتنا ہی بھلائی کی طرف چلو گے، جتنا اتباع سے دوری ہوگی اتنی ہی ہلاکت ہوگی" فرمایا اللہ کے نزدیک آج قبولیت کے دروازے بند ہیں بجز اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آج کوئی نجات نہیں پاسکتا بغیر کامل اتباع کے۔

اتباع سنت دو قسم پر ہے: متابعت دو طرح کی ہے ایک ظاہری اعمال میں نماز، روزہ، معاشرت، معاملات، اخلاق میں اس کے جتنا قریب ہوں گے اتنا ہی اس کا وزن بڑھے گا، باطن کے انوار جن پر ظاہر ہوتے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں اتباع سنت کی برکات کے انوار کیا ہیں، آج لوگ نئی چیز کو پوچھا کرتے ہیں کوٹ پتلون جوتا وغیرہ میں کیا ہوا آج ساری دنیا اس لباس میں مبتلا ہے ہم اس کو ناجائز تو نہیں کہتے مگر جو انوار و برکات اس سادہ لباس میں ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استعمال کئے وہ ان میں ہرگز نہیں ہو سکتی، اسی طرح وضع قطع عادات و شمائل صورت و سیرت میں جتنی قربت ہوگی اتنا ہی وزن ہوگا آپ کی محبت کا مدار ہے ساری چیزوں کا جتنا اس سے دور ہوں گے اتنا ہی نحوست آئے گی۔

اور دوسری چیز ہے باطنی متابعت کہ ہم اپنے دل لگائیں خدا کی یاد میں ہم نے سیکڑوں سا

تعلقات باندھ رکھے ہیں، دنیا بھر کے جھگڑے اپنے دل کے ساتھ باندھ رکھے ہیں بس یہ نہ ہو، حقوق تو سب کے ادا ہوں، خیال سب کا ہو مگر دل ہمیشہ خدا کی یاد میں لگا رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی شان تھی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ظاہری اعمال تو ہم دیکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر کیا اعمال تھے؟ آپ نے فرمایا گھر کو صرف عبادت خانہ نہیں بنایا تھا، ہنس مزاج گھر کے دھندے سب میں ہاتھ بٹاتے تھے مگر کوئی کام دین کا آ گیا تو سب چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے، یا دین کے خلاف کوئی بات کہتا تو آپ کو غصہ آ جاتا، حق کی حمایت یہ ہیں کہ قلب کو مشغول رکھیں اللہ کی یاد میں۔

جیسے ہم کو نماز میں خشوع حاصل نہیں ہوتا تو اس مرض کو پہچانو مختلف علاج ہیں اس کے ابن عطاء فرماتے ہیں اللہ پاک متوجہ ہوں بندے کی طرف اور بندہ متوجہ نہ ہو اس میں کوئی بیماری ہے، اللہ کے ذکر سے زیادہ لذت کسی چیز میں نہیں ہے، اگر اس میں لذت نہ آئے تو یہ بیماری ہے اس کا علاج کرو۔

تکبر اور خود پسندی کا مرض: قلب کی حضوری نہ ہونا بیماری ہے، یہ قرآن سے پوچھو کیا بیماری ہے قرآن کریم میں ہے میں اپنی آیات سے پھیر دیتا ہوں ان کے قلوب کو جو تکبر کرتے ہیں لیجئے بیماری کی تشخیص ہو گئی اس سے کون خالی ہے، ان لوگوں کو اپنی بیماری کی تشخیص ہو گئی، اس سے کون خالی ہے، لوگوں کو اپنی بیماری کی اطلاع نہیں ہوتی، ایک شخص جماعت کی پابندی کرتا ہے اچھی بات ہے مگر دوسرے اور عیوب ہیں اس پر نظر نہیں، یہ تکبر ہے اپنے عمل کو اچھا سمجھا، اور کسی عمل میں دوسرے کو کمزور دیکھے اور تکبر کرے یہ معصیت سے زیادہ برا ہے یہ تمام اعمال ضائع کر دیتا ہے اس لئے نماز میں خشوع نہ ہونا تکبر ہے اس کو تلاش کرو کس جگہ چھپا ہے، ہمارا سارا اطاعت پر ہے ظاہر اور باطن دونوں میں اتباع ہو دل اللہ کیلئے خالص رکھو اس میں کسی کو نہ گھسنے دو اور اگر یہ روگ دور نہیں ہوتا تو نیک بندوں کی مجالست اختیار کرو صحبت سے یہ روگ جائے گا اور کوشش کرو کہ اپنے اعمال کی پسندیدگی نہ آئے اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کو اچھا نہ سمجھے یا صدقہ کو اچھا نہ کہے لیکن اس اچھے کو اپنی طرف سے منسوب نہ کرے۔ توفیق اسی نے دی ہے ورنہ میں کہاں اس قابل تھا کہ یہ عمل

مجھ سے ہو جاتا، اللہ تعالیٰ دل میں پیدا کر دیتا ہے، ہاتھ پاؤں میں طاقت اسی نے دی، سب
نے کیا کیا ہے اپنی طرف منسوب نہ کرے، اسی کو عجب کہتے ہیں، عجب کا تعلق اپنے نفس کو
اپنی طرف منسوب کرنا ہے اور تکبر کہتے ہیں دوسروں کو حقیر سمجھنا اپنے مقابلہ میں، یہ فرق ہے
عجب اور تکبر میں، یہ دونوں روگ ہیں بڑے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا اولیاء اللہ کے دل سے سب سے بعد جو روگ نکلتا
ہے وہ تکبر اور خود پسندی ہے اس میں بڑے بڑے اولیاء مبتلا ہیں حالانکہ آپ میں اتباع
سنت کی تمام حدود موجود تھیں، فرماتے ہیں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اب تک یہ نکلتا نہیں گیا اس
کا علاج یہ ہے کہ اس کو پاس نہ پھٹکنے دیا جائے۔

اتباع سنت تمام نیکیوں کی کنجی ہے: اللہ نے ساری نیکیاں ایک مکان میں جمع
کر دیں اور اس کی کنجی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اب اتباع کیا ہے متابعت کرو،
قناعت میں جس میں نہ پڑو، دوزخ کی زیادہ فکر کرو، دنیا بقدر ضرورت بھی آپ نے جمع نہ
کی، تم بقدر ضرورت تو جمع کرو لیکن ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرو، غیبت بھی، گناہ نہ بڑے
اور فضولیات میں بھی نہ پڑ جاؤ۔ یہ عام مسلمانوں کو حکم ہے کسی کو کچھ دو تو کچھ روک کر بھی رکھو،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کا ایک تہائی سے بھی کم قبول کیا، باقی واپس کر دیا اور
ایک شخص کو بیا نکال واپس کر دیا جو اپنا سارے کا سارا لایا تھا، اس سے خفگی بھی ظاہر کی یہ تو عام
معمول تھا اور اپنے لئے اور خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے خصوصیت تھی کہ ابوبکر کا سارا
مال قبول کر لیا ان کے درجات اور ہیں، غرض ضرورت سے جمع کرنے کا حکم ہے، آج دل کو
پکڑتے پھرتے ہیں، حضور تعلق نہیں ہوتا مگر دنیا کی زیب و زینت حاصل کرنے کا روگ
ہو گیا ہے بغیر فکر تکبر کے چین نہیں آتا۔

اور متابعت کرو فضول باتوں، فضول مجلسوں، فضول کاموں، فضول کھانے، غرض ہر
فضولیات سے بچو جہاں چار آدمی بیٹھتے ہیں غیبت اور استغنا ہوتا ہے، یہ بڑا عذاب لگ گیا
ہے تو بڑے متقی لوگ بھی اس سے نہیں بچتے۔

فضولیات سے بچو: فرمایا مومن کا اسلام جب کامل ہوتا ہے جب لایعنی کو

چھوڑ دے اس دروازہ پر سب سے سخت پہرہ بٹھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی جاننا چاہے کہ مجھ سے خدا ناراض ہے یا راضی تو دیکھ لے اگر لایعنی میں لگا ہے تو ناراض ہے، کمزوروں کے لئے یہ بڑا اچھا نسخہ ہے لایعنی کو چھوڑ دو تقویٰ اختیار کرو، سارا دین اسی میں ہے، متابعت کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کی غیبت زبان سے یا دل سے نہ کرو، ایذا رسانی سے بچو، جس پر اتباع کا دروازہ کھل گیا وہ اللہ کو محبوب ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان و مال قربان: صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیلئے اپنی جان و مال اور جذبات و خواہشات کو ہر آن قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اپنی ہر ہر نشست و برخاست کو آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے اور اس معاملہ میں ان کے جذبہ اطاعت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور جب منبر پر بیٹھ گئے تو کھڑے ہوئے لوگوں سے فرمایا "بیٹھ جاؤ" اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے اور ابھی دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ آپ کی یہ آواز کان میں پڑی، حضرت ابن مسعودؓ نے یہ حکم سن کر ایک قدم آگے بڑھانا گوارا نہ کیا اور وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جاں نثارانہ جذبہ اطاعت دیکھا تو اس کی تعریف فرمائی اور پھر اندر بلا لیا۔ (کنزالعمال ص ۲۲۸ ج ۷)

صحابہ کرامؓ کو سیرت طیبہ کی اتباع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کی نقل اتارنے کا اس قدر شوق اور اتباع سنت کا اس قدر اہتمام تھا کہ وہ اس معاملہ میں غیروں کے استہزاء سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے بلکہ مخالف ماحول میں اپنی وضع اور اپنے طرز زندگی پر ثابت قدم رہے، حضرت عمرؓ نے حضرت جثامہ بن مساحقؓ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے تو ان کے اکرام کے لئے ہرقل نے انہیں سونے کی کرسی پر بٹھایا، حضرت جثامہؓ فرماتے ہیں کہ میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا، لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا، ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے

ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم کیوں اتر گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے اس میثرہ (سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے"۔ (کنز العمال ص ۱۵۰ ج ۱۵ حدیث ۴۲۷ ج ۳)

حضرت عثمانؓ کا سنت کی پیروی کرنا: اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کی حیثیت سے مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ مکرمہ کے سرداروں سے ملنے کیلئے جانے لگے تو ان کا ازار طریق سنت کے مطابق ٹخنوں سے اوپر تھا، مکہ مکرمہ کے سرداروں کے عام رواج کے مطابق یہ طریقہ کسی سردار کے شایان شان نہیں سمجھا جاتا تھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا زاد بھائی نے ٹوکا کہ آپ مکہ کے سرداروں کے پاس جا رہے ہیں، وہ آپ کی اس وضع کو نہ جانے کیا سمجھیں گے، اس لئے اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے کر لیجئے لیکن حضرت عثمانؓ کے پاس ایک ہی جواب تھا کہ: ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار اسی طرح ہوتا ہے۔ (کنز العمال ص ۳۸۳ ج ۱)

صحابہ کرامؓ کے اس طرح کے واقعات سے بلاشبہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اسلام کے حسین انقلاب کی بنیاد: توجہ دراصل اس طرف دلانی ہے کہ اسلام نے دنیا کی تاریخ میں جو خوشگوار اور حسین انقلاب برپا کیا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ایک ایک جز کی پوری پوری نقل اتارنے کی کوشش کی اور اس معاملے میں کسی قسم کی ذہنی مرعوبیت اور کسی قسم کی تاویل و تحریف کو آڑے نہ آنے دیا اور اس راہ میں وہ دوسروں کے طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزاء کی کوئی پروا نہ کی۔ اگر وہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے صرف زبانی تذکرے پر اکتفا کرتے تو دنیا کو اسلام کی حکمرانی کی برکات نصیب نہیں ہو سکتی تھیں۔

دعوت فکر: حاصل یہ ہے کہ اگرچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور حالات و واقعات کا سننا سنانا ہر حال میں نور ہی نور اور نفع ہی نفع ہے، اس لئے مسلمانوں کے جتنے بھی اجتماعات منعقد ہوں وہ ناکافی ہیں، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سیرت طیبہ کو ہر تعلیمی ادارے اور ہر مسلمان گھر تک پہنچانے کی فکر کریں لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ حقیقت ہر

آن مجید نظر رکھنی چاہئے کہ ہم دنیا کے دوسرے لیڈروں کی طرح محض کسی شخص کی تاریخی
سوانح نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ دنیا و آخرت کی اصلاح و فلاح کا ایک نسخۂ اکسیر لے رہے
ہیں جس کا صرف پڑھ لینا اور سمجھ لینا کافی نہیں بلکہ اپنے جسم اور روح پر اس کا استعمال
ضروری ہے۔ لہٰذا سیرت طیبہ کیلئے منعقد ہونے والی ہر محفل کا ہم سے ایک تقاضا ہے، اور وہ
تقاضا یہ ہے کہ اس محفل کے دوران ہم بار بار اپنے آپ سے یہ محاسبہ کریں کہ ہم نے کسی کی
حیات طیبہ کو اپنا موضوع بنایا ہے اور خود ہماری زندگی کو اس سے کیا نسبت ہے۔ یہ فریضہ ہر
مسلمان پر عائد ہوتا ہے، سیرت طیبہ کے بارے میں ہر تقریر اور ہر مقالہ ہم سے یہ سوچنے کا
مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں کس مقام پر کھڑے ہیں؟ ہم نے دنیا و آخرت کی
صلاح و فلاح کے اس نسخۂ اکسیر سے عملاً کتنا فائدہ اٹھایا ہے جسے قرآن ہمارے لئے بہترین
نمونہ قرار دیتا ہے اور جس کے فضائل و مناقب میں ہم خود رطب اللسان ہیں، سیرت طیبہ
کے لئے اجتماعات بہت ہوتے رہے ہیں، ان شاء اللہ تا قیامت ہوتے رہیں گے، لیکن
درحقیقت صرف وہ اجتماع ہماری انفرادی و اجتماعی سعادت کی صبح صادق ثابت ہوگا جو
ہمارے دلوں میں ان سوالات کا کھرا کھرا جواب تلاش کرنے کی بیتابانہ لگن پیدا کر سکے
جو ہمارے فکر و عمل سے منطقی تاویلات کی غلافیں اتار کر ہمیں سیرت طیبہ کے آئینے میں اپنی
صحیح صورت دکھا سکے اور جس کے بعد ہم سیرت طیبہ کی صرف نظری اور فلسفیانہ تعریفیں
کرنے کی بجائے اتباع سنت کی اس راہ پر گامزن ہو سکیں جس پر ابوبکر و عمر، عثمان و علی اور
دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقوش قدم ثبت ہیں۔

تین گذارشات: (۱) ہر ایک مسلمان روزانہ تھوڑا سا وقت سیرت طیبہ کے مطالعے کے لئے
نکالے خواہ پندرہ منٹ آدھا گھنٹہ یا اس سے بھی کم ہی کیوں نہ ہو، سیرت کے واقعات اپنے اہل خانہ کی
موجودگی میں پڑھے جائیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے کہ ہم ان پر کس حد تک عمل پیرا ہیں؟

(۲) الف: مسلمان حکومتوں سے گذارش ہے کہ سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر
قسم کی تعلیم کے ہر مرحلے اور تمام کالجوں اور سکولوں میں لازمی مضمون قرار دے۔

ب: نشر و اشاعت کے تمام اداروں میں سیرت پر مشتمل ایک پروگرام روزانہ پابندی کی

سے متنفر کیا ہوئے۔

(۴) الف: اہل علم و فکر سے گزارش ہے کہ عام مسلمانوں میں سیرت طیبہ کو منظم طریقے سے پھیلانے کی کوشش کریں۔

ب: سیرت طیبہ کو صحیح اور اصلی صورت میں مسلمانوں کے تمام مسائل کے حل کیلئے زندگی کے ہر شعبے میں نمونہ بنائیں۔

دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (عباس متقی معظم) (شمارہ نمبر 32)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...... بحیثیت سسر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک ذات گرامی ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور جامع ہے، کسی فکر و عمل کے جس پہلو کے بارے میں نمونہ اور رہنمائی کی ضرورت ہو تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کامل نمونہ اور راہنمائی مل جائے گی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان اور امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو اور ہر گوشہ جس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس واسطے سے امت کے پاس محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قیامت تک محفوظ رہیگا خوش نصیب اس سرچشمہ ہدایت سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔

آج کا ہمارا موضوع خاندانی نظام کا ایک اہم رشتہ ہے یعنی "سسر" اس رشتہ کی کئی جہتیں ہیں عورت کا سسر، مرد کا سسر، پھر عورت خود ساس ہوگی اور مرد خود کسی کا سسر ہوگا، خود کسی خاتون کے بیٹے سسر ہونے کو نسبی رشتہ بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی، لیکن اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ گویا اس لحاظ سے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب قرآن کی شکل میں پہنچائی اس میں اصولی باتیں بتادی گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ان رشتوں کے متعلق ہدایت دی اور صحابہ کرام خود بھی و حضرات اپنے اس طرح کے رشتوں کے معاملات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ ان کے فیصلے فرماتے تو اس طرح ہمیں

سلسلے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رہنمائی موجود ہے۔

بہرحال اس وقت ہماری گفتگو اس حوالے سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت سسر اپنے دامادوں اور بیٹی سے کس طرح کا سلوک اور معاملہ کیا۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں اس بارے میں بہت زیادہ افراط و تفریط موجود ہے۔ بہت سارے خاندان اس رشتہ کے حقوق کی صحیح ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے برباد ہو گئے، بعض خاندانوں میں تو باقاعدہ داماد و سسرال میں محاذ آرائی دیکھی ہے جو کئی مردوں اور عورتوں کی زندگیاں برباد ہو گئی ہیں، لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کا مطالعہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان رشتوں کو کس طرح شفقت، نرمی اور حلم و حکمت کے ساتھ نبھایا، ذیل کے واقعات پڑھ کر غور کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی کے خاوند حضرت ابو العاص بن ربیع جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اسی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ ہجرت کر چکی تھیں ایک دفعہ جب قریشیوں کا ایک قافلہ شام سے سامان و اسباب لے کر واپس آ رہا تھا تو مسلمانوں کے سواروں نے اس قافلہ کو گرفتار کر لیا اس میں ابو العاص بن ربیع بھی تھے انہوں نے مدینہ پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی تو حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی اور اعلان کیا ''لوگو! میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے''۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے تم نے پناہ دی ہے اسے ہم نے بھی پناہ دی، بعد میں حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی ابو العاص کا جو مال لیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی اور حضرت زینبؓ سے یہ بھی فرمایا کہ بیٹی! اس کی خاطر داری سے رکھنا لیکن وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے، کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا ''یہ شخص یعنی ابو العاص ہم میں سے ہے جیسا کہ تم جانتے ہو اب اگر تم احسان کا معاملہ کرو اور اس کا مال واپس کر دو تو یہ ہماری خواہش کے مطابق ہو گا اور اگر تم اس بات سے انکار کر دو تو بہرحال مال اللہ کا دیا

ہوا مال غنیمت ہے جو اس نے تمہیں فراہم کیا ہے اور وہ تمہارا حق ہے" دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا "میں ابو العاص کا سسرالی ہوں اور میں نے ابو العاص کو بہت اچھا داماد پایا۔۔"

دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اپنے اس داماد سے ہے جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی بلند شان تھی کہ رشتہ دامادی کی صلہ رحمی کا بھی پورا پورا لحاظ فرمایا اور صحابہ کرام کے قانونی حق کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد جو کہ اسلام کی عظیم شخصیات اور بالترتیب دونوں خلیفہ راشد ہوئے اور ابتدائے اسلام میں بھی ان کی بیش بہا خدمات اور قربانیاں ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلہ رحمی و مروت ابو العاص کے ساتھ یہ تھی تو ان دو کے ساتھ جو شفقت ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، حضرت عثمان غنیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد ہیں اور حضرت علیؓ شیر خدا خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ کے شوہر ہیں، ایک واقعہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفقت کا ملاحظہ کیجئے، طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ میں کچھ بات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بچھونا بچھایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے آپ کی ایک جانب حضرت علیؓ آ کر لیٹ گئے اور دوسری جانب فاطمہؓ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اوپر رکھا اور حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اوپر رکھا اور باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ صلح کرا دی پھر باہر تشریف لائے تو عرض کیا گیا آپ اندر گئے تھے تو اور حالت تھی واپس آئے ہیں تو چہرے پر خوشی کے آثار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش کیوں نہ ہوں جبکہ میں ان دو کے درمیان صلح کرا کے آ رہا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شمارہ نمبر 35)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد: سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے داماد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا، غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہؓ کا انتقال

ہو گیا، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے ہر دروازے پہ
حضرت عثمانؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے عثمان! یہ جبرئیل میرے ساتھ ہیں انہوں
نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح آپ کے ساتھ رقیہ کے مہر کی مقدار کے مطابق
مہر پر کر دوں، چنانچہ پھر نکاح ہوا اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین (دو نوروں والا) کہا
جاتا ہے کیونکہ آپؓ کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ کرام سے فرمایا "اب عثمان کا نکاح کرا دو اگر میری تیسری بیٹی (بغیر نکاح والی)
موجود ہوتی تو میں اس کا نکاح عثمان سے کر دیتا (پہلے بھی) میں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح
اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا تھا۔ اندازہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد
کے ساتھ کیسی محبت و اکرام اور ہمدردی کا معاملہ فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادی: حضرت علیؓ فرماتے ہیں "میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی صاحبزادی سے نکاح کا پیغام دینا چاہا تو دل میں کہا
کہ کس طرح پیغام دوں جب کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کے اس تعلق کو سوچا جو مجھ سے رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کا خیال
آیا تو ہمت بندھی اور میں نے یہ پیغام دے دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تمہارے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا: میں نے فلاں فلاں موقع پر تم کو جو حطمیہ نامی
زرہ دی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے، فرمایا کہ فاطمہؓ کو مہر میں
دے دو چنانچہ میں نے وہ زرہ حق مہر کے طور پر دیدی"۔

جب نکاح ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے کر دیا ہے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کو دعائیں دیں اور اللھم
بارک فیھما و بارک لھما فی نسلھما اور ان پر پانی چھڑکا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی پیاری صاحبزادی کو ایک موٹی چادر میں ایک مشکیزہ، اذخر (خوشبودار گھاس) کی چھال

سے بھرے ہوئے چمڑے کا ایک تکیہ کے تھے اور سادہ ترین جہیز کے ساتھ رخصت فرمایا۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی معاشی حالت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا تو میرے گھر میں مینڈھے کی ایک کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا اسی پر رات کو سوتے، اسی میں دن کو اپنی بکری کو چارہ دیتے تھے۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایسے بہت دن گذر گئے کہ ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز نہ تھی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تھا یہی حالت تھی کہ میں گھر سے باہر نکلا تو راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا اور بہت دیر تک سوچتا رہا کہ میں اس کو اٹھاؤں یا چھوڑ دوں لیکن بے سروسامانی کی شدت کی وجہ سے یہی طے کیا کہ اس کو اٹھا لوں، اٹھا لیا اور غلہ لے کر آنے والے تاجر سے آٹا خریدا اور حضرت فاطمہؓ کو دیا کہ اس کو گوندھ کر روٹیاں پکاؤ، وہ گوندھنے لگیں مگر فاقہ کی وجہ سے اتنی کمزور تھیں کہ گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گر جاتا اور چوٹ لگتی، بہرحال کسی طرح انہوں نے گوندھ کر روٹی پکائی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو کھاؤ تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ رزق دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سسر تھے یہ جو کچھ بھی فاقہ کشی تھی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے گھر میں تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے داماد سے شکایت نہیں کی کہ میری بیٹی تنگ حالی میں ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کس سادگی سے کیا اور اپنے داماد سے کس قدر شفقت و خلوص کا معاملہ کیا۔ آج ہم دولت و شہرت کو ہی دیکھتے ہیں اور باقی نامعلوم کتنے دینی حقوق کا خون کرتے ہیں الا ماشاء اللہ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رشتوں میں محبت و خلوص نہیں رہا بلکہ رشتہ داری میں رقابت شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست کی توفیق عطا فرمائے۔ (خ، نمبر 36)

نواسوں سے شفقت و محبت: خاتون جنت حضرت فاطمہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے (حسن و حسین رضی اللہ عنہما)

کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا آج ہم لوگ اٹھے تو گھر میں چکھنے کو بھی کوئی چیز نہ تھی اس لئے ان کے والد
نے کہا میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں، اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے
اور کھانے کو تمہارے پاس کچھ ہے ہی نہیں چنانچہ وہ انہیں لے کر فلاں یہودی کی طرف گئے
ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر ہی تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے
ایک مشربہ سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا تھوڑا سا کچھ کھجور ہے، حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! اب بچوں کو گھر لے چلو دھوپ بڑھ رہی ہے، انہوں نے عرض
کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، اگر آپ
تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کیلئے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے یہاں تک کہ فاطمہ کے لئے کچھ بچے ہوئے کھجور جمع ہو گئے، حضرت علیؓ
نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لئے اور بڑھ کر دونوں کو دونوں نے اٹھا کر لے آئے۔

حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ
حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کی کہ آپ کو
اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین
رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلاؤ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سینے سے لگا لیتے۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دعوت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ جا رہے تھے کہ راستے کی گلی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے سب سے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے لیکن بچے ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن حضور صلی
اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ کو ہنساتے ہوئے ان کی طرف بڑھ گئے یہاں تک کہ پکڑ لیا تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حضرت حسینؓ کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر کے اوپر رکھ کر بوسہ لے لیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں کسی ضرورت کیلئے رات
کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

تو کپڑے کے اندر کوئی چیز آپ نے اٹھائی ہوئی تھی مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کپڑے میں کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا تو وہ حضرت حسینؓ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں، میرے نواسے ہیں، اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کریں اور جو ان سے محبت رکھے ان سے بھی آپ محبت کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کندھے مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لئے جا رہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا "صاحبزادے! بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور سوار بھی بہترین ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جا رہے تھے "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما" یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائی۔

حضرت حسینؓ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے خود آپ کو شہد چٹایا اور ان کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا اور دعا دی اور حسین نام رکھا۔ (شمارہ نمبر 39)

مدینہ اور اہل مدینہ

پاکستان سے دیار حرم تک: "میں دنیا کے اکثر پر رونق شہر دیکھ چکا ہوں وہاں کی آبادی، اپنے مادی وسائل اور ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے مدینہ غیر معمولی شہر نہیں لیکن گر مکینوں کی آسودگی، قناعت اور ان کے دلوں کی وسعت کسی شہر کو بڑائی اور برتری عطا کر سکتی ہے تو اس لحاظ سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین کا پہلا اور آخری شہر ہے۔

اپنی وضع داری، خوش اخلاقی، خوش گفتاری اور وسیع النظری کے اعتبار سے اہلِ مدینہ عالمِ اسلام سے ہی نہیں، بلکہ عرب کے دوسرے باشندوں سے بھی مختلف نظر آتے ہیں۔

آج جب کہ وقت کی رفتار نے ابنائے آدم کو ایک اضطراری اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے، مدینے کے باشندے ایک قابلِ رشک سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں، اس قسم کی مثال شاید کسی اور شہر میں نہیں ملے گی کہ ایک جگہ ساتھ ساتھ دو دکانیں ہیں ایک دکان پر یکے بعد دیگرے دو گاہک آتے ہیں اور سودا لے کر چلے جاتے ہیں، جب تیسرا گاہک بھی اسی دکان پر آتا ہے تو دکاندار محسوس کرتا ہے کہ اس کے پڑوسی کے یہاں کوئی بکری نہیں ہوئی اور وہ گاہک سے درخواست کرتا ہے کہ آپ مطلوبہ چیز وہاں سے خرید لیں، ہمارے نرخ ایک جیسے ہیں۔

لوگوں کی خوش اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی بات پر قہقہہ لگانا تو درکنار بلند آواز سے بولنا بھی معیوب سمجھتے ہیں، روضۂ اطہر کے آس پاس تو میں نے یہ حالت دیکھی ہے کہ لوگ پاسِ ادب سے سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ کسی سے راستہ پوچھئے تو وہ آپ کے ساتھ چل پڑے گا، مدینہ کا ہر چھوٹا بڑا مسافروں کی دلجوئی اور خدمت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

مدینہ میں کھانے پینے کی اشیاء کی کوئی کمی نہیں اور میں اپنے ذاتی تجربات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ یہ شہر مشرقِ وسطیٰ کے تمام شہروں سے ارزاں ہے، پھل جس طرح جدہ اور مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے یہاں بھی مل سکتا ہے مشرقِ وسطیٰ کے تمام شہروں میں تازہ دودھ کی بے حد کمی ہے لیکن مدینہ میں اس کی ضرورت کے مطابق یہ نعمت بھی موجود ہے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ مدینے کی بکریاں کافی مقدار میں دودھ دیتی ہیں اور ان کی خوراک کا مسئلہ بھی اہلِ مدینہ کے لئے چنداں پریشان کن نہیں، مدینے کے نخلستانوں میں کھجوریں بہت ہوتی ہیں لوگ کھجوریں خود کھاتے ہیں اور ان کی گٹھلیاں پیس کر بکریوں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔

اہلِ مدینہ کو پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ وہی دلچسپی ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ ہو سکتی ہے، پاکستان سے جو حضرات یہاں آ کر سکونت پذیر

ہو گئے ہیں، جنہوں نے اپنے اخلاق و اطوار سے اہل مدینہ پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔ مجھے
وہاں ایسے پاکستانیوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جو بالالتزام روضہ اطہر پر جاکر
پاکستان کی ترقی اور اس کی خوشحالی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ جدہ اور مکہ معظمہ کی طرح
مدینہ میں بھی پاکستان کی ایک ڈسپنسری ہے اور اس ڈسپنسری کے انچارج اپنے زہد و تقویٰ اور
جذبہ خدمت خلق کے باعث وہاں بہت مقبول ہیں"۔ (از سفرنامہ نسیم حجازی)

وہ وقت قریب ہے کہ مدینہ کو جاؤں گا ہر گام پر جبین عقیدت جھکاؤں گا
جاؤں گا پاس تھام کے دل کو بصد نیاز جو گزر رہی ہے وہ سب کچھ سناؤں گا
آنسو ہیں کچھ ضرور مری چشم شوق میں ان موتیوں کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لٹاؤں گا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا سرزمین مدینہ کے متعلق ارشاد "یہ وہ سرزمین ہے جس نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو چوما ہے"۔ (شمارہ نمبر 48)

برسوں کی عداوتوں کا خاتمہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کی بے آب و گیاہ وادی میں کوئی فوج تھی نہ کوئی سلطنت، یہاں قبائل اور خاندان رہتے تھے ان میں ضلالت و جہالت کی حکومت تھی امن کا لفظ ان کے کانوں کیلئے اجنبی تھا، صحراء کی آب و ہوا، پانی کی کمیابی، خوراک کی قلت اور جھلس دینے والی گرمی نے انہیں اونٹ کی طرح جفاکش اور کھجور کے درختوں کی طرح سخت جان بنا دیا تھا لیکن ان کی جفاکشی کسی صحت مند معاشرے کی طرف سفر کرنے کی بجائے انہیں اپنے ماحول کی تاریکیوں میں ثابت قدم رکھنے کے کام آرہی تھی اہل عرب جہالت اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے کہ وہ معاشرے کی ہر برائی پر نازاں تھے وہ جس قدر جاہل تھے اسی قدر ضدی، خونخوار اور مغرور تھے عرب سے باہر بادشاہوں کی جنگیں ایک کی فتح اور دوسرے کی شکست کے بعد ختم ہو سکتی تھیں لیکن یہاں قبیلوں کے درمیان نہ ختم ہونے والی جنگیں ہوا کرتی تھیں، جب عرب کے قبائل کا خون گرم ہوتا تو وہ ایک دوسرے کیلئے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار بن جاتے اس وقت ہمسایہ قبائل کے خلاف انتہائی گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی قابل تحسین سمجھا جاتا ہر قبیلہ اپنے قبیلے کی طاقت کا لوہا منوانے کیلئے ایک دوسرے کا

خون بہاتے تھے اور اپنے مقتولین کی قبروں پر کھڑے ہو کر قسمیں کھایا کرتے تھے کہ وہ ان کے قاتلوں سے انتقام لئے بغیر شراب کو ہاتھ نہیں لگائیں گے یہ ایک ایسا ماحول تھا جس میں خاندانی یا قبائلی عصبیت پر جان دینا ایک نوجوان کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا قبائلی غرور اور قبائلی عصبیت ایک عرب نوجوان کی سب سے بڑی پونجی تھی ان قبائل میں مدینہ منورہ (یثرب) کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج قدیمی عداوت پر ایک سو بیس سال سے جنگ میں مبتلا تھے ابتدائی طور پر وہ دو بھائیوں کی اولاد تھے اور ان کا خون ایک تھا لیکن ان کے درمیان برسوں سے خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ حائل تھے ان کے شعراء اپنے پرجوش شعر و ادب کے ذریعے اپنی پرانی عداوتیں محفوظ رکھے ہوئے تھے ان حالات میں اوس اور خزرج کے درمیان دائمی امن کی تمنا کرنا ایک دیوانگی سمجھی جاتی تھی لیکن عرب کی یہی بنجر اور سنگلاخ زمین تھی وہ زمین تھی جسے باری تعالیٰ اپنے انعامات کی بارش کیلئے منتخب کر چکے تھے، یہی وہ قوم تھی جس کی بھیانک تاریکیاں آفتاب رسالت کی ضیاء پاشیوں کی اولین مستحق سمجھی گئی تھیں یہاں آخر نہایت اونچے شریف ترین خاندان میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے انہوں نے یکجہتی، رواداری اور عدل و انصاف کی تعلیم دی قبائلی و خاندانی عصبیتوں کی مخالفت فرمائی اور تمام خداؤں کو جھٹلا کر ایک خدا کی تعلیم دی۔ لوگوں نے انہیں جادوگر، شاعر اور مجنون کہہ کر مکہ کی گلیوں میں ان کا مذاق اڑایا اور ان کے اپنے قبیلے کے لوگ جن کی عصبیت ان کے لئے سہارا بن سکتی تھی وہی ان کے راستے میں کانٹے بچھانے لگے اور ان پر ایمان لانے والے مٹھی بھر انسانوں کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں زد و کوب کیا جانے لگا عرب کے ان بدوؤں کو اپنی پرانی روش اتنی عزیز تھی کہ توحید و رسالت پر ایمان لانے والوں کی جماعت میں ایک کمزور عورت یا ایک بے بس غلام کا اضافہ بھی انہیں ناقابل برداشت محسوس ہوتا تھا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ عرب میں ایک ایسا نبی کیسے کامیاب ہو سکتا ہے جس کی تعلیم کا نقطہ آغاز ہی ان عصبیتوں کے خلاف ایک اعلان جنگ ہے جو عرب کیلئے سب سے زیادہ مقدس ہے، وہ ایسے دین کو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہ تھے جو مساوات کی تعلیم دیتا ہو کالے اور گورے انسان کو ایک ہی صف میں دیکھنا چاہتا ہو مگر ایسے خوش وضع انسان کا ظہور ہو چکا تھا جس کی نگاہیں سنگلاخ چٹانوں کو موم بنانے والی تھیں جس کی ایک جھلک دلوں میں محبت و اطاعت کے محل تعمیر کرنے والی تھی

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

وہ ہیں میرے آقا جو ہیں فخر عالم — وہی جو ہیں سردار اولاد آدم
وہی جو ہیں سارے نبیوں میں اعظم — وہی جو ہیں سارے زمانے سے اکرم
وہی جن کی تعریف ادیان میں ہے — وہی جن کی توصیف قرآن میں ہے
وہی جن کے صدقے سے منہ میں زباں ہے — انہیں تعلق خود جن سے رعب انساں ہے
کلام الٰہی میں جن کا بیاں ہے — وہی جن کا اللہ خود مدح خواں ہے
وہی عشق ہے جن کا سینوں میں اپنے — حکایت ہے جن کی سفینوں میں اپنے
وہی جو کہ ہیں مہر اوج ہدایت — وہی جو کہ ہیں ماہتاب نبوت
وہی جو کہ ہیں آفتاب رسالت — وہی جو سراپا ہیں نور شریعت
وہ موسیٰ کہ فاران ہے طور جن کا — نہ کیسے کو روشن ہو نور جن کا
صحیفوں میں ہے ذکر جن کا وہ سرور — جو ہیں انبیاء کے پیمبر
خدا پیار کرتا ہے جن کو وہ دلبر — وہ پیارے جو ہیں شافع روز محشر
نمونہ وجاہت کا صورت ہے جن کی — شرافت کا معیار سیرت ہے جن کی
حسینوں میں یوسف جمیلوں میں یکتا — طبیبوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر مسیحا
براہیم جمالی جلالت میں موسیٰ — انہیں بلکہ سارے نبیوں میں یکتا
نہیں ہے خدا کوئی معبودیت میں — محمد بھی یکتا ہے محبوبیت میں

(شمارہ نمبر 32)

حلیۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے

لئے حجت اور سند بناؤں (اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کو میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا)

ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے مرتبہ والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن لمبے قد والے سے پست تھا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے

جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا ابتداءً دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں تھی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے نہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہان مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں دراز فاصلہ تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پر گوشت تھے

اور بدن گٹھا ہوا تھا، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ ؟؟ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک روشن و چمکدار تھا، جو جگہ وہ حصہ جو کپڑوں میں مستور ہوتا ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا ہونے اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے، قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا، آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا پستی میں اتر رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی، عادت شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا، اس لئے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رکھنے کی تھی۔

بھرپور کی نظریں شرم سے وہ پچھلی تھیں بھر کی گھڑا ہے ہاتھ پر بیٹ لئے دل سے

آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی نہایت شرم و حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے تھے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا، علماء نے اس کو تواضع پر محمول فرمایا ہے لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہے تو انسب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہا کرتے تھے۔ (شمارہ نمبر 44)

یتیم ...... نگاہ نبوت میں

مشہور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آرہے ہو؟ بچے نے رو کر کہا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم ہوں، میرے سر پہ باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لاوے، میری امی مجھے نہلا کر کپڑے پہنا دیتی اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا حمیرا! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کو نہلا دو چنانچہ اسے نہلا دیا گیا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا۔ پھر اس کے سر پہ تیل لگا کر کنگھی کی گئی۔ حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے نبوت والے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اس گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے۔ جب بچوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ رو کر کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

نبوت والے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ پیچھے بیٹھنے لگا ، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا ۔ (از خطبات فقیر) (شمارہ نمبر 51)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان قناعت اور چند عادات مبارکہ

سید المخلوقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی جگہ تشریف فرما ہونے (بیٹھنے) کی عادت ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھنے کی نہ تھی بلکہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ساتھ ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے اسی کو عربی میں احتباء کہتے ہیں یہ تواضع اور سادگی کا بیٹھنا ہوتا ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار زانو بھی بیٹھتے تھے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بغل میں ہاتھ دے کر بھی بیٹھ جاتے ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں چستی ہے گھبرائے ہوئے نہیں اور نہ طبیعت میں سستی ہے کہ پاؤں اٹھ نہ سکتا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے اور کرتے کو پسند فرماتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے اور ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی میز پر کھانا کھاتے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف پنڈلی تک لنگی باندھتے تھے اور پیچھے کی بھی اجازت دی مگر فرمایا کہ ازار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں یعنی ٹخنوں سے نیچے کرنے کی مردوں کو اجازت نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب زبانیں جانتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دل بہلا کر

کھانا کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور پیتا ہوں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا دائیں کروٹ پر ہوتا تھا تاکہ کم سونے میں مدد ملے (سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دائیں کروٹ پر سونے سے نیند جلد مکمل ہوتی ہے۔ نشر الطیب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرچشمہ خوشبو تھے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنبر اور مشک اور کوئی خوشبودار چیز جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے تو اس شخص کو سارا دن معطر ہاتھ کی خوشبو آتی رہتی جب کسی کے بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا تھا امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے میں گذرتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طیب اور مطیب ہونے کے چند واقعات: (۱) ایک دفعہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کے گھر میں سوئے اور آپ کو پسینہ آ گیا تو حضرت انسؓ کی والدہ محترمہ ایک شیشی لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

دوسرا واقعہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے میں اس کی رخصتی کرنا چاہتا ہوں میرے پاس کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عنایت فرما دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس موجود نہیں مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا دوسرے روز وہ شخص لے کر حاضر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے مل لیا کرے پس جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پسینہ مبارک کو ملا تو سب اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچی یہاں تک کہ ان کا گھر کا نام بیت المطیبین یعنی خوشبوؤں والا گھر ہو گیا۔

تیسرا واقعہ: ابراہیم بن اسماعیل مزنیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ مجھ کو ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا سو اس میں سے مشک کی لپیٹ آ رہی تھی اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشبو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں تھی (مواہب لدنیہ خصائص کبریٰ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خصوصیات: یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فضائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا خصوصیات ہیں جس کے لئے ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے مگر یہاں پر صرف تین خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں (۱) حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی تھی۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن چوپایوں پر سوار ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب نہیں کیا (۳) اور جس چوپائے (جانور) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کبھی بیمار نہیں ہوا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر مختون اور سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے۔ (نشر الطیب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازی کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہ تھا: جب ضرورت مند حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ایک درہم بھی نہ ہوتا تو فرماتے تم میرے نام پر کسی سے قرض لے لینا۔ لطف و کرم کا یہ دائرہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ بے زبان جانور بھی اس سے بہرہ مند ہوتے مثلاً (۱) بلی پانی پینے کیلئے در دانہ پر آتی تو خود اٹھ کر دروازہ کھول دیتے (۲) اپنی سواری کی پیٹھ پر اپنے ہاتھ سے ملتے (۳) ایک بدو کے اونٹ کو بلبلاتا دیکھ کر اس کے مالک کو خدا کا خوف دلاتے کہ قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی عدل و انصاف کے معاملہ میں کسی کے ساتھ ذرا برابر بھی رعایت نہیں فرماتے تھے۔

بچوں سے محبت کا یہ عالم: کہ ایک ران پر اپنے نواسے حسنؓ (جو واقعی حسین و

جمیل تھے) کو بٹھائے ہوئے ہیں اور دوسری ران پر حسن (جو ایک غلام کا لڑکا اور حبشی خدوخال رکھتا تھا) کو بٹھا رکھا ہے اور دونوں کو ایک جذبے کے ساتھ پیار کرتے اور دعائیں دیتے ہیں کہ یا اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کھاتا ہوں۔ انصار مدینہ کا ایک فرد مالی اعانت کیلئے سوال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ محنت مزدوری کر اجو مانگنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ نیز فرماتے کہ مانگنے کی وجہ سے) یہ اچھا نہیں کہ قیامت میں چہرے پر داغ گداگری لے کر جاؤ۔ (محسن اعظم ص ۸۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہم پر لازم ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے (۲) اسی طرح عظمت ہر ایک کے دل میں ضروری ہے (۳) اسی طرح اطاعت بھی ہم سب پر لازم ہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم زبانی تعریف بہت کریں مگر جب کام کرنے کو فرمائیں تو ہم پیچھے ہٹ جائیں اور اعمال چھوڑ دیں یہ تو بدنصیبی کی بات ہے۔

لفظ محمد میں خاص نکتہ: اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لفظ محمد کی بناوٹ ہی ایسی رکھی ہے کہ اس میں انسانی شکل اور ڈھانچہ کا نمونہ پایا جاتا ہے جیسا کہ غور کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے تو گویا حق تعالیٰ جل شانہ نے انسان بالخصوص مومن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ظاہر فرمائی (دیکھئے حضرت مولانا صوفی صاحب روحانی بازی کا بیان فرمودہ ہے) (شمارہ نمبر 32)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار اور حلم

ایک روایت میں ہے کہ زید بن سعنہ پہلے یہودی تھے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ دیکھ لیا ہو سوائے دو علامتوں کے جس کے تجربے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل زیادہ ہوگا، میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا، ایک دن آپ صلی

اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لائے، حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا، مجھے ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اعانت ان کی فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود تو کچھ نہیں رہا، زید (جو اس وقت تک یہودی تھے، اس منظر کو دیکھ رہے تھے) کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دے دیں تو میں قیمت پیشگی دے دوں اور وقت معین پر کھجوریں لے لوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں، میں نے اس کو قبول کر لیا اور کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے مطابق ساڑھے ماشہ کا ہوتا ہے) لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اس دیہاتی کے حوالے کر دیا اور فرمایا انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضروریات پوری کرنا۔

زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے، میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قرضہ ادا نہیں کرتے، خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ تم ہو ہی ایسے، حضرت عمرؓ نے مجھے سے گھور کر کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے؟ اگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقے کی

نصیحت کرتے ہو جاؤ اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اسے ڈرایا ہے اس کے بدلہ میں بیس صاع (تقریباً دو من) کھجوریں زیادہ دے دینا حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے حضرت عمرؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے زید نے کہا کہ عمر تم مجھ کو پہچانتے ہو انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں انہوں نے فرمایا جو یہود کا بڑا علامہ ہے؟ میں نے کہا ہاں وہی ہوں انہوں نے فرمایا اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علامات نبوت میں دو علامتیں باقی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے پر غالب ہوگا دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھا دے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا اب میں تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ (جمع الفوائد خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عمل ہمارے لئے قابل اتباع ہے اور اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے ذرا غور کیجئے مذکورہ واقعے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر ایثار اور تحمل ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسا ایثار و تحمل نصیب فرمائے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 33)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منفرد پہلو

سید سلیمان ندویؒ خطبات مدراس میں ص ۹۱ تا ۹۲ یوں کہتے ہیں۔ (ایک صدی قبل) پٹنہ کے مشہور داعی اسلام ماسٹر حسن علی مرحوم جو "نور اسلام" نام کا ایک رسالہ نکالتے تھے اس میں انہوں نے ایک ہندو تعلیم یافتہ دوست کی داستان لکھی ہے کہ اس نے ایک دن ماسٹر صاحب سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے بڑا کامل انسان تسلیم کرتا ہوں انہوں نے دریافت کیا کہ تم کیوں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا کامل ترین انسان جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو ان کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوع

اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے، بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے قبضے میں، دولت مند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دار الحکومت میں آ رہے ہیں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گزر جاتے ہوں، سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پرجوش جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون و چراں دستخط کر دیتا ہو شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی جس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو با تعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کی سدھار کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو، اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کیلئے برا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن خدا تعالیٰ کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہا، عین اس وقت جب ہم اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا ہو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے، عین اس وقت جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے، عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بنا کر بھیجے جا رہے ہیں، فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینے کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے، عین اس وقت جب آدھا عرب اس کے زیر نگیں ہوتا ہے حضرت عمرؓ حاضر ہو کر دیکھتے

ہیں ادھر ادھر نظر اٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں ایک طرف مٹھی بھر کر جو رکھے ہیں ایک کونے میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں جب دریافت ہوتا ہے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

ابوسفیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حریف تھے، فتح مکہ کے دن وہ حضرت عباسؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کا تماشا دیکھ رہے ہیں رنگ رنگ کی بیرقوں اور جھنڈیوں کے سایہ میں اسلام کا دریا امنڈتا آ رہا ہے قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھتی چلی آ رہی ہیں ابوسفیان کی آنکھیں اب بھی دھوکا کھا رہی ہیں وہ حضرت عباسؓ سے کہتے ہیں: عباسؓ! تمہارا بھتیجا تو بہت بڑا بادشاہ بن گیا حضرت عباسؓ کی آنکھیں کھلی اور دیکھ رہی تھیں فرمایا! ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں نبوت ہے۔ (شمارہ نمبر 32)

شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طلبگار

ہر امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا خواہشمند ہوتا ہے بندہ کو اپنے مطالعہ کی حد تک پانچ ایسے اعمال ملے ہیں جن میں شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وارد ہے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ خاص حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کا ارشاد گرامی ہے "فرمایا جہاں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر ہے ان اعمال کو اس طرح مضبوط تھام لینا چاہئے جیسے دانتوں سے خوب مضبوط پکڑا جاتا ہے۔ (احسن السوانح ص ۴۵)

(۱) چالیس احادیث پہنچانا: فرمایا جس نے یاد رکھیں میری امت کے واسطے چالیس حدیثیں امت کے دین کے بارے میں تو اللہ اسے اٹھائے گا فقیہ کی حیثیت سے اور میں اس کی طرف سے شفیع اور گواہ ہوں گا قیامت کے دن۔ (اربعین ولی اللہی ص ۷)

اس حدیث میں امت تک چالیس حدیثیں پہنچانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وارد ہے، اس فضیلت کو حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گھر میں فضائل اعمال، اصلاحی نصاب، معارف الحدیث، منتخب احادیث جیسی کتب کی تعلیم شروع کردی جائے، گھر کا ماحول بھی صالح ہوگا اور شفاعت کی بشارت بھی نصیب ہوگی۔

(۲) صبح وشام دس دس بار درود شریف پڑھنا: حضرت ابوالدرداؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔ (فضائل درود شریف ۳۸)

(۳) خاص درود شریف پڑھنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ درود شریف پڑھے اللھم صل علیٰ محمد و انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیمۃ اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔ (فضائل درود شریف ص ۳۹)

ایک اور حدیث میں نقل کیا ہے جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود کو پڑھے اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے درود یہ ہے:

اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد صلوۃ تکون لک رضا ولحقہ ادا واعطہ الوسیلۃ والمقام المحمود ۔ الذی وعدتہ اجزہ عنا ما ھو اھلہ و اجزہ عنا من افضل ما جزیت نبیا عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین والصالحین یا ارحم الراحمین. (فضائل درود شریف ص ۳۷)

اگر یہ درود شریف حفظ نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو دیکھ کر اس فضیلت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

(۴) دعائے وسیلہ پڑھنا: بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اذان سنے (اس کے بعد) یہ دعا پڑھے اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمد ن الوسیلۃ و الفضیلۃ وابعثہ مقاماً محمود ن الذی و عدتہ. اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے (بعض روایات میں آخر پر انک لا تخلف المیعاد بھی آیا ہے)۔

(۵) اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا وہ شخص

ہوگا جو سچے دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔ (منتخب احادیث ص ۳۲۵)

کم از کم ایک تسبیح کلمہ طیبہ روزانہ پڑھنے کو معمول بنالیا جائے اس سے کلمے کا اخلاص بھی نصیب ہوگا اور قیامت کے دن ایسے روشن چہرہ والا اٹھے گا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذکورہ بالا پانچ اعمال کی توفیق نصیب فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی دولت سے بہرہ مند فرمائے آمین۔ (شمارہ نمبر 29)

درود شریف اہم عبادت

ہماری عبادات میں سے اہم عبادت درود شریف ہے اس کی اہمیت و فضیلت قرآن و حدیث میں بہت آئی ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو اس آیت مبارکہ میں چند باتیں ہیں جن کی طرف صراحتاً یا اشارۃً دلالت ہوتی ہے۔

(۱) درود پڑھنا ایسا مبارک فعل ہے جس کو حق تعالیٰ اور فرشتے بھی سرانجام دیتے ہیں۔

(۲) اللہ نبی پر درود بھیجتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت نبی پر برستی ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت، شان رسالت اور مقام محبوبیت کی عظمت بتانا مقصود ہے۔

(۳) آیت مبارکہ میں "یصلون" مضارع کا صیغہ ہے جو ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے آیت کا مطلب یوں ہوگا کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم پر تو نبی کے کثیر احسانات ہیں تو تم کو تو درود و سلام بدرجہ اولیٰ پڑھنا چاہئے۔

(۵) درود پاک ایسی عبادت ہے جس میں پہلے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں اے ایمان والو تم بھی یہ کام کرو جبکہ دوسری عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی حق تعالیٰ نے حکم فرمایا لیکن یہ نہیں کہا کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں تم بھی کرو۔

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد الخ اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود بھیج اس درود ابراہیمی کی تعلیم میں بھی عجیب نکتہ ہے۔

اللہ نے ہم کو حکم دیا کہ درود بھیجو اور ہم نے اللہ ہی سے کہہ دیا کہ اللھم صل علی محمد الخ کہ اے اللہ تو ہی نبی پر درود بھیج، یہ بظاہر مذاق ہے کہ کوئی ہم سے کہے کہ یہ کام کرو اور ہم اس کو کہیں کہ تم ہی کرو لیکن اس میں یہ بات نہیں بلکہ ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اے اللہ نبی کی شان بہت اونچی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شان کا اور بلندیوں کا علم ہے چنانچہ ہم دست بستہ گذارش کرتے ہیں کہ ان پر ان کی شان کے مطابق رحمتیں اور برکتیں نچھاور فرمائیں۔

اس مضمون کا حدیث مبارکہ میں بھی تذکرہ ہوا ہے۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھیگا۔

(۳) ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھلا ہوا تھا صحابہ جان گئے کہ آج کوئی اہم بات ہے، صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی جبرئیل آئے اور پیغام دے کر گئے ہیں کہ اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود پڑھیگا تو حق تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے، دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجات جنت میں بلند فرمائیں گے۔

ایک محدثؒ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ بیٹھے ہیں انہوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ مقام کیسے ملا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دس لاکھ احادیث لکھیں اور ہر ایک کے ساتھ درود لکھا اللہ تعالیٰ نے اس سے خوش ہو کر مجھے یہ مقام عطا فرمایا، اللہ ہم سب مسلمانوں کو محسن انسانیت پر درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ (شمارہ نمبر ۹۹)

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے

سب سے اونچا پڑوس: ہر انسان فطری خواہش کے تحت اچھے پڑوس کی تلاش میں ہوتا ہے اسی طرح بعض لوگ دنیاوی لحاظ سے اونچے عہدوں اور اعلیٰ منصب رکھنے والوں

کے قریب رہائش پذیر ہونے کو باعث فخر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ عارضی فخر کی چیز ہے، اصل تعلق
اور فائدہ وہی ہے جو ہمیشہ کام آئے، تو ہمیں وہ نسبت تلاش کرنی چاہیے جو آخرت میں سود
مند ہے، اسی جذبہ کے تحت ایک مسلمان کی اس سے بڑھ کر کیا تمنا اور سعادت ہو سکتی ہے کہ
اسے جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ قربت اور پڑوس نصیب
ہو جائے، احادیث شریف کے مطالعہ سے بعض ایسے اعمال اور احوال ملتے ہیں جن پر یہ بے
بہا دولت مل سکتی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس، یہی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کی ہر
مسلمان کے دل میں تمنا ہوگی تو آج سے ہی ان اعمال کو اختیار کر لینا چاہیے۔

مذکورہ ذیل اعمال اختیار کرنے کے بعد انسان بارگاہ خداوندی میں التجا تو کہہ سکے گا

بزبان احقر: خدایا ان اعمال کو عطا شان قبول ہو بدلے میں نصیب پڑوس رسول ہو

(۱) تین لڑکیوں کی پرورش کرنا: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کی دو یا تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھے انداز سے پرورش کرے (اور جب وہ شادی کے قابل ہو جائیں تو ان کی شادی کر دے) تو میں اور وہ شخص جنت میں اسی طرح داخل ہوں گے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (ترمذی)

ف: بچیوں کی پیدائش پر گھبرانے کی بجائے ان کی صحیح اسلامی تربیت اور ان کا شریعت کا پابند بنایا جائے تاکہ یہ عظیم الشان دولت نصیب ہو، اللھم وفقنا۔

(۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

ف: محبت کی بعض علامت اتباع ہے، اپنی زندگی کے شب و روز سنت نبوی میں ڈھال لیجئے جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا، اتباع سنت کیلئے حضرت ڈاکٹر مولانا عبدالحئی صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتاب "اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

(۳) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا: حدیث شریف میں آتا ہے المرء مع من احب ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، لہذا ہم بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کر کے جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کریں، محبت اتباع

کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(۴) سجدوں کی کثرت: حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا اور تہجد کے وقت وضوء کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک، مصلی وغیرہ رکھتا تھا ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہوکر فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت (یعنی ساتھ رہنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ، کہا بس یہی چیز مطلوب ہے، آپ نے فرمایا اچھا میری مدد کرو سجدوں کی کثرت سے (حکایات صحابہ ص ۱۷)

ف: یعنی سجدوں کی کثرت سے جنت میں میرا ساتھ نصیب ہوگا سجدوں کی کثرت کیلئے ہمیں چاہئے کہ فرائض کے ساتھ دیگر نوافل، تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد وغیرہ کا حسب گنجائش اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ہم بھی اس دولت کو حاصل کرسکیں۔

(۵) درود شریف کی کثرت: حضرت انسؓ کی حدیث سے یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا۔ (فضائل درود شریف ص ۱۹)

(۶) کینہ سے بچنا: حضرت انسؓ بن مالکؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (منجملہ دوسری نصیحتوں کے) یہ نصیحت فرمائی کہ ایک لمحہ کیلئے بھی کسی مسلمان سے کینہ یا حسد نہ رکھو، یہ میرا طریقہ ہے، جس نے میرا طریقہ اپنایا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔ (تنبیہ الغافلین ص ۱۳۳)

ف: کینہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب کسی کی زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتا تو دل میں انتقام کے جذبات رکھ کر بدلے کی تلاش میں رہتا ہے جو انسان سب کو معاف کرکے دل کو اس قسم کی برائیوں سے پاک صاف رکھتا ہے اسے بھی جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوگا۔

(۷) یتیم کی پرورش کرنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ احسان کرے جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی پاس پاس ہیں۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۶۱)

ف: یتیم کے ساتھ احسان میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کو ترکہ میں والد کی طرف سے جو مال ملا ہے اس کی حفاظت کرے، کسی قسم کی خیانت نہ کرے اور یتیم کی صحیح دینی تربیت کرے اور اپنے بچوں جیسا برتاؤ کرے اور اسے حقیر نہ سمجھے۔

(۸) بیوہ عورت کیلئے خوشخبری: حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں اور وہ عورت کہ جس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ہو (یعنی اپنی اولاد کی پرورش، دیکھ بھال اور محنت و مشقت کی وجہ سے) قیامت کے دن اس طرح ہونگے (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا)"۔ (ابوداؤد)

ف: یہاں وہ عورت مراد ہے جو بیوہ ہوگئی ہو اور حسن و جمال، عزت و منصب والی ہونے کے باوجود اپنے یتیم بچوں کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہو جائیں۔ (منتخب احادیث ص ۱۷۵)

(۹) اکرام مسلم: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (منجملہ دوسری وصیتوں کے) یہ وصیت فرمائی "اے انسؓ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنے سے بروز قیامت میری رفاقت میں ہوگا"۔ (ابن کثیر ص ۱۶۴)

(۱۰) مسنون دعا: آخر میں ایک دعا نقل کرتے ہیں جو حدیث شریف میں آئی ہے اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی ہے یا اللہ مجھے جنت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرما، لہٰذا اس دعا کو بھی پڑھتے رہنا چاہئے:

اللھم انی اسالک ایمانا لا یرتد و نعیما لا ینفد و مرافقۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اعلی درجۃ الجنۃ جنۃ الخلد۔

ترجمہ: یا اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں کہ پھر نہ پھرے اور ایسی نعمتیں کہ ختم نہ ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت کے اعلیٰ ترین مقام یعنی جنت خلد میں۔ (مناجات مقبول)

دعا: رب تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو مذکورہ بالا اعمال پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ ہمیں جنت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت نصیب ہو۔ (شمارہ نمبر 36)

ازواج مطہرات ؓ کے ساتھ حسن سلوک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اتباعِ سنت کی نیت سے اہل خانہ سے حسن سلوک کیا جائے جس کی برکت سے گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی زندگی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کیلئے اللہ جل شانہٗ نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا فرما دیئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی دو جماعتیں موجود تھیں جنہوں نے اس ضروری فرض کو انتہائی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا کہ ساری دنیا کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اور خلوت و جلوت کی ایک مکمل تصویر پیدا شدہ جماعت کے لئے موجود ہے۔

پہلی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تھی اور دوسری جماعت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تھی جنہوں نے من و عن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات و معمولات خلوت بلاتکلف امت کے سامنے پیش فرما دیئے ہیں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا یہ روشن پہلو بھی شرافت انسانیت کے حصول کے لئے واضح ہو جائے۔

ازدواجی معاملات و معمولات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے حقوق میں پوری مساوات و عدل رکھتے تھے کسی طرح کا فرق نہ کرتے تھے، رہی محبت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جس کا مجھے اختیار ہے اس کی تقسیم تو میں نے مساوی طور پر کر دی لیکن جو بات میرے بس میں نہیں ہے اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے گا (اختیاری چیز سے مراد معاملات و معاشرت اور غیر اختیاری بات سے مراد محبت و میلان طبع)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے، حضرت عائشہؓ کے زانو سے ٹیک بھی لگا لیتے اور اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی فرماتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایام سے ہوتیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے یا ایسا بھی ہوتا کہ بحالت صوم تقبیل کرتے، یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور لطف و کرم کا نتیجہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکل آتا
وہی ساتھ جاتیں، پھر کسی کیلئے کوئی عذر نہ رہ جاتا۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اہل
خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر
سلوک کرتا ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھ لیتے تو تمام ازواج مطہرات کے
گھروں میں روزانہ تشریف لے جاتے جن کے پاس پہنچتے ان کے حالات معلوم کرتے،
جب رات ہوتی تو وہاں تشریف لے جاتے، جہاں باری ہوتی اور شب وہیں بسر کرتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی
ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب
ازواج مطہرات کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ کے پاس کھیلنے کو بلایا کرتے
تھے اور جائز امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہو جاتے اور جب حضرت عائشہ
پانی پیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگا کر پیتے
جہاں سے انہوں نے پیا تھا اور جب وہ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ
ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں منہ لگاتے جہاں سے حضرت عائشہ نے کھایا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے ساتھ مسابقت
فرمائی اور ایک دوسرے کے ساتھ دوڑے حضرت عائشہ دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر کچھ
زمانے کے بعد دوسری مرتبہ دوڑ ہوئی تو حضرت عائشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل
گئے، سبب یہ تھا کہ پہلی مرتبہ عائشہ عام جسم کی تھیں، دوسری بار کے وقت بھاری جسم کی ہو گئیں،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی مرتبہ مجھ سے تمہارے آگے نکل جانے کا آج (تم سے
میرے آگے نکل جانے کا) بدلہ ہے۔ (مدارج النبوۃ)

کھانے، پینے میں ازواج مطہرات کو کوئی روک ٹوک نہیں تھی جو چاہتیں کھاتیں جو
چاہتیں پہنتیں، ہر چند عسرت کی وجہ سے اچھا کھانا میسر نہ آتا، اہل بیت کے لئے سونے چاندی

کے زیورات پسند فرماتے۔ اس زمانہ میں بجنے والے زیوروں کا رواج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے زیور پہننے کا حکم دیتے۔ بیویوں کا پاک صاف رہنا پسند فرماتے۔ بیویوں پر لعن طعن نہ کرتے نہ ان سے سخت اور درشت لہجہ میں گفتگو کرتے۔ اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہوتی تو اشارات میں بیان کر دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ (اسوۂ حسنہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حریرہ لائی جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا تھا۔ میں نے حضرت سودہؓ سے جو وہاں موجود تھیں کہا کہ تم بھی کھاؤ تو انہوں نے کسی وجہ سے انکار کیا۔ میں نے کہا یا تو کھاؤ ورنہ تمہارا منہ اس حریرہ سے ملوں (لیپ) دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ میں نے حریرہ ہاتھ میں بھر کر ان کا منہ سان دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر ہنس پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے (حضرت عائشہؓ) دبایا (تاکہ مدافعت نہ کر سکیں) حضرت سودہؓ سے فرمایا تم ان کا منہ سان دو۔ انہوں نے میرا منہ سان دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (جمع الفوائد عن الموصلی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک ازواج سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تکلفی اور محبت واضح ہے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گمان ہوا (اس گمان سے کہ شاید کسی بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہوں حالانکہ یہ گمان نہ صحیح تھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول ملتزم کے اعتبار سے صحیح ہو سکتا تھا گو عدل بھی آپ پر واجب نہ تھا اور عقلاً حضرت عائشہؓ بھی ایسا گمان نہ کر سکتی تھیں مگر طبعاً معذور تھیں اسی واسطے اس کو غیرت سے تعبیر کیا جو امر طبعی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور میں اضطراب میں جو کچھ کر رہی تھی (مثلاً اضطراب کی حرکات) اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم کو کیا ہوا؟ کیا تم کو رشک ہوا؟ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ جیسا (محب) آپ

صلی اللہ علیہ وسلم جیسے (محبوب) پر رشک نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ کو تیرے شیطان نے پکڑ لیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور (تمہاری کیا تخصیص ہے) ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے، میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری اعانت فرمائی یہاں تک کہ میں اس سے سالم (یعنی محفوظ) رہتا ہوں یا (ایک روایت کے مطابق یہ فرمایا کہ) وہ اسلام لے آیا۔

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) (از عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفی ؒ، شمارہ نمبر 21)

دین سے دوری کی وجوہات:۔ میں نے بصیرت کی بناء پر تجربہ کیا ہے کہ لوگوں کی دین سے دوری میں ۸۰ فیصد حرام مال کھانے کا عمل دخل ہے اور باقی ۱۰ فیصد اس وجہ سے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں، اور ۱۰ فیصد اس وجہ سے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے۔ (حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ) (شمارہ نمبر 48)

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں جا کے پہنچوں گا کب مدینے میں
کب جس کا نہ ہو مدینے میں اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل خانہ سے برتاؤ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (یعنی نکاح و رخصتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آجانے کے بعد بھی) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری کچھ سہیلیاں تھیں، جو ساتھ کھیلنے کے لئے میرے پاس یہاں بھی آجایا کرتی تھیں تو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تھے تو وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر جا چھپتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھجوا دیتے (یعنی خود فرما دیتے کہ وہ اسی طرح کھیلتی رہیں) چنانچہ وہ آکر پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس کھیل

دور تفریحی مشغلہ سے نہ صرف یہ کہ منع نہیں فرماتے بلکہ اس بارے میں ان کی اس حد تک دلداری فرماتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر ساتھ کھیلنے والی دوسری بچیاں کھیل چھوڑ کر بھاگتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو کھیل جاری رکھنے کیلئے فرما دیتے۔ ظاہر ہے کہ بیوی کی دلداری کی یہ انتہائی مثال ہے۔ (معارف الحدیث)

بیوی سے دوڑ کا مقابلہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلی، میں (ان دنوں) ہلکے بدن کی تھی، جب ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ (دوڑ کے مقابلے کے لئے) آگے بڑھو، پھر مجھ سے فرمایا: "اے عائشہؓ آؤ تاکہ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آگے نکل گئی"۔ پھر دوسرے سفر میں نکلی، جبکہ میرا بدن بھاری ہوگیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ٹھہراؤ کیا تو صحابہؓ سے فرمایا آگے بڑھو! پھر مجھ سے فرمایا: "عائشہؓ آؤ میں تم سے دوڑ میں بازی لگاؤں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے اور آگے نکل گئے، آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "یہ پہلے کا بدلہ ہے"۔

تشریح: یہ واقعہ اپنی ازواج کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ ایک پرمسرت اور خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی بیویوں کے حق میں انتہائی مہربان اور شفیق تھے، اس میں امت کے لئے یہ سبق ہے کہ اپنی گھریلو زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن معاشرت کی پیروی کی جائے اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھی خوشی اور باہمی پیار و محبت کے ساتھ رہا جائے۔

بیوی کو پیارے نام سے پکارنا: حسن معاشرت کے لئے شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے پیار و محبت و دل لگی کی باتیں کیا کرے۔

تمام ازواج مطہرات میں حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات جانتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بارہا حضرت عائشہؓ کو ان ناموں سے پکارتے تھے: "یا حمیرا" "یا روحی" "یا سکنی"،
"یا محبوبی" "یا حسنی" "الحق" "اے حسینہ" "اے میری جان" "اے میری دلپسند خوشبو"،
"اے میری محبوبہ" "اے میری غمخوار" اور اسی طرح کے الفاظ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کو ایسے کلمات کہتا ہے جس سے وہ
خوش ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غم سے اس کو نجات دیتا ہے اور ہر کلمہ پر سو برس کی عبادت کا
ثواب اس کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا ہے۔ (احیاء العلوم) (ارشادات حکیم الامت، شمارہ نمبر 53)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

غزوہ خندق کے موقع پر زبردست خوف کا عالم۔۔۔ بھوک لگی ہوئی اور سردی زبردست ہے، اوپر
سے کپڑا کوئی نہیں اور بھوک کی حالت ہے۔ روٹی کوئی نہیں۔ خوف کی حالت، ہتھیار کوئی
نہیں۔ لیکن صحابہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

حضرت جابرؓ نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بھوک لگی ہے آپ اپنی
بیوی کے پاس گئے، کہنے لگے کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ کہنے لگی یہ بکری کا بچہ ہے اور یہ تھوڑے
سے "جو" ہیں کہا کہ جو پیسو اور بکری کے بچے کو کاٹو اور پکاؤ۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
لے کے آتا ہوں۔ آپ آئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چند دو آدمیوں کا کھانا
کھانا پکایا ہے، آپ تشریف لے آئیں۔ اور اس وقت خندق میں دو ڈیڑھ ہزار آدمی خندق کھود رہا
تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے اہل خندق! جابرؓ نے تمہارے لئے روٹی پکائی ہے،
حضرت جابرؓ کے تو پاؤں اکھڑ گئے کہ ذرا سا کھانا تھا میں نے تو چند دو کا کہا تھا یہاں پندرہ سو کا ہو گیا
۔۔۔ کیا چکر ہو گیا؟ بیوی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ کیوں بھاگا جا رہا ہے
پیچھے سے آواز آئی فرمایا: ارے! مجھے کیا پتہ ہے کہ چھوٹی سی ہانڈی میں تو نے پکایا ہوگا، ہانڈی
کو نیچے مت اتارنا جب تک میں نہ آؤں۔ آپ تشریف لے گئے ہانڈی اوپر تھی آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تھوڑا سا لعاب ڈالا، روٹیاں پاس رکھ لیں، دستر خوان بچھا دیا آ کر بھائی!
کھاتے جاؤ سالن نکال کے دے رہے ہیں، روٹی تقسیم کر رہے ہیں کھانے والے کھا رہے

ہیں، لوگ چار سے ہیں، ڈیڑھ ہزار آدمیوں نے کھانا کھا لیا، وہ چھوٹی سی ہانڈی میں سالن بھی پڑا ہے وہ سیر دو سیر جو کی جو روٹیاں پکی تھیں وہ روٹیاں بھی پڑی ہیں، ڈیڑھ ہزار کے مجمع نے کھانا کھا لیا اس کے باوجود سالن بھی پڑا روٹی بھی پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جو دسترخوان پہ ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں ان ہڈیوں کو جمع کرو، ہڈیوں کو جمع کر کے اپنے سامنے رکھ لیا ہاتھ اٹھا کے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ہڈیوں کو پھر بکری کا بچہ بنا کر کھڑا کر دیا فرمایا یہ جابرؓ تمہارے اللہ نے کھلا دیا، تو اپنی بکری کو سنبھال اور دونوں لڑکوں کو بھی سنبھال۔

مال میں برکت نہ ہونے کی وجہ: ارے میرے بھائیو! آج یہ برکتیں کیوں نہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ نہیں ہے، آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی نہیں ہے، آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والے اخلاق نہیں ہیں، اللہ کا نبی کہتا ہے کہ جو تیرے سے توڑے تو اس سے جوڑ، جو تیرا حق مارے تو اس کا حق ادا کر، یہاں تو جھوٹے مقدمے کر کے لوگوں کی جائیداد پہ قبضہ کر رہے ہیں تو ان کی نمازوں سے انہیں کیا نفع ملے گا؟ اور ان کے حج کرنے سے انہیں کیا نفع ملے گا؟ جو لوگوں کے مال غصب کر کر کے اپنی جائیدادیں بنا رہے ہیں ان کی نمازوں سے انہیں کیا نفع ملے گا اور ان کے روزے انہیں کہاں سے کامیاب کریں گے اور کون سی حکومت آ گئی جو انہیں عزت نصیب فرمائے گی، جب آپ لوگوں کے مال ہڑپ کر رہے ہیں اور اللہ کا لاڈلا رسول فرما رہا ہے کہ جو تیرا حق مارے تو اسے بھی عطا کر اور جو تجھ پہ ظلم کرے تو اس کو بھی معاف کر اور جو تجھ سے برا کرے تو اس سے بھی اچھا کر، آج یہ اخلاق مسلمانوں سے نکلے ہوئے ہیں، اگر یہ اخلاق زندہ ہو جائیں اور یہ زندگی وجود میں آ جائے تو سارا عالم دین سے چمک سکتا ہے۔

حق تعالیٰ کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے اخلاق سب سے بڑا، سب سے بہتر اور سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے۔

(از افادات حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، شمارہ نمبر 56)

یہ تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت جابر عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوجوان مسلمان ہوا،

اس کا نام ثعلبہ بن عبدالرحمٰن تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موزے بنایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی کام کے لئے بھیجا وہ چلتے ہوئے کسی انصاری آدمی کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرا اس کو گھر کے اندر ایک عورت غسل کرتی نظر آگئی اور ساتھ ہی اس کو یہ خیال ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعے اس بدنگاہی کا پتہ نہ چل جائے، چنانچہ وہ اس خوف کی وجہ سے جدھر منہ تھا اسی طرف بھاگ نکلا اور مکہ اور مدینہ کے پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا، چالیس روز گزر گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔

ادھر حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ:
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک آدمی پہاڑوں میں مجھ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کو اس کی تلاش کا حکم دیا دونوں حضرات حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ کے پہاڑی راستوں سے ہوتے ہوئے اس کی تلاش میں چل دیئے۔ ان کو مدینہ کا رہنے والا "ذفافہ" نامی ایک چرواہا ملا، حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کا علم ہے جس کا نام ثعلبہ ہے؟ اس چرواہے نے کہا شاید آپ اس نوجوان کا پوچھ رہے ہیں جو جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہے کہ وہ جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب آدھی رات ہوتی ہے تو وہ نوجوان ان پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہتا ہے کہ: اے کاش! تو میری روح کو قبض کر کے روحوں میں داخل کر دیتا اور میرا جسم مردوں میں شامل ہو جاتا، اے کاش کہ تو مجھے روز قیامت حساب کے وقت رسوائی سے بچا لے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بس اسی نوجوان کی تلاش ہے۔ وہ چرواہا ان دونوں حضرات کو ساتھ لے گیا جب آدھی رات کا وقت ہوا تو وہ نوجوان پہاڑوں سے نکلا سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہی جملے کہہ رہا تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور جا کر اس کو اپنی گود میں لے

کیا اس نوجوان نے کہا کہ اے عمرؓ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا پتہ چل گیا ہے؟
حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں البتہ گزشتہ کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہارا ذکر کیا
گیا تھا اور مجھے اور سلمانؓ ہم دونوں کو تمہاری تلاش کا حکم فرمایا تھا۔ اس نوجوان نے کہا کہ اے عمرؓ!
مجھے ایسے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جانا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز میں مشغول ہوں، چنانچہ وہ دونوں حضرات ثعلبہ بن عبدالرحمٰنؓ کو ساتھ لے آئے۔ جب نماز کا
وقت ہوا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو حضرت عمرؓ اور سلمانؓ جلدی سے صف میں جا کھڑے ہو گئے۔

ثعلبہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی آواز سنی تو غش کھا کر گر پڑا۔ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے
دریافت کیا کہ ثعلبہ کہاں ہے؟ اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ یہاں حاضر
ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور جا کر ثعلبہ کو ہلایا، چنانچہ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن ہوش میں آ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ثعلبہ تو مجھ سے کیوں غائب رہا؟ اس
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گناہ کی وجہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تجھے ایسی آیت نہ بتلا دوں جو تیری تمام خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دے؟ اس نے عرض
کیا ضرور بالضرور یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھا کر:

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار. (البقرة: ۲۰۱)

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گناہ تو بہت بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سب سے بڑا ہے، پھر آپ نے اس کو واپس گھر جانے کا حکم
فرمایا۔ ثعلبہ بن عبدالرحمٰن مسلسل آٹھ دن بیماری کی حالت میں رہے، پھر ایک روز حضرت سلمانؓ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثعلبہؓ کے پاس تشریف لے جائیں، کیونکہ وہ غم کی وجہ سے موت کے قریب
ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اٹھو ثعلبہ کے پاس میرے ساتھ چلو۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثعلبہؓ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا
سر گود میں رکھ لیا۔ انہوں نے اپنا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود سے ہٹا لیا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنا سر میری گود سے کیوں ہٹا لیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا سر اس قابل نہیں کیونکہ وہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے گوشت پوست اور ہڈیوں میں چیونٹیاں چل رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری کیا خواہش ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھے معاف فرما دے۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں فرمایا تھا کہ جبرائیل حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت آپ کو فرما رہے ہیں کہ اگر میرا یہ بندہ ساری روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو میں اس کے اس قدر گناہ بھی معاف کر دوں گا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان اس نوجوان کو بتلایا۔ اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غسل اور کفن دفن کا حکم فرمایا۔ نماز جنازہ کے بعد اس کو دفن کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے۔ دفن کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ اس جنازہ میں شریک فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے میں اپنا پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ (تنبیہ الغافلین) (شمارہ نمبر 49)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کی برکت سے
صحابہؓ کی زاہدانہ زندگی کا ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ

حضرت سعد بن عمیرؓ بیت المقدس اور فلسطین کے والی بنائے گئے تھے اور ایک عرصے تک بنے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا۔ حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور عمال کا امتحان کیا کرتے تھے کہ کہیں وہ ظلم کی طرف تو نہیں جا رہے ہیں کہیں ان سے عدل و انصاف کی بنیا

جھوٹ تو نہیں کہتی، دوسرے آدمیوں کے ذریعے بھی جانچ کراتے تھے اور خود بھی رات کو بھیس بدل بدل کر نکلتے تھے کہ مخلوق کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔

غرض انہوں نے ایک خادم کو شام بھیجا کہ جا کر ذرا سعد بن عمیر کی خبر لاؤ کہ کس حالت میں ہے اور پانچ سو روپے کی تھیلی دی کہ میری طرف سے ہدیے کے طور پر پیش کردینا، مقصد جانچ کرنا تھا، خادم پہنچا، حال یہ ہے کہ سعد فلسطین کے گورنر ہیں اس مقدس ملک کے کہ جہاں کھیت اور پھل اور سبزہ وترکاری کی کوئی کمی نہیں مگر گورنر صاحب ایک خس پوش کچے سے مکان میں دروازے پر بیٹھے ہوئے رسیاں بٹ رہے تھے، بٹ بٹ کے پیٹ پالتے تھے اس سے جو پیسے ملتے تھے ان سے گزر اوقات کرتے تھے بیت المال اور خزانے پر بالکل ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔

غرض خادم پہنچا تو کھڑے ہوگئے، بہت محبت سے ملے، خادم نے حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچایا بہت خوش ہوئے، اب حضرت عمرؓ تو گورنر کی جانچ کررہے تھے کہ گورنر صاحب نے امیرالمومنین کی جانچ شروع کردی، خادم سے کہا کہ عمرؓ تو بڑا مالدار ہوگیا ہوگا اس واسطے امیرالمومنین ہے خزانے اس کے تحت میں ہیں ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کرلیا ہوگا؟ خادم نے کہا کہ نہیں! حضرت عمرؓ کا وہی زہد وقناعت قائم ہے جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قائم تھا، وہی جو کی روٹی، وہی پیوندوں کے کپڑے، وہی زہد، وہی قناعت، کہا الحمدللہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا کہ جو خزانوں پر قابض ہوکر پھر بھی زاہد اور متقی ہے۔

اس کے بعد سوال کیا کہ حضرت عمرؓ کے ہاں مقدمات تو آتے ہوں گے، خوب جانبداریاں کرتا ہوگا اپنے رشتہ داروں کی حمایت کرتا ہوگا دوستوں کو جتاتا ہوگا؟ خادم نے کہا کہ نہیں حضرت عمرؓ غریب کو اور امیر کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں پبلک کے تمام افراد ان کی نگاہ میں یکساں ہیں وہ عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں، کہا: الحمدللہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا جو عادل بھی ہے منصف بھی ہے، کامل بھی ہے، غرض وہ تو جانچ کررہا ہے امیرالمومنین کی طرف سے گورنر کی اور گورنر جانچ کررہے ہیں امیرالمومنین کی کہ ان میں تو کوئی فرق نہیں آیا، جب یہ سب کچھ ہوچکا تو خادم نے پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی کہ حضرت عمرؓ نے بطور ہدیے کے دی ہے۔

بس یہ دیکھتے ہی غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ یہ مال عمرؓ کے باپ کا ہے جو

ہزار ہزار، پانچ پانچ سو تقسیم کرتا ہے، جس کے باپ کا خزانہ ہے؟ کہا نہیں، حضرت عمرؓ نے ذاتی طور پر دیئے ہیں تو کہا اچھا عمرؓ سرمایہ دار بن گیا ہے کہ پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار روپیہ ہدیہ کے طور پر بھیجتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

غرض ہدیہ قبول کر لیا مگر اب ہدیہ کا حشر یہ ہوا، کہ اپنے بدن سے چادر اتاری اور جہاں کوئی غریب گزرا چادر میں سے دو تین بالشت کی ایک پٹی پھاڑی اور دس بیس روپیہ اس میں باندھ کر اس کے سامنے پھینک دیئے، کوئی یتیم گزرا پھر ایک پٹی پھاڑی دس بیس باندھے اس کے آگے ڈال دیئے، شام تک روپیہ بھی ختم ہو گیا اور حضرت حبیب کی چادر بھی ختم ہوگئی، آخر میں بیوی نے کہا میرے ہاں کئی دن سے فاقہ ہے کچھ مجھے بھی دیدو تو خفا ہو گئے دو تین درہم پھینک دیئے کہ تو بھی اگر اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا چاہتی ہے تو بھر لے تجھے مبارک ہو، تو یہ کیفیت تھی۔

اس کے بعد غلام نے پیغام دیا کہ حضرت عمرؓ کا جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کریں، آپ کو بلایا ہے، فرمایا کہ چلو، اسی وقت لاٹھی ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے، وہ ڈیڑھ سو میل کے سفر کیلئے تیار ہو گئے، نہ اونٹنی، نہ سواری، کہا بس چلو، اور پیدل امیر المومنین کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی: سعدؓ کئی کئی دن میں پہنچے، حضرت عمرؓ شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے، ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن عمیرؓ کے چہرے پر تھکے کے آثار دیکھے، بہت حیران ہوئے کہ یہ ضعف کیوں، لیکن سمجھ گئے کہ یہ اس ہدیہ کا اثر ہے۔

حضرت سعدؓ نے کہا کہ شہر میں تو آ جاؤں گا پر بعد میں ملیں گے، پہلے روضۂ اقدس پر حاضر ہو لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کر لیں، چنانچہ سب تشریف لے گئے۔

روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضرت سعد ابن عمیرؓ نے سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! میں عمرؓ کی حکومت خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا جو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھوں سے کاٹ دی تھیں عمرؓ پھر وہی پہنانا چاہتا ہے اور پانچ پانچ سو روپے ہدیہ کے ہمارے پاس بھیجتا ہے میں اس حکومت کے دور خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا،

انہوں نے رو رو کر یہ دعا کی۔

اب حضرت عمرؓ کی باری آئی، انہوں نے دعا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی وقت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں جب تک میری حکومت میں سعد بن عمیر جیسے افراد موجود ہیں اور جب یہ مر گئے ہیں تو میں بھی زندگی نہیں چاہتا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ چند ہی دن کے بعد سعد بن عمیر کی وفات ہوئی اور ان کے چند دن کے بعد ہی حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔

تو دولت پر قابض ہونے کے بعد اور ملکوں پر حکمراں ہونے کے بعد یہ زہد و قناعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا۔ (از مجلہ ماہنامہ بخاری محرم صفر ۲۰۰ نمبر 24)

حضرات صحابہ کرامؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی

- حضرت بلال حبشیؓ بہت عرصہ تک اسلامی لشکر کے ساتھ شام میں مقیم رہے، ایک دن آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں "اے بلالؓ! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کیلئے آؤ؟"

اس خواب نے حضرت بلالؓ کے سارے زخم ہرے کر دیئے، آپؓ بیتاب ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے، مدینہ پہنچے تو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اور حضرات حسنینؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کرتے تھے، حضرات حسنینؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، اس لئے جب انہوں نے اذان دینے کی فرمائش کی تو آپؓ ان کی بات نہ ٹال سکے، یہ خبر سن کر کہ بلالؓ موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج پھر اذان دیں گے سارا مدینہ امڈ آیا، اپنی زندگی کی آخری اذان جب حضرت بلالؓ نے شروع کی تو مدینہ میں ایک قیامت بپا ہو گئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عہد لوگوں کی نظروں میں گھوم گیا، لوگوں کے دلوں کے زخم پھر تازہ ہو گئے، ان کے صبر کا دامن چھوٹ گیا، ہر طرف سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

جب انہوں نے روضۂ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا اشہد ان محمد الرسول اللہ تو پردہ نشین خواتین بھی بیتاب ہو کر گھروں سے نکل آئیں، ایسا لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی مدینہ سے رخصت ہوئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد ایسا ولولہ و جوش خروش پیدا ہوا لوگوں نے کبھی نہ دیکھا تھا جو حضرت بلال کی اس صدا نے دلوں میں پیدا کر دیا وہ بھی وہ صدائے دلنواز ہے جس نے حضرت بلال کو عاشقِ رسول کی حیثیت بخشی ہے ؎

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے؟ رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے!

(اقبال)

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے بہت شروع میں اسلام قبول کر لیا تھا، عرصہ دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں یہ شام کی معرکہ آرائی میں شامل تھے، ایک موقع پر یہ مجاہدین کے ایک دستے کے ساتھ رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے، رومی جن مسلمانوں کو گرفتار کر لیتے تھے ان کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔

جب حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ گرفتار ہو کر رومیوں کے لشکر گاہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں گائے کی شکل کا ایک بہت بڑا کڑھاؤ ہے جس میں زیتون کا تیل کھولایا جا رہا ہے، رومی ان کو پکڑ کر اس کڑھاؤ کے سامنے لے گئے اور کہا "تم مسلمانوں کے ایک سردار ہو ہم تم کو مارنا نہیں چاہتے عیسائیت ایک سچا مذہب ہے، عیسیٰ ہمارے نبی ہیں وہ خدا کے بیٹے ہیں، تم عیسائیت قبول کر لو ہم تم کو معاف کر سکتے ہیں، ورنہ یہ کھولتا ہوا تیل تم دیکھ رہے ہو، یہ تم کو ذرا سی دیر میں خاکستر کر دے گا"۔

حضرت عبداللہؓ نے نہایت استقلال سے جواب دیا "بیشک حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور نبی برحق ہیں، لیکن ان کی شریعت اب منسوخ ہو چکی ہے، سب دینوں سے اچھا دین اور سب نبیوں سے افضل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچ چکے ہیں اس لئے ہم اسلام کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں"۔

عیسائی ایک اور قیدی مسلمان کو پکڑ کر لائے ان کو عیسائیت قبول کرنے کو کہا جب انہوں نے انکار کیا تو ان کو پکڑ کر اس کڑھاؤ میں جھونک دیا وہ پل بھر میں جل بھن کر کباب ہو گئے۔

حضرت عبداللہؓ نے یہ منظر دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے۔ عیسائیوں نے کہا کہ "اب موت نظر آئی تو روتے ہو، بہتر ہے عیسائیت قبول کر لو اب بھی جان بخشی ہو جائے گی" اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے وہ جواب دیا جس کی مثال ساری دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی، فرمایا: "تم سمجھتے ہو میں موت کے خوف سے روتا ہوں، رب کی قسم میں اپنے اس انجام پر ہرگز نہیں روتا، میں تو اپنی مجبوری پر روتا ہوں کہ میرے پاس اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے بس ایک ہی جان ہے، کاش! میری لاکھوں جانیں ہوتیں اور میں ہزار بار اس تیل میں گر کر ان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربان کرتا رہتا" عشق و اطاعت کا یہ جذبہ دیکھ کر رومی حیران دم بخود رہ گئے، رومیوں نے کہا "اچھا تو ہمارے بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دو تو ہم تم کو آزاد کر سکتے ہیں" فرمایا "میں ایک مشرک صلیب پرست کی پیشانی کو چوم کر اس منہ کو آلودہ نہیں کر سکتا جس سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں" پھر رومیوں نے کہا "اگر تم بادشاہ کی پیشانی کو بوسہ دو گے تو تمہارے یہ سب ساتھی بھی قید سے آزاد کر دیئے جائیں گے" چونکہ حضرت عبداللہؓ کی نظر میں مسلمانوں کی جان کی بہت قیمت تھی اس لئے انہوں نے یہ شرط قبول کر لی اور اسی مسلمانوں کی قیمتی جانیں بچا کر لشکر اسلام میں لوٹ آئے، خلیفہ حضرت عمرؓ نے جب یہ قصہ سنا تو فرطِ مسرت سے حضرت عبداللہؓ کی پیشانی کو چوم لیا۔ (اسد الغابہ جلد سوم)

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق

حضرت اویس قرنیؓ نے عالم جسمانی میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف بھی حاصل نہیں کیا، لیکن روحانی طور پر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خیال رہتا تھا، بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار نصیب ہو۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور تکلیف کے نام سے بھی تڑپ اٹھتے تھے، میدان احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک کسی ظالم کا پتھر لگنے سے شہید ہو گیا تھا، جب جنگ احد کا حال حضرت اویس قرنیؓ کو معلوم ہوا تو تڑپتے تھے زار و قطار روتے تھے۔

انہیں یہ احساس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی تکلیف دانت ٹوٹنے سے ہوئی ہوگی اور تم یہاں آرام سے ہو تو انہوں نے پتھر مار کر اپنا دانت توڑ ڈالا، پھر خیال ہوا کہ یہ نہیں، یہ دوسرا دانت ہوسکتا ہے، اس لئے اسے بھی توڑ دیا، پھر سوچا کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیچے کا دانت ٹوٹا ہو اس لئے نیچے کا دانت بھی توڑ دیا، پھر اسی خیال سے اس کے برابر والا بھی دانت توڑ ڈالا، غرض ایک ایک کرکے انہوں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے کہ کسی طرح اس حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہوسکے سبحان اللہ یہ انہیں کا خاصہ تھا۔

بعد کو جب ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ان سے ملے تو ان کے تمام دانت ٹوٹنے کا قصہ معلوم ہوا، انہیں انتہائی حیرت ہوئی اور اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جوش دیکھ کر یہ لوگ رونے لگے اور کہا کہ "اویس! واقعی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا ہی حق ہے"۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق   عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات (اقبال)

(ہمراہ بندے جلد اول مشتاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم) (شمارہ نمبر ۶۵)

جنتی قافلہ

ان حضرات صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ جنہیں فرداً فرداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت کا تمغہ عطا فرمایا۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کیلئے خوشخبری

ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا بی بی خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آرہی ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی برتن ہے جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے، وہ پہنچ جائیں تو انہیں اللہ رب العزت کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہئے۔

وبشرها ببيت في الجنة من قصب لا صخب فيه و لا نصب۔ (بخاری شریف)

اور انہیں خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے جنت میں ایک گھر جوف دار (اندر سے خالی) موتیوں سے بنا ہوا ہے جس میں نہ کوئی شور و غل ہوگا نہ کوئی تکان۔

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کیلئے خوشخبری

طلحة فی الجنة طلحہ جنت میں جائیں گے۔ طلحة و الزبیر جاری فی الجنة.

طلحہ اور زبیر جنت میں میرے ہمسائے ہوں گے۔ من سرہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحة بن عبیداللہ. جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کیلئے خوشخبری

حضرت زبیرؓ نے بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں مردانگی کے جوہر دکھائے، باڈی گارڈ کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی پاسبانی کرتے غزوۂ خندق کے موقع پر یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ نے بدعہدی دکھائی، میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انہوں نے مشرکین کا ساتھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بھیج کر ان کی سرگرمیوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے، آپ نے تین مرتبہ پوچھا: کون ہے جو ان کی خبر لائے؟ ہر مرتبہ حضرت زبیرؓ اپنی خدمات پیش کرتے رہے اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

ان لکل نبی حواریا و حواری الزبیر (بخاری، مسلم وغیرہ) ہر نبی کا ایک خاص مددگار رہا ہے اور میرا خاص مددگار زبیر ہے۔

جب حضرت زبیرؓ بنو قریظہ سے واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ سنائی تو آپؐ نے تحسین میں فرمایا: فداک ابی و امی (بخاری وغیرہ) ان دو ارشادات کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو فرمان بھی حضرت زبیر کے سر افتخار کو بلند کرتے ہیں۔ (۱) الزبیر فی الجنة (۲) طلحة و الزبیر جاری فی الجنة.

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیلئے خوشخبری

حجۃ الوداع کے موقع پر بیمار ہو کر بظاہر قریب المرگ ہو گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزاج پرسی کیلئے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں شفا کی

کی دعا فرماتے ہوئے تسلی دلائی اور فرمایا: "امید ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے بعد زندہ رہو گے اور تم اللہ کی خوشنودی کیلئے جو بھی کام کرو گے اس سے تمہارے درجات بلند ہوں گے اور امید ہے کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب کہ کچھ لوگوں کو تم سے نفع پہنچے گا اور دوسروں کو نقصان"۔ (مسند حمیدی ج ۱ ص ۳۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص کے کچھ ایسے اوصاف اور کمالات تھے، جن کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سعد بن ابی وقاص فی الجنۃ۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبدالرحمٰنؓ تجارت کے معاملے میں بڑے خوش نصیب تھے، گویا وہ پتھر بھی اٹھاتے تو نیچے سے سونا نکل آتا۔ ایک مرتبہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو سات سو اونٹوں پر صرف غذائی سامان تھا۔ تجارت کے علاوہ زراعت بھی ان کا ذریعہ آمدنی تھا۔ امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ جرف کے مقام پر انہوں نے بیس اونٹ تو ان کی آبپاشی کیلئے رکھے ہوئے تھے، جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اسی قدر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے تھے، ہزاروں اشرفیاں نقد اور سینکڑوں اونٹ گھوڑے جہاد کے سلسلے میں چندے کے طور پر دے دیتے تھے۔ امہات المؤمنین کی کفالت بڑی فراخ دلی سے کرتے تھے، ہزار ہا روپے نقد ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ ایک باغ ان پر وقف کیا جو چار لاکھ میں فروخت ہوا۔ انہوں نے خود بھی کئی شادیاں کی تھیں، اولاد بھی بہت تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک منقبت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر ایک نماز ان کی اقتداء میں ادا فرمائی تھی اور جب زخمی ہو کر حضرت عمرؓ نے شوریٰ کرایا تھا اس وقت بھی حضرت عمرؓ نے نماز پڑھانے کے لئے انہیں مقرر کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا، بڑے بڑے حضرات خلفاء راشدین ان سے علمی استفادہ کرتے، نہایت صائب الرائے تھے، خلافت جیسے اہم مسائل میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے یہی علمی و عملی کمالات تھے جس کی وجہ سے وہ جنت کی بشارت کے مستحق ہے۔ حدیث عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبدالرحمٰن بن عوف فی الجنۃ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں جائیں گے۔

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ کیلئے خوشخبری

حضرت ابوعبیدہؓ کا امتیازی وصف امانت داری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہے۔

نجران کے نصاریٰ جب مباہلہ کیلئے آمادہ نہ ہوئے تو جزیہ ادا کرنے کی شرط منظور کرلی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی دیانت دار آدمی کو ہم پر مقرر فرما کر ہمارے ساتھ بھیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں تمہارے ساتھ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا، جو حد درجہ امانت دار ہے، کئی صحابہ کرامؓ اس کا انتظار کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ کو کھڑا ہونے کا حکم دیا اور انہیں روانہ فرمادیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ) سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ کے یہی فضائل اور محاسن تھے، جن کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشرہ مبشرہ میں شامل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابو عبیدة بن الجراح فی الجنة.

سیدنا سعید بن زیدؓ کیلئے خوشخبری

حضرت سعیدؓ مستجاب الدعوات تھے، اروی نامی ایک عورت نے حاکم مدینہ (مروان) کے پاس ان کی شکایت کی، کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین ناحق لے لی ہے، حضرت سعیدؓ نے کہا کہ میں اس کی زمین کیسے لے سکتا ہوں، جبکہ میں نے خود رسول اللہ سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی شخص کی بالشت بھر زمین ناحق لے لی، تو ساتوں زمینوں سے وہ بالشت بھر طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا، مروان نے کہا بس بس میں آپ سے اور کوئی قسم نہیں لیتا، لیکن حضرت سعیدؓ نے اس عورت کے دعوے کے مطابق زمین اسے دے دی اور ساتھ ہی بصد الحاح دعا کی تو یہ متاسف و شکستہ دل و درد سے بھرے ہوئے دل ان کے منہ سے بددعا کے یہ جملے نکلے:

"اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسی زمین میں اسے موت

---

۱۲ ص-۹۱

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہو گئی تھی دیواروں کو پکڑتی پھرتی تھی اور کہتی
تھی کہ سعید کی بددعا مجھے لگ گئی ہے۔ ایک مرتبہ اس زمین کے کنویں کے پاس سے گذر رہی تو
اس میں گر کر مر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ کے باعث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا سعید بن زید فی الجنة

سیدنا حمزہؓ کیلئے خوشخبری

۳ھ میں مشرکین مکہ بدر کا انتقام کی آگ لئے ہوئے مدینہ پر چڑھ آئے جبیر
نامی ایک مشرک نے اپنے غلام وحشی سے کہہ رکھا تھا اگر تم حمزہؓ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو وحشی
موقعہ کی تاک میں تھا جب جنگ کا رخ پلٹا تو اتفاق کی بات کہ حضرت حمزہؓ کو ایک جگہ ٹھوکر لگی،
گرے تو زرہ پیٹ سے ہٹ گئی، وحشی نے حربہ پھینک مارا اس کا وار کاری ہوا اور انجام کار
آپ شہید ہو گئے دشمن نے آپ کا مثلہ کیا ناک کان کاٹ لئے، ہندہ زوجہ ابی سفیان نے
آپ کا کلیجہ نکالا اور چبا کر پھینک دیا جنگ کا غبار چھٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
چچا کی لاش دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی گریہ کے ساتھ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی چیخ نکل گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حمزة سید الشهداء
(حمزہ شہیدوں کے سردار ہیں) یہ سیادت حقیقی ہے یا اضافی؟ یہاں اس بحث کا موقعہ نہیں
ہے، امام ابن عبدالبر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: ”کل رات میں جنت میں داخل ہوا تو جعفرؓ ان میں فرشتوں کے ساتھ پرواز
کر رہے تھے اور حمزہؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔“ (استیعاب ص ۸۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں بحوالہ صحیح ابن حبان حضرت عائشہؓ سے
نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا اما ترضین ان تکونی زوجتی
فی الدنیا و الآخرة کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو دنیا و آخرت میں میری زوجہ بنے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کیلئے خوشخبری

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے سورۂ نساء شروع کر رکھی تھی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ہمراہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اس طرح سے پڑھنا چاہے، جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق پڑھے پھر جب عبداللہ بیٹھ کر دعا کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب دعا کرو جو مانگو گے ملے گا تو انہوں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد ارتداد نہ آئے، ایسی نعمتیں مانگتا ہوں جو منقطع نہ ہونے پائیں اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔

حضرت عمرؓ چلے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ بشارت دے آئیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا جو مانگو مل جائے گا' مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے وہاں پہنچ کر بشارت سنا چکے تھے، حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر کہا! آپ تو ہر کار خیر میں آگے رہتے ہیں۔ کوئی آپ سے کیسے سبقت لے جا سکتا ہے۔ (استیعاب ص ۳۷۲) یہ واقعہ مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ صاحب مشکوٰۃ اپنی کتاب الاکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں: وشهد له رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ تو یہ ہیں علم و عمل میں برتر، جنت کی بشارت یافتہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کیلئے خوشخبری

بخاری اور مسلم میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے، میں جنت میں جس جگہ جانا چاہتا ہوں وہ ٹکڑا مجھے اڑا کر وہاں پہنچا دیتا ہے، میں نے یہ خواب اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ کو سنایا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرا بھائی یعنی نیک آدمی ہے، کیا ہی اچھی بات ہو کہ وہ رات کو عبادت کیا کرے۔" بخاری

حضرت عبداللہ کے صاحبزادے سالم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ رات کو بہت تھوڑا وقت سوتے تھے (زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ (بخاری ص ۵۲۹ ج ۱)

ومن رای انه دخل الجنة فانه يدخلها وهي بشارة له (تعبیر الرویا الصغیر ص ۱۲) جو شخص یہ دیکھے کہ وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو یقیناً وہ اس میں داخل ہوگا اور یہ اس کیلئے ایک بشارت ہے۔

اور یہاں تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمادی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے تھے، جب بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے اسی دوران میں ان کی پیدائش ہوئی ان کی والدہ کا نام لبابہ تھا، جو ام المومنین حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی: اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل اے اللہ! تو اسے دین کی سمجھ عطا اور اسے تاویل (تفسیر قرآن) سکھا دے۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۸ھ میں بمقام طائف ہوئی ایک عجیب واقعہ دیکھنے میں آیا کہ سفید رنگ کا ایک پرندہ آیا اور وہ آپؓ کے کفن میں گھس گیا، پھر نکلا، جب آپ کو قبر میں اتار دیا گیا تو یہ آیت تلاوت کرنے کی آواز (غیب سے) سنی گئی۔

ياايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي اے پرسکون روح! تو اپنے رب کے پاس لوٹ جا، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

سیدنا بلالؓ کیلئے خوشخبری

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ ایک روز نماز فجر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: بلال! تمہارا کون سا عمل ہے جس سے تم زیادہ سے

زیادہ ثواب کی امید رکھتے ہو۔

فانی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی تھی۔

عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جب بھی وضو کیا، رات ہو یا دن میں نے اس وضو سے کچھ نہ کچھ نماز (تحیۃ الوضوء) ضرور پڑھ لی، میں اس سے زیادہ اجر کی امید رکھتا ہوں۔

سیدنا عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدینؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عمارؓ بلحاظ قبول اسلام السابقون الاولون میں سے ہیں بعد سے چند سے ان کے والدین نے بھی اسلام قبول کر لیا، اب جو مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تو بقول شاعر:

جو بلائیں وقف تھیں سارے زمانے کیلئے ہو گئیں موقوف سب میرے ستانے کیلئے

کوئی آزمائش نہیں جس سے عمار اور ان کے والدین کو نہ گزرنا پڑا ہو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے جب کہ ان پر ظلم ہو رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: صبراً یا آل یاسر ان موعدکم الجنة (استیعاب ص ۴۲۶ بحوالہ حاکم، اصابہ ابن حجر ص ۳۸۶ ج ۲) اے آل یاسر! صبر سے کام لو، تمہارا ٹھکانا جنت ہے وہیں تم سے ملاقات ہوگی۔

سیدنا سعد بن معاذؓ کیلئے خوشخبری

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے کوئی بہت ہی نرم و ملائم ریشمی کپڑا آیا صحابہؓ اسے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتعجبون من هذه لمناديل سعد بن معاذ في الجنة خير من هذه (بخاری، مسلم) کیا تم اس سے حیران ہو رہے ہو؟ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبلؓ کیلئے خوشخبری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: اعلمهم بالحلال والحرام معاذ حلال و حرام کے مسائل سب سے زیادہ جاننے والے معاذؓ ہیں حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کا تعلق کتنا تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا: انی احبک یا معاذ! معاذ! میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یحشر یوم القیامۃ بین یدی العلماء نبذۃ (مسند احمد) معاذ قیامت کے روز ایک تیر پھینکنے کا فاصلہ علماء سے آگے آگے ہوں گے۔

سیدنا ثابت بن قیسؓ کیلئے خوشخبری

قرآن پاک کی سورہ حجرات میں معاشرتی زندگی کے مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں، پہلی چند آیات میں دربار رسالت کے چند آداب ذکر کئے گئے ہیں، دوسری آیت یوں ہے۔

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح کڑک کر بات کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے کڑک کر بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیسؓ گھر میں بیٹھ گئے مسجد آنا چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور پھر ان کے گھر آدمی بھیج کر پتہ کرایا، آدمی گھر گئے تو انہوں نے کہا بھائی تمہیں معلوم ہے کہ میری آواز بہت اونچی ہے اور میں بولتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے اس لئے میں تو اہل نار میں سے ہوں ان لوگوں نے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بل ھو من اھل الجنۃ نہیں، نہیں بلکہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں، انہیں بلا لاؤ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد وہ ہم میں چلتے تھے تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ جنتی ہیں۔ (یہ روایت بخاری شریف، مسلم شریف اور تفسیر کی تمام معتبر کتب میں موجود ہے)

سیدنا عبداللہ بن سلامؓ کیلئے خوشخبری

اسلام کے بعد قرآن و حدیث کے علم سے بھی بہرہ ور ہو گئے بہت سے اہم مسائل میں حضرات صحابہؓ ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ وہ بلند پایہ عالم تھے جب ان کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے چار آدمیوں کے پاس جایا کرنا جن میں سے ایک نام حضرت عبداللہ بن سلام کا لیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ (ترمذی) کہ وہ بہشت میں داخل ہونے والے دسویں آدمی ہوں گے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ خود عشرہ مبشرہ میں سے اور جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلامؓ کے علاوہ اور کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔ (بخاری ص ۵۳۸ ج ۱)

سیدنا سلمان فارسیؓ کیلئے خوشخبری

غلامی کا طوق گلے میں ہونے کی وجہ سے حضرت سلمانؓ غزوہ بدر یا احد میں شامل نہیں ہو سکے تھے، آزادی ملنے کے بعد غزوہ خندق کے موقعہ پر ان کا مشورہ نہایت کارآمد ثابت ہوا، اس موقعہ پر صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سلمانؓ کے مہاجرین کے گروپ میں رہیں گے یا انصار کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: سلمان منا اھل البیت، سلمانؓ ہم میں سے ہیں یعنی اہل بیت میں سے۔

یہ فرمان ایک بہت بڑا اعزاز تھا حضرت سلمان کیلئے، بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے اور یہ حدیث آپ حضرت عمار بن یاسرؓ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے، حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ اور تیسرا نام حضرت سلمان فارسیؓ کا ہے۔

سیدنا زید بن حارثہ، سیدنا جعفر بن ابی طالب اور سیدنا عبداللہ بن رواحہؓ کیلئے خوشخبریاں

تین ہزار افراد پر مشتمل سپاہ ادھر سے روانہ ہوئی، ادھر قیصر روم کو خبر ملی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر مقابلہ کیلئے آ گیا، مسلمانوں پر شوق شہادت کا غلبہ تھا اس لئے وہ نفری کم ہونے کے باوجود جرار لشکر سے گتھ گئے، حضرت زیدؓ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تو پرچم حضرت جعفرؓ نے سنبھال لیا، بے جگری سے لڑتے لڑتے انہوں نے بھی جام شہادت نوش فرمایا، ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے پرچم سنبھالا اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے، یہ لڑائی شام کی سرزمین میں موتہ کے مقام پر ہوئی تھی،

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان مدینہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے آنسو بہاتے ہیں اور جنگ کا نقشہ دیکھ دیکھ کر فرما رہے ہیں "اب زید شہید ہو گئے ہیں، اب جعفر شہید ہو گئے ہیں، اب عبداللہ بن رواحہ شہید ہو گئے ہیں، اب جھنڈا سیف من سیف اللہ خالد بن ولیدؓ نے سنبھال لیا ہے۔

موطا بن ابی حکیم نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تینوں کو جنت میں سونے کے پلنگوں پر دیکھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ان تینوں کو موتیوں کے خیمے میں الگ الگ پلنگ پر دیکھا۔

سیدنا انس بن مالکؓ کیلئے خوشخبری

حضرت انسؓ کی والدہ کی سفارش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں تین چیزوں کی دعا فرمائی تھی: اللھم اکثر مالہ و ولدہ و ادخلہ الجنۃ: اے اللہ! اس کے مال میں برکت دے اور اولاد میں بھی اور اسے جنت میں داخل فرما۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں دو چیزیں تو دیکھ چکا ہوں، اور تیسری کی (آخرت میں) امید رکھتا ہوں، مال میں برکت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا، جب کہ معمول کے مطابق باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھل دیتا ہے۔ ان کے باغ میں ریحان (جس کو پنجابی میں ناز بو کہتے ہیں) کے پودے تھے، ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی، اولاد میں برکت کا یہ عالم تھا کہ پوتوں پڑپوتوں سمیت خود آپؓ کی صلبی اولاد ایک سو سے زیادہ ہو گئی تھی۔

سیدنا ثوبانؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجرؒ نے ابوداؤد سے روایت نقل کی ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یتکفل لی ان لا یسئل الناس اتکفل لہ بالجنۃ (الاصابہ ص ۲۰۴ ج)

کون مجھے اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ تو حضرت ثوبانؓ نے عرض کیا: حضور! میں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔

سیدنا ابوسفیان بن حارثؓ

جنگ حنین کے موقع پر جب کہ صحابہؓ کی اکثریت میدان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی، ابو

سفیانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی رکاب پکڑے رہے حضرت عباسؓ کے ایک صاحبزادے (کثیر نامی) گھوڑے کی لگام کو پکڑے ہوئے تھے اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا: آواز دو، بیعت رضوان والے کہاں چلے گئے ہیں؟ چنانچہ ان کے بلانے پر پروانے پھر شمع کے گرد جمع ہوگئے۔ ارشاد گرامی ہے: ابو سفیان بن الحارث سید فتیان اهل الجنة (استیعاب ص ۶۸۰ کے اصابہ ص ۹۰ ج ۴) ابوسفیان بن حارث جنتی جوان مردوں کے سردار ہیں، ایک حجام نے آپؓ کے سر میں ایک پھوڑے کا آپریشن کیا تھا، جو جان لیوا ثابت ہوا، اس طرح آپؓ کو شہادت کا رتبہ بھی حاصل ہو گیا۔

سیدنا انسؓ بن النضرؓ کیلئے خوشخبری

احد کے میدان میں بھگدڑ مچی تو چند ایک افراد کے سوا صحابہ کرامؓ میدان چھوڑ کر چلے گئے ان چند افراد میں سے ایک حضرت انسؓ بن النضر ہیں انہوں نے ثابت قدمی دکھائی اور بارگاہ رب العزت میں یوں عرض گذار ہوئے: "اے اللہ! جو کچھ انہوں (یعنی مسلمانوں) نے کیا ہے میں اس سے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ انہوں (یعنی مشرکین) نے کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، پھر آگے بڑھ گئے، راستے میں حضرت سعد بن معاذؓ انہیں مل گئے، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: واها لريح الجنة يا سعد اني اجده دون احد (مسند احمد زاد المعاد ص ۲۲۰ ج ۲ اصابہ ص ۴۳ ج ۱) سعد! جنت کی خوشبو کا کیا کہنا؟ مجھے احد سے آگے محسوس ہو رہی ہے۔ پھر گھس پڑے، کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی لڑتے لڑتے شہید ہوگئے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ زخم آئے تھے کافروں نے ان کا مثلہ بھی کیا تو پہچان نہیں ہو سکتی تھی، ان کی بہن نے انگلی کے پوروں سے کسی نشان سے انہیں پہچان لیا۔ حضرت انس بن نضرؓ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے۔

سیدنا عمیر بن حمام ؓ کیلئے خوشخبری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا مرتبہ بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا۔ اللہ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی۔ ایک انصاری صحابی عمیر بن حمام ؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہی جنت، جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے: عرضها السموات والارض تمام آسمان اور زمین اس کی چوڑائی میں ہے؟ جواب میں فرمایا: ہاں۔ کہا: بخ بخ یا رسول الله واہ واہ! اے اللہ کے رسول! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے "واہ واہ" کس لئے کی؟ عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! قسم بخدا اور کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہوں گا۔ فرمایا: فانک من اهلها (زاد المعاد ج۲ ص۲۲۳) بے شک تو اہل جنت میں سے ہے۔ اس کے بعد ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں، نکال کر کھانے لگے، مگر پھر کہنے لگے: ان کھجوروں کے ختم کرنے تک تو بہت دیر ہو جائے گی، بس پھر وہ کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ بدر کے روز سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز آپ کے حصے میں آیا۔

سیدنا مبشر بن عبد المنذر ؓ اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن حرام ؓ کیلئے خوشخبری

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام ؓ مشہور صحابی حضرت جابر ؓ کے والد ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے میں نے خواب میں مبشر بن عبد المنذر ؓ کو دیکھا وہ مجھ سے کہتے ہیں: چند روز میں تم ہمارے پاس آجاؤ گے؟ میں نے پوچھا تم کہاں ہو؟ کہا: فی الجنة نسرح حيث نشاء بہشت میں ہوں اور جہاں ہمارا جی چاہتا ہے پھرتے ہیں۔ میں نے کہا: تم تو بدر کے روز شہید ہو گئے تھے، کہا: ہاں پھر مجھے زندگی عطا کر دی گئی۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جابر! هذه الشهادة یا ابا جابر یہ تمہارے لئے شہادت کی خوشخبری ہے۔

سیدنا عمرو بن الجموح ؓ کیلئے خوشخبری ہے

حضرت عمرو بن جموح ؓ لنگڑے تھے اور غیر معمولی حد تک لنگڑے، پاؤں سے معذور تھے مگر با غیرت، ایمانی اور شوق شہادت سے سرشار تھے ان کے چار بیٹے جوان تھے، جو

غزوات میں جایا کرتے تھے: احد کو روانگی کا وقت آیا تو بیٹوں نے کہا: ابا جان! آپ معذور آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قتال میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی ہے، آپ گھر میں رہیں ہم کافی ہیں، عمرو بن جموحؓ دل برداشتہ ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ لڑکے مجھے جہاد کیلئے نکلنے سے روکتے ہیں، حالانکہ خدا کی قسم، میری تو تمنا یہ ہے کہ: ان استشہد فاطأ بعرجتی هذه فی الجنة میں شہید ہو کر اپنے اس لنگڑے پن کے ساتھ بہشت میں چلتا پھروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہاد کے فرض سے مستثنیٰ رکھا ہے اور پھر اس کے بیٹوں سے فرمایا: اگر تم اپنے والد کو اجازت دے دو تو کیا حرج ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کی تمنا پوری کر دیں چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی، آگے گئے تو لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیں، عمرو بن جموحؓ بھی انہی میں سے ہے اور میں نے اسے دیکھا ہے کہ وہ اپنے لنگڑے پن کے ساتھ بہشت میں پھر رہا ہے۔ (استیعاب ص ۴۳۵ مدارالشہادی ص ۲۴۴ ج ۲)

سیدنا سعد بن ربیع انصاریؓ کیلئے خوشخبری

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کہتے ہیں: احد کے روز مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن ربیع کو ڈھونڈ لاؤ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے ہیں تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ چنانچہ میں شہداء میں انہیں تلاش کرتا رہا وہ مل گئے ان کے جسم پر نیزوں، تلواروں اور تیروں کے ستر زخم تھے میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پہنچائے اور پوچھا: تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا: اجد ریح الجنة میں بہشت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں، اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تمہارے جیتے جی دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو تم اللہ کے سامنے کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے، یہ کہہ کر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت نسیبہ، ان کے شوہر اور دو بیٹے کیلئے خوشخبریاں

بیعت عقبہ، جو ہجرت کے تیرہویں سن ہوئی تھی، اس میں انصار کے تہتر مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، ان عورتوں میں سے ایک کا نام نسیبہ تھا، یہی تو عورت، لیکن اکثر و بیشتر مردوں سے زیادہ بہادر اور دلیر تھیں، غزوہ احد کے موقعہ پر ان کے شوہر زید بن عاصمؓ اور دو صاحبزادے حبیبؓ اور عبداللہؓ نکلے، وہ خود بھی ہم سفر تھیں، کہ مجاہدین کو پانی پلانے اور دیکھ بھال کی خدمت انجام دے سکیں۔

جب جنگ کا رخ پلٹا اور بھگدڑ مچی تو حضرت نسیبہؓ پانی پلاتی پھر رہی تھیں اچانک انہوں نے غیر متوقع صورت حال دیکھی تو حمیت ایمانی جوش میں آگئی تلوار سنبھالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدافعت کیلئے سینہ سپر ہوگئیں، عقل مند خاتون تھیں، موقعہ مناسب جان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ ہمیں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی نیک بخت خاتون نے دعا کے الفاظ سن کر کہا ہر چہ بادا باد، اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، خواہ کتنی بڑی مصیبت پیش آجائے اس کے بعد وہ دائیں بائیں دیکھے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دفاع کا فریضہ انجام دیتی رہیں، یہ بڑا کٹھن وقت تھا، بڑے بڑے سورما میدان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے مگر وہ اللہ کی بندی کیسے دل گردے کی مالک تھیں کہ بدستور ڈٹی رہیں، اس روز ان کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے بارہ زخم آئے تھے۔

سیدنا عمرو بن ثابت عرف اصیرمؓ کیلئے خوشخبری

جنگ احد اختتام کو پہنچی، مسلمان قتل ہو کر اپنے آدمیوں کو ڈھونڈ رہے تھے، انصار کا ایک نوجوان بنو عبدالاشہل اپنے شہیدوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا، چلتے چلتے وہ ایک شخص کے پاس رک گئے، وہ زخموں سے چور تھا مگر زندگی کی کچھ رمق اس میں باقی تھی، بولے ارے، یہ تو عمرو بن ثابت عرف اصیرمؓ ہے یہ ادھر کیسے آگیا؟ ہم تو اسے اس حالت میں چھوڑ آئے تھے کہ یہ اسلام سے انکاری تھا، پھر انہوں نے اس سے پوچھا: تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی کیا قومی غیرت اس کا موجب بنی ہے یا اسلام کی رغبت؟ جواب دیا۔ اسلام کی رغبت میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتا

دم یہاں تک کہ میرا یہ حال ہو گیا، جو تم دیکھ رہے ہو، یہ کہتے ہی وہ جاں بحق ہو گیا۔

کام تھے عشق میں بہت، پر میر ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

لوگوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی، آپ نے فرمایا: هو من اهل الجنة (مسند احمد، زاد المعاد ص ۲۳۹ ج ۲) ترجمہ: وہ اہل جنت میں سے ہے۔
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: اس شخص کو ایک نماز پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملا، ایمان لا کر شریک جہاد ہوئے اور راہ حق میں شہید ہو کر سیدھے بہشت میں پہنچ گئے۔

ایک نامعلوم الاسم صحابیؓ کیلئے خوشخبری

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے مختلف راویوں (صحابہؓ) سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم: فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے، حضرت عمرؓ وہاں موجود تھے، کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بدکار آدمی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اس کی کوئی نیکی دیکھی تھی؟ ایک آدمی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم: فلاں موقع پر اس نے ہمارے ساتھ چوکیداری کا فرض انجام دیا تھا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور (اس سے مخاطب ہو کر) فرمایا تمہارے ساتھی تو یہ گمان کرتے ہیں کہ تم دوزخی ہو اور انا اشهد انك من اهل الجنة اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی طرف رخ کر کے فرمایا: "قیامت کے روز تم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، مجاہد کیلئے تو بہشت واجب ہو چکی ہے"۔ (اصابہ ص ۱۳۳ ج ۴ و ص ۱۸۸ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے عشق رسول کا اندازہ لگانے کیلئے درج ذیل واقعہ پڑھئے۔
ایک روز انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم!

جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اٹھ کر لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں تو ہم ترس جاتے ہیں اور جب تک واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ کر لیں ہمیں کسی چیز میں مزا نہیں آتا، پھر یہ خیال آتا ہے کہ بہشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو بہت ہی بلند و بالا ہوگا ہم لوگ اگر بہشت میں پہنچ بھی گئے تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیونکر نصیب ہوگا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ الذین انعم اللہ علیہم الآیہ تلاوت فرمائی۔ حضرت عبداللہ کو تسلی ہوئی۔

اتفاق کی بات کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، حضرت عبداللہ مدینہ سے باہر باغ میں کام کر رہے تھے انصار نے لڑکے کو جا کر آن کے لڑکے کو بتایا، اس نے باغ پہنچ کر اپنے والد کو بتایا دل میں عشق کے جذبات پھر موجزن ہوئے اور انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

اللھم اعمنی حتی لا اری شیئاً بعدہ الی ان القاہ! اے اللہ! اگر آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا تو میری بینائی سلب کر لے تاکہ جب تک میں آپ کو خود دیکھ لوں اور کسی چیز کو نہ دیکھ سکوں۔

بس یہ کہنا تھا کہ وہیں کھڑے کھڑے ان کی بینائی ختم ہو گئی۔ رضی اللہ عنہم

اسلاف کی پاکیزہ سیرت کی جھلکیاں کہیں کہیں اخلاف میں بھی نظر آ جاتی ہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ایک ملفوظ سنئے:

حافظ محمد عظیم صاحب پشاور کے ایک عالم تھے اور شاہ صاحب نسبت بھی تھے نابینا تھے اور قصداً نابینا ہوئے تھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ دیکھا کروں، چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہے۔ (ملفوظات حسن العزیز نمبر 32)

اسلامی عظمت کے اہم واقعات

آغاز اسلام ہی سے عظمت و بزرگی کے بعض واقعات نے اور صحابہ کرامؓ کی والہانہ قربانیوں نے انسانی ذہن پر ایسے سنہری نقوش چھوڑے ہیں، جو اپنی نظیر اور درخشندگی کے

...قبر سے تا قیامِ قیامت امر ہو گئے ہیں، ذیل میں ہم ایسے ہی اوّلیات کا ظہور پذیر ہونے والے ایمان افروز چند واقعات سعادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے اسلام ہی کی وجہ سے شہید ہونے والی ہستی سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

☆ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے والی پہلی صحابیہ خاتون سیدہ ام سلمہؓ ہیں جو ہودج میں حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں۔

☆ اسلام کی وہ پہلی خوش بخت صحابیہ خاتون سیدہ عفراءؓ ہیں جن کے سات بیٹے غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ابوجہل پر حملہ کر کے جانبازی سے منہ کے بل گرانے والا مجاہد معوذؓ اسی خاتون کا سپوت تھا۔

☆ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے والے پہلے صحابی ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسدؓ ہیں۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے مہاجرین کے قائد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ہیں جنہوں نے مہاجرین حبشہ کی قیادت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک "اصحمہ" نجاشی والی حبشہ کو پہنچایا یہ پہلا والی سلطنت تھا جو اسلام میں داخل ہوا۔

☆ حبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ مقاطعۂ قریش کے زمانہ میں شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے

☆ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن العوامؓ پہلے سولہ سالہ نوجوان ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے موت کی جھوٹی افواہ سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مرنے مارنے کیلئے ننگی تلوار لے کر اپنے گھر سے کاشانۂ نبوت تک دوڑتے گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ہجرت کے زمانہ میں سرزمین حبشہ میں پیدا ہوئے۔

☆ ماہر تعلیمات اور مقتدر استاد حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کی تعلیم و تبلیغ کیلئے مدینہ طیبہ بھیجا تو آپ کے ہاتھ پر ایک ہی دن میں تمام قبیلہ بنو عبدالاشہل مسلمان ہو گیا۔

☆ غزوۂ بدر میں پورے لشکر اسلام میں حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ وہ واحد مجاہد تھے جن کے پاس سواری کیلئے گھوڑا تھا۔

☆ غزوۂ بدر میں لڑائی کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی خاندان کے تین

کو بدر میں، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ اور حضرت علیؓ کو میدان جنگ میں بھیج کر
فرمایا جس میں سے حضرت عبیدہؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔

☆ غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے حضرت مہجعؓ تھے جو حضرت عمرؓ
کے آزاد کردہ غلام تھے اور انصار میں سے حارثہ بن سراقہؓ تھے۔

☆ اہل مدینہ میں سب سے پہلے اسلام کیلئے بیعت کرنیوالے صحابی حضرت اسعد بن زرارہؓ ہیں۔

☆ امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے غزوہ بدر میں جوش توحید کے
باعث اپنے کافر باپ عبداللہ بن الجراح کو تلوار کے وار سے قتل کر دیا جبکہ حضرت عمرؓ نے اسی
میدان میں اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو پچھاڑ دیا۔

☆ مکہ مکرمہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار ارقم میں منتقل ہو کر اشاعت
اسلام کا آغاز فرمایا تو افتتاح کے دور پر ان چار خوش بخت بھائیوں نے بیعت اسلام کی
سعادت حاصل کی، حضرت عاقلؓ، حضرت ایاسؓ، حضرت خالدؓ و حضرت عامرؓ۔

☆ مسجد قبا کے پہلے امام حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ہیں ہجرت کے بعد شیخین نے
بھی جن کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (شمارہ نمبر 72)

تعلیم یافتہ لڑکا

عہد نبوت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر
صدیقؓ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے، پھرتے پھرتے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی لیکن پانی کا دور دور تک پتہ نہ تھا، البتہ قریب ہی ایک نوجوان
چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اس سے پوچھا:

"میاں لڑکے کیا تم کسی بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس بجھا سکو گے؟"

چھوٹے سے قد اور گندمی رنگت کے اس دبلے پتلے چرواہے نے بڑی متانت کے ساتھ
جواب دیا: "حضور! یہ بکریاں میری نہیں ہیں، ان کا مالک عقبہ بن ابی معیط (مکہ کا مشہور
مشرک) ہے، اس کی اجازت کے بغیر کسی بکری کا دودھ آپ کو دینا امانت میں خیانت ہوگی۔"
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اچھا تو بھائی کوئی ایسی بکری ہی لاؤ جو دودھ نہ دیتی

ہو (یعنی جس نے بچہ نہ دیا ہو) چرواہے نے کہا ایسی بکری ہے تو سہی لیکن یہ آپ کے کس کام کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لاؤ تو سہی" چرواہے نے ایک بکری پیش کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر کر دعا کی حق تعالیٰ نے اتنا تھنوں کو دودھ سے بھر دیا اب صدیق اکبرؓ دودھ دوہنے بیٹھے تو اتنا دودھ نکلا کہ تینوں نے خوب سیر ہو کر پیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بکری کے تھن خشک ہو کر اصلی حالت پر آ گئے۔

نوجوان چرواہا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر گیا پھر ایک دن وہ لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی اپنی جماعت میں داخل فرما لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست منظور کر لی اور بڑی شفقت و محبت سے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: "انک غلام معلم" (تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو) یہ خوش بخت نوجوان جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "تعلیم یافتہ لڑکے" کا خطاب عنایت فرمایا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ (شمارہ نمبر 31)

اعجاز ابراہیمی کے پرتو کی جھلک

حضرت ابو مسلم خولانیؒ جو طبقہ تابعین میں بلند پایہ بزرگ ہیں ان کا ایک عجیب واقعہ حدیث و تاریخ کی نہایت معتبر کتاب جیسے ابو نعیم، تاریخ ابن عساکر، تاریخ ابن کثیر وغیرہ میں صحیح تر اسانید کے ساتھ مذکور ہے، جس کے دیکھنے سے سرور کائنات فخر موجودات نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ معیت کمالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ جو معجزات و کمالات انبیائے سابقین کو عطا ہوئے تھے اسی قسم کے بعض کمالات اور خوارق عادات حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد پر ظاہر فرما کر انہیں بھی ظاہر فرما دیا کہ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مسیلمہ کذاب کا نام شیطان کی طرح زبان زد ہے اور غالباً بہت سے عوام بھی اس سے واقف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا اعلان کیا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔

1۵-کا

یمن میں اس کی شورش کا آغاز ہوا۔ بے وقوف اور محروم القسمت گمراہوں کی ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی، یہاں تک کہ اطراف یمن پر چھا گئی اور لوگوں کو جبرو اکراہ سے اپنے باطل مذہب کی طرف دعوت دینے لگی۔

ایک روز مسیلمہ کذاب نے حضرت ابو مسلم خولانی کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے حاضر کیا اور دریافت کیا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، حضرت ابو مسلمؒ نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں، اس نے پھر کہا کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابو مسلمؒ نے فوراً کہا بے شک!

اس نے پوچھا کہ کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ابو مسلمؒ نے فوراً جواب دیا کہ میں سنتا نہیں، پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو فرمایا کہ ہاں، اسی طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کئے اور یہی دونوں جواب سنے۔

غصہ میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان نار سوختہ کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دو، اس حزب شیطان نے حکم پاتے ہی یہ جہنم کا نمونہ تیار کر دیا اور ابو مسلم کو بے دردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا، مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے دہکتی آگ کو نیک پر فضا باغ اور برد و سلام بنا دیا تھا وہ حی و قیوم آج بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جاں نثاری کرنے والے ابو مسلم کو دیکھ رہا تھا، اس نے اس وقت پھر وہی معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیروان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں، حضرت ابو مسلم صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود متذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جائیں۔ ابو مسلمؒ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ لی، مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی، اچانک حضرت فاروق اعظمؓ پر ان کی نظر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے (مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے بہت مشہور ہو چکا تھا اور حضرت فاروقؓ بھی اس

سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے) ان سے پوچھا کہ آپ کو اس شخص کا حال معلوم ہے جس کو مسیلمہ نے آگ میں جلا دیا ہے؟

ابومسلم نے تعریضاً ادب سے صرف اپنا نام لے کر عرض کیا کہ وہ شخص عبداللہ بن ثوب (یعنی خود) ہی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے قسم دے کر فرمایا کہ کیا واقعی آپ ہی کو اس نے آگ میں ڈالا تھا، انہوں نے قسم کھا کر عرض کیا کہ میں ہی اس کا صاحب واقعہ ہوں۔

حضرت فاروقؓ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا، پھر روتے رہے اور اپنے ساتھ لے گئے اور صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے ایسے شخص کی زیارت کر لی جس کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ واللہ الہادی (شمارہ نمبر 20)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔

علامہ ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام دین میں ثابت قدم، انتہائی مضبوط، تلوار زنی کے ماہر، پختہ رائے کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے والے، اللہ سے ہی مدد طلب کرنے والے، بہادروں سے (میدان جہاد میں) قتال کرنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنا مال لٹانے والے تھے۔

ابوالاسودؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت زبیر بن عوامؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی عمر صرف سولہ برس تھی اور جب ہجرت کی تو اٹھارہ سال کے تھے، قبول اسلام کے بعد زبیر کے ایک چچا تو ان کو بوری میں بند کر کے آگ کا دھواں دیتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ آؤ، مگر زبیر کا جواب یہ ہوتا کہ قبول اسلام کے بعد اب کبھی کفر کو اختیار نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء)

غزوات میں شرکت: حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے سولہ

سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا اور قبول اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے کسی بھی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے۔ (ایضاً ص ۱۳۲ ج ۱)

اسلام میں پہلی تلوار: حضرت عروہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اسلام میں تلوار اٹھائی وہ زبیر بن عوامؓ ہیں جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ شیطان نے یہ آواز لگائی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے پکڑ لیا ہے یہ سنتے ہی حضرت زبیر نے اپنی تلوار لی اور لوگوں کو چیرتے ہوئے نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اوپر کی جانب تشریف لے گئے تھے چلتے ہوئے زبیر کی آپ سے ملاقات ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو غصہ کی حالت میں تلوار اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ زبیر کیا بات ہے؟ زبیر نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے پکڑ لیا ہے۔ (اس لئے میں تلوار لئے دشمنوں کی طرف جا رہا تھا) چنانچہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور ان کی تلوار کیلئے دعا فرمائی۔ (ایضاً)

زخموں کے نشانات: موصل کے رہنے والے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دوران سفر حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ تھا، راستہ میں زبیر کو غسل کی حاجت پیش آ گئی مگر وہ جگہ بیابان تھی کوئی آڑ نہیں تھی چھپنے کیلئے، اس لئے حضرت زبیرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ کپڑے سے مجھ پر پردہ کرو تاکہ میں غسل کر لوں، تو میں نے چادر تان کر ان پر پردہ کیا، غسل کے لئے جب زبیرؓ نے کپڑے اتارے تو میں نے دیکھا کہ ان کی کمر وغیرہ پر تلواروں کے نشانات اور گڑھے پڑے ہوئے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ بخدا میں نے آپ کے جسم پر جیسے نشانات دیکھے ہیں جو کسی اور پر کبھی نہیں دیکھے، حضرت زبیرؓ نے فرمایا کیا واقعی تم نے نشانات دیکھ لئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ اللہ کی قسم ان میں سے ہر زخم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے لگا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لگا ہے۔ (ایضاً)

علی بن زیدؒ کا بیان ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے خود حضرت زبیر کو دیکھا تھا کہ حضرت زبیرؓ کے سینے میں نیزوں اور تیروں کے نشانات تھے۔ (ایضاً)

سخاوت: سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے وہ سب کے سب کمانے والے تھے سارے دن کی آمدنی حضرت زبیر کو جمع کراتے اور حضرت زبیرؓ وہ سارا مال اللہ کے راستے میں تقسیم فرما دیتے اور جب اٹھ کر گھر جاتے تو ان

کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ (حلیہ ص ۱۴۲ ج۱)

اسی قسم کا حضرت سفینہ بن مسلم کا بیان بھی ہے کہ حضرت زبیرؓ ساری آمدنی تقسیم کر دیتے ایک درہم بھی ان کے گھر نہیں جاتا تھا (ایضاً)

اللہ پاک ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے آمین (شمارہ نمبر 51)

مبارک! اے بے قرار مدینہ

(۱) حضرت مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین سے تھے آپ حج پر تشریف لے گئے مدینہ منورہ پہنچ کر جب ویزہ کی مدت ختم ہونے لگی تو انہوں نے متعلقہ دفتر جا کر ویزہ کی مدت بڑھانے کیلئے درخواست کی انہوں نے کہا اس کی وجہ بھی لکھ کر لائیں کہ آپ کس غرض کیلئے مزید یہاں رہنا چاہتے ہیں آپ نے اس وجہ والے خانے میں لکھ دیا "للوفات" یعنی یہاں فوت ہونے کیلئے ویزہ کی مدت بڑھوانا چاہتا ہوں، بہرحال دفتر والوں نے خانہ پری کی دیکھی اور چند دن کیلئے ویزہ بڑھا دیا۔

جب چند دنوں میں سے دو دن باقی تھے تو آپ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور درخواست کی، یا رسول اللہ! مدت ختم ہونے کو ہے اب تو آپ مجھے اپنی طرف بلا لیں، بس پھر آپ اس مدت ختم ہونے سے پہلے ہی وہیں جاں بحق ہو گئے۔

(۲) مسجد نبوی میں حاضرین کے ہجوم میں سے ایک لڑکی سرپٹ دوڑی انتظامیہ والے حیران ہوئے اور اسے پکڑنے کیلئے پیچھے دوڑے لڑکی سب سے تیز بھاگ کر روضۂ اقدس کی جالیوں سے جا چمٹی جونہی اس کے ہاتھ جالیوں پر پڑے بس وہیں روح پرواز کر گئی۔

(۳) سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ جب مسجد نبوی شریف کے کسی تعمیر حصہ کا افتتاح ہونا تھا تو مقامی انتظامیہ نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ تشریف لا کر افتتاح کریں سلطان نے معذرت کی کہ میں اس قابل نہیں ہوں بلکہ وہیں کے کسی بڑے عالم سے یہ کام کروائیں لیکن انتظامیہ نے جب بہت اصرار کیا تو اس نے کہا میں آؤں گا پھر تو اس حالت میں آؤں گا کہ میرے کندھے پر جھاڑو ہوگا اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اس کے علاوہ بھی سنا ہے کہ ترک سلاطین کی یہی ادا تھی کہ وہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو

جہاز دیکھنے سے پہلے ہو کر پہنچی اپنی قدم و موگہدا اور فقیر بن کر حاضر ہوتے تھے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جب مدینہ منورہ حاضری کے بعد واپس جانے لگتے تو روتے ہوئے واپس جاتے تھے کہ مجھے کہیں مردود کر کے مدینہ سے نکالا جا رہا ہو کیونکہ حدیث میں ہے کہ مدینہ گندی مٹی کو باہر پھینک دیتا ہے۔

(۵) ہمارے شیخ و مرشد سیدی و مولائی حضرت حاجی محمد شریف صاحب (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) نے فرمایا کہ حج کے موقع پر جب روضۂ اطہر پر حاضری ہوئی تو سلام عرض کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ میں کس منہ سے کچھ عرض کروں بالآخر اپنے نواسے کو آگے کر کے اس کی معصومیت کے وسیلے سے عرض کرنے کی ہمت پڑی اور یہی طریقہ رہا کہ اسی معصوم بچے کو آگے کر کے صلوٰۃ و سلام عرض کرتا تھا۔

اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مدینہ منورہ جانے والوں کے ہاتھوں صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں تو مجھے اس کی جرأت نہیں ہوتی میں کون ہوں کہ وہاں میرا نام لیا جائے میری کیا حیثیت ہے؟ ہاں الحمد للہ احباب بتاتے رہتے ہیں کہ ہم تیری طرف سے وہاں سلام عرض کرتے ہیں ورنہ مجھے از خود کسی کو کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔

احباب کی خدمت میں گذارش: حج اور مدینہ منورہ کی حاضری ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے اس سلسلہ میں ایک گذارش ہے ہمارے قارئین توجہ فرمائیں گے تو امید ہے ان کو فائدہ بھی ہوگا ان شاء اللہ ضرور ہوگا۔

بعض دوست ذاتی اس تمنا کا اظہار بھی بہت کرتے ہیں اور اپنے دل کی بے قراری کا شکار بھی ہوتے ہیں ماشاء اللہ ان کی یہ نسبت و جذبہ مبارک ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جیسے جذبات ہیں اسی طرح اسباب کے دائرہ میں رہ کر تیاری کا آغاز بھی کر دیں سفر خرچ کیلئے رقم کا انتظام تھوڑی تھوڑی کر کے اسی نیت سے جمع کرنا شروع کر دیں اور ہمارے والد صاحب جو ایک طویل عرصہ ہو گیا مدینہ منورہ کو ہجرت کر چکے ہیں ان کا فرمان ہے کہ جو صاحب بھی وہاں پر حاضری کا جذبہ رکھتے ہوں ان کو چاہئے کہ اپنا پاسپورٹ بنوا لیں تو ان شاء اللہ آگے آسانی ہوتی چلی جائے گی احمان کا یہ نسخہ ہم آزما بھی چکے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ سفر حج و مدینہ

منورہ سے واپس آتے ہی اگلے حج کی تیاری شروع کر دیتے اور پیسے بچا بچا کر رکھتے گئے، کسی نے کیا خوب کہا ہے جانے والا تو خوش جائے لیکن جا کے نہ آئے تو کیا بات ہے (شمارہ نمبر 34)

نعت

ہو نعت بشر کیا کوئی شایان محمد ہے جب کہ خدا خود ہی ثنا خوان محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد اللہ رے جولان گہ عرفان محمد
ہے ہر دو جہاں گوشۂ دامان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد
ہے آیت حق نام خدا شان محمد تفسیر اسی کی ہے یہ قرآن محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد درکار مرا دارو و مریضان محمد
درمان سینہ کشتہ درمان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد
تھمتے نہیں اشک غم ہجران محمد رہتے ہیں سدا طالب دامان محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد ہو جائے جو عشق میں قربان محمد
کہلائے مری جان حزیں جان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد
ہیں لعل و جواہر لب و دندان محمد گویا ہے دہن پاک بدخشان محمد
میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد رکھتا ہے ستون چار یہ ایوان محمد
وہ چار جو ہیں خاصئہ خاصان محمد میں اور مرے ماں باپ ہوں قربان محمد

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ) (شمارہ نمبر 52)

یہ تھے ...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن جحش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تمام دنیا سے بے نیاز تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح ان کی جان اپنے محبوب کے قدموں پر قربان ہو۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، پہلے کفار قریش کے عتاب کا شکار ہوئے شعب ابی طالب کی سختیاں جھیلیں، پھر پورے خاندان کو لے کر حبشہ کی ہجرت پر گئے، دو مرتبہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر تیسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

مدینہ پہنچ کر یہ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ کب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم ملے اور سرفروشی کا موقع میسر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں بڑے اہم اور راز کے کاموں میں روانہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا نوازا کہ ماہ محرم میں قتال کے فعل کو وحی کے ذریعے جائز قرار دیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے "جنگ احد سے ایک دن پہلے ہم نے طے کیا کہ ہم دونوں اپنی اپنی دعا مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہیں اس لئے کہ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ مستجاب ہے، چنانچہ پہلے میں نے دعا مانگی: "اے اللہ! کل جو دشمن میرے مقابلے پر آئے وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہو اور اس کو میں تیری راہ میں قتل کروں"۔

عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری اس دعا پر آمین کہا، پھر خود دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا "اے اللہ! کل میرے مقابلے میں وہ شخص آئے جو بڑا بہادر اور غضبناک ہو، میں تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس سے بڑی بہادری سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے ناک کان کاٹ ڈالے، پھر جب میں تجھ سے ملوں تو تو فرمائے: "اے عبداللہؓ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟"۔

میں نے اس دعا پر آمین کہا اتنا کہ عبداللہ تڑپ تڑپ کر رونے لگے اور بار بار کہنے لگے۔

میرے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا (بخاری) ایک دوسری روایت میں آپ فرماتے ہیں کہ میں تیسرے نمبر پر اسلام لانے والا ہوں (ایضاً)

لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپؓ سے قبل چھ یا سات افراد اسلام قبول کر چکے تھے، آپ کا اپنے آپ کو تیسرا مسلمان کہنا شاید اس لئے ہو کہ آپؓ کو دوسروں کے اسلام لانے کی خبر نہ ہوئی ہو۔ (سیر الصحابہ) اور بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت سعدؓ کا اسلام لانا مردوں میں تیسرے نمبر پر ہو (حاشیہ بخاری)

استقامت: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب اسلام لائے تو ان کی والدہ کافرہ تھیں ان کو بیٹے کا اسلام قبول کرنا پسند نہ آیا، اس لئے کھانا پینا ترک کر دیا اور قسم کھائی کہ جب تک تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر لوٹ کر نہیں آؤ گے میں کھانا وغیرہ نہیں کھاؤں گی اور بھوکی مر جاؤں گی اور میرا الزام ہمیشہ تمہارے سر پر رہے گا کہ تم ماں کے قاتل ہو، ایک روایت کے مطابق تین دن تین رات تک ان کی ماں نے جب کچھ نہ کھایا تو ان کی حالت کمزور ہوگئی، حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ کی ایک ہی روح ہے اگر آپ کے جسم میں سو روحیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے ساری میرے سامنے نکلتی رہتیں تو بھی میں اسلام سے روگردانی نہ کروں گا، بیٹے کی استقامت کو دیکھ کر ماں نے اپنی ضد ختم کر دی اور کھانا کھا لیا۔ (معارف القرآن)

سب سے پہلی خونریزی: حضرت سعدؓ ہوا کہ مکہ مکرمہ کے کفار کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے ایک دن جب آپؓ عبادت میں مصروف تھے اور آپؓ کے علاوہ چند اور صحابہ کرامؓ بھی تھے کہ چند کفار آ گئے اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگے، حضرت سعدؓ کو جوش آیا، انہوں نے وہاں پڑی ہوئی اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ایک کافر کے دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام میں یہ سب سے پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعدؓ کے ہاتھ سے ہوئی۔ (سیر الصحابہ)

حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی: حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی یہ ہے کہ آپؓ ان دس صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دے دی گئی تھی، اسی طرح حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع

نہیں فرمایا تھا، مگر غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ اے نوجوان! تیر اندازی کرو تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں (مشکوٰۃ)

اور حضرت سعدؓ خود فرماتے ہیں کہ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کی تیر اندازی کو مضبوط فرما اور اس کی دعا کو قبول فرما (مشکوٰۃ)

مذکورہ بالا روایت سے حضرت سعدؓ کی خوش نصیبی واضح ہے۔

حضرت سعدؓ کی دو روایات: حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دے اور اللہ کے فیصلے پر ناراض ہو (مشکوٰۃ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جو کام بھی ثواب کی نیت سے کرتا ہے، اس پر اس کو اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے (ثواب کی نیت سے) تو اس پر بھی اجر ملتا ہے (بخاری شریف ج)(شمارہ نمبر 56)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی شفقت

ہم سب کو معلوم ہے کہ دنیا میں ماں باپ سے بڑھ کر کسی اور کی شفقت نہیں، ماں کی مامتا دنیا میں ضرب المثل ہے، اگر کوئی عورت، اگر کوئی انسانی ہستی آمد دنیا کی کوئی بھی مخلوق ماں کی محبت سے بڑھ کر دعویٰ کرے تو سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور اس پر اعتماد نہیں کرتے، اور اس کو بناوٹ، نفاق اور جھوٹا دعویٰ سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بچے کی محبت ماں کے دل میں ڈال دی ہے، جب سے یہ نظام عالم قائم ہے، یہ محبت رکھی ہے، اس نظام عالم میں جسمانی پرورش کا نظام ایک خاص اصول پر چل رہا ہے، جس طریقے سے ہمارا یہ جسمانی نظام چل رہا ہے اسی طرح سے روحانی اخلاقی تربیت کا نظام پیغمبروں سے وابستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی محبت اور شفقت عطا فرمائی ہے کہ اس محبت اور شفقت کے سامنے ماں باپ کی محبت سچ پوچھئے تو گرد ہے، ماند ہے، ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ پیغمبروں کے دل میں

تھی جیسے کسی نے آگ روشن کی اور پتنگے آکر اس پر گرنے لگے اسی طرح سے تم جہنم کی آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو آگ سے ہٹا تا ہوں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ تعلق کا معاملہ ہے۔ امت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الفت تھی، ایسی الفت کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید میں کہنا پڑا۔ سورۂ کہف میں آیا ہے:

فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا۔ "کیا تم جان دے دو گے ان انسانوں کے پیچھے، کیونکہ اپنا گلا گھونٹ لو گے ان کے اسلام نہ لانے پر، ایمان نہ لانے پر؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جانے پائے سب جنت کے مستحق ہو جائیں۔ (از قرآنی افادات) (شمارہ نمبر 56)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا حفظ حدیث

عبادت و تلاوت میں جدوجہد: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عابد اور زاہد صحابہ میں سے تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ سے رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائیگا، آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی، بدن کا بھی حق ہے، اہل وعیال کا بھی حق ہے، آنے جانے والوں کا بھی حق ہے۔ کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینے میں ایک قرآن پڑھا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قوت اور جوانی سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہت کم ہے، مجھے اپنی جوانی اور قوت سے نفع اٹھانے کی اجازت دیجئے، غرض اسی طرح عرض کرتا رہا، آخر تین دن میں ایک ختم کی اجازت دی۔

حدیث لکھنے کا اہتمام: ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے تاکہ یاد رہیں۔ چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنتا اس کو لکھ لیا کرتا کہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال آدمی ہیں، کبھی غصہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں، کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو، میں نے چھوڑ دیا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کا ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو، اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصہ میں خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی حضرت عبداللہ بن عمرو باوجود اس قدر زاہد و عابد ہونے کے کہ کثرتِ عبادت میں ممتاز شمار کئے جاتے ہیں، پھر بھی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمروؓ کے وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابوہریرہؓ سے بھی زیادہ ہیں، اگرچہ ہمارے زمانے میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اس زمانے میں ان کی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔ (فضائل اعمال)

صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم ..... مقدس جماعت

"قرآن کریم نے جس طبقہ کی تقدیس کی ہے وہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے، ایک مقام پر فرمایا کہ: والسّٰبقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه ، یہ رضا کا اعلان قرآن کریم میں ہے جو قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی ایک عظیم کتاب ہے، گویا ابدالآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا یہ تو مطلق صحابہ کی تقدیس تھی، پھر طبقاتی طور پر تقدیس کی، چنانچہ ایک جگہ صحابہ حدیبیہ کے بارے میں فرمایا: لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طبقے کو من حیث الطبقہ بجز صحابہ کرام کے کسی کو مقدس نہیں بتلایا، امت کے اندر افراد آئیں گے، جو کامل اور مکمل ہوں گے، مگر پورا طبقہ مقدس ہو، اس میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو، یہ صرف صحابہ کرام کا طبقہ ہے"۔

{از خطبات حکیم الاسلام} {از افادات مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی نمبر ۶۵}

تذکرہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم

نام و نسب: سعید نام اور ابوالاعور کنیت ہے والد کا نام زید ہے آپ کا سلسلہ نسب کعب بن لوئی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ (سیر الصحابہ)

امام ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ جامع المحاسن صحابی تھے چنانچہ آپ کی صفات حسنہ میں سے چند یہ ہیں کہ آپ حق گوئی اور خواہشات نفسانیہ کی خلاف ورزی کرنے والے تھے اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ کرتے تھے، آپ مستجاب الدعوات تھے، حضرت عمرؓ سے بھی پہلے اسلام قبول کیا تھا تیر لے کر غزوہ بدر میں شریک ہوئے، عہدہ قبول کرنے سے بھاگتے تھے، دنیا اکٹھی کرنے میں کبھی کسی شخص سے بڑھنے کی خواہش نہیں فرمائی، جو چیزیں تکبر و غرور و ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہوں ان سے احتراز فرماتے تھے وغیرہ آپؓ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دیدی گئی تھی۔

جنت کی بشارت: چنانچہ رباح بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ کی بڑی مسجد میں حضرت مغیرہؓ اور سعید بن زیدؓ تشریف رکھتے تھے اور کچھ کوفہ کے لوگ بھی بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص گالیاں بکتا ہوا آیا، حضرت سعیدؓ نے پوچھا کہ یہ شخص کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہیں بتلایا گیا کہ یہ حضرت علیؓ کو گالیاں دے رہا ہے، اس پر حضرت سعیدؓ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میرے دل نے اس کو محفوظ کیا اور میں ہرگز غلط بیانی نہیں کروں گا اور وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن مالکؓ یہ سب جنتی ہیں اور مومنین میں سے نویں نمبر والا بھی جنتی ہے حاضرین نے اصرار کیا اور قسم دے کر پوچھا کہ وہ نویں نمبر والا کون ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ میں ہوں۔ (حلیہ ص ۹۶ ج ۱)

اس روایت کے بیان کرنے سے حضرت سعیدؓ کا مقصد اگرچہ حضرت علیؓ کی فضیلت کو بیان

کرتا تھا لیکن ان کی اپنی شان بھی اس سے واضح ہو جاتی ہے۔ بعد ان کا جنتی ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

اللہ والوں کو ستانے کا انجام: ابو مصطفان حزمی کا بیان ہے کہ ایک عورت اروی بن اویس نے حضرت سعید بن زیدؓ پر زمین غصب کرنے کا الزام لگایا اور مروان بن حکم سے مدد چاہی چنانچہ حضرت سعیدؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپؓ نے اس عورت کی زمین پر قبضہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ بھلا میں کیسے ناحق اروی پر ظلم کر سکتا ہوں؟ حالانکہ میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کوئی کسی کی زمین میں سے ایک بالشت بھی ناحق دبا لے بروز قیامت وہ ٹکڑا ساتوں زمینوں کی تہہ تک اس کی گردن میں (بطور سزا) کے لٹکایا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے اس عورت سے فرمایا کہ جس زمین کے بارے میں تیرا دعویٰ ہے کہ اس پر میں نے قبضہ کر لیا ہے اس کی پیمائش وصول کر لے، چنانچہ وہ عورت اٹھی اور اس نے حضرت سعیدؓ کی زمین سے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ عورت ظالمہ ہے تو یہ اندھی ہو کر اور کسی کنویں میں گر کر مرے، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا اور وہ عورت اندھی ہو گئی تھی اور کنویں میں گرنے سے ہی اس کی موت ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۲۷۹ج ۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کو ستانے کا بہت ہی برا انجام ہوتا ہے۔

اور حضرت سعیدؓ کا بددعا دینا شاید اس لئے ہو کہ تا کہ لوگوں کو حقیقت کا علم ہو جائے ورنہ یہ ممکن تھا کہ کسی کے دل میں صحابی رسولؐ کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جاتی اور دوسری ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعیدؓ نے حلفاً فرمایا کہ میں نے تو احتیاطاً اپنی زمین میں سے چھ سو گز زمین اس عورت کیلئے چھوڑ دی ہے کہ کسی قسم کا شبہ نہ رہے لیکن اس کے باوجود اس عورت کا ایک جلیل القدر صحابیؓ پر الزام لگانا اور اس کے خلاف حاکم وقت سے مدد طلب کر لینا بہت بڑا ظلم اور جرم ہے اور وہ عورت اسی انجام کی مستحق تھی جس کی بددعا حضرت سعیدؓ نے دی تھی۔

کچھ حالات زندگی: حضرت سعید بن زیدؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن حضرت فاطمہ تھیں یہ میاں بیوی دونوں مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے ایک مرتبہ حضرت عمر کو بہن اور بہنوئی کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو غضبناک ہو کر فوراً گھر پہنچے اور دونوں کو بے تحاشا زدوکوب کیا مگر ان کے اسلام میں ذرا بھی تزلزل نہ آئی بالآخر بہن

قصہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

حضرت سعیدؓ نے اپنی تمام عمر نہایت خاموشی سے بسر فرمائی۔ یہاں تک کہ ۵۰ یا ۵۱ ھ میں ستر برس کی عمر میں اس دار فانی کو الوداع کہا۔ مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں آپ کا مسکن تھا وہیں وفات ہوئی۔ جمعہ کا وقت تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ جمعہ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ وفات کی خبر سنی چنانچہ سیدھے وہیں تشریف لے گئے۔ جنازہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پڑھایا اور مدینہ منورہ میں تدفین ہوئی۔

آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کی تھیں، آپ کی ازواج کی تعداد تقریباً نو بیان کی گئی ہے، اسی وجہ سے اولاد بھی بکثرت پیدا ہوئی چنانچہ آپؓ کے کل تیرہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں تھیں۔ (سیر الصحابہ ص ۱۸۶ ج ۲) (شمارہ نمبر 57)

ذکرِ رسول اور فکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اگر مسلمان نسل گمراہ ہو رہی ہو تو پہلا حق ان کا ہے کہ ان کو جہنم سے بچالیا جائے کیونکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت ہے، اس لئے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، اور ان کے اعمال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو رہی ہے اور کافروں کے اعمال کی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہو رہی ہے، کافر زنا کرتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں ہوتی، مسلمان زنا کرتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے، امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کئے جاتے ہیں عالم برزخ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو جاتے ہیں، ایک عیسائی سود لیتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد نہیں ہوتا لیکن ایک مسلمان سود لیتا ہے تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لئے بھی مسلمان سے توبہ کروانا مقدم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین بیٹھے ہیں، جبرائیل آتے ہیں، پوچھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں غمگین ہیں؟ فرمایا امت کے بارے میں فکر مند ہوں! کونسی امت مسلمان یا کافر؟ تو فرمایا مسلمان قیامت کے دن بھی آپ کی جو جھولی پکڑے گی کافر کے سے نہیں،

آگے تھے جس کے بارے میں ام لیلیٰ کے خاوند نے کہا تھا خطاب کا دادا تو مسلمان ہو جائے گا، لیکن خطاب کا بیٹا مسلمان نہیں ہوگا، وہ عمر بن خطاب پردے کے پیچھے چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سنتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات حرم کعبہ تک آکے نوافل میں قرآن پڑھتے تھے تو یہ ادھر چھپ کے چکے ادھر چھپ کے قرآن سنتے تھے، اس کے اندر معانی کی جو طغیانی ہے وہ ان کو ہلا دیتی تھی۔ اللّٰھم ارزقنا حلاوۃ القرآن (از: ناراحت: دنیائے اسلام مولانا محمد طارق جمیل صاحب مدظلہ، شمارہ نمبر 58)

حضرت صہیبؓ کا قبول اسلام

حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازے پر اتفاقیہ اکٹھے ہو گئے، ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا، اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانہ میں قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا، ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں۔

ہجرت اور مشرکین سے خلاصی: آخر تنگ آکر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کرلیں، اس لئے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے، چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کیلئے گئی انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، جب تک ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آسکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہیگا تو میں تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے، اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو

اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی۔ اس بارہ میں آیت پاک

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد

نازل ہوئی (درمنثور) ترجمہ: "بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے، صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی، میں بھی ساتھ کھانے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے، حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا، حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو انہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (فضائل اعمال)

صحابہ کرامؓ ... مقدس جماعت: "قرآن کریم نے جس جماعت کی تقدیس کی ہے وہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے، ایک مقام پر فرمایا کہ: والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه یہ رضا کا اعلان قرآن کریم میں ہے جو قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی ایک عظیم کتاب ہے، گویا ابدالآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا، یہ تو مطلق صحابہ کی تقدیس تھی، پھر طبقاتی طور پر تقدیس کی، چنانچہ ایک جگہ اصحاب حدیبیہ کے بارے میں فرمایا: لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طبقے کو من حیث الطبقہ بجز صحابہ کرام کے کسی کو مقدس نہیں بتلایا، امت کے اندر افراد آئیں گے، جو کامل اور مکمل ہوں گے، مگر پورا طبقہ مقدس ہو، اس میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو، یہ صرف صحابہ کرام کا طبقہ ہے"۔ (از خطبات حکیم الاسلام) (شمارہ نمبر 58)

ایک صحابیؓ کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو قید کر لیا گیا اور انہیں ڈرایا گیا کہ عیسائی ہو جاؤ ورنہ مار دیا جائے گا کہ عیسائی ہو جاؤ، کہا کہ نہیں ہوتا۔ پھر سب سے خطرناک حربہ آزمایا، یہ نوجوان بڑے مذاقیہ صحابہؓ میں سے تھے۔ یہ صحابیؓ ایسے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسا دیتے تھے ایک دفعہ کسی نے آ کر شکایت کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عبداللہؓ بہت مذاق کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہا کرو، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اب عیسائیوں نے آپؓ پر آخری حربہ آزمایا کہ ایک خوبصورت لڑکی ان کے ساتھ کمرے میں بند کر دی، شراب اور سور کا گوشت رکھ دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ ان سے زنا کراؤ جس طرح بھی ہو جب مسلمان عورت کے چکر میں پھنسے گا تو یہ ایمان بھی بیچے گا اور سب کچھ بیچے گا۔ تین دن اور تین راتیں وہ لڑکی سامان زیبائش دکھاتی رہی کہ کسی طرح یہ میری طرف تو دیکھے جب دیکھے گا تو جب زنا کی خواہش پیدا ہو گی، اور جب دیکھے گا ہی نہیں اور آنکھ کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرے گا تو گناہ میں کب مبتلا ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی: اب یہ قرآن ان صحابہؓ کے اندر زندہ ہے وہ تفسیریں نہیں جانتے تھے بلکہ وہ قرآن جانتے تھے وہ آثار و رموز نہیں جانتے تھے، بلکہ وہ قرآن جانتے تھے وہ بڑے بڑے لمبے چوڑے مسائل پر باتیں نہیں کیا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کہا ہم بھی ایسے کرتے ہیں، ہمیں اور کوئی پتہ نہیں اس موقع پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ آنکھ جھکاؤ اب حضرت عبداللہؓ کی آنکھ کا پردہ جھکا ہوا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے، آج بازار میں پتہ لگے گا کہ غلامی کتنے لوگوں کو حاصل ہے، جب تم بازار میں جاؤ گے پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ تیرے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی غلامی ہے وہ تو اکیلا ہے لڑکی خوبصورت ہے لیکن ان کے سامنے دو آیتیں آ رہی ہیں۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم (القرآن) مسلمانوں سے کہہ دو کہ آنکھوں کو جھکا لیں، اب یہ آیت عبداللہؓ نے پڑھی ہوئی نہیں تھی اور دوسری آیت ان کے سامنے یہ آ رہی تھی و غلقت الابواب و قالت ھیت لک قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظلمون (القرآن) حضرت یوسفؑ کا قصہ سامنے آ رہا ہے

ایک طرف اللہ کا امر ہے کہ آنکھوں کو جھکاؤ اور نبی کا طریقہ معلوم ہے کہ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا ہے، آنکھ کو جھکانے کا حکم دیا ہے اور وہ جو حضرت یوسف کا قصہ ہے آ رہا ہے کہ اللہ نے یہ واقعہ خوامخواہ کے لئے نہیں سنایا، اللہ نے یہ قصہ اس لئے سنایا ہے کہ اے مومن! تیری آنکھ ایسے بچے جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے دامن کو بچایا ہے، وغلقت الابواب دروازے بند اور وہ مزین وقالت هيت لك اور دعوت دے رہی ہے کہ آؤ میری طرف اور سب کے سب دروازے بند ہیں اور یوسف علیہ السلام اپنے رب کو یاد کرکے عرض کرتے ہیں میں اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

درس عبرت: قرآن ان صحابہؓ کے اندر رچا بسا ہوا تھا، قرآن کہیں لکھا ہوا نہیں تھا پورے ملک میں ایک نسخہ ہوتا تھا لیکن ہر صحابیؓ کے دل میں رچا بسا ہوا تھا، حقیقت میں صحابہ کے اندر نبوت کی غلامی تھی، تین دن لڑکی زور لگاتی رہی کہ عبداللہؓ آنکھ اٹھا جائے، عبداللہؓ کو کیا چیز روک رہی ہے یہ وہ اعمال ہیں جو اللہ کی رحمت کو اتارتے ہیں، ہمارے مسائل ان اعمال سے حل ہوں گے، ہمارے مسئلے دنیا کے ان اسباب سے حل نہیں ہوں گے، آخر میں عیسائی سردار نے اس لڑکی سے پوچھا کہ تم نے اس کو کتنا پرکھا وہ کیسا ہے، کہنے لگی اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا ہی نہیں تو میں اسے کیسے کیا پرکھ سکتی۔

(از بیانات مولانا طارق جمیل صاحب)(شمارہ نمبر 59)

اللہ کی پناہ میں آئیے!

ایسے علم سے جو نفع مند نہ ہو۔ ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو۔

ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔۔۔۔ اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے تحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی دعا مانگا کرتے تھے۔

1- ایسے علم سے جو نافع نہ ہو: شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح شرک، نفاق اور برے اخلاق سے پناہ مانگی ہے اسی

طرح ایسے علم سے بھی پناہ مانگی ہے جس کے ساتھ تقویٰ اور حسن عمل نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس علم پر عمل نہ ہو وہ بھی دنیا کے ساز و سامان کی زینت و تفاخر کا سامان ہے اور علم کے بغیر عمل دین و آخرت میں دنیا کے خلاف حجت بن جاتا ہے۔

2- ایسے دل سے جس میں خوف خدا نہ ہو: دل کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق سے ڈرے اور اس کی اطاعات کا جذبہ رکھے تاکہ دل کی اس خشیت و خوف کے سبب نیکی و بھلائی کے کاموں کا شوق پیدا ہو اور دل میں اطاعت کا شوق پیدا ہو، مگر خدانخواستہ دل خشیت سے خالی ہو تو وہ دل سخت ہو جاتا ہے اور ایسے ہی دلوں کے لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

یعنی بڑی ہلاکت ہے ان دلوں کیلئے جو اللہ کے ذکر سے غافل ہیں۔

اس لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اپنی امت کو ایسے دلوں سے بچنے کی تعلیم دی اور اس تعلیم دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مومن اپنے دل میں خشیت کو پیدا کرنے، خشیت الٰہی کے جذبہ کو ترقی دینے اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کرتا رہے اور اس کوشش کی صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرتا رہے، اپنے زمانہ کے اولیاء اور علمائے ربانیین کی مجلس میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کرے، اس سے اس کا دل نرم ہوگا، اس میں خشیت پیدا ہوگی اور دین کے احکام پر عمل کی توفیق بڑھتی جائے گی۔

3- ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو: دعا ایسا عمل ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ ہے اور خالق و مخلوق کی حیثیتوں کا تعارف و تعین ہے، جب بندہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے تو اس کی یہ کیفیت و حیثیت اعلان کر رہی ہوتی ہے کہ یہ مانگنے والا کسی کا محتاج و دست نگر ہے اور جس سے مانگ رہا ہے وہ اس کا مالک و خالق و داتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا: یعنی تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ مگر جب بندہ اپنے رب سے مانگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی درخواست کو قبولیت کا شرف نہ ملے تو اس کا مطلب ہے کہ اس بندہ نے اپنی بندگی کی حیثیت کو قائم نہیں رکھا، اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال سے پناہ

مانگی گئی دعا مانگی جائے اور وہ قبول نہ ہو۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: جس کی دعا قبول نہ ہو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا علم نافع نہیں ہے اور اس کا دل خشیت والا نہیں ہے لہٰذا مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عمل کا بار بار محاسبہ کرتا رہے کہیں بھی کوتاہی پر غفلت نہ کرے بلکہ اس کے ازالہ کی کوشش میں لگ جائے۔ نوٹ: دعا کی قبولیت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جو چیز مانگی وہی عطا ہوئی، دوسری صورت یہ ہے کہ اس دعا کے سبب کسی مصیبت سے اسے محفوظ کر دیا جائے، تیسری صورت یہ ہے کہ دعا کے بدلہ آخرت کا اجر عطا کر دیا۔

۴- ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو: سیر نہ ہونے والے نفس سے مراد وہ نفس ہے جو دنیا اور اس کے مال و متاع کا حریص ہو اور یہ ایسی بیماری ہے جو کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور تمام نیکیوں کو غارت کرنے والی ہے، جب آدمی حرص دنیا میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر اسے نیکیوں کی طرف رغبت نہیں رہتی اور اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی دنیوی مقصد و مفاد نفس آتا ہے جس سے وہ نیکی بیکار ہو جاتی ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: اس دعا سے معلوم ہوا کہ دعا میں مذکور ہر ایک چیز کا ایک مقصد اور غایت ہے اور ان کے وجود کی بنیاد وہی غایت ہے، علم حاصل کرنے کی غایت یہ ہے کہ اسے عمل کیلئے ذریعہ بنایا جائے، کوئی علم سے یہ نفع حاصل نہ کر رہا ہو تو اس کے لئے وبال ہے اور دل کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے جس دل سے یہ مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو وہ دل اس لائق ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے۔

مذکورہ حدیث میں جن چار چیزوں کا ذکر ہے ان میں سے پہلی دو کا تعلق علم و فکر سے ہے اور دوسری دو کا عمل سے مطلب یہ ہوا کہ جو آدمی یہ دعا مانگتا رہے گا تو وہ علم و عمل میں کامیاب ہوگا اور علمی و عملی گمراہی سے محفوظ رہیگا۔

آیئے ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے علم و عمل کی بھلائی چاہتے ہوئے یہ دعا مانگے۔

اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع و نفس لا تشبع.

"اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے . . ایسے دل سے جس

اسلام کا اہم رکن

نماز

طہارت وضو کے احکام و مسائل، اذان، نماز کے
ضروری احکام، مسائل، و آداب
مساجد کے آداب و احکام، اصلی نماز مع طریقہ نماز،
دربار الٰہی میں حاضری کے آداب
جمعۃ المبارک کی فضیلت و اہمیت

وضو کی برکت

حدیث میں آیا ہے کہ وضو مومن کا اسلحہ ہے، یعنی مومن وضو کے ذریعے شیطانی حملوں کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے ہمارے بزرگانِ دین اپنی زندگی باوضو گذارنے کا اہتمام فرماتے تھے شوقِ عمل کے لئے درج ذیل واقعہ پڑھئے۔

حضرت ملا جیون سے وقت کے بادشاہ نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر کھری کھری سنا دیں، بادشاہ کو بہت غصہ آیا لیکن وقتی طور پر برداشت کر گیا، چند دن کے بعد اس نے ایک سپاہی کے ہاتھ کوئی پیغام بھیجا، ملا جیون اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے انہوں نے سپاہی کے آنے کی پرواہ تک نہ کی اور درسِ حدیث جاری رکھا، درس کے اختتام پر سپاہی کی بات سنی، سپاہی اپنے دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا کہ میں بادشاہ کا قاصد ہوں اور ملا جیون نے تو مجھے گھاس تک نہ ڈالی، چنانچہ اس نے واپس جا کر بادشاہ کو خوب اشتعال دلایا کہ میں ملا جیون کے پاس آپ کا قاصد بن کر گیا تھا۔

انہوں نے مجھے کھڑا کئے رکھا اور پرواہ ہی نہ کی، مجھے لگتا ہے اس کو اپنے شاگردوں کی کثرت پر بڑا ناز ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی دن آپ کے خلاف بغاوت کر دے، بادشاہ نے ملا جیون کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا، بادشاہ کے بیٹے ملا جیون کے شاگرد تھے انہوں نے یہ بات سنی تو اپنے استاد کو بتادی، ملا جیون نے یہ سن کر وضو کیا اور تسبیح لے کر مصلے پر بیٹھ گئے کہ اگر بادشاہ کی طرف سے سپاہی آگئے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر معاملہ پیش کریں گے، شہزادے نے یہ صورت حال دیکھی تو بادشاہ کو جا کر بتایا کہ ملا جیون نے وضو کر لیا ہے اور وہ مصلے پر دعا کرنے کے لئے بیٹھ گئے ہیں، بادشاہ کے سر پر اس وقت تاج تھا، وہ ننگے سر ننگے پاؤں دوڑا اور ملا جیون کے پاس آ کر معافی مانگی اور کہنے لگا "حضرت! اگر آپ کے ہاتھ اٹھ گئے تو میری آئندہ نسل تباہ ہو جائے گی" ملا جیون نے سے معاف کر دیا۔ (فرز)

([illegible] از حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی مدظلہ) (قسط نمبر 56)

دانتوں کی حفاظت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی صفائی اور حفاظت دندان کی نصیحت بیان فرمائی (نظفوا افواھکم) یعنی اپنے منہ صاف رکھا کرو۔ پھر فرمایا "میری امت پر یہ بڑا بوجھ ہوگا ورنہ میں نماز کی طرح پانچوں وقت مسواک کرنا فرض قرار دیتا" ایک اور موقعہ پر فرمایا "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دانتوں کو مسواک کرنے کی اتنی بار تاکید ہوتی رہی ہے کہ میں سمجھنے لگا کہ یہ عمل فرض قرار دے دیا جائے گا" ایک مرتبہ فرمایا "مسواک کثرت سے کیا کرو"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس ہدایت پر سختی سے عمل کرتے اور اپنے منہ کو صاف کیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اب تک اس پر کاربند ہیں، مسواک ہمیشہ سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کے نیچے موجود رہتا۔ اس کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ وفات کے قریب جب بیماری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت کمزور ہو چکے تھے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ مسواک ہاتھ میں لئے بیمار پرسی کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سمجھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنا چاہتے ہیں، اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ سے لے کر دانتوں میں نرم کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر بالکل اس طرح مسواک کی جس طرح بحالت صحت کیا کرتے تھے"۔

دانتوں کی صفائی کا طریقہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا وہ موجودہ جدید طریقہ سے بدرجہا بہتر اور بالکل کم خرچ ہے، اصلی نقطۂ نگاہ سے برش اور منجن کا استعمال منع نہیں ہے لیکن برش کے بال بالعموم کچھ سخت ہوتے ہیں گلے میں برش کرنے سے خراش پیدا ہوتی ہے اور ساتھ منجن کا کچھ حصہ اندر چلا جاتا ہے اور بعض ٹکڑے ایسے ہوتے ہیں جو معدے میں جا کر مضر ثابت ہوتے ہیں۔

دانتوں کی صفائی کی عادت بچپن سے ڈالنی چاہئے دانتوں پر غذائی ذرات کی ایک تہہ جم جاتی ہے تو بڑھتی اور مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہے جوانی میں اسی طرح قائم رہے تو پتھر کی مانند سخت ہو جاتی ہے اور مشکل سے ہی اکھڑتی ہے۔ (ماہنامہ اصول صحت ... شمارہ نمبر 4)

وضوء ...... جسمانی بیماریوں کا علاج

ریڑھ کی ہڈی کی بیماری سے تحفظ: جرمنی کی یونیورسٹی کے طالب علم نے سوال کیا کہ وضو میں کیا کیا سائنسی حکمتیں ہیں سب لاجواب رہے حتیٰ کہ ایک عالم بھی لاجواب رہے کچھ لوگوں نے اس کو وضو کی کافی خوبیاں ذکر کیں وہ طالب ان سے پوچھنے لگا کہ گردن کے مسح کی کیا حکمت ہے؟ وہ بھی نہ بتا سکے بالآخر کچھ عرصے کے بعد وہ دوبارہ آیا اور اس نے خود بتایا کہ ہمارے پروفیسر صاحب نے دوران لیکچر بتایا ہے کہ اگر گردن کی پشت اور اطراف پر روزانہ پانی کے چند قطرے لگائے جائیں تو ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز کی خرابی سے پیدا ہونے والے امراض سے بچاؤ ہو جاتا ہے چنانچہ وہ طالب کہتا ہے میرے قبول اسلام کا یہی سبب بنا۔

ڈپریشن: نیز مغربی جرمنی کے سیمینار میں ایک ڈاکٹر نے اپنے مقالہ میں حیرت انگیز انکشاف کیا کہ میں نے ڈپریشن کے چند مریضوں کو روزانہ پانچ وقت منہ دھلایا کچھ عرصہ بعد ان کی بیماری کم ہو گئی پھر مریضوں کے دوسرے گروپ کو روزانہ ہاتھ پاؤں دھلائے تو ان کی بیماری میں بہت زیادہ فرق پڑ گیا، یہی ڈاکٹر مقالہ کے آخر میں اقرار کرتا ہے کہ مسلمانوں میں وضو کی وجہ سے مایوسی کا مرض کم پایا جاتا ہے۔

بلڈ پریشر کا علاج: ایک ہارٹ اسپیشلسٹ کا بڑے وثوق سے کہنا ہے بلڈ پریشر کے مریض کو وضو کرائیں تو دوبارہ چیک کرنے پر اس کا کم ہوگا۔

فالج کی روک تھام: وضو میں با ترتیب اعضاء دھونے سے جسم کا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے، پھر چہرے و دماغ کی رگوں پر آہستہ آہستہ اثرات پہنچتے ہیں جس میں فالج کی روک تھام کا انتظام قدرت نے رکھا ہے۔

منہ ناک کی بیماریوں سے تحفظ: مسواک سے حافظہ قوی معدہ درست منہ کے چھالوں سے نجات کھانا ہضم بلغم دور نظر تیز بڑھاپا لیٹ ہو جاتا ہے۔

جراثیم سے تحفظ: ہاتھ دھونے سے جراثیم اور مختلف بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

منہ کا تحفظ: کلی کرنے سے صفائی ہوتی ہے اور منہ کے کنارے پھٹنے سے محفوظ رہتے ہیں نیز چھالے نہیں پڑتے۔

ناک کا تحفظ: ناک میں پانی ڈالنے سے صفائی ہو جاتی ہے اور ناک میں اندرونی غیر مرئی رووؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچتی ہے اور بہت سی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

جلدی امراض سے تحفظ: چہرہ دھونے سے منہ پر کیل نہیں نکلتے یا کم نکلتے ہیں نیز مرینتز بولسٹر فاریوفی کی سیر خاتون نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں وضو سے ان کا چہرہ دھل کر کئی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

نظر کا تحفظ: آنکھیں دھلنے سے کئی خطرناک بیماریوں سے بندہ بچا رہتا ہے ایک یورپی ڈاکٹر نے اپنے مقالہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ آنکھوں کو دن میں کئی دفعہ دھوتے رہنا چاہیے ورنہ کئی خطرناک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، تیز اندھاپن سے بھی تحفظ ہو جاتا ہے۔

دل و جگر کی تقویت: وضو میں کہنیوں سمیت ہاتھ دھونے سے دل جگر اور دماغ کو تقویت پہنچتی ہے۔

پاگل پن سے تحفظ: مسح کرنے سے تمام اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے اور پاگل پن سے نجات ملتی ہے۔

پاؤں کا تحفظ: پاؤں دھونے سے گرد و غبار اور جراثیم بہہ جاتے ہیں باقی ماندہ جراثیم پاؤں کی انگلیوں کے خلال سے نکل جاتے ہیں۔

جگر معدہ مثانہ کا تحفظ: وضو کا بچا ہوا پانی پینا مستحب ہے اور باعث شفا ہے جس سے پیشاب کی رکاوٹ دور ہوتی ہے۔ دوسرا ناجائز خواہش سے چھٹکارا ملتا ہے تیسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ جگر معدہ اور مثانہ کی گرمی دور ہوتی ہے۔

گناہوں کی معافی: دنیوی چند فائدے آپ نے پڑھ لئے ایک دینی فائدہ بھی ذکر کیا جاتا ہے چھوٹے گناہوں کو وضو مٹا دیتا ہے، بڑے گناہ تو توبہ سے معاف ہوتے ہیں البتہ چھوٹے سب دھل جاتے ہیں اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے کہ وضو کامل کیا کرو یعنی تمام سنتوں اور مستحبات کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کیا کرو، نیز وضو عبادت مقصودہ نہیں مقصود تو اس کے بعد والی عبادت (نماز وغیرہ) ہوتی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ غیر مقصودی عبادت سے اتنے دنیاوی اور اخروی فوائد دے رہے ہیں تو

مخصوص عبادت جب بندہ ادا کرے تو کس قدر ثواب اور قرب درجات بن سکتے ہیں اس لئے نماز میں کبھی سستی نہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے آمین۔ (۴، نمبر 35)

وضو کی سنتیں

وضو میں بعض چیزیں فرض ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے یا کچھ کمی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

فرائض وضو: وضو میں صرف چار چیزیں فرض ہیں:

۱- ایک مرتبہ سارا منہ دھونا۔ ۲- ایک ایک بار کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳- ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ ۴- ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

اتنا کرنے سے وضو ہو جائے گا لیکن سنت کے مطابق وضو کرنے سے وضو کامل ہوتا ہے اور زیادہ ثواب ملتا ہے۔

وضو میں اٹھارہ سنتیں: ان کو ادا کرنے سے کامل طریقہ سے وضو ہو جائے گا۔

۱- وضو کی نیت کرنا، مثلاً یہ کہ میں نماز کے صحیح ہونے کیلئے وضو کرتا ہوں (نسائی)

۲- بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وضو کرنا۔ اور وضو کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے اللھم اغفرلی ذنبی و وسع لی فی داری و بارک لی فی رزقی۔ (عمل الیوم واللیلۃ لعنسائی)

۳- دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا۔ (ابوداؤد)

۴- مسواک کرنا، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملنا۔ (مراقی الفلاح)

۵- تین بار کلی کرنا ۶- تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور تین بار ناک چھینکنا ۷- کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا اگر روزہ نہ ہو (ابوداؤد)

۸- ہر عضو کو تین بار دھونا۔ (بخاری شریف)

۹- چہرہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرنا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: داڑھی میں خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تین بار چہرہ دھونے کے بعد ہتھیلی میں پانی لے کر ٹھوڑی کے پاس تالو میں ڈالے اور داڑھی کا خلال کرے اور کہے۔

مسکلہ: امر نبی وہی (شامی)

۱۰- ہاتھوں اور پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا (ابوداؤد)

۱۱- ایک بار تمام سر کا مسح کرنا۔ (سعایہ)

۱۲- سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا۔ (نسائی)

۱۳- اعضاء وضو کو مل مل کر دھونا۔ (مراقی)

۱۴- پے در پے وضو کرے۔ (ایضاً)

۱۵- ترتیب وار وضو کرنا۔ (ہدایہ عندنا)

۱۶- داہنی طرف سے پہلے دھونا۔ (بخاری)

۱۷- سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا۔ (بخاری)

۱۸- گردن کا مسح کرے حلق کا مسح نہ کرے یہ بدعت ہے۔ وضو کے بعد کلمہ شہادت:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله (مراقی) پڑھ کر یہ دعا پڑھیں:

اللهم اجعلني من التوابين و اجعلني من المتطهرين (ترمذی) ترجمہ: اے اللہ! تو مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور خوب پاکی حاصل کرنے والوں میں شامل فرما۔

فائدہ: اس دعا کے متعلق ملا علی قاری نے فرمایا کہ وضو ظاہری طہارت ہے، اس دعا سے باطنی طہارت کی درخواست پیش کی گئی ہے کہ اول اختیاری تھی وہ ہم کر چکے ہیں اب آپ اپنی رحمت سے ہمارے باطن کو بھی پاک فرما دیجئے۔

وضو کا مندرجہ بالا طریقہ سنت کے مطابق ہے۔

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم) (شمارہ نمبر 52)

باوضو رہنے کے فوائد

باوضو رہنے کی عادت رکھے اس کے کئی فائدے ہیں:

☆ باوضو رہنے والا مقبول الدعوات ہو جاتا ہے۔

☆ اس کی موت آ گئی تو شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

☆ شیاطین کا تسلط اس پر نہیں ہوگا۔

☆ نماز اس کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ مل جاتی ہے۔

☆ اس کی وجہ سے دکام مسخر ہو جاتے ہیں۔

☆ بات میں اثر ہو جاتا ہے چہرہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

باوضو رہنا چاہئے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، آسان سی بات ہے، انسان ارادہ کرے تو ارادہ کے ساتھ ان کی امداد شامل حال ہو جاتی ہے (مومن کے کل و نہار) (شمارہ نمبر 4)

اذان کا جواب اور فرمائش رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فرمائش رسول صلی اللہ علیہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے بیشمار دکھ تکلیفیں اور قربانی دیں اور ایک دعا کی فرمائش امت سے کی ہے کہ وہ دعا میرے لئے کرو اور یہ وہ دعا ہے جو اذان کے بعد کی جاتی ہے یہ ہمارے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہے، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے ان کے احسانات کا شکر تو ہم عمر بھی ادا نہیں کر سکتے لیکن جو آپ کی محبت کا اولین حق ہے جسے ادا کرنا ہمارے لئے بڑی سعادت ہے۔ (اصلاح عادات نمبر ۱۷)

اذان کے بعد کی دعا: اذان ختم ہونے کے بعد اول درود شریف پڑھے پھر حسب ذیل دعاء وسیلہ پڑھے: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد ن الوسيلة و الفضيلة وابعثه مقاما محمود ن الذي وعدته انك لا تخلف الميعاد.

شفاعت کی دولت: حدیث شریف میں ہے جو کوئی میرے لئے وسیلہ کی دعا (مذکورہ بالا دعا) مانگے وہ میری شفاعت کا ضرور مستحق ہوگا۔

اذان کا جواب: جب مؤذن کی اذان سنے تو جو کلمات مؤذن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے، حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوة الا بالله کہے۔ (حصن حصین)

اذان کے جواب کا اجر و ثواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔ (حصن حصین)

علامہ منذری نے الترغیب میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں اذان کا جواب دینے والے کو اذان کے ہر حرف پر ایک ہزار نیکیاں ملنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ (البلاغ بابت جون ۱۹۸۱ء ص ۹۱)

مغفرت کا نسخہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مؤذن کو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے سنا اور اس کے جواب میں یہ دعا پڑھی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے دعا یہ ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا (حصن حصین ص ۱۸)

پریشانیوں سے نجات کا نسخہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت یا تنگی میں گرفتار ہو اسے چاہئے کہ اذان کے وقت کا منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد (مذکورہ ذیل) دعا پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور مشکل کی دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ (دعا یہ ہے):

اللھم رب ھذہ الدعوۃ الصادقۃ المستجاب لھا دعوۃ الحق و کلمۃ التقوی احینا علیھا و امتنا علیھا وابعثنا علیھا و اجعلنا من خیار اھلھا احیاء و امواتا۔ (حصن حصین ص ۱۸)

قبولیت دعا کا وقت: اذان کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے جب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے لئے دعا کی فرمائش کی ہے۔ اس وقت کو بہت غنیمت جاننا چاہئے۔ اس دعا کے علاوہ اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ہماری یہ دعا بھی قبول ہو جائے گی۔ ([illegible])

اذان کے وقت خاموش رہنا: حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اذان کے وقت خود بھی کلام نہیں کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی نہیں بولنے دیتی تھیں۔ (جواہر مفتی اعظم پاکستان ص [illegible])

ایک عورت مرنے کے وقت یہ کلمات بول رہی تھی ایک مولوی صاحب نے سنا تو اس کی زبان سے یہ کلمات ادا ہو رہے تھے ان ھذین الرجلین یقولان ادخل

العظمۃ پڑھا دی گئی ہے یہ ہیں کہ تو جنت میں داخل ہوجا۔ مولوی صاحب حیرت میں رہ گئے کہ یہ تو بالکل بے عمل تھی لوگوں نے بتلایا کہ جب اذان ہوتی تھی تو یہ سب کام چھوڑ دیتی اور اذان کی طرف متوجہ ہو کر سنتی تھی، دوسروں کو بھی اس وقت بولنے نہیں دیتی تھی، مولوی صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نام کی یہ عزت کرنا ہی اس کے کام آ گیا جس نے دوسری ساری برائیوں پر پانی پھیر دیا۔

لمحۂ فکریہ: اذان کے مختصر سے عمل کے ساتھ کتنے فضائل وابستہ ہیں لیکن ہم کس غفلت میں مبتلا ہیں کہ نہ تو اذان کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی دعا کے وسیلہ پڑھنے کا اہتمام ہوتا ہے بلکہ عین اذان کے وقت بھی ٹی وی کا سوئچ اور گفتگو میں معروف ہوتے ہیں، حالانکہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تلاوت بھی کر رہا ہو تو تلاوت کو موقوف کر کے اذان کا جواب دے، پھر بعد میں تلاوت شروع کرے، لہٰذا آئندہ سے ہم بھی ان فضائل کو حاصل کرنے کا اہتمام کریں۔ (شمارہ نمبر 26)

اذان کی اہمیت

اذان نماز کی دعوت اور اسلام کا پیغام ہے، احادیث میں اذان دینے والے کے فضائل بھی بتلائے گئے ہیں، لیکن جس طرح دنیا کا اصول ہے کہ ہر کام پہلے سیکھنا پڑتا ہے، تب آدمی اس شعبہ میں صحیح خدمات سرانجام دے کر اس کے نتائج سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ جن حضرات کو اذان دینے کی سعادت حاصل ہو وہ اذان واقامت کا طریقہ بھی کسی عالم سے ضرور سیکھ کر مؤذن کے منصب کو سنبھالے۔

مسلمان پانچ وقت اپنے رب کے حضور میں جا کر حاضری دیتے ہیں اس سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں اپنی عاجزی اور مسکنت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے اور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اس عبادت کے لئے بلانے کا طریقہ اذان ہے، اذان کا طریقہ اور اس کی فضیلت درج ذیل ہے۔

۱- اذان کا طریقہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مؤذن بلالؓ سے فرمایا کہ جب تم اذان دو تو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر دیا کرو اور تکبیر

کھانے پینے میں ہو تو وہ دور ہو جانے تک توقف کیا کرو اور جب اقامت کہا کرو تو جلدی کیا کرو اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کیا کرو کہ جو شخص کھانے پینے میں مشغول ہے وہ فارغ ہو جائے اور جس کو استنجا کا تقاضہ ہے وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے اور کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔ (جامع ترمذی)

حضرت سعد قرظ جو مسجد قبا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کئے ہوئے مؤذن تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا کہ اذان کہتے وقت اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لیا کرو ایسا کرنے سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہو جائے گی۔ (ابن ماجہ)

۲۔ اقامت کا حق: حضرت زیاد بن حارث سے روایت ہے کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ تم اذان کہو جب میں نے اذان دی تو اس کے بعد اقامت کہنے کا وقت آیا تو بلال نے ارادہ کیا کہ اقامت وہ کہیں تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔ (ترمذی)

۳۔ اذان کا جواب دو۔ مؤذن کے تمام الفاظ کو دہرانا چاہئے لیکن حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے اور فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہا جائے ان مواقع پر مؤذن کے الفاظ نہ دہرائے جائیں۔ بلکہ ان کی بجائے مذکورہ بالا الفاظ کہے جائیں۔ اقامت میں بھی مذکورہ بالا طریقہ پر وہی الفاظ دہرائے جائیں قد قامت الصلوۃ کے جواب میں اقامہا اللہ و ادامہا کہا جائے۔ اذان ختم ہونے پر درود شریف پڑھے پھر مسنون دعا پڑھے، پھر اس کے بعد اپنے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا طالب ہو تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ (زاد المعاد)

اذان کے متعلق مسائل

۱۔ مؤذن کو بلند آواز ہونا چاہئے۔ ۲۔ اقامت مسجد کے اندر ہونی چاہئے۔

۳۔ اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے۔

۴۔ اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے چاہئیں اور اقامت کو جلد ادا کرنا سنت ہے۔

۵- اذان اور اقامت قبلہ رخ کہنا سنت ہے۔

۶- اذان میں حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں منہ پھیرنا سنت ہے خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی مثلاً نومولود کے کان میں اذان کہنا لیکن سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھیرنے چاہئیں۔

۷- اذان کے الفاظ ترتیب وار کہنا ضروری ہیں۔

۸- اگر کوئی آدمی اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً جواب نہ دے اور اذان کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو ایسی صورت میں اگر زیادہ وقت نہ گزرا ہو تو جواب دے دے۔ (شامی نمبر52)

اذان...... ایک عظیم الشان اعلان

اذان - توحید و رسالت کا ایک عظیم اعلان: دنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے، یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں "جاوا"، "سماٹرا"، "بورنیو" اور "سلیبز" مشہور جزیرے ہیں۔ طلوع سحر سلیبز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے، وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں، مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جکارتہ کے مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے، جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں، ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے، جکارتہ سے اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے، بنگلہ دیش میں ابھی اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں، دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے، سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی

وقت ہے، سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی، اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے، اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے، پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے، اسی عرصے میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں، بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے، اسی دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں اسکندریہ اور استنبول میں اذانیں بلند ہوتی رہتی ہیں، اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں، مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے، اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے، اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے، اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں، یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے تک بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں مغرب کا وقت ہو جاتا ہے، مغرب کی اذانیں سیلبز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے، جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں، کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا کہ جس وقت ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں، ان شاء اللہ یہ سلسلہ عالمی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا یہ عظیم الشان اعلان قیامت کی صبح تک اسی طرح جاری رہے گا۔ (بحوالہ ارشاد الحق حج بیت اللہ ص ۱۹۳ ج ۲) (تقریبات گھر)

اے رب العالمین! تو ہمیں بھی اپنی توحید اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اعلان کرنے کیلئے قبول فرما۔ اللھم آمین۔ (شمارہ نمبر ۵۵)

طرف سے منہ کا پھر جانا ۷- جو چیز منہ کے اندر بند ہو اس کا کھانا اگر چہ تھوڑی ہو ۸- دانتوں کے درمیان کی چیز کا کھانا جبکہ چنے کے بقدر ہو ۹- کسی چیز کا پینا ۱۰- بلا کسی عذر کے کھنکارنا ۱۱- اف اف کرنا ۱۲- آہ آہ کرنا ۱۳- اوہ اوہ کرنا ۱۴- مصیبت درد کی وجہ سے رونے کی آواز کو بلند کرنا ۱۵- چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا ۱۶- کسی کے اس سوال پر کہ اللہ کے ساتھ اور کوئی شریک ہے مصلی کا اس کے جواب میں لا الٰہ الا اللہ کہنا ۱۷- کسی بری خبر پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا ۱۸- خوشخبری پر الحمد للہ کہنا ۱۹- تعجب خیز خبر کو سن کر لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہنا ۲۰- کسی کو کسی امر کی طرف متوجہ کرنے کے ارادہ سے قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا جیسے یا یحییٰ خذ الکتب بقوۃ وغیرہ ۲۱- تیمم کئے ہوئے شخص کا پانی پر قادر ہو جانا ۲۲- موزہ کے مسح کی مدت کا پورا ہو جانا ۲۳- مسح کئے ہوئے موزہ کا اتار دینا ۲۴- کسی ان پڑھ کا نماز جائز ہونے کے بعد بقدر قرآن پاک سیکھ لینا ۲۵- ننگے بدن والے شخص کا ستر ڈھانکنے کے بقدر کپڑے پر قادر ہو جانا ۲۶- اشارہ سے رکوع سجدہ کرنے والے شخص کا رکوع و سجدہ کرنے پر قادر ہو جانا ۲۷- صاحب ترتیب کو اپنی فوت شدہ نماز کا یاد آ جانا اور وقت کی گنجائش بھی ہونا ۲۸- ایسے شخص کو خلیفہ بنانا جو امامت کے قابل نہ ہو ۲۹- نماز فجر پڑھتے وقت سورج کا نکل آنا ۳۰- عیدین کی نماز میں زوال آفتاب ہو جانا۔ (ایک مسجد کا مدرسہ) (شمارہ نمبر 24)

نماز کے ضروری مسائل

مفسدات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہے۔

۳۱- نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں نماز عصر کا وقت آ جانا ۳۲- زخم اچھا ہو جانے کی وجہ سے حالت نماز میں پٹی کا گر جانا ۳۳- معذور کے عذر کا ختم ہو جانا ۳۴- قصداً حدث کرنا (مثلاً قصداً وضو توڑ دینا) ۳۵- کسی دوسرے کے عمل سے حدث لاحق ہو جانا (مثلاً چھینٹے کا آ جانا) ۳۶- بے ہوش ہو جانا ۳۷- مجنون اور پاگل ہو جانا ۳۸- کسی پر نظر ڈالنے سے غسل کی حاجت ہو جانا ۳۹- نماز میں اس طرح سونے کہ سونے سے نماز نہ فاسد ہو اور احتلام ہو جائے ۴۰-

اجنبی عورت کا بغیر کسی پردے کے مرد کے پہلو میں کھڑا ہونا جبکہ نماز میں دونوں مشترک ہوں اور دونوں کی تحریمہ ایک ہو اور مرد نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو[۲۱] — جس شخص کا حدث لاحق ہو جائے اس کا ستر کھل جائے تو وہ اس کے کھولنے پر مجبور ہو[۲۲] — جس شخص کا وضو ٹوٹ گیا ہو اس کو وضو کے لئے جاتے ہوئے یا فارغ ہو کر آتے ہوئے قراءت کرنا[۲۳] — حدث لاحق ہونے کا علم ہونے کے باوجود بقصد ایک رکن کی مقدار ٹھہر جانا[۲۴]۔ حدث لاحق شدہ شخص کو قریب پانی ملنے کے باوجود دور جانا[۲۵] حدث لاحق ہونے کے گمان سے مسجد سے باہر نکل جانا[۲۶] — مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ نماز پڑھنے کی صورت میں حدث کے گمان سے صفوں سے باہر نکل جانا[۲۷] — اس گمان سے نماز سے پھر جانا کہ وضو نہیں ہے یا یہ کہ مدت مسح پوری ہو گئی ہے یا اس پر فوت شدہ نماز ہے یا بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے حالانکہ معاملہ اس کے خلاف ہو اگرچہ مسجد سے نہ نکلا ہو[۴۸] — دوسرے مقتدیوں کے امام کو لقمہ دینا[۴۹] — ایک نماز سے دوسری نماز میں منتقل ہونے کی تکبیر کہنا[۵۰] — تکبیر کے ہمزہ کو مد کرنا[۵۱] — جو سورتیں یا آیتیں یاد نہ ہوں ان کو نماز میں پڑھنا[۵۲] — ستر کھلے رہنے کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا یا اتنی مقدار کھلا رہنا[۵۳] — اتنی نجاست کا ہونا خواہ وہ حکمی ہو یا حقیقی ہو جو کہ مانع صلوٰۃ ہو[۵۴] — مقتدی کا کسی رکن میں امام سے سبقت لے جانا کہ امام اس رکن میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو[۵۵] — مسبوق کا اتباع کرنا امام کے سجدہ سہو میں مثلاً امام پر سجدہ سہو واجب تھا غلطی سے اس نے سلام پھیر دیا مسبوق اپنی گئی رکعت کو پورا کرنے لگا پھر امام کو یاد آ گیا اور اس نے سجدہ سہو کیا تو یہ مسبوق بھی اس میں اس کی اتباع کرے[۵۶] — قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد یاد آتا کہ سجدہ نماز میں رہ گیا ہے اس کو ادا کرنے کے بعد دوبارہ قعدہ اخیرہ کی مقدار نہ بیٹھنا[۵۷] — حالت نوم میں ادا کئے ہوئے رکن کو بیداری کے بعد اس کا اعادہ نہ کرنا[۵۸] — قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد امام کے قہقہہ لگانے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جاتی اور امام کی نماز فاسد نہ ہوگی البتہ امام پر واجب ہے کہ دوبارہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے[۵۹] — اس نماز میں جو دو رکعت والی نہ ہو (مثلاً عشاء اور مغرب) اس نماز میں دو رکعت پر اس گمان سے سلام پھیر دیا کہ مسافر ہوں حالانکہ وہ مسافر نہیں بلکہ مقیم ہے[۶۰] — جو شخص نیا مسلمان ہوا اس کا دو رکعت کے علاوہ تین یا چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت فرض گمان

کر کے اس پر سلام پھیر دے۔ (منقول از نور الایضاح) (شمارہ نمبر 25)

اپنی نمازیں درست کیجئے

نماز کی اہمیت: نماز دین کا ستون ہے اگر نماز درست ہو گئی تو پورے دین کا قیام آسان ہے اور اگر خدانخواستہ نماز ہی میں کوتاہی ہو گئی تو پھر باقی معاملات کی تکمیل بھی مشکل ہے اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا کہ "تمہارے تمام فرائض اور ذمہ داریوں میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے جس نے اس کا حق ادا کیا تو میں توقع کرتا ہوں کہ وہ باقی ذمہ داریوں کو بھی اچھی طرح سے انجام دے سکے گا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ دوسرے فرائض کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا اور ان میں کوتاہی کرے گا"۔

اس لئے پوری شرائط و آداب کے ساتھ نماز کا اہتمام رکھنا ضروری ہے آج کل ہم سب نمازیوں میں بعض چیزیں ایسی دیکھنے میں آتی ہیں جن کی وجہ سے نماز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ہم اپنے قارئین کی خدمت میں ان کوتاہیوں کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں تاکہ ہمیں اپنی اپنی نمازیں درست کرنے کا موقع ملے اور ہم ان کوتاہیوں سے محفوظ رہیں۔

جماعت کے ساتھ شامل ہونے کا طریقہ

(۱) بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جماعت کی نماز میں دیر سے پہنچے امام صاحب رکوع میں جا چکے ہیں تو اب انہوں نے یہ کیا کہ اپنی رکعت بچانے کی فکر میں جلدی جلدی رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو گئے، حالانکہ اس طرح جماعت کے ساتھ شریک ہونے کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ان کے بغیر نماز نہ ہوگی، پہلی چیز تو یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو کر پہلے نیت کرے، تکبیر کہے اور پھر قیام بھی کرے، اگرچہ قیام ایک لمحہ کا ہو لیکن ہونا ضروری ہے اگر تکبیر تحریمہ کہی یا قیام نہ کیا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ یہ دونوں چیزیں فرض ہیں اس چیز کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے ہم رکعت بچانے کی کوشش میں پوری نماز کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

(۲) بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ یا رکعت میں شامل ہونے کے لئے نمازی دوڑ کر جماعت میں شامل ہونے لگتا ہے یہ بھی غلط ہے اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا چاہئے مسجد میں دوڑنا منع ہے اور یہ نماز کے آداب کے بھی خلاف ہے جو دوڑ کر گیا اس کے تو ہوش و حواس ہی گم ہو گئے نماز میں اطمینان کیا خاک نصیب ہوگا۔

قومہ اور جلسہ: (۳) بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور قومہ جلسہ ادا نہیں کرتے حالانکہ یہ دونوں چیزیں نماز کے رکن ہیں اگر ان میں سے کوئی رہ جائے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

قومہ: رکوع کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے اتنی دیر کھڑا ہونا چاہئے جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔

جلسہ: اور جلسہ کہتے ہیں دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو اس میں بھی اتنی ہی دیر بیٹھنا چاہئے اگر کوئی اتنی دیر نہ بیٹھے بلکہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھے تو اس نے سنت کا ثواب ضائع کر دیا اور جو ایک مرتبہ سبحان اللہ کی دیر بھی نہ ٹھہرا تو اس نے واجب چھوڑ دیا اور اس پر سجدہ سہو واجب ہے اور اگر کوئی سرے سے رکوع کے بعد کھڑا سیدھا ہونے سے پہلے یا سجدے کے بعد بالکل سیدھا بیٹھنے سے پہلے ہی سجدے میں چلا گیا تو اس کی سرے سے نماز ہی نہیں ہوئی۔ سب جانتے ہو! کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے نماز پڑھی مگر معمولی کوتاہی کی وجہ سے نماز ضائع کر دی۔ (شمارہ نمبر 34)

اپنی نمازیں درست کیجئے

نماز میں اطمینان ضروری ہے: ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک صاحب نے آکر نماز پڑھی مگر جلدی جلدی فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دوبارہ نماز پڑھو پہلے تم نے نماز نہیں پڑھی وہ صاحب گئے اور دوبارہ اسی طرح نماز پڑھی پھر حاضر خدمت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو اب اس نے عرض کیا مجھے تو اسی طرح پڑھنی آتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں کہ میں کس طرح پڑھوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو اطمینان سے قرأت کرو اس کے بعد اطمینان سے رکوع

کرو اور پھر قومہ میں پورے اطمینان سے کھڑے رہو اس کے بعد سجدہ میں جاؤ تو سجدہ بھی اطمینان سے کرو اور سجدہ کے بعد جب جلسہ کرو تو وہ بھی اطمینان سے ادا کرو"۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز میں رکوع و سجود پوری طرح ادا نہیں کر رہا تھا تو آپ نے اس سے کہا تو نے تو گویا نماز پڑھی ہی نہیں اور شقیق فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپؓ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو (اسی طرح اپنی نماز درست کئے بغیر) فوت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر مرے گا۔

بدترین چور: حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بدتر چور وہ ہے جو اپنی نماز میں سے بھی چوری کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں کیسے چوری کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (نماز میں اس طرح چوری ہوتی ہے) وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کو پوری طرح ادا نہیں کرے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نمازیں صحیح کرنے کی توفیق عطا فرمائے)

زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے: بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جب نماز پڑھتے ہیں تو زبان اور ہونٹوں کو حرکت دے کر باقاعدہ قرأت و تلفظ نہیں کر رہے ہوتے شاید وہ سمجھتے ہیں کہ دل میں پڑھ لینا کافی ہے یا فقط الفاظ کا خیال میں لانا قرأت کے لئے کافی ہو جاتا ہے، یہ خیال غلط ہے قرأت کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ زبان سے پڑھا جائے، فقط دل میں پڑھنے یا الفاظ کو خیال میں لانے سے قرأت ادا نہیں ہوتی۔

مسجد کی ٹوپیاں اور ننگے سر نماز: آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ اکثر نماز پڑھنے والے حضرات خصوصاً نوجوان ننگے سر مسجد میں آتے ہیں اور مسجد میں رکھی کھجور کے پتوں کی بنی یا پلاسٹک کی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور جاتے ہوئے ان ٹوپیوں کو واپس رکھ دیتے ہیں یا ڈال جاتے ہیں، یہ انتہائی غیر معقول اور غیر شرعی عمل ہے، جو کہ رواج پذیر ہو چکا ہے مساجد کے ائمہ حضرات اور منتظمین حضرات سے گذارش ہے کہ ان ٹوپیوں کو مسجد میں نہ رکھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ ان کی یہ ٹوپیاں ٹوپی کا مقصد پورا نہیں کرتیں ٹوپی تو دینی احترام، عزت اور حیاء و شرافت کا نشان ہے اور یہ مسجدوں میں پڑی ٹوپیاں ایسے

اعزاز و وقار سے خالی ہیں۔

نمازی حضرات اپنی ٹوپیاں ساتھ لائیں جو ان کے شایان شان ہوں اور واقعی عزت، شرافت اور وقار کی علامت ہوں اور بعض حضرات اس طرح حد سے آگے ہیں کہ وہ ٹوپی سر پر رکھنا ویسے بھی عیب سمجھتے ہیں یہ بھی غلط ہے ننگے سر نماز پڑھنا بھی فیشن پرستی اور خواہش پرستی اور تکبر کی علامت ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی، لہٰذا حدود کے اندر رہنے میں ہی ایمان کی حفاظت ہے کہ آدمی ٹوپی سر پر لے اور نماز پڑھے اور ٹوپی وہ ہو جسے آدمی اپنے لباس کا حصہ بنانا پسند کرتا ہو۔

عینک لگا کر نماز: عینک لگا کر نماز پڑھنا مکروہ (ناپسندیدہ ہے) لہٰذا نماز پڑھتے وقت عینک اتار دی جائے۔ (امداد الفتاوی)

نماز بددعا دیتی ہے: جب کوئی نماز بے پرواہی سے پڑھتا ہے تو نماز اس کو بددعا دیتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز کو بری طرح سے پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح سے نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پہ ماردی جاتی ہے۔ (شمارہ نمبر 35)

بے نمازی کی سزا

اگر نماز کی فرضیت ہی کا منکر ہو تو باجماع اہل اسلام کافر مرتد ہے (الا یہ کہ نیا مسلمان ہو اور اسے فرضیت کا علم نہ ہو سکا ہو یا کسی جگہ میں رہتا ہو کہ وہ فرضیت سے جاہل رہا، اس صورت میں اس کو فرضیت سے آگاہ کیا جائے گا، اگر مان لے تو ٹھیک ورنہ مرتد اور واجب القتل ہوگا) اور جو شخص فرضیت کا تو قائل ہے مگر سستی کی وجہ سے پڑھتا نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وہ مسلمان ہے اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں وہ مرتد ہے، اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور نماز پڑھنے کیلئے کہا جائے اگر وہ نماز پڑھنے لگے تو ٹھیک ورنہ ارتداد کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے اور مسلمانوں کے

قبرستان میں اسے دفن نہ کیا جائے، غرض اس کے تمام احکام مرتدین کے احکام ہیں۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک اور امام احمدؒ کی ایک روایت کے مطابق اگرچہ بے نمازی مسلمان ہے مگر اس کی سزا قتل ہے، البتہ مرنے سے پہلے اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور ترک نماز سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے گا، اگر توبہ کرے تو اس سے قتل کی سزا ساقط ہو جائے گی ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور قتل کے بعد اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، غرض اگر بے نمازی توبہ نہ کرے تو ان حضرات کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بے نمازی کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو ہمیشہ قید رکھا جائے گا اور روزانہ اس کے جوتے لگائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ ترک نماز سے توبہ کرے، ان مذاہب کی تفصیل فقہ شافعی کی کتاب شرح مہذب اور فقہ حنبلی کی کتاب المغنی اور فقہ حنفی کی کتاب فتاویٰ شامی میں ہے، جو حضرات بے نمازی کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ سب سے بڑا جرم ہے، اس کے علاوہ ان کے اور بھی دلائل ہیں، حضرت شیخ پیران پیر شاہ عبد القادر جیلانیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں اس لئے اگر حضرات پیران پیر نے یہ لکھا ہو کہ بے نمازی کا کفن دفن نہ کیا جائے بلکہ مردار کی طرح گھسیٹ کر اس کو کسی گڑھے میں ڈال دیا جائے تو ان کے مذہب کی روایت کے عین مطابق ہے۔ (آپ کے مسائل کا شرعی حل) [illegible] محمد یوسف صاحب لدھیانوی، ماہنامہ محاسن اسلام، شمارہ نمبر 52

"مسجد کی صفائی بیرسٹری سے بہتر ہے"

حکیم الامت نے فرمایا: مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے، اس لئے کہ لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان ہی میں تزلزل ہو اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر حصہ لازمی نتیجہ ہے، ہاں جس کو دین کے بگڑ جانے کا خطرہ نہیں وہ جو چاہے اور کرے۔ (تعمیم تعلیم)

تشریح: اللہ والوں کی بعض باتیں عوام کی سمجھ سے بالا ہوتی ہیں لیکن حق اور سچ وہی ہوتا ہے جو کچھ یہ حضرات فرماتے ہیں، دینی مدرسوں میں پڑے رہنا انگریزی اسکولوں کی ڈگریوں سے واقعی لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کے لئے سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا اعزاز ایمان اور اعمال صالحہ ہے، دینی مدرسے میں اہل خیر کی صحبت میں رہتے ہوئے گو کہ ڈگری حاصل نہ ہو لیکن ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت یقینا حاصل ہوگی اور یہ تمام ڈگریوں سے بہتر ہے، قارون فن زرسازی میں بہت بڑا سپیشلسٹ تھا جس کی وجہ سے اس نے سونے کے ڈھیر جمع کر لئے تھے، لیکن ایمان کی دولت سے خالی تھا، اسے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا، کوئی ڈگری، کوئی یار دوست، کوئی لشکر اس کے کام نہ آیا، نہ کوئی اقتداری کارروائی کر سکا اور اب وہ لوگ بھی جو قارون کے مال و دولت و ڈگریوں پر رشک کرتے تھے اور اس جیسا ہونے کے متمنی تھے کہنے لگے کہ مال و دولت کے خزانے کامیاب زندگی کی دلیل نہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں دے دیتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا کہ ہمیں مسلمان بنایا تو قارون کی طرح ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیا جاتا۔

پس حکیم الامت حضرت تھانویؒ بالکل درست فرما رہے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا اور "مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان متزلزل ہو جائے اور خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہؓ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو" کیونکہ انگریزی تعلیم میں عموماً یہ بے دینی پیدا ہو جاتی ہے الا ماشاء اللہ کیونکہ لارڈ میکالے کی اس تعلیم کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہ تعلیم حاصل کرنے والے رنگ کے لحاظ سے گو ہندوستانی ہوں لیکن ذہنیت کے لحاظ سے فرنگی ہوں، لباس فرنگی کا، وضع قطع فرنگی کی، عادات و افکار اس کے، حضرتؒ کی تنقید اکثر ان فنون پر نہیں جو کالجوں میں پڑھائے جاتے ہیں، اعتراض اس تہذیب، ان خیالات، عادات و کردار و اخلاق پر ہے جو کالج سے ہمیں ملتے ہیں اور دین کی بیخ کنی پر منتج ہوتے ہیں، علامہ اقبال صاحب کہہ گئے ہیں، کسی کے کان ہو تو سنے فرماتے ہیں۔

فرنگی کا یہ نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

فکرِ مستقبل انسان کا خاصہ ہے، ہم بھی اگر اپنے حقیقی مستقبل (قبر و حشر) کو روشن اور شاندار بنانا چاہتے ہیں تو آسمانوں، زمینوں اور تمام کائنات کو پیدا کرنے والے مالکِ حقیقی کے ارشاد فرمودہ طریقۂ زندگی کو اپنائیں جو قرآن و سنت اور شریعت مقدسہ کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور دینی مدارس جس کی تعلیم و تعلم، تعلیم و تبلیغ اور اشاعت و حفاظت میں شب و روز لگے ہوئے ہیں، اللہ پاک تا قیامت ان کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں ان سے مکمل استفادہ کی توفیق بخشیں۔ (آمین)

(بشکریہ ماہنامہ الخیر جنوری ۲۰۰۴ء، تحریر: حضرت مولانا مفتی محمد احمد صاحب، ماخوذ شمارہ نمبر 53)

نماز قائم کیجئے

اقامت صلوٰۃ: اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز کے پورے آداب و شرائط اس طرح بجالائے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول و عمل سے بتلائے ہیں، مطلق نماز پڑھ لینے کا نام اقامت صلوٰۃ نہیں ہے، نماز کے جتنے فضائل اور آثار و برکات قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ سب اقامت صلوٰۃ کے ساتھ مقید ہیں۔ (معارف القرآن ص ۱۰۱ ج ۱)

امتی کی معراج: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر بلا کر سیر کرائی اور وہاں اپنی قدرت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نشانیاں دکھائیں اور اپنا تجلیاتِ قرب عطا فرمایا جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کرایا اور جہنم دکھائی، یہ آپ کی معراج ہے لیکن جب آپ کا امتی نماز میں ہوتا ہے یہ اس امتی کی معراج ہے جیسا کہ معروف ہے الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔

نماز سے بے توجہی: آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو نماز ہی نہیں پڑھتے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کے سامنے جھکنے سے بھی اعتراض کرتا ہے، حالانکہ حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو سر خدا کے سامنے نہیں جھکتا وہ کاٹ دینے کے قابل ہے۔ (او کما قال)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزاروں سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات

نماز صحیح پڑھنا: نمازیوں میں اکثر اوقات نماز کے مسائل سے واقف نہیں حالانکہ نماز کے فضائل جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں وہ صحیح مسائل کے مطابق پڑھی

ہوئی نماز پر مجلس کے ابتدا میں کی تحریر حصہ دوم اور تعلیم الاسلام مکمل کا بار بار مطالعہ کر کے اپنی نمازوں کو مرنے سے پہلے درست کر لینا چاہئے۔

مسائل سے ناواقفی کا نقصان: حضرت اقدس حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مجلس وعظ میں نماز سے متعلق ایک مسئلہ بتایا کہ سنتوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری کوئی سورت بھی پڑھنی ہوتی ہے بعد وعظ ایک سفید ریش بڑے میاں نے پوچھا کہ کیا واقعی یہی مسئلہ ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں! فرمایا کہ میں پچاس برسوں سے سنتوں کی صرف پہلی دو رکعتوں میں سورت ملاتا ہوں آخری دو رکعتوں میں سورت نہیں ملاتا، میں نے کہا کہ بڑے میاں یہ ہے علم نہ جاننے کا نقصان کہ آپ پچاس برس سے خلاف سنت نماز پڑھ رہے ہیں۔

جماعت کی پابندی: بعض نمازی نماز تو پڑھ لیتے ہیں لیکن مسجد میں با جماعت نہیں پڑھتے، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ "شیطان انسان کیلئے بھیڑیا ہے جس طرح بھیڑیا ان بھیڑوں اور بکریوں کو اچک لیتا ہے جو ریوڑ سے الگ تھلگ رہتی ہیں اسی طرح شیطان (جماعت سے) الگ تھلگ رہنے والوں کو اچک لیتا ہے لہٰذا تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے مسجد میں با جماعت نماز کی عادت ڈالنی چاہئے۔

عام کوتاہیاں: اب بعض ان کوتاہیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز کی برکت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

(۱) **معمولی عذر میں نماز چھوڑ دینا:** ایک عالم کا ارشاد پڑھا کہ بعض نمازی معمولی تکلیف، پریشانی اور کام کی مشغولی کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتے ہیں تو ایسے نمازی سے مرض الموت میں جب انسان زیادہ بے بسی کا شکار ہوتا ہے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ اس وقت نماز کا اہتمام کرے نتیجتاً آخری بیماری کے ایام میں اچھے اچھے نمازی بھی نماز کی پابندی چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ نمازی سے بے نمازی ہو کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے یہ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے لہٰذا آج ہی سے اس بات کا تہیہ و عزم کر لیں کہ ہر عذر پریشانی و مشغولی میں نماز کو کسی حال میں نہیں چھوڑنا ہے تو پھر ان شاء اللہ آخری وقت بھی نماز کا توفیق پیدا ہوگا ورنہ خدا

کے حضور نمازی بن کر حاضر ہوگا، یہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان کا اپنے خالق سے تعلق قائم رہتا ہے، اگر نماز چھوٹ گئی تو گویا تعلق ٹوٹ گیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تو ملے تو کوئی مرض نہیں ۔۔۔ نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

(۳) نماز میں چوری: حدیث شریف میں ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو نماز میں سے چوری کرے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے کیسے چوری کرے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اس کا رکوع وسجدہ ٹھیک نہ کرے" آج اکثر نمازی محض جلدی کی وجہ سے رکوع وسجدہ میں تسلی سے تسبیحات نہیں پڑھتے جس سے رکوع وسجدہ غلط میں ادا ہوتا ہے جس کو حدیث میں چوری فرمایا گیا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۴) قومہ اور جلسہ چھوڑنا: رکوع کے بعد کھڑے ہونے کو قومہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں رکوع کے بعد اور سجدے کے بعد پیٹھ کو بالکل سیدھا کرنا فرض ہے اگر پیٹھ سیدھی کئے بغیر کوئی جھک جائے تو اس نے گویا فرض چھوڑ دیا تو پھر نماز کہاں ہوئی؟ قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ یہ ہے کہ ایک تسبیح یعنی سبحان اللہ کے بقدر ٹھہرنا مگر آج ہماری نمازوں میں یہ ٹھہراؤ ختم ہو گیا ہے جس سے تمام نمازیوں کا واجب چھوٹ رہا ہے جبکہ جان بوجھ کر واجب چھوڑنے سے نماز ہی نہیں ہوتی بلکہ قومہ اور جلسہ کا سنت درجہ تین بار سبحان اللہ کے بقدر ٹھہرنا ہے۔

کم از کم قومہ اور جلسے کے واجب درجہ پر تو عمل کریں ورنہ تو نماز ہی نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ آج ہم نمازوں کی برکات سے محروم ہیں یہ مسئلہ اپنے جاننے والوں اور گھر میں خواتین کو بھی بتا دینا چاہیے تاکہ ان کی نماز بھی فاسد ہونے سے بچ جائے، رب تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعوت نماز: ہر شخص اپنے گھر والوں، دوستوں اور ماتحتوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دیا کرے، ہماری دعوت سے جتنے لوگ نمازی بنیں گے ہمیں بھی ان شاء اللہ پورا پورا اجر ملے گا، حدیث شریف میں ایسے شخص کیلئے قیامت کے خوف سے امن اور حساب وکتاب سے خلاصی کی بشارت آئی ہے جو شخص اللہ کی رضا کیلئے لوگوں کو نماز کی طرف بلائے۔ (فضائل قرآن ص ۵۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (م۔ح۔ نمبر ۹۵)

مساجد آباد کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلے اس کا ثواب اس شخص جیسا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے حج کیلئے نکلا ہو اور جو شخص نماز اشراق کیلئے اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے جیسا ہے۔ فرمایا کہ جب کوئی شخص وضو کرے اور اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کرے پھر مسجد کو صرف نماز کی نیت سے چلے اور کوئی غرض نہ ہو تو ہر قدم پر اس کا ایک مرتبہ ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں پہنچ جائے پھر جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے گا اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا رہے گا اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہئے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں، جس شخص نے مساجد کو (کثرت ذکر کے ذریعہ) اپنا گھر بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے راحت و سکون اور پل صراط پر آسانی سے گذرنے کا ضامن ہو گیا۔ اور ابو صادق ازدی نے شعیب بن الحبحاب کو خط لکھا کہ مسجدوں کو لازم پکڑو کیونکہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مساجد ہی انبیاء کی مجالس تھیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہو جائیں گے جو مسجدوں میں آکر جگہ جگہ حلقے بنا کر بیٹھ جایا کریں گے اور وہاں دنیا کی اور اس کی محبت کی باتیں کیا کریں گے، تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں اور حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے، اس لئے اس کے ذمہ ہے کہ زبان سے سوائے کلمہ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (معارف القرآن ص ۳۶۰ ج ۱)

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں کثرت سے جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور

بے فکر اور خوش خبر ا ہٹ میں ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں اور ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ اس کے بعد انما یعمر مساجد اللہ یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہ اس سے الفت فرماتے ہیں۔ (فضائل نماز ص ۲۸،۲۹)

حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں۔ حضرت ابودرداءؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں کثرت سے رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کروں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسجد اللہ کا گھر ہیں اور گھر آنے والوں کا اکرام میزبان پر ہے، اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۳۵)

انشاء اللہ مسجد کو آباد کرنے کے اتنے فضائل پڑھ کر کیا اب بھی کوئی مسلمان مسجد آنے میں سستی کرے گا؟ بھائیو! پانچوں نمازیں با جماعت مسجد میں آکر پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اب ذیل میں ان آداب کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا اہتمام کرنے سے مذکورہ فضائل نصیب ہوں گے۔

مسجد کے پندرہ آداب

علماء نے آداب مسجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں)، دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے (مکروہ وقت نہ ہو) تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے، چوتھے یہ کہ وہاں تیر و تلوار نہ نکالے، پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے، چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے، ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے، آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے، نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے، دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے، گیارہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے، بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے، تیرہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے، چودہویں یہ کہ نجاسات سے پاک صاف رہے اور چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے، پندرہویں یہ کہ کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لئے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن ج ۶، ص ۴۲۷)

لمحۂ فکریہ

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ مسجد کی آبادی کا تعلق ساز و سامان اور اشیاء سے نہیں بلکہ اعمال سے ہے لہٰذا ماہ مبارک سے اس بات کو معمول بنائیں کہ کچھ وقت مسجد میں بیٹھنے میں بھی نکالا کریں

ہے جس میں صرف ذکر و تلاوت و نوافل و تسبیحات کا اہتمام ہو۔ ان شاء اللہ پھر مسجد کی برکات نصیب ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجد کا صحیح ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (... صفحہ 26)

آداب مسجد

(۱) مسجد میں اگر کچھ لوگ بیٹھے ہوں تو ان کو سلام کرنا (۲) مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا (۳) مسجد میں خرید و فروخت نہ کرنا (۴) مسجد میں تیر یا تلوار نہ نکالنا (۵) مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان نہ کرنا (۶) مسجد میں آواز بلند نہ کرنا (۷) دنیا کی باتیں نہ کرنا (۸) بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرنا (۹) جس صف میں پوری جگہ نہ ہو اس صف میں گھس کر تنگی پیدا نہ کرنا (۱۰) کسی نمازی کے آگے سے نہ گزرنا (۱۱) تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کرنا (۱۲) انگلیاں نہ چٹخانا (۱۳) اپنے بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلنا (۱۴) مسجد میں نجاست اور گندگی سے پاک صاف رہنا اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جانا (۱۵) کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہنا۔

(مذکورہ بالا تمام آداب بحوالہ معارف القرآن، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، ج ۶، ص ۴۲۹)

(۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا: بسم اللہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم افتح لی ابواب رحمتک (۱۷) مسجد میں داخل ہونے کے بعد پہلی صف میں بیٹھنا افضل ہے اگر جگہ بھر جانے پر گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنا ناجائز ہے (۱۸) مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرنا کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا (۱۹) مسجد میں سنت یا نفل نماز کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا جہاں سامنے سے لوگوں کے گزرنے کا احتمال نہ ہو (۲۰) مسجد میں کسی کو غلط کام کرتے دیکھے تو چپکے سے نرمی سے سمجھا دیں، برسر عام رسوا کرنا اور جھگڑا کرنا منع ہے۔

(مذکورہ بالا پانچ آداب حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے رسالے "نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں" سے لئے گئے ہیں)

(۲۱) مسجد میں لہسن، پیاز اور مولی کھا کر آنا ناجائز ہے (درمختار) (۲۲) مسجد میں کسی کا

تیلی جلانا جائز نہیں (۲۳) مسجد میں جاتے ہوئے سکون کے ساتھ چلنا چاہئے دوڑنا نہ چاہئے (۲۴) مسجد میں غسل کی حاجت والے شخص کو داخل ہونا حرام ہے (درمختار) (۲۵) مسجد میں جوں مار کر ڈالنا مکروہ ہے بلکہ یہاں تک حکم ہے (۲۶) مسجد میں بچوں کو قرآن شریف اجرت لے کر پڑھانا بالاتفاق ناجائز ہے (۲۷) مسجد میں نماز کے لئے اپنے لئے کوئی جگہ مقرر کر لینا منع ہے۔ (مذکورہ بالا سات آداب شروع سے جن کا حوالہ ساتھ مذکور نہیں "بہشتی زیور کی جنتری") سے لئے گئے ہیں)

(۲۸) مسجد میں جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے امام جب منبر پر آجائے تو اس وقت سے لیکر نماز ختم ہونے تک بولنا یا نماز پڑھنا، کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا جائز نہیں اسی دوران اگر کوئی شخص یا بچہ بولنے لگے تو اسے چپ رہنے کی تاکید کرنا بھی جائز نہیں ہے (۲۹) (مسجد میں) خطبے کے دوران اس طرح بیٹھنا چاہئے کہ جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں، بعض پہلے خطبے میں ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں ہاتھ زانوں پر رکھ لیتے ہیں، یہ طریقہ بے اصل ہے دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ زانوں پر رکھ کر بیٹھنا چاہئے۔

(آخری دو کا حوالہ حضرت مفتی تقی عثمانی کا "نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں")

(۱) زیارت اللہ (۲) انتظار نماز (۳) اعتکاف (۴) خلوت میں ذکر (۵) فکر آخرت (۶) تشبہ بالملائکین (۷) نیکی کا امر اور تلقین (۸) برائی اور گناہ کو ختم کرنا (۹) صحبت صالحین (۱۰) خود گناہ سے بچے رہنا (۱۱) زیارت علماء (۱۲) خدمت مسجد (۱۳) خدمت خلق یا اس کا ذریعہ (۱۴) تلاوت قرآن مجید (۱۵) نماز میں حق تعالیٰ سے ہم کلامی (۱۶) علماء وصالحین سے دعا کروانا (۱۷) نمازیوں کو سلام کرنا یا اس کا جواب دینا (۱۸) حکم حدیث، جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر عمل کرنا (۱۹) آخری نماز سمجھ کر پڑھتے جانا (۲۰) علم دین کی طلب و تلاش (۲۱) تبلیغ علم دین (۲۲) سنت پر عمل ہو جانا (۲۳) مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعا کے پڑھنا (۲۴) نیکی کا امر کرنا (۲۵) بصورت دعا عبادت سے مقصودی چیز یعنی تواضع حاصل کرنا۔ (شمارہ نمبر ۶۲)

مسجد میں جانے کی مختلف نیتیں

مسجد میں جاتے وقت کون کون سی نیتیں کی جا سکتی ہیں؟

(۱) جب بندہ کسی مسجد میں جائے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی زیارت کی نیت بھی کر لے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی نیت بھی کی جا سکتی ہے۔

(۳) حق تعالیٰ جل شانہ سے ہم کلامی کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۴) جماعت کے لئے مسجد میں ذرا جلدی چلے جائیں تو نماز کے انتظار کی نیت بھی ہو سکتی ہے۔

(۵) اعتکاف کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نیت بھی ہو سکتی ہے۔

(۷) آخرت کی فکر کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۸) تحیۃ المسجد کی نیت بھی باعث ثواب ہے۔

(۹) نیکی کا حکم اور تلقین کرنا بھی دین کا کام ہے۔

(۱۰) برائی اور گناہ کو ختم کرنا ہر مومن اور مومنہ کے لئے ضروری ہے۔

(۱۱) علماء کی زیارت کی نیت بھی کی جا سکتی ہے۔

(۱۲) خدمت مسجد کی بھی نیت ہو سکتی ہے۔

(۱۳) خدمت خلق یا اس کا ذریعہ بننے کی نیت بھی درست ہے۔

(۱۴) تلاوت قرآن پاک کی نیت بھی مطلوب ہے۔

(۱۵) علماء اور صالحین سے دعا کروانے کی نیت بھی کر لینی چاہئے۔

(۱۶) نمازیوں کو سلام کرنے یا اس کا جواب دینے کا ثواب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۱۷) حدیث کے حکم کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو پر عمل کرنے کی نیت کرنا۔

(۱۸) آخری نماز سمجھ کر پڑھتے جانے کی نیت (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے)

(۱۹) علم اور دین کی طلب و تلاش (۲۰) علم اور دین کو آگے پہنچانا (۲۱) سنت پر عمل پیرا ہونا

(۲۲) مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعائیں پڑھنا (۲۳) پہلی یا یعنی تکبیر کو ختم کرنے کی نیت کر لی چاہئے (۲۴) دعا کی صورت میں خصوصی چیز یعنی توجہ کو حاصل کرنے کی نیت کرنا۔

(۲۵) نمازیوں اور نیک لوگوں کی صحبت۔

(۲۶) گناہوں سے بچے رہنے کی نیت۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خصوصی توجہ حاصل کرنے کی نیت کرنا (۲۸) جنت میں جانے کی نیت۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مسجد میں پابندی سے جانے والا شخص جنت سے محروم نہ ہوگا۔ (شمارہ نمبر13)

نماز باجماعت..... فضیلت و اہمیت

مسلمان مرد حضرات کو فرض نماز کی ادائیگی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور نماز جماعت سے ادا نہ کرنے والے کے لئے اپنی ناراضی کا شدت سے اظہار فرمایا ہے، اس ناراضی کا اندازہ اس حدیث سے لگا سکتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیں جو اذان سن کر نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آتے یعنی یہ کرام فرماتے ہیں ہم نے اس سے پہلے کبھی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ایسی ناراضی اور غصے کے آثار نہیں دیکھے تھے، آج ہم نے مسجدوں میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے، مسجدیں ویران ہو رہی ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے گھر بھی ویران ہو رہے ہیں، بے سکونی بڑھتی جا رہی ہے، حی علی الصلوٰۃ (نماز کی طرف آؤ) کی آواز آتی ہے تو ہم کیوں مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے نہیں جاتے، یہ سب ہمارے ایمان کی کمزوری ہے اور ایمان اس وقت کمزور ہوتا ہے جب دنیا دین پر غالب آجاتی ہے، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے دریافت کیا میں معذور ہوں اور مسجد میں آکر نماز پڑھنا میرے لئے بہت مشکل ہے تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اذان سنتے ہو انہوں نے کہا کہ جی سنتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پھر مسجد میں آکر نماز پڑھو، ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں باجماعت نماز پڑھنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے تو تم مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گھسٹتے آؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں چاہے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو لیکن تمہیں۔ جماعت نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوگا ضرور ہی نماز جماعت سے ادا کرنے کے لئے مسجد ہی جائیں، اللہ تعالیٰ نے جن تین اشخاص پر لعنت فرمائی ہے وہ یہ ہیں ایک وہ امام جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں (معقول وجہ سے) ایک وہ

عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو (معقول وجہ سے) اور ایک وہ شخص جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلا عذر جماعت سے نماز نہ پڑھنے والے کی نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے اس پر فرشتے بھی لعنت بھیجتے ہیں اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو اس شخص سے اس کا محبوب رسول رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔ اگر شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہم سے ناراض ہو جائیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہماری شفاعت کون کرائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز جماعت سے ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین (از [illegible])

نماز با جماعت کی برکتیں

(۱) مؤذن جب اذان دیتا ہے تو مستحب ہے اس کا جواب دینا۔ اس سے ثواب ملتا ہے۔

(۲) نماز کے لیے جلدی پہنچنا باعث ثواب ہے۔

(۳) سکون اور وقار کے ساتھ مسجد کی طرف چلنا (نماز کیلئے) ثواب کا ذریعہ ہے۔

(۴) مسجد میں داخل ہوتے وقت کی دعا۔

اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک (مسلم شریف)

(۵) مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد کے دو نفل پڑھنا باعث ثواب ہے (بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو اگر وقت مکروہ ہو تو چار مرتبہ تیسرے کلمے کا پڑھنا اس کا بدل بن جائے گا)

(۶) انتظار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

(۷) مسجد میں فرشتے اس کے لئے دعاء و استغفار کرتے ہیں۔

(۸) فرشتے اس کے حق میں (کل روز قیامت) گواہی دیں گے۔

(۹) جب اقامت کہی جاتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے، تو نمازی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۱۰) جب اقامت کہی جاتی ہے تو نمازی اس اقامت کا جواب دیتا ہے جو باعث ثواب ہے۔

(۱۱) جب اقامت کہی جاتی ہے تو نمازی امام کی تکبیر تحریمہ (وہ تکبیر جسے کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں) کا انتظار کرتا ہے کہ امام تکبیر کہے تو میں بھی کہوں اس انتظار کا بھی ثواب ملتا ہے۔

(۱۲) تکبیر اولیٰ (نماز کی پہلی تکبیر) پالینے کا اس کو ثواب ملتا ہے۔

(۱۳) صفیں سیدھی کرنے اور خالی جگہ پر کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۱۴) جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے تو اس کے جواب میں مقتدی ربنا لک الحمد کہتا ہے اس کا بھی بہت ثواب ہے جو جماعت میں شریک ہونے والے کو ملتا ہے۔

(۱۵) غالباً باجماعت نماز میں سہو (بھولنا) کم ہوتا ہے اور اگر ہو تو مقتدی کو تسبیح (سبحان اللہ) کے ذریعے لقمہ دینے کا یا قرأت کی غلطی بتانے کا ثواب ملتا ہے۔

(۱۶) غالباً (یعنی اکثر) باجماعت نماز خشوع اور توجہ سے ادا ہوتی ہے اور غفلت میں ڈالنے والی چیزوں سے نمازی بچا رہتا ہے۔

(۱۷) نیک لوگوں کی برکت سے ان جیسی نماز پڑھنے کی توفیق ہو جاتی ہے خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

(۱۸) حدیث کے مطابق فرشتے استغفار کرتے ہیں اس کی برکات نمازیوں کو نصیب ہوتی ہیں۔

(۱۹) عام طور سے امام اچھا قاری ہوتا ہے۔ نمازی کو (ان کی قرأت) سننے سے تجوید کی مشق کا موقع ملتا ہے۔

(۲۰) جماعت شعائر اسلام (شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں) میں سے ہے اس لئے باجماعت نماز پڑھنے والے کو شعائر اسلام قائم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۲۱) عبادت اور جماعت پر جمع ہونے سے شیطان ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اس کو ذلیل کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۲۲) جماعت چھوڑنا منافق کی علامت ہے اس علامت سے یہ (نمازی) شخص بچ گیا اور اس بدگمانی سے بھی بچ گیا کہ شاید یہ بے نمازی ہے۔

(۲۳) امام کو سلام کا جواب دینے کی نیت کرنے سے اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

(۲۴) (باجماعت نماز پڑھنے سے) اجتماعی دعا، اجتماعی ذکر اور کاملین کی برکت نصیب ہوتی ہے۔

(۲۵) پڑوسیوں سے محبت اور ان کی ملاقات کا ثواب مل جاتا ہے، پھر جہری نماز

(جس میں اونچی آواز سے قرأت کی جائے) میں دو سبب زائد مل جاتے ہیں:

(۱) قرآن پاک کی طرف پوری توجہ کرنا اور خاموش رہنا۔

(۲) امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنا تاکہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو با جماعت نماز پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین (مجلس نمبر 42)

اپنے گھروں میں اللہ کا گھر بھی بنائیں

گھر معاشرے کی اکائی ہے، گویا معاشرے کو اچھائی یا برائی بنانے کا سانچہ گھر ہی ہے، جیسا کہ دیوار کی مضبوطی کی پہلی ذمہ داری اس دیوار میں لگنے والی اینٹوں پر آتی ہے اگر پکی اینٹیں دستیاب نہ ہو سکیں تو دیدہ زیب مکان کی بہتری اور پائیداری کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔

اسی طرح اگر گھر کا ماحول بہتر ہوگا تو اس گھر سے بہترین انسان ڈھل کر معاشرے میں جائیں گے اور بہتر کردار ادا کر سکیں گے اگر گھر کا ماحول بہتر نہ بن سکا تو اس سانچے سے بہتر انسان بھی نہیں ڈھل سکیں گے مطلب یہ ہے کہ گھر کے ماحول کی بہتری بہت ہی اہم اور بنیادی کام ہے اس سے نظر بچانا اور آگے کے مرحلوں پر ساری توجہ لگا کر بہتر معاشرتی ماحول کی امید لگانا ہماری زبان کے اس محاورے کے مطابق ہے کہ "فلاں ہاتھ چھوڑ کر کہنیاں چاٹ رہا ہے" یا اس کی سادہ مثال یہ ہوگی کہ درخت کے تنے میں تو کوئی پانی نہیں ڈالتا شاخوں کو دھونے پر لگے ہوئے ہیں۔

ہمارے مسائل یہ ہیں کہ بچے نافرمان ہیں، بداخلاق ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں گھر میں سکون نہیں، میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، ہمسائے آپس میں ایک دوسرے سے نالاں ہیں، بازار میں جو خیانت اور جھوٹ ہے، ہمدردی، تعاون باہمی نام کو نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان مشکلات کے جراثیم خود ہمارے اپنے گھروں کے ماحول میں پیدا ہوئے اور آج گھر سے باہر جگہ جگہ ہمیں ان بیماریوں کا سامنا ہے، اس کا حل یہی ہے کہ آپ نفل نماز گھروں میں ادا کریں، بچے دیکھیں گے انہیں عادت پڑے گی خواتین کو بھی خیال رہے گا اور گھر کے پورے ماحول پر اس کے اثرات پڑیں گے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نمازیں (نفل نمازیں) پڑھا کرو گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں نماز کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیں جس میں

جائے نمازیں ہوں اور نماز کے دوسرے لوازمات یعنی قرآن مجید اور دینی کتابیں وغیرہ موجود ہوں اسکے کئی فائدے ہیں ایک تو گھر کی خواتین کو نماز کی ادائیگی میں آسانی رہے گی ورنہ تو بڑی مشکل پیش آتی ہے، جائے نماز ڈھونڈو، پھر جگہ ڈھونڈو اس لئے سوتدبیروں کی ایک تدبیر یہی ہے کہ گھر کے ایک کمرے کو گھر کی مسجد بنادو، خصوصاً یہ جو آج کل ٹی وی لاؤنج کو ختم کرکے اس کو مسجد بنادیں ایک مسلمان کے لائق نہیں کہ اس کے گھر میں ٹی وی لاؤنج ہو اور اس کے بچے اس کے غیر مہذب پروگرام دیکھیں اس عمل کی بڑی برکت ہوگی اور گھر کی یہی جگہ ان شاء اللہ مسجد ہونے کی وجہ سے جنت میں منتقل کردی جائے گی یہ کتنی بڑی سعادت ہے اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مقتدا اور پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ گھروں میں مسجدیں بناؤ اور انہیں صاف ستھرا رکھو اور انہیں خوشبودار رکھو۔

التماس ہے ہر مسلمان اس کی کوشش کرے ہمارے علم میں ایسے خوش بخت مسلمان ہیں کہ چار بھائی ہیں چاروں نے اپنے اپنے گھروں میں ایک کمرہ مسجد بنا رکھا ہے اللہ پاک ہم سب کو توفیق دے۔ آمین اسکا پھل یہ ملے گا کہ گھر سے نیک اور صالح انسان نکلنے لگیں گے تو وہ پورے معاشرے میں نیکی پھیلائیں گے۔

ضروری وضاحت: گھر کا کمرہ جس کو نماز کیلئے مخصوص کیا جائے وہ محلہ کی وقف مسجد جیسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ گھر ہی ہے آپ کسی ضرورت کے وقت اسی کمرہ کو کھانے، سونے اور بیٹھنے اور سامان رکھنے کی ذاتی ضرورت کیلئے استعمال بھی کر سکتے ہیں وہ آپ کا گھر ہی ہے اسی طرح گھر کے اس مخصوص کمرہ کی وجہ سے محلہ کی مسجد میں فرض نماز چھوڑنا بھی سخت گناہ ہوگا، مردوں کے لئے نوافل و سنتوں اور ذکر کی جگہ ہوگی البتہ عورتیں پنج وقتہ نماز اسی میں ادا کریں۔ یہ ضروری وضاحت نوٹ فرمالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نیکی ڈھونڈتے ڈھونڈتے اصل پونجی کا ہی نقصان ہو جائے یعنی گھر کا ماحول بہتر بناتے بناتے محلہ کی مسجد میں فرض نمازیں چھوٹ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھروں میں فرض نماز پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں آتے میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین (شمارہ نمبر 30)

نماز اس طرح پڑھئے

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

اصلی نماز اور طریقۂ نماز: ایک خلجان ہم سب مسلمانوں کو پیش آرہا ہے کہ حق تعالیٰ نے تو فرمایا کہ "ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر" (بے شک نماز روک دیتی ہے گندی اور بری باتوں سے) لیکن ہم یا ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں سے بہت سے نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور بہت سے پڑھنے والوں کو دیکھتے رہتے ہیں، اگرچہ نماز میں ہم سب کوتاہی کرتے ہیں یا تو بالکل نہیں پڑھتے یا دو ایک پڑھ لیں باقی غائب، اور مردوں سے زیادہ عورتیں ایسا کرتی ہیں، حالانکہ سب بالغ مسلمان مرد و عورتیں آخر مسلمان ہیں لیکن بہرحال کوئی تو کوئی نماز پڑھ ہی لیتے ہیں، پھر ہماری نماز ہم کو گناہوں سے، مکروہ باتوں سے، نماز چھوڑنے سے، روزہ نہ رکھنے سے اور طرح طرح کے گناہوں سے کیوں نہیں روکتی؟

یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ارشادِ الٰہی سچا نہ ہو، تو اب اس کے سوا اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ہماری نماز اصلی نماز نہیں ہو رہی، صرف نقلی نماز ہے کہ جیسے قیام، رکوع، سجدہ کرتے دیکھا یا سنا ہم نے بھی ویسی ہی صورت بنالی مگر اعمدول دماغ وغیرہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اگر اصلی نماز پڑھتے تو بحکمِ الٰہی ہماری نماز ہم کو سب برائیوں سے روک دیتی بلکہ دل و دماغ کی صفائی کے لئے یہی تو بہ بھی کرادیتی اور ہم حقیقت میں مسلمان بن جاتے۔ حقیقت میں اصلی نماز پڑھنا اور اصلی مسلمان بننا کوئی مشکل نہیں، اس مشکل کو مشکل نہ سمجھئے، اول اول مشق نہ ہونے سے کچھ دیر سے ہوگی پھر رفتہ رفتہ آسانی ہوتی جائے گی۔

سب مسلمانوں کے لئے آسانی کے ساتھ نماز کو اصلی نماز بنا کر پڑھنے کی شکل عرض کی جاتی ہے، امید ہے کہ اس طرح کی (اصلی) نماز سب کو بدیوں، بد معاملگیوں، بری باتوں اور سب گناہوں سے بہت جلد روک دے گی۔

لیکن اس کے لئے ہم کو نماز کے ہر ہر جزو کو اور اس کے معنی و مفہوم کو حفظ کر لینا ضروری ہے تاکہ اس کے بعد لفظ کو نقل کرنے پر ہی اس کا تصور اور معنی ذہن میں حاضر ہو جائے اور دل و دماغ سے حاضر ہو یعنی دل و دماغ سے ادا ہو اس طرح ہر ہر لفظ کو ادا کریں

گے تو وہ نماز زبان کی بھی ہوگی اور دل و دماغ اور عقل کی بھی ہوگی۔

چونکہ سب آیات اور دعائیں پہلے سے سب کے ذہن میں ہیں اور خوب یاد سے پڑھی جاتی ہیں تو پوری پوری آیت یا دعا کے بجائے اس کے ایک ایک لفظ کا پورا مفہوم پیش کرتے ہیں تاکہ جب زبان سے وہ لفظ ادا ہو تو دل و دماغ میں اس کا مفہوم و مطلب بھی آتا رہے اس طرح نماز پڑھی جائے گی تو وہ اصلی نماز بن جائے گی پھر چند روز میں آپ کو اثرات معلوم ہونے شروع ہوجائیں گے۔

طریقہ نماز: دل قبلہ کی طرف منہ کرتے ہی یہ تصور رکھئے کہ میں حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، اگر میں نہیں دیکھ سکتا تو وہ دیکھ رہے ہیں حدیث میں احسان یعنی عمدہ عبادت کا طریقہ یہ آیا ہے کہ تم ایسے عبادت کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ دیکھ رہا ہے اس تصور سے کوئی شرکت حرکت یا بات نہ ہوگی؟

پھر "اللہ اکبر" کہو یعنی اللہ تعالیٰ سب کی مدد کرنے والے اور سب کچھ دینے والے ہیں اے اللہ آپ سب سے بڑے ہیں۔

ثناء: اس کے بعد سبحانک اللّٰھم "پاک ہیں آپ اے اللہ"

اس لفظ کے ساتھ دل میں تمام برائیوں سے پاکی کا خیال رکھ کر یہ سوچیں کہ اللہ! میں سب سے پہلے آپ کا پاک ہونا بیان کرتا ہوں۔ (شمارہ نمبر 47)

وبحمدک: اور آپ کی تعریف کے ساتھ یعنی پھر میں آپ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔

وتبارک اسمک: "اور برکت والا ہے آپ کا نام"

وتعالیٰ جدک: "اور بہت بلند ہے آپ کا رتبہ"

ولا الٰہ غیرک: "اور کوئی معبود نہیں آپ کے سوا"

ان سب کلمات کو زبان کے ساتھ دل سے بھی کہیں۔

تعوذ، تسمیہ: پھر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم "میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان سے جو لعنت کیا ہوا ہے" اس میں یہ تصور کریں کہ میں شیطان سے دور ہوگیا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت رحم والے اور

سب پر رحم کرنے والے ہیں، اس میں یہ تصور کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ گیا ہوں۔

سورۂ فاتحہ: الحمد لله رب العلمين، "ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کے پیدا کرنے اور پالنے والے ہیں" زبان سے ادا ہو اور دل و دماغ میں تمام اٹھارہ ہزار جہانوں کو پیدا کرنے اور ان سب کے پالنے والے پروردگار کا خیال ہو۔

الرحمن الرحيم "بہت ہی رحم کرنے والے اور سب پر رحم کرنے والے"

"العلمين" کے نون پر زیر پڑھیں تو اس کو "الرحمن" کی "ر" سے ملائیں پھر یہ بھی درست ہے اور سانس توڑ کر "الرحمن" پڑھیں تو یہ بھی درست ہے اور دل و دماغ میں یہ بات حاضر ہو کہ پروردگار جو کہ بہت ہی رحم کرنے والے اور سب پر رحم کرنے والے ہیں ان کو سامنے دیکھ رہا ہوں یا اپنے کو ان کے سامنے دیکھ رہا ہوں، اس تصور سے ادب ہوگا۔

"ملك يوم الدين" جزا یعنی نیک کا ثواب اور برے کا حساب کے دن کے مالک ہیں" یعنی اچھے کاموں کے اچھے اور برے کاموں کے برے بدلے کے دن، قیامت کے دن، کے مالک ہیں، زبان سے یہ ادا ہو اور دل میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہم نے جو برائیاں کی ہیں ان کا بدلہ اور جو نیک کام کئے ہیں ان کا نیک بدلہ قیامت کے دن ملے گا، پروردگار نے قیامت کے دن دونوں بدلے تیار کر رکھے ہیں، ہمارے پیچھے ہی اللہ تعالیٰ اوا کریں ایسے عمل سے دل لرز جانا چاہئے۔

اياك نعبد و اياك نستعين "ہم صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف آپ سے مدد مانگتے ہیں" زبان سے یہ الفاظ کہتے ہوئے دل کو ہر بڑی چیز، بڑے کام، بڑی دولت سے الگ کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی میں کسی کا خیال دل میں نہ آنے دیں، نہ کسی کا خوف و خطرہ نہ کسی سے امید رکھیں، اگر کبھی ضرورت میں کسی سے کام کہہ بیٹھیں تو خیر مگر دل میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور بندگی تو سب سے بڑے یعنی اللہ پاک کے سوا اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی، جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی کرتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں، صرف ایک ہی ذات سب سے اعلیٰ سب سے اونچی اس کی حقدار ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں یہ مضمون ذہن میں کھب کھب جائے۔ (تلخیص از حضرت مفتی محمد کفیل صاحب قادری)

ایک ضروری مسئلہ

امام کو بغیر کسی ضرورت کے محراب کے سوا اور کسی جگہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر محراب میں کھڑے ہونے کے وقت پیر باہر ہونے چاہئیں۔ (بہشتی گوہر) (فتاویٰ نمبر 48)

اهدنا الصراط المستقیم "آپ ہم کو ہدایت دیجئے سیدھے راستہ کی یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے" زبان پر یہ الفاظ ہوں اور دل میں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ دائیں اور بائیں راستوں سے بچا کر سیدھے راستہ پر لگا دیں جو جتنے سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہو راستے کو چھوڑ چکا ہو یا پیچھے کو وہ اتنا ہی حق سے دور ہے اتنا ہی باطل ہے، ہم کو ان سب سے بچا کر سیدھے راستے پر لگا دیجئے۔ اے اللہ! یہ آپ سے ہی ہوگا کسی اور کے بس کا نہیں۔

صراط الذین انعمت علیهم "راستہ ان لوگوں کا (تصور ہو) جن پر آپ نے اپنا انعام و فضل فرمایا ہے"۔

دوسری ایک آیت میں ان سب کا بیان کیا ہے۔

اولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین (النساء: ۶۹)

"یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے وہ ہیں سب نبی، سب صدیقین، سب شہداء، سب نیک لوگ لہٰذا ذہن میں یہ ہے کہ یہ دعا ان بزرگوں کے راستہ کی ہے"

غیر المغضوب علیهم ولا الضالین "نہ راستہ ان کا جن پر آپ کا غضب ہوا نہ گمراہوں کا" حدیث میں ہے کہ غضب کئے جانے والے یہود ہیں اور گمراہی والے عیسائی ہیں یہ لفظ تو زبان سے ادا ہوں اور ان یہودیوں، عیسائیوں کے طریقوں سے خوب بچاؤ ہو یعنی اپنی زندگی میں یہودیوں اور عیسائیوں کے طور طریق سے بچنے کی پوری کوشش کی نیت کریں۔ آمین! اے اللہ! یہ دعا قبول فرما لے۔

دل سے بھی اس پوری دعا کی قبولیت کی تمنا ہو اب کوئی سورت پڑھیں۔ اس سے پہلے بسم الله الرحمن الرحیم۔ "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان بڑے رحم والے ہیں" دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کے مفہوم کو ذہن میں رکھیں اور تمام

موجودات پر بہت رحم والے سب سے بڑھ کر مہربان ہونے کا تصور کریں اور وقت و فرصت کے موافق بڑی یا چھوٹی سورت شروع کریں۔

سورۃ العصر والعصر. ان الانسان لفی خسر. الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر.

"وقت کی قسم! بے شک انسان نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے اور ایک نے دوسرے کو حق بات کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔"

یہ الفاظ پڑھ کر سوچیں کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ قسم کھا رہے ہیں وہ کس قدر عظیم الشان ہے، یہی وقت جو انسان کی پیدائش سے لے کر وفات تک کی سب سے عظیم الشان چیز ہے اس کا معمولی سا ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنے کی چیز نہیں، اس کے ایک ایک سیکنڈ سے کام لیا جائے ورنہ موت آنے پر سوائے افسوس و پریشانی کے کچھ نہ ہوگا، اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا وقت کی قسم! ہر انسان خسارہ و نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق کے کام کرنے اور صبر کی وصیت کرتے رہے، دل و دماغ میں حق کو جمانے اور تکلیف و تنگی و مصیبت پر صبر کرنے کا سوچیں اور دل و دماغ میں اسے جما لیں۔

رکوع: اب اس کے بعد رکوع میں جانا ہے: اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائیں۔

اللہ اکبر "اللہ تعالیٰ ہر شے سے بڑے ہیں اور سب سے بڑے ہیں خواہ کوئی ہو"

رکوع میں یہ تسبیح پڑھنی ہے "سبحان ربی العظیم" "پاک ہے میرے پروردگار کی جو بڑی عظمت والے ہیں۔" (ترمذی نمبر 49)

رکوع میں تسبیح پڑھنی ہے "سبحان ربی العظیم" "پاک ہے میرے پروردگار کی جو بڑی عظمت والے ہیں۔"

تسبیح پڑھتے ہوئے الفاظ کے معنی اور دل و دماغ میں یہ تصور رہے کہ ہمارے پیدا کرنے والے اور پرورش کرنے والے پروردگار ہر چیز سے بڑے اور عظمت والے ہیں، ہر چیز کتنی ہی بڑی سے بڑی ہو اور طاقت کتنی بڑی سے بڑی ہو ان کے آگے چھوٹی ہیں وہ سب سے بڑی عظمت

والے ہیں، کائنات کی چیزیں ہوں یا انسان اور جنات سب اس کی عظمت کے سامنے کچھ نہیں، یہ تصور دل میں جما کر تسبیح کہیں، پھر رکوع سے کھڑے ہوتے وقت ایک بار زبان سے کہے۔

سمع الله لمن حمده "سن لی اللہ تعالیٰ نے اس کی جس نے ان کی تعریف کی" اور دل و دماغ میں یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف قبول ہوتی ہے اور ہم نے جو تعریف کی ہے وہ مقبول ہے اور اگر مقتدی ہو یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو صرف یہ کہے

ربنا لک الحمد "اے ہمارے رب! آپ ہی کیلئے ہے سب تعریف" اور اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو دونوں جملے کہے اور دل و دماغ سے تصور کر کے کہے۔

سجدہ: اب الله اکبر "اللہ تعالیٰ سب سے ہی بڑے ہیں" زبان سے کہیں اور دل و دماغ میں یہ غور کریں کہ کوئی کتنا ہی بڑا شمار ہو، بڑی طاقت، بڑی دولت، بڑی عزت، بڑی فوج اور کیسی ہی بڑی سے بڑی حالت والا ہو ان کے سامنے کچھ نہیں، وہی سب سے بڑے ہیں اور سب ان کے سامنے حقیر ہوتے ہیں، پھر سجدہ میں جا کر پڑھے

سبحان ربی الاعلیٰ "پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے بلند ہے" اسے تین بار کہیں اور اس کے مفہوم کو بھی ہر بار دل میں جمائیں۔ دوسری رکعت: پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں اور الله اکبر "اللہ سب سے بڑے ہیں" کہتے ہوئے کھڑے ہوں اور صرف بسم الله الرحمن الرحیم پڑھ کر اس کے مفہوم کو دل و دماغ میں جما کر پڑھیں۔ سورۃ فاتحہ: اب آگے پڑھیں اور سورۃ فاتحہ پڑھیں اور اس کا ترجمہ اور مفہوم سوچتے رہیں (سورۃ فاتحہ کا ترجمہ پیچھے آ چکا ہے)

پہلی رکعت کی طرح ہر آیت کے مضمون کو دل و دماغ میں حاضر کرتے رہیں، آمین تک۔

سورۃ اخلاص: اب سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھیں، مثلاً قل هو الله احد "وہ معبود اللہ یکتا ہے"۔ دل و دماغ میں ہو کہ کوئی ان کے قریب کا بھی نہیں، وہ تمام عمدہ صفات اور پیدا کرنے، پالنے میں اکیلے ہیں، کوئی ان کے برابر تو کیا قریب کا بھی نہیں۔

الله الصمد "اصل معبود ہیں سب کی پناہ ہیں" دل و دماغ میں یہ ہو کہ ان جیسا تنہا وہی ہے [illegible] لم یلد ولم یولد "نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا"

دل اور دماغ میں یہ ہو کہ سب چیزیں کوئی کسی کی جنی ہوئی اور کوئی کسی کو جن رہی ہے۔
لیکن وہ ذات دونوں سے پاک ہے۔

ولم یکن له کفواً احد۔ "اور کوئی ان کے برابر نہ ہوگا" دل و دماغ میں یہ ہے کہ جس قدر کمالات، بزرگیاں، بڑائیاں اور عمدہ صفات ان میں ہیں ان میں کوئی ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔

الله اکبر کہیں "اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں" اور دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کو ہر بڑائی میں سب سے بڑا مانتے رہیں پھر سبحان ربی العظیم

"پاک ہے میرا رب جو سب سے عظمت والا ہے" تین بار کہیں اور دل و دماغ میں ان کو ہر بڑے سے بڑا اور ہر وصف و کمال میں بڑا قرار دیں۔ (شمارہ نمبر 52)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو دو رکعت نماز ایسی پڑھے گا کہ اپنے نفس سے اس میں بات نہ کرے گا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی"۔

اب خیال کیجئے! کہ جو شخص ساری نمازیں اسی طرح سے پڑھے گا تو وہ کیا بن جائے گا؟ اس جیسا کون ہوگا؟ اس لئے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ خوب جما لیجئے، اور ہر نماز اسی طرح ادا کیجئے تو وہ ہوگی اصلی نماز، یہ نماز جنت کی نماز ہوگی تو آپ کیا بن جائیں گے؟ جنتی! اور جو مسلمان ویسا کرے گا وہ سب اصلی مسلمان بن جائیں گے۔ ایک شبہ کا جواب: شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ایسی نماز پڑھیں تو ہم ساری رات اور سارے دن میں ایک ہی نماز پڑھ سکیں گے تو سب نمازوں سے بے نماز رہ کر بے نمازی کے عذاب میں ہمیشہ کیلئے مبتلا ہو جائیں گے تو سمجھ لیجئے کہ یہ خیال شیطانی خیال ہے جو اس نے گنہگار بنانے کیلئے بطور جال پھیلایا ہے تو اس کے جال میں نہ آیئے۔

سنئے! پہلے پہلے ہر کام دیر میں ہوتا ہے اور خراب بھی ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ روز بروز جلدی جلدی ہونے لگتا ہے اور ہر دن پچھلے دن سے بہتر ہوتا چلا جاتا ہے لکھنے میں پڑھنے میں خود تجربہ کیا ہوگا کہ اول اول تو ایک حرف لکھنا، پڑھنا مشکل ہوتا تھا، پھر سیکھنے کے سیکھتے ذرا دیر میں اور پیچھے سے اچھی طرح پورے ہونے لگتے ہیں، ایسے ہی لوگ بڑھائی، دھوبی،

معیار اور ہر کام کا کاریگر اول دیر سے اور مشکل سے کام کرتا ہے پھر ایک عرصہ بعد نہایت عمدہ اور درست جلدی جلدی کرنے لگتا ہے، یہی سب کاموں کا طریقہ ہے۔

لہٰذا آج ہی سے آپ یہ طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیجئے تو دیکھئے ہر روز پہلے سے زیادہ عمدہ اور کم وقت میں اول سے آخر تک نماز اصلی حاصل ہو جائے گی۔

چند روز کی مشکل ہے پھر بہت آسان، بہت عمدہ نماز اور پھر دین کا ہر کام اسی طرح عمدہ اور جلدی ہو جایا کریں گے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانے خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان نماز ہے، جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے اور اجزاء کو بھی ضائع کر دے گا، پھر آنکھوں سے نظر آ جائے گا کہ ہم خود سچے پکے مسلمان ہو گئے ہیں۔

غرض اس کیمیاوی نسخہ کی صرف چند روز کی مشق سے دنیا و دین دونوں سنور جائیں گے، اس سو فیصد کامیاب نسخہ میں نہ وقت زیادہ لگتا ہے نہ کوئی خرچ پڑتا ہے اور دین، دنیا کا نفع، ملک کا نفع بلکہ سارے عالم کا نفع اس میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اور نہایت پکا وعدہ کہ اس کے خلاف ہو نہیں سکتا یعنی جنت اگر قوت، عزت، دولت، جان محنت ختم کر کے بھی ملے تو بے حد سستی ہے، ایسی چیز میں بہت ہار جانا بدبختی اور نادانی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سستی سے محفوظ رکھے۔

اجتماعی کوشش: اگر ہر محلہ میں اس طرح سے کام کرنے والوں کی ایک جماعت ہو گئی جو نماز کا مفہوم دل و دماغ میں بٹھا کر اصلی نماز ادا کریں، اور زندگی میں گناہوں سے بچیں تو آپ صرف پاکستان کو ہی پاک اور پاک نہیں بنا دیں گے بلکہ ساری دنیا کے انسانوں اور حکومتوں کو حقیقی خدائی بندے اور پاک و پاک بنا لیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین، تب پاکستان، پاکستان بن جائے گا، اس موجودہ حالت میں تو "برعکس نہند نام زنگی کافور" کی صورت ہو رہی ہے نا پاک کو پاک کہا جا رہا ہے۔

آئیے! ہم سب مل کر بہت ہی بڑی خشوع وخضوع سے اس کی پابندی کریں اور برابر ہر نماز کے بعد سب کے لئے سچے پکے مسلمان ہونے کی دعا اور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 53)

نماز کی ناقدری

نماز میں جو خیالات آتے ہیں بہت سے لوگ ان سے پریشان ہوتے ہیں اور ان خیالات کے نتیجے میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ نماز تو محض جھک جھک ہے، اس میں کوئی روح اور جان نہیں ہے۔ ۔ یاد رکھئے نماز کی اتنی بے قدری نہیں کرنی چاہئے، ارے یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، یہ تو اللہ کی نعمت ہے اور ان غیر اختیاری خیالات کی وجہ سے ان شاء اللہ گرفت نہیں ہوگی، البتہ اپنے اختیار سے خیالات مت لاؤ۔

امام غزالی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

آپ بڑے درجہ کے عالم اور صوفی تھے، ان کے ایک بھائی تھے جو بالکل خالص صوفی مزاج کے آدمی تھے، امام غزالی جب امامت فرماتے اور نماز پڑھاتے تو یہ بھائی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کسی نے ان کی والدہ سے شکایت کردی کہ یہ اپنے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، والدہ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی نماز کیا ہے، میں ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھوں؟ اس لئے کہ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کا ذہن حیض و نفاس کے مسائل میں الجھا رہتا ہے اس لئے یہ گندی نماز ہے، میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔

وہ بھی امام غزالی کی والدہ تھیں، جواب میں فرمایا کہ تمہارا بھائی تو نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچتا ہے وہ نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچ جاتا ہے اور تم نماز کے اندر اپنے بھائی کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو اور یہ دیکھتے رہتے ہو کہ اس کی نماز صحیح ہے یا غلط؟ اور نماز کے اندر یہ کام حقیقی طور پر برا ہے، اب بتاؤ کہ وہ بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟

نماز اور تعدیل ارکان

ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا کہ گھبرانا مت، کمرۂ امتحان میں ہم نے تمہارے پرچہ حل کرنے کی تمام سہولتیں مہیا کر دی ہیں، ساری کتابیں رکھوا دی ہیں، جس کتاب کو دیکھنا ہو دیکھ لینا، کئی طرح کے قلم رکھوا دیئے ہیں ایک ٹوٹ جائے تو دوسرا استعمال کر لینا، ہر رنگ کی روشنائی ہے جو مرضی ہو استعمال کرنا، کئی کاپیاں ہیں، جتنی مرضی ہو لکھنا، نگراں، ماسٹر سے بھی کہہ دیا ہے وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں کرے گا۔

لیکن اس شخص کا بیٹا ان سہولتوں سے فائدہ نہیں اٹھا رہا اور امتحان کے کمرہ میں بیٹھ وقت ضائع کر رہا ہے، کبھی بیٹھ بیٹھا سو جاتا ہے، کبھی ادھر ادھر کمرے کے نقش و نگار دیکھنے لگتا ہے، اگر کچھ لکھتا بھی ہے تو جلدی جلدی گھسیٹ دیتا ہے، نگران ماسٹر نے اس کی یہ لاپرواہی دیکھ کر سخت افسوس کیا اور اس سے جا کر پوچھا کہ یہ تیری لاپرواہی کیوں ہے؟ لڑکا کہنے لگا ہمیں تو یوں ہی پاس کر دیا جائے گا کیا ضرورت ہے ہمیں لکھنے کی، میرا ممتحن بڑا رحم دل ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں: یہی حال اس شخص کا ہے جو نماز کو بے توجہی سے جلدی جلدی ادا کر دیتا ہے، نہ تعدیل ارکان کی فکر کرتا ہے، نہ خشوع خضوع پیدا کرتا ہے، بلکہ اوپر سے یہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے رحیم ہیں ہمیں یوں ہی بخش دیں گے نیز کہتا ہے کہ کوئی ہمارے اعمال پر بخشش تھوڑا ہی ہوگی وہ تو ان کی رحمت سے ہی ہوگی، بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ جب بخشش کا دارومدار ان کی رحمت پر ہے تو پھر تیری اس ناقص نماز کی بھی کیا ضرورت تھی اس کو بھی نہ پڑھا ہوتا، معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل خود تسلیم کرتا ہے کہ جان بوجھ کر نماز کو ناقص پڑھنا تعدیل ارکان نہ بجا لانا، خشوع و خضوع پیدا نہ کرنا غلط بات ہے۔ ہمیں جان و دل لگا کر نماز کو ادا کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی کمی کی وجہ سے آئندہ حاضری کا موقع ہی ہم سے چھین لیا جائے۔ (مولانا محمد صدیق صاحب الہ آبادی) (شمارہ نمبر 55)

بے نمازی کا انجام

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز

اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی، اور نجات کا سبب
ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کیلئے قیامت کے دن نور نہ ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی
حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اس کا حشر فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (احمد)

فرعون، ہامان اور ابی خلف

فرعون کو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا حتیٰ کہ خدائی دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس
کے وزیر کا نام ہے اور ابی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمن اسلام تھا، ہجرت
سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پال رکھا ہے اس کو بہت
کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا، احد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی
اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں، چنانچہ حملہ کے
ارادہ سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا، صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے
اس کو نمٹا دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو، جب وہ قریب ہوا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سے برچھا لے کر اس کے مارا جو اس کی گردن پر
لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آ گیا مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی
مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے قتل کر دیا، کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا
تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک
بھی دیتے تو میں مر جاتا، مجھ کو اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے بہ لات و عزیٰ (دو مشہور
بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک
ہو جائیں، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مر گیا (خمیس) ہم مسلمانوں
کیلئے غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر، پکا کافر اور سخت دشمن کو تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد

اور شک نہ تھا لیکن ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے سچا ماننے کے باوجود، محبت کے دعوے کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں بلکہ تا کا بچتے ہیں یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔

فرعون، ہامان کے ساتھ حشر ہونے کی وجہ

ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ اور تجارت ہے تو ابی بن خلف کے ساتھ، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن عذاب سے خلاصی ہو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔ (حکایات صحابہؓ) (شمارہ نمبر 58)

قبولیت نماز کی نشانی: فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ دربار میں گھسنے دے گا؟ ہرگز نہیں، بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آگئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہوگئی اور تم مقبول ہو۔ (از ملفوظات حکیم الامت) (شمارہ نمبر 58)

نماز اہم ترین عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے، جس طرح ہماری خواہش ہوتی ہے کہ ہماری پوزیشن احباب میں ممتاز ہو اسی طرح حق تعالیٰ بھی پسند فرماتے ہیں کہ میرے بندے اچھی طرح نماز سیکھ کر مسنون طریقے پر ادا کریں، اس سلسلے میں درج ذیل ضروری معلومات ہر مسلمان کو معلوم ہونے چاہئیں اور تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہے۔ (مولانا محمد صادق صاحب، کراچی)

نماز کی ضروری معلومات

منفرد: اکیلے نماز پڑھنے والے کو منفرد کہتے ہیں۔

جماعت: کسی امام کے پیچھے سب لوگ مل کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھیں اسے جماعت کہتے ہیں۔

امام: جس کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے (جو جماعت کرائے)

مقتدی: امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہتے ہیں۔

مدرک: جس شخص کو پوری نماز امام کی اقتداء میں مل جائے یا جو شروع سے آخر تک جماعت میں امام کی اقتداء میں شریک رہا اسے مدرک کہتے ہیں۔

مسبوق: جس شخص کی جماعت کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں جسے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرتا ہے اس شخص کو مسبوق کہتے ہیں۔

لاحق: جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں جماعت میں شریک تھا لیکن درمیان میں وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے جماعت سے نکل گیا اور نیا وضو کر کے دوبارہ جماعت میں شامل ہو جائے ایسے شخص کو لاحق کہتے ہیں۔

خلیفہ: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی عذر کی وجہ سے خود نماز توڑ کر چلا جائے اور اپنی جگہ کسی کو امام بنا دے اس شخص کو خلیفہ کہتے ہیں۔

فرض: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور نماز کو شروع سے دوبارہ پڑھنا پڑتا ہے، چاہے وہ عمل جان بوجھ کر چھوڑ دیے ہوں یا بھول کر رہ گئے ہوں۔

واجب: نماز کے وہ اعمال جن کے بغیر نماز نامکمل رہتی اور ناقص ہوتی ہے لیکن اس کی تلافی کے لئے (اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے) شریعت نے سجدۂ سہو بتایا ہے اگر اسے ادا کر لیا جائے تو وہ نماز قبول ہو جاتی ہے۔

سنت: سنت اس کام اور عمل کو کہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا صحابہ کو کرنے کا حکم فرمایا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ، سنت مؤکدہ ان کاموں کو کہتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا ہمیشہ کرنے کے لئے فرمایا ہو اور وہ کام ہمیشہ کیا گیا ہو اور بغیر عذر کبھی نہ چھوڑا ہو، ایسی سنتوں کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے اور چھوڑنے کی عادت بنا لینا سخت گناہ ہے۔

سنت غیر مؤکدہ: اس کام کو کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر کیا ہو لیکن کبھی

کبھی بغیر عذر چھوڑ بھی دیا ہو ان سنتوں کو ادا کرنے میں ثواب ہے اور چھوڑنے میں گناہ نہیں، انہیں مستحب بھی کہتے ہیں ان سنتوں کو سنن زوائد بھی کہتے ہیں۔

نفل: ان کاموں کو کہتے ہیں جن کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو ان کے کرنے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب نہ ہو اسے تطوع بھی کہتے ہیں اور اسی کو مباح بھی کہتے ہیں۔

حرام: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کو کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی وہ اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں اس کام کو کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ (شمارہ نمبر 57)

حرام: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کو کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

مکروہ تحریمی: اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر نہیں اس کام کو کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

مکروہ تنزیہی: اس کام کو کہتے ہیں جس کے چھوڑنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب تو نہیں لیکن اس کا کرنا ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے ایک قسم کی برائی ہے۔

اذان: پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے اعلان کے لئے مخصوص کلمات بلند آواز سے پکارے جاتے ہیں ان کلمات کو اذان کہتے ہیں، یہ کلمات مخصوص ہیں ان کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ ناجائز ہوگا، ان کلمات میں بھی کسی قسم کا اضافہ بدعت کہلائے گا۔

موذن: اذان دینے والے کو موذن کہتے ہیں۔

تکبیر: جماعت شروع ہونے سے پہلے ادا کئے جانے والے مخصوص کلمات کو تکبیر کہتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے کلمات کا ادا کرنا صحیح نہیں، اس کو اقامت بھی کہتے ہیں۔

مکبر: تکبیر کہنے والے کو مکبر کہتے ہیں۔

نیت: دل کے ارادے کو نیت کہتے ہیں نماز شروع کرنے سے پہلے دل کے اندر یہ ارادہ ہونا چاہئے کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے، زبان سے کہنا بہتر ہے ضروری نہیں۔

تکبیر تحریمہ: نماز شروع کرنے کی پہلی تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کو تکبیر کہتے ہیں اس کو اتنی آواز سے کہنا چاہئے کہ خود سن سکے۔

قیام: تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نماز کی حالت میں سیدھا سکون اور اطمینان سے کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں۔

قرأت: نماز کی حالت میں قیام کے اندر مطلق قرآن پڑھنے کو قرأت کہتے ہیں۔

رکوع: رکوع کے معنی ہیں جھکنا، نماز کی حالت میں قیام میں قرأت مکمل کرنے کے بعد اتنا جھکیں کہ سر اور کمر ایک سیدھ میں آجائیں ہتھیلیوں سے گھٹنے پکڑ لیں اور کہنیاں پسلیوں سے جدا رہیں اس شکل کو رکوع کہتے ہیں اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتیں اتنا جھکیں کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور ان کی کہنیاں پسلیوں سے ملی رہیں۔

قومہ: رکوع سے فارغ ہونے کے بعد سیدھا سکون و وقار سے کھڑے ہونے کا نام قومہ ہے۔

سجدہ: دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنے سے جو شکل بنتی ہے اس کو سجدہ کہتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 58)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم اپنے ایمان اور اسلام کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور دنیا و آخرت کے خسران سے بچنا چاہتے ہیں تو جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے دین کی حفاظت کیلئے بتایا ہے ہمارے لئے تو یہ مستحکم قلعہ بنایا ہے اس کو عمل میں لاؤ اور وہ ہے نماز۔

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ وصال کے وقت آخری وصیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیلئے فرمائی وہ یہ تھی الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کی پابندی کرو اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری وقت میں فرما رہے تھے؟ یہ فرمان ہے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا ایمان "صلوٰۃ" ہی کی پابندی سے محفوظ ہے اس کی بڑی قدر کرو۔

فرمایا: اکثر لوگ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز نہیں پڑھی جاتی، اس میں قصور کس کا ہے؟ جب تم رات کے بارہ بجے تک اپنی تفریحات ولغویات میں مشغول رہو گے تو پھر صبح کیسے آنکھ کھلے گی۔

فرمایا: کہ نماز ترک کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ اللہ جل شانہ کی حکم عدولی ہے

دنیا میں بھی اس کا وبال بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں اس کی بڑی سنگین سزا ہے اپنے وقت کا انضباط کرلو، ان شاء اللہ اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور سب ضروری کام آسانی سے ہوجاتے ہیں اور نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں اور دل میں سکون رہتا ہے۔

فرمایا کہ ایک نکتہ کی بات ہے کہ اہتمام کرے اگر ایک سجدہ بھی اخلاص سے کرلیا تو پوری نماز مقبول ہوجائے گی اخلاص پر فرمایا کہ بس استحضار کرے ہر ایک سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے فرمایا کہ اگر نماز کا آخری جزو بھی ایسے اخلاص سے ہوگیا تو بھی پوری نماز مقبول ہے۔

فرمایا ایک دفعہ نماز میں امام کو سہو ہوگیا، سلام پھیر کر انہوں نے موذن سے پوچھا کیا ہے وضو تھا؟ اس نے کہا ہاں بے وضو تھا، پھر نماز لوٹائی، میں نے پوچھا کیسے پتہ چلا؟ (حضرت) سعدی رحمۃ اللہ علیہ، یہ لوگ تھے طہارت کامل والے، ان کی نظر کہاں تک پہنچی تھی ان کے ادراکات کس درجہ لطیف تھے میں نے جو کچھ سنا ہے اپنے حضرت (حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) سے ہی سنا ہے ان ہی کے فیض کا اثر ہے حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر قیامت تک مسلمانوں کو جو کچھ ملا ہے وہ نماز میں ہی ملا ہے اور جو ملے گا نماز میں ملے گا، نماز کی حالت سجدہ میں بندہ کا سر خدائے پاک کے قدموں میں ہوتا ہے اس حالت سے بڑھ کر اور کیا حالت ہوگی، یہی معراج مومن ہے، جب اللہ کا قرب حاصل ہوگیا تو جو کچھ بھی ملے وہ کم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ پاک کی تین باتیں ہوئیں، اللہ پاک نے فرمایا میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (شمارہ نمبر 59)

مستحبات کی اہمیت

فرمایا: کہ "مستحب" لفظ "حب" سے بنا ہے جس کے معنی محبت کے ہیں لہٰذا مستحب وہ عمل ہوگا جس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے بندہ اللہ کا محبوب ہوجائے گا اور محبت کی خاصیت ہے کہ وہ دونوں جانب سے ہوتی ہے اس لئے بندہ محب بھی ہوجائے گا، گویا مستحبات پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت دونوں حاصل ہوجائیں گے اور جس کو اللہ کی محبت حاصل ہوجائے اور وہ خود بھی اللہ کا محبوب بندہ بن جائے تو اس سے بڑا اعزاز عالم امکان میں کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: کہ کسی بھی مستحب کو چھوڑنا نہ چاہئے کہ اس سے محرومی کا اندیشہ ہے۔

خصوصاً مستحب کو اولیٰ اور معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دینا تو بڑی خطرناک بات ہے اگر مستحب پر عمل کرنے سے کوئی عذر معقول پیش آجائے تو جس قدر بھی آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی عمل کر لیا جائے، چھوڑا نہ جائے۔

فرمایا کہ بزرگوں کا قول ہے کہ مستحبات ترک کرنے والا رفتہ رفتہ سنتوں کو ترک کر بیٹھتا ہے اور سنتوں کو چھوڑ دینا واجب کے چھوڑ دینے کا پیش خیمہ ہے اور واجبات کو چھوڑنے والا کسی نہ کسی وقت فرائض کو چھوڑ بیٹھتا ہے جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

فرمایا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی تو ہر مسلمان کے ذمے لازم ہی ہے اور وہ حق عبدیت ہے مگر نوافل و مستحبات حق محبت ہیں اور ان کی بھی ناقدری نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الوسع ان کی انجام دہی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

فرمایا کہ بعض لوگ مستحبات کو اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ فرض و واجب نہیں، مگر سوچئے تو سہی فرض و واجب نہیں مستحب تو ہیں مستحبات کرنے کیلئے ہوتے ہیں یا چھوڑنے کیلئے؟ یا آپ سے کسی نے کہہ دیا کہ مستحبات چھوڑنے کیلئے ہوتے ہیں؟ یہ مستحبات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں، دیکھئے یہ لفظ "مستحب" "حب" سے بنا ہے جس چیز کا مادہ اشتقاق ہی "حب" ہو وہ معمولی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

فرمایا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے اور مستحبات پر عمل کرنا خدا تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔ مستحبات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے۔ مستحبات کو معمولی چیز سمجھ کر ان میں سستی نہ کرنی چاہئے، مثلاً تحیۃ المسجد اور ماثورہ دعائیں وغیرہ، جب تک ان سب کا اہتمام نہ ہوگا آپ نہ سالک ہو سکتے ہیں نہ صوفی۔

ایک واقعہ: شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مکان سے دارالعلوم کے ایک اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لائے، جو اذان مغرب کے متصل بعد ہونا تھا، مغرب کا وقت راستے ہی میں ہو گیا اور ہم نے راستے کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھ لی، چونکہ اجلاس میں شرکت کی جلدی تھی اس لئے صرف سنت مؤکدہ پر اکتفا کر لیا اور صلوٰۃ الاوابین پڑھے بغیر روانہ ہو گئے (اوابین ان چھ رکعات یا مخصوص نوافل کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھے جاتے ہیں اور ان کی بڑی فضیلت آئی ہے)

اجلاس کے اختتام پر وہیں عشاء کی نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا کہ "قلی میں" آج اوابین کا کیا ہوا؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت آج جلدی کی وجہ سے وہ نہیں پڑھ سکا، فرمایا کہ کیوں رہ گئیں اس وقت نہ پڑھ سکتے تھے تو عشاء کے بعد پڑھ لیتے، آج مجھ سے بھی اپنے وقت پر اوابین ادا نہ ہو سکی تھیں لیکن الحمدللہ میں نے عشاء کے بعد چھ رکعات مزید بطور تلافی ادا کیں اور معمولاً ایسا ہی کرتا ہوں۔ (مآثر عارفی) (شمارہ نمبر 60)

مسجد کا پیغام

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے رابطہ اسلامی کی کانفرنس "رسالۃ المسجد" میں ایک عربی مقالہ پیش کیا تھا، اس کا ترجمہ خطبات مفتی اعظم سے قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ موجودہ دور میں ہم مسلمانوں پر شدید قسم کی غفلت اور بے عملی مسلط ہو گئی ہے اور اس بے عملی کا تعلق کسی خاص شعبہ حیات سے نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں ہم اپنے فرائض سے مجرمانہ غفلت برت رہے ہیں، ہم میں دین و دیانت کا داعیہ کمزور ہو چکا ہے، اسلام کا پرچم سربلند کرنے کے لئے ہماری ہمتیں پست ہو گئی ہیں ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کے انوار مدھم ہو گئے ہیں اور ہم تبلیغ اسلام کا وہ جذبہ بھی کھو چکے ہیں جس نے روئے زمین کے ہر گوشے پر اسلام کا جھنڈا لہرا کر چھوڑا تھا۔

اسی عمومی دینی انحطاط کا ایک چھوٹا سا شعبہ یہ بھی ہے کہ ہم نے مسجد کا حق ادا کرنے اور اس کے پیغام کی نشر و اشاعت میں اس حد تک غفلت سے کام لیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق نہ آ رہا ہو کہ:

مساجدهم عامرة وهي خراب. "ان کی مسجدیں (ظاہری طور پر) آباد ہوں گی لیکن (درحقیقت) ویران"

یہ بات کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں ہو سکتی کہ مساجد درحقیقت روئے زمین پر اللہ کے گھر ہیں، اور ان میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں لیکن جب ہم قرآن کریم، سنت نبویہ، خیر القرون کے تعامل اور سلف صالحین کے طرز پر غور کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اس دور کی مسجدیں درحقیقت مسلمانوں کے روحانی مرکز کی حیثیت رکھتی تھیں، انہی مسجدوں میں اللہ

تہ ہی کا ذکر ہوتا تھا جس میں نمازیں پڑھی جاتی تھیں، انہی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہوتا تھا۔ انہی میں قرآن و سنت کی تعلیم دی جاتی تھی انہی میں اسلام کی طرف دعوت کا اہتمام ہوتا تھا انہی میں نوخیز نسل کو مکمل اسلامی تربیت دی جاتی تھی یہیں سے جان و مال سے بے پروا ہو کر کلمہ حق کہا جاتا تھا۔ یہیں پر مسلمانوں کے باطنی تزکیہ کا اہتمام ہوتا تھا۔ یہیں ان کے اخلاق سنوارے جاتے تھے۔ یہیں پر ذہنوں کو دینی خطوط پر استوار کیا جاتا تھا اور یہیں سے دعوت اصلاح کے وہ سپاہی نمودار ہوتے تھے جو صرف زبان اور باتوں سے نہیں بلکہ اپنی ایک ایک نقل و حرکت اور ایک ایک ادا سے اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

یہ سارے کام مسجد میں اس سرگرمی سے انجام دیئے جاتے تھے کہ ہر مسجد اپنے محلے کے لئے ہر بھلائی کا منبع اور ہر ہدایت کا سرچشمہ بن گئی تھی جو مسلمانوں میں خالص دینی روح پھونکتی تھی اور ان میں ایسی دینی غیرت و حمیت پیدا کردیتی تھی کہ وہ نہ کبھی کسی بیرونی ترغیب و ترہیب کے آگے سر جھکانے کے لئے تیار تھے اور نہ کسی باطل نظریہ عمل کو اپنانے کا خیال ان کے دل میں آسکتا تھا خواہ اس باطل نظریہ عمل کا ظاہری روکار کتنا دلکش ہو اور خواہ ساری دنیا اس کی شہرت اور رواج سے کتنی گونج رہی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم مختصر لفظوں میں "مسجد کے پیغام" کو تعبیر کرنا چاہیں تو وہ ہے دعوت الی اللہ، کلمہ حق کی نشر و اشاعت، خالص اسلامی ذہنیت کی تعمیر، اور ایک ایسی عام دینی اور روحانی فضاء کا قیام جس میں نیکیوں کو خود بخود فروغ ہو اور برائیاں اپنی موت آپ مر جائیں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سارے کام تو آج بھی مسجدوں میں ہو رہے ہیں، یہاں نمازیں بھی پابندی سے ہوتی ہیں ہر جمعہ کو ان کے منبروں سے وعظ و نصیحت بھی کی جاتی ہے اور یہاں عموماً بچوں کی تعلیم کے مراکز بھی موجود ہیں اور یہ سارے کام ماضی کی طرح اب بھی مسلسل انجام پا رہے ہیں، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کل مساجد کے اصحاب حل و عقد اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔

اس سوال کا جواب کلی طور پر نفی میں ہے اول تو اس لئے کہ جن مساجد میں یہ سارے کام قابل ذکر اہتمام کے ساتھ ہوتے ہوں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے دوسرے اس لئے کہ جو

حضرات اپنی مسجدوں میں ان دینی خدمات کا اہتمام کرتے ہیں عام طور سے وہ یہ سارے کام رسمی طور پر انجام دیتے ہیں جو عموماً اپنی حقیقت اور روح سے خالی ہوتے ہیں، یہاں سے عموماً چند بے اثر کلمات سنائی دیتے ہیں جو صرف کانوں تک پہنچتے ہیں، دلوں میں داخل نہیں ہوتے۔

اور اس صورتحال کے دو اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ جو حضرات آج کل کی مساجد سے دعوت و تبلیغ، تعلیم و تدریس کا کام کرتے ہیں ان کی بھاری تعداد، الا ماشاء اللہ یہ کام سچے دینی جذبے سے نہیں کرتی بلکہ بسا اوقات ان حضرات میں دین کے صحیح علم اور خصوصاً عملی تربیت کا بھی فقدان ہوتا ہے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ مسجدوں کی دعوت اس وقت ٹھیک ٹھیک اثر انداز ہو سکتی ہے کہ جب مسجدوں اور عوام کے درمیان ایک مضبوط مستحکم اور متواتر رابطہ قائم ہو، خیر القرون میں ائمہ کے وعظ و نصیحت کے مؤثر ہونے کا ایک بہت بڑا راز یہی تھا جو آج کل تقریباً مفقود ہے، آج ہمارے آئمہ مساجد اور محلے کے عوام کے درمیان کوئی ایسا رابطہ باقی نہیں رہا جو اسلامی دعوت کی راہ ہموار کر سکے، جو کچھ رابطہ ہے وہ انتہائی کمزور ہے، جو ان کچھ میں چند منٹ سے زیادہ قائم نہیں رہتا اور یہ چند منٹ کا رابطہ بھی محلے کی اقلیت کے ساتھ قائم ہوتا ہے، رہی محلے کی اکثر آبادی سو وہ اپنے نماز کی صورت بھی نہیں پہنچتی چہ جائیکہ اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم کرے اور جب تک یہ صورت حال تبدیل نہ ہو، اس وقت تک مساجد کی دعوت کے مؤثر ہونے کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی اور نہ مساجد کے وہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جو ماضی میں حاصل ہوتے رہے ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں "مسجد کے پیغام" کو زندہ کرنے کیلئے مندرجہ ذیل تجویزیں احقر کے ذہن میں ہیں۔ (خطبات مفتی اعظم) (از افادات حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شمارہ نمبر 51)

"مسجد کے پیغام" کو زندہ کرنے کیلئے اہم تجاویز

۱۔ ائمہ مساجد ایسے علماء کو ان میں سے منتخب کئے جائیں جنہوں نے اسلامی علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کیا ہو یا وہ اعلیٰ دینی درسگاہوں سے فارغ التحصیل ہوں، جن کے معیار

تعلیم وتربیت پر عام طور سے اکتفا کیا جاتا ہے۔

2۔ ہر مسجد میں ایک ایسی انجمن ہونی چاہئے جو امام مسجد اور محلے کے عوام پر مشتمل ہو، یہ انجمن دعوت وتبلیغ کے لئے ایک مکمل نظام بنائے اس نظام کے تحت یہ سب لوگ ہر روز یا ہر ہفتے محلے کے عوام کے پاس جاکر ان سے شخصی ملاقاتیں کرکے انہیں نمازوں کی پابندی اور مسجدوں کو حاضری کی دعوت دیں نیکیوں کی ترغیب دیں اور برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کریں لیکن یہ سارا کام نرمی، محبت، شفقت اور حکمت وموعظہ حسنہ کے اصول پر ہونا چاہئے۔

نیز اس انجمن کے افراد کو چاہئے کہ وہ محلے کے عوام کی مشکلات ومسائل سے باخبر ہوں اور ان کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنا کام کریں اور سب سے بڑھ کر اس کام کے لئے سچی دینی لگن اور حقیقی تڑپ کی ضرورت ہے جو کسی بھی مرحلہ پر اکتاہٹ، تھکن اور سستی سے آشنا نہ ہو، انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ انہوں نے اس کام میں اپنی پوری پوری عمریں خرچ کردیں نہ کبھی اس سے اکتائے اور نہ مایوس ہوئے نہ انہوں نے مذاق اڑانے والوں کی پرواہ کی، نہ برا بھلا کہنے والوں کو خاطر میں لائے، بلکہ مسلسل اپنے کام میں لگے رہے، دراصل یہی وہ دعوت ہے جس کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے: وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین (اور نصیحت کرو کیونکہ نصیحت مومنین کو نفع پہنچاتی ہے)

3۔ ہر مسجد میں روزانہ مختصر درس قرآن ہونا چاہئے جس میں عام مسلمان شریک ہوں اس درس میں قرآن کریم کی تعلیمات سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کی جائیں اور اس میں طویل فنی بحثیں یا مسلکی اختلافات نہ چھیڑے جائیں۔

4۔ امام مسجد کو چاہئے کہ وہ ایک دن عورتوں کی تعلیم کے لئے مقرر کرے خواتین محلے کے کسی گھر میں جمع ہوں اور امام ان کو نصیحت کرے، انہیں دین کے ضروری احکام سکھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات اور تاریخ اسلام کے چیدہ چیدہ واقعات سنائے۔

5۔ ائمہ مساجد کو تمام مسلمان حکومتوں کی طرف سے مکمل آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے مواعظ، خطبوں اور درس قرآن وغیرہ میں کسی خوف وخطر کے بغیر دین کی صحیح تعلیمات بیان کریں خواہ وہ کسی فرد یا جماعت کے خلاف پڑتی ہوں۔

6۔ ہر مسجد میں ایک مختصر دارالمطالعہ ہونا چاہئے جس میں مقامی زبان میں لکھی ہوئی دینی کتابوں کا مستند ذخیرہ موجود ہو اور عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر ہم ان تجاویز پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ مسجدیں وہ فوائد دوبارہ حاصل ہوسکیں گے جو ماضی میں حاصل ہوتے ہیں، لیکن ہم ان سے محروم ہیں۔

آخر میں ایک اور اہم بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے بعض حلقے بہ اوقات پورے اخلاص سے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ مسجدوں کو مختلف ثقافتی اور معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز بنا دیا جائے مثلاً تجویز یہ ہے کہ مسجدوں میں ہسپتال ہو، شادی گھر ہو، ان میں بعض کھیلوں کا اہتمام ہو، یا ان میں کچھ صنعتی ادارے قائم کئے جائیں۔

لیکن مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ تجویز خواہ کتنے اخلاص اور خیر طلبی کے جذبے سے پیش کی گئی ہو، اسلام کے مزاج و مذاق اور مساجد کی حرمت سے کسی طرح میل کھانے والی نہیں ہے بلکہ مساجد کے اصل مقصد تعمیر کو مجروح کرنے کا باعث ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کی دنیا بھی دین ہوتی ہے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلام رہبانیت کا دین نہیں ہے یہ بھی حق ہے کہ اسلام صرف عبادات ہی نہیں سکھاتا بلکہ اس میں معاملات کی بھی تعلیم و تلقین ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ایک موضوع کو دوسرے موضوع میں خلط ملط کر دیا جائے یا ہم تقسیم کار کے اصول کا انکار کر بیٹھیں یا ہم ایک چیز کے وظائف و فرائض کو کسی دوسری چیز کے سر ڈال دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مساجد کا موضوع اور ان کا مقصد تعمیر وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کیا اور مسجدیں کسی دوسرے کام کے لئے وضع نہیں ہوئیں خواہ وہ کام فی نفسہ مباح (یعنی جس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو) یا مستحسن (پسندیدہ) ہو۔ مشہور و معروف حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں کسی گمشدہ چیز کی تلاش کا اعلان کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ایسے شخص سے کہہ دو: "لا ردها عليك فان المساجد لم تبن لهذا۔" "اللہ یہ چیز تمہیں واپس نہ کرے، اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے وضع نہیں ہوئیں"۔

ظاہر ہے کہ اپنی کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرنا کوئی حرام یا مکروہ نہیں مباح کام ہے، بلکہ

بسا اوقات مستحب ہے لیکن ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

بعض حضرات ان واقعات سے استدلال کرتے ہیں کہ بعض اوقات مسجدوں میں مریضوں کا علاج بھی کیا گیا ہے، وہاں سے لشکر بھی تیار کر کے بھیجے گئے ہیں، وہاں مقدمات کے فیصلے بھی ہوئے ہیں لیکن درحقیقت یہ سارے کام مسجدوں میں جب بھی کئے گئے وقتی اور ہنگامی ضرورت کیلئے کئے گئے، ان کو عام معمول بنانے کے لئے نہیں جو مسجد کو مستقل طور سے ہسپتال یا عدالت بنانے کی گنجائش پیدا کر سکیں، اس کی واضح مثال یہ ہے کہ وقتی ضرورت کے تحت حضرت ثمامہ بن اثال کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ کر قید بھی رکھا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب کون نکال سکتا ہے کہ آئندہ مسجدوں کو مستقل جیل یا قید خانہ بنا دینا چاہئے درحقیقت یہ سارے کام وقتی اور ہنگامی ضرورت کے تحت انجام دیئے گئے ہیں اور آج بھی ایسی ہنگامی صورتحال میں مسجدوں سے یہ کام لیا جا سکتا ہے، لیکن ان کو معمول بنا کے مستقل وظائف و مقاصد میں شامل کر لینا مغالطہ انگیز غلط فہمی ہے اور دین و شریعت کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں۔ (از افادات حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماہنامہ نمبر 52)

دربار الٰہی میں حاضری کے آداب سیکھئے

ایک شخص اپنے ساتھ کچھ لے کر گھر سے باہر نکلتا ہے، کوئی جیب تراش یا راہزن گھات میں لگا رہتا ہے، جہاں اسے موقع ملتا ہے، ہاتھ کی صفائی دکھا کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ گھر سے نماز ادا کرنے کے لئے نکلے ہیں تو آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کا رخ مسجد کی طرف ہے اور یہ مسجد اللہ رب العزت کے دربار میں حاضری دینا ہے آپ ﷺ کے بقول بندہ اپنے رب کے حضور میں پیش ہوتا ہے۔ ان المصلی یناجی ربہ (بخاری شریف)

تحریمہ کے بعد ثنا کے کلمے زبان پر لاتا ہے اس کی عظمت و کبریائی کے بیان کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے پھر دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، کبھی جھک کر رکوع میں اس کی ثنا بھی لاتا ہے اور کبھی پیشانی زمین پر ٹیک کر اپنی بندگی کا اعتراف کرتا ہے۔ بندہ اور کر بھی کیا سکتا ہے؟ یہی تو ہمارا روبرو ہونے کی شکل ہے، جس سے وہ اپنے عجز و

پہنچیں گے تب ہر مرحلے میں اس کی دسیسہ کاریوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اس لئے میں اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ آپ اپنی نمازیں درست کیجئے، اگر آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب جانتے ہیں تو ان پر عمل کیجئے، نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ کر، کتابیں پڑھ کر معلوم کیجئے، اگر آپ نماز کے ساتھ دین کے دوسرے احکام پر بھی عمل پیرا ہیں تو بڑی خوشی کی بات ہے، ورنہ تو یہ خیال نہ کیجئے کہ اور تو کچھ ہوتا نہیں، اس نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یا نماز پڑھنے سے خود ایک شیطانی چکر ہے، آپ اس سے بچ کر رہیے، آپ خدا کے حضور پیش ہو کر تو دیکھئے، آپ کی ادا کسی مالک کو پسند آ گئی تو وہ بار بار آپ کو شرف باریابی سے سرفراز فرمائیں گے۔

نماز کے مسائل یوں تو بہت زیادہ ہیں اور ان پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، آج کی فرصت میں اہم تین مسائل کا ذکر کرتے ہیں، جن سے عوام تو بجائے خود رہے، بہت سے خواص بھی بے خبر یا غافل ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ آغاز نماز سے تعلق رکھتا ہے، جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر) کہتا ہے، یہ تکبیر کہنا نماز کا پہلا رکن اور فرض ہے، در بحالت قیام اس کا ادا کرنا ضروری ہے یعنی کھڑے کھڑے کہے یا کم از کم رکوع تک پہنچنے سے پہلے ختم کر لے، یہ جو ہم اور آپ دیکھتے ہیں آتا ہے کہ ایک شخص مسجد میں آتا ہے، آگے جماعت ہو رہی ہے، امام رکوع میں ہے وہ شخص رکوع میں جاتے جاتے تکبیر تحریمہ کہہ لیتا ہے، اگر اس کی تکبیر رکوع میں پہنچ کر ختم ہوئی تو اس کی نماز نہ ہوئی، امداد الفتاویٰ میں ہے:

"تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے، یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی جلدی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوتی" صحیح طریقہ یہ ہے کہ صف میں کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہے، پھر ہاتھ باندھ لے، دوبارہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے، تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ لینا اور رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہنا فرض تو نہیں ہے بلکہ یہ دونوں کام سنت ہیں، صرف تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہنا فرض ہے لیکن نماز کی تکمیل یوں ہی ہوتی ہے کہ سنتوں پر بھی عمل کیا جائے، زیادہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ وھذا القدر کاف لھدا۔

دوسرا مسئلہ: نماز میں رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہونے کو قومہ کہا جاتا ہے، اور پہلے سجدہ

سے اٹھ کر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں، یوں تو بہت سے لوگ رکوع سجدہ بھی صحیح طرح سے ادا نہیں
کرتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو
اپنی نماز میں سے چوری کر لیتا ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نماز میں
کیسے چوری کر لیتا ہے، فرمایا، وہ رکوع سجدہ پورا نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث میں ارکان یعنی رکوع سجدہ وغیرہ کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے اور بعض
مجتہدین نے اسے فرض کہا ہے پھر بہت سے آدمی اگر رکوع سجدہ ٹھیک طرح سے ادا بھی کر لیتے
ہیں تو قومہ اور جلسہ میں بڑی غفلت سے کام لیتے ہیں رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا سیدھے
نہیں ہوئے کہ سجدے میں چلے گئے اور سجدے سے تھوڑا سا سر اٹھایا اور پھر سجدے میں چلے
گئے، حدیث شریف میں اس طرح کرنے کو نقر الدیک یعنی مرغ کی طرح ٹھونگے
مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے، ظاہر ہے ایسی نماز کو عبادت تو نہیں کہا جا سکتا، پھر لذت خدا شناسی
کہاں سے میسر آئے؟ ایسی ہی نماز کے بارے میں اقبال مرحوم نے کہا ہے۔

ترا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور   ایسے امام سے گزر، ایسی نماز سے گزر

قومہ اور جلسہ کو بہت سے فقہاء نے واجب قرار دیا ہے جیسا کہ فتح القدیر اور شامی میں ہے۔

اکابر دیوبند میں سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اور بریلوی علماء میں سے
صاحب بہار شریعت نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

الغرض! رکوع سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونا اور پہلے سجدے سے اٹھ
کر اطمینان کے ساتھ بیٹھنا بہت ضروری ہے ورنہ تو نماز   ہو جاتی ہے۔

احادیث میں قومہ اور جلسہ پڑھنے کے لئے مختلف دعائیں منقول ہیں، ہو سکے تو
نوافل میں یہ دعائیں بھی پڑھ لی جائیں۔

تیسرا مسئلہ: نماز سے فارغ ہونے کے لئے آدمی دونوں طرف سلام پھیرتا ہے
لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ سلام علیکم میں کن پر سلام کرنے کی نیت ہونی چاہئے،
درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ لوگوں کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی منسوخ
شریعت کا مسئلہ ہے کیونکہ چند علماء کے علاوہ کسی کو یہ مسئلہ معلوم ہے نہ اس پر کوئی عمل کرتا
ہے، مسئلہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ا: اگر آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دائیں بائیں فرشتوں کی نیت کرے۔

ب۔ اگر امام ہو تو پہلے دائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے، اسی طرح پھر بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور جو مقتدی اس کے پیچھے برابر میں ہو اس کو دونوں مرتبہ شامل کرے۔

ج: اگر مقتدی ہو تو پہلے دائیں طرف کے نمازیوں اور ان کے ساتھ فرشتوں کی نیت کرے پھر بائیں طرف کے، امام اس سے جس طرف کھڑا ہو اس میں اسے شامل کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کرے گا نماز اس کے لئے نور (سچے مسلمان ہونے کا ...) قبر و حشر میں نجات کا باعث ہوگی اور جو ایسا نہیں کرے گا نماز اس کے لئے نہ نور ہوگی، نہ برہان، نہ نجات کا سامان، وہ قارون، فرعون، ہامان، و ابی بن خلف (جیسے بدبختوں) کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چار نام جو لئے ہیں تو محدثین نے ان کی تخصیص کی عجیب وجہ بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ انسان کیلئے یاد خداوندی سے غفلت کا باعث چار چیزیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ تخت اور کرسی، اقتدار کا گھمنڈ جیسے کہ فرعون اس کا شکار تھا۔

۲۔ مال و دولت کی فراوانی اور یہ سمجھنا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی عقلمندی اور دانائی سے جمع کیا ہے، جیسے کہ قارون سمجھتا تھا، بے حساب دولت کا مالک تھا اور کہتا تھا

قال انما اوتیتہ علی علم عندی

۳۔ دفتری کام کاج اور منصبی فرائض، جیسا کہ ہامان، فرعون کے ایک کارندہ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔

۴۔ کاروبار اور کسب معاش کی مصروفیت، جیسے ابی بن خلف مکہ کا ایک مشہور تاجر تھا،

اب جو شخص ان حیلوں بہانوں سے یاد خداوندی سے غفلت برتتا ہے اسے سوچ لینا چاہئے کہ اس کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا، آخرت کی زندگی کو سنوارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان دربار خداوندی میں باقاعدگی سے حاضری دیا کرے اور اس کے طور طریقے اور آداب سیکھ کر بجا لایا کرے۔ (علامہ محمد عبد [illegible] احمد پور شرقیہ [illegible] نمبر 2)

نماز کے بارہ آداب

صوفیہ کہتے ہیں نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بارہ چیزوں میں منحصر فرما دیا ہے ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بارہ حسب ذیل ہیں۔ اول علم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا، اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔ پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں (۱) علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنی سنت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔ (۲) اس کے بعد وضو کے تین جزو ہیں، اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے، جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے (۳) پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو (۴) وقت کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو وقت گذر جائے اور پتہ نہ چلے۔ (۵) پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے، اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اسی طرح متوجہ ہو (۶) نیت کے بھی تین چیزوں کی احتیاج ہے، اول یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے (۷) تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ لفظ صحیح ہو،

دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پھینک دیں) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی ہو (۸) قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو، کہتے ہیں جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کرکے بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور جب رسائی ہوا اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا (۹) قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے (۱۰) رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں، اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کرکے گھٹنے پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار کے ساتھ پڑھے، سجدہ میں بھی تین چیزیں ضروری ہیں، اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدے میں کانوں کے برابر ہوں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے

دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کرکے تشہد پڑھے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، مومنین کے لئے دعا ہے، تیسرے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے، پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی ہے، تیسرے اس پر ثواب کی امید ہے۔ (فضائل اعمال) (شمارہ نمبر 42)

صبح سویرے کیسے اٹھیں؟

اکثر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ صبح کی نماز نہیں ہو پاتی تو بھائی اس میں قصور کس کا ہے جب تم رات کے بارہ بجے تک اپنی تفریحات ولغویات میں مشغول رہو گے تو پھر صبح کیسے آنکھ کھلے گی۔ یہ سب نفس کی شرارت ہے کیونکہ تمہارے دل میں نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے

اس لئے جس کو ترک نماز کے لئے یہ معقول عذر و بہانہ کرنا رہتا ہے، یاد رکھو! نماز کا ترک
کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ تو حق جل شانہٗ کی حکم عدولی ہے، دنیا میں بھی اس کا وبال
بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی بڑی سنگین سزا ہے، عبرت کی نظر سے دیکھو آج جو
گھر گھر پریشانیاں اور بیماریاں زور پکڑ رہی ہیں وہ بھی شامت اعمال ہے جس سے پناہ
مانگنے کی بھی توفیق اس لئے نہیں ہوتی کہ نماز نہیں پڑھی جاتی جس کے وبال سے توبہ کی بھی
توفیق نہیں ہوتی اور اپنے شامت اعمال کا احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ سے
رجوع نہ ہونے کا وبال ہے، اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔

اپنے وقت کا انضباط کر لو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور سب
ضروری کام آسانی سے ہو جاتے ہیں، اور نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ ادا ہوتی رہتی
ہیں، اور دل میں سکون رہتا ہے اس کی بڑی قدر کرو، ہمارے حضرت والا تھانویؒ فرماتے
ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد اگر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دنیا کی باتیں کر رہا ہے تو جی
چاہتا ہے کہ اس کو گولی مار دوں، ایسے ناقدر دان ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد یہ فضولیات میں
مبتلا ہو گئے، ارے عشاء کی نماز تو تم کو سارے دن کی کدورت اور آلودگی سب سے پاک
کر چکی تھی اور پھر تم اس میں مبتلا ہو گئے عشاء کے بعد پھر وہی لغویات شروع کر دیں تو جب
خود ہی وہ دولت اپنی عافیت برباد کر رہے ہو تو بھلا اس کا تدارک کیا جائے، پھر کہتے ہیں صبح
آنکھ نہیں کھلتی، صبح کیسے آنکھ کھلے؟

اسی طرح ہمارے حضرت والا فرماتے ہیں کہ جو لوگ صبح کی نماز کے لئے نہیں اٹھتے
بڑے ناقدر دان ہیں، یہ وقت ایسا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا اس وقت اللہ تعالیٰ تمام
کائنات میں ایک نئی روح پیدا فرماتے ہیں، ایک نئی تازگی آتی ہے، زمین میں روئیدگی پیدا ہوتی
ہے، پھول کھلتے ہیں کلیاں چٹکتی ہیں، خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں جن سے جسم و جان میں تازگی آ جاتی
ہے، اور اس وقت تم پڑے سو رہے ہو، عالم امکان میں بیداری کا سماں ہے، نباتات میں نئی جان
آ رہی ہے حیوانات اور پرندوں سب پر سکون و فرحت طاری ہے، اپنی اپنی زبان میں سب اللہ
تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہیں اس وقت تم غافل پڑے سو رہے ہو تمہارے دل و دماغ سب بند

جس میں یہ بڑی ناقدری کی بات ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ صحت خراب ہے، دوا بیماری لگ رہی ہے اور یہ پریشانی ہے، فلاں کام میں رکاوٹ ہورہی ہے، آئے دن طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی جارہی ہیں، کیونکہ تم فطرت کی خلاف ورزی کررہے ہو جس کی وجہ سے بھی دیر سے سونا اور دیر سے جاگنا دونوں مضر ہیں جس سے تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ از معارف حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی شمارہ نمبر ۶)

قومہ اور جلسہ کی اصلاح

نماز بڑی اہم عبادت ہے اس کو نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنا چاہئے اور تمام ارکان کی ادائیگی میں سکون واطمینان کی کیفیت قائم رہنی چاہئے لیکن آج کل نمازوں میں یہ سکون غائب نظر آتا ہے، بھری مسجد میں خال خال کوئی شخص سکون سے نماز ادا کرتا نظر آتا ہے اس لئے ذیل میں اس بارے میں کچھ ضروری باتیں عرض کی جارہی ہیں پہلے قومہ اور جلسہ کا مطلب سمجھ لیں:

قومہ: رکوع سے سیدھا کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔

جلسہ: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

قومہ اور جلسہ کا صحیح طریقہ

قومہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد کمر بالکل سیدھی کرلیں اور اطمینان سے کھڑے ہوجائیں اس کے بعد سجدہ میں جائیں۔

جلسہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلا سجدہ ادا کرنے کے بعد کمر سیدھی کرکے اطمینان سے بیٹھ جائیں پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

بعض لوگ جلدی کی وجہ سے ان دونوں جگہوں پر اپنی کمر سیدھی نہیں کرتے ابھی رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا اور کمر آدھی سیدھی ٹیڑھی ہوگی کہ دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں، ایسے ہی ایک سجدے سے اٹھ کر ابھی پوری طرح بیٹھنے نہیں پاتے کہ دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں یاد رکھیں قومہ اور جلسہ کی اس غلطی اور جلد بازی سے بعض مرتبہ نماز خراب ہو جاتی ہے اور اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے احادیث میں بھی اسے ٹھونگیں مارنے سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔

قومہ اور جلسہ کے دو درجے

۱- قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ: قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اتنی دیر سیدھے کھڑے رہیں جتنی دیر میں ایک مرتبہ "سبحان اللہ" یا "اللہ اکبر" کہہ سکیں اتنی مقدار کھڑا رہنا واجب ہے اسی طرح جلسہ میں بھی ایک سجدہ کرنے کے بعد اتنی دیر سیدھے بیٹھنا واجب ہے جتنی دیر میں ایک مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ سکیں، اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی اور قومہ کے اندر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر کھڑے رہنے کے بجائے فوراً سجدے میں چلے گئے یا جلسہ میں ایک سجدہ ادا کرنے کے بعد ایک تسبیح کے برابر بیٹھے بغیر فوراً سجدہ کر لیا تو اس صورت میں واجب درجہ چھوڑ دیا یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا تو چونکہ احکام شریعت میں جہالت معتبر نہیں اس لئے دونوں صورتوں میں اس کو نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی، البتہ اگر بھول کر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر قومہ نہ کیا اور نہ جلسہ کیا تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائیگی اور اگر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ اس کا لوٹانا واجب ہے۔

۲- قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ: قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ یہ ہے کہ قومہ کے اندر آدمی اتنی دیر توقف کرے جتنی دیر میں کم از کم تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہہ سکے، خلاصہ یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ میں ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا واجب ہے اور تین تسبیح کے برابر توقف کرنا سنت ہے۔

قومہ اور جلسہ کی دعائیں

قومہ اور جلسہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دعائیں منقول ہیں ان کا پڑھنا باعث فضیلت ہے اور مستحب ہے ان کو یاد کر کے پڑھنا شروع کر دیں۔

قومہ میں ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہہ لیا کریں، حدیث پاک میں ان کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

جلسہ میں اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی کہہ لیا کریں، یہ بڑی جامع دعا ہے اگر ان تمام کلمات کو یاد کرنا مشکل ہو تو صرف اللھم اغفرلی

تسکین و ہر کھ لیا کریں ان دعاؤں کے پڑھنے اور قومہ اور جلسہ کا واجب اور مسنون درجہ آسانی سے ادا ہوگا اور ان میں سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہوگا اور ان دعاؤں کی برکات بھی حاصل ہوں گی اس طرح ہماری نماز خشوع و خضوع سے ادا ہونے لگے گی جو نماز کی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عمل عطا فرمائیں۔ آمین۔ (ماہنامہ [illegible] دارالعلوم کراچی شمارہ نمبر 18)

نماز میں دو سجدوں کا راز

ابلیس نے جب سجدہ نہیں کیا اور ملائکہ نے سجدہ کیا پھر جو ملائکہ نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس متکبرانہ شکل میں کھڑا ہے سجدہ نہیں کیا تو دوبارہ فرشتوں نے سجدہ شکر ادا کیا کہ ہم کو توفیق ملی اور یہ توفیق سے محروم رہا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اطاعت کی ہو تو مزید جھکنے کی ضرورت ہے کبریائی کی ضرورت نہیں ہے سجدہ شکر ادا کیا خدا کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ ہر رکعت میں دو سجدے رکھ دیئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلا سجدہ کیا تو ان کا قرب کچھ بہت زیادہ بڑھ گیا، ہو سکتا تھا کہ زیادتی قرب کی وجہ سے غرور کی کیفیت پیدا ہو تو غرور کو مٹانے کے لئے پھر سجدہ کیا تاکہ قرب خداوندی قائم و دائم رہے اور قرب اسی طریقے سے باقی رہے۔ (مجالس ابرار) (ش، نمبر 45)

صف بندی کی تاکید اور طریقہ

نماز بہت اہم عبادت ہے جس کو ادا کرنے کے لئے شریعت نے جماعت کی شکل میں ایک اجتماعی طریقہ تجویز فرمایا ہے کہ امام درمیان میں ہو اور لوگ اس کے پیچھے صفیں بنا کر برابر برابر کھڑے ہوں، نماز ادا کرنے کا یہ طریقہ بہت خوبصورت اور حسین ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کامل طریقہ کے اختیار کرنے کی بڑی تاکید اور ترغیب دی ہے نیچے! پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات پڑھئے اس کے بعد صف بنانے کا طریقہ غور سے دیکھئے اور اس کے مطابق عمل کیجئے!

حدیث: حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یعنی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمیں برابر کرنے کے لئے) ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے تھے برابر برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو کہ خدا

نہ کرے اس کی سزا میں تمہارے دل آپس میں مختلف ہو جائیں (اور فرماتے تھے کہ) تم میں سے جو عقلمند اور سمجھدار ہیں وہ میرے قریب کھڑے ہوں ان کے بعد وہ لوگ جو اس صفت میں ان کے قریب ہوں اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (مسلم شریف)

حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرواتے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذریعے تیروں کو سیدھا کریں گے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہو گیا کہ اب ہم لوگ سمجھ گئے (کہ ہم کو صف میں کس طرح برابر کھڑا ہونا چاہئے) اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ پر کھڑے بھی ہو گئے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر نماز شروع فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور بالکل برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے رخ ایک دوسرے کے مخالف کر دیں گے۔ (مسلم شریف)

حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ جب ہم کو نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو برابر فرماتے، اور جب ہماری صفیں درست اور برابر ہو جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے یعنی نماز شروع فرماتے۔ (ابوداؤد)

ان تمام احادیث سے واضح ہو گیا کہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے صفوں کو سیدھا کرنا اور برابر کرنا کتنا ضروری اور اہم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی سختی سے بہت تاکید فرماتے تھے اور ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوتاہی محسوس فرمائی تو بڑے جلال کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ: "اللہ کے بندو! میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے میں کوتاہی اور نافرمانی برتو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں تمہارے دلوں کے رخ ایک دوسرے سے پھیر دیں گے"۔ (اور تم میں پھوٹ پڑ جائے گی) جو قوموں کے لئے اس دنیا میں سو

عذابوں کا ایک عذاب ہے، آج امت مسلمہ اسی مصیبت سے دوچار ہے، کیونکہ دوسری چیزوں کی طرح صفیں سیدھی نہ کرنے کی نحوست و کوتاہی بہت عام ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

صف سیدھی کرنے کا مکمل طریقہ

جب جماعت کا وقت ہو اور امام اپنی جگہ پر آ جائے تو اس کو چاہئے کہ حاضرین کو صفیں بنانے کے لئے کہے اور اگر امام کے کہے بغیر حاضرین صفیں بنالیں تو کہنے کی ضرورت نہیں، اس کے بعد امام حاضرین سے مناسب انداز میں صفیں سیدھی اور برابر کرنے، مل مل کر کھڑا ہونے، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑنے، مونڈھے کے سامنے مونڈھا اور ٹخنے کے سامنے ٹخنہ کرنے کی تلقین کرے اور تمام حاضرین اس کے حکم کی تعمیل کریں، چنانچہ سب حاضرین اپنی صفیں درست اور سیدھی کر کے مل مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی خالی جگہ نہ چھوڑیں، مونڈھے کے سامنے مونڈھا اور ٹخنے کے سامنے ٹخنہ کریں، کوئی شخص بھی آگے پیچھے نہ ہو، صف سے کوئی شخص بھی نکلا ہوا نہ ہو، اس طرح تمام حاضرین صفیں بالکل سیدھی کرلیں۔

حاضرین میں جو حضرات ذی علم اور سمجھدار ہوں وہ پہلے آ کر امام کے پیچھے پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کریں، نابالغ بچے بالغوں کے پیچھے کھڑے ہوں، امام سب سے آگے اور صفوں کے درمیان کھڑا ہو۔ (خلاصہ از احادیث و فقہ)

صفیں سیدھی کرنے کے لئے صف میں پڑے ہوئے نشانات: قالینوں اور دریوں کے کناروں سے بھی مدد لی جا سکتی ہے وہ اس طرح کہ صف کے نشانات کے کنارے پر ایڑیاں قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی اور مل مل کر کھڑے ہوں، یا دریوں اور صف کے کنارے پر پاؤں کے پنجے ملانے اور برابر کرنے سے صف سیدھی نہیں ہوتی کیونکہ پنجے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ بعض مساجد میں اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کا دستور دیکھا گیا ہے جو درست نہیں۔

بعض کوتاہیاں: آج کل مساجد میں بعض لوگ بڑی غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جائے نماز صف کے کناروں سے آگے یا پیچھے نکال کر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض لوگ

نیز صف سے اور پیچھے کھڑے ہونے کے عادی ہوتے ہیں، بعض لوگ تین تین صفیں چھوڑ کر کھڑے ہوتے،
درمیان میں خلا چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ بعض نمازی ایک بالشت، دو بالشت یا اس سے بھی زیادہ فاصلہ
چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ سب غفلت، لاپرواہی اور سراسر کوتاہی کی بات ہے۔ حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، خصوصاً جب اس
کوتاہی پر متنبہ کیا جائے تو بجائے غصہ کرنے کے غلطی کو مان کر درست کرنا چاہئے اور غلطی بتانے
والے کا احسان ماننا چاہئے، اور غلطی بتانے والے کو بھی ادب واحترام سے آگاہ کرنا چاہئے۔ اللہ
پاک ہمارے مسلمانوں کو صفیں سیدھا کرنے کا اہتمام کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

امت میں انتشار کا ایک سبب

ابو مسعود انصاری نے لوگوں کو بہت مختلف دیکھا، جگہ جگہ دیکھ کر تسویہ صفوف (صفوں کو
سیدھا کرنا) کی نصیحت کرنے کے بعد فرمایا کہ "فانتم الیوم اشد اختلافا" تم آج کے
دن سب سے زیادہ اختلاف کے شکار ہو۔ (کیونکہ صفیں برابر کرنے کا اہتمام نہیں کرتے)

(حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ، شمارہ نمبر 28)

جو خدا کا ہو گیا خدا اس کا ہو گیا

تفسیر حقانی کے مصنف مولانا ابو محمد حقانی ایک بزرگ گزرے ہیں جو مولانا فضل
الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے بیعت تھے بڑے آدمی تھے وہ لکھتے ہیں کہ ہر چیز کو خدا سے
ایک لگاؤ ہے اب جس کا خدا ئے پاک سے جتنا تعلق ہو گا اس اعتبار سے چیزوں کو اس سے
لگاؤ ہو گا، آپ یہاں "من کان للہ کان اللہ لہ" کو سمجھا رہے ہیں کہ بھائی جو خدا سے
پاک کا ہو جاتا ہے خدائے پاک بھی اس کے ہو جاتے ہیں جیسے آپ کسی کی ماں مل گئے ان کے
نمک سے آپ کو دوستی ہو گئی آپس میں بہت محبت اور تعلق ہو گیا ظاہر ہے کہ جیسے ان کو نمک
سے آپ کو تعلق ہے تو گھر والے بچے ان کے اس نسبت سے آپ کے ساتھ تعلق رکھیں
گے یہ اصولی بات ہے اور صوفی کی حقیقت ہے تو کائنات میں جتنی چیزیں ہیں ان تمام میں
ایک خاص قسم کی جان ہے اور وہ اپنے اپنے طرز پر اپنے رب کو یاد کرتی ہیں۔

مسجودِ ملائکہ کی لطیف توجیہات

ساری مخلوق خدائے پاک کی پیدا کی ہوئی ہے اور ہر مخلوق خدائے پاک سے ایک تعلق رکھتی ہے اور تعلق بھی کیسا؟ تو اگر ہر ساجد اور عابد قانت ہر شئے کا خدائے پاک سے خاص قسم کا تعلق ہے اور وہ اس کا ذکر کرتی ہے جیسا کہ قرآن بتلاتا ہے مگر انسان کا خدائے پاک سے جو تعلق ہے وہ دوسرے طرز کا ہے اور اس سے بہت مختلف ہے۔ انسان بھی خدا سے محبت رکھتا ہے، انسان بھی خدائے پاک کو سجدہ کرتا ہے مگر آپ دیکھئے کوئی مخلوق ایسی ہے جس کے لئے سجدہ کا حکم ہوا ہو؟ کسی نے کبھی کہا ہے درخت کو سجدہ کرو، پہاڑ کو سجدہ کرو، زمین کو سجدہ کرو، آسمان کو سجدہ کرو، کسی بڑے جسم والے کو، طاقت والے کو، کسی خوبصورت کو سجدہ کرو؟ ہرگز نہیں! فرشتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے وہ کروڑوں اربوں کھربوں کی تعداد میں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، اس سے معلوم ہوا کہ ساری مخلوق صرف ساجد ہے اور حضرت آدم علیہ السلام ساجد بھی ہیں اور ساجد ہونے کے ساتھ ساتھ مسجودِ ملائکہ بھی ہیں کہ انہیں سجدہ بھی کیا گیا۔ (مجالس ابرار)

طالبِ جنت کیلئے آسان عمل

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات ایک مرتبہ پڑھ لے تو جنت میں اس کیلئے ایک درخت لگ جاتا ہے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ (ترمذی) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص مذکورہ کلمات سو مرتبہ پڑھے تو اس کے تمام (صغیرہ) گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (ایضاً)

انسان روزانہ نامعلوم کتنے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتا ہے اگر وہ روزانہ رات کو سونے سے قبل مذکورہ کلمات کی صرف ایک تسبیح ہی پڑھ لے تو دن بھر کے صغیرہ گناہوں کی بخشش کے لئے کافی ہے، اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر سوئے گا، اگر خدانخواستہ کسی سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو دو رکعت صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے پڑھ کر

دو رکعت پڑھ کر اس گناہ سے توبہ کرلے تو اس طرح کبیرہ گناہ بھی ختم ہو جائیں گے اور انسان گناہوں سے مکمل طور پر ان شاء اللہ صاف ہو جائیگا، طالب جنت کیلئے یہ نہایت آسان عمل ہے۔

تحیۃ الوضوء کی برکت: صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جو کوئی اچھی طرح وضو کرے اور اس کے بعد پوری توجہ قلبی اور دھیان کے ساتھ دو رکعت (تحیۃ الوضوء) کی پڑھے اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (شامی ص ۵۰۰ ج۱)

جنت کے طلبگاروں کیلئے: نہایت ہی آسان عمل ہے مذکورہ روایت کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ تمہیں اپنے کس عمل سے (مغفرت اور جنت) کی زیادہ امید ہے جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو؟ کیونکہ میں نے (شب معراج میں) تمہارے قدموں کی آواز جنت میں سنی تھی، تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ اور تو کسی عمل سے کوئی خاص امید نہیں البتہ ایک عمل ہے دن رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں اس کے بعد کچھ نماز (تحیۃ الوضوء) ضرور پڑھتا ہوں جو میرے مقدر میں ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت بریدہؓ سے روایت میں ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلالؓ کو بلوا کر فرمایا کہ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا میں نے تمہارے چلنے کی آواز سنی تم کس طرح مجھ سے پہلے جنت میں پہنچ گئے؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ میں نے جب بھی اذان کہی اس کے بعد دو رکعتیں اپنے اوپر لازم رکھیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی دو رکعتوں کی برکت سے تم نے یہ شرف حاصل کیا ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۶ ج۱)

مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تحیۃ الوضوء یعنی وضوء کے بعد دو نفل پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی پسندیدہ عمل ہے اس پر عمل کی برکت سے حضرت بلالؓ نے جنت میں چلنے کی آواز سنی گئی اور پھر خود سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان فرمائی کہ اس کے پڑھنے والے کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف یہ نفل پڑھ کر خود کو جنت کا حقدار سمجھ لیں اور دیگر اعمال خواہ کیسے ہی بے ہودہ ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان پورے دین پر عمل

کرنے کی اور اس کی کوشش کرے اور قدر و منزلت کا بھی اہتمام کرے پھر اس کے بعد بھی کوئی کوتاہی یا کمزوری رہ گئی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ و استغفار کی برکت سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اللہ پاک ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین (ماہنامہ [illegible])

منصب امامت اور صبر

امام پیشوا اور مقتدا کو کہتے ہیں جو لوگوں کی قیادت کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں۔

امامت کا منصب ایک اونچا بلکہ بہت اونچا منصب ہے۔ ایک لحاظ سے منصب نبوت کی نیابت ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم امام المسلمین بھی تھے اور امام الانبیاء بھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اس عظیم منصب کے باوجود حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید میں خطاب کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لهم۔

ترجمہ: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے۔ (بیان القرآن)

اسی لئے حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دنیا کی عیش و عشرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اولوا العزم رسولوں سے بجز صبر کے اور کسی چیز پر راضی نہیں اور مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں اسی طرح صبر کروں جیسے اولوا العزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔

لہٰذا امام کے لئے صبر کے سوا چارہ نہیں، اگر وہ امامت و قیادت کے منصب پر فائز رہنا چاہتا ہے اور دنیا و آخرت میں بلند مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رحمت عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے صبر سے کام لے، خواہ مصائب اور تکالیف پر صبر کرنا پڑے یا مقتدیوں کی فضول باتوں اور بیہودہ باتوں پر صبر سے کام لینا پڑے۔

قرآن مجید کی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل میں جن لوگوں کو امامت و قیادت کے منصب پر فائز کیا گیا وہ صبر اور یقین کی دولت سے مالا مال تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون۔

ترجمہ: ہم نے ان میں بہت سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جبکہ وہ صبر کرتے رہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، یعنی صبر اور یقین ہی کے ذریعہ دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے۔ (معارف القرآن ص ۵۷ ج ۷) مولانا محمود اشرف عثمانی دار العلوم کراچی۔

امامت سیکھئے

امامت چونکہ ایک انتہائی نازک اور عالی منصب ہے لہٰذا اس کے آداب کی رعایت رکھنا بھی بہت ضروری ہے، ذرا سی غفلت اس منصب کو آلودہ کرنے کیلئے کافی ہے چنانچہ امام کو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ امام نماز سنت کے عین مطابق پڑھائے تمام تر مستحبات و آداب کا لحاظ رکھے اور بہتر یہ ہے کہ بزرگوں کے سامنے اس کی عملی مشق کرکے اور اس کو درست کرے، اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی کتاب "نماز سنت کے مطابق پڑھئے" اور کتاب "سب کی امامت" مطالعہ میں ضرور رکھنی چاہئے۔

۲۔ مقتدیوں سے مطالبات وفرمائشیں کرنے سے احتراز کرے اور مقتدیوں کی صفت سے خود کو آراستہ کرے اور سنجیدہ طبیعت رکھے، پروقار رہے۔

۳۔ بیانات میں سیاسی باتوں سے احتراز کرے اور اسی طرح وعظ اور تعلیم و تعلّم میں بھی سیاسی جماعتوں پر تبصرے کرنے سے گریز کرے اپنا زیادہ وقت درس و تدریس اور خدمات دینیہ میں صرف کرے۔

۴۔ خاص جماعت سے تعلق نہ رکھے اگر چہ اہل حق کی جماعت ہو بلکہ اہل حق کی تمام جماعتوں سے یکساں وابستگی رکھے اور ایک خاص جماعت سے تعلق ظاہر نہ کرے کسی ایک جماعت کی طرف میلان رکھنے سے باقی جماعتوں سے وابستہ افراد سے دوری پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

۵۔ دین کی بات سمجھانے میں حکمت اور نرمی سے کام لے اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شرعاً واجب ہے، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف تبلیغ کے لئے روانہ

فرمایا گیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تم دونوں اس (فرعون) سے نرمی سے بات کرنا ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت اور نصیحت سے بلاؤ موجودہ دور میں جو حق بات لوگوں پر اثر نہیں کرتی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حق بات حق طریقے سے نہیں کی جاتی حق بات کیلئے موقع دیکھ کر کہے حق طریقے سے کہے۔

۶- کسی انتظامی معاملہ میں دخل نہ دے بلکہ اپنے کام سے مطلب رکھے اگر کوئی مشورہ طلب کرے تو مضائقہ نہیں، جائز امور میں اپنی مرضی ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے البتہ اپنی طرف سے کوئی رائے دینا چاہے تو ایک دفعہ اتفاقیہ طور اپنا موقف پہنچا دے اور پھر خاموش رہے۔

۷- کسی سے الجھنا چاہئے اس سے وقار جاتا ہے بس احسن طریقے سے اپنی بات پیش کرے۔

۸- امامت ایک نعمت ہے، بہت سے فروعی اختلافات سے اس کی نماز محفوظ رہتی ہے، باجماعت نماز کی پابندی رہتی ہے اس پر خوب شکر کرنا چاہئے اور نماز کے وقت سے پہلے مسجد میں آجائے اور نماز کے بعد زیادہ دیر تک مسجد میں رہے۔

۹- اگر کوئی غلطی ہو جائے دوسرا احساس دلائے تو اس پر معذرت کرے، اسی طرح سے نماز میں کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو معلوم ہونے پر اس کا اعلان کرا دے اور اس کو عیب نہ سمجھے۔

۱۰- اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھے انکساری و تواضع طبیعت میں رکھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک امام صاحب نے دریافت کیا کہ میں خود کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا، حضرتؒ نے فرمایا کہ جب تک خود کو امامت کا اہل نہ سمجھو امامت کراتے رہو اور جب اہل سمجھنے لگو تو چھوڑ دو۔

۱۱- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی مقام قبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی۔

ان میں ایک شخص وہ ہے جو امام بنا اس حال میں کہ لوگ اس کے امام بننے کو برا سمجھتے ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ منصب امامت میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔

تجویز: نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا، حضرت معاذؓ نے نماز میں قرأت لمبی کی اس نے مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ لی پھر وہ رنج ہو کر چلا گیا، حضرت معاذؓ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو میں نے علیحدہ مسجد کے کونے میں نماز پڑھ لی، پھر اپنا اونٹ کو چارہ ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذؓ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے، تو ان سورتوں کا کیا ہے؟ یعنی امامت میں ایسی سورتوں کو پڑھا کر۔ سبح اسم ربک الاعلی الخ. والشمس وضحها الخ. والفجر الخ ۔ واللیل اذا یغشی الخ.

کوئی ادارہ ایسا ہونا چاہئے جو کہ غیر عالم حضرات کو نماز پڑھانے سے متعلق کورس کرائے اور مسائل سکھائے جائیں کیونکہ یہ ایک انتہائی نازک منصب ہے، اللہ تعالی اس کاوش کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 43)

جمعۃ المبارک

نماز جمعہ کا اہتمام: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی و پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے (ایک حدیث میں ہے کہ مسواک ضرور کرنا چاہئے) (ابن ماجہ) پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے (یعنی جگہ تنگ نہ کرے) پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہیں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کر دی جائیں گی۔ (معارف الحدیث بحوالہ بخاری)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو

شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا تو اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان ایک نور چمکتا رہے گا۔ (نسائی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگے تو ضرور قبول ہوتی ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ وہ ساعت آخر دن ہے عصر سے لیکر مغرب تک ہے۔ (از بہشتی زیور مدلل)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو وہ اس روز درود میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ درود میرے حضور میں پیش کیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

موت بروز جمعہ: روز جمعہ اور جمعہ کی شب میں موت آنے کی فضیلت میں احادیث وآثار مروی ہیں کہ مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ما من مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر. (کوئی ایک مسلمان بھی) ایسا نہیں ہے جو جمعہ کے دن یا اس کی رات میں مرے مگر اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (مدارج النبوۃ)

اچھے کپڑوں کا اہتمام: حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کیلئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اگر اس کو وسعت ہے تو وہ روز مرہ کے کام کاج کے وقت پہنے جانے والے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کیلئے کپڑوں کا ایک خاص جوڑا بنا کر رکھ لے۔ (سنن ابن ماجہ معارف الحدیث)

ناخن ترشوانا: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لئے جانے سے پہلے اپنے ناخن اور اپنی لبیں ترشوا کرتے تھے۔

(مسند بزار و معجم اوسط طبرانی معارف الحدیث)

جمعہ کو لباس: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص جوڑا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ہم اس کو تہہ کر کے رکھ دیتے تھے اور پھر وہ اگلے

جمعہ کو اس خاص تھا۔ (حدیث ضعیف ہے) (طبرانی معجم صغیر اوسط)

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس عادۃً چادر اور دو لفافہ اور سیاہ کپڑا تھا لیکن مشکوٰۃ شریف میں ہے بروایت حضرت عمرو بن حارثؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں خطبہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

اول وقت مسجد جانے کی فضیلت: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد والے کی تیسرے آنے والے کی مثال اس شخص کی ہے جو گائے کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی ہے، پھر جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ (معارف الحدیث بحوالہ بخاری مسلم) (شمارہ نمبر ۴۵)

دلکش قیمتی باتیں

نماز جمعہ کا زبردست ثواب: ۱۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے جمعہ کی نماز پائی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس سو شہیدوں کا اجر و ثواب ہے۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہم)

۲۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو غسل کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ اب نئے سرے سے عمل کر پچھلے سب (چھوٹے) گناہ معاف ہو گئے۔

۳۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے ابو ہریرہ تم ہر جمعہ کو غسل

سردخواہ ایک دن کی قیمت دے کر پانی خریدنا پڑے۔

۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص نمازیوں کے سروں اور گردنوں کو روندتا پھرے تو قیامت کے دن اس کی پیٹھ دوزخ کا پل بنے گی اور لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے اور لوگ اسے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔

۵۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ چالیس سال بھی کھڑا رہنا پڑے تو کھڑا رہے (کلید بہشت) یعنی نمازی کے آگے سے گزرنے کا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کی سزا معلوم ہو جائے تو چالیس سال تک انتظار کرتا رہے۔

۶۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص ریت کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ جائے تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔ (تعلیم الطالبین ص ۱۲۸)

۷۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص بغیر مجبوری کے جمعہ کی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دفتر میں جس میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا منافق لکھا جائے گا۔ (مسند شافعی)

۸۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا غلام، عورت، نابالغ اور بیمار کے علاوہ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (ابوداؤد)

۹۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جمعہ چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی حرکت سے باز آ جائیں یا پھر کہ ان کے گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے (صحیح مسلم) یعنی اصلاح کی توفیق سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

۱۰۔ حضرت ابو بکرؓ کا فرمان ہے کہ بدبخت ہے وہ انسان جو خود مر جائے مگر اس کا گناہ نہ مرے۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ میرے نزدیک تمہارے لئے سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے جس شخص نے اس کی حفاظت کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس شخص نے اس کو ضائع کر دیا اس کے سوا اور چیزوں کو بھی ضائع کرے گا۔

۱۲۔ حضرت عثمانؓ کا فرمان ہے کہ ضائع ہے وہ علم جس سے علم کی بات نہ پوچھی جائے وہ مسجد جس میں نماز نہ ادا کی جائے وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے وہ مصحف جس

کی عبادت نہ کی جائے، وہ مال جو کار خیر میں نہ لگایا جائے، وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے، وہ رائے جس کو قبول نہ کیا جائے، وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے، وہ فائدہ جو دنیا کی خواہش میں نہ رکھے اور وہ تعویذ جس کو استعمال نہ کیا جائے۔

۱۳۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں کم ہوتے ہوئے بھی زیادہ ہیں۔
(۱) درد و تکلیف (۲) فقر و فاقہ (۳) آگ گرمی (۴) دشمنی (کیونکہ ان کا نقصان زیادہ ہوتا ہے) (شمارہ نمبر 45)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

جمعے کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے، اس کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں، جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں

۱۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کے کاروبار، تجارت اور خرید و فروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دکان کو بند کریں، مالک دکان اور ملازم سب جمعہ ادا کریں۔

۲۔ جمعے کے دن بعض دکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دکان کا ایک فرد کسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آکر دکان پر بیٹھ جاتا ہے، پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دکان پہلے کی طرح کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں، ہاں اگر دکان کے تمام افراد کسی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلد ہوتی ہے اور پھر آکر دکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

۳۔ ملازمت سرکاری ہو یا غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں اس کو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام ضروری ہے، البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔

۴۔ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دکان یا فیکٹری باہر سے بند کرلیں اور اندر مسلمان کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں، سب کا کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

۵۔ اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور

کرنے والا گناہ گار ہے اور ملازم پر اس کا کہنا ماننا جائز نہیں، اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہئے کہ اس کی پرواہ نہ کرے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

۶- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت مزدوری کرنے والوں اور ٹھیلا لے کر مال بیچنے والوں، ریڑھی اور خوانچہ لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

۷- اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا، سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ، غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع ہے جائز نہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔

۸- اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر و تلاوت یا کسی اور عبادات میں مشغول رہنا جائز نہیں، انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہوں، مسجد میں اگر پہنچ کر موقع ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں۔ مسائل بالا کو غور سے پڑھیں اور عمل کریں (سید مراد آصف صاحب، بحوالہ مفتی دار العلوم کراچی شمارہ نمبر 7)

فضائل تہجد

رات کے گھپ اندھیروں میں جب کہ پورا عالم محو استراحت ہوتا ہے اور ہر طرف ہو کا عالم ہوتا ہے، انسان، چرند، پرند، درند غرضیکہ ہر مخلوق اپنے آشیانے میں دبکی پڑی ہوتی ہے کہ کچھ دیوانے نرم و گرم بستر چھوڑ کر محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار یکلخت اٹھتے ہیں، یہ وہ برگزیدہ مخلوق ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہیں، یہ لوگ زمین کی گود میں باطنی مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل مگر آسمانی مخلوق کے سامنے روشن اور تاباں یوں جگمگاتے ہیں جیسے زمین والوں کی نظر میں تارے، ان کے دلوں میں ایک سوز ہوتا ہے، ایک درد ہوتا ہے جو ہر دم انہیں بے کل اور بے چین رکھتا ہے، ان کا اگر کوئی مقصد ہے تو ایک ہی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے، تمام دنیا خواب غفلت میں مدہوش ہے اور یہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے جھولی پھیلائے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہے ہیں، آنسو بہا رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں اور آہیں بھر رہے ہیں، ان کی آہوں پر رحمت کے دروازے

مشغول رہتے ہیں جو ران بہشت اپنی نشستوں آویزش میں ان کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں "کوئی ہے جو ہمیں حاصل کرے" لیکن ان کی نگاہ "یک بیں" حوروں پر بھی نہیں پڑتی ان کا منتہائے مقصود تو محبوب حقیقی کا وصال اور اس کی رضا جوئی ہے۔

اب رات کا آخری پہر ہے، رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو چکی ہے، اللہ سوال کرنے والوں کو عطا فرما رہا ہے، اعلان ہو رہا ہے، بتاؤ کیا مانگتے ہو؟ جو مانگو گے عطا ہوگا، پھر رضاء الٰہی کے پروانے جاری ہونے لگتے ہیں، یہی ان کا مقصد حیات اور یہی ان کی معراج ہے جس کی خاطر یہ دیوانے بچھے ہوئے نرم و گرم بستر اور میٹھی میٹھی نیند قربان کر کے اٹھ بیٹھتے ہیں، اور دربار الٰہی میں پروانہ وار حاضر ہو جاتے ہیں ان کے اسی حال کو شاعر مشرق نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پراسرار

ان سعید روحوں کی سعادت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ قرآن مجید میں فرما رہے ہیں: "تتجافی جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا و طمعا" (الآیۃ سورۃ سجدہ ۱۶) ترجمہ: ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو (ثواب کی) امید اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ "یدعون" سے مراد "یصلون" ہے یعنی رات کو نماز پڑھنا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کھپانے والے جو ان جیسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام و اکرام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تمہارے تصور اور تخیل سے بالا ہے۔

"فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من قرة اعين" (الآیۃ سورۃ السجدۃ ۱۷)

ترجمہ: نہیں جانتا کوئی جی جو چھپا کے رکھی گئی ہے ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ یہاں ان لوگوں کا انعام واضح طور پر بیان نہیں فرمایا ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے کہ کوئی نفس نہیں جانتا انعام کے اس اخفاء میں اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے نیز اس کے اخفاء سے ان لوگوں کو شوق دلانا مقصود ہے جو اس عظیم نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

سے امت کو تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومن اللیل فتهجد به نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا" (اسراء ۷۹) ترجمہ: اور کسی قدر رات کے حصہ میں تہجد پڑھ کریں جو کہ آپ کیلئے ایک زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں جگہ دے گا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول نماز تہجد کا حکم دیا گیا پھر مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز تہجد کو مقام شفاعت حاصل ہونے میں خاص دخل ہے" (معارف القرآن ص ۲۰ ج ۵) اسی طرح متعدد احادیث میں بھی نماز تہجد کی فضیلت وارد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اے لوگو! سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو (اگر ایسا کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے (ترمذی)

عام طور پر لوگ ان اعمال کو بالکل معمولی سمجھتے ہیں لیکن قدر شناسوں سے پوچھئے کہ یہ کیسی واردات بے بہا اور انمول خزانے ہیں اور پھر ان پر کوئی زیادہ محنت بھی خرچ نہیں ہوتی، بس ذرا سی ہمت چاہئے، خود حضور علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ تہجد میں قیام کرتے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں سوجن آجاتی تھی آگے نقل کرفرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے تو بخشش لکھ دی گئی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اتنی مشقت برداشت فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"افلا اکون عبدا شکورا" کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

یہ اس ذات اقدس کا حال ہے جس کیلئے سب سے پہلے جنت میں داخلہ کا وعدہ ہے ایک ہم ہیں کہ گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں پھر بھی آخرت کی فکر نہیں، اعمال کا شوق نہیں، ہم میں سے کون ہے جو جنت کا طلبگار نہ ہوگا لیکن کبھی ہم نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا؟ کبھی ہم نے اپنے اعمال کا موازنہ کیا کہ کیا وہ اس قابل ہیں کہ ہمیں جنت کا حق دار ثابت کر سکیں؟ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی راتیں نورانی ہیں اور کیا سعادت مند ہیں

وہ نوجوان کہ جوانی میں لذتِ بیداریِ شب سے آشنا ہوتے ہیں یقیناً نوجوان روزِ قیامت رب ذوالجلال کے عرش تلے ہوں گے کہ جس دن اس کے عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اے جوانانِ سعادت مند! یہ نعمت اتنی سستی نہیں، اس کیلئے آہِ سحرگاہی کو اپنانا ہوگا، راتوں کو اٹھ اٹھ کر مالک کو منانا ہوگا، اس کے سامنے جھولی پھیلا کر گڑگڑانا ہوگا تب جا کر رضائے الٰہی کا گوہرِ مقصود حاصل ہوگا۔

"حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

"عبارات اڑ گئیں، اشارات سب فنا ہو گئے اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر ان چند رکعات نے جو ہم نے آدھی رات میں ادا کی تھیں"۔ (تفسیر عزیزی)

میں نے ایک صاحب دل سے بارہا سنا فرماتے تھے کہ "جس کو جو کچھ ملا ہے تنہائی میں ملا ہے" اسی بات کو اقبال مرحوم نے یوں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

صد ہزار آفرین ان لوگوں پر جو راتوں کو اٹھتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتے ہیں، یہی لوگ ہوتے ہیں جو اوجِ ثریا پر پہنچتے ہیں ستاروں پر کمند ڈالتے ہیں اور زمانے میں علم و حکمت کا آفتاب بن کر چمکتے ہیں کہ جس کی ضیاپاشیوں سے ایک عالم منور ہوتا ہے، افسوس صد افسوس ہم پر کہ دن رات ہم جن مقدس ہستیوں کا نام لیتے ہیں اور ان کے مراتب تک پہنچنے کیلئے آہیں بھرتے ہیں ان کی زندگی کے عملی گوشے کو نظر انداز کر دیتے ہیں آج بھی اگر ہم ان جیسا اخلاص و عمل اپنے اندر پیدا کر لیں تو ہم میں بھی رومی، رازی و غزالی پیدا ہو سکتے ہیں آج بھی مثالی کوششیں کر کے علمی و اصلاحی خدمات دوبارہ وجود میں آسکتی ہیں لیکن اس کیلئے اسلاف کی طرح ہمیں بھی بیداری شب سے آشنا ہونا پڑے گا راتوں کی نیند قربان کرنا پڑے گی سوز دروں پیدا کرنا پڑے گا بقول شاعر:

تو اے مسافرِ شب! خود چراغ بن اپنا — کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

کی کنجی بخش دی نہیں۔ نمازی کی تو گواہی اس بنیاد پر قابل قبول ہے کہ وہ مسجد میں آتا ہے۔

مسجد میں حاضری کا انعام

سنا ہے کہ ایک صاحب بچی کے رشتے کے لئے سخت فکرمند تھے، کسی نے ان سے مسجد کے قریب کسی ملنگ بابا کا پتہ بتا دیا، پریشان تو تھے ہی پہنچ گئے ان کا حال سن کر ملنگ بابا نے ایک تعویذ دیا جس کی "قیمت" سوا سو روپے تھی جس کو وہ نذرانہ پیرومرشد کہتے اور ہدایت کی کہ کسی قبر کی مٹی لے کر اس مٹی کے ساتھ اس تعویذ کو گھر میں دبا دینا، یہ صاحب پریشان تو ضرور تھے مگر تھے توحید پرست بڑی مشکل سے بھاگے گھر آئے تو اذان ہو رہی تھی وضو کیا اور مسجد چلے گئے نماز پڑھی پھر نوافل ادا کرنے شروع کئے آج کل تو نوافل کا پڑھنا گیا ان کے پڑھنے کا تصور بھی نہیں آتا جلدی جلدی فرض و سنت ادا کئے اور بھاگے گھر کو ذرا سا دیکھا ہے یہ ضروری ہے، حالانکہ قیامت میں یہ نفلی عبادت بڑی کام آئے گی، ان صاحب نے نوافل کے بعد دعا کی اپنی اس لغزش پر اللہ سے معافی مانگی خلوص دل کے ساتھ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو باری تعالیٰ اس کی معافی کو قبول فرما لیتے ہیں، دعا مانگ کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شناسا نمازی کھڑے ہیں شاید ان کے انتظار میں تھے، باتیں ہوئی "باتوں باتوں میں" انہوں نے بڑے رازدارانہ طریقہ سے کہا کہ فلاں نمازی کی خواہش ہے کہ وہ اپنے لڑکے کا پیغام آپ کی صاحبزادی کیلئے بھیجیں انہوں نے مجھے یہ بات آپ تک پہنچانے اور آپ کا خیال معلوم کرنے کیلئے کہا ہے، یہ ہے باجماعت نماز پڑھنے کا فیض اور اللہ کے گھر (مسجد) میں حاضری کا انعام۔

ذکر چلا تھا ان صاحب کا جو مسجد کے مستقل نمازی تھے اور آج کل ایسے غائب کہ

"ڈھونڈو انہیں پر ملتے نہیں وہ"

گھر سے کوئی نکلے تو علیک سلیک ہو، اس دور میں کسے اتنی فرصت کہ گھر جا کر خیریت معلوم کرے، دیوار سے گھر والوں سے بھی ملاقات ختم ہوگئی کبھی آتے جاتے مل گئے تو مل گئے حالانکہ پڑوسیوں کے حقوق ہر مسلمان جانتا ہے پھر دیوار سے ملے پڑوسی کا تو بہت حق ہے اس کی خبر گیری رکھنا فرض کا درجہ رکھتا ہے اس حق کو کون پہچانے! اپنی ذات کا حق ہی پہچانے

کی فرصت نہیں، ہرا ہوا ریڈیو کا مست تھر بیں بند پڑے رہتے ہیں، اور پڑوسی سے بے خبر، کچھ بھی ہو جائے خبر کیسے ہو؟ ٹی وی ریڈیو کی آواز کا تو ذکر ان کی آواز تک اس تک نہ پہنچے۔ میں سنانے دے رہا تھا کہ اذان کی آواز گھروں میں اور جہاں جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں وہاں تک رحمتیں اور برکتیں پہنچتی ہیں، ایک روز وقت نکال کے ان صاحب کے گھر پہنچ گیا، پوچھا خیریت تو ہے اتنا عرصہ ہوا مسجد آئے ہوئے، بڑی مشکل سے بولے بچی کی وجہ سے، حیرت سے پوچھا کیا ہوا؛ بیمار ہے کیا؟ جواباً ایک طویل داستان سنائی، بچی پر کسی نے بندش لگا دی، رشتے نہیں آتے، ایک عامل صاحب نے وظیفہ بتایا ہے ۹۰ دن کا ہے روزانہ کی تعداد اتنی ہے کہ رات گئے پورا ہوتا ہے جس کی وجہ سے مسجد میں بھی آنا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی نمازیں بھی قضا ہو جاتی ہیں، میں نے پوچھا کہ وظیفہ پڑھنے سے ''رشتے'' آئے بولے ابھی ختم تو ہونے دیں ضرور آئیں گے، ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بزرگ کا کہنا یاد آگیا مگر انہوں نے تو مسجد میں باجماعت کی شرط لگائی تھی مگر یہاں تعداد کے ساتھ وظیفہ گھونٹنے کی پابندی لگائی گئی اللہ بچائے ہمیں اس سے۔

نماز نسخہ کیمیا

بھلا اس طرح مسائل حل ہوتے ہیں اس کے آگے بھی کسی نے وظیفے پڑھنے والوں کی حالت پر رحم آیا، سیدھا راستہ چھوڑ کر کدھر چل دیئے، پوچھتا رہا کہ نماز کی پابندی کے بغیر چند آیات کا وظیفہ کیا رنگ لائے گا، اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی دلیل ہے؟ بات تو جب ہے پانچوں وقت کی نماز کی پابندی کی جائے پھر وظائف کو اختیار کیا جائے کہ وظائف کا ورد بھی حضور اکرم نے کی تو ہے اور دعا تو عبادت کا مغز ہے اس سے کون انکار کرے کہ اللہ کو پکارو اس کے آگے ہاتھ پھیلاؤ یہی تو عبادت کرو، پھر دعا قبول ہوگی، وظائف کے طور پر آیات مقدسہ کا ورد ضرور کیا جائے مگر یہ ذہن رہے کہ وظائف کے لئے نماز شرط اول ہے ہمارے علماء کرام جب کسی کو کچھ بطور وظیفہ پڑھنے کو دیتے تو یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ نماز کی پابندی کرنا ہوگی تمام پریشانیوں کا حل یہی نسخہ کیمیا ہے اللہ کرے کہ ہم میں اس کے حضور جھکنے کا شعور پیدا ہو بندوں کے آگے رونے سے بہتر ہے کہ معبود کے دربار میں تڑپ تڑپ کر دعا کریں کہ اس نے تو واضح اعلان کر دیا ''بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے (سورۃ النمل پارہ ۲۰) وما علینا الا البلاغ۔ (شمارہ نمبر 59)

گلستان دل

دل سنواریئے' دل کا روحانی بائی پاس' جنت میں

دیدار خداوندی

جنت کیا ہے' اور اس کا راستہ

جنت آپ کی منتظر ہے

جنت میں لے جانے والے آسان اعمال

دل سنواریئے

دل بادشاہ ہے، یہ صحیح ہو تو انسان کے تمام اعمال صحیح ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے، یہ ماہ رمضان ہے جس میں دل کو سنوارنے کا بھرپور موقع ہے، اس لئے ہم یہ مضمون اس ماہ بطور خاص قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں کو سنوار دے۔ آمین

دل کی صفائی: ہم اپنے گھر میں صفائی پسند کرتے ہیں، اور کہیں کوئی گندگی نظر آئے تو ہمیں کوفت ہوتی ہے، صفائی کیوں پسند کی؟ اپنے گھروں میں صفائی چاہنے والے ذرا غور کریں دل بھی تو اللہ رب العزت کا گھر ہے، اس میں بھی صفائی آنی چاہئے، اس پر جو گناہوں کا میل چڑھا ہے وہ تو کوڑا کرکٹ بھرا ہے، افسوس ہے کہ ہم نے اسے ردی کی ٹوکری بنا رکھا ہے، یہ اللہ رب العزت کا گھر ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ یہ دل صاف ہو، جب دل صاف ہو جائے گا تو پھر اللہ رب العزت کی رحمتیں خود بخود اس میں آئیں گی صفائی کرنے میں ہماری طرف سے دیر ہے، اتنا مسئلہ ہے کہ جس گھر میں (جاندار کی) تصویر لگی ہو اللہ رب العزت کی رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے، بالکل اسی طرح جس دل میں کسی کی تصویر لگی ہوئی اللہ رب العزت اس دل میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے؟ جب رحمت کا فرشتہ نہیں آتا تو رحمتیں بھیجنے والے کی محبت کیسے آئے گی؟! اس لئے اس دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

دل کی قیمت: دیکھئے انسان کے جتنے بھی اعضاء ہیں وہ سب دل کے تابع ہیں، دل کے سنورنے سے انسان سنورتا ہے اور دل کے بگڑنے سے انسان بگڑتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

ایک دفعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دہلی کی جامع مسجد میں خطبہ دیا، فرمایا مغل بادشاہو! تمہارے خزانوں کی بڑی تعریف سنی ہے لیکن ولی اللہ کے سینے میں ایک دل ہے تمہارے خزانے سب مل کر بھی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، سوچو! یہ دل کتنا قیمتی بن گیا ہوگا۔

دل کی بستی کیسے بستا ہے؟ اس دل کو بستی بنانے کے لئے اس پر محنت کرنی پڑتی ہے، اس کو سنوارنا پڑتا ہے، اس کو بنانا پڑتا ہے، اس سے دنیا کی محبت کو نکالنا پڑتا ہے، اتنی بیہودہ خواہشات دل سے نکالنی پڑتی ہیں، تب انسان کا دل سنورتا ہے۔ دل میں سے دنیا کی محبت کیسے نکلے؟ اس کے لئے اللہ والوں سے سیکھ کر ذکر کرنا پڑتا ہے، ذکر کرنے سے انسان کا دل سنور جاتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ہے، اس کے تحت حضرت اقدس تھانوی نے ایک عجیب تمثیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر ان الملوک سے مراد مالک الملک کا نام لیا جائے یعنی اللہ رب العزت اور ان کا نام اور قریۃ سے مراد دل کی بستی لے لی جائے تو فرماتے ہیں کہ پھر اس کے معنی یہ بنیں گے کہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ کہ جب اللہ رب العزت کا نام دل کی بستی میں آ جاتا ہے افسدوھا انقلاب برپا کر دیتا ہے و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ اور دنیا جو دل میں معزز بنی ہوتی ہے اس کو ذلیل کر کے دل سے نکال دیا کرتا ہے، لہٰذا دوستو! اللہ رب العزت کے ذکر کرنے میں بڑی برکت ہوتی ہے، یہ دنیا کی محبت دل سے نکالتا ہے، اللہ رب العزت کی محبت سے دل کو معمور کرتا ہے اور جب یہ دل بنا ہوا اور سنورا ہوا ہو تو پھر انسان کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

دل کا بگڑنا آسان ہے: اس دل کا بگڑنا بڑا آسان ہے، دیکھئے جیسے گھر کے اندر روشندان ہوتے ہیں اگر وہ کھلے رہیں تو پھر سارے کمرے میں مٹی آتی ہے، اسی طرح سے اگر آنکھ، کان وغیرہ کا روشندان کھلا رہے تو دل کے کمرے میں مٹی آ جاتی ہے اور آج کل کے نوجوان کا تو یہ روشندان بند ہی نہیں ہوتا۔

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا: حضرت! ہمارے دل سو گئے ہیں، فرمایا وہ کیسے! عرض کیا کہ حضرت! آپ درس دیتے ہیں، وعظ نصیحت کرتے ہیں لیکن دل پہ اثر نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا: اگر یہ معاملہ ہے تو یہ نہ کہو کہ دل سو گئے ہیں، یوں کہو کہ دل سو گئے (مر گئے)، وہ بڑا حیران ہوا، کہنے لگا: حضرت! یہ دل مر کیسے گئے! حضرت نے فرمایا: دیکھو جو انسان سویا ہوا ہو اسے جھنجوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں وہ مرا ہوا ہوتا ہے۔ جو انسان اللہ کا کلام سنے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا فرمان سنے اور پھر دل اثر قبول نہ کرے۔ یہ دل کی موت کی علامت ہوتی ہے تو ہم اس دل کو مرنے سے پہلے پہلے روحانی اعتبار سے زندہ کرلیں، جب یہ دل سنور جائے پھر اس میں اللہ رب العزت کی محبت بھر جاتی ہے پھر اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے؟

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار یہ بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہو گیا

یہ اللہ والوں کی کیفیت ہوتی ہے، ان کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے، پھر اللہ کے سوا کسی اور کی جانب دھیان ہی نہیں جاتا، پھر بندہ کا دل جیتی جاگتی بن جاتا ہے، اس دل کو سنوارنے کے لئے مشائخ باقاعدہ ذکر بتاتے ہیں، ہم ان کو باقاعدگی سے کریں تاکہ دل اللہ رب العزت کی محبت سے لبریز ہو، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے میں مزہ آئے گا، پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے کے لئے گھڑیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ بستر ہی اچھال دے گا، ہمارے ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ جب بیان میں اہل دل کے واقعات سناتے تو فرماتے کہ ان لوگوں کا دل بنا ہوا تھا اے اللہ ہمارے دل کو بھی سنوار دیجئے۔ (شمارہ نمبر 50)

موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کے صدقے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات) کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہوئی کہ جس طرح سابقہ امتوں کی بد کرداریوں پر انہیں دنیا کی اسی زندگی میں عذاب نے آکر گھیرا اور تباہ کر کے رکھ دیا اس امت کے ساتھ ایسا نہیں کیا جائیگا کہ یک لخت پوری قوم عذاب الٰہی کا لقمہ بن کر نیست و نابود ہو جائے، لیکن پاداش عمل قدرت کا لازوال قانون ہے یہ ٹل نہیں سکتا، دنیا دارالعمل ہے اور خصوصاً مسلمانوں پر دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے دوسروں کو ان کی تبلیغ کرنے کی ذمہ داری ہے، اگر مسلمان بھی اس ذمہ داری سے بے پرواہی برتیں گے تو اس کے نتائج بھی بھگتنے پڑیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت اور قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے منع نہیں کرتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے"۔

اس عذاب کی کئی شکلیں ہوتی ہیں، معاشی تنگی، بدامنی، بے اعتمادی، بدعنوانی تمام

ہوجاتی ہیں۔ اور زندگی ایک عذاب بن جاتی ہے، تجارت میں خسارہ، غلہ کی قلت، اشیائے صرف کی مہنگائی عام وبا کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے بندہ اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے، موجودہ حالات جن سے ہم گزر رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہمارے گناہوں کی پاداش کا عمومی عذاب ہے جس میں ہم سب مبتلا ہو رہے ہیں، مہنگائی کمر توڑ رہی ہے، مارکیٹ میں اشیاء دیانت ڈھونڈنی پڑتی ہے، ہر چیز کا دو نمبر موجود ہے، اصل نقل کی پہچان مشکل ہے اس سب کچھ کے علاوہ اس وقت دیہاتی علاقوں سے جو خبریں کپاس کی فصل کے بارے میں آئی ہیں وہ بہت فکرمند کرنے والی ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ کسانوں نے دس دس بارہ بارہ مرتبہ سپرے کئے مگر سنڈیوں پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا، سنڈیاں راستوں پر ٹڈی دل کی طرح گھوم رہی ہیں، اخبار میں خبر آئی کہ ایک خاتون کے بچے کو سنڈی نے کاٹا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

یہ صورتحال یقیناً ہمارے اعمال میں کوتاہی و بے پروائی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔

سوچنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے بندہ کے لئے کون سی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں انہیں بندے کی توبہ بہت پسند ہے بندہ معافی مانگے تو اللہ معاف فرما دیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جنگل بیابان میں ایک آدمی کا اونٹ گم ہو جائے اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی پر ہو اب اسے اونٹ ملنے کا بھی کوئی امکان نظر نہ آتا ہو اور بھوک و پیاس کی وجہ سے جب وہ قریب المرگ ہو چکا ہو تو اچانک اونٹ سامان سمیت اس کے پاس آ کھڑا ہو تو اس آدمی کو اس پر جتنی خوشی ہوگی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ آج سے ہم اپنی کوتاہیوں پر توبہ کریں، آئندہ کے لئے عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کریں، پابندی سے عشر ادا کریں، دیانت اور سچ کو کبھی نہ چھوڑیں پھر دیکھیں کیسے بہاریں آتی ہیں، اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے توفیق دیں۔ آمین (شمارہ نمبر 51)

دل کا روحانی بائی پاس

آج کل کے اس مادی دور میں انسان نے جہاں ہر شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کی ہے اسی طرح جسمانی امراض پر قابو پانے کیلئے بھی جدید طریقہ علاج دریافت کر لئے گئے ہیں، جسمانی اعضاء میں سے "دل" ایک ایسا عضو ہے کہ اس کی اہمیت جس طرح دنیاوی زندگی میں مسلم ہے اسی طرح شریعت کی ہدایات روحانیہ میں بھی اسے مرکزی شان حاصل ہے دل کے حوالے سے جدید امراض میں سے ایک مرض جو صرف چند برس سے عام ہو رہی ہے وہ دل کے "والو" بند ہو جانے کی مرض ہے جس کا علاج ڈاکٹر حضرات بائی پاس تجویز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر کس قدر احسان ہے کہ ہمیں ایسی شریعت مطہرہ سے نوازا ہے جس کی تعلیمات پر عمل صحیح طریقے سے کیا جائے تو جہاں اخروی ثواب سے انسان مالا مال ہو جاتا ہے وہیں دنیاوی طور پر بھی جسم کے تمام اعضاء کے مختلف امراض سے بالعموم اور "دل" کے تمام جدید امراض سے بالخصوص محفوظ رہ سکتا ہے۔ دنیاوی زندگی میں دل کی اہمیت سے ہر شخص واقف ہے کہ زندگی "حرکت قلب" کا نام ہے کہ دل کی حرکت رکی اور انسان نے دنیا کا سفر ختم کیا۔ اخروی اور روحانی زندگی میں بھی دل کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے وہ جب صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور وہ جب خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ "دل" ہے۔

اسی لئے بزرگان دین اللہ والے انسان کی کامل اصلاح کیلئے صرف "دل" ہی کو قرار دیتے ہوئے اصلاح کا کام اسی سے شروع فرماتے ہیں، جن کی چند دن کی صحبت انسان کو تمام دنیاوی کثافتوں سے نجات دلاتی ہے، جن کے قدموں میں آکر سے چرواہے انسان حقیقی انسان بن جاتے ہیں، جس طرح دنیاوی طور پر دل کا بائی پاس ہونے کے بعد "والو" کھل جاتے ہیں اور انسان کی دنیاوی چند روزہ زندگی بحال ہو جاتی ہے اسی طرح اگر ہم قرآن و حدیث میں وارد مسنون اعمال کو اپنے معمولات میں شامل کر لیں تو ہم اپنے دل کا روحانی بائی پاس کر کے اپنے دل کو ہر قسم کے جسمانی اور روحانی امراض سے محفوظ کر سکتے ہیں اور اسی طرح دل کے

اور حسد، بغض، کینہ، عداوت، بے حیائی، بخل، دنیا کی محبت، تکبر وغیرہ جیسے امراض کی بجائے صبر، شکر، توکل، اخلاص، ایثار اور قناعت جیسے اوصاف حمیدہ پیدا ہونگے جس کے نتیجے میں انسان واقعی انسان بنتا ہے اور یہی کو ہر نایاب "ان اللہ والوں کی صحبت میں حاصل ہوتا ہے جو دل کے روحانی معالج ہیں شریعت کے عطا کردہ ان معمولات پر عمل کرنا دنیاوی طریق علاج سے کس قدر آسان ہے کہ نسخوں کا خرچ، نہ آپریشن کی مشقت واذیت، اس قدر آسان اعمال پر بعض اوقات ہماری نظر نہیں جاتی، ہم نظر انداز کر دیتے ہیں جبکہ ڈاکٹر کی بات کیلئے کہہ دیں تو ہم جس طرح ہو سکے اسباب مہیا کر کے اس دنیاوی علاج کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیتے ہیں، جبکہ انسانیت کے سب سے بڑے مشفق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اکسیر نسخے جملہ جسمانی و روحانی امراض کیلئے صدیوں سے مجرب ہیں، ذیل میں ایسے چند اعمال و وظائف ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ سورہ کہف کی خاصیت کے بارہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی نے لکھا ہے کہ جو کوئی ہر جمعہ کو ایک بار پڑھے ان شاء اللہ دوسرے جمعہ تک اس کا دل نور سے منور ہوگا۔ ☆ فاستقم کما امرت و من تاب معک استقامت قلب کیلئے گیارہ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا مفید ہے۔ ☆ رب اعوذبک من همزت الشيطين و اعوذ بک رب ان يحضرون جس کے دل میں وسوسہ شیطانی بکثرت پیدا ہوتے ہوں وہ اس آیت کو بکثرت پڑھے ان شاء اللہ ان وساوس سے محفوظ رہے گا۔

☆ النور: اس کے ذکر سے نور قلب حاصل ہوگا۔ ☆ الماجد لقمے پر پڑھ کر کھائے تو تقویت قلب حاصل ہو، ہمیشہ پڑھنے سے دل منور ہو۔ ☆ یا اللہ قونی و قلبی: اے اللہ مجھے اور میرے دل کو قوت دے، ہر نماز کے بعد اور جب بھی دل کی تکلیف ہو دل پر سیدھا ہاتھ رکھ کر یہ دعا بار بار پڑھیں۔ (م، نمبر 53)

جنت میں دیدار خداوندی

اہل اللہ کے نزدیک سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی ہے مگر حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اکثر جگہ اعمال صالحہ پر جو اثرات مرتب فرماتے ہیں وہ جنت اور جنت کی نعمتیں

ملتی ہیں: اپنے دیدار کا تذکرہ بہت کم فرماتے ہیں مولانا نے اصل نعمت یہی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: کہ کفار کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون. ترجمہ: ''ہرگز نہیں، بے شک وہ لوگ اس دن اپنے رب سے چھپے رہیں گے'' جب کفر کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہو تو ایمان کا ثمرہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو۔ دوسری جگہ فرمایا گیا: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ. ترجمہ: ''بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے، اس دن بہت سے چہرے اپنے پروردگار کو دیکھیں گے'' تو قرآن شریف میں دیدار کی بنیاد قائم کر کے بشارت سنادی گئی اور احادیث میں اس کی توضیح اور تشریح فرمادی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ کو اشکال ہوا کہ جب وہاں پر لاکھوں کا مجمع ہوگا تو حق تعالیٰ کا دیدار کیسے ہوگا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ سورج چاند کو نہیں دیکھتے ایک کے دیکھنے میں دوسرا کوئی حائل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ کو دیکھو گے دوسرا کوئی حائل نہ ہوگا چاند سورج تو محدود ہیں جب ان کے دیکھنے میں کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ تو بے انتہا ہے ان کے دیکھنے میں دوسرا کیسے حائل ہوسکتا ہے۔

دیدارِ خداوندی کا میدان: حدیث شریف میں ہے کہ دربارِ خداوندی منعقد ہوگا وہ ساری جنتوں سے بالاتر ہوگا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ عرشِ اعظم کے نیچے ایک میدان ہے وہ بالکل سفید ہے وہ میدان اتنا بڑا ہے کہ اگر کوئی آدمی ہزار برس سفر کرتا رہے تو وہ ختم نہ ہو اس میدان کے بیچ میں کرسی بچھائی جائے گی حق تعالیٰ نے اس کرسی کے بارے میں خود ہی ارشاد فرمایا ہے: وسع کرسیہ السموت والارض وہ کرسی آسمان و زمین سے بھی بڑی ہے اس کے سامنے ساتوں آسمان ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان میں کوئی چھلا پڑا ہوا ہو اس سے اس کرسی کی عظمت اور بڑائی معلوم ہوتی ہے، اس کرسی کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کے منبر ہوں گے اور وہ نور کے ہوں گے اور ہر نبی کے پیچھے حسب مراتب ان کی امت کی کرسیاں ہوں گی پورا میدان کرسیوں سے بھر جائے گا، جب میدان بھر جائے گا اور دوسرے درباری جمع ہو جائیں گے تو اس کرسی پر تجلیاتِ ربانی کا

نزول شروع ہوگا وہ کرسی اس طرح چرچرائے گی معلوم ہوگا کہ اب ٹوٹ کر گر پڑے گی۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ تو جسم سے پاک ہیں اس لئے کرسی پر جو بوجھ ہوگا وہ عظمت خداوندی کا بوجھ ہوگا۔ اس وقت لوگ یہ سمجھ جائیں گے کہ اب حق تعالیٰ شانہٗ ہم میں موجود ہیں۔ اس وقت حق تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیں گے سب کو شراب طہور تقسیم کرو جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ "وسقٰھم ربھم شرابا طھورا" "ان کو ان کا رب شراب طہور پلائے گا" وہ شراب طہور دنیا کی شرابوں کی طرح نہیں ہوگی کہ جس سے عقل ماری جائے بلکہ اس شراب طہور کے پینے سے معرفت بڑھے گی، ورکمالات میں اضافہ ہوگا اور پینے والے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیں گے۔ اس وقت حق تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ جس طرح تم دنیا میں میری حمد وثنا میں مناجاتیں کرتے تھے وہ پڑھو لحن داؤدی مشہور ہے، دنیا میں یہ آپ کا معجزہ تھا لوگوں پر بے خودی طاری ہوجاتی تھی۔ جب خدا کے حکم سے سارے انبیاء علیہم السلام کے مجمع میں خدا کے سامنے داؤد علیہ السلام تلاوت فرمائیں گے تو لوگوں کی عجیب کیفیت ہوگی اور اعلیٰ مقام روحانیت حاصل ہوجائے گی اور معرفت بڑھ جائے گی۔ اس وقت حق تعالیٰ فرمائیں گے سلونی جس کا جو جی چاہے وہ مجھ سے مانگ لے۔

جنت میں بھی علماء کی ضرورت خدا کی طرف سے بار بار مطالبہ ہوگا "سلونی" مجھ سے مانگو سب لوگ حیران ہو جائیں گے کہ ہم مانگیں تو کیا مانگیں ہم کو وہ کون سی نعمت نہیں ملی جنت میں وہ نعمتیں حاصل ہو چکی ہیں جو حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتیں جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو علماء کی طرف رجوع کریں گے کہ ہم کیا مانگیں۔ وہاں پر بھی علماء کی ضرورت پڑے گی دنیا میں تو پیچھا چھڑا کر بھاگتے ہیں تو جس طرح دین کے بارے میں دنیا میں علماء کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح زیارت خداوندی کے وقت بھی علماء کی ضرورت پڑے گی۔ اس وقت سارے علماء حضرات مل کر یہی فرمائیں گے کہ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت نہیں ملی وہ مانگو اور وہ دیدار خداوندی ہے۔ وہ سب سے بڑی نعمت ہے، پھر سب لوگ یک زبان ہو کر یہی سوال کریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ہم کو ساری نعمتیں مل چکی ہیں صرف ایک نعمت رہ گئی ہے وہ آپ کا دیدار ہے ہم کو اپنا دیدار کرا دیجئے۔ اصل یہ ہے دنیا میں جن لوگوں

نے عبادتیں کی ہیں وہ اسی تمنا کہ عبد اور معبود آمنے سامنے ہوں، دنیا میں تو ہم اللہ تعالیٰ کو
حقیقت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، غیباً انہیں دیکھتے مگر وہاں عیاناً دیکھیں گے، جس کی تمنا
میں ساری عمریں گزاری ہیں وہ دیدار خداوندی ہے، بہرحال ان کی درخواست منظور ہو جائے گی۔

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے، اگر یہ نہ فرماتے تو ان کی
ذات کی پاکیزگی ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی، حق تعالیٰ کے انوار و برکات کو کون تحمل کر سکتا
ہے اس لئے پہلے ہی فرما دیں گے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ٹھہری رہے اس کے بعد حجابات اٹھنے
شروع ہو جائیں گے سارے حجابات اٹھ جائیں گے صرف عظمت و کبریائی کے حجابات رہ
جائیں گے لامحدود ہیں انسان ان کا احاطہ کبھی نہیں کر سکتا۔

اس وقت سارے حضرات اپنے رب کو عیاناً دیکھیں گے اور اس طرح دیکھیں گے کہ
نہ کوئی جہت ہے نہ سامنا ہے اور سب دیکھ رہے ہیں اس کے بعد برخاست ہوگا اور حکم ہوگا
کہ سب لوگ اپنی اپنی جنت میں چلے جائیں، سب لوگ اپنی اپنی سواریوں سے روانہ
ہو جائیں گے اور وہ سواریاں اتنی تیز رفتار ہوں گی کہ پل بھر میں لاکھوں میل کا سفر طے کر لیں
گی، جب وہ حضرات اپنی اپنی جنتوں میں پہنچ جائیں گے تو ان کی ازواج اور حوریں ان کو
دیکھ کر کہیں گی کہ آج آپ کے اندر ایسا حسن و جمال ہے کہ ہم نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تو
وہ کہیں گے کہ آج ہم حق تعالیٰ کی زیارت کر کے آئے ہیں اس کے بعد یہ لوگ خود ان سے
کہیں گے کہ آج تو تمہارا حسن و جمال بھی بہت بڑھا ہوا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ کہیں گی
کہ ہم نے تو یہیں سے اپنے پروردگار کی زیارت کر لی ہے، تو قرآن شریف نے زیارت کی
بنیاد قائم کر دی اور حدیث شریف میں اس کی تشریح اور توضیح بیان کر دی گئی، رہا یہ سوال کہ اکثر
جگہ اعمال صالحہ پر دیدار کے بجائے جنت کا ثمرہ بتایا گیا ہے، مثلاً: ان الذین آمنوا و
عملوا الصالحات لهم جنات تجری من تحتها الانهار، اس کی وجہ یہ ہے کہ دیدار
خداوندی ساری نعمتوں سے بالاتر ہے اس لئے عام نعمتوں میں اس کو شامل نہیں فرمایا، اگر
عام نعمتوں میں اس کو بھی شامل فرماتے تو اس کی توہین ہوتی اس لئے اعمال صالحہ کا ثمرہ
جنت کو مستقل بیان فرما دیا گیا اور دیدار خداوندی کو عمل کا ثمرہ مستقل نہیں بیان فرمایا، دیدار

خداوندی اتنی بڑی نعمت ہے کہ جنت کی ساری نعمتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں، یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ کتنا زور دے کر کہی گئی ہے کہ اگر تم کفر کرو گے تو ہم تم سے پردہ کریں گے اور دیدار نصیب نہ فرمائیں گے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے سب سے بڑی نعمت چھین لی جائے گی اگر یہ بڑی نعمت نہ ہوتی تو کبھی نہ چھینی جاتی۔ (محاسن مجسم اسلام)(شمارہ نمبر 53)

جنت کیا ہے؟

ایسے عظیم الشان گھر کے کیا پوچھنے جس کو بذات خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے بنایا ہو اور اپنے محبوب اور عشاق کا مستقر ٹھہرایا ہو اس میں خوبیوں کو کامل طور پر مخصوص کر دیا ہو اس کو ہر قسم کے عیوب آفت ونقصان سے پاک کر دیا گیا ہو اگر تو اس کی زمین وخاک کا پوچھے تو وہ کستوری وزعفران کی ہے اگر تو اس کی چھت کے گارا کا پوچھے تو وہ خوشبودار کستوری کا ہے اگر تو اس کی بجری کا پوچھے تو وہ موتی اور جواہر کی ہے اگر تو اس کی عمارت کا پوچھے تو ایک اینٹ سونا اور ایک اینٹ چاندی کی ہے اگر اس کے درختوں کا پوچھے تو ان میں سے ہر درخت کا تنا سونے اور چاندی کا ہے اگر تو اس کے پھلوں کا پوچھے تو مکھن سے زیادہ نرم شہد سے زیادہ میٹھے اگر تو اس کے پتوں کا پوچھے تو وہ باریک اور نفیس پوشاک سے بھی انتہا درجہ کی حسین ہیں اگر تو جنت کی نہروں کا پوچھے تو کچھ نہریں دودھ کی ہیں اور کچھ نہریں لذیذ شراب کی ہیں اور کچھ نہریں صاف ستھرے شہد کی ہیں اگر تو ان کے طعام کا پوچھے تو میوے ہیں جو چاہیں پسند کر لیں اور ہوا میں اڑتے ہوئے جانوروں کا جس قسم کا جی چاہے اگر تو ان کے پینے کا پوچھے تو وہ تسنیم زنجبیل اور کافور ہیں گے اگر اس برتن کا پوچھے گا تو وہ سونے چاندی کے ہوں گے اگر تو جنت کے دروازوں کی چوڑائی کا پوچھے تو وہ دو دو کواڑوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے اس پر ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ رش کی وجہ سے بھیڑ لگی ہوگی (اللھم اجعلنا منھم) اگر تو جنت کے سایہ کا پوچھے تو ان میں سے ایک ہی درخت ایسا ہے کہ تیز ترین گھوڑا سوار سو سال تک بھی چلتا رہے تب بھی ختم نہ ہو سب سے کم درجہ کا جنتی اپنی مملکت تخت محلات اور باغات دو ہزار سال کی مسافت تک چلتا رہے اگر جنت کے خیموں کا پوچھے تو ان میں ہر ایک خیمہ ایسے خولدار موتی کا ہے جو ساٹھ میلوں میں

کی نگاہ (تازہ وارادہ وغیرہ) اپنے خاوند کی طرف ہی رہے گی، اس لئے وہ کسی غیر کی طمع نہ کرے گی، اگر یہ اس کی طرف نظر کرے تو اس کو خوش کر دے گی اگر حکم کرے تو تسلیم کرے گی یہ اس حور کے ساتھ ساتھ رہے گا یہ ایسی ہے جس کو کسی انسان یا جن نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا، جب جنتی اس حور کو دیکھے گا تو اس کا دل سرور ولذت سے اچھل اچھل جائے گا اور جب اپنے جلوہ دکھائے گی تو محل وبالا خانہ کو چمکا دے گی۔ (شمارہ نمبر 36)

جنت کا راستہ

حضرت علامہ جلال الدین صاحب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز العمال کی روایت سے نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک شخص (سائل) نے حاضر ہو کر چند اہم اور ضروری باتوں کے متعلق سوالات کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد جوابات ارشاد فرمائے ان سوالات وجوابات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

سائل: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ ایک بڑا عالم بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اللہ سے ڈرتا رہ، بس بڑا عالم بن جائے گا، یعنی اللہ کا خوف اور اس کے حکموں پر عمل، علم وحکمت کے خزانے خود ہی فراہم کر دیں گے۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ دولت مند بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو قناعت اختیار کر مالدار ہو جائیگا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ سب سے بہتر شخص ہو جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سائل: میں سب سے عادل شخص بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اگر تو سب کے لئے بھی وہی پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تو سب سے زیادہ منصف اور عادل شخص بن جائے گا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقرب بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر الٰہی میں مصروف رہ تو تیری خواہش پوری ہو جائے گی۔

سائل: میں محسنوں اور نیکوکاروں میں سے ہونا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو (اس طرح کر جیسے) وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے اخلاق درست کر لے، تیرا ایمان مکمل ہو جائے گا۔

سائل: میں اطاعت گزاروں میں سے بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے فرائض ادا کرتا رہ، مطیع افراد میں تیرا شمار ہو گا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہوں کہ تمام گناہوں سے پاک ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو جنابت سے غسل کر، اس کی برکت سے روز جزا گناہوں سے پاک اٹھے گا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو کسی پر ظلم نہ کر، قیامت کے دن نور میں اٹھے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنی جان اور خلق پر رحم کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو استغفار کثرت سے کیا کر، تیرے گناہ کم ہو جائیں گے۔

سائل: میں بزرگ بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: مصیبت میں لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر، بزرگ ہو جائیگا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو ہمیشہ باطہارت رہ، تیرے رزق میں برکت ہوگی۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست بن جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں ان کو پسند کر اور جس سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہے اس سے نفرت کر۔

سائل: میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: کسی پر بے جا غصہ نہ کر، اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہیگا۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچ۔

سائل: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قیامت میں سب کے سامنے رسوا نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تجھ کو رسوا نہ کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے عیب چھپا لے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپا، اللہ تعالیٰ تیرے عیب پر پردہ پوشی کریگا۔

سائل: میری غلطیاں کیسے معاف ہوں گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: خوف خدا سے رونے، خدا سے عاجزی کرنے اور بیماریوں سے۔

سائل: کونسی نیکی اللہ کے نزدیک افضل ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اچھے اخلاق، انکساری، مصیبتوں پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر خوشی کا اظہار۔

سائل: اللہ کے نزدیک سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: بدترین اخلاق اور کنجوسی۔

سائل: کونسا عمل اللہ کے غضب کو روکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: پوشیدہ طور سے صدقہ دینا اور قرابت داروں کا حق ادا کرنا، اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آنا۔

سائل: جہنم کی آگ کو کونسی چیز بجھائے گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: نماز و روزہ۔ (کنز العمال وحیات مسلم) (حم ا نمبر 10)

اعمال صالحہ کی ترغیب کیلئے جنت کے حالات وصفات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ نیکی کے فلاں فلاں کام کرتے رہنا اسی پر جینا اور اسی پر مرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حوض کوثر پر ملنے کی جگہ اور وقت طے کئے ہوئے تھے مومنین سے وعدہ فرمایا کہ

میری امت میں جو لوگ میرے پیروکار ہوں گے میری حدیث کے مطابق زندگی گزارتے ہوں گے اور گناہ ہوجانے پر توبہ استغفار کرلیتے ہوں گے وہ بھی جنتیوں میں شمار ہوں گے اور ان سے بھی میری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی، اور یہ ملاقات اتنی پیاری ہوگی کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے پاک جام عطاء فرمائیں گے اور یہ پانی ایسا عجیب و غریب ہوگا کہ جس کے پینے کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی اور نہ ہی کسی کو پیاس لگے گی۔

حوض کوثر: حدیث میں آتا ہے کہ حوض کوثر اتنا بڑا ہے کہ بیت المقدس سے یمن عدن تک کے فاصلے جتنا بڑا ہے اور اتنی ہی اس کی لمبائی اور چوڑائی ہے اور اس کے اوپر پانی پینے کے لئے جو گلاس رکھے ہوئے ہیں وہ تعداد میں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں اور حوض کوثر میں جو پانی آرہا ہے وہ دو پرنالوں کے ذریعے آرہا ہے جو جنت سے آتے ہیں۔

اہل جنت کے قد: حدیث میں آتا ہے کہ جنتی آدمی کو اتنے بڑے بڑے قد عطا کئے دیئے جائیں گے کہ جب وہ گھومنے جائے گا تو وہاں دیکھے گا کہ مختلف درختوں پر طرح طرح کے پھل لگے ہوئے ہیں، ایک بیر کے درخت کو دیکھے گا اور اس کا ایک ایک بیر گھڑے کے برابر ہوگا، جنت میں جنتیوں کا قد و قامت بڑھا کر حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر کردیا جائے گا۔ (ماخوذ از جنت کے حالات) (شمارہ نمبر ۱)

جنت آپ کی منتظر ہے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے جنت کے بارے میں ایک عجیب حدیث اپنے وعظ میں بیان فرمائی ہے جو قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔

ایک ادنیٰ جنتی کی جنت: ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا حال بیان فرمایا کہ سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے اعمال بد کی پاداش میں جہنم میں ڈال دیا جائے، کیونکہ اگر آدمی مومن تو ہے لیکن اگر اعمال خراب کئے ہیں تو پہلے اس کو ان اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی، اس لئے اس کو پہلے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اب وہ شخص جہنم میں جھلس رہا ہوگا تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ! اس جہنم کی تپش اور اس کی گرمی نے تو مجھے جھلسا دیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ مجھے تھوڑی

دیر کیلئے جہنم سے نکال کر اوپر کنارے پر بٹھا دیں تاکہ میں تھوڑی دیر کیلئے جلنے سے بچ جاؤں۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ اگر ہم تمہیں وہاں بٹھا دیں گے تو تم کہو گے کہ مجھے اور آگے پہنچا دو، وہ بندہ کہے گا یا اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ بس ایک مرتبہ یہاں سے نکال کر اوپر بٹھا دیں، پھر آگے جانے کیلئے نہیں کہوں گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں، چنانچہ اس کو جہنم سے نکال کر اوپر بٹھا دیا جائے گا، جب وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھے گا اور پھر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے پر آئیں گے تو تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یا اللہ آپ نے مجھے یہاں بٹھا دیا اور جہنم سے نکال تو دیا لیکن ابھی جہنم کی لپٹ یہاں تک آرہی ہے، تھوڑی دیر کے لئے اور دور کر دیں کہ یہ لپٹ بھی نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے ابھی وعدہ کیا تھا کہ آگے جانے کیلئے نہیں کہوں گا، اب تو وعدہ خلافی کر رہا ہے؟ وہ کہے گا یا اللہ! مجھے تھوڑا اور آگے بڑھا دیں تو پھر کچھ نہیں کہوں گا اور کچھ نہیں مانگوں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو تھوڑا اور دور کر دیں گے اور اب وہاں سے جنت نظر آنے لگے گی، پھر تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یا اللہ! آپ نے مجھے جہنم سے تو نکال دیا اور اب مجھے یہ جنت نظر آرہی ہے، آپ تھوڑا اجازت دیدیں کہ میں اس جنت کا تھوڑا سا نظارہ کر لوں اور اس کے دروازے کے پاس جا کر دیکھ آؤں کہ یہ جنت کیسی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو پھر وعدہ خلافی کر رہا ہے، وہ شخص کہے گا کہ یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے تو ایک جھلک مجھے جنت کی بھی دکھا دیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب تمہیں ایک نظر جنت دکھاؤں گا تو پھر تو کہے گا کہ مجھے ذرا اندر داخل کر دیں، وہ شخص کہے گا نہیں یا اللہ: مجھے صرف جنت کی جھلک دکھا دیں، اس کے بعد پھر نہیں کہوں گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایک جھلک دکھا دیں گے، لیکن جنت کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں جب آپ نے مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دیا تو اب اے اللہ اپنے فضل سے مجھے اندر داخل بھی فرما دیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھو ہم تجھ سے پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ تو وعدہ خلافی کرے گا لیکن چلو، جب ہم نے تجھے اپنی رحمت سے یہاں تک پہنچا دیا تو اب ہم تجھے اس جنت میں داخل بھی کر دیتے ہیں اور جنت

میں تجھے اتنا بڑا رقبہ دیتے ہیں جتنا پوری زمین کا رقبہ ہے وہ شخص کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں اور میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ میں کہاں اور جنت کا اتنا بڑا رقبہ کہاں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں مذاق نہیں کرتا، تمہیں واقعی جنت کا اتنا بڑا رقبہ عطا کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مقام پر پہنچ کر ہنسے، پھر صحابہ کرامؓ سے لیکر یہ حدیث ہم تک پہنچی تو جو بھی اس حدیث کو بیان کرتا ہے وہ ہنستا ضرور ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو "مسلسل بالضحک" کہا جاتا ہے اس حدیث سے جنت کی وسعت اور اللہ جل شانہ کی رحمت کا اندازہ لگائیں کہ سب سے زیادہ گنہگار اور ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جنت میں دس دنیاؤں کے برابر جگہ عطا کی جائے گی۔

جنتی اپنے علاقوں کا حکمران ہوگا: اب آپ یہ سوچیں گے کہ وہ اکیلا بندہ اتنی بڑی زمین کا کیا کرے گا؟ یاد رکھیں! کہ جنت غیر آباد نہیں ہے اور نہ ہی اس میں صحرا اور ویرانے ہیں وہ اتنی سرسبز و شاداب اور اتنی آباد جگہ ہے کہ وہاں انسان ہر وقت نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہے گا اور ہر شخص اپنے علاقے پر حکومت کرے گا اور اس کی حکومت اتنی عظیم الشان ہوگی کہ اس کی رعیت اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکے گی، حوریں اور غلام اس کے خادم ہونگے اور وہ جنت ایسی ہوگی کہ: ولكم فيها ما تشتهي انفسكم ولكم فيها ما تدعون نزلا من غفور رحيم (سورہ حم سجدہ آیت نمبر ۳۲-۳۱)

"اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز اس میں تمہارے لئے جو مانگو گے موجود ہے، یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے یعنی جس چیز کی خواہش ہوگی وہ مل جائے گی" اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی۔ اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون (سورہ یٰسین آیت نمبر ۸۲) "جب وہ کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے"۔

یہی شان اللہ جل شانہ جنتی کو عطا فرما دے گا اور جو جنتی کسی کام کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔ (وعظ جنت کے مناظر) (شمارہ نمبر 2)

جنت آپ کی منتظر ہے

جنت کی چابی: معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دینا جنت کی چابی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا "لا الہ الا اللہ" جنت کی چابی نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں لیکن ہر چابی کے دانت ہوتے ہیں اگر آپ ایسی چابی لے کر آئیں گے جس کے دندانے ہوں تو آپ کے لئے دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتلایئے، فرمایا "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" جنت کا دروازہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر مطلوب کی ایک ایک چابی مقرر کی ہے جس سے وہ کھولا جاتا ہے چنانچہ وضو نماز کی چابی مقرر فرمایا جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مفتاح الصلوۃ الطھور

وضو نماز کی چابی ہے: اسی طرح حج کی چابی احرام ہے، نیکی کی چابی سچ ہے، جنت کی چابی توحید ہے علم کی چابی اچھا سوال ہے اور اچھی طرح غور سے کان لگا کر سننا نصرت اور کامیابی کی چابی صبر ہے اور مزید ملنے کی چابی شکر ہے اور ولایت کی چابی محبت اور ذکر ہے فلاح کی چابی تقویٰ ہے، توفیق ملنے کی چابی رغبت اور ڈر ہے قبولیت کی چابی مانگنا ہے، آخرت میں رغبت کی چابی دنیا میں زہد اختیار کرنا ہے، ایمان کی چابی ان چیزوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاس قریب ہونے کی چابی اس کے ساتھ اپنے دل کو اس کے لئے تابعدار اور سالم رکھنا اور کسی کام کرنے یا چھوڑنے اور محبت رکھنے اور بغض رکھنے میں اس کی رضامندی سامنے رکھنا اور حیات قلب کی چابی قرآن میں تدبر اور سحری کے وقت گڑگڑانا اور گناہوں کا چھوڑنا ہے رحمت اور احسان کی چابی خالق کی عبادت اور اس کے بندوں کی نفع رسانی میں ہے، رزق کی چابی تقویٰ اور استغفار کے ساتھ کوشش کرنا ہے عزت کی چابی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے آخرت کے لئے تیاری کی چابی امید کا گھٹانا ہے اور ہر بھلائی کی چابی اللہ اور دار آخرت میں رغبت ہے اور ہر

برائی کی جانی، دنیا کی محبت اور لمبی امید ہے۔

☆ تم خدا کو فراغت و عیش میں یاد رکھو، خدا تمہیں تمہاری مصیبت اور تنگی میں یاد رکھے گا۔ (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) (شمارہ نمبر 5)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی دمکتی) ہوں گی اور جو لوگ ان کے بعد (دوسرے نمبر پر) داخل ہوں گے ان کی صورتیں بہت زیادہ روشن ستارہ کی طرح سے (منور) ہوں گی سب جنتیوں کے دل ایک ہی دل پر ہوں گے (یعنی ان کو آپس میں ایسی محبت ہوگی جیسے قالب بہت ہوں اور قلب ایک ہو) ان میں آپس میں نہ اختلاف ہوگا نہ بغض، ہر ایک کے لئے (حوروں میں سے کم از کم) دو بیویاں ہوں گی، ان میں سے ہر بیوی کی پنڈلی کا گودا (ہڈی اور) گوشت کے باہر سے نظر آئے گا، یہ لوگ صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے نہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ ناک سے رینٹھ آئے گا اور نہ تھوکیں گے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں میں خوشبو پھیلنے کیلئے جو چیز جلے گی وہ عود ہوگی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد بلندی میں ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۹۶)

اس حدیث سے اہل جنت کے حسن و جمال اور ان کی بیویوں کی خوبصورتی کا حال معلوم ہوا، نیز ان کی صفائی ستھرائی کا بھی پتہ چلا کہ ان کو نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوگی اور تھوکنے کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پسینہ جو آئے گا وہ گرمی کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ کھانا ہضم ہونے کی علامت کے طور پر ہوگا (جس کا بیان آگے آئے گا) اور وہ پسینہ خوشبودار اور خوشگوار ہوگا۔

حدیث بالا میں اہل جنت کی انگیٹھیوں میں جلنے والی چیز عود ہوگی ذہن میں لانے کیلئے "عود" کو "اگر" کی لکڑی سمجھ لیجئے جس کے برادے سے اگربتیاں بنتی ہیں، چونکہ "اگر" قیمتی چیز ہے اس لئے دوسری لکڑی کی بہ نسبت باریک سلائیوں پر جس کا برادہ لپیٹ کر اگر بتی

بتائی جاتی ہے، جنت میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی لہٰذا خوشبو کے لئے عود ہی سلگ رہا ہوگا (اس کے انگاروں کی انگیٹھیاں بنانے کی حاجت نہ ہوگی) اور یہ وہاں کا عود ہوگا یہاں کے عود پر قیاس نہ کریں یہ انگیٹھیاں کس آگ سے جل رہی ہوں گی یا کسی دوسری چیز سے؟ اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔ فائدہ: بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ بلند تھا اور جنت میں جو بھی داخل ہوگا آدم علیہ السلام کی ساخت پر ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (بخاری شریف)

سوال: اتنے لمبے آدمی بھلا کیا اچھے معلوم ہوں گے؟

جواب: جب سب ہی ایک قد کے ہوں گے تو کسی کا قد بھی اعتدال سے باہر معلوم نہ ہوگا اور سب ہی کو پسند آئے گا۔

فائدہ ثانیہ: حدیث میں جو لفظ بکرۃ و عشیا آیا ہے (صبح و شام) فرمایا اس کے متعلق شراح حدیث میں لکھتے ہیں کہ اس سے حقیقی صبح و شام مراد نہیں ہے کیونکہ وہاں طلوع و غروب نہ ہوگا بلکہ ایک ہی طرح کا سماں ہوگا لیل و نہار کی آمد و رفت نہ ہوگی۔ (دینی دسترخوان جلد دوم) (حاجی عبدالقیوم ... نمبر 10)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۱- ہنستے ہوئے جنت میں داخلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ لوگ جن کی زبانیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہیں وہ ہنستے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ (حصن حصین)

۲- مرتے ہی جنت میں داخلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے اس کو جنت میں داخل ہونے سے اس کے سوا اور کوئی مانع نہیں کہ وہ ابھی زندہ ہے مرا نہیں (یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا) (حصن حصین)

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (منتخب احادیث ص ۱۰۱)

۳- جنت کا یقینی داخلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کی زبان پر آخری

کہ جو شخص یہ شہادت دے گا: اشهد ان لا اله الا الله وحده وان محمدا عبده ورسوله وان عيسى عبد الله وابن امته وكلمته القاها الى مريم وروح منه وان الجنة حق وان النار حق.

اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ (داخل ہونا) چاہے گا (داخل کر دے گا)۔ (حصن حصین ص ۲۴۰)(... ۵۲)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۹۔ تھوڑی دیر میں جہاد کا اجر و ثواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے (اللہ کی راہ میں) اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ کے بقدر (ذرا سی دیر) بھی جنگ کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (حصن حصین ص ۲۴۳)

۱۰۔ اذان کا جواب دینا: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔ (حصن حصین ص ۱۲۶)

فائدہ: جب مؤذن کی اذان سنے تو جو کلمات مؤذن کہتا جائے خود بھی وہی کلمات اذان کہتا جائے حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے بجائے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ (حصن حصین ص ۱۱۵)

۱۱۔ مسلمانوں کو سلام کرنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں بیس مسلمانوں کو سلام کیا خواہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوں یا الگ الگ ہوں، پھر اس شخص کا اسی روز انتقال ہو جائے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور رات کا بھی یہی حکم اور فضیلت ہے۔ (مجمع الفوائد)

۱۲۔ شفاعت و جنت کا حصول: حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد کہتا ہے:

اللهم اعط محمدا الوسيلة اللهم اجعل في المصطفين محبته وفي العالمين درجته وفي المقربين ذكره

تو اس نے مجھ پر شفاعت کرنا لازم کر لیا اور اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

۱۳- ذکر کا اہتمام کرنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔ (فضائل ذکر ص ۸۸)

۱۴- کلمہ کی سچے دل سے گواہی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی سچے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے۔

۱۵- دو خصلتوں کا اہتمام: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اللہ اکبر چونتیس مرتبہ، الحمد للہ تینتیس مرتبہ اور سبحان اللہ تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہو گئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں، اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کے بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہو گئیں، بھلا اعمال تولنے کے وقت اڑھائی ہزار برائیاں روزانہ کس کی ہوں گی۔ (فضائل ذکر ص ۱۵۱)

۱۶- وحدانیت اور رسالت کا اقرار: ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شہادتوں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت) کا اقرار کرے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ملے گا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا خواہ اس کے (اعمال نامہ میں) کتنے ہی گناہ ہوں۔ (منتخب احادیث ص ۳۲)(شمارہ نمبر 43)

جنت میں جانے کے آسان اعمال

۱۷- شرک سے بیزاری: حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور کسی کے ناحق خون میں نہ رنگے ہوں تو وہ جنت کے دروازوں میں

سے جس دروازے میں سے چاہے گا داخل کر دیا جائے گا۔

۱۸- قیامت کے دن پر ایمان: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس سے کہا جائے گا کہ تم جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

۱۹- دو چیزوں پر جنت کی ضمانت: سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے واسطے اس چیز کا ذمہ دار ہو جائے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ میں اس کے لئے جنت کا ذمہ دار ہوں۔

فائدہ: ان دونوں اعضاء کی حفاظت کر لیں جنت کا داخلہ طے ہو جائیگا۔

۲۰- ہجرت و جہاد: حضرت فضالہ بن عبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے فرمانبرداری اختیار کرے اور ہجرت کرے، ایک گھر جنت کے مضافات میں، ایک گھر جنت کے درمیان میں دلانے کا ذمہ دار ہوں اور میں اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لائے فرمانبرداری اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے ایک گھر جنت کے مضافات میں، ایک گھر جنت کے درمیان میں اور ایک گھر جنت کے بالاخانوں میں دلانے کا ذمہ دار ہوں جس شخص نے ایسا کیا اس نے ہر قسم کی بھلائی کو حاصل کر لیا اس نے ہر قسم کی بھلائی کو حاصل کر لیا اور ہر قسم کی برائی سے بچ گیا، اب اس کی موت جہاں چاہے آئے وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ (منتخب احادیث ص ۱۴۲)

۲۱- زکوٰۃ کی خوش دلی سے ادائیگی: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ثواب کی نیت سے ادا کی ہو اور (مسلمانوں کے امیر کی) بات کو سن کر اسے مانا ہو تو اس کیلئے جنت ہے۔ (منتخب احادیث ص ۱۴۵)

۲۲- نماز کی پابندی: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز پڑھنے کو فرض ہوئی تو بھی وہ جنت میں ہوگا۔ (منتخب احادیث ص ۱۰۶)

۲۳۔ مسجد بنانا: حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جس نے کوئی مسجد بنائی جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں۔ (منتخب احادیث)

۲۴۔ سورۂ اخلاص کی برکت: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ کے ساتھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سن کر ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا واجب ہوگئی؟ ارشاد فرمایا: جنت واجب ہوگئی۔ (شمارہ نمبر ۴۰۹)

۲۵۔ جنت کے محلات: حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک محل بنا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ پڑھا کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ اور عمدہ ثواب دینے والے ہیں۔

۲۶۔ جنت کا دروازہ: حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتلائیے۔ ارشاد فرمایا: وہ دروازہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

فائدہ: ... ایک روایت میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کو جنت کے پودے فرمایا گیا ہے۔

۲۷۔ تکلیف دہ چیز ہٹانا: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا، ایک شخص نے اسے کاٹ دیا تو وہ (اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل ہوگیا۔ (منتخب احادیث ص ۴۶۰)

۲۸۔ بیمار کی عیادت کرنا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بیمار کی عیادت کے لئے یا اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ تم برکت والے ہو تمہارا چلنا بابرکت ہے اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنالیا۔

۲۹ - بہنوں، بیٹیوں کی پرورش: حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔

۳۰ - یتیم کی کفالت: حضرت مرہ بن کعب قشیریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے ایسے یتیم بچے کو جس کے ماں باپ مسلمان تھے اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کیا یعنی اپنی کفالت میں لے لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بچے کو ان (کی کفالت سے) بے نیاز کر دیا یعنی وہ اپنی ضروریات خود پوری کرنے لگا تو اس شخص کیلئے جنت واجب ہو گئی۔

۳۱ - حفظِ قرآن: حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرما دیں گے جن کیلئے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (فضائل قرآن ص ۴۲)

۳۲ - نمازوں کا اہتمام: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ (فضائل نماز ص ۱۸) (حدیث نمبر ۴۵)

۳۳ - جنگل میں نماز: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا، یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔ (فضائل نماز ص ۵۱)

۳۴—بارہ رکعت سنت مؤکدہ: ام المومنین ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض کے) پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا، چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۲۵)

۳۵—سورۂ اخلاص کی تسبیح: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے، پھر وہ سونے سے پہلے سو دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا اے میرے بندے! اپنے داہنے ہاتھ پر جنت میں چلا جا۔ (فضائل نماز، صفحہ نمبر ۳۴۲)

۳۶—ہزار بار درود شریف: ابوحفص ابن شاہین نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ہزار بار درود پڑھے تو جب تک وہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے، نہ مرے گا۔ (فضائل نماز ص ۳۴۹)

فائدہ: اتنی بڑی دولت کو حاصل کرنے کے لئے پوری زندگی میں کبھی ایک ہزار بار درود شریف بھی پڑھ لے تو مفت میں جنت مل جائے گی۔

۳۷—آیۃ الکرسی اور ساتھ والی آیتیں: جو سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اس کے ساتھ والی آیتیں پانچوں نمازوں میں پڑھ لیا کرے تو جنت اس کا ٹھکانا ہو اور حظیرۃ القدس میں رہے، اللہ تعالیٰ روزانہ اس پر ستر مرتبہ نظر رحمت سے دیکھیں اور ستر حاجتیں اس کی پوری فرمائیں گے، جن میں ادنیٰ اس کی مغفرت ہے۔ (فضائل نماز، ص ۲۳۳)

۳۸—پانچ راتوں میں عبادت: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کیلئے جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جائے گی، لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات) اور عید الفطر کی رات اور شب براءت یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔ (فضائل رمضان، ص ۹۷)

فائدہ: سال بھر میں پانچ راتوں میں عبادت کرنا کون سا مشکل کام ہے۔

۳۹—مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو

شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز و قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے، حق تعالیٰ شانہ اس کیلئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔ (فضائل رمضان ص ۵۸)

۴۴۔ جھگڑوں سے اجتناب: حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ غلطی پر تھا تو اس کے لئے جنت کے آس پاس مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا تو اس کے لئے بیچ جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے رکھے (کہ جھگڑے کو قریب ہی نہ آنے دیں) تو اس کے لئے جنت کے اوپر مکان بنایا جائے گا۔ (گلدستہ احادیث ص ۲۵)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال کی وافر توفیق عطا فرما کر جنت کا داخلہ آسان فرمائیں، آمین یارب العالمین۔ (شمارہ نمبر 46)

جنت میں داخلہ کا ٹکٹ...... حسن اخلاق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے ڈر اور اچھے اخلاق کی وجہ سے"۔ (ایمان کی شاخیں) (شمارہ نمبر 42)

جنت اللہ کے فضل سے ملے گی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا لا ینجی احدکم عملکم تم میں سے کسی کو تمہارا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ جب تک فضل خداوندی اور اس کی رحمت شامل نہ ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی آپ کو نجات نہیں دے سکتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ" مجھے بھی میرا عمل نجات نہیں دلا سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل نہ فرمائیں اور اپنی رحمت میں ڈھانپ نہ لیں تو حقیقت یہی ہے کہ نجات کا تعلق فضل ہی سے ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی فضل پر اعتماد کر کے عمل ہی کو چھوڑ دے کہ فضل ہی ہو جائے گا کیونکہ فضل جب ہوگا کہ مستحق ہو جائے کہ جس پر فضل ہی ہو جائے گا۔

دوسری طرف اگر مایوس ہو کر عمل ہی چھوڑ دے یہ غلط ہے یہ فضل باقی ہوتا ہے کہ جب اوپر سے فضل ہوتا ہے تو بندہ عمل کرنا شروع کر دیتا ہے تو فضل یہیں سے شروع ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ عمل کرنا ہے تو فضل متوجہ ہے لہٰذا بندہ مایوس نہ ہو مگر نجات کا تعلق فضل باری سے ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد کی عبرتناک حکایت: امم سابقہ میں ایک شخص بہت ہی بڑا عبادت گزار اور زاہد اور عابد تھا، سارے کام چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں لگا رہتا تھا لیکن بیوی بچوں کا مسئلہ بھی سامنے تھا اس کی خواہش ہوئی کہ ان تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں مشغول رہے اس نے بیوی کو الگ کیا کہ ساری جائیداد دے دلا کر سمندر کے وسط میں ایک ٹیلہ تھا وہاں آ کر ڈیرہ ڈال دیا اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہو گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کڑوے سمندر سے ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا، ایک نالی سے ٹھنڈا پانی نکلنے لگا اور ایک انار کا درخت اگا دیا، تو عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھا لیتا اور ایک کٹورا پانی پی لیتا، اسی طرح اس نے پانچ سو برس خالص و مخلص عبادت کی، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے سجدے کی حالت میں موت دیجئے تاکہ میں عبادت ہی میں ختم ہو جاؤں اور یہ بھی درخواست کی کہ میرے بدن کو آپ قیامت تک سجدے کی حالت میں محفوظ رکھیں تاکہ میں قیامت کے دن صورۃً بھی سجدہ گزار اٹھوں اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں درخواستوں کو منظور فرمایا ان کی وفات ہوئی اور اسی حالت میں بدن کو محفوظ فرمایا۔

مؤرخین ارشاد فرماتے ہیں کہ اب بھی وہ محفوظ ہے لیکن وہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے گنجان درخت اگا دیئے ہیں کہ لوگ ہیبت زدہ ہیں وہاں پر جاتے نہیں، بہر حال انتقال کے بعد اسی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی یا قیامت کے دن ہوگی۔

عابد کے ذہن کا وسوسہ: اس عابد کے دل میں ایک وسوسہ گزرے گا کہ پانچ سو برس ہم نے خالص عبادت کی مگر اب بھی اپنے فضل ہی سے بخش رہے ہیں کم سے کم اتنا ہی یہی فرما دیتے کہ ہم نے تیری عبادت کے بدلے میں جنت دی تو میں خوش ہو جاتا کہ محنت ٹھکانے لگی، اب اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبادت ہی نہیں کی صرف فضل ہی سے بخشا

گیا، اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہیں، یعنی لوگوں کے دلوں کی کھٹک کو بھی جانتے ہیں۔

پانچ سو سال کی عبادت صرف ایک کٹورا پانی کے بدلہ چلی گئی: اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیں گے اس کو دوزخ میں ڈالنا نہیں ہے البتہ لے جاؤ اتنی دور اس کو کھڑا کر دو کہ جہنم کا پانچ سو برس کا راستہ وہاں سے ہو ملائکہ اس کو اس جگہ لے گئے، جب وہ مقام پر پہنچا تو جہنم سے ایک لپٹ آئی اور ایک دم سر سے پیر تک خشک ہو گیا اور اس نے پیاس پیاس چلانا شروع کیا تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اس میں ٹھنڈے پانی کا کٹورا تھا، عابد نے عرض کیا کہ یہ مجھے دیدو تو آواز آئی کہ یہ پانی قیمت سے ملے گا، عابد نے کہا کہ اس کی قیمت کیا ہے تو کہا گیا کہ جس نے پانچ سو برس خالص عبادت کی ہو اگر وہ اس کے بدلے میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے، عابد نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے، لے لو، اس کو پانی کا کٹورا دیا وہ پیا اور جان بچی پھر حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کو واپس لاؤ، فرشتے واپس لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندے تیری پانچ سو برس کی عبادت کا صلہ ہماری طرف سے ادا ہو گیا اور وہ تیرا ہی تجویز کردہ تھا کہ پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے خوشی سے ایک کٹورہ پانی پر راضی ہو گیا اور وہ دیدیا گیا، اب معاملہ برابر ہو گیا، اب حساب دے تو کتنی عبادت دنیا سے لے کر آیا ہے جو تجھے روز ایک انار دیتے تھے اس کے ہر دانے کا حساب دو، اس کے بدلے میں کتنی عبادت لے کر آئے ہو اور پانی کے لاکھوں پیالوں کو تم نے پیا ہے ایک ایک قطرہ کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لائے ہو اور ہم نے جو آنکھوں میں نور بخشا تھا اس کا ایک ایک تار تھا کہ تو اس دنیا کی چیزوں کو دیکھتا تھا اس کے ہر تار کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے اور ہم نے جو سانس کی نعمت دی تھی جس سے تو زندگی گزار رہا تھا ہر ہر سانس کا حساب دے اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے۔

حقیقت کا انکشاف: یہ سن کر عابد تھرا گیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! بیشک آپ کے فضل ہی سے نجات ہے کسی کے عمل سے نہیں پھر وہ اس مقام پر پہنچے جس مقام پر پہنچنا تھا حقیقت یہ ہے کہ انسان خواہ پانچ ہزار برس عمل کرے مگر فضل ہی کام دے گا محض عمل کام نہیں دے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر لیں تو سب سے بڑی نعمت ہے اگر اس کو عمل کہہ دیں تو یہ بھی بڑی نعمت ہے،

یہ عمل کی صورت دی گئی ہے۔ (از: ماہنامہ محاسن اسلام کالونی محاسن اسلام شمارہ نمبر 48)

خود کو جہنم سے بچائیں

خون کے آنسو: حضرت زید بن رفیعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ دوزخی کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل دوزخ جب دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو مدت تک عذاب کی شدت سے آنسوؤں سے روتے رہیں گے پھر مدت تک خون کے آنسوؤں سے روئیں گے اس وقت دوزخ کے فرشتے ان سے کہیں گے کہ اے بد نصیبو تم نے دنیا میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رونا چھوڑ دیا اور دنیا کی دولت ولذت اور بد بختی انجام کے پیچھے مست ہو کر چلنے کی زیادتی کی آج تمہارا فریاد رس کون ہے دوزخی اس پر چیخیں گے اور پکار پکار کر کہیں گے اے ہمارے باپ اے ہمارے بیٹے اے ہماری ماں وابلیہ ہم قبروں سے پیاسے نکلے اور جب تک وہاں رہے پیاسے رہے اور اب بھی پیاسا انتہائی ہے ہیں کچھ پانی ہماری طرف بھی بہا دو اور جو نعمت اللہ نے تم کو عنایت فرمائی ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخی اس طرح چالیس برس تک چلاتے رہیں گے اور کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی مددگار دستیاب ہوگا کافی عرصے بعد جو جواب ملے گا وہ یہ کہ تمہیں یہیں رہنا ہے (یعنی اس بند کردہ دنیا میں آنکھیں بند کر کے کیوں رہے اور دولت کے دیوانے بن کر کیوں جیے؟ دینی ہدایت پر غور اور عمل کرنے کی بجائے مذاق کیوں اڑایا؟ آخر ہر بھلائی اور ہر مدد سے ناامید ہو جائیں گے)۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دنیا ہی میں اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کی توفیق عنایت فرمائیں اور عذاب حشر کے خوف سے کثرت سے رونے کی اور دین کی باتوں کی روشنی سے اپنی زندگی کے ہر شعبے کو روشن کرنے کی خاص توفیق دے دیں۔ آمین۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری جلد ۵ ص ۲۶۲)

جہنم کے سات دروازے: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں اور (یہ دروازے دنیا کی ان گمراہیوں اور معصیتوں کے لحاظ سے ہیں جن پر چل کر آدمی دنیا ہی میں اپنے لئے جہنم کی راہ کھولتا ہے اور جہنم میں اپنی جگہ مول لیتا ہے مثلاً

۱۔ کوئی دہریت کے راستے سے دوزخ کی طرف جاتا ہے۔

۲۔ کوئی شرک کے راستے سے۔

۳۔ کوئی نفاق کے راستے سے۔

۴۔ کوئی نفس پرستی اور شہوت پرستی اور فسق و فجور کے راستے سے۔

۵۔ کوئی ظلم و ستم اور مخلوق آزاری کے راستے سے۔

۶۔ کوئی تبلیغ ضلالت و بدعت اور اشاعت کفر کے راستے سے۔

۷۔ کوئی اشاعت فحشاء و منکر کے راستے سے۔

یہ سات عموم کے راستے دخول جہنم کے ہیں اور ہر دروازے میں (۷۰) ستر جنگل ہیں، ہر جنگل کی لمبائی ستر سال کا راستہ ہے، ہر جنگل میں ستر ہزار شاخیں ہیں، ہر شاخ میں ستر ہزار گڑھے ہیں، ہر گڑھے میں ستر ہزار شگاف (دراز سوراخ) ہیں، ہر شگاف کی لمبائی ستر ہزار برس کا راستہ ہے اور ہر دراز میں ستر ہزار خوفناک اژدھے ہیں، ہر اژدھے کے منہ میں ستر ہزار بچھو ہیں، ہر بچھو کی پیٹھ میں ستر ہزار مہرے ہیں، ہر مہرے میں دو مٹکے زہر بھرا ہوا ہے، ایک ایک زہر پہاڑ کے برابر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر اور منافق کو اس زہر کا مزا چکھنا ہوگا (تنبیہ الغافلین ص ۲۰۹)

ظالموں کا انجام: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالموں، جابروں اور مغروروں کو آگ کے صندوق میں ڈال کر قفل لگا دیا جائے گا، یہ صندوق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں پھینک دیئے جائیں گے اور ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ہر ساعت میں ننانوے قسم کے نئے نئے عذاب دیئے جائیں گے ان کے جسم کی نئی جلدیں روزانہ ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔ (تنبیہ الغافلین ص ۲۱۰)

اس حدیث میں بھی اور اس سے اوپر والی حدیث میں بھی ظالموں کو اہل دوزخ میں شمار کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کسی پر ظلم کرنا اور کسی کو تکلیف پہنچانا اللہ جل شانہ کے نزدیک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے اور انسان دوسروں پر ظلم جو کرتا ہے وہ کئی طرح سے کرتا ہے، اس لئے ان کی نشاندہی کرنا مناسب ہے تاکہ ان سے بچنا آسان ہو۔

(۱) قتل کرنا، قاتل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ کا غضب ہے اور اللہ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) کسی کو مارنا (۳) کسی کا ناحق مال کھانا (۴) کسی کو گالی دینا (۵) کسی پر غلط تہمت لگا کر اس کی رسوا کرنا مذکورہ بالا ظلم کرنے والوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص آئیگا اس کے پاس بہت سی نمازیں روزے اور زکوٰۃ کا اجر ہوگا مگر اس نے دنیا میں کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور ان لوگوں سے معاف بھی نہ کرایا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان مظلومین کو دیدی جائینگی مگر جو حق لینے والے باقی رہ گئے اس لئے حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ ان مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں چنانچہ بالآخر یہ شخص جو نیکیوں کے انبار اور عبادات کے خزانے لے کر آیا تھا وہ اب اپنے اور ان لوگوں کے گناہوں کے انبار لے کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا جن پر اس نے کسی قسم کا ظلم کیا ہوگا۔ (۶) کسی کا عیب ظاہر کرنا تا کہ وہ لوگوں میں رسوا ہو یہ بھی ظلم ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈال دے گا بروز قیامت خداوند کریم بھی اس کے عیبوں پر پردہ ڈالیگا۔ (۷) کسی خفیہ تدبیر سے کسی کو نقصان پہنچانا بھی ظلم ہے مثلاً کسی نے لوگوں سے کوئی لین دین کیا تھا تو کوئی شخص غلط فون کر کے لین دین والوں کو اس معاملے سے روک دے جس کی وجہ سے سودا کرنے والے کا نقصان ہو یا کسی نے اپنے بیٹے یا بیٹی کا کسی سے رشتہ کیا تو لڑکے والوں کی طرف سے یا لڑکی والوں کی طرف سے کوئی شخص خود ہی فون کر کے کوئی غلط بات کہہ دے جس سے رشتہ ختم ہو جائے یا لڑکے اور لڑکی والوں کو جا کر یہ کہنا کہ اگر تم نے رشتہ کیا تو یہ نقصان ہوگا وہ نقصان ہوگا، اس طرح ڈرا کر رشتہ ختم کرا کے آپس میں اختلاف کرا دے یہ بھی ظلم ہے اس طرح کرنے والا اگرچہ دنیا والوں کی نظر میں ظالم نہ ہوگا مگر عند اللہ ظالم ہے اور آخرت میں اسکی گرفت ہوگی آخر میں ظلم کی مذمت کی کچھ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں تا کہ ظلم کی قباحت ہمارے دل میں اچھی طرح پیدا ہو جائے

اور ہم کسی پر دست ستم دراز کرنے سے رک جائیں۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا (جیسے تنگی اور کی شکل میں ہوگی)۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتے ہیں (تاکہ وہ ظلم سے باز آجائے لیکن اگر وہ باز نہ آئے تو) جب اس کو پکڑیں گے تو نہیں چھوڑیں گے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا یعنی اس کی بددعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا ظالم کافر کے خلاف ضرور قبول ہوتی ہے اگرچہ مظلوم فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو دوسری روایت میں الفاظ ہیں کہ اگرچہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر ہر عاقل انسان کا فیصلہ یہی ہونا چاہئے کہ وہ کسی پر رائی کے برابر بھی ظلم نہ کرے تاکہ کل قیامت کے دن مجرم بن کر پیش نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 21)

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

شوقِ آخرت

موت..... مومن کیلئے تحفہ، سرمایہ تسکین
شہدائے آخرت
موت کی تیاری اور اس کا طریقہ
صحابہ کرامؓ اور اکابر اہل اللہ کا فکرِ آخرت
بزرگانِ دین کے سفرِ آخرت پر مشتمل
ایمان افروز واقعات

موت ...... مومن کیلئے تحفہ ہے

بندہ خدا کی مخلوق ہے، بندہ اللہ کا غلام ہے اور موت ایسی چیز ہے جو اس مخلوق کو اپنے خالق اور غلام کو اپنے آقا سے ملاتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو اپنے محب سے ملا دیتی ہے اللہ والوں کے لئے موت گویا عید کا دن ہوتا ہے، بہت سارے بزرگوں کے واقعات ہیں کہ نیک لوگوں نے موت کے وقت خوشی کا اظہار کیا ہے مثلاً حضرت بلالؓ کو دیکھئے کہ آپؓ کی موت کے وقت آپؓ کی بیوی کہہ رہی تھیں "واحزناہ" افسوس تم جا رہے ہو اور حضرت بلالؓ کہہ رہے تھے "واطرباہ غدا نلقی الاحبة محمدا صلی اللہ علیہ وسلم" کیسے مزے کی بات ہے کل ہم دوستوں سے ملیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے، حضرت حذیفہؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو فرمانے لگے "محبوب (موت) ضرورت کے وقت آیا ہے جو اس پر نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوا، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے ہمیشہ دولتمندی سے فقیری زیادہ محبوب رہی ہے اور بیماری صحت سے زیادہ پسند رہی ہے اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہتی ہے، یا اللہ مجھے جلدی سے موت عطا کر دے تاکہ میں تجھ سے ملوں" یہ الفاظ ادا ہوئے اور روح پرواز کر گئی، حضرت بشر حافیؒ سے مرض الوفات میں پوچھا گیا آپ زندگی کو عزیز رکھتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا نہیں مجھے اپنی زندگی سے کوئی محبت نہیں، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آخر وقت میں جب مرض کی شدت میں مبتلا تھے تو خدام نے دوا پینے کیلئے کہا تو فرمانے لگے:

"درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست"

یعنی عشق کے مریض کا علاج تو فقط دیدار الٰہی ہے مولانا محمد علی جوہر نے اپنی موت سے پہلے یہ شعر کہا:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر　　یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آج ہم اپنی حالت پر غور کریں تو ہمیں سب سے وحشت ناک چیز موت لگتی ہے۔

موت کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور موت سے اس درجہ بیگانہ ہو رہے ہیں جیسے موت کبھی آنی ہی نہیں ہے حالانکہ ہر ذی روح کو موت آنی ہے موت کسی صورت ٹل نہیں سکتی۔ اگر کسی گھر میں کسی کی موت ہو جائے تو عزیز و اقرباء کی بے صبری عجیب ہوتی ہے، یہ بات درست ہے کہ کسی بھی عزیز کی جدائی پر طبیعت کو صدمہ ہوتا ہے مگر موت بھی کوئی انہونی نہیں ہے اس لئے موت سے اس قدر گھبرانے اور اس پر جزع فزع کرنا بے معنی ہے ہم نے وہ واقعات دیکھے کہ باپ کی وفات پر بیٹے ایسے جزع فزع کر رہے تھے گویا ان کے حق میں یہ ان پر کسی نے ظلم کر دیا اور اب وہ اس سے بدلہ لینے کے لئے جوش دکھا رہے ہیں۔ ایک دفعہ شہر میں دیکھا کہ ایک خاتون کا انتقال ہوا تو اس کی بیٹی رو رو کر بے ہوش ہو گئی مرنے والی بھول گئی اور اب سارے اسی کی فکر میں لگ گئے، یہ بے صبری بڑا گناہ ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی بات جو لوح محفوظ میں لکھی وہ یہ ہے کہ "میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں مگر میں ہی ہوں، محمد میرا بندہ اور رسول ہے، جس نے میرے فیصلے کو قبول کیا میری آزمائش پر صبر کیا، میری نعمتوں کا شکر کیا، میں نے اس کو صدیق لکھ دیا اور اسے میں صدیقوں کے ساتھ اٹھاؤں گا، اور جس نے میرے فیصلے کو تسلیم نہ کیا، میری آزمائش پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں کا شکر نہ کیا تو وہ میرے سوا اپنا رب ڈھونڈ لے"۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس کیلئے تیاری کریں، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے ساتھ لین دین اور دوسرے حقوق کا معاملہ صاف رکھیں تو یہی موت ہمیں بھی محبوب ہو جائے گی۔

اور ایک اہم کام یہ ہے کہ گھر میں دینی کتابیں پڑھ کر سنائیں بزرگوں کے واقعات اور قرآن و حدیث کی باتیں سنائیں اور سمجھائیں تاکہ گھر والوں میں اور بچوں میں اس چیز کی سمجھ پیدا ہو اور اگر کوئی عزیز فوت ہو جائے تو اس پر صبر کریں اور شریعت کے مطابق اس فوت ہونے والے کے کفن دفن کے حقوق ادا کریں نہ یہ کہ جزع فزع دھاڑ فریاد ہو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 35)

موت کا ایک پہلو یہ بھی ہے

موت موثر ترین واعظ ہے: حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک غار میں دیکھا کہ ایک

عظیم الجثہ آدمی چت لیٹا ہوا پڑا ہے اور اس کے پاس ایک پتھر رکھا ہے جس پر لکھا ہوا ہے
"میں دوسم بادشاہ ہوں، میں نے ایک ہزار سال حکومت کی، ایک ہزار شہر فتح کئے، ایک ہزار
لشکروں کو شکست دی اور ایک ہزار کنواری عورتوں کے ساتھ شب زفاف کا لطف اٹھایا، آخر
میرا انجام یہ ہوا کہ مٹی میرا بچھونا اور پتھر میرا تکیہ ہے، پس جو بھی مجھے دیکھے تو وہ دنیا کے دھوکے
میں مبتلا نہ ہو جیسے دنیا نے مجھے دھوکہ دیا"۔

اسکندر کی موت: جب اسکندر مرا تو ارسطاطالیس نے کہا "اے بادشاہ تیری موت
نے ہمیں سرگرم عمل کر دیا" ایک اور دانا نے جب اسکندر کی موت دیکھی تو کہا "بادشاہ آج
اس حالت میں اپنی پوری زندگی کے خطابات سے مؤثر خطاب کر رہا ہے اور بادشاہ کا آج کا
وعظ اس کی پوری زندگی کے وعظوں سے زیادہ سبق آموز ہے"۔

سبا بن نواس کی وصیت: ولید بن عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں لبنان کے
پہاڑوں میں ایک غار ملی جس میں سونے کے تخت پر ایک آدمی کی حنوط ہوئی رکھی ہوئی تھی
اور اس کے سرہانے ایک سونے کی تختی بھی رکھی تھی جس پر رومی زبان میں لکھا ہوا تھا کہ "میں
سبا بن نواس ہوں عیصو بن اسحاق علیہ السلام کا خدمت گزار رہا ہوں، میں نے اپنی زندگی میں
بڑے بڑے عجائبات دیکھے اور سب سے زیادہ تعجب مجھے اس آدمی پر ہوا جو اپنے آباؤ اجداد
کے مزارات اور اپنے احباب و اعزا کی قبریں دیکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ خود بھی اسی مقام
کی طرف روانہ ہونے والا ہے پھر بھی توبہ نہیں کرتا اور موت سے غافل ہے

قیصر اور اسکندر چل بسے زال اور سہراب و رستم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موت کے اسی پہلو کے پیش نظر کہ موت مؤثر ترین واعظ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم فرمایا کہ "موت کو کثرت سے یاد کیا کرو" اس ارشاد کی تعمیل کی کئی صورتیں ہیں
مثلاً موت کا ذکر کرو، قبرستان میں جا کر اہل قبرستان سے عبرت حاصل کرو جیسا کہ جلیل
القدر صحابہ کرامؓ کے بارے میں مروی ہے کہ قبرستان میں جا کر اپنی موت کو یاد کر کے روتے
تھے اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ موت کے موضوع پر کتابیں پڑھی جائیں۔

موت زندگی کا آئینہ ہے

موت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہر انسان کی موت اور عالم نزع کا مختصر ترین وقت دراصل مرنے والے کی پوری زندگی کے لئے دوربین بھی ہے کہ اس حالت میں آدمی وہی عمل کرتا ہے جو کچھ وہ ساری زندگی کرتا رہا نیک آدمی آخری لمحات میں نیکی کی بات کرتا ہے اور برائیوں میں زندگی گزارنے والا آدمی ان لمحات میں ویسی ہی باتیں کرتا ہے اس کے بہت سارے مشاہدات موجود ہیں۔

(۱) ہمارے سامنے کی بات ہے کہ جب حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ آخری ایام کی بیماری میں ہسپتال میں تھے ہم عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہے، ہم نے ان کے پاس قرآن کریم کی تلاوت شروع کردی ایک ساتھی نے والقمر میں القمر پر پیش پڑھا تو حضرت قاری صاحب نے اسی عالم بے ہوشی میں عدم رضامندی کے ساتھ فرمایا "جوہے" اس ساتھی نے دوبارہ درست کرکے پڑھا۔

(۲) حضرت حاجی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکول ماسٹر تھے عمر کے پچھلے حصہ میں بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے آخری وقت جان پہچان ختم تھی مگر ان کی زبان پر تلاوت جاری تھی مختلف آیات بالکل صحیح تلاوت کررہے تھے۔

(۳) اسی طرح ہمارے حضرت الشیخ الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کا اپنا واقعہ ہے کہ آپ کا آخری وقت تھا آپ کے صاحبزادہ آپ کو قمیص پہنانے لگے اور پہلے بایاں بازو میں پہنانا چاہا تو آپ نے فوراً بازو پیچھے کھینچ لیا اور دایاں آگے کردیا حالانکہ اس وقت بالکل ہوش نہیں تھا، چونکہ حضرت کی ساری زندگی اتباع سنت میں گزری تھی اس لئے بے ہوشی میں بھی اتباع سنت کا پہلو فوت نہیں ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی فکر آخرت نصیب کرے، آمین۔ (شمارہ نمبر 36)

موت! ہمیں نہیں بھولتی

میرے دوستو! ہم موت کو بھول جاتے ہیں موت ہمیں نہیں بھولتی، ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر انسان کو قبر دن میں ستر بار اسے یاد کرتی ہے اور کہتی ہے اے انسان! اتنا بہت

الوحدہ میں تنہائی کا گھر ہوں، انا بیت الحیۃ والعقارب میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں، فورا میرے اندر کی تیاری کر کے آنا، یہاں تو فلاں کالونی میں کوٹھی بنوالی، یہاں تو کسی اچھے گھر میں کوٹھی بنائی ڈیفنس میں، نیو سوسائٹی کالونی کو بھی یاد کر لے، وہاں جو کرتے پھرتے تھے کوئی تیرا ہمسایہ تجھ سے گفتگو نہیں کرے گا، وہاں تو صرف تیری قبر ہوگی اور فرشتے ہوں گے، وہاں تجھے اپنا حساب خود دینا ہوگا، تجھے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کا مان ہوتا ہے، آل اولاد کا مان ہوتا ہے مگر یاد رکھو کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں:

"یوم لا ینفع مال ولا بنون" قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔

"الا من اتی اللہ بقلب سلیم" وہاں تو ستھرا ہوا دل کام آئے گا۔

حضرت عثمانؓ پر گریہ کا عالم: حضرت عثمان غنیؓ قبر کو دیکھتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی، کسی نے کہا، حضرت قبر کو دیکھ کر اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا یہ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، جس کا معاملہ یہاں ٹھیک نہ ہوا اس کے لئے آگے کی منزلیں اور بھی سخت ہوں گی۔

اور امام غزالی ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ اے دوست! تجھے کیا معلوم کہ بازار میں وہ کپڑا آچکا ہو جسے تیرا کفن بننا ہے، تو خوشیاں منانے میں لگا ہوا ہے جبکہ تیرا کفن تو بازار کی دکان پر پہنچ چکا ہے، جو عنقریب تجھے پہنا دیا جائے گا۔

کیا ہم سب احمق ہیں؟

ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا نام تھا بہلول، "بہلول مجذوب" کہلاتے تھے، مجذوب قسم کے آدمی تھے، لیکن باتیں بڑی حکمت کی کیا کرتے تھے، اس واسطے ان کو لوگ بہلول دانا بھی کہتے ہیں، بہلول حکیم بھی مجذوب بھی۔

ہارون رشید کے زمانے میں تھے اور ہارون رشید ان سے کبھی مذاق بھی کیا کرتا تھا اور اعلان کر رکھا تھا کہ جب بہلول مجذوب میرے پاس آنا چاہیں تو کوئی ان کے لئے رکاوٹ نہ ہو کر سیدھا میرے پاس پہنچ جائیں، ایک دن ایسے ہی ہارون رشید کے پاس پہنچ گئے، ہارون رشید تو مذاق کیا کرتے تھے، ہارون رشید کے ہاتھ میں چھڑی تھی، وہ چھڑی اٹھا

کہ انہوں نے بہلول کو دی اور کہا میاں بہلول یہ چھڑی میں تم کو امانت کے طور پر دیتا ہوں یہ اس لئے کہ اس دنیا میں جو شخص تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف ملے اس کو یہ چھڑی میری طرف سے ہدیہ دے دینا اشارہ اس طرف تھا کہ "تم سے زیادہ بے وقوف تو کوئی دنیا میں ہے ہی نہیں تو اگر تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف کوئی شخص ملے تو اس کو دے دینا، بہلول نے وہ چھڑی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی، بات آئی گئی ہو گئی، مہینے گزر گئے، سال گزر گئے، اتفاق سے ہارون رشید بیمار پڑ گئے، بیمار ایسے پڑے کہ بستر سے لگ گئے نہ کہیں آنا، نہ کہیں جانا، حکیموں نے کہیں جانے آنے سے منع کر دیا۔

بہلول عیادت کے لئے ہارون رشید کے پاس پہنچے، جا کر کہا امیر المومنین کیا حال ہے؟ کہا بہلول کیا حال بتاؤں بہت لمبا سفر درپیش ہے، کہاں کا سفر امیر المومنین؟ کہا آخرت کا سفر، پوچھا تو وہاں پر آپ نے کتنے لشکر بھیجے ہیں، کتنی چھولداریاں؟ کتنے خیمے؟ ہارون رشید نے کہا بہلول تم بھی عجیب باتیں کرتے ہو، وہ سفر ایسا ہے کہ اس میں کوئی خیمہ نہیں جاتا کوئی آدمی کوئی باڈی گارڈ کوئی لشکر ساتھ نہیں جاتا، اچھا جناب واپس کب آئیں گے؟ کہا کہ پھر تم نے الٹی بات شروع کر دی وہ سفر آخرت کا سفر ہے، اس میں جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔

اچھا اتنا بڑا سفر ہے کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اور کوئی آدمی بھی وہاں پہنچنے سے نہیں بچ سکتا، کہا ہاں، بہلول وہ ایسا ہی سفر ہے کہا کہ امیر المومنین پھر تو ایک امانت میرے پاس آپ کی بہت مدت سے رکھی ہوئی ہے جو آپ نے یہ کہہ کر دی تھی کہ اپنے سے زیادہ بے وقوف آدمی کو دے دینا، آج مجھے اس چھڑی کا مستحق آپ سے زیادہ کوئی نظر نہیں آتا، اس واسطے کہ میں دیکھتا تھا کہ جب آپ کو چھوٹا سا بھی سفر درپیش ہوتا جہاں سے جلدی واپسی ہوتی تو اس کے لئے آپ پہلے سے بہت سا لشکر بھیجا کرتے تھے، وہ آپ کا راستہ تیار کرتے تھے، منزلیں قائم کرتے تھے، لیکن اب آپ کا اتنا لمبا سفر ہو رہا ہے، اس کی کوئی تیاری بھی نہیں ہے اور جہاں واپس آنا بھی نہیں تو مجھے اپنے سے زیادہ بے وقوف صرف آپ ہی نظر آتے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی نہیں، یہ چھڑی آپ ہی کو مبارک ہو، ہارون رشید یہ بات سن کر رو پڑے، کہا کہ بہلول "ہم تمہیں دیوانہ سمجھا کرتے تھے لیکن معلوم یہ ہوا کہ تم سے زیادہ حکیم

کوئی نہیں، یہ صرف ان کا حال نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب احمق ہیں جو آخرت کو بھول کر دنیا میں کھو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں فکر آخرت نصیب فرمائے۔ (شمارہ نمبر 13)

ہوشیار...... اپنے اصلی وفادار بھائی کو پہچانئے!

دلچسپ نصیحت آموز حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال میں عجیب انداز میں نصیحت فرمائی کہ انسان عین مرتے وقت اپنے مال سے اس طرح مخاطب کرتا ہے کہ میں نے ہمیشہ بڑے بھائی کی طرح تیری عزت کی، کیا تو میرے کام آئے گا؟ اس نے کہا میں تیرے کام آنے والا نہیں، اس وقت آدمی پچھتائے گا کہ میں نے سارا دل و دماغ کا سرمایہ اس کے اوپر لگا دیا اور اس نے وفا نہ کی، افسوس رہا تو فرمایا کہ یہ تو بڑا بھائی ہے۔

منجھلا بھائی کون ہے؟: فرمایا وہ انسان کے بیوی اور بچے ہیں کہ انسان مرتے وقت امید کی نگاہیں ڈالتا ہے کہ شاید میری بیوی یا اولاد کام آجائے، میرا آخری وقت ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں کام آسکتے، تو جانے تیری قبر جانے! زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ تو مر جائے گا تو تجھے زیر زمین دفن کردیں گے لیکن آگے تو جان تیرا کام جانے، ہم تیرے مددگار نہیں، حالانکہ بیوی بچے آدمی کے وہ ہیں کہ آدمی بعض اوقات ان کی محبت میں جان بھی کھو دیتا ہے، بعض دفعہ ایمان بھی کھو دیتا ہے، اولاد کی صحت اور بیماری سے بچانے کے لئے بعض مرتبہ ماں باپ شرکیہ چیزیں بھی کر گزرتے ہیں، ٹونے اور ٹوٹکے، نیز سحر اور جادو بھی کرا لیتے ہیں، بحر حرام ہے سے بھی باز نہیں رہتے کہ کسی طرح سے اولاد بچ جائے، کسی طرح سے جان بچ جائے، اولاد کے لئے یہ سب کچھ کیا، مگر مرنے کے وقت وہ بھی ٹکا سا جواب دے دیگی۔ کہ میں تمہارے کام کی نہیں، تم جانو تمہارا کام جانے...... یہ کہے گا میں نے عمر بھر تیرے ساتھ سلوک کیا، وہ کہے گی کیا ہوا؟ تو نے جھک مارا، کس نے کہا تھا تجھے سلوک کرنے کو، اب بھگت اکیلے ہی، ہم تیرے کام آنے والے نہیں ہیں۔

تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھائی کیسا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھائی شریف نہیں ہے یہ بھی کمینہ خصلت نکلا۔

اس واسطے بیوی بچوں سے محبت ہو تو ان کی اصلاح کے لئے ہو، ان کی تعلیم و تربیت

کرنے کے بعد تو گویا ساتوں جنتیں میرے قبضے کی ہوگئیں، اب میرے پیچھے سے نکل ہی کہاں سکتی ہیں، تو یا تو عمل نہ کرو اور اگر کرے تو فخر موجود ہے، اس سے تو نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

بہرحال نیکی کے ساتھ انسان بدسلوکی کرتا ہے، سوائے اس کے کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نیکی تقویٰ اور طہارت کو اصل سمجھتے ہیں وہ اپنی نیکی کو قائم رکھنے کیلئے جان و مال کی پرواہ نہیں کرتے، مگر وہ سو میں دو چار ہوتے ہیں، زیادہ وہی ہوتے ہیں جنہیں نیکی وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں، اس لئے کہ آخرت پیش نظر ہے ہی نہیں، بس یہیں سارا جھگڑا اسی سے ہے۔

تو مرنے کے وقت جب آدمی نیک عمل کی طرف رجوع کرے گا تو یہ نیک عمل کہے گا، میں وہی ہوں تیرے کام آنے والا، اگرچہ تو نے میرے ساتھ بدسلوکی کی، میں قبر میں، حشر میں، پل صراط پر تیرے ساتھ ہوں اور جنت میں بھی جو تجھے منافع ملیں گے، وہ میری وجہ سے ملیں گے، اس لئے وہاں بھی تیرے ساتھ ہوں۔

تو اعمال ایک چیز جو انسان کا ساتھ دینے والی ہے، وہ انسان کی نیکی اور عمل صالح ہے۔

قبر میں کیا ہوتا ہے؟: حدیث میں ہے جب آدمی قبر میں لٹا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب میں پورا اترتا ہے، اس کی قبر جہاں تک نگاہ جاتی ہے وسیع کر دی جاتی ہے، اسے ایک عظیم عالم نظر پڑتا ہے جس میں روشنی بھی ہے، چاندنی بھی ہے تو دور سے اسے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیتا ہے، اس کے چہرے سے خیر و برکت ٹپکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

اس کا چہرہ دیکھ کر دل میں فرحت اور خوشی بھر جاتی ہے اب وہ آہستہ آہستہ قریب آ رہا ہے، جب یہ قریب آتا ہے تو یہ میت پوچھتا ہے کہ اے شخص! تو کون ہے؟ اس تنہائی کے گھبرانے میں تو میرے پاس آیا، تیرے چہرے کو دیکھ کر مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا دل خوشیوں سے لبریز ہے، تو کون ہے جو اس بے کسی کے عالم میں میرے پاس آ رہا ہے؟

وہ کہے گا، تو مجھے بھول گیا، اتنی جلدی فراموش کر دیا؟ "انا عملک الصالح" میں تیرا نیک عمل ہوں، میں تجھے تسلی دینے کے لئے آیا ہوں کہ اس تنہائی میں قطعاً مت گھبرانا، میں تیرے ساتھ ہوں، کوئی آنچ تجھ پر نہیں آسکتی، آئے گی تو میں اسے جھیلوں گا.. تو عمل صالح وہ ہے جو نزع میں بھی ساتھ، قبر میں ساتھ۔

نزع کے وقت ملک الموت کی تلقین: حدیث میں ہے کہ نزع کے وقت خود ملک الموت علیہ السلام تلقین کرتے ہیں کہ دیکھو جان کنی کا وقت قریب ہے اب بھی اللہ اکبر کہہ لے، اب بھی کلمہ پڑھ لو تو نیکی کی ترغیب دیتے ہیں، اس وقت آدمی عمل تو نہیں کر سکتا، بے بس ہے۔ بعض دفعہ تو زبان بھی بے بس ہو جاتی ہے، آدمی وہ بھی نہیں کر سکتا مگر دل میں تصور کر سکتا ہے اس وقت کا وہ عمل بھی کارآمد ہو جاتا ہے کہ وہ دل کے اندر توحید و رسالت اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہا ہے تو ملک الموت بھی کہتے ہیں کہ ہاں جلدی کر، اس کو تلقین کرتے ہیں، اس لئے کہ یہی نیکی کارآمد ہوتی ہے، اس وقت کی یہ نیکی بھی کارآمد ہوگی۔

تو اس وقت دولت، بیوی بچوں کا ساتھ کام نہیں کر سکتا، کر سکتا ہے تو صرف نیکی کا کام کر سکتا ہے تو نزع میں بھی نیکی کارآمد ہوئی۔

قبر میں بھی نیکی کام آتی ہے۔ قبر میں بھی نیکی کارآمد ہے، حدیث میں ہے جب میت کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو چاروں طرف سے عذاب اس کی طرف دوڑتا اور بڑھتا ہے، لیکن اگر کسی کے دماغ میں قرآن کی آیتیں محفوظ ہیں وہ کھڑی ہو جاتی ہیں، خبردار! ادھر سے مت آنا، عذاب کا راستہ روک دیتی ہیں، دائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو حدیث میں ہے تہجد اور نفلیں کھڑی ہو جاتی ہیں کہ خبردار ادھر سے مت آنا، بائیں طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو روزے کھڑے ہو جاتے ہیں، پیروں کی طرف سے عذاب بڑھتا ہے تو زکوٰۃ و صدقات کھڑے ہو جاتے ہیں، چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دیتے ہیں، عذاب رک جاتا ہے اس طرح عذاب سے حفاظت کرنے والے وہاں اعمال صالحہ ہیں، وہاں بیوی بچے اور رشتہ دار مدد کو نہیں پہنچے البتہ نیکی وہاں سنتری بن کے حفاظت کرتی ہے۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ جب آدمی پر پھانسی کا مقدمہ چل جائے اور تمام ثبوت بے کار ہو جائیں اور یقین ہو کہ اب پھانسی چڑھے گا، اس وقت دنیا کا دستور ہے کہ مجرم براہ راست بادشاہ کے سامنے مراحم خسروانہ کی درخواست کرتا ہے کہ قانون میں تو کوئی گنجائش نہیں ہے، بادشاہ اگر خصوصی رحم و کرم سے مجھے چھوڑ دے تو میری رہائی ہو سکتی ہے، ایسے موقع پر آدمی بادشاہ اور حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری کو پیش کرتا ہے۔

قدیم زمانے میں دستور تھا کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی شاہی فرمان ہوتا تو لوگ مرحوم خسروانی کی درخواست پیش کرتے تھے کہ ہم تو شاہی حکومت کے وفادار ہیں، ہمارے گھر میں تو بادشاہ کا فرمان موجود ہے، ہمیں بادشاہ اور حکومت نے اپنا سمجھا تھا، ہم اس فرمان کو پیش کر کے نجات چاہتے ہیں، ہم وفادار، خادم، فدوی اور غلام ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ جب عذاب خداوندی سر کی طرف سے آتا ہے گا تو یہ شخص جس کے دماغ میں قرآن کریم محفوظ ہے یہ قرآن کریم کو پیش کرے گا کہ میں تو اللہ کی حکومت کا فرمانبردار ہوں اس کا غلام ہو چکا ہوں، میرے گھر میں تو شاہی فرمان "قرآن کریم" آیا ہوا ہے میں سر پر اس کو پیش کرتا ہوں کہ اس کی بدولت مجھے نجات دی جائے اور ہماری اس کی بہائی سے بچالیا جائے تو سر کی طرف سے عذاب ہٹتا ہے قرآن روکتا ہے۔ غرض قبر میں چاروں طرف سے نیک عمل حفاظت کرتا ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام)(جلد نمبر 13)

موت کے وقت شیطانی حملے

شیطانی حملوں سے بچاؤ کی سات تدبیریں

۱۔ سب سے بڑی تدبیر ایمان کی پختگی ہے۔

۲۔ استقامت ہے اور چونکہ استقامت کے بہت سے درجات ہیں تو جس قدر استقامت کا درجہ بڑھا ہوا ہوگا اسی قدر شیطانی مکروں سے حفاظت زیادہ ہوگی (ادنیٰ استقامت کا) ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان پر آخر وقت تک مستقیم (جما) رہے اس سے بھی رحمت الٰہی اور فرشتوں کی امداد کی توقع ہے لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کسی گناہ وغیرہ کی وجہ سے (اس رحمت اور امداد سے) محروم ہو جائے (کیونکہ اگر چہ ایمان پر جما ہوا تو تھا لیکن گناہ جو کرتا تھا اس پر بھی جما ہوا تھا بھی) اور متوسط درجہ یہ ہے کہ اگر غفلت سے گناہ میں مبتلا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے عذاب کا خیال کرنے اور توبہ کرنے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں سے بچے اور تقویٰ اختیار کرے۔

۳۔ جنابت کی حالت میں بغیر وضو کیے ہوئے تھوڑی دیر بھی نہ رہے۔

۴۔ اپنے جسم، لباس اور مکان کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے جو رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے کو روکتی ہیں۔ مثلاً (جاندار کی) تصویر، کتا، غسل کی حاجت والا

آرسی، بجنے والا زیور وغیرہ۔

۵۔ اطاعت والدین کی عادت ڈالنے: حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک لڑکا ہے جو حالت نزع میں ہے اس کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے اور اس کو اس پر قدرت نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (کیا) وہ پہلے اس کلمے کے پڑھنے کا عادی نہیں تھا؟ عرض کیا گیا کہ یہ پڑھتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پھر اس وقت نہ پڑھنے کا سبب کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھ کر ہمراہ (اس لڑکے کے) پاس تشریف لے گئے اور اس کو کلمہ کی تلقین کی۔ اس (لڑکے) نے کہا: کہ مجھے اس (کلمہ) کے پڑھنے پر قدرت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں (نہیں)؟ لڑکے نے عرض کیا: میں اپنی والدہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی والدہ کی خطا معاف کرائی تو زبان کھل گئی اور کلمہ طیبہ پڑھ کر (وہ) دنیا سے رخصت ہوا۔ (شرح الصدور)

۶۔ وہ جو تلقین وقت پر کی جاتی ہے اور وہ اور اس کے کرنے کی جو وجہ ہے کہ نزع کے وقت اس کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں بہتر یہ ہے کہ یوں نہ کہیں کہ لا الہ الا اللہ کہو کیونکہ نازک وقت ہے مریض اپنی تکلیف میں مبتلا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تکلیف کی وجہ سے یہ کہہ بیٹھے کہ "میں نہیں کہتا" بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر خود پڑھنا شروع کر دیں کیونکہ اس کلمہ پڑھنے کی بدولت اس مرنے والے کی زبان پر بھی کلمہ جاری ہو جائے گا یا اس کے دل پر اس کا اثر ہوگا، نیز جب مریض ایک مرتبہ کلمہ کہہ لے تو پھر دوبارہ تلقین کرنے اور کہلانے کی ضرورت نہیں البتہ اگر اس کے بعد وہ کوئی دنیوی کام کی بات کہہ دے تو پھر تلقین کی جائے۔

۷۔ مرنے والے کے پاس کچھ قرآن شریف پڑھا جائے بالخصوص سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد حدیث میں ہے کہ جب کسی میت کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس (میت) پر آسانی کر دیتے ہیں۔ (دیلمی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرنے والے کے پاس سورۂ رعد پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے کیونکہ اس کا پڑھنا میت کی تکلیف کو کم کر دیتا ہے۔

اور روح کے قبض کرنے کو آسان کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں آخیر وقت میں شیطانی حملوں سے محفوظ فرمائے اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (شمارہ نمبر ۵۹)

سرمایۂ تسکین

آج کل کے تیز رفتار دور میں اگرچہ بہت سے انسانوں کو بظاہر نفسا نفسی، مادیت پرستی، رشتوں کی عدم تقدس اور دم توڑتی ہوئی اخلاقی اقدار کا سامنا ہے جس کا نتیجہ رنج و غم، بے سکونی، افسردگی اور مستقبل کے بارے میں خوف اور بے یقینی کا پیدا ہونا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تاہم بنظر غائر مطالعہ مذہب بالخصوص احادیث مبارکہ سے ہر مسلمان جسد تحاریر ملاحظہ کر کے مطمئن ہو جاتا ہے کہ خالق کائنات نے مخلوق سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار انت گنت بشارتوں کی صورت میں کیا ہے! فبای الاء ربکما تکذبان جس طرح سے یہ ارشادات بلا تخصیص مسلک و فرقہ وغیرہ ہم تک پہنچے ہیں اسی طرح ہدیہ قارئین حاضر ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف!

☆ قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور ہم تمہارا امتحان لیں گے کسی قدر خوف سے جو دشمنوں کے ہجوم یا حادثوں کے برپا ہونے سے پیش آئے اور کسی قدر فقر و فاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا مواقع پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے"۔

☆ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کوئی مشقت و تعب، فکر اور رنج، اذیت اور غم (ایسا) نہیں پہنچتا جس میں اسکے گناہوں کا کفارہ نہ ہو جاتا ہو حتیٰ کہ کانٹا چبھنے پر بھی (گناہ معاف کئے جاتے ہیں)

☆ مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت محمد بن خالد السلمیؒ (اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالے سے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے لئے کوئی رتبہ یا مقام تجویز کیا جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل

کے ذریعے سے حاصل نہیں کرسکتا (یعنی بے عملی یا کوتاہی اس بلند مقام تک پہنچنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا) تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر، اس کے جسم پر، اس کے مال پر یا اس کی اولاد پر کوئی مشکل ڈال کر اس کو صبر عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ ترمذی شریف میں حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جس وقت (دنیا کے) مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب عطا ہورہا ہوگا تو اس وقت (دنیا کے) اہل عافیت افسوس کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری جلد قینچیوں سے کاٹ لی جاتی (تاکہ ہم کو بھی آج اتنا زیادہ ثواب مل سکتا)

☆ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کی تکلیف میں مبتلا کردوں اور پھر وہ صبر کرے تو میں ان دونوں کے عوض اس کو جنت میں داخل کروں گا (راوی نے تفسیر حدیث میں دو پیاری چیزوں سے مراد دو آنکھیں لکھا ہے۔ واللہ اعلم)

☆ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث قدسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے مومن بندے کے لئے دنیا میں رہنے والوں میں سے اس کے کسی پیارے کی جب میں زندگی لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے ثواب سمجھتے ہوئے تو میرے پاس جنت کے سوا کوئی جزا نہیں! (وہ پیارا خواہ کوئی ہو)

☆ مسند احمد اور ترمذی شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی ایک اور حدیث قدسی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی انسان کا بچہ وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی؟ وہ کہتے ہیں کہ جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ وہ کہتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے (اس صدمے پر) کیا کہا؟ فرشتے کہیں کہ آپ کی حمد و ثنا کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کر دو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔

☆ بحوالہ شرح السنہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جب مسلمان کسی جسمانی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو (اس کے اعمال نامہ لکھنے والے) فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ بندہ جو نیک کام پہلے سے کرتا تھا (یعنی دوران صحت و تندرستی) وہی سب لکھتے رہو! پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیتے ہیں تو اس کو پاک صاف کردیتے ہیں، اگر وفات پا جاتا ہے تو اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اس پر رحم کرتے ہیں۔

☆ صحیح مسلم میں حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو لا الہ الا اللہ پڑھے اور پھر اسی (اعتقاد) پر مرجائے اور جنت میں داخل نہ ہو۔ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو (آخری جملہ تین بار دہرایا)

☆ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرمادیتا ہے۔ حضرت معاذؓ نے یہ سن کر کہا کہ کیا میں لوگوں کو بھی خبر سنادوں تاکہ وہ خوش ہوجائیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سناؤ کیونکہ لوگ پھر اسی پر بھروسہ کرکے یہی کہنے پر اکتفا کریں گے (یعنی دیگر اعمال صالحہ کی فکر نہ کریں) تاہم بعد میں حضرت معاذؓ نے اپنے مرض وفات میں کتمان علم یعنی چھپانے کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حدیث مبارک بیان کردی۔

☆ مستدرک حاکم میں حضرت ام عصمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو وہ فرشتہ جو اس کے گناہ لکھنے پر مقرر ہے (اس گناہ کو تحریر کرنے سے پہلے) تین گھڑی (یعنی کچھ دیر) ٹھہر جاتا ہے، اگر اس دوران وہ بندہ اپنے گناہ پر استغفار کرلیتا ہے تو وہ فرشتہ (آخرت میں) اس گناہ کی اطلاع نہیں دے گا اور نہ ہی قیامت کے روز اس پر عذاب دیا جائے گا۔ (شمارہ نمبر ۲۸)

موت بھی ایک نعمت ہے!

اس مضمون کا مرکزی خیال زیادہ تر حضرت تھانویؒ کی کتاب "شوق وطن" اور مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کی کتاب "شوق آخرت" سے لیا گیا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوامِ زندگی

یعنی موت زندگی کے خاتمے کا نام نہیں ہے یہ تو اس دنیاوی زندگی کی شام ہے جس سے آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی صبح جنم لے گی۔

حدیث میں ہے کہ الدنیاء مزرعة الآخرۃ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے، مراد ہے کہ جو کچھ یہاں بویا اس کی پیداوار آخرت میں ملے گی، تاہم مومن کی دنیاوی زندگی (شریعت صراط مستقیم پہ چلنے کی صورت میں) بظاہر کئی اصول و ضوابط کی پابندی اور کچھ لوگوں کو دشوار گزار بھی نظر آتی ہے مگر صد شکر کہ اللہ رب العٰلمین نے اپنے محبوب ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہمیں ایسی ڈھیروں بشارتوں سے نوازا ہے جو ایک عام مسلمان کے لئے حسن خاتمہ کی قوی امید دلاتی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام غزالی نے "احیاء علوم" اور "کیمیائے سعادت" کے بعض ابواب میں وقت نزع کی ہولناکیوں پر مبنی بہت سی روایات جمع کر دی ہیں جس سے لوگوں کے ذہنوں میں عذاب کی شدت، ہمہ گیری اور رحمت الٰہی کی طرف سے مایوسی کا ایک نقش بیٹھ جاتا ہے مگر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ "التنذیر" کی نسبت "التبشیر" روایات کی تعداد کہیں زیادہ ہے اور بالخصوص آخری وقت کی آسان ترین راحت اور شادمانی کی مستند خوشخبریاں بکثرت موجود ہیں بلکہ خود امام غزالی نے اپنی کتابوں کے دیگر ابواب مثلاً کتاب الرجاء وغیرہ میں ان کا ایک بڑا حصہ نقل کیا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک خصوصی عقیدت مند مولانا عبدالماجد دریا آبادی (جو مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت تھے) انھوں نے اس بابت ایک خوبصورت جملہ بھی تحریر فرمایا کہ "درحقیقت اسلام کا خدا اصلاً رحمٰن و رحیم، ودود و تواب اور غفور و رحیم ہے اور آخری پیغمبر اصلاً رحمۃ للعالمین ہیں، مغفرت اور جنت ہر مسلمان کا پیدائشی حق ہے"۔
(اور ایسا کیسے نہ ہو جب خود فرمان حق تعالیٰ موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے)

چنانچہ دوران مطالعہ ایک نہایت اہم بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ زیادہ تر احادیث رحمت کا اطلاق ایک عام گنہگار مگر پر امید مسلمان پر ہوتا ہے یعنی وہ جو ایمان نماز و حسب

توفیق نیک عمل کرتا رہا، غلطیوں پر توبہ کرتا رہا، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا اور آخری وقت میں اسلامی عقائد پر فوت ہوا، گویا رحمت باری انبیاء، صدیقین، شہداء، صحابہ کرامؓ اور دیگر بزرگان دین تک ہی مخصوص، مقید یا محدود نہیں بلکہ متذکرہ بالا عام خطا کار انسان بھی اس کے دائرہ کار میں شامل ہے، ہاں بڑی بات درجات و مراتب کی تو وہ اعمال، توفیق، خلوص، طلب اور دیگر کچھ عناصر پر مبنی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

موت اور اس کی حقیقت سے متعلق چند احادیث اب آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں جن کا مقصد موت کا لایعنی خوف دور کرنا ہے، موت کے لئے ہر گھڑی خود کو تیار رکھنا اور موت کے وقت اور مابعد اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھتے ہوئے خود کو پرامید اور بلند حوصلہ رکھنے میں مدد دینا ہے۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت مومن کا تحفہ ہے۔

تشریح: دنیا کی عارضی زندگی ایک ایسی چیز ہے جو ہمارے اور ہمیشہ کی جنت اور دیدار الٰہی کی بے بہا نعمتوں کے درمیان حائل ہے، ایسے میں اخروی زندگی پر ایمان کامل رکھنے والے مومن کے لئے موت ایک پل کا کام دے گی جو سیدھا دیدار حبیب تک پہنچاتا ہے بھلا ایسا راستہ تحفے سے کم ہے جو ہمیں ہمارے بزرگوں، پسندیدہ ہستیوں اور آباء و اجداد کی ارواح تک لے جائے گا۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور مقام قحط ہے تو جب وہ دنیا کو چھوڑتا ہے تو قید خانہ اور قحط کی جگہ کو (مکمل طور پر اپنے پیچھے) چھوڑتا ہے۔

تشریح: جس طرح قید خانہ میں آزادی اور اس سے متعلق راحت اور دیگر مسرتوں کے مواقع نہایت محدود ہوتے ہیں اور جس طرح قحط میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کم مقدار میں دستیاب ہوتی ہیں آخرت میں ہرگز مومن کیلئے ویسا محدود ماحول نہ ہوگا، بلکہ تمام راحتیں اور نعمتیں مقدار، معیار اور استعمال میں غیر محدود ہوں گی، کیا کہنا سبحان اللہ۔

☆ بحوالہ طبرانی حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! جو کوئی میرے رسول ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے موت کو اس کا محبوب بنا دیجئے۔

تشریح: اس قدر واضح دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کیا درکار ہو سکتا ہے؟ اب موت سے وحشت کیسی! اور پریشانی کیوں؟

☆ سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم اور بیہقی میں حضرت براء بن عازبؓ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن دنیا سے رخصت ہو کر "آخرت کی طرف آنے کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے آفتاب کی طرح روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں جن کے پاس جنت کے کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں اور وہ آکر اس سے حد نظر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت "آدمی کے سر کے قریب آکر (شفقت و ملائمت سے) فرماتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ یعنی اے روح جو اللہ کے احکام پر اطمینان تھا (اب) چل اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف، اس پر روح اس آسانی سے باہر نکلتی ہے جیسے قطرہ مشکیزے سے ڈھلک کر آتا ہے، فرمایا کہ اگرچہ تم ظاہری حالت اس کے خلاف (بھی) دیکھو (نوٹ: یہ فقرہ بہت ہی جامع، اہم اور پُر معنی ہے کہ روح کی حالت تو نظر نہیں آرہی ہوتی اور جسم کی حالت کا اعتبار نہ کیا جائے خواہ تعب و رنج و تکالیف وغیرہ کی کیفیات بظاہر دکھائی دیں، روح مؤمن پر تو یہ تمام وقت نزول رحمت کا ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے حدیث میں آرہی ہے) حرید فرمایا کہ روح کے نکالنے کے بعد فرشتے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں زیادہ دیر نہیں چھوڑتے بلکہ اسے جنتی لباس اور خوشبو میں رکھ دیتے ہیں اور اس میں سے ایسی خوشبو نکلتی ہے جیسی نفیس سے نفیس مشک سے نکلتی ہے، پھر وہ اسے لے کر زمین سے اوپر کی طرف پرواز کرتے ہیں اور (راستے میں) فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتا ہے کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو یہ اس کے اچھے سے اچھے القاب سے جو دنیا میں مشہور تھا، بتلاتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہے، اسی طرح سے وہ اس روح کو لے جاتے ہیں (پہلے) قریب والے آسمان (یعنی آسمان دنیا) تک اور پھر وہاں سے گزارتے ہوئے اسے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا نام علیین (مراد انتہائی بلندی والوں) میں لکھ دو اس کے بعد اسے قبر کے سوال و جواب کے لئے زمین پر لایا جاتا ہے اور

اس کی یہ روح پھر جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے (عالم برزخ کے مناسب) اب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ میت کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کا رب کون ہے؟ اور آپ کا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین ہے، اب وہ پوچھتے ہیں کہ اس شخص کا نام بتاؤ جنہیں تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور تم میں تھے، وہ کہے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھر وہ سوال کریں گے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) کو پڑھا ہے اور اس پر ایمان لایا ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں، اس پر ایک منادی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اعلان کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف کھلنے والے دروازہ کھول دو تاکہ اس کو جنت کی ہوا اور مہک پہنچتی رہے اس کے لئے قبر اتنی کشادہ کردی جاتی ہے جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے، پھر اس کے پاس ایک شخص عمدہ لباس اور خوشبو والا آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ آپ کو خیر و مسرت کی خوشخبری ہو کہ یہی وہ دن ہے جس کا آپ سے وعدہ تھا، وہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ کے چہرے سے (وغیرہ سے) تو بھلائی جھلک رہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں اس پر وہ (جوش مسرت سے) کہے گا اے پروردگار اب (جلدی سے) قیامت لے آ تاکہ میں اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب تک جا پہنچوں!

تشریح: جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ اس حدیث مبارک میں بھی ایک عام مومن کی خوش نصیبی اور حسن خاتمہ کی تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی آپ نے ملاحظہ کرلی اور اس میں یہ بھی پایا کہ کسی ولی کامل یا عابد شب بیدار یا مجاہد کی کوئی شرط من جانب اللہ عائد نہیں کی گئی اور اتنا بلکہ ہر مومن کو توفیق دی جاتا ہے کہ روز حشر گھبرانا، پچھتانا یا ڈرنا الگ رہا الٹا وہ اس کا منتظر اور مشتاق بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ کیفیت نصیب فرمائیں: آمین۔

تین نصیحتیں

☆ کسی بھی گناہ کو کتنا ہی چھوٹا ہو اس کو کم نہ سمجھیں۔

☆ نیک عمل جتنا بھی کریں اس کو زیادہ نہ سمجھیں۔

☆ نماز تہجد کا اتنا اہتمام کریں کہ دنیا کے سب کاموں پر غالب آ جائے۔

(مجالس حکیم الامت) (شمارہ نمبر ۶۵)

☆ بحوالہ ابونعیم حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت ہر مومن کیلئے کفارہ ہے۔

تشریح: غالباً یہاں مراد یہ ہے کہ موت کے وقت کی اذیت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ جانی تکلیف چند شارحین کے بقول تمام عمر کے گناہوں کا کفارہ یا ازالہ کرتی ہے اور پھر برزخ یا حشر میں ان کی پرسش سے شرمندگی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان پر گرفت ہوتی ہے جس کے باعث عذاب جہنم سے ہر مومن محفوظ ہو جاتا ہے، اور اس جان کنی کی تکلیف سے انکار نہیں کیونکہ بحوالہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شہید کو (بھی) قتل ہوتے وقت اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی تم چیونٹی کاٹنے کے وقت محسوس کرتے ہو"

لیکن اگر ہم مرتے وقت اپنی کوتاہی اعمال پر نظر ڈالیں تو شاید یہ سوچ کر بڑی اذیت سے گزرنا بھی گوارا کر لیں کہ یہ آخری آزمائش ہے اور کاہی حق تعالیٰ نے بہت بڑا انعام رکھا ہے کہ روز حشر ہمارے عیوب پر پردہ ڈال کر ہمیں شرمساری سے محفوظ رکھ دے گا اور مذکورہ کفارے کے عوض ہمارے اگرچہ ساری عمر کے جتنے گناہ بھی معاف ہو جائیں یہ تو غنیمت ہے بلکہ بہت ہے۔

☆ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بوقت حساب مومن کو بغرض رازداری اپنے قریب کر کے اس پر دامن رحمت رکھیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ تمہیں اپنا فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟ اور کہتا جائے گا کہ ہاں اے پروردگار! یہاں تک کہ اس کے تمام تر گناہوں کا اقرار کر لیا جائے گا اور وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ بس اب تو میں مارا گیا تو اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ میں نے دنیا میں بھی ان گناہوں کی ستاری (پردہ پوشی) کر دی تھی اور آج کے روز بھی انہیں معاف کرتا ہوں پھر اس کی نیکیوں والی کتاب (نامہ اعمال حسنہ) اسکو عطا کی جائے گی۔

تشریح: اتنے جلیل القدر صحابیؓ کے حوالے سے مستند حدیث کے الفاظ جہاں یقیناً امید مسلمان کیلئے امید کا سورج طلوع کرنے کے مترادف ہیں وہاں ایک صالح مومن کیلئے تنبیہ بھی

پر استقامت کے ساتھ چند باتیں بھی ہیں تاکہ ایمان پر خاتمہ ہو اور بھی بہت ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

☆ طبرانی، ابن منده میں بحوالہ حضرت روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ملک الموت کو ایک انصاری کے سرہانے دیکھا تو کہا کہ اے ملک الموت! میرے صحابی سے نرمی برتنا کیونکہ وہ مومن ہے تو ملک الموت نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دل خوش اور آنکھیں ٹھنڈی رکھئے اور جان لیجئے کہ میں ہر مومن کے ساتھ نرم ہوں۔

تشریح: سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر کوئی یقین دہانی کیا ہوگی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کے وقت آخر کا بھی کس قدر خیال رکھا بلکہ خود ملک الموت نے جو ایا مومن کے حق اور ایسے کلمات ادا کئے جس سے زیادہ اطمینان بخش بیان ممکن نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ استقامت فرمائیں! (شمارہ نمبر 20)

شوق آخرت کا آسان طریقہ

حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے قبر میں اس کو ڈال آتے ہیں وہاں وحشت کدہ میں تنہا پڑا رہتا ہے اور اس کی زندگی مثل عدم حیات کی ہے سو یہ صحیح نہیں ہے بلکہ مسلمان کیلئے وہاں بڑی راحت ہے حدیث شریف میں ہے کہ ارواح اس کا استقبال کرتی ہیں یعنی اس کے عزیز و اقارب جو اس سے پہلے گئے تھے وہ اس سے ملتے ہیں اور اس سے دوسرے متعلقین کی نسبت دریافت کرتے ہیں، اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص تو مر گیا ہے تو کہتے ہیں افسوس وہ دوزخ میں گیا ہے ورنہ ہم سے ضرور ملتا اور اس سے ان کو غم ہوتا ہے۔ غرض موت کے بعد مردے اس طرح باہم خوش ہو کر ملتے جلتے ہیں، لوگ سمجھتے ہوں گے کہ بس مرنے کے بعد الو کی طرح پڑے رہتے ہیں گے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" یہ بات نہیں، یاد رکھو کہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں یہ تو صورت قبر ہے، اور حقیقت میں قبر عالم برزخ کا نام ہے وہاں سب جمع ہوتے ہیں اور وہ پاکیزہ لوگوں کا مجمع ہے، دنیا میں تو جدا بھی ہو سکتے ہیں جیسے کوئی ملازمت سے رخصت لے کر آئے اور اپنے لوگوں کے پاس رہے جب رخصت ختم ہوگی تو جدائی ہو جائے گی تو دنیا کا اجتماع تو ایسا ہے، اور وہاں کی یکجائی ختم نہیں ہوتی، وہاں تو عیش ہی عیش ہے بات یہ ہے کہ حقیقت نہ جاننے

سے لوگوں کو موت سے وحشت ہوتی ہے ورنہ موت تو ملاقات حبیب کیلئے ایک پل ہے کہ اس سے گزر سے اور ملاقات حبیب ہوگئی اور لقائے باری تعالیٰ سے کون سی چیز اچھی ہوگی، اسی لئے اہل اللہ کو تو موت کا شوق ہوتا ہے۔

موت.....مومن کیلئے تحفہ ہے

اہل اللہ سے پوچھئے کہ موت کیا چیز ہے، حدیث شریف میں ہے کہ "الموت تحفة المومن" کہ موت مومن کا تحفہ ہے، کوئی بڑا آدمی اگر کسی کے پاس تحفہ بھیجے اور گھر والے رونے لگیں تو کیسے افسوس کی بات ہے، اور میری مراد اس نظم سے نظم کتب ہے نہ کہ غیر کتب، جدائی کا طبعی صدمہ جو بے اختیار ہوتا ہے اس کا مضائقہ نہیں سوچ سوچ کر اس کو بڑھانا برا ہے، بلکہ ان مضامین کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کو گھٹانا چاہئے۔

دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ماں کے رحم کی سی ہے، جب تک بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے، اگر اس سے کہیں تو تنگ جگہ سے نکل کر اس سے فراخ جگہ موجود ہے تو وہ یقین نہ کرے گا اور جانے کو کبھی جو کچھ ہے مگر جب باہر آتا ہے تو ایک بڑا عالم دیکھتا ہے کہ رحم کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اور اب اگر اس سے کہا جائے کہ رحم میں واپس جانا چاہتا ہے تو وہ کبھی منظور نہ کرے گا اسی طرح دنیا بمقابلہ آخرت کے بالکل تنگ ہے جب یہاں سے جاؤ گے تو شکر کرو گے اور دنیا میں ہرگز نہ آنا چاہو گے، جب خدا کے پاس پہنچنے کا وقت قریب آتا ہے اور اس عالم کی چیزوں کا انکشاف ہوتا ہے اس وقت اگر مومن کو کوئی حیات افزا چیز دے کر کہا جائے کہ لو اسے کھالو تا کہ تم مدت دراز تک زندہ رہو تو وہ لات مار دے گا اور چاہے گا کہ فوراً مر جائے، چنانچہ ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک طالب علم کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوئے تو لوگ ان کو تسلی دیتے تھے کہ تم اچھے ہو جاؤ گے مگر وہ یہی کہتے تھے کہ یوں نہ کہو اب تو خدا تعالیٰ سے ملنے کو جی چاہتا ہے اور اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت سنائی جاتی ہے تتنزل علیهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کے لئے بادشاہ کی طرف سے وزارت کے عہدہ کا پیغام آئے اور وہ شخص اپنے گھر سے تخت شاہی

کی طرف چلے تو گو اس کے گھر والے جدائی سے غمگین ہوں گے مگر وہ شخص یقیناً شاداں و فرحاں ہوگا اگر اس حالت میں بادشاہ کی طرف سے یہ ارشاد ہو کہ اگر تم چاہو تو اتنے روز کی مہلت بھی مل سکتی ہے تو وہ ہرگز راضی نہ ہوگا، اسی طرح جب راحت آخرت کی خبر ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اس وقت اگر اس سے دنیا میں رہنے کو کہیں تو ہرگز راضی نہ ہوگا، پس اے صاحبو ما عند اللہ (یعنی جو اللہ کے پاس ہے) کی خوب رغبت کرو اور اسی رغبت کی بدولت اہل اللہ ہر وقت شگفتہ رہتے ہیں اور ان کو وہاں کے متعلق قسم قسم کی تمنائیں اور امیدیں لگی ہوتی ہیں۔

غرض موت اہل اللہ کو تو کھیل ہے ان کا تو مشغلہ ہے، لیکن ہم کو یہ حالت پیدا کرنا چاہئے کہ بجائے غم کے شوق ہو جس کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ ان مضامین پر غور کرو جو میں نے اس وقت بیان کئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے غم کا بھی علاج ہو جائے گا اور آخرت کا شوق بھی پیدا ہوگا حق سبحانہ تعالیٰ نے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق میں اسی کا علاج بتلایا ہے، سبحان اللہ یہ عجیب علاج ہے، اس کا مراقبہ کیا کرو کہ آخرت میں جو راحت ہے وہ دنیا سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے اور مرنے والا ہمارے پاس سے خدا کے پاس پہنچ گیا ہے اور یقیناً خدا کے پاس رہنا ہمارے پاس رہنے سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہم سے کہیں زیادہ اس سے محبت رکھتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جتنی محبت تمام جانوروں اور آدمیوں کی ماؤں کو اپنے بچوں سے ہے کل مجموعی محبت سے بڑھ کر حق تعالیٰ کو اپنے بندہ سے ہے اور گو امکان کے درجہ میں وہاں کی عقوبت کا بھی احتمال اس مرنے والے کے لئے ہے مگر اپنے مسلمان عزیز کے ساتھ یہ بدگمانی کیوں کی جائے کہ خدانخواستہ وہ مجرموں کی طرف تکلیف میں ہوگا بلکہ نیک گمان رکھو (بمقتضائے "سبقت رحمتی علی غضبی") اور اس احتمال کے تدارک کے لئے دعا اور ایصال ثواب کرتے رہیں اور یہ ان کے لئے ہمارے غم کرنے سے زیادہ نافع ہے۔ (شمارہ نمبر ۱۹)

شہدائے آخرت

جن حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں دعب شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا معاملہ ثواب اور اعزاز و اکرام کا ان کے ساتھ کیا جائے گا لیکن

دنیا میں ان پر شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے یعنی غسل اور کفن عام مسلمانوں کی طرح کیا جاتا ہے ایسے شہیدوں کی ۳۰ سے اوپر اقسام ہیں احادیث میں مختلف جگہ سے محققین نے جمع کر کے شمار کیا علامہ شامی نے حاشیہ رد المحتار میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱- امام ترمذی نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم تین بار پڑھا پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے لئے شام تک استغفار کرتے رہتے ہیں اور جس نے یہ کلمات اور آیات شام کو پڑھیں تو صبح تک اس کا بھی یہی درجہ ہے۔

۲- جس نے کسی کافر یا باغی یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وہ خطا ہو کر خود کو لگ گیا جس سے موت ہو گئی۔

۳- مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا جو اپنی طبعی موت مر جائے۔

۴- جس نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دعا کی ہو پھر طبعی موت مر جائے۔

۵- جو ظالموں سے اپنے گھر والوں کی جان بچانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۶- جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کیلئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۷- حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مر جائے۔

۸- جو (ظلم سے بچنے کیلئے) روپوش ہو اور اسی حالت میں مر جائے۔

۹- طاعون میں مرنے والا ایسے ہی ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ طاعون والی بستی میں ٹھہرا رہے اور مر جائے۔

۱۰- پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال وغیرہ) میں وفات پانے والا۔

۱۱- نمونیہ میں وفات پانے والا۔ ۱۲- سل دق یعنی تپ دق یا ٹی بی۔

۱۳- مرگی۔ ۱۴- بخار میں مرنے والا۔

۱۵- سمندر کے سفر میں کشتی ڈوبنے وغیرہ میں جس کی موت واقع ہو۔

۱۶- مرض الموت میں چالیس مرتبہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین پڑھنے والا۔

۱۷- جس کی اچھو لگنے سے موت واقع ہو (مثلاً بجائے خوراک کے سانس کی نالی

میں کوئی چیز چلی جائے)۔

۱۸- زہریلے جانور کے ڈسنے سے۔ ۱۹- جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔

۲۰- آگ میں جل کر مرنے والا۔ ۲۱- پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔

۲۲- جس پر کوئی دیوار یا عمارت گر پڑے۔ ۲۳- جس کی موت حالت حمل میں واقع ہو۔

۲۴- وضع حمل سے مدت نفاس تک مرنے والی۔

۲۵- جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔

۲۶- جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے اور اسی حالت میں مر جائے۔

۲۷- وہ پاک باز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غم عشق میں مر جائے۔

۲۸- جسے غریب الوطنی میں موت آ جائے۔

۲۹- دین کا طالب علم، علامہ شامی نے نقل فرمایا ہے کہ اس میں وہ عالم دین بھی داخل ہے جو تدریس کا مشغلہ رکھتا ہو اگر چہ دن بھر میں ایک ہی درس ہوتا ہو یا تالیف کا مشغلہ رکھتا ہو، دن بھر علم دین میں منہمک رہنا شرط نہیں۔

۳۰- وہ مؤذن جو محض ثواب کے لئے اذان دیتا ہو (تنخواہ یا اجرت مقصود نہ ہو)۔

۳۱- اپنے بیوی بچوں کی خبر گیری کرنے والا جو ان کے متعلق اللہ کے احکام بجا لائے اور ان کو حلال کھلائے۔ ۳۲- سچا دیانت دار امانت دار تاجر۔

۳۳- جس نے دنیاوی زندگی مدارات (اچھے سلوک) میں گزاری ہو یعنی برے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر برا سلوک نہ کرتا ہو۔

۳۴- امت کے بگاڑ کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔

۳۵- جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال کر جائے۔

۳۶- جمعہ کے دن وفات پانے والا۔

۳۷- جو شخص روزانہ پچیس ۲۵ بار یہ دعا کرے۔

"اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت"۔

۳۸- جو چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھے اور وتر نہ سفر میں چھوڑے نہ اقامت میں۔ ۳۹- ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔

۴۰- جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے (بظاہر روزانہ پڑھنا مراد ہے)

۴۱- کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔

۴۲- وہ بے گناہ مقتول جو شہید دنیا اور آخرت کی (ساتوں) شرائط پوری نہ کر سکے۔

شہید دنیا وآخرت جس میں فقہ کی رو سے سات شرائط پائی جائیں اس کو غسل وغیرہ نہ دیا جائے۔

شرائط: (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل بالغ ہونا (۳) حدث اکبر سے پاک ہونا

(۴) بے گناہ مقتول ہو (۵) اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو، بشرطیکہ وہ عمداً وارادہ سے مارا گیا ہو (۶) قتل ایسا ہو کہ اس کی سزا میں کچھ واجب نہیں نہ قصاص نہ دیت۔

(۷) زخم لگنے کے بعد کوئی کام زندگی کے نفع کا مثل کھانے، پینے، سونے، خرید و فروخت کرنے کے اس سے وقوع میں نہ آئے ہوں۔ (شامی، جلد 21)

اہل اللہ اور اہل دنیا کے عیش کا فرق

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر دو ہزار کا لباس ہے اور دو لاکھ کی کار میں ان کا جسم بیٹھا ہوا ہے لیکن ان کا دل ویران ہے حق تعالیٰ کے تعلق اور محبت سے خالی ہے، اللہ کے نزدیک ان کے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے، بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور کھانے میں چٹنی روٹی ہے لیکن ان کے سینوں میں جو دل ہے وہ حق تعالیٰ کے قرب و معیت سے اس قدر قیمتی ہو گیا کہ وہ ایک دل اللہ کے نزدیک لاکھوں تاجِ اجسام شاہیہ سے محبوب فائق تر اور قیمتی ہے اور حق تعالیٰ کے تعلق کے فیض سے چٹنی روٹی اور افلاس میں ان کے دلوں کو وہ چین نصیب ہے کہ بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا اس کے برعکس جو خدا سے غافل ہیں ان کا جسم اگرچہ کار میں بیٹھا ہوا ہے دو ہزار کا سوٹ زیب تن کیا ہوا ہے اور زبان پر مرغی اور بریانی کا لقمہ ہے لیکن دل بے چین اور بے سکون ہے معلوم ہوا کہ باہر کی چیزیں دل کو سکون نہیں دے سکتیں اندر اگر سکون ہے تو باہر کی چیزیں، کار، بنگلہ، بیوی بچے اور عمدہ غذائیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اور اگر دل میں سکون نہیں ہے تو

باہر کی چیزیں کاٹ معلوم ہوتی ہیں پھر بیوی بچے بھی اچھے نہیں لگتے کار اور بنگلہ بھی اچھا نہیں لگتا مرغ اور کباب کا لقمہ بھی زہر معلوم ہوتا ہے۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار ۔۔۔ دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

اہل دنیا کیلئے دنیا عذاب اس لئے ہو گئی کیونکہ دنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہو گئی ورنہ اگر اہل اللہ کے پاس دنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قرب خاص، تعلق خاص و معیت خاصہ سے مشرف ہوتا ہے ایسے دل کو اگر پوری دنیا کی سلطنت و بادشاہت بھی مل جائے اور وہ پوری کائنات پر سلطنت و حکمرانی کرے جس کا کائنات اس کے سامنے بے قدر، محکوم اور مغلوب نظر آتی ہے، کیونکہ سورج کا ہم نشین ستاروں سے کب مرعوب ہو سکتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور اس کی محبت کی لذت و حلاوت نصیب ہو گئی ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ اور بے قیمت ہو جاتی ہیں۔

چناں سلطانیٔ عزت علم بر کشد ۔۔۔ جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سلطان حقیقی جس دل پر اپنی معیت خاصہ کا انکشاف فرما دیتا ہے ساری کائنات مع اپنی لذتوں کے جیب عدم میں اپنا سر ڈال دیتی ہے اس لئے وہ دل پوری کائنات اور معاشرہ کی رفتار اور گمراہی پر غالب رہتا ہے کیونکہ اس پر حق تعالیٰ کی محبت چھا گئی اس لئے یہ پوری کائنات اور زمانے پر چھا گیا۔

میرا کمال عشق بس اتنا ہے جگر ۔۔۔ وہ مجھ پہ چھا گئے اور میں زمانے پہ چھا گیا

اس لئے دنیا میں امارت و بادشاہت کی حالت میں اللہ کا ولی ہو سکتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ والے دنیا چھڑاتے ہیں حالانکہ اللہ والے دنیا نہیں چھڑاتے وہ تو آپ کو دونوں جہاں کی بادشاہت دینا چاہتے ہیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ذات دونوں جہان کی مالک ہے اس کو راضی کر لو تاکہ دنیا کی زندگی میں بھی سلطنت مل جائے جس پر بادشاہ رشک کریں اور جنت کی دائمی سلطنت بھی مل جائے جو شخص دونوں جہان کے مالک کو راضی کر لیتا ہے تو مالک دو جہاں بھی اس کی زندگی کو عیش اور سکون والی زندگی بنا دیتا ہے اور کیونکہ اللہ پاک کی ذات

کا کوئی ہمسر نہیں ہے قرآن کہتا ہے ولم یکن له کفواً احد کوئی ان کی ہمسری اور برابری کرنے والا نہیں ہے اس لئے اس کے نام پاک کی لذت کا بھی کوئی کفو اور کوئی بدل نہیں ہے جنت کی نعمتیں بھی اللہ کے نام کی لذت کی برابری وہمسری نہیں کرسکتیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے دنیا کے عوض نہیں بکتے کیونکہ ان کے دل اس کی محبت سے مشرف ہیں جس کا دونوں جہاں میں کوئی بدل اور ہمسر نہیں ہے۔ (فضائل توبہ) (شمارہ نمبر 39)

موت کی تیاری..........اور اس کا طریقہ

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اے اللہ آپ لوگوں کو پیدا کرکے مارتے کیوں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا زمین میں کھیتی کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین میں گندم کاشت کی، کچھ عرصہ بعد فصل تیار ہوگئی۔ جب فصل کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کردیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ علیہ السلام تم نے گندم کو کاٹ کر دانے اور بھوسا الگ الگ کیوں کردیا عرض کیا اے پروردگار فصل پک چکی تھی اس لئے کاٹ دی، اللہ نے فرمایا اے موسیٰ میں بھی تو یہی کرتا ہوں کہ جب لوگوں کی فصل پک کر تیار ہوجاتی ہے تو میں اس کو کاٹ دیتا ہوں اور دانوں کی مانند لوگوں کو جنت میں اور بھوسے کی مانند لوگوں کو جہنم میں داخل کردیتا ہوں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ زندگی کی طرح موت بھی ایک نعمت ہے لیکن صرف انہی لوگوں کیلئے جنہوں نے اس زندگی کو اچھے کاموں سے مزین رکھا اور اپنی زندگی ہی میں موت کی تیاری میں مصروف رہے، اسی کو اللہ پاک نے قرآن مجید میں حیاۃ طیبہ فرمایا ہے اس لئے موت کی تیاری بصورت اعمال صالحہ کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اسکی برکات سے مسلمان دنیا میں بھی محروم نہیں رہتا جیسا کہ صاحب ترمذیؒ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے تین کرامتیں عطا کی جاتی ہیں پہلی یہ کہ ایسے شخص کو توبہ کی جلد توفیق نصیب ہوجاتی ہے دوسری یہ کہ اسے تھوڑی دنیا پر قناعت نصیب ہوجاتی ہے، اور تیسری یہ کہ اسے عبادت میں نشاط حاصل ہوجاتا ہے اگر ہم موت کو بھول بھی جائیں تو دنیا کی ہر چیز ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے روزانہ سورج غروب ہوتے وقت پیغام دے جاتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری

زندگی کا سورج بھی ڈوب جائیگا، اسی طرح عمر، عمر یعنی جس چیز کو بھی زندگی مل جاتی ہے اسے بتا دیا جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم ہونے کیلئے ملی ہے کسی نے افلاطون سے پوچھا آدمی کی موت کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے کہا اس کی زندگی۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت سے جنت مل سکتی ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ گناہوں کے کاموں کیلئے کس قدر مشقت اٹھانی پڑتی ہے مثلاً چوری کرنا ہو گناہ ہے لوگ اس کیلئے کتنی تکالیف برداشت کرتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں دن کا سکون لٹا دیتے ہیں تب جا کر چوری جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

آج ہم اگر اردگرد نظر دوڑائیں لوگوں سے حالات دریافت کریں تو ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں پریشان نظر آئیگا، کوئی کاروبار کی وجہ سے، کوئی اپنی صحت کی وجہ سے، کوئی اولاد کی وجہ سے، کوئی نوکری کی وجہ سے، کوئی خانگی امور کی وجہ سے، آخر ایسا کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آج ہماری زندگی میں آخرت کی فکر نہیں ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں مسلسل ہمارا بارش کی طرح آ رہی ہیں۔

اس دنیا میں کوئی بھی بے غم نہیں ہے اگر کوئی ہے تو پھر وہ بنی آدم نہیں ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کما تعیشون تموتون یعنی تم جس حال میں زندگی گزاروگے تمہیں اسی حال میں موت آئیگی، عبادات و اعمال صالحہ کی زندگی گزاری تو موت کے وقت فرشتے بھی مرحبا کہتے ہوئے آئیں گے اور اگر فسق و فجور کی زندگی گزاری تو موت بھی اسی حالت پر آئیگی۔ العیاذ باللہ۔

چنانچہ ثابت ہے کہ جنتی اور دوزخی اسی دنیا میں بنتے ہیں، اور اگلے جہاں میں دونوں کو جدا کر دیا جائیگا۔

کما قال تعالیٰ: وامتازوا الیوم ایھا المجرمون. اے مجرمو! آج کے دن میرے نیک بندوں سے تم جدا ہو جاؤ، اگر دنیا کے اندر غفلت کی زندگی گزاری اپنی من مانی کرتا رہا جی چاہا تو نماز پڑھ لی روزہ سا بہانہ ملا تو قضا کر دی، امانت چھوٹ گئے اگر اس قسم کی غفلت کی زندگی بسر کی ہوگی تو پھر انسان قبر و حشر میں بھی پریشان ہوگا اور آگے آنیوالی ہر

منزل پر پریشان ہوگا، لہٰذا آج کی زندگی کا وقت بہت اہم ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو پہچان لے اور موت کے بعد والی حیات ابدی کیلئے اعمال صالحہ کرے۔

ان ارشادات و حوالوں کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ تمام فکروں پر آخرت کی فکر کو حاوی کرے ہر وقت خود کو موت کی تیاری میں مصروف رکھے، کیونکہ موت کی یاد خود ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو اعمال صالحہ کیلئے تیار کرانے اور گناہوں کے چھڑوانے کا قوی ترین سبب ہے۔

موت کی تیاری کے سلسلہ میں جیسا کہ ذکر کیا گیا دوسرے امور (ایمان، اعمال صالحہ وغیرہ) بھی ہیں، لیکن ان کے علاوہ ایک مسلمان اپنی وصیت تیار کرکے رکھتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کے پاس اس کی لکھی ہوئی وصیت نہ ہو۔ (متفق علیہ) نیز فرمایا جو شخص وصیت کرکے مرے وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا اور تقویٰ و شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔ (ابن ماجہ) ان ارشادات کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنا وصیت نامہ تیار کرکے رکھے، آج کل لوگ اس میں سستی کرتے ہیں اور بعد میں ورثاء میں اپنے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

وصیت کی تیاری کیلئے ایک رسالہ "وصیت نامہ" کے نام سے مل جاتا ہے جس کو ہمارے دادا محترم الحاج عبدالغنی صاحب جرمانی نے علماء کی مشاورت سے تیار کیا ہے جس کے اہم عنوانات یہ ہیں، وصیت کیا ہے، ہدایات، عبادات مع فدیہ، قرضہ واجب الادا، قرضہ واجب الوصول، تفصیل جائیداد، تقسیم ترکہ، سامان وغیرہ، نیز موت کی یاد دہانی کیلئے اور کتابچہ "مراقبۂ موت" اور آخرت کی تیاری کا مطالعہ بھی مجرب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نصیحت فرمائی کہ صبح ہو تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ اور بیماری سے پہلے تندرستی میں موت کا سامان اور تندرستی میں موت کی فکر کرو کیونکہ اے عبداللہ کیا خبر ہے کل تمہارا کیا نام ہوگا زندہ یا مردہ۔

موت سے وحشت......!

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ابو حازمؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمیں موت سے

وحشت ہوتی ہے؟ ابو حازمؒ نے جواب دیا کیونکہ تم لوگوں نے آبادی ایک دنیا کی ہے آخرت کو تو اجاڑا ہے بھلا آبادی سے ویرانے میں جاتے ہوئے کس کو وحشت نہیں ہوتی۔ (معارف الاخیار)

وقت سر پہ جو آپہنچے اجل | پھر کہاں تو اور کہاں دارالعمل
جائے گا یہ بے بہا موقعہ نکل | پھر نہ ہاتھ آئے گی عمر بے بدل

(۲۳ صفر)

موت کی تیاری

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تم سے مل کر رہے گی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حشر کے دن شہداء کے ساتھ اور کوئی بھی اٹھے گا؟" آپ نے فرمایا کہ "ہاں وہ شخص جو رات اور دن میں بیس مرتبہ موت کو یاد کر لیا ہو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "موت کے برابر کوئی واعظ نہیں ہے" یعنی نصیحت کرنے کو تو موت ہی کافی ہے اور "اگر جانوروں کو موت کا اتنا علم ہوتا کہ بنی آدم کو ہے تو کوئی جانور فربہ کھانے کو نہ ملے" مزید فرمان ہے کہ "میں تم میں دو واعظ چھوڑے جاتا ہوں ایک واعظ ساکت یعنی موت اور دوسرا واعظ ناطق یعنی قرآن مجید"۔

حضرت فضل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ارشاد فرمایا کہ "لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو میں نے لوگوں کو جمع کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا: "پھر اے لوگو تمہارے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آگیا ہے اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت میں ہے نہ میرے لئے موزوں ہے، خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ

جل شانہ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں۔ میں نے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا، پھر بھی اس کا اعلان کروں گا؛ چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا، نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔

"موت" بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کے بعد کے واقعات اس سے زیادہ خوفناک ہیں اور ان کا ذکر کرنا اور یاد رکھنا دنیا کو منغص بنا تا ہے اور اس دار ناپائیدار کی محبت کو دل سے نکال لیتا ہے اور دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ بنیاد ہے، پس جب دنیا سے قلب کو نفرت ہو گئی تو سب کچھ مل گیا اور دنیا سے نفرت ہوئی جبکہ موت کا فکر اور خیال ہو گا کہ عنقریب ہم پر کیا آفت آنے والی ہے۔

موت کی فکر پیدا کرنے کا طریقہ: امام غزالی فرماتے ہیں کہ فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات دل سے نکال دو اور قلب کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو، اول اپنے ان دوستوں اور اعزہ واقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گزر گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں؟ یہ کیسی امیدیں اپنے ساتھ لے گئے؟ عرص دراز سے ان میں اپنا گھر بنا رکھا تھا؟ جاہ و مال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں، مگر وہ آج خاک میں مل گئے اور خون مٹی کے نیچے بے پڑے ہیں کہ کوئی شخص ان کا نام بھی نہیں لیتا۔ اس کے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب پارہ پارہ ہو گئے۔ گل گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے۔

اس کے بعد ان کے اعضاء اور جوارح میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوئی جو کسی وقت چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی؟ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے؟ دیکھنے والی آنکھیں اور ان کے خوبصورت حلقے کس کیڑے کی خوراک بن گئے؟ غرض اس طرح دھیان کرو گے تو سعید بن جاؤ گے، کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

گیا کہ "سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے"۔ (شمارہ نمبر 18)

قبر کی حقیقت

فرمایا کہ شریعت کی اصطلاح میں قبر گڑھے کو نہیں کہتے، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ مشابہ ہے آخرت کے اعتبار سے تو گویا دنیا ہے اور دنیا کے اعتبار سے گویا وہ آخرت ہے، تو جس طرح باغ کا پھاٹک ہوتا ہے کہ باغ کے اندرونی حصے کے اعتبار سے تو گویا وہ باغ نہیں ہے لیکن باغ کے خارجی حصے کی نسبت گویا وہ باغ ہے، یا جیسے دالانات کہ وہ عام دنیا کی بہ نسبت تو صحن خانہ ہے مگر صحن خانہ کی بہ نسبت گویا وہ گھر ہے، تو اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو دنیا کا بھی نمونہ بنایا ہے تو آخرت کا بھی۔ (شمارہ نمبر 44)

قبر کی تنہائی

میت کو جب قبر میں اتارتے وقت قبر پر مٹی بھر بھر کر ڈالتے ہوئے اور گھروں کو واپس آتے ہوئے اگر ہم یہ سوچ لیں کہ انسانی رشتے کتنے کھوکھلے ہیں کہ جن کی جدائی ایک لمحہ کیلئے گوارا نہ تھی اسے اپنے ہاتھوں سے ویرانی میں تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے جو کہ رگ جان کے قریب تھے انہیں ویرانوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے وہ دن دور نہیں جب انہیں بھی اسی طرح موت کا سفر اکیلے طے کرنا پڑے گا اور اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ان پر دو پھول چڑھانے کیلئے نہیں آئے گا، یہ سب کچھ اگر ہم سوچ لیں تو یقیناً لوٹ کھسوٹ، مکر و فریب، ظلم و ستم اور حرص و ہوس سے ہاتھ کھینچ لیں، لیکن اگر ہم سے کوئی آخرت کے بارے میں بات کرے تو ہم اسے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ جب موت آئے گی تو دیکھا جائے گا، مگر پیارے بھائیو! آخرت تو قبر سے ہی شروع ہو جاتی ہے، اس لئے دنیا میں ہی جو چار دن کی زندگی ہے اسے غنیمت جانو اور نیک اعمال کر کے اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچالو اور اپنے آپ کو جنت الفردوس کا مقدر بنالو، ورنہ دوزخ کا عذاب بہت شدید ہے اور تم اپنے آپ کو ہرگز اس سے نجات نہ دے سکو گے اس دن یعنی روز قیامت کوئی عزیز رشتے دار تمہارے کام نہ آئے گا، بلکہ تمہارے کام تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تمہارے اعمال صالحہ ہی آئیں گے جو تم نے دنیا میں کئے ہوں گے۔

اللہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو قبر کی تنہائی اور

عذاب سے بچائے اور اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

آخرت کی فکر کرنی ضرور ہے　　جیسی کرنی ہے ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور　　قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخرت موت ہے　　کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے (ش،نمبر 21)

دنیا......آخرت کے مقابلے میں

فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے پاخانہ، چنانچہ خواب میں اکثر دنیا کی یہی صورت دیکھی جاتی ہے، کانپور میں ایک طالب علم صاحب تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہ عرش پر جلوہ افروز ہیں اور سب آدمیوں کا امتحان لے رہے ہیں، ایک شخص پر سخت عتاب ہوا، یہ خواب دیکھنے والے کانپ اٹھے، وہاں عرش کے ایک گوشہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز ہیں، یہ عتاب کی حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کچھ مدد فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امتحان کے وقت یوں کہہ دینا کہ میں تو کچھ علم نہیں رکھتا، اسی اثناء میں ان کو بھی امتحان کے لئے پکارا گیا اور فرمایا کہ لاؤ جاہلین، اس نے عرض کیا یا اللہ میں تو جاہل ہوں، میں تو جاہلین پڑھا ہوا بھی نہیں، اس پر تبسم فرمایا اور حکم ہوا تمہارے لئے ایک دن کی قید ہے، اس حکم کے بعد اس کو ایک کوٹھڑی میں لے گئے، جو پاخانہ سے بھری ہوئی تھی اور وہاں قید کردیا، اس خواب کی تعبیر بھی سمجھی گئی کہ وہ کوٹھڑی دنیا کی صورت مثالی ہے ان کو دکھلا دیا گیا کہ جس دنیا میں تم منہمک ہو وہ یہ ہے پھر دیکھا کہ اس کوٹھڑی سے نجات ہوئی اور اس کو ایک نہر میں غسل دیا گیا اور پاک صاف کردیا گیا، اس کی تعبیر نہر علوم سمجھی گئی۔

اسی طرح ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ روز بستر پر پیشاب کردیا کرتا تھا، اس کی بیوی نے کہا کہ کمبخت تو جوان ہوکر بستر پر پیشاب کرتا ہے، تجھے شرم نہیں آتی، کہا کیا کروں خواب میں ہر روز شیطان آتا ہے کہ آؤ تم کو سیر کرالاؤں، میں اس کے ساتھ چل کھڑا ہوتا ہوں، چلتے چلتے پیشاب لگ جاتا ہے، اس وقت میرے سامنے ایک پاخانہ نظر آتا ہے، میں اپنے نزدیک تو اس کے قدمچے پر بیٹھ کر پیشاب کرتا ہوں مگر وہ صبح کو بستر پر ملتا

ہے، پیشاب کرتا نہیں ہوں اور (...) کہیں ہے، دوسری مثال تو اس شخص کی بیوی نے کہا کہ اب شیطان خواب میں آئے تو اس سے کہنا کہ یار تم ہمارے دوست ہو گئے ہو تو ہمارے ساتھ ہمدردی کرو کہ ہم تنگدست غریب آدمی ہیں، کہیں سے بہت سا مال ہم کو دلوا دو۔

مرد نے کہا ضرور آج رات کو جوں ہی رات ہوئی اور خواب میں حسب معمول شیطان آیا تو اس نے بیوی کا پیغام اس سے بیان کیا شیطان نے کہا کہ مال تمہارے واسطے بہت اور بڑا چاہیے لے لو شیطان ایک خزانہ پر لے گیا اور بہت سا مال اس کی کمر پر لاد دیا اتنا لادا کہ مال کے زور سے پاخانہ نکل گیا اب جو صبح کو اٹھے تو مال نہ تھا مگر بستر پر پیشاب کے ساتھ پاخانہ بھی موجود۔

بیوی نے کہا یہ کیا، اس نے سارا قصہ بیان کیا، بیوی نے کہا، بس جی! ایسے مال سے باز آئی تم پیشاب ہی کر لیا کرو، یہ پاخانہ کی مصیبت کون جھیلے تو یہ حقیقت ہے دنیا کی کہ پاخانہ یعنی وہاں تو رہ جائے گا اور حظوظ (مزے) غائب، جب دنیا کی یہ حقیقت ہے تو پھر جنت میں پہنچ کر اس کے چھوٹنے کا کیا رنج، وہاں تو کسی قسم کی کلفت نہ ہوگی، راحت ہی راحت ہے۔ (ملفوظ نمبر 12)

اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

قرآن پاک اپنے ماننے والوں کو بار بار نصیحت کر رہا ہے کہ یہ دنیوی زندگی دھوکے و سراب کی مانند ہے مختصر و عارضی ہے یہ ایک امتحان گاہ ہے جہاں آزمائش کی بھٹی سے گذر کر منزل مقصود آخرت تک پہنچنا ہے یہاں کے کاروبار عارضی، رشتے عارضی اور زندگی محدود وقت کی ہے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کب وہ ختم ہو جائے کہ ہم سے جدا ہو جائے۔ ایک حدیث مبارکہ میں نصیحت فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی مسافر رہتا ہے، یعنی جیسے کوئی اجنبی مسافر اپنی منزل مقصود کی طرف جا رہے ہوں اور کہیں پر کچھ دیر کے لئے آرام یا کسی ضرورت کی بناء پر ٹھہر جائیں تو یہ لوگ اس جگہ پکی تعمیرات وغیرہ بنا کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ انتہائی مختصر وقفہ کے بعد پھر سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں اور اس جگہ کو چھوڑ جاتے ہیں، یہی حال انسان کا ہے منزل مقصود آخرت ہے

کچھ وقت یہاں گذارنے کے بعد اس نے یہاں سے دو پہر والی روانہ ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر بیٹھے تھے اس اثناء میں حضرت عمر فاروقؓ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا قیصر و کسریٰ تو اس قدر مزے لوٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں کے تاجدار ہو کر چٹائی پر سوئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا غرض جو اس قدر اس کا اہتمام کروں میری مثال تو اس مسافر کی سی ہے جو کسی پیڑ کے نیچے دوپہر بسر کرنے کے لئے ٹھہرا اور چلا گیا۔

افسوس کہ جہاں قیام عارضی اور موت یقینی ہے اس کے لئے تو ہم دن رات ایک کردیتے ہیں لیکن جہاں قیام ہمیشہ کے لئے ہے اور موت بھی نہ آئے گی اس کی تیاری سے ہم غافل ہیں، صاحبو! یہ دنیوی زندگی تو آزمائش کی جگہ ہے یہاں مصیبتیں ہونگی اور پریشانیاں بھی۔ اصل آرام تو آخرت میں ملے گا، یہاں تو ہر مصیبت کیلئے خود کو تیار رکھنا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی مانگنی چاہیے اسی کی ہمیں شریعت میں تعلیم دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے، مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو پابندیوں اور ضابطوں پر عمل کرنے کی وجہ سے مشکل ہوگی اور کافر پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی گزارتے ہیں پھر انجام کار آخرت میں مسلمانوں کو جنت ملے گی اور کافر دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں گے۔

صاحب ایمان مر کر ختم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں مزے ہی مزے ہیں ترمذی شریف میں ہے کہ ایک یہودی عورت مسلمان ہوئی، اس کی ایک نوجوان بیٹی تھی، وہ مرگئی، یہودیوں نے طعنہ دیا کہ تو مسلمان ہوئی ہے اس لئے تیری بیٹی مر گئی ہے، وہ دونوں میاں بیوی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم مسلمان ہوئے تھے، ہماری نوجوان بیٹی مرگئی ہے اور ہم نے اسے دفنا دیا ہے، اب ہمیں برادری والے طعنہ دیتے ہیں، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلو اس کی قبر دکھاؤ کہ کہاں ہے، وہ کہنے لگی، اس اونچی پہاڑی پر اس کی قبر ہے، نیچے کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب نے فرمایا: یا امۃ اللہ یدعوک محمد ا

رسول الله (اے اللہ کی بندی! میرے پاس دوڑ کر آ جا، تجھے اللہ کا پیغمبر بلا رہا ہے) اس نوجوان لڑکی کی قبر پھٹ گئی وہ ماں باپ سے جا ملی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ اب تو بتا کہ تو جہاں سے آئی ہے وہاں جانا چاہتی ہے یا پھر ماں باپ کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ وہ نوجوان لڑکی کہنے لگی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دعا فرما دیجئے کہ میرے ماں باپ کے دل سے میری محبت نکل جائے، میں جہاں سے آئی ہوں وہاں جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے خدا کو ان سے بہتر پایا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ دنیا کے سب کاروبار کرو مگر دنیا پر مطمئن نہ ہو جاؤ، آخرت کو پیش نظر رکھو اور جو وقت کام کاج سے بچے اس کو فضول باتوں میں ضائع نہ کرو، یہ وقت بڑی قیمتی چیز ہے اس کی قدر کرو، یہ اتنی قیمتی چیز ہے کہ جس وقت عزرائیل روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے تو تم تھوڑے سے وقت کے لئے تمام سلطنت بھی دینے کے لئے تیار ہو جاؤ گے مگر ایک سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ (وعظ: الاطمینان بالدنیا)

شوق لقاء میں موت کی تمنا جائز ہے اس لئے اہل اللہ موت کی تمنا کرتے ہیں مگر ہم کو اس کے نام سے بخار چڑھ جاتا ہے ہم موت کو تو بھولے ہوئے ہیں کہ دوسرے کو مرتا دیکھ کر بھی اتنا خیال نہیں آتا کہ یہ منزل ہمارے بھی سامنے ہے، بلکہ یوں سمجھتے ہیں کہ بس موت اسی کے واسطے تھی، حد سے بڑھا ہوا غم، گناہ بے لذت ہے، آخرت پر نظر ہونے سے دنیا کا غم نہ ہونا چاہئے اور قبر گڑھے کا نام نہیں، لوگوں کو موت سے وحشت اور بعض اہل اللہ موت کے شائق ہوتے ہیں۔ (خلاصہ وعظ: الفراق)

بچہ جب ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے تو اسی کو دنیا سمجھتا ہے جب باہر آتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ میں تو بڑی تنگ و تاریک جگہ میں مقید تھا اصل دنیا تو یہ ہے یہی حالت اس عالم کی ہے جب انسان اس دنیا سے اس دنیا میں پہنچے گا تو یہی محسوس کرے گا یہاں سے وہاں جانے والا مرتا نہیں فی الواقع وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہوتا ہے اگر آپ اس عالم کو دیکھ لیں تو آپ مرنے پر کبھی شاد نہیں گے بلکہ اپنے یہاں رہنے پر رویں گے۔ (خلاصہ وعظ: الباقی من الفانی)

دنیا کو چھوڑنے کا سب کو یقین ہے مگر پھر بھی ہم نے دنیا کو دل سے لگا رکھا ہے اور

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان ایک تنگ و تاریک گڑھے میں مقید ہو جاتا ہے اور تنہا پڑا رہتا ہے اور اس تنہائی کے تصور سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے حالانکہ یہ تنہائی مومن کو سبب راحت ہوگی اور اس خلوت میں وہ لطف ہے کہ دنیا کی اور چیز میں اس کے برابر لطف نہیں۔

حضرت مجذوبؒ اس حقیقت کے بارے میں یوں گویا ہوئے:

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ ایک دن گذرنی ہے ضرور — قبر میں میت اترنی ہے ضرور
پھر غفلت یہ تیری ہستی نہیں — دیکھ! جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں — جائے عیش و عشرت و مستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(شمارہ نمبر 43)

آخرت میں ساتھی کون ہوگا؟

بیوی بچے سب ساتھ چھوڑ جائیں گے

"دستور العمل جو دل پر سے پردہ اٹھاتا ہے اس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو دین کی کتب میں دیکھنا یا سننا، دوسرا مسائل دریافت کرتے رہنا، تیسرا اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو ان کی بجائے صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرنا یا انہیں کسی سے پڑھوا کر سننا، چوتھا اگر تھوڑی دیر مراقبہ بھی کر لیا جائے تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے اور اس کے لئے رات کے وقت میں سے کچھ وقت کافی ہے (یعنی محاسبہ نفس) سونے سے پہلے تنہا بیٹھ کر اپنے نفس سے اس طرح کی باتیں کرنا چاہئیں:

"اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے، موت بھی آنے والی ہے، اس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گی، بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اگر گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور یہ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے

کچھ سامان کر، یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر، مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کریگا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کرلوں جس سے مغفرت ہو جائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہیں ہوگی ابھی زندگی کو غنیمت سمجھ کر اپنے حق میں اپنی مغفرت کا سامان کرلے۔ (ثمرہ نمبر 8)

ایک لمحہ موت سے بے فکری بڑی غلطی ہے

آیات قرآنیہ اور بے شمار احادیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو بڑی کھلا اور طے شدہ ہے کہ ہر ذی روح اور ہر انسان نے موت کا مزہ چکھنا ہے، ہر انسان اپنی مدت معینہ تک رہنے کے بعد بالآخر مرے گا یہ نظام فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے، ہم روز بروز اپنی مدت کے قریب آتے جا رہے ہیں، آج کا دن جو گزر گیا وہ ہماری زندگی سے کم ہو گیا اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہو جائے گا تو موت آجائے گی اور ہم قبروں میں پہنچ جائیں گے۔

قبر پہلی منزل ہے: قبر حیات انسانی کے بعد موت کی پہلی سخت ترین منزل ہے وہ ہمارا بروح انسانی کا انتظار کر رہی ہے چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے خون چوس لیتی ہے گوشت کھا لیتی ہے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ الگ کر دیتی ہے۔

دنیا کا قیام تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکہ بہت ہی زیادہ ہے اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا (اے انسان) دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم دیکھتے ہو یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے، نا سمجھ وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔

کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے بڑی بڑی نہریں نکالیں باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر چلے گئے اور اپنی صحت اور تندرستی کے دھوکہ میں پڑ گئے صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہو گیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔

بڑا بدنصیب: اس سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہ ہو جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے جو انسان کے درمیان خوشحال ہو مگر جب خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو تو اس کو پوچھے گے؟؟ بھکاریوں کی صف میں کھڑا

کر دیا جائے، خدا کی قسم وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے ہزاروں ناکامیوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھیں مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے عزیز واقارب رشتہ دار اور نوکر ہر وقت دلداری کو رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے؟ آواز دے کر ان سے پوچھیں کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں مالداروں کو ان کے مال نے کیا دیا غریبوں کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا؟ (بلکہ حدیث کے مطابق غریب آدمی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا) آہ...... کہاں گئے ان کے نوکر چاکر جو ہر وقت حاضر رہتے تھے کہاں ہیں ان کے خیمے کمرے بنگلے ان کے نرم بستر خوبصورت تکیے؟ ان کی شان و شوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا ان کی قبر میں بستر کیا تکیہ تک نہ بچھایا۔

آہ...... اب وہ اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں ان کے لئے اب رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں ادھر اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارث مزے اڑا رہے ہیں جائیداد قبضہ میں لے کر مال تقسیم کر رہے ہیں۔

ہاں مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لئے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا وہ اپنی قبروں میں مزے اڑا رہے ہیں۔ رباعی:

آغوش لحد میں جبکہ سونا ہوگا ۔۔۔ جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ کون ہوگا انیس ۔۔۔ ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

حق تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے اور قبر یاد رکھ کر اس کو آرام کا مقام بنانے کی توفیق دے دیں۔ آمین ثم آمین (شمارہ نمبر 36)

سیدنا حضرت عمرؓ اور فکر آخرت

ایک بار کسی شخص کے گھر کی طرف سے گزر ہوا وہ نماز میں سورۂ طور پڑھ رہا تھا، جب

آیت "ان عذاب ربک لواقع" (تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہو کر رہنے والا ہے)
آپ سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اپنے گھر
آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ دیکھنے کو آتے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

فکر نجات: ایک بار آپ نے ایک صحابی سے کہا "کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک اعمال کئے،
اس کے بدلے میں ہم صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب و ثواب برابر ہو جائے؟"۔
انہوں نے کہا: "خدا کی قسم! نہیں، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جہاد کیا،
روزے رکھے، نماز پڑھی، بہت سے دوسرے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ
اسلام لائے، ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس ذات
کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے
بدلے عذاب الٰہی سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر سرابر ہو جائے"۔

فکر آخرت: ایک بار حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپس آنے
کے بعد تنہا گشت کر کے لوگوں کے حالات دریافت کر رہے تھے، اسی سلسلے میں ایک ضعیفہ سے
ملاقات ہوئی، ضعیفہ آپ کو پہچانتی نہ تھی، اس نے آپ سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ آج کل عمر
کیا کر رہے ہیں؟" حضرت عمرؓ نے جواب دیا "ابھی شام سے واپس آئے ہیں؟" ضعیفہ کہنے لگی
"اللہ انہیں میری طرف سے جزائے خیر نہ دے"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیوں؟ انہوں نے کیا
کیا ہے؟" ضعیفہ کہنے لگی "جب سے وہ خلیفہ ہوئے، مجھے بیت المال سے ایک پیسہ تک نہیں ملا"۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا "بڑی بی! عمر کو تمہاری حالت معلوم ہوگی"؟ ضعیفہ بولی "سبحان اللہ!
یہ تم نے کیا کہا؟ جو شخص خلیفہ ہوا ہے، یہ نہ معلوم ہو کہ مشرق و مغرب میں کیا ہو رہا ہے؟ میں اسے
نہیں مان سکتی..." ضعیفہ کے یہ الفاظ سنتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا دل خوف خدا اور خلافت کی ذمہ
داریوں کے احساس سے لرز اٹھا، آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، دل نے کہا "اے عمرؓ! تجھ پر افسوس
ہے، تیری یہ حالت! تجھ سے کس طرح محاسبہ کر سکتی ہے، ہر شخص تجھ سے زیادہ علم دین جانتا ہے"۔
پھر ضعیفہ سے مخاطب ہو کر آپؓ نے فرمایا "بڑی بی! اپنا دعویٰ تم کتنے میں فروخت کر سکتی

ہو، میں عمر کو اس پر راضی کر لوں گا" بھیفہ نے کہا "اللہ تم پر رحم فرمائے، جاؤ تمسخر نہ کرو" حضرت عمرؓ نے کہا "میں تم سے تمسخر نہیں کر رہا ہوں" آخر آپؓ نے سمجھا بجھا کر حطیفہ سے تین درہم میں اس کا دعویٰ خرید لیا۔ وہاں سے آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت علیؓ نے آپؓ کو "امیر المومنین" کہہ کر سلام کیا۔ حطیفہ یہ معلوم کر کے کہ آپؓ ہی امیر المومنین ہیں بہت ڈری۔ آپؓ نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا، بڑی بی! تم کسی بات کا خوف نہ کرو اور پریشان نہ ہو، تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح کہا" اس کے بعد آپ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت لکھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، عمرؓ نے فلاں حطیفہ سے اپنی ابتدائے خلافت سے لے کر اب تک کا ہر طرح کا دعویٰ تین درہم میں خرید لیا۔ اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں کوئی دعویٰ کرے تو عمر اس سے بری ہوں۔ علیؓ اور عبداللہؓ اس پر گواہ ہیں"۔

آخرت کا بدلہ دنیا ہی میں چکا دیا: ایک روز امیر المومنین حضرت عمرؓ کسی خاص سرکاری کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے آپؓ چلئے اور اس سے بدلہ دلا دیجئے"۔ اس شخص کے بے موقع آنے سے آپؓ جھنجھلا اٹھے اور اسے ایک درہ مار کر فرمایا "جب میں اس لئے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں اور میں ان کی فریاد سنوں تو لوگ آتے نہیں، اور جب میں دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تو لوگ آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں"۔

حضرت عمرؓ کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر وہ شخص تو واپس چلا گیا، لیکن کچھ دیر کے بعد آپؓ کا مزاج ٹھنڈا ہوا تو آپؓ کو اپنی سختی پر بہت افسوس ہوا، خدا کے سامنے جواب دہی کرنے کی بجائے آپؓ نے اسے بہتر سمجھا کہ وہ دنیا ہی میں اپنا بدلہ لے لے، چنانچہ آپؓ نے اس شخص کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو آپؓ نے درہ اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا یہ درہ لو اور جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا اسی طرح تم بھی مجھے مارو"۔

اس شخص نے عرض کی "امیر المومنین! بھلا مجھ سے ایسی جرأت اور گستاخی ہو سکتی ہے، میں نے خدا کے لئے اپنا حق معاف کر دیا" اس شخص کے معاف کر دینے پر بھی حضرت عمرؓ کے دل کو اطمینان نہ ہوا۔ اسی طرح خوف خدا اور اندیشۂ آخرت دامن گیر رہا۔ آپؓ عمر

تشریف لے گئے، دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنے آپ کو اس طرح ملامت کرنا شروع کیا:

"اے عمر! تو نیچ تھا، خدا نے تجھے سربلندی عطا کی، تو گمراہ تھا، خدا نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا، تو ذلیل تھا، خدا نے تجھے عزت دی، اور امتیں رسے نوازا، تیرا حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اسے مار کر بھگا دیا، کل خدا کے حضور میں اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو کیا جواب دے گا؟" (ا-دو منتخب)(شمارہ نمبر 26)

فکرِ آخرت و سفرِ آخرت

موت کے وقت رحمتِ خداوندی کی امید

حدیث شریف:۔ (ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (عیادت کیلئے) ایک نوجوان شخص کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات موت میں مبتلا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں (یعنی رحمتِ خداوندی کا امیدوار ہوں) لیکن اس کے باوجود اپنے گناہوں کی وجہ سے خوف زدہ بھی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایسے وقت میں بندہ کے دل میں خوف وامید (دونوں) جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت فرماتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے (یعنی اپنی رحمت) اور اسے اس چیز سے امن عطا فرماتے ہیں جس سے وہ ڈرتا ہے (یعنی عذاب سے)

تشریح: (مثل ھذا الموطن) "ایسے وقت" سے مراد یا تو خاص سکرات موت کا وقت ہے یا پھر ایسے اوقات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو سکرات موت ہی کی طرح ہیں یعنی جن میں انسان گویا موت کے کنارے پر ہوتا ہے، مثلاً لڑائی یا قصاص کا وقت، حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: موت کے قریب آنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید اور ان سے حسنِ ظن مطلوب و مامور ہے۔ مرقات (بشکریہ ہنامہ الخیر)

عبرت و حسرت

جاؤ اور قبرستان والوں سے پوچھو، دولت سے کھیلنے والے اور عیش و تنعم میں زندگی گزارنے والے خاک کا پیوند ہیں ہم کو یہ شہرِ خموشاں بتائے گا۔

افلاطون کی دعوت: اسی بناء پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں ہے یہ مجھے کھلا دے گا کیا لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہوگی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوگی، میرا جی چاہتا ہے، جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کر لی، اچھا آ جاؤں گا اور ایک آدھ امیر بھی میرے ساتھ ہوگا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے، غرض ایک ساتھ دس ہزار کی دعوت کر دی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا خیر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے لئے شہر سے باہر نکلا تو کچھ دور پہنچے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان کا سامان نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور ہر طرف باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیلیں جگہ جگہ ہانڈی رنگ برنگی اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران تھا کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش، جھاڑ فانوس، افلاطون نے خود جا کر مدارات کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا، ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے بظاہر اس کے پاس کچھ پونجی بھی نہیں تھی معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش و طرب کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سامان سے آراستہ ہوا ملا، اندر گئے تو دیکھا کہ تجسم لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش و طرب کے موجود تھے پھر وہ لوگ کوئی متقی پرہیزگار تو تھے نہیں اتفاق سے ایسے ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے جیسے مشہور ہے الغرض خواہ مخواہ امراء آدمی یہ رنگ مہمانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش

کی تیل بھی کرتا ہے دوسرا اضافہ ایک اونٹنی کا ہے جس پر پانی لایا جاتا ہے تیسرا اضافہ ایک سو روپے کی چادر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔ رحلت مبارک کے بعد یہ سامان خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے آیا تو آپ رو پڑے اور کہا: "اے ابوبکرؓ تم اپنے جانشینوں کے واسطے کام بہت دشوار کر گئے ہو"۔

سفر آخرت

پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا: "رب توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین" اے اللہ! مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔ جب روح اقدس نے پرواز کی تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تاریخ تھی دوشنبہ کا دن عشاء اور مغرب کا درمیانی وقت عمر شریف ۶۳ سال کی تھی ایام خلافت ۲ برس ۳ مہینے اور ۱۰ دن آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ جسم اطہر پر پانی بہاتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کے ساتھ قبر شریف اس طرح کھودی گئی تھی کہ آپ کا سر مبارک حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش پاک کے ساتھ رہے۔ نو قبر کے تعویذ برابر آ جائیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جسد پاک کو آغوش لحد میں اتارا اور ایک ایسی برگزیدہ شخصیت کو جو رسول دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت مسلمہ کی سب سے زیادہ مقبول بزرگ اور برگزیدہ شخصیت تھی ہمیشہ کیلئے چشم جہاں سے اوجھل کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (شمارہ نمبر 5)

امام ابو زرعہؒ کے آخری لمحات

ان کے انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ابو جعفر تستری کہتے ہیں کہ "ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ" (اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابو زرعہؒ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہوتی تھی، آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر

رک گئے وہاں حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی، اس پر ابوزرعہ نے اسی جانکنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا، اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے۔

"من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ" اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ روح جسد عنصری سے عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ پوری حدیث یوں ہے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہو گا)۔ (جواہر پارے)

خوف خدا

حضرت ربعی ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے ساری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مجھے آخرت میں اپنا مقام معلوم نہ ہو جائے ہرگز نہیں ہنسوں گا، چنانچہ ساری زندگی نہیں ہنسے، وفات کے وقت ان کو ہنستے ہوئے دیکھا گیا، اسی طرح ان کے بھائی ربیع ابن خراش نے قسم کھائی کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں جنتی ہوں یا دوزخی اس وقت تک نہیں ہنسوں گا، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کو غسل دینے والے کا بیان ہے کہ جب تک ہم انہیں غسل دیتے رہے وہ برابر ہنستے رہے، ان دونوں حضرات کے بھائی مسعود ہیں انہوں نے اپنی وفات کے بعد کلام کیا تو گویا سارا کنبہ زندہ دل تو تھا۔ (تراشے)

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے قرب موت فرمایا: ڈاکٹر حامدی صاحب سے میں نے کہا ہے کہ دوا کے بجائے اب دعا کرو، دعا کی ضرورت ہے، تم بھی دعا کرو، گھر والوں کو بھی کہو دعا کریں کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور ایمان نصیب ہو، یہ بڑی دولت ہے، بڑی دولت ہے، اگر ایمان پر خاتمہ ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو گیا، بس وہاں سے خوشی شروع ہوتی ہے اور اس وقت تیمارداری کرنے والوں کیلئے خوشی ہی خوشی ہو گی اور اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہوا تو اصل موت وہ ہو گی پھر تم اور رونے کا مقام ہو گا مگر پھر کیا ہو سکے گا! اب سب کچھ وقت ہے۔ (شمارہ نمبر ۷)

حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی زوجہ رونے لگیں، انہوں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ تو وہ بولیں! میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اس صحرا میں میرے پاس آپ کے کفن دفن کیلئے کچھ بھی نہیں۔

انہوں نے جواب دیا: رو اس لئے رہی ہوں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ایک شخص کی موت بیابان میں ہوگی جس کے آخری وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں پر موجود ہوگی" اس وقت جتنے لوگ موجود تھے وہ سبھی شہروں میں فوت ہوئے اب صرف میں بچا ہوں لہذا اب بالیقین وہ قریب وہی شخص میں ہوں جو میں کہتا ہوں، واللہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔

ان کی زوجہ بولیں: یہ کیونکر ممکن ہے؟ آپ نے کہا: تم راستہ کا انتظار تو کرو۔

چنانچہ آپ کی علالت کے دوران ایک دن وہ بیوی کچھ پریشان ہو کر گئیں تو مسلمانوں کی جماعت آرہی ہے انہوں نے روک کر کہا: ایک مسلمان کا وقت قریب ہے تم اگر رک جاؤ اور ان کی آخری رسومات ادا کر دو تو تمہیں اجر ملے گا۔

انہوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ وہ بولیں: ابوذر غفاریؓ۔

کون ایسا مسلمان تھا جو ان کے اسم گرامی سے واقف نہ تھا، انہوں نے یہ سنا تو بے اختیار کہہ اٹھے "ہمارے ماں باپ آپؓ پر فدا ہوں ہم حاضر ہیں"۔ چنانچہ انہوں نے اپنا رخت سفر کھول دیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؓ نے ان کو وصیت فرمائی: میرے پاس کفن کے لئے کچھ نہیں سوائے اس چادر کے جو میں نے اوڑھی ہے اگر یہ کفن کے لئے پوری ہو جائے تو اسی میں دفنا دینا لیکن اگر یہ کم پڑے تو تمہیں قسم ہے خدا کی جو اس کے بعد تم میں سے جو سرکاری عہدیدار ہو وہ میرے کفن کے لئے کپڑا نہ دے۔

اس قافلہ میں سبھی افراد کسی نہ کسی طرح حکومتی معاملات سے متعلق تھے، صرف ایک انصاری نوجوان اس وصیت پر پورا اترا اس نے کہا: میں نے ان عہدوں میں سے کچھ حاصل نہیں کیا ہوا اور میرے پاس صرف دو چادریں ہیں جو میری والدہ نے مجھے بن کے دی ہیں ان میں سے ایک چادر آپؓ کو دوں گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا: بے شک تم مجھے کفن دینے کا حق رکھتے ہو تم میرے ساتھی ہو۔

چنانچہ کفن دفن کے تمام معاملات انہوں نے انجام دیئے۔ (طبقات ابن سعد/اسد الغابہ/وفات سن ۳۲ [illegible])

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آخری فکر: جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم تھے، اسی طرح حضرت تھانویؒ کو بھی آخری فکر نماز اور حقوق کی تھی۔ خواجہ صاحب سے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ "مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا" بالآخر جب مرض کی بھی حالت شدید تھی تو لیٹے لیٹے تیمم اور اشارہ سے نماز ادا فرمانے لگے اور اخیر وقت تک ایک نماز بھی قضا نہ کی، یہاں تک کہ آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی دیر ہی پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے جب عرض کیا گیا کہ دس منٹ ہیں تو فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں، آخری وقت میں بھی اس شان تدین نے سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

آمادگی سفر آخرت:

علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "حضرت کو ضبط و صبر و استقامت سے اپنی تکالیف ظاہر نہیں فرماتے تھے اور نہ آئندہ کے خطروں کو زبان پر لاتے تھے کہ دوسروں کو بے صبری نہ ہو، مگر بات بات سے سفر کی آمادگی ظاہر ہوتی تھی، گو ان کی زندگی اور طرز زندگی جس منظم اور باقاعدگی کی عادی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ اخیر وقت کے لئے کوئی کام اٹھا نہیں رکھا تھا کہ سالک ہر لمحہ کو لمحہ اخیر سمجھتا ہے اور اسی کی تیاری رکھتا ہے، یہی حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تھا کوئی چیز کرنی باقی نہ تھی، تمام انتظامات اور حساب کتاب اور وصایا سے پوری پوری فراغت تھی، عادت شریفہ تھی کہ آج کا کام کبھی کل پر اٹھا کر نہیں رکھتے، گویا ہر وقت آمادۂ سفر تھے۔

حضرت حکیم الامت کا سفر آخرت

نور کی کرنیں: حضرت کی چھوٹی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نے بوقت نزع دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلیوں کے درمیان پشت کی طرف سے کلائی میں ایک ایسی تیز چمک بجلی کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے، پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی، پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ کوئی جگنو آ بیٹھا ہے، لیکن جب دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا تو پھر انہوں نے

دوسری مستورات کو بھی جو اس وقت ان کے قریب موجود تھیں دکھایا کہ مجھے دھوکہ ہو رہا ہے یا تمہیں بھی یہ چمک نظر آ رہی ہے؟ چنانچہ ان سب نے دیکھ کر اس کی تصدیق کی سانس بند ہو جانے کے بعد وہ چمک بھی بند ہو گئی اور پھر نظر نہ آئی۔

آسمانی خراج تحسین: انتقال کے بعد عجیب کہرام مچا ہوا تھا کوئی رو رہا تھا کوئی خاموشی سے اندر ہی اندر سسک رہا تھا۔ ایک عجیب رقت انگیز نظارہ تھا، جس سے آسمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جو کوئی جنازہ گھر سے باہر نکلا اس نے بھی ترشح کے ذریعہ اپنے جد والطیف کو آخری خراج تحسین ادا کیا، فوراً تک بادل چھائے رہے اور تمام راستہ میں ترشح سے خوب چھڑکاؤ سا ہو گیا۔ ماخوذ سیرت اشرف (از مفتی عبدالرحمٰن خان) (شمارہ نمبر 01)

وقت طلوع دیکھا، وقت غروب دیکھا   اب فکر آخرت ہے، دنیا کو خوب دیکھا

حضرت اقدس سیدی و مرشدی حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ ارشد حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

فکر آخرت: فرمایا کہ روزانہ صبح اٹھ کر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اے اللہ قیامت کے دن جتنے بھی آپ نے مجھ سے سوالات کرنے ہیں ان سب کا میں ابھی سے جواب دے دیتا ہوں کہ میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں، اس لئے بغیر اپنے فضل سے مجھے معاف فرما دیجئے۔

سفر آخرت، اتباع سنت کی فکر اور آخری فعل

وفات کے وقت دوپہر کے تین بجے غشی طاری تھی اس حالت میں بھی تیمم کے لئے اشارہ فرمایا اور ظہر کی نماز کے لئے ہاتھ باندھ لیے گویا کہ حضرت کا آخری فعل نماز تھا۔ وفات سے دو ڈھائی گھنٹے قبل کروٹ دینے کے لئے جب جلدی میں پہلے بائیں پہلو پہنانے لگے تو آپ نے کھینچ لیا کہ پہلے دائیں پہلو پہ۔ (قبل وفات کئی بار مشاہدہ کیا گیا کہ سانس میں اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ (الحبیب کتابت ملفوظات اشرفیہ)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا سفر آخرت

مولانا کے شاگرد غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالے سے

لکھتے ہیں: مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ مرض الموت میں یہ تحریر فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا، ہر شخص جوان ہو کر جائے گا، چنانچہ جیسے جیسے وہ وقت موعود قریب ہوتے جا رہے تھے ان میں جوش و مسرت بڑھتا چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت سے قبل تھا اس میں تو فرط انبساط سے بے قابو ہوتے جا رہے تھے، اور اسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے، جب صبح ان کی روح پرواز کر چکی تھی تو چہرہ پر گوشت تر و تازہ تھا، سفید داڑھی بالکل سیاہ تھی، بطور لاغر و نزار جسم بالکل گداز تھا، اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریک جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں لذت روحانی محسوس کی، مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے مزید واضح نشانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ (حیات سلیمانی) (شمارہ نمبر 2)

آخری کلمات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ برحق جن کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچی ہے، عالم نزع میں مولانا ظفر احمد صاحب خواہر زادہ حضرت اقدس، برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور ذکر جہر شریف ہچکے سے دہن مبارک میں زبان لگتے رہے، بوقت نزع یہ دیکھا گیا کہ جب سانس زور سے اوپر کو تنفس کے ساتھ چڑھتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف کلائی میں ایک تیز چمک بجلی کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے بجلی کے دو لیمپ روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی، آخری غشی سے پہلے چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ "آج تو ہم جا رہے ہیں" انہوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا "کیا تم نہیں جانتی؟"۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ: شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی (۱۹۰۵ء) کے مرید و خلیفہ اجل، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۹۲۰ء) کے شاگرد اور ممتاز عالم دین۔ "دنیا امتحان کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں جن پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے ان پر مصیبتیں بھی آتی ہیں، بندہ کا کام ہے صبر و شکر سے کام لے، ہر حالت میں راضی برضا رہے یہی امتحان کی کامیابی ہے" (اہلیہ محترمہ)۔ یہ الفاظ کہتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلکنے

گئے، تو وہ انہیں تسلی دیتی رہیں اور فرمایا "فکر کی کوئی بات نہیں میرا مرض بہت جلد جا رہا ہے گا ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی گھبرانے کی کوئی بات نہیں، یہ نصیحت تو اس لئے ہے کہ اسلام کی تعلیم ہے جو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے" اس کے بعد چادر تان کر آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا، دیکھا گیا تو حالت تبدیل تھی روح پرواز کر چکی تھی۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ: ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ جی رحمہ اللہ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اور آخر ۱۹۵۹ء میں جسمانی عوارض یکایک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چارپائی سے لگے رہے، کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ۱۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو بیتابئ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالق حقیقی سے جا ملا، دفن ملتان میں ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ: حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے مرید باصفا اور مولانا محمد خلیل احمد سہارنپوری کے خلیفہ ارشد مشہور عالم تبلیغی جماعت کے بانی ہوئے ہیں، آخری شب وضو کر کے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی نماز حجرہ میں ادا کی اور فرمایا کہ آج کی رات دعاء اور دم کثرت سے کراؤ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں، مولوی انعام الحسن سے پوچھو کہ وہ دعاء کس طرح ہے۔

اللھم ان مغفرتک اُنھوں نے پوری دعاء یاد دلائی اللھم ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی. ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کراؤ اور چارپائی سے نیچے اتار دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی پچھلے پہر صاحبزادہ مولوی یوسف صاحب نے فرمایا "یوسف آ! ہم تو چلے" انہیں سینے سے لگایا اور ذکر اللہ میں مشغول رہ کر صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ (شمارہ نمبر 39)

عالم ربانی مفتی عبدالشکور ترمذی کا سفر آخرت: اس دنیا میں ہر چیز فانی ہے، جو
بھی اس دنیا میں آیا ہے وہ دنیا سے جانے کا، موت ایک اٹل حقیقت ہے لیکن پھر بھی کچھ
بابرکت ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی جدائی ہر کوئی برداشت نہیں کرسکتا، میرے بزرگ و کریم
فقیہ العصر، یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ جن کے نام کے
ساتھ رحمۃ اللہ مرقدہ جیسے الفاظ لکھتے احقر کے قلب وجگر پر نشتر چل رہے ہیں اے کاش کہ الفاظ کی
روانی ان جذبات تک ہو سکتی کہ وفات حسرت آیات کا حادثہ ذاتی خاندانی، علاقائی نہیں بلکہ
پوری امت مسلمہ کا ہے یہ ان مفتیان کرام کا حادثہ ہے، جو فقہ کی گتھیاں سلجھانے کے لئے
حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ میرے والد حضرت مولانا قاری
جلیل الرحمن صدیقیؒ بانی جامع مسجد گول چوک و بانی مدرسہ عربیہ احیاء العلوم مقامیہ سرگودھا کے
خاص دوست تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

آج مفتی حضرات یتیم ہو گئے علماء لاوارث ہو گئے پورا ملک ولی کامل سے محروم
ہو گیا۔ 5 شوال المکرم 1421ھ بمطابق یکم جنوری 2001ء بعد نماز مغرب حضرت کے
سینے میں درد ہوا، آج آپؒ خلاف معمول مدرسہ حقانیہ میں تشریف نہ لے گئے معلوم تھا کہ یہ
آپ کی آخری مجلس تھی، سارا دن طبیعت بالکل ٹھیک رہی، بیٹھ کر علماء حضرات سے بھی گفتگو
فرماتے رہے، ظہر عصر اور مغرب کی نماز آپ نے خود پڑھائی، مغرب کے بعد مفتی سید
عبدالقدوس ترمذی (یہ حضرت کے صاحبزادے ہیں) سے جامعہ کے مسائل پر گفتگو بھی
فرماتے رہے، لیکن افسوس کہ یہ آپ کی زندگی کی آخری مجلس تھی، کچھ دیر بعد گھر تشریف لے
گئے سینے میں درد ہوا دوائی کھائی مگر افاقہ نہ ہوا فون پر چھوٹے صاحبزادے مفتی عبدالقدوس و
بابر وغیرہ فوراً ہی گھر پہنچ گئے، ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے، ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ہارٹ اٹیک
ہے فوراً گاڑی منگوائی گئی لیکن ہونا وہی تھا جو ہونا تھا آپ بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا) و مہتمم
مدرسہ عربیہ احیاء العلوم مقامیہ سرگودھا کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے
گئے جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت کی
وفات کے چند گھنٹوں بعد یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، ہر آنکھ اشکبار

تھی، اپنے پرائے سب آنسو بہا رہے تھے، ساری رات زیارت کرنیوالوں کا تانتا بندھا رہا، صبح دس بجے کے قریب تجہیز وتکفین کی گئی، ساڑھے گیارہ کے قریب جنازہ جامعہ حقانیہ میں لایا گیا، ظہر کے بعد آپ کی نماز جنازہ پلے گراؤنڈ میں ادا کی گئی، جب جنازہ اٹھایا گیا تو لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، جیسا کہ ان کے قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا ہو، ان کی وفات پر زمین تو زمین آسمان بھی دل کھول کر رو دیا، کسی کو کسی کا ہوش نہ تھا، سب کی ایک خواہش تھی کہ کسی طرح جنازے کی چارپائی کو ہاتھ لگالے، شرکاء ہزاروں تھے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند قدم کا فاصلہ طے کرنا ایک مسئلہ بن گیا، پھر آپ کے جسد خاکی کو بانسوں والی چارپائی پر منتقل کیا گیا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کی ٹوپی گر گئی تو دوبارہ اس کو اٹھانا ناممکن تھا اگر جوتا پاؤں سے نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہ آسکا، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ بنوریؒ اور حضرت لدھیانوی شہیدؒ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں، حضرت علامہ بنوری نے میرے والد ماجدؒ سے دریافت فرمایا، آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا چار، فرمایا: پانچواں محمد یوسف بنوریؒ ہے، بعد میں میرے والد ماجدؒ جب بھی اس کا تذکرہ کرتے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے، اس لطف وعنایت اور محبت وشفقت کی کوئی حد ہے؟ (شمارہ نمبر 20)

ایک عالم ربانی کی دنیا سے رحلت: میری مراد حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ ہیں۔

آپ ان علمائے ربانیین میں تھے جن سے دین کی صحیح راہنمائی ملتی تھی۔

آپ سراپا اخلاص تھے یہی وجہ ہے کہ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود آپ میں تعلّی تو کیا خودنمائی کا شائبہ تک بھی نہیں تھا، اور اس کی برکت ہے کہ آپ کی تصانیف مقبول عام ہیں۔ زندگی کے آخری دور کی تصنیف تفسیر انوار البیان (نو جلد) جو آپ کی زندگی ہی میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے، جس کو آپ نے مدینہ منورہ

کی مبارک فضاؤں میں رہ کر لکھنا؛ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن کوثر بتلاتے ہیں کہ جب تفسیر کا کام ہو رہا تھا تو میں نے خواب میں اس طرح دیکھا کہ جیسے جیسے تفسیر کا کام مکمل ہوتا جا رہا ہے ویسے ویسے مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہو رہی ہے۔

آپ کی عربی اور اردو تصانیف کی تعداد بالتقریب ۲۰ ہے۔

ایک پرانے بزرگ سے سنا ہے کہ مولانا کا جن دنوں دہلی میں قیام تھا تو مولانا کی بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ اکثر مساجد اور احباب کے پاس جا کر ان کے پاس سے خشک روٹیوں کے ٹکڑے اکٹھے کر لاتے اور پھر ان کو بھگو کر نمک پر گزارہ کرتے۔

ان حالات میں بھی استغناء برقرار رکھا اور کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "الفقر فخری" کا نمونہ بنا رکھا۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری تیس برس مدینہ منورہ میں گزارے۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن ہونے کا بہت ہی شوق تھا اس لئے آپ مدینہ سے باہر نہیں جاتے تھے اور اپنی علالت کے بعد تو وہ اس میں بہت ہی احتیاط فرماتے تھے۔

آپ کا انتقال ۲۰ رمضان کی رات روزے کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے مسنون طریقہ پر ہوئے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عالم راحت و امن میں چلے گئے، نماز تراویح کے بعد مسجد نبوی میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کی خواہش بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی کہ آپ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان ذی النورین کے ساتھ ہی دفن کیا گیا رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

یا اللہ! اس ناکارہ کو بھی ایمان کے ساتھ جنت البقیع کا دفن نصیب فرما آمین۔

میرے چھوٹے بھائی عزیز القدر مولانا محمد عثمان سلمہ کو آپ کی نماز جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی، دوسرے روز ان کو خواب میں حضرت مولانا کی زیارت ہوئی تو عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گئے؟ آپ نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں راضی ہو گئے ہیں اور اب مجھے آرام کرنے کا حکم ہوا ہے، علماء نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ یہ راحت سے کنایہ ہے۔

اللہ پاک حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، اعلیٰ مقامات نصیب فرمائے

اور ہمیں بالخصوص اپنے والدین، متعلقین، متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کی برکات کا وارث بنائے اور ان کے تقویٰ والی زندگی کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔ (جلد، نمبر 28)

حشر کی گرمی اور عرش کا سایہ

گرمی کا موسم: گرمیوں کا آغاز ہو چکا ہے، ہر شخص پہلے سے ہی گرمی سے بچاؤ کی تدابیر کرتا ہے تاکہ موسم گرما راحت سے گذر جائے، انسان چونکہ پیدائشی طور پر کمزور پیدا کیا گیا ہے، اس لئے گرمی، سردی سے بچاؤ کی جب تک تدابیر نہ کر لے اسے چین و سکون نہیں ملتا، لیکن دوسری طرف غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ مرنے کے بعد آنے والی زندگی کے احوال دنیا کے احوال سے کئی گنا زیادہ سخت ہیں جن کا تحمل بھی دشوار ہے، لیکن ان سے بچنے یا تحفظ تدابیر اختیار کرنے کی فکر ہی نہیں، محشر کا دن جو پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا جس روز سورج سوا نیزے پر ہوگا، شدید گرمی اور تپش سے ہر شخص اپنے اپنے پسینوں میں ڈوبا ہوا ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا، کیا اس دن کی گرمی سے بچنے کیلئے بھی سایہ درکار ہے یا نہیں؟ کیا ہم نے اس گرمی سے بچنے کا بھی سوچا ہے؟ اس سے بچنے کی کیا تدابیر اختیار کی ہیں، اس سلسلے میں ہماری غفلت باعث تعجب ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال بتلائے ہیں جن پر عرش کا سایہ نصیب ہوتا ہے جبکہ اس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، ہر شخص کو چاہئے کہ وہ ان اعمال کو بغور پڑھے اور پھر اپنا جائزہ لے۔ وہ ان میں سے کس کس پر عمل پیرا ہے اور کن کن اعمال پر عمل کر سکتا ہے، ان شاء اللہ آج کے یہ اعمال آخرت کی شدید گرمی و ہولناکی میں عرش کا سایہ دلانے کا موجب بنیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سات خوش نصیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرے، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو، چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی، پانچویں وہ شخص جس کو کوئی

حسین شریر عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے، چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو، ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔ (فضائل ذکر ص ۲۵)

حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ الحمد للہ میں یہ حدیث روزانہ بلا ناغہ پڑھتا ہوں میرے معمول میں داخل ہے اس لئے پڑھتا ہوں کہ پڑھتے وقت یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ان سات قسموں میں کس قسم میں داخل ہوں اور کس قسم میں داخل ہو سکتا ہوں تاکہ ان میں داخل ہونے کی کوشش کروں۔ (بدعات مروجہ ص ۱۱)

تین خوش قسمت: علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹا دے، دوسرے وہ جو میری سنت کو زندہ کرے، تیسرے وہ جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔

علامہ سخاوی نے قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم مقدار تین سو مرتبہ ہے، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ بھی اپنے مریدین کو تین سو مرتبہ درود شریف بتایا کرتے تھے۔ (ذکر اللہ وفضائل درود وسلام ص ۳۸)

قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے: شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں، نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔ (فضائل قرآن ص ۸)

کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے شوق سے قرآن پاک پڑھا ہوتا ہے لیکن وہ غفلت سے قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے، جبکہ اہتمام سے تلاوت کرنے پر عرش کا سایہ نصیب ہوگا، لہذا آج سے ہی تلاوت کا اہتمام شروع فرما دیجئے۔ اللھم وفقنا (شمارہ نمبر 33)

طالب آخرت اور طالب دنیا کا حال

سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص

کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی وعمل سے آخرت کی طلب ہو، اللہ تعالیٰ غنا اس کے دل کو نصیب فرمادیں گے، اور اس کے پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی اور جس شخص کی نیت اور سعی وعمل کا مقصود دنیا طلب کرنا ہو اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی پیشانی پر پیدا کردیں گے اور اس کے حال کو پراگندہ کردیں گے اور یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جتنی اس کے لئے پہلے سے مقدر ہو چکی ہے"۔ (ترمذی) (شمارہ نمبر 48)

کیا آپ نے شریعت کے مطابق وصیت لکھ دی ہے؟

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گذارے کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت نہ ہو (متفق علیہ) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مرد و عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، پھر ان کی موت قریب آجاتی ہے، تو یہ دو وارث کو نقصان دینے کے لئے وصیت کرتے ہیں، پس واجب ہوتی ہے ان کے لئے آگ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

نوٹ: اگر آپ نے وصیت لکھ لی ہے تو براہ کرم کسی محقق عالم کو دکھا کر تسلی کرلیں کہ آپ نے شریعت کے مطابق لکھی ہے۔ (شمارہ نمبر 48)

مقبرہ کی آواز

یہ مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک کلام سے ماخوذ ہے جس کو اردو میں نظم کردیا گیا۔

مقبرہ میں اترنے والے سن ۔ ٹھہر ہم پہ گذرنے والے سن
عاجزوں کی ذرا صدا سن لے ۔ زیر دستوں کی التجا سن لے

ہم بھی اک دن زمیں پہ چلتے تھے ۔۔۔ یوں باتوں میں ہم بچتے تھے

ہم بھی اک دن زمیں کے مالک تھے ۔۔۔ ہم بھی کل رونق ممالک تھے

مالک نقد و جائیداد تھے ہم ۔۔۔ بزم عالم میں بامراد تھے ہم

ہم بھی رکھتے تھے قصر عالیشان ۔۔۔ ہم بھی تھے مالک زمین و مکان

ہم بھی رکھتے تھے کچھ زن و فرزند ۔۔۔ تھے جو دل پارۂ جگر پیوند

ہم بھی رکھتے تھے دوست و احباب ۔۔۔ تھے ہمارے بھی خادم و بواب

کچھ بتاؤ یہ سب کہاں ہیں آج ۔۔۔ یک بیک سب کے سب نہاں ہیں آج

جس کو مر مر کے میں نے پالا تھا ۔۔۔ جس سے گھر کا مرے اجالا تھا

جس کے ہر کام کا مدار تھا میں ۔۔۔ جس کی بگڑی کا سازگار تھا میں

دین و دنیا کی ساری مکروہات ۔۔۔ جس کی خاطر تھی میرے سر دن رات

ہے کہاں آج وہ مری اولاد ۔۔۔ کہ نہیں کرتی بھول کر بھی یاد

جس پہ تھا کل مدار راحت کا ۔۔۔ جس کو دعویٰ تھا کل محبت کا

جس کی الفت کا دل میں تھا اک داغ ۔۔۔ کہ کسی گھر کا بن گئی وہ چراغ

آج وہ زینت حرم ہیں کہاں ۔۔۔ مہبط الفت و کرم ہیں کہاں

کون آباد ہے مرے گھر میں ۔۔۔ ملک کس کی ہے نقد و زیور میں

کوئی کرتا نہیں ہے یاد مجھے ۔۔۔ سب نے چھوڑا ہے نامراد مجھے

ہم ہر اک راہگذر کو تکتے ہیں ۔۔۔ فاتحہ کے لئے ترستے ہیں

کہ کوئی بندۂ خدا آجائے ۔۔۔ فاتحہ تکیوں پہ پڑھتا جائے

اے زمیں پہ چلنے والے دیکھ ۔۔۔ کبر و نخوت سے چلنے والے دیکھ

ہم سے عبرت پکڑ نہ غفلت کیش ۔۔۔ یہی منزل تجھے بھی ہے درپیش

بھیج اس کے لئے کوئی سامان ۔۔۔ جس میں ہونا ہے کل تجھے مہمان

اپنا سامان اپنے ہاتھ سے باندھ ۔۔۔ صبح چلنا ہے تجھ کو رات سے باندھ

کل نہ بھیجے گا کوئی خویش و عزیز ۔۔۔ اپنے ہاتھوں سے بھیج اپنا جہیز

چھوڑ یاں کوئی بھی مفید نہیں　　لیکن رحمت سے کچھ بعید نہیں

زاد تقویٰ ہے بس یہاں تو ضرور　　ظلمت قبر میں یہی ہے نور

اس کو افسانہ و خیال نہ جان　　بات حق کہہ رہا ہوں مان نہ مان

وعظ ہے قبر ہے نشان میری　　گرچہ خاموش ہے زبان میری

دل کے کانوں سے سن فغاں میری　　درس عبرت ہے داستاں میری

جانے والے تو جا کے پھیلا دے　　میری آواز سب کو پہنچا دے

(شمارہ نمبر 13)

علامات قیامت

مسلمانوں کے بنیادی عقائد تین ہیں۔ ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ معاد (آخرت)

ان تینوں عقائد کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا۔ ہے معاد قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہونا۔ اسی معاد سے قیامت کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے قیامت وہ ہولناک گھڑی ہے جس میں انسان اپنے بیوی بچوں اور دوستوں کو بھول ہی نہیں جائے گا بلکہ ان سے دور بھاگے گا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں علامات قیامت کا ذکر ہے قرآن کریم میں اختصار کے ساتھ اور احادیث مبارکہ میں ان کو حضور اقدس نے بہت ہی کھول کر بیان فرما دیا ہے۔

علامات قیامت کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ علامات قریبہ: وہ علامات ہیں جو قیامت کے بالکل قریب جا کر رونما ہونگی اور یا ایسے واقعات ہونگے جو عام معمول سے ہٹ کر ہونگے مثلاً دجال کا خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ۔

۲۔ علامات بعیدہ: جو قیامت سے کافی پہلے واقع ہونگی مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

۳۔ علامات متوسطہ: علامات متوسطہ میں واقعات جزوی تو نہیں البتہ معمولی قسم کے حالات تھے اور ان علامات میں سے اکثر وقوع پذیر ہو چکے ہیں۔

چنانچہ ایسی علامات قیامت کو محدثین نے حدیث کے حوالے سے جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے، چنانچہ جاء اشراطھا آیت کی تفسیر میں ایسی احادیث جمع فرمائی ہیں کہ جن کا وقوع ہو چکا ہے یہ محض احادیث ہی نہیں بلکہ ہر ہر حدیث معجزہ نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو ہم کو اس زمانہ میں نظر آ رہا ہے، چنانچہ نمونہ کے طور پر حدیث کی مشہور کتاب مجمع الزوائد سے چند ایسی احادیث پیش نظر ہیں جن کا وقوع ہمارے معاشرے میں روز روشن کی طرح ہے۔

ان احادیث کا خلاصہ نمبروار ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ قطع رحمی عام ہو جائے گی ۲۔ بے حیائی عام ہو جائے گی ۳۔ مرد، مردوں سے اور عورت، عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گے یہاں تک کہ حرام اولاد بہت زیادہ ہو جائے گی۔ کسی نے پوچھا مسلمانوں میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں، ہوگا یوں کہ طلاق دینے کے بعد اس کو اپنے ساتھ ہی رکھیں گے ۴۔ نیکی کو نیکی اور گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جائے گا ۵۔ قرآن عار بن جائے گا (یعنی یہ فخر سے بتائیں گے کہ میرا بیٹا سائنسدان ہے حافظ بنانے کو عار سمجھیں گے) ۶۔ سچوں کو جھوٹا اور جھوٹوں کو سچا سمجھا جائے گا ۷۔ ناپ تول میں کمی کی جائے گی ۸۔ زنا اتنا عام ہو جائے گا کہ سر عام ہوگا (چنانچہ یورپین ممالک میں ایسا ہی ہے) ۹۔ چاند پہلی رات کا ہوگا اس کا حجم دیکھ کر کہیں گے کہ دوسری رات کا چاند ہے ۱۰۔ اچانک موتیں عام ہو جائیں گی ۱۱۔ ایک وقت آئے گا کہ مومن ضعیف و حقیر ہوگا اور فاسق صاحب حیثیت ہوگا، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھا جائے گا، اس وقت میں اللہ برے لوگوں کو مسلط کر دیں گے، نیک لوگ دعائیں کریں گے قبول نہ کی جائیں گی ۱۲۔ ستاروں کی تصدیق عام ہو جائے گی (چنانچہ آج علم نجوم پر بہت اعتماد کیا جا رہا ہے) ۱۳۔ ایسے کپڑے ہوں گے کہ عورتیں ان کو پہنیں گی لیکن ننگی ہوں گی ۱۴۔ تجارت بہت عام ہو جائے گی یہاں تک کہ مرد اور عورتیں مل کر کام کریں گے، عورت مرد کا تعاون کرے گی۔

مذکورہ علامات ہمارے معاشرے میں اتنی عام ہیں کہ ان کا مشاہدہ ہر کوئی کر رہا ہے یہ مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارا اپنے خالق حقیقی کے ساتھ ملنے کا وقت کتنا قریب ہے۔

جب حق تعالیٰ کے پاس جانے کا یقین ہے تو پھر اس کی تیاری میں لگنا چاہئے کہ اس تیاری کی

تیاری میں جہاں ہم عادتی طور پر آتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ سمجھدار انسان وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (شمارہ نمبر 53)

آخرت کے معاملے میں رسک نہ لیجئے

دنیا امتحان گاہ ہے، یہ سیرگاہ نہیں، تماشا گاہ نہیں، آرام گاہ نہیں، قیام گاہ نہیں، یہ امتحان گاہ ہے، افسوس کہ ہم نے اسے چراگاہ بنا لیا، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا میں چرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں، بس کھانا پینا اور موج میلہ کرنا ہے، یاد رکھئے کہ کچھ لوگ دنیا میں کھانے پینے کے لئے زندہ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ زندہ رہنے کیلئے کھاتے پیتے ہیں تو ہم زندہ رہنے کیلئے کھائیں اور اپنے مقصد کو سامنے رکھیں، اگر دنیا کے چند ایام ہم نے عیش و آرام میں گزار بھی لئے اور آخرت کے عذابوں کو خرید لیا تو ہم نے بہت برا کام کیا، کسی بچے کو کوئی کہا جائے کہ آپ کو ہم ایک ٹافی دیتے ہیں تھوڑی دیر چوس لیں، پھر اس کے بعد چند تھپڑ لگائیں گے تو چھوٹا بچہ بھی راضی نہیں ہوتا، کتنی عجیب بات ہے کہ ہم دنیا کے مزوں پر اتنے فریفتہ اور مشغول ہیں کہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ آخرت میں عذابوں والے فرشتے انتظار میں کھڑے ہوں گے۔

کاش کہ ہم اس کیلئے تیاری کر لیتے مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم اتنے عقل مند ہیں کہ دنیا کا ہر کام کرتے ہوئے سوچتے ہیں عورتوں کو دیکھو یا مردوں کو دیکھو ہر بندے کی سوچ ہوتی ہے، حج کے سفر پر جاتا ہے سات بجے فلائٹ ہے اور ایئر پورٹ پہنچنا ہے تو مرد عورتیں بات کریں گی کہ جی ہمیں تو ساڑھے چھ بجے پہنچ جانا چاہئے، اگر کوئی فنکشن ہے تو جس میں ایک سو آدمیوں کو آپ نے دعوت دی تو آپ ایک سو کا کھانا نہیں بنائیں گے، ہمیشہ ڈیڑھ سو، سوا سو آدمیوں کا کھانا بناتے ہیں، بندہ دنیا کے ہر کام کرتا ہے، رسک نہیں لیتا، آخرت کے معاملے میں بڑے آرام اور مزے کے ساتھ رسک لے رہا ہوتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ میں اتنی نیکیاں تو لے کے قبر میں جب عذاب کے فرشتے آئیں تو میں ان کے جواب دے سکوں، میری نیکیاں میری ضرورت سے زیادہ ہوں میں اتنے اعمال کر کے آخرت میں پہنچوں کہ اللہ رب العزت کے سامنے مجھے سرخروئی ہو، دنیا کے اندر گھر کی ضرورت ہوتی ہے اور دل میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ میرا گھر دوسروں سے اچھا ہو، بڑا ہو، خوبصورت ہو۔

سہولت اس میں موجود ہو، آخرت میں بھی تو دل کی تمنا ہوگی کہ میرا گھر دوسروں کی نسبت زیادہ اچھا اور بڑا ہو تو نیک اعمال کروں تا کہ مجھے بہترین جنت مل جائے۔

اگر کسی جگہ ایک سو ٹافیاں رکھی ہوں اور ان میں سے صرف ایک کے اندر زہر ہے اور ننانوے اس میں سے ٹھیک ہیں تو آپ اگر کسی کو کہیں کہ ان میں سے ایک ٹافی کھا لو ننانوے تو ٹھیک ہیں وہ آگے سے جواب دے گا کہ نہیں چونکہ ایک میں زہر ہے میں ایک فیصد بھی رسک نہیں لینا چاہتا تو وہ نوجوان جس کو اپنی جان اتنی عزیز ہے کہ ایک فیصد رسک لینا نہیں چاہتا، وہ اپنے ایمان کے بارے میں بے پرواہ پھرتا ہے سو فیصد رسک کے اوپر رہتا ہے پتہ نہیں اس کی عقل کیوں کام نہیں کرتی کہ ہم آخرت کے بارے میں بھی اسی طرح سوچیں۔ کسی مرد کو دیکھیں آپ اس سے پوچھیں کہ جی آپ نماز پڑھیں تلاوت کریں دین کیلئے وقت لگائیں، وہ کہے گا جی مولانا میرا بزنس ہی ایسا ہے کہ مجھے ٹائم ہی نہیں ملتا، میں کیا کروں، اتنا مصروف ہوں اکیلا ہوں کوئی Help (مدد) کرنے والا نہیں ہے اور جو نوکر چاکر ہیں ان پر تو اعتماد کر ہی نہیں سکتا، اب جو بندہ مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا وقت نکال ہی نہیں سکتا کہتا ہے کہ میں تو اتنا مصروف ہوں۔

تھوڑے دنوں کے بعد وہی بندہ آتا ہے کہتا ہے کہ حضرت میرے لئے دعا کر دیں ایک بزنس مل رہا ہے میں خریدنا چاہتا ہوں، دعا کریں کہ اللہ وہ بزنس مجھے عطا کر دے، اب اس نوجوان سے پوچھئے کہ اس بزنس کو چلانے کیلئے آپ کہاں سے وقت نکالیں گے، وہ کہے گا جی بزنس مل جائے ٹائم نکال لوں گا، تو اگر ایک دکان کے ہوتے ہوئے دوسری دکان اور بزنس کیلئے ٹائم نکال سکتے ہیں تو ہم دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کیلئے ٹائم کیوں نہیں نکال سکتے۔ غور و فکر سے کام لیجئے۔ (از دینی بیانات) (شمارہ نمبر 55)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ ستر کلمات استغفار

مرشد الحضاری میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کوئی شخص قید خانہ میں چلا گیا وہاں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قیدی کو استغفار کے ستر (۷۰) کلمات تعلیم فرمائے کہ روزانہ دس استغفار اس طرح پڑھنے کیلئے فرمایا کہ جمعہ سے شروع کر کے جمعرات کو ختم کر لے۔ قیدی نے ان استغفارات کو پڑھا تو اللہ

اسے بھی معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپ کر کر لئے لیکن آپ سے کیونکر چھپا سکتا تھا۔ الٰہی! میں عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جس گناہ کی طرف میرے دو پاؤں چلے ہوں... میرے ہاتھ بڑھے ہوں... میری آنکھوں نے اسے دیکھا ہو... زبان سے گویا ہوئے ہوں۔ آپ کا رزق سب جاندار کھا رہے ہیں لیکن آپ نے باوجود اس کے کہ رزق مجھ سے چھین سکتے تھے عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگا دیا اس کے باوجود مجھے زیادہ رزق دیا... آپ نے پردہ ڈالا۔ میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے درست ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے۔ جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں مبتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جس گناہ کو صرف آپ نے دیکھا آپ کے سوا کسی نے نہ دیکھا اور سوائے آپ کے عفو نجات کا کوئی ذریعہ نہیں انہیں بھی آپ معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جس گناہ سے نعمت زائل ہو جائے۔ پریشانی ہو جائے۔ مصیبت آ جائے۔ بیماری لگ جائے۔ وبا پھیل جائے یا ہلاکت کا عذاب لائے ان گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جس گناہ کی وجہ سے نیکی ترک ہو گئی... گناہ پر گناہ بڑھے... تکالیف آئیں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرما دے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں لے لئے ہیں۔ آپ ان کو معاف کر دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو... اہل اطاعت کے خلاف... اہل معصیت سے جا ملا ہوں... ان کا ساتھ دیا ہو... الٰہی! ان

وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہو گیا ہو اور سرکشی کرتا رہا الٰہی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کر لیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کر لی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! ان معاصی کی مغفرت کا طالب رہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی۔ تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت وسماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ شرمایا۔ الٰہی ان کی بھی معافی دیدے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی... آخر کے بھی... بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے... خطا ہوگئی... قلیل وکثیر، صغیرہ وکبیرہ... باریک اور موٹے... پرانے اور نئے... پوشیدہ وظاہر الٰہ العالمین ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! جتنے حقوق تیری مخلوق کے مجھ پر ہیں میں ان کے عوض مرہون ہوں۔ الٰہی ان سب کو میری طرف سے ان کے حقوق ادا کر دیجئے بلکہ ان کے حقوق سے اور ان کو زیادہ دیجئے اور مجھے ان سے معاف کرا دیجئے۔ میرے تمام ہر قسم کے اہل حقوق کو بخش دیجئے ان کو دوزخ سے بچا کر جنت الفردوس عطا فرمائیے۔ اے اللہ اگرچہ حقوق بہت ہیں مگر آپ کے پردۂ عفو میں کچھ بھی نہیں مجھے سبکدوش فرما کر عفو وعافیت ومعافات کے ساتھ دنیا سے اٹھائیے۔

فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاغْفِرْ لِيْ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ

اے اللہ! کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو۔ کسی کی آبرو خراب کر دی ہو... اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا

کچھ اس کتاب کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان کو جو شرف قبولیت نصیب ہوئی وہ حضرات والدین، اساتذہ، مشائخ اور بزرگان دین کی دعاؤں اور توجہات ہی کا ثمرہ ہے۔

اپنے اکابرین کی تحریرات کو عام فہم مختصر اور ذوق جدید کے مطابق ہر شمارے میں مرتب کیا جاتا ہے اور عوام و خواص کی ذہنی فکری اور عملی اصلاح و ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام کی مشاورت اور پوری توجہ سے اس کے ہر شمارہ کو تیار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ کے قارئین کیلئے اس کے سابقہ شمارے آج بھی سدا بہار پھولوں کی طرح ہیں جن کی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر کیا جا سکتا ہے۔ ماہنامہ "محاسن اسلام" نے اپنے ۵ سالہ مسلسل سفر میں بیسیوں مفید مضامین سے قارئین نے استفادہ کیا اور انہیں حالات کی دینی ضرورت کے پیش نظر انفرادی و اجتماعی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے محاسن اسلام کو عوام و خواص میں جو مقبولیت عطا فرمائی ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ملک بھر میں کثیر تعداد میں خطباء، واعظین و مبلغین اپنی تقریر و تحریر میں محاسن اسلام کے مضامین سے استفادہ فرماتے ہیں۔ بعض خطباء نے خود بتایا کہ ہم جمعہ کے بیان کیلئے محاسن اسلام ہی سے تیاری کرتے ہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

وہ اکابر جن کے مضامین محاسن اسلام میں مسلسل آتے رہے اور ہم سب کی اصلاح کا ذریعہ بنے ان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ، حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔

موخر الذکر دونوں شخصیات "ماہنامہ محاسن اسلام" کے سرپرست رہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی دعائیں اور قلمی و علمی تعاون "ماہنامہ محاسن اسلام" کے ابتدائی شماروں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جن میں آپ کے لکھے ہوئے درس قرآن، تذکرہ اسلاف، سوالات کے جوابات و دیگر مفید مضامین یقینا حضرت کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ محاسن اسلام میں درج حضرت کے لکھے ہوئے تمام مضامین افادہ عام کے پیش نظر کتابی شکل میں بنام "اصلاحی مضامین" شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت کی رحلت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ تادم زیست باقاعدہ محاسن اسلام کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی بے پناہ دعاؤں اور شفقتوں سے نوازتے رہے۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد "محاسن اسلام" بظاہر اپنے شفیق سرپرستوں سے محروم ہو گیا لیکن رحمت خداوندی نے اس موقع پر بھی دستگیری فرمائی کہ مشیرین کرام کی مشاورت سے سرپرستی کیلئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ بندہ کے درخواست کرنے پر حضرت نے حسب سابق اپنا کریمانہ شفقت فرماتے ہوئے محاسن اسلام کی سرپرستی کو قبول فرمالیا اور شمارہ نمبر 84 ماہ ستمبر 2006ء سے تاحال حضرت باقاعدہ سرپرستی فرمارہے ہیں۔ اللہ پاک حضرت کو خیر و عافیت سے رکھیں اور ہمیں حضرت کے علوم و فیوض سے مستفید فرماتے رہیں۔ آمین۔

عنوان سرپرستی کا مفہوم واضح کرنے کیلئے حضرت والا کی لکھی ہوئی ایک تحریر درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ "محاسن اسلام" کی سرپرستی کی وضاحت کے بارے میں کسی صاحب نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا، جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ ملا، توجہ فرمائی کیلئے شکر گزار ہوں۔ سرپرستی کا مطلب ایک ایک جزئیہ کی تصدیق نہیں، بلکہ اجمالی طور پر رسالے کا قابل اطمینان ہونا اس کیلئے کافی ہے اور مجھے محترم صاحب پر بندہ کو اتنا بھروسہ ہے کہ وہ گمراہی کی بات رسالے میں نہیں دیں گے کیونکہ ماشاء اللہ عقیدہ صحیحہ اور فکر سلیم رکھتے ہیں۔

والسلام بندہ محمد تقی عثمانی۔ ۱۴۲۷/۹/۲۰ھ

اللہ پاک ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی توقعات پر پورا اترنے کی ہمت، قوت اور توفیق سے نوازیں اور ہر قسم کی ذہنی، فکری اور عملی گمراہی سے محفوظ رکھیں آمین۔

آج سے کچھ عرصہ قبل جب "محاسن اسلام" نے اپنی مسلسل اشاعت کے چار سال مکمل کر لئے تھے تو ہمارے مہربان و مخلص دوست جناب محمد راشد صاحب (قریہ اماگل خان) نے چار سال ریکارڈ کے تمام شماروں کے مضامین کو جدید ترتیب کے ساتھ محنت بسیار سے مدون اور انہیں کتابی شکل میں شائع کرنے پر اصرار کیا، اور دوسری طرف وقتاً فوقتاً قارئین کرام کی طرف سے بھی سابقہ شماروں کی فرمائش آتی رہی جبکہ سابقہ شماروں میں سے اکثر نایاب اور بعض کمیاب ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب "دین ودانش" "محاسن اسلام" کے سابقہ شماروں سے منتخب مضامین پر مشتمل ایک مفید عام کتاب ہے جس میں دین کی ضروری باتیں بھی ہیں، اور دنیا وآخرت کو پرسکون بنانے کیلئے حکمت ودانش کی باتیں بھی۔ ان شاء اللہ محاسن اسلام کے مفید عام مضامین کو مرتب کر کے "دین ودانش" کے نام سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری رہے گا اور بتدریج اس کی مزید جلدیں بھی شائع کی جائیں گی۔

دوران ترتیب کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون کے آخر میں اس کا شمارہ نمبر ضرور درج کیا جائے تا کہ اصل شمارہ کو بآسانی ملاحظہ کیا جا سکے۔

ماہنامہ "محاسن اسلام" کے ساتھ قلمی و علمی معاونین حضرات کے اسمائے گرامی

مولانا محمد سعید علی ضیاء صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ

مولانا اسعد دیوبندی خطیب صاحب مدظلہ، مولانا محمد صادق صاحب مدظلہ

مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی صاحب مدظلہ، مولانا زاہد محمود قاسمی صاحب مدظلہ

محترم جناب محمد راشد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) ودیگر علماء کرام۔

اللہ پاک ان حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

محترم قارئین کرام! آپ اس کتاب میں جہاں کوئی لفظی یا ترتیبی لحاظ سے غلطی محسوس کریں تو براہ کرم ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ بعض جگہ آپ کو مضامین میں تکرار بھی محسوس ہوگا لیکن یہ تکرار بے فائدہ نہیں بلکہ قند مکرر کی طرح اپنی جگہ مفید ہے۔ بقول شخصے آدمی کھانا بھی بار بار کھاتا ہے۔ جس سے جسمانی نشوونما ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ ان مفید اصلاحی مضامین کے تکرار سے روحانی ترقی ہوگی جو ہماری عملی اصلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ دین و دانش کو مزید بہتر انداز میں شائع کرنے کیلئے ادارہ قارئین کی تجاویز کا منتظر رہے گا۔　　والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

جنوری ۲۰۰۸ء

مختصر حالات: سرپرست اوّل "محاسن اسلام" ملتان
عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ

نام ونسب اور پیدائش: عبدالقادر بن حافظ نذر محمد، قوم سے آپ کی "گورمانی بلوچ" تھی۔ آپ کی ولادت ۱۹۳۳ء کے اوائل میں ہوئی۔

آبائی وطن: موجودہ ضلع لیہ کے مضافات میں قصبہ پہاڑپور کے قریب بستی گورمانی آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم: ابتداءً آپ نے سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی اس کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اللہ تعالیٰ نے دیگر صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کو قوی حافظہ اور ذوق محنت سے بھی نوازا تھا اس لئے آپ نے بہت جلد صرف نو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا اور حفظ قرآن کے وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ بعد ازاں درس نظامی کیلئے آپ کو مدرسہ قاسم العلوم (برانچ) ملتان میں داخل کرا دیا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کی سہولت تو کافی تھی مگر تعلیمی معیار کمزور تھا اس لئے آپ نے وہاں صرف ایک سال ہی تعلیم حاصل کی اس میں آپ نے ابتدائی صرف ونحو کی کتب پڑھیں۔

دوسرے سال آپ نے جامعہ دارالعلوم کبیروالا میں داخلہ لیا آپ کا جانا [illegible] کا سال تھا اس وقت دارالعلوم کا ابتدائی دور تھا اس قدر بہت تنگی اور سختی تھی تعلیمی معیار بہت عمدہ تھا۔ آپ بھی خوب محنت سے کام لیتے تھے اور امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے تھے۔ پھر جب یہ سال مکمل ہوا تو سالانہ تعطیلات میں آپ گھر میں وقت گزارنے کے بجائے شجاع آباد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی کے پاس دورہ تفسیر پڑھنے کیلئے چلے گئے۔ دارالعلوم میں چھٹیوں کی وجہ سے نماز پڑھانے والا کوئی نہ تھا تو مدرسہ کے بانی اور صدر حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نے آپ کو شجاع آباد سے امامت کیلئے بلا لیا یہ امامت اس وقت تو عارضی تھی مگر بعد میں مستقل ہوگئی۔ چنانچہ پھر آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی اور دورہ نظامی کے دوران ہی اپنے خاص استاذ حضرت مولانا صوفی محمد سرور

صاحب مدظلہ سے قرأت سبعہ وعشرہ بھی پڑھ لی اور اس کا سبق بعد نماز عصر لیا کرتے تھے اس طرح حافظ کے ساتھ ساتھ قاری بھی بن گئے۔

بیعت وخلافت:۔ دوران تعلیم ہی آپ نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم بھی حاصل کرنے کیلئے اور اصلاح نفس کیلئے اپنا اصلاحی تعلق اپنے استاد حضرت اقدس حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ سے قائم فرمالیا۔

آغاز تدریس:۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے شیخ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے توسط سے آپکو دارالعلوم کراچی کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے دارالعلوم میں تدریس کیلئے مقرر فرمایا وہاں آپ تدریس کیساتھ ساتھ حضرت مفتی اعظم کی صحبت بابرکت میں رہ کر ایک طرف تو حضرت مفتی صاحب سے افتاء کا کام سیکھتے رہے اور دوسری طرف انکی اصلاحی مجالس میں شریک ہو کر عشق الٰہی کی آتش کو اور بھڑکاتے رہے۔

جامع شخصیت:۔ بلاشبہ حضرت والا پاکستان کے ان بڑے مفتیان کرام میں شمار ہوتے تھے کہ جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا تھا اور آپ کی تحقیقات پر اعتماد کیا جاتا تھا اور آپ کا دارالافتاء ان چند دارالافتاؤں میں سے تھا جو لوگوں کے مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں اور آپ کے پاس افتاء سیکھنے والوں کی ایک معتد بہ تعداد طلبا کرام کی ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف اگر آپ کا شمار قابل مدرسین اور مفتیان کرام میں ہوتا تھا تو دوسری طرف آپ کا شمار ان اولیاء کرام میں بھی ہوتا تھا جو صحیح معنی میں اہل اللہ اور تبع سنت ہوں خالق کائنات نے آپ کو العلماء ورثۃ الانبیاء کا حقیقی مصداق بنایا تھا۔

مختصر حالات: سرپرست ثانی محاسن اسلام ملتان

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

آپ کی ولادت ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۱۳ء کو تحصیل منڈی شاہ جیونہ کے ... ہوئی حفظ قرآن پاک کے بعد نومبر ۱۹۳۲ء میں تقریباً سترہ سال کی عمر میں مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد میں داخل ہوئے اور ایک سال میں ابتدائی کتب کافیہ، کنز الدقائق اور اصول الشاشی وغیرہ تک

تعلیم حاصل کی اور دوسرے سال ہدایہ، مختصر المعانی، دیوان حماسہ اور متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم مکمل
کرنے کے بعد تیسرے سال جامعہ خیر المدارس ملتان میں درجہ مشکوٰۃ میں داخلہ لیا اور مشکوٰۃ
شریف مولانا خیر محمد صاحبؒ جلالین شریف مولانا عبد الشکور صاحب کیملپوری اور جزئیہ ثالثہ
مفتی محمد عبد اللہ تلمیذ خاص حضرت مدنیؒ سے پڑھا چوتھے سال ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث شریف
کیلئے مدرسہ دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ میں داخلہ لیا۔ بخاری جلد اول، ترمذی شریف
حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ (سابق صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور و سابق صدر جامعہ خیر
المدارس ملتان تلمیذ خاص مولانا خلیل احمد سہارنپوری و مولانا شیخ الہندؒ خلیفہ اجل حضرت تھانویؒ)
اور صحیح مسلم و ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بخاری شریف جلد ثانی، مولانا بدر عالم
میرٹھی صاحبؒ نسائی شریف، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ کی نسائی شریف اور اصول
حدیث مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب کے پاس پڑھیں۔ پھر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۰ء کو واپس
آکر تکمیل خیر المدارس میں کی اور یہاں حضرت مولانا جمیل الدین میرٹھیؒ حضرت مولانا محمد نور صاحب
اور حضرت مولانا ابو الکلام محمد صاحب جیسے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ تکمیل کے سال
ہی آپ کو دار الافتاء میں معین مفتی مقرر کر دیا گیا۔ فراغت کے بعد آپ نے بنظام حضرت مفتی
عبد اللہ صاحب کے ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات میں کام کیا اور ساتھ ساتھ خیر المدارس کے
جزوقتی مدرس رہے اور پھر ۱۳۷۵ھ بمطابق ۱۹۵۵ء کو مکمل مدرس مقرر ہوئے۔ آپ ۱۳۷۰ھ سے
جامعہ کے دار الافتاء سے منسلک ہوئے تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا کام بھی مسلسل جاری رہا اور
۱۳۹۵ھ سے تا دم زیست آپ رئیس دار الافتاء کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ کی
پچیس سالہ خدمت افتاء میں ایک ہزار سے زائد فتاویٰ آپ کے قلم سے اور تیس ہزار کے قریب
فتاویٰ آپ کی نگرانی و صدارت میں آپ کی تصدیق کے ساتھ جاری ہوئے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ
علم و تحقیق کے لحاظ سے پورے پاکستان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن
امرتسریؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا عبد اللہ بہلویؒ حضرت مولانا
عبد العزیزؒ (شیخ پوری) سے رہا اور حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ اور حضرت مولانا علی مرتضیٰ
ڈیرویؒ کی طرف سے بھی مجاز بیعت تھے۔ اللہم اغفر لہم وارحمہم

مختصر تعارف

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کے موجودہ سرپرست اعلیٰ

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

ولادت:۔ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

تعلیم:۔ ا۔ تکمیل درس نظامی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء۔

۲۔ فاضل عربی پنجاب بورڈ ۱۹۵۸ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۳۔ بی اے کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۴ء۔

۴۔ ایل ایل بی کراچی یونیورسٹی ۱۹۶۷ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

۵۔ ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۰ء امتیازی درجے کے ساتھ۔

تدریس:۔ حدیث وفقہ کے علاوہ مختلف اسلامی علوم کی تدریس، دارالعلوم کراچی ۱۹۶۰ء سے تاحال۔

صحافت:۔ ادارت ماہنامہ "البلاغ" ۱۹۶۷ء سے تاحال۔

ادارت ماہنامہ "البلاغ انٹرنیشنل" (انگریزی) ۱۹۸۹ء سے تاحال۔

ماہنامہ محاسن اسلام ملتان کی سرپرستی ستمبر ۲۰۰۶ء سے تاحال۔

مناصب:۔ ا۔ نائب صدر دارالعلوم کراچی ۱۹۷۶ء سے تاحال۔

۲۔ نگران شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم کراچی۔

۳۔ جج شریعت ایپلیٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان۔

۴۔ نائب رئیس "مجمع الفقہ الاسلامی" جدہ سعودی عرب۔

۵۔ معاشیات اور بنکنگ پر قابل قدر کام کے باعث اسلامی ممالک کے مختلف بینکوں میں شریعت نگرانی بورڈز کے ممبر۔

ماہنامہ محاسن اسلام اکابر کی نظر میں

☆..... حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ
کشتی حیات کو ساحل مراد تک پہنچانے والا مثالی رسالہ ہے۔

☆..... شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد۔
پیشانی پر درج ”خوشگوار اسلامی زندگی کا ضامن“ کے مطابق اسم با مسمیٰ ہے۔

☆..... حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔
ماشاء اللہ مفید رسالہ ہے اپنے تمام متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرتا ہوں۔

☆..... حضرت اقدس نواب عشرت علی خان قیصر مدظلہ (بھانجا و خلیفہ حضرت تھانویؒ)
ہر ماہ مکمل پڑھتا ہوں ماشاء اللہ مفید اور ہر دلعزیز رسالہ ہے۔

☆..... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی۔
ماہنامہ محاسن اسلام ملتان جو ہمارے مرشد حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی رحمہ اللہ اور ان کے معاصر دیگر اللہ والے بزرگوں کی یادگار کے طور پر شائع ہوتا ہے اور جسے بہت بلند پایہ بزرگوں کی دعائیں حاصل ہیں اور جس کی ادارت حافظ محمد اسحٰق صاحب فرما رہے ہیں۔
یہ ماہنامہ تقریباً 9 سال سے جاری ہے میرے پاس بھی ہر ماہ آتا ہے۔ ناچیز کو ہجوم مشاغل کے باعث تفصیلی مطالعہ کا موقع تو نہیں ملتا لیکن جب بھی نیا ماہنامہ سامنے آتا ہے اسے جستہ جستہ ضرور دیکھتا ہوں۔
اس مختصر سے ماہنامہ کی ایک خاص بات میں نے یہ پائی ہے کہ یہ بہت مختصر لیکن نہایت مفید مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے جس حصہ کو بھی پڑھ لیا جائے اس سے پڑھنے والے کو ایک ہی نشست میں بہت کچھ مل جاتا ہے۔ یہ اس رسالہ کی ایک بڑی خوبی ہے اس میں مضامین کا انتخاب بھی اس انداز پر کیا گیا ہے کہ ہمارے معاشرہ کے موجودہ مسائل پر ان سے براہ راست روشنی پڑتی ہے۔
اللہ تعالیٰ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء کو اس عظیم کارنامہ پر جزائے خیر عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

☆..... حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ (ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)
ہر ماہ ایک جمعہ ”محاسن اسلام“ ہی سے تیاری کر کے پڑھاتا ہوں۔

فہرست عنوانات

انسانی زندگی کی اہم ضرورت

عزت و آبرو کا محافظ

نکاح

فطرت اور نکاح

نکاح تسکین قلب و راحت جان

نکاح سنت انبیاء علیہم السلام

برکات نکاح - عقد مسنون

طلاق کے ضروری مسائل

نکاح عین فطرت ہے!

قال الله تبارک وتعالیٰ سبحٰن الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا یعلمون۔

پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔ (سورہ یٰسین)

خلاق اعظم نے کائنات رنگ و بو کی تخلیق بے جوڑ نہیں فرمائی۔ وحدت کی کیف ما اتفق بصورت ملبہ اسے وجود بخشا بلکہ اتصال و انفصال اور زیبائش و آرائش کی انگنت کیف کیفیتوں سے نوازا کہ فطرت سلیمہ اس کی رنگینی و رعنائی کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھی۔

سبحانک ما خلقت هذا باطلا۔

حسن کائنات کے بے شمار زاویے، لاتعداد تفریحات اور ان گنت تشریحات و توضیحات ہیں جو کہ عنایات الٰہیہ پر اور نوازشات خداوندی پر دلالت کرتی ہیں۔ نہ جانے کن کن فنکاریوں سے اشیائے عالم میں اپنی قدرت و عظمت کی کس قدر علامات ودیعت فرما دی ہیں۔ یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ مگر اس وقت موضوع سخن کے اعتبار سے جو بات تحریر میں لانا مطلوب و مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ان کا باہمی جوڑ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کس قدر تناسب و توافق اور یگانگت و موانست کو نمایاں حیثیت عطا کی ہے حسب فرمان الٰہی سبحان الذی خلق الازواج کلها کہ پاک ہے بس وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے اس حقیقت کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں اس طرح واضح اشارہ موجود ہے کہ ازدواج اشیاء کا یہ انداز فطرت دنیا کی تمام چیزوں میں پایا جاتا ہے اور کل کائنات اس کی یہ تمثال بنی ہوئی ہے کہیں تقابل و تضاد کے ضمن میں، کہیں تاثیر و تاثر اور فعل و انفعال کے حوالہ سے تمام چیزیں باہم مربوط و منضبط ہیں۔ اور یہ وہ روشن حقیقت ہے جس سے ہر ذی عقل کسی نہ کسی درجہ میں آگاہ ہے لوہے کا ربط مقناطیس، ذرات سے نمایاں ہے اور اسی طرح باقی اجناس کا باہمی تعلق بھی واضح ہے کہ

دھات کو دھات سے جوڑنے کے لئے دھات کا استعمال ہوتا ہے مٹی کا ربط مٹی سے ہوگا لکڑی لوہے سے نہیں اسی طریقے پر باقی اجناس کو قیاس کر لیا جائے۔ پھر یہ فطری تقاضے ربط حضرت انسان میں اس وقت نقطہ عروج پر نظر آتا ہے جہاں انسان کی ازدواجی زندگی اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ محبت ومودت کے اوج کمال پر چہکتی، دمکتی، مسکراتی، کھلکھلاتی نظر آتی ہے۔ جب میاں بیوی رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد تمام رشتوں سے اس قوی رشتہ کے تقاضوں کو مقدم رکھتے ہیں اس تمہید سے میرا مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں ازدواجی ربط اور بحر حسن کل کائنات کے فطری بندھن کا ایک حصہ ہے۔

مثال کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو طبعاً تقاضوں کا مجموعہ اور احتیاجات کا مرقع بنایا ہے پھر ان احتیاجات کو پورا کرنے کے لئے متعدد راہیں اور مختلف اسباب متعین فرما دیئے۔ ۱۔ مثلاً گرمی سردی سے بچاؤ کے لئے انسانوں کو لباس کی حاجت ہے اور انسان لباس کا محتاج ہے تو رب قدوس نے انسان کو القا فرمایا کہ تار و پود کا ایک مجموعہ تیار کرے اور اپنی اس حاجت کو پورا کرے، اور زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ لباس نے بھی ترقی کی اور انسان نے اپنے جسم کو چھپانے کے ساتھ ساتھ تزئین وآرائش کے نت نئے طریقے ایجاد کر لئے جو کہ واضح ہیں اور نئے زاویوں کا غیر متناہی سلسلہ ہے۔

۲۔ مسکن اور رہائش گاہ انسان کی ضرورت ہے تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انسان نے جھونپڑیوں اور غاروں سے نکل کر بنگلوں اور کوٹھیوں اور آرائشی اور نمائشی مکانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر لیا۔

علیٰ ھذا القیاس بھوک پیاس مٹانے کیلئے مشروبات وماکولات کی شرح محتاج بیان نہیں ہے مگر انسان کی یہ تمام احتیاجات اور یہ سارے تقاضے جن سے پورے ہوتے ہیں وہ انسان کے ہم جنس نہیں ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ مگر جب باری آتی ہے جنسی تقاضے کے تکمیل کی تو کرم ایزدی سے دستگیری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انسان ہی کی جنس سے ایک فرد اور جسم صنف نازک کو وجود بخشتے ہیں جو مرد کے نہ صرف اس جبلی تقاضا اور حاجت کو پورا کرنے کا سبب بنتی ہے بلکہ اطمینان وسکون کا وہ سرمایہ فراہم کرتی ہے جو انسان کے لئے تہ

صرف معاشرتی زندگی میں باعث افتخار بن جاتا ہے بلکہ زادِ آخرت کا بہترین ذریعہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ لطف الٰہی یکطرفہ نہیں ہے بلکہ دوسری جانب بیوی کے لئے بھی یہ رشتہ ازدواج بے شمار اعزازات و نوازشات خداوندی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مجانست و موانست کا احسان اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ و جعل لکم من انفسکم ازواجا.

کہ تمہارے لئے خواہش نفس کی تکمیل کیلئے جو سبب تخلیق کیا وہ تمہارے ہی ہم جنس ہے۔ بخلاف۔ باقی تقاضوں کی تکمیل کے لئے کہ ان اسباب اور تم میں کسی قسم کی مجانست نہیں ہے معلوم ہوا کہ بیوی کا وجود تقاضہ بشریت کے تکمیل کا واحد ذریعہ ہے اور اسکے خلاف کرنا یعنی نکاح سے اعراض کرنا اس بشری تقاضا اور فطری خواہش کو پامال کرتا ہے۔ جس کے بے شمار مفاسد ہیں اس سلسلہ میں ترغیبات ملاحظہ فرماویں۔ فرمان خداوندی ہے۔ وانکحوا الایامی منکم. کہ اپنے معاشرہ میں موجود غیر شادی شدہ افراد کا نکاح کردو ایامی ــــ

ایم کی جمع ہے وہ مرد جو بغیر بیوی کے ہو اور وہ عورت جو بغیر خاوند کے ہو۔

یہ حکم الٰہی معاشرتی زندگی میں ریڑھ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے معاشرہ اخلاقی اعتبار سے کھوکھلا پن کا شکار ہو جائے گا فکر و نظر میں بگاڑ آئے گا۔ اور مقدس روحانی نگری شیطانی تخریب کاری کا شکار ہو جائے گی اور انسانی اخلاقی عیوب منکشف ہو جائیں گے جبکہ شادی شدہ مرد ہو یا عورت اسکے اخلاقی عیوب مستور ہوتے ہیں اس کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا:

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن.

کہ وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم مرد ان عورتوں کے لباس ہو۔

جس طرح لباس سے جسمانی عیوب پر پردہ پڑتا ہے ایسے ہی میاں بیوی ایک دوسرے کے عیوب کے لئے اور کمزوریوں کے لئے ستر اور پوشیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ اسی باطنی اور اخلاقی بدنگی سے بچنے کے لئے ہمارے اسلاف نے نکاح کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی ہو یا دیگر سلف صالحین کی تمام حضرات کی سیرت سے یہ بات خوب واضح ہوئی کہ ہمارے بزرگوں نے اعزب بے نکاح ہونے کو

باعث عیب سمجھا چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے چنانچہ ان نفوس قدسیہ کے یہ مقدس واقعات ہمارے قلب و نظر میں شرعی اور اخلاق تقدس کو وجود بخشیں کیونکہ ہم لوگوں نے مشرقی، ہندوانہ معاشرہ میں رہ کر اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالا اور تقدس کا ایک ایسا مصنوعی اور جعلی معیار قائم کیا جو اسلامی اقدار سے بالکل مختلف ہے اور رہبانیت سے قریب تر۔

قبل اس کے ہم حضرات صحابہ کرامؓ اور دیگر بزرگان دین کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں سب سے پہلے ہم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ نکاح کرنا روحانی مدارج میں حائل نہیں بلکہ ممد و معاون ہے۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام جن کی روحانیت رشک ملائک ہوا کرتی ہے ان کے لئے نکاح روحانی ترقی میں حائل نہیں ہے تو اور کون روحانیت و نورانیت کا علمبردار ہوگا جس کی روحانیت نکاح سے متاثر ہوتی ہوگی۔

انسان اول اور اول نبی حضرت آدمؑ جن کی تخلیق خلقتہ بیدی کا مظہر ہے مسجود ملائک اس عالم اجساد کی زندگی میں بہشت کے مزے لوٹنے والے اور باغ جنات کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے والے خلیفۃ اللہ فی الارض پوری انسانیت کے جد امجد اور والد محترم جن کے احترام کے تقاضے پورے نہ کرنے پر معلم الملکوت عزازیل مردود و مطرود ہوا۔ جنہوں نے علم آدم الاسماء کلھا کی ڈگری لے کر علمی دنیا میں فرشتوں سے بھی بلند مقام حاصل کیا۔ اور علمی دنیا میں تہلکہ مچا دی جن کے علمی مقالہ کو سن کر فرشتے بھی دم بخود رہ گئے ایسی عظیم ہستی جس کی تخلیق سے پہلے رب کائنات نے فرشتوں کے سامنے اس کا اظہار کیا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ...... اللہ تعالیٰ جب اس عظیم انسان کو پیدا فرمایا تو اسے تنہائیوں کی وحشتوں کے حوالے نہیں کیا اور نہ ہی تجرد کے ذہنی کرب میں مبتلا کیا۔ (شمارہ نمبر 23)

نکاح ...... تسکین قلب و راحت جاں

فرمان الٰہی: ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا. (اعراف رکوع نمبر ۲۴)

خدا ہی ہے جس نے تم کو ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کا جوڑا

بنایا تا کہ اس سے راحت و سکون پاسکے۔

سابقہ سطور میں اس کی وضاحت تھی کہ نکاح عین فطرت ہے اور یہ لازمی امر ہے کہ تقاضے فطرت کی تکمیل سے انسان راحت پاتا ہے۔ یہ وہ واضح اور بدیہی حقیقت ہے جس کو ثابت کرنے کیلئے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ راحتوں کے بھی درجات ہیں بعض راحتیں وقتی ہوتی ہیں اور بعض کا زمانہ طویل ہوتا ہے نکاح کی صورت میں ملنے والی اہلیہ محترمہ چونکہ حیات ساتھی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا نام "رفیقہ حیات" سے ظاہر ہے۔ تو اس سے ملنے والی راحت بھی زندگی بھر کی راحت ہوگی۔ اب میں تسکین و راحت کے عنوان سے ہونے والی اس گفتگو کو شرعی نقطہ نظر سے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

مندرجہ بالا فرمان خداوندی سے تخلیق آدم کے بعد زوج آدم حضرت حوا کی پیدائش کا ذکر ہوا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی بخشنے کیلئے دائمی اہلیہ محترمہ حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا گیا۔ جس رب قدوس نے حضرت آدم کو گارے مٹی سے پیدا کیا تھا وہ خدائے قادر حضرت حوا کو بھی مٹی سے پیدا فرما سکتا تھا۔ بے شک ایسا کرنے پر وہ قادر تھا مگر ایسا نہ کیا۔ کیونکہ اس سے آدم و حوا بالفاظ دیگر مرد و زن میں جو فطری تعلق اور قلبی راحت کا رابطہ قائم فرمانا مقصود تھا وہ قائم نہ ہو سکتا۔ سابقہ سطور جس کا عنوان نکاح عین فطرت ہے تھا اس میں قرآن پاک کے فرمان سے یہ بات ذکر کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویاں تمہاری ہی جنس سے بنائیں۔ اور یہاں حدیث شریف کے حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت حوا صرف جنس آدم ہی سے نہیں بلکہ جسم آدم سے پیدا کی گئی۔ تاکہ وہ رشتہ مودت و محبت زوجین میں باحسن طریق قائم ہو جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ارشاد فرمایا: وجعل بینکم مودة ورحمة (الروم: ۲۱)

مودت و محبت، الفت و رحمت کا یہی قلبی تعلق تھا جس کو مزید تقویت دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل فرمایا تو ان کے ساتھ حضرت حوا کو بھی داخل جنت ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یا آدم اسکن انت وزوجک الجنة (البقرۃ آیت ۳۵) اے آدم تو اور تیری زوجہ محترمہ اس جنت میں رہو۔ اس فرمان خداوندی سے جہاں یہ معلوم ہوا

کر جنتی زندگی تجرد و عزوبیت کی زندگی نہیں بلکہ ازدواجی زندگی کی پر کیف بہاروں کا حقیقی لطف جنت میں نصیب ہوگا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو چاہیے کہ بیوی کو اپنے ہمراہ رہائش پذیر رکھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے "اسکنوھن من حیث سکنتم" کہ جہاں تم رہو وہیں بیوی کو اپنے ہمراہ رکھو۔ اور یہی سنت نبوی ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک دلالت کرتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسفار و غزوات میں بذریعہ قرعہ اندازی کسی نہ کسی زوجہ محترمہ کو اپنے ہمراہ لے جاتے تھے لہذا اکثر اوقات یہ قرعہ ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ بنت اکبر حبیبہ حبیب الرحمن افضل نساء العالمین علی الاطلاق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سلام اللہ و صلوات اللہ علیہا کے نام مبارک نکلتا۔

بیوی چونکہ باعث تسکین قلب و نظر ہے جیسا کہ حضرت حواؑ کی پیدائش سے متعلق فرمان خداوندی سے معلوم ہوا۔ لہذا جو بیوی اس مقصد کو پورا کرنے والی ہو گی شریعت کی نظر میں وہ محمود و قابل تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ان عورتوں کی تعریف کی گئی ہے جو خاوند کو سامان تسکین بہم پہنچاتی ہیں۔

اچھی بیوی کی تعریف حدیث شریف میں ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ "اذا نظرت الیھا سرتک" کہ اے انسان تیری اچھی بیوی وہ ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تیری بیوی تجھے اچھی لگے یعنی خوش منظر ہو۔

علامہ جوزیؒ نے اچھی بیوی کی تعریف یوں لکھی ہے کہ جس کو جب شوہر دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے۔ اسی لئے عورت کو حکم ہے کہ وہ خاوند کو سامان راحت قلب و نظر عطا کرنے کیلئے جہاں اپنے باطن کو اخلاق فاضلہ سے مزین کرے اپنے ظاہر کو بھی زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

چنانچہ خاوند کیلئے بیوی کو جن چار صورتوں میں تادیب و تنبیہ جائز ہے ان صورتوں میں سے ایک صورت فقہاء کرام نے یہ بھی لکھی ہے کہ اگر ترک زینت کرے کہ عورت اگر بناؤ سنگار (جس سے مقصود خاوند کو خوش کرنا ہو) چھوڑ دے تو اول تو خاوند کو چاہیے کہ وعظ و نصیحت کرے پھر قدرے اظہار رنجش کرے اس سے بھی کام سیدھا ہوتا نظر نہ آئے تو پھر مار بھی سکتا ہے مگر بیوی کو مارنے کے بھی کچھ ضوابط ہیں ان سے تجاوز نہ کرے مثلاً یہ کہ ہاتھ سے مارنا ضرب مبرح یعنی ضرب شدید نہ ہو۔

منہ پر تھپڑ مارے وغیرہ وغیرہ۔ عورت کے بناؤ سنگار سے چونکہ خاوند کو خوش کرنا ہے لہٰذا عورت ایسے مواقع تلاش کرے جہاں بناؤ سنگار پر خاوند کی نظر زیادہ سے زیادہ پڑے اور وہ گھر ہے اور جہاں اجنبی لوگوں کی نظر پڑنے کا احتمال ہو وہاں میک اپ سے بچے چنانچہ خوشی کی کسی تقریب میں شرکت کیلئے جہاں کسی بھی نامحرم کی نظر پڑنے کا احتمال ہو انتہائی سادگی کے ساتھ جائے۔ اور اپنے آپ کو جاذب نظر بنا کر اس میں شریک نہ ہو۔ عورت مرد کیلئے راحت قلب و جان ہے اسی لئے شریعت مقدسہ نے عورت کو حکم دیا کہ شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے خاوند کو راضی رکھے اور اس پر عمل کرنے کی صورت میں جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ام المومنین حضرت سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ ماتت و زوجھا عنھا راض دخلت الجنۃ (رواہ الترمذی)

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہو تو وہ عورت بہشت میں داخل ہوگی مگر خاوند کو راضی رکھنا جیسے کہ پہلے بیان ہوا، شرعی ضابطہ اخلاق کے مطابق ہو۔ غیر شرعی طریقے پر خاوند کو راضی رکھنے کی عورت ذمہ دار نہیں ہے۔ کیونکہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ کہ جن امور میں خالق کی نافرمانی لازم آئے ان امور میں مخلوق کی اطاعت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ مخلوق کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔

عورتیں مردوں کیلئے سامان راحت ہیں اس مقصد کے حصول کیلئے مردوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: فانکحوا ما طاب لکم من النساء (نساء آیت ۳) تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ مگر ما طاب لکم کی بنیاد بھی شرعی ضابطوں پر استوار ہونی کہ فسق و فجور پر۔ کہ نکاح سے مقصد پاک دامنی، طہارت قلب و نظر اور پاک اور صالح اولاد ہے۔

اس لئے قرآن پاک میں اس سے منع کر دیا گیا کہ کوئی مسلمان کسی مشرک عورت سے نکاح کرے اگرچہ وہ مشرک عورت اس کو اچھی کیوں نہ لگے بلکہ مشرک آزاد عورت کی نسبت باندی مومنہ بہتر ہے۔ حدیث شریف میں بھی نکاح کے بارے میں دین کو ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے اور مال و دولت اور حسن و جمال کو ثانوی درجہ دیا گیا ہے۔ (شمارہ نمبر 24)

نکاح

سنت انبیاء کرام علیہم السلام

بیوی کی تخلیق سے مقصود سکون زوج ہے تو اسی دعوے کی تائید کے سلسلے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے۔ لا تصوم امرأۃ الا باذن زوجھا (رواہ ابوداؤد) کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہوا کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد خاوند کی رضا جوئی اور خوشنودی کا درجہ ہے اور نفلی عبادات اس سے موخر ہیں لہٰذا محترم اور قابل صد احترام خواتین جو نفلی عبادات کی کثرت سے خاوند کی خواہشات کو پامال کرتی ہیں۔ بلکہ ناراض کرتی ہیں اور اس کو نیکی سمجھتی ہیں اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں غور کریں۔ ایک اور حدیث شریف میں جس کے راوی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں معلم اخلاق کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتگان خدا اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ یہ حدیث شریف بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

اب وہ عورت جو اپنے گمان میں نیکی کر رہی ہے اور ساتھ ہی خاوند کو ناراض کر کے فرشتوں کی لعنت بھی کما رہی ہے اسے سوچنا ہوگا کہ ایسی پارسائی سے اسے کیا حاصل ہوا البتہ مذکورہ حدیث شریف سے طبعی اور شرعی عذر کی صورت مستثنیٰ ہے مثلاً بیماری اور ماہواری سابق مضمون کے اس تتمہ کے بعد موجودہ کا بیان ہے کہ نکاح سنت انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔

اس کرہ ارض پر بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے جن کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتے ہیں مگر موضوع گفتگو کی مناسبت سے چند ایک نبیوں کی ازدواجی زندگی کا ذکر بالاختصار کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ولقد ارسلنا

رسلاً من قبلک وجعلنا لهم ازواجاً وذریۃ (سورۃ رعد آخری رکوع) "یعنی اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو بیویاں اور اولاد۔"

اس مضمون کا اصل مقصد اس تاثر کو زائل کرنا ہے جو معنوی تقویٰ کے جال میں پھنسے جاہل صوفیاء نے عوام کے ذہنوں میں جما رکھا ہے کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے بیوی اور بال بچوں سے بے نیاز زندگی مفید و مستحسن ہے۔ مگر انبیاء کرام کی ازدواجی معاشرتی زندگی کے تذکرے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ازدواجی زندگی روحانی تقدس ما بی میں حائل نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت کے حصول کے لئے ممد و معاون ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اصل موضوع جو کہ نکاح سنت انبیاء علیہم السلام ہے کا ذکر کرتے ہوں تاکہ پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو کونسی زندگی عطا فرمائی بغیر نکاح کے زندگی یا بھرپور ازدواجی اور اہل و عیال کی زندگی کیونکہ قانون بلکہ واجب التقلید زندگی تو حیات انبیائے کرام علیہم السلام ہے جو کہ پوری انسانیت میں سے اللہ تعالیٰ کے منتخب انسان تھے اور جن کی پیروی کا حکم امت کو ہوا۔ پہلا انسان پہلا نبی علیہ السلام نوع انسانی کے فرد اول ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں گویا پہلا انسان پہلا نبی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا یہ کرم ہوا کہ انسان نے زندگی کے سفر کا آغاز نور نبوت کی روشنی میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہلے انسان کی معاشرتی زندگی کو صرف مشورہ ہی نہیں بلکہ عملاً بنانے کے لئے نئی نوع انسان کو پیدا فرمایا۔ اس سلسلے میں کسی قدر سابقہ مضامین میں بھی لکھا جا چکا ہے۔ مزید تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

آدم ثانی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی ازدواجی زندگی کا ذکر صراحتہً قرآن کریم میں ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھی اور نرینہ اولاد بھی۔ حضرت سام، حام، یافث اور کنعان۔ حضرت سیدنا صالح علیہ السلام نے بھی ازدواجی زندگی گزاری جس کی طرف قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے۔ "لنبیتنه واهله" کہ ان کی قوم کے کافر فرقہ نے کہا کہ ہم حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل پر شبخون مار دیں گے۔ اسی طرح جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کو ہم ملت کہلاتے ہیں۔ ان کی تین بیویاں تھیں۔ حضرت حاجرہ جن سے حضرت

اسماعیل۔ اور حضرت سارہ جن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ حضرت قطورا جن سے زمران، منقشان، مادان، جن کو مدائن بھی کہا جاتا ہے، مدین، شیاق، شوخ پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم ان کے چھ صاحبزادوں کے پیدا ہونے کی کوئی وضاحت نہیں مل سکی۔ بہرحال حضرت ابراہیم کی تین بیویاں اور آٹھ صاحبزادے ہوئے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام ان کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھائی ناحور کی بیٹی رفقاء سے فرمائی۔

اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی۔ حضرت ابراہیم یعنی اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق طلاق دی۔ اس کے بعد عمرو دختر سعد بن اسامہ سے ہوئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تیسری بیوی تھی۔ اور اس سے حضرت اسماعیل کے بارہ فرزند پیدا ہوئے اور ایک بیٹی جس کا نام نسمہ تھا یعنی اس بیٹی کا نکاح حضرت اسماعیل نے اپنے بھتیجے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے عیص بن اسحاق سے کر دیا تھا جن سے روم نامی ایک بیٹا پیدا ہوا جو کہ رومیوں کے جد امجد تھے۔ اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام اہل و عیال والے تھے ان کے دو بیٹے مشہور ہیں حضرت عیص اور حضرت یعقوب علیہ السلام۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی صاحب اولاد تھے ان کے دو بیٹوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے حضرت افرائیم اور حضرت میشا۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بھرپور ازدواجی زندگی اور اہل و عیال والی زندگی کیساتھ تریسٹھ سال گزار کر اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صرف نکاح ہی نہیں فرمائے بلکہ اس کی ترغیب بھی حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دی۔

جیسا کہ ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ چند صحابہ نے مختلف عبادات سے متعلق اپنے عزم و ارادہ کا تعین کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور تنبیہ فرمائی کہ دیکھو! میری زندگی تمہارے لئے مشعل راہ ہے اس میرے طرز حیات کو اختیار کرو گے تو کامیاب رہو گے کیونکہ میں آل اولاد والا ہوں اور بھرپور معاشرتی زندگی گزارنے والا ہوں جو میری

سنت کو اختیار کرو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو اور جو شخص میری زندگی کے مطابق عمل نہیں کرے گا وہ شخص مجھ سے نہیں۔ (شمارہ نمبر 25)

بے نکاحی زندگی .... شریعت میں ناپسندیدہ ہے

اسلام نے انسان پر فطری خواہشات کو پورا کرنے کے سلسلے میں پابندی عائد نہیں کی بلکہ چند اصول و ضوابط کا پابند بنا کر بشری تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ اس طریقہ کار نے انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کر دیا اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہذا اسلام نے فطری تقاضوں کو منہدم کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ ان کو پورا کرنے کے لئے ایسے ضابطے مقرر فرما دیئے جن پر عمل کرنے سے شرف انسانی کو فروغ ملتا ہے، روحانیت کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ فطرت تسکین پاتی ہے انفرادی زندگی نکھرتی ہے اور معاشرہ جنت کا نمونہ بن جاتا ہے گویا شریعت مقدسہ کے ضابطوں پر عمل کرنا انسانیت کو فروغ دیتا ہے اور اس سے اعراض انسانی اقدار کو پامال کرتا ہے۔ بشری تقاضوں میں سے ایک تقاضا نکاح بھی ہے اسلام نے جہاں نکاح کے احکام بیان فرمائے وہاں اس کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے تاکہ کوئی فرد بشر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس نعمت سے محروم نہ رہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جنت کی ابدالآباد زندگی تک انسان کو یہ نعمت حاصل رہی ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں نکاح کو ابدی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر جنت کی ہمیشگی زندگی تک صرف دو عبادتیں جاری و ساری رہیں ہیں اور رہیں گی (۱) ایمان (۲) نکاح ان تمہیدی الفاظ کے بعد اپنے مضمون کی تائید کیلئے (۱) فرمان خداوندی (۲) احادیث مبارکہ (۳) آثار و عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان (۴) صلحائے امت کا عمل (۵) اکابر ملت کے اقوال کا سہارا لوں گا (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے وانکحوا الایامی منکم کہ تم میں جو غیر شادی شدہ ہیں ان کا نکاح کردو۔ ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے جس کا مفہوم ہے کہ طلاق یافتہ عورتیں اگر سابقہ طلاق دہندہ خاوندوں سے نکاح کرنا چاہیں اے ان عورتوں کے سرپرستو تم ان عورتوں کو ان خاوندوں

کے ساتھ نکاح کرنے سے منع ہو گا۔ ذرا غور کریں تمام معاشرے میں یہ امر کس قدر ذہنی
اذیت کا باعث ہے کہ طلاق دینے والے کے ساتھ طلاق یافتہ عورت کا نکاح کر دیا جائے مگر
شرعی طور پر نکاح کس قدر اہم ہے کہ رسم و رواج کی بندشوں کو نظر انداز کر کے نکاح کا حکم دیا گیا
تاکہ زوجین میں موانست نکاح سے محروم نہ رہے خاص طور پر نکاح کرانے میں جو انس و موانست کا
پہلو نمایاں ہوگا کیونکہ اس نکاح کو باہمی رضامندی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے مگر طلاق دینے
کے ساتھ مطلقہ عورت کا نکاح شرعی جواز پر موقوف ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ سورہ نساء کے آغاز میں فرماتے ہیں فانکحوا ما طاب لکم من
النساء کہ جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، فانکحوا کے امر خداوندی کے پیش نظر
اصحاب ظواہر نے نکاح کو فرض قرار دیا ہے۔ مگر عام حالات میں جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک نکاح
فرض نہیں مگر مسنون و مستحسن ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ نکاح کی استطاعت کی
صورت میں گناہ میں ملوث ہونے کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا سب کے نزدیک واجب ہے۔

نکاح سے متعلق ارشادات نبوی

(۱) حدیث شریف میں جن چار چیزوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت قرار دیا گیا ہے ان میں نکاح بھی ہے۔

(۲) ایک حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص سامان نکاح رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح پاک دامنی کا سبب ہے۔

(۳) فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ دنیا متاع یعنی نفع اٹھانے کی چیز ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

(۴) ایک حدیث شریف میں ہے وہ مرد مسکین ہے جس کی بیوی نہیں، اور وہ عورت مسکین ہے جس کا خاوند نہیں۔

(۵) فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تقویٰ کے بعد بہترین چیز ہے جس سے مومن مستفید ہو سکے نیک بیوی ہے اور نیک بیوی کی علامتیں بھی حدیث شریف میں مذکور ہیں کہ

خاوند حکم دے تو اطاعت کرے۔ اس کو دیکھے تو خوش لگے اگر اس کو (جو تیرا شوہر ہے) قسم دے تو خاوند کی قسم کو پورا کرے۔ خاوند غائب ہو تو اپنی عزت و آبرو اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔

(۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تمہارے پاس ایسا رشتہ آ جائے جو دین کے اعتبار سے پسندیدہ ہو رشتہ ہو تو فوراً نکاح کر دو ورنہ فتنہ و فساد پھیلے گا۔

مندرجہ بالا ترغیبات نکاح کا تعلق آیات الٰہی اور احادیث نبویہ سے تھا جس سے نکاح کی فضیلت و اہمیت خوب واضح ہوگئی اب حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال کا ذکر ہے۔

کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے یارحق امت کیلئے واجب التقلید اور اعمال خیر میں ملت اسلامیہ کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ امام اہل سنت علامہ ابن کثیرؒ بدعت کے حوالے سے فرماتے ہیں لو کان خیرا ما سبقونا الیہ کہ دین میں جو کام نیا داخل کیا گیا ہے اگر خیر ہوتا تو حضرات صحابہ کرام ضرور کرتے۔ کیونکہ حضرت صحابہ کرام نے اخلاقی، معاشرتی، سماجی یا دیگر شعبوں کے لحاظ سے جو راہیں اختیار کیں وہ خیر کی راہیں تھیں اور حضرت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تقلید ہی میں پوری امت کی خیر و بھلائی ہے اور فلاح دارین پوشیدہ ہے۔

نکاح سے متعلق اقوال صحابہ کرام علیہم الرضوان

الناطق بالحق والصواب حضرت سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ نکاح کرنے کی راہ میں رکاوٹ (مرد کیلئے) یا عاجز (نامرد) ہونا ہے یا پھر فسق و فجور ہے۔

(نوٹ) اگرچہ اس قول فاروقی میں عجز سے مراد جسمانی عدم استطاعت ہے مگر ہمارے غیر اسلامی معاشرہ میں، ہندوؤں کے وہ غلط اثرات ہیں جو شریعت کے احکام سے ناواقفی کی وجہ سے ہمارے دلوں میں راسخ ہو چکے ہیں جن کی وجہ سے مرد و عورت کیلئے دوسرا نکاح مشکل ترین بن چکا ہے۔ جو کہ شرعاً معیوب نہیں۔

(۲) ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی عابد کی عبادت تمام و مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ نکاح کرے۔ وضاحت عبادت کی روح خیالات اور دل و دماغ کی پاکیزگی اور یکسوئی ہے جو کہ نکاح کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے نکاح آدمی کو خیالات کی طہارت مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب خاص میں رہنے والے جلیل القدر صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میری زندگی کے صرف دس دن باقی ہیں پھر بھی میں نکاح کرنا پسند کروں گا تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اعزب (بے نکاح) ہو کر حاضر نہ ہوں۔

نکاح سے متعلق ایک صحابی کا واقعہ

ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتے تھے ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو فرمایا تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ اس نے عرض کی حضورؐ میں غریب آدمی ہوں میرے پاس کچھ نہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دوسری دفعہ فرمایا تو اس صحابی نے پھر وہی جواب دیا دوسرا تھوڑی اس صحابی نے سوچا کہ جو کچھ حضور فرما رہے ہیں اسی میں میری دنیا و آخرت کی بہتری ہو گی اب کے اگر حضور علیہ السلام نے فرمایا تو میں نکاح پر آمادگی ظاہر کروں گا چنانچہ جب حضور علیہ السلام نے تیسری دفعہ ارشاد فرمایا تو اس شخص نے عرض کیا حضور پھر میرا نکاح کروا دیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا فلاں شخص کے پاس جاؤ اسے کہو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو۔ اس صحابی نے عرض کی حضور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں آپ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا اپنے بھائی کیلئے کچھ جمع کرو صحابہ کرام نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا چنانچہ اس صحابی کا نکاح ہو گیا پھر حضرات صحابہ کرام نے حضور کے حکم پر ایک بکری لے کر اس کیلئے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا سبحان اللہ یہ معاشرہ اسلامی معاشرہ تھا جس میں لطف ہی تھا۔

نکاح سے متعلق حضرات صحابہ کرام کا عمل

زمانہ طاعون میں حضرت سیدنا معاذؓ بن جبل جلیل القدر صحابی رسولؐ کی دو بیویاں طاعون سے فوت ہو گئیں۔ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل خود بھی مرض طاعون میں مبتلا تھے فرمانے لگے میرا نکاح کر دو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اعزب (بے نکاح ہو کر) حاضر ہوں۔

ہوئی اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی تو دل یہی چاہتا کہ کسی طرح اس کے پاس چلی جاؤں لیکن خدا کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی اب میرا آخری وقت ہے میں سب کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا۔ اس واقعہ سے سیدنا عبداللہ بن عباس کے اس قول کی خوب وضاحت ہوگئی کہ نکاح کے بغیر عابد کی عبادت مکمل نہیں ہوتی۔ ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل وعیال کی زندگی ذکر اذکار اور عبادت والی زندگی میں مخل ہے اور تجرد کی زندگی بغیر نکاح کے زندگی گزارنا عبادت کی زندگی گزارنے کیلئے ممد ومددگار ہے لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا قول سنئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے تنہائی کی زندگی گزارنی شروع کی تو ایک شخص نے ان کو کہا کہ آپ کو یہ زندگی مبارک ہو کہ عبادت اور ذکر کیلئے فرصت کے اوقات میسر ہوگئے جواب میں حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا لروعة منک بسبب العیال افضل من جمیع ما انا فیہ کہ اہل وعیال کے باعث تیری ایک دفعہ کی گھبراہٹ اجر وثواب کے اعتبار سے میری اس تنہائی کی پوری زندگی سے افضل ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عیال دار آدمی کو اعزب (بے نکاح) پر وہ فضیلت حاصل ہے جو کہ ایک مجاہد کو قاعد (جہاد سے بیٹھ رہنے والے) پر ہے ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ عیال دار آدمی کی ایک رکعت نماز اعزب (بے نکاح) کی ستر رکعت سے افضل ہے۔ مولانا محمد سعید علی نقیا ء

برکات نکاح

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے احکام فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہیں یہ بات ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے مگر حقیقت یہی ہے کہ احکام شریعت خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا حقوق العباد اور شعبہ معاشرت سے اس حکیم وعلیم ذات نے ہر حکم شریعت میں فوائد حکمت کے بیش بہا خزانے ودیعت فرما رکھے ہیں اور یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس پر کسی قسم کی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ان احکام شرعیہ میں حکم نکاح بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث

ورنہ کرتے تھے اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کر دو دو، تین تین، چار چار۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم متعدد بیویوں کے درمیان انصاف اور عدل و مساوات کا معاملہ نہ کر سکو تو ایک پر اکتفا کرو گویا اصل حکم تو یہی ہے کہ تم دو دو، تین تین اور چار چار نکاح کرو مگر بوقت عذر کہ تم منصف مزاج نہیں ہو تو پھر ایک بیوی کر رکھو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مثنیٰ وثلاث کے بعد ایک کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دو سے حکم نکاح کا آغاز فرمایا، مگر ہمارا معاشرہ صرف ایک بیوی سے نکاح کرنے کو اصل حکم کا درجہ تصور کرتا ہے اور دوسری بیوی سے نکاح کرنا بامر مجبوری خیال کرتا ہے تیسری بیوی کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ دوسری بیوی سے نکاح پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص کر لے تو اس کو ہزار ہا عذر پیش کرنے پڑتے ہیں کہ میری پہلی بیوی بیمار تھی معذور تھی میں مجبور تھا اس لئے دوسری شادی کی ہے، یا پہلی بیوی سے اولاد نہیں ہو رہی تھی اس لئے دوسری شادی کی۔ غرضیکہ کوئی نہ کوئی عذر پیش کرنا پڑتا ہے تب جا کر معاشرہ کے طعن و تشنیع سے اس کی جان چھوٹتی ہے۔ دوسری بیوی سے نکاح کا کڑوا گھونٹ بھرنے کی معاشرہ اجازت دیتا ہے۔ ورنہ عام حالات میں کہ پہلی بیوی بیمار بھی نہیں اور اس سے اولاد نرینہ بھی ہے (کیونکہ بیٹیاں کو معاشرہ اولاد تصور نہیں کرتا) اور اس کے علاوہ کوئی اور عذر بھی نہیں ہے جو کہ ہمارے جاہلی معاشرے کے نزدیک قابل قبول ہو۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص دوسری شادی کرے تو ہائے ہائے ہو جاتی ہے پہلی بیوی مظلوم اور خاوند معاشرہ کا ظالم ترین انسان، عیاش، شہوت پرست اور نہ معلوم کیا کچھ سمجھا جاتا ہے اور اس کو تحقیر کی سے بری خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے اس جاہلی اور ہندی معاشرے کا اخلاقی دباؤ افراد معاشرہ پر اس قدر شدید ہے کہ عام حالات میں متعدد شادیاں کرنے والا ہوتا بھی وہی ہے جو عیاش ذہن کا مالک ہوتا ہے کوئی نیک اور ایسا کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بھی اسی معاشرے کا فرد ہے تو گویا یہ صورت حال پورے معاشرے کی پیدا کردہ ہے جس نے شریعت مقدسہ کی جانب سے عطا کردہ اس نعمت عظمیٰ کو مشکل ترین بنا دیا ہے مگر یاد رکھئے اسلامی معاشرہ ہمارے اس ہندی معاشرے سے الگ ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ بزرگان دین اور ائمہ مجتہدین کا معاشرہ ہے وہ اس لئے کہ خواہش نفس کی جائز طریقے سے تکمیل

ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے حوالے سے علامہ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ نے اپنی مشہور آفاق کتاب شفا شریف میں ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے اعتبار سے بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی کثرت باعثِ فضیلت ہے۔ ان چیزوں میں علامہ موصوف نے نکاح کو بھی شمار کیا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں والضرب الثانی ما یتفق التمدح بکثرتہ والفخر بوفورہ کالنکاح کہ دوسری قسم وہ ہے جس کی کثرت کے باعثِ تعریف ہونے پر سب کا اتفاق ہے وہ جس کی زیادتی باعثِ فخر ہے وہ نکاح کرنا ہے اسلامی معاشرے میں اسی کو سیرتِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد میں بیک وقت گیارہ ازواج مطہرات بھی جمع ہوئیں اور جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت نو ازواج مطہرات موجود تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تعداد ازواج مطہرات سے نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اور امت کیلئے چار سے تجاوز حرام ہے۔ اسلامی دنیا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار آتا ہے۔ اس سلسلے میں کثرت اور تعدد ازواج کا ذکر کیا جاتا ہے۔ افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر کی چار بیویاں تھیں۔ (۱) قتیلہ (۲) ام رومان (۳) اسماء بنت عمیس (۴) حبیبہ بنت خارجہ۔

اشدھم فی دین اللہ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمرؓ نے آٹھ بیویوں سے شرعی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا۔ (۱) زینب بنت مظعون (۲) ملیکہ (۳) قریبہ (۴) ام حکیم بنت الحارث (۵) سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (۶) جمیلہ بنت قیس انصاریہ (۷) لہیہ یمنیہ (۸) عاتکہ بنت زید۔

دوہرے داماد رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کی شرعی ضابطے کے مطابق یکے بعد دیگرے آٹھ بیویاں تھیں۔ (۱) حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) بعدہ سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) فاختہ بنت غزوان (۴) ام عمرو بنت جندب (۵) فاطمہ بنت ولید (۶) ام البنین بنت عیینہ (۷) رملہ بنت شیبہ (۸) نائلہ بنت الفرافصہ۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (جو زہد و تقویٰ کے جبل عظیم اور صوفیائے کرام کے سلاسل طریقت کے امیر و مرشد کامل و معظم تھے اور ترک دنیا میں اپنی مثال آپ تھے انہوں نے بھی شرعی دستور کے مطابق یکے بعد دیگرے آٹھ شادیاں فرمائیں۔ (۱) حضرت سیدہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۲) ام البنین بنت حزام (۳) لیلیٰ بنت مسعود (۴) اسماء بنت عمیس (۵) صہبا بنت ربیعہ (۶) امامہ بنت ابی العاص حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (۷) خولہ بنت جعفر الحنفیہ جو کہ حضرت محمد علی جو کہ حضرت محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں کی والدہ محترمہ تھیں (۸) محیاۃ بنت امرا القیس۔ (محاضرات اسلامی)

ایک اہم اور ضروری وضاحت نکاح سے متعلق حکم خداوندی کہ دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔ اس کے کچھ اصول و ضوابط ہیں کچھ شرطیں ہیں ان کے بغیر متعدد نکاح کیا کرنا بھی جائز نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اقیموا الصلوٰۃ کہ نماز قائم کرو تو اس حکم الٰہی کی بھی شرطیں ہیں جسم پاک یعنی وضو وغیرہ اور غسل وغیرہ اور دیگر شرائط جن کے بغیر نماز ہوتی نہیں اسی طرح نکاح کی بنیادی شرط یہ ہے کہ نان و نفقہ لباس اور رہائش کی سہولتیں بیوی کو دی جائیں اور رہائش یعنی مکان اور مکان بھی ایسا کہ جس میں خاوند کے متعلقین میں سے کوئی بھی شریک رہائش نہ ہو مگر یہ کہ عورت رضامند ہو اگر کوئی ذی وسعت اس قدر متمول (مالدار) ہے کہ ہر بیوی کو اس کے حقوق کما حقہ ادا کر سکتا ہے تو اس کے لئے چار تک نکاح بیک وقت کرنے جائز ہیں ورنہ ایک بیوی کرنا بھی اس کے ساتھ ظلم ہوگا اگر اس کے حقوق کے متعلق بنیادی سہولتیں اسے نہ دے سکتا ہو ایسے شخص کے لیے نکاح کے متبادل طریقہ کا اختیار کرنا بہتر ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (متفق علیہ) ترجمہ: اے گروہ جوانان تم میں سے سامان نکاح (نان و نفقہ رہائش لباس اور مناسب مہر وغیرہ) رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ اور جس

کے پاس سامانِ نکاح نہ ہو اس پر لازم ہے کہ مسلسل اور کثرت کے ساتھ روزے رکھے کیونکہ اس طرح سے روزہ رکھنا خواہش نفس کو توڑنے والی چیز ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنا بھی سامانِ نکاح کے ساتھ مشروط ہے چہ جائیکہ متعدد نکاح کرے مثلاً بیویاں تو دو تین یا چار ہوں اور ضروریاتِ زندگی کی سہولت کسی ایک کو بھی نہ دے سکے ایسا کرنا سراسر ظلم اور ناانصافی ہوگا یہ شریعت کا حکم نہیں ہے ہاں وہ لوگ جو مال و دولت کی فراوانی رکھتے ہیں اور ایک سے زیادہ بیویوں کے اخراجات کی کفالت بھرپور طریقے سے کر سکتے ہیں اس قسم کے مالدار لوگوں کیلئے مستحسن اور بہتر یہی ہے کہ تعدد ازدواج عدل و انصاف کے ساتھ اختیار کریں۔

عام طور پر وراثتوں کی تقسیم کو بہت ہی نادرست طریق پر انجام دیا جاتا ہے بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ وہ ایک شادی کرتے ہیں اور زندگی کے مناسب حصہ میں مثلاً چالیس یا پچاس ساٹھ سال کے درمیان ان کی بیوی فوت ہو جائے تو بقیہ عمر کا حصہ کلفتوں اور مشقتوں میں گزار دیتے ہیں دوسری شادی نہیں کرتے۔ یہ بھی ہمارے معاشرے کے قبیح اثرات کا شاخسانہ ہے اس کے خلاف عملی جہاد کرنا ضروری ہے کیونکہ ایسا کرنا شرعاً قبیح ہے اور اس سے متعلق کسی قدر وضاحت سابقہ تحریروں میں ہو چکی ہے اس مناسبت سے مختصر طور پر ایک داستان کا واقعہ تحریر کیا جاتا ہے خاندانِ حبیب الٰہی کے بطل جلیل عالم نبیل مفتی اعظم ہند حضرت مولانا خواجہ محمد عبدالحلیم جالندھری نور اللہ مرقدہ کے مرید خاص اور خلیفہ میاں الٰہی بخش کی بیوی فوت ہوگئی ان کی عمر تقریباً اسی برس کی تھی حضرت مفتی موصوف ان کو فرماتے رہتے تھے کہ میاں نکاح کرلو مگر وہ اس معاملہ میں کوئی خاص پیش رفت نہ کر سکے ایک دن میاں الٰہی بخش صاحب اپنے مرشد کریم مولانا مفتی محمد عبدالحلیم کو پنکھا جھل رہے تھے کہ حضرت مرشد کریم جلال میں آگئے اور پنکھا ان کے سر پر مارا اور فرمایا جاؤ پہلے نکاح کرو پھر میرے پاس آنا چنانچہ میاں الٰہی بخش نے نکاح کیا جس سے میاں الٰہی بخش کا بیٹا عبدالرحمن نامی پیدا ہوا اور ان کی اولاد کثرت کے ساتھ اس وقت موجود ہے اور سب کے سب حافظ و عالم اور بھرپور طریقے سے دین اور علم دین کی خدمت کر رہے ہیں کچھ مدینہ طیبہ میں علم تصوف کی خدمت میں مصروف اور تشنگانِ علم کے لئے گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۲۔ تحفظِ دین: جس کسی بچے یا بچی کا نکاح ایسی جگہ نہ کیا جائے جہاں اس کا دین خطرے میں پڑ جائے یا اس کے تقویٰ و طہارت کی زندگی فروغ نہ پا سکے بلکہ متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔ حدیث شریف میں اس خاوند کی تعریف کی گئی ہے جو بیوی کو نماز کیلئے جگائے نہ اٹھے تو پانی کے چھینٹے مارے۔ اسی طرح اس بیوی کی تعریف کی گئی ہے جو نماز کیلئے دینی معاون و مددگار ہو کر خاوند کو نماز کیلئے جگائے نہ اٹھے تو پانی کے چھینٹے مارے۔ اس اعتبار سے کسی بدعقیدہ عورت سے نکاح کرنا اپنی اولاد کو بے راہ روی پر ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ اولاد پر والدہ کے اثرات زیادہ پڑتے ہیں۔ اگرچہ شرعاً اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے مگر ایسا کرنا اس وقت درست ہے جب نکاح کرنے والے کی زندگی پر اسلام کا رنگ اس قدر غالب ہو کہ اس کی منکوحہ اس سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور اسلام کو قبول کر لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی عورت خاوند کی زندگی میں گمراہی کا زہر گھول دے اور اس کی اولاد کی آخرت تباہ کر دے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح چار وجوہ سے کیا جاتا ہے (۱) مال و دولت کی بنیاد پر (۲) خاندانی شرافت و نجابت کے اعتبار سے (۳) حسن و جمال کا خیال کرتے ہوئے۔ (۴) دینداری اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے۔ لہٰذا اے مخاطب تو دینداری کا انتخاب کر کے کامیاب ہو جا۔ ایک اور حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے دنیا نفع اٹھانے کا سامان ہے اور سامانِ حیات کا بہترین حصہ نیک بیوی ہے۔

حضور علیہ السلام کے ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ نکاح میں دینداری اور تقویٰ طہارت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ تیسرا امر جس کا نکاح میں لحاظ کرنا بہت ضروری ہے وہ اخلاق حسنہ ہیں کسی بھی بداخلاق عورت سے نکاح کرنا اپنے گھر کو جہنم کدہ بنانے کے مترادف ہے خاوند سے متعلق تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی مذکور ہے کہ اگر کوئی نکاح کا پیغام دینے والا دیندار ہو صاحب خلق حسن ہو تو اس کے پیغام نکاح کو قبول کر لو ورنہ معاشرتی زندگی فتنوں کا شکار ہو جائے گی حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں ایسا شخص پیغامِ نکاح بھیجے
جس کا دین اور خلق تمہارے ہاں پسندیدہ ہو تو فوراً نکاح کر دو، اسی وصفِ حسن کے پیشِ نظر
آزاد عورتوں سے نکاح کو ترجیح دی گئی ہے اور غلام عورتوں سے نکاح کو ثانوی درجہ دیا گیا اس
میں جہاں اور حکمتیں ہیں وہاں ایک حکمت یہ بھی کہ غلام عورت غیر تربیت یافتہ ہونے کے
اعتبار سے اخلاقِ حسنہ سے عاری ہوتی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ
جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور طاہر و مطہر ہو کر جانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ آزاد عورت سے
نکاح کرے۔ آپ کا یہ فرمان اس لئے بھی ہے کہ جہاں مرد کے اخلاق کا اثر بیوی پر پڑتا
ہے وہاں عورت کے اخلاقی اثرات سے مرد بھی متاثر ہوتا ہے، حضرت شیخ سعدیؒ بیان
فرماتے ہیں بری عورت نیک مرد کی حویلی میں اسی دنیا میں اس کیلئے دوزخ ہے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح کے سلسلے میں رشتہ تلاش کیا گیا
اور آپ کو بتایا گیا کہ دو بہنیں ہیں۔ ایک حسینہ جمیلہ ہے اور دوسری ایک آنکھ سے محروم ہے مگر
ان دونوں میں سے عقلمند اور اخلاقِ حسنہ والی وہی کانی ہے تو آپ نے فرمایا فوراً جو بھی اچھا
میرا نکاح اسی کانی سے کر دو۔

چوتھی چیز جو ازدواجی زندگی کو پُر لطف اور پُر بہار بناتی ہے وہ مزاج کے لحاظ سے باہمی
موافقت و مناسبت ہے اگر اس اعتبار سے کمی ہوگی تو خوشگواری کا حصول مشکل ہو جائے گا،
اس لئے مناسبت سے جہاں مزاج کو دخل ہے وہاں عمر کو بھی اچھا خاصا دخل ہے اللہ تعالیٰ نے
جنتی بیویوں کی جہاں اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں وہاں ہم عمری کا خاص طور پر ذکر لفظ اتراباً
(سورۃ نبا پ ۳۰) کے ساتھ فرمایا، ہمارے اس جاہلی معاشرہ میں وحشت کی رسم قبیح کے زیر اثر
عمر کا قطعاً خیال نہیں کیا جاتا اور نو عمر لڑکی کا نکاح زیادہ عمر والے کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، یا
پھر مال و دولت کی چمک کے پیشِ نظر عمر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی حد تک مجبوری ہو
تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے، اسی باہمی مزاج کی موافقت اور قلبی
لگاؤ اور تعلق کا شریعت نے خاص لحاظ کیا ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے مثلاً خاوند
نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق کے بعد حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ شرعی

ضابطے کے مطابق دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور دونوں اس امر پر راضی بھی ہیں اور سابقہ کیے پر نادم ہیں ان کی صورت حال اس امر کو واضح کر رہی ہے کہ دونوں خوشی ازدواجی زندگی گزار سکیں گے تو ان حالات میں بعض اوقات مشرقی نخوت اور انا حائل ہوتی ہے اور عورت کے سرپرست اپنی ہتک عزت سمجھتے ہیں کہ دوبارہ اس شخص سے اس عورت کا نکاح کر دیں جس نے پہلے اس کو طلاق دے دی تھی اس صورت میں وہ رکاوٹ بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو رکاوٹ بننے سے منع فرمایا ہے اور واضح طور پر فرمایا:

واذا طلقتم النساء (پ ۲ آغاز رکوع نمبر ۱۴) ترجمہ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کر لیں اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جائیں آپس میں موافق دستور کے۔ اذا تراضوا بینہم میں یہی حکمت ہے کہ جب وہ باہم رضامندی سے نکاح کرتے ہیں تو یہ ازدواجی زندگی کیلئے مفید ہے کہ وہ خوش ہو کر رہیں بخلاف کسی اور شوہر کے وہاں اس امر کی ضمانت اس قدر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ میاں بیوی کی باہمی الفت ومحبت جو کہ معروف اور شرعی دائرہ میں رہ کر پیدا ہوتی ہے وہ ازدواجی زندگی کو زیادہ خوشگوار بنائے گی۔ اسی طرح بعض اوقات پرانی خاندانی رنجشوں کو رشتہ کی راہ میں حائل کر دیتے ہیں جبکہ تو نتیجہ سوائے ان جاہلی رنجشوں سے زیادہ اور کیا ہوتا ہے اور لڑکے لڑکی کا مستقبل ہر لحاظ (دینی و دنیاوی) سے بے غبار اور بہتر ہو سکتا ہے تو والدین کو رنجش کی بجائے بچیوں کا نظر انداز کر کے نکاح کر دینا چاہیے۔

اہم ملاحظہ ترغیبات نکاح کے حوالے سے ایک ضروری امر وضاحت طلب ہے کہ اس میں کچھ استثنائی صورتیں بھی ہیں، وہ یہ کہ کوئی عورت بیوہ ہو گئی اور اس کے چھوٹے بچے ہیں اسے اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر میں نکاح کر لیتی ہوں تو بچے ضائع ہو جائیں گے تو وہ عورت اگر بچوں کی پرورش کی خاطر قربانی دیتی ہے اور نکاح نہیں کرتی یہاں تک کہ وہ بچے جوان ہو جاتے ہیں اور خاص کر بچیوں کی شادی ہو جاتی ہے تو ایسی عورت بہت ہی اجر کی مستحق ہے اس سلسلہ میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں اس جگہ حدیث شریف کا ترجمہ ذکر کیا جا رہا ہے حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور وہ عورت جس کا چہرہ مشقتوں اور کلفتوں کے باعث سیاہی مائل ہو چکا ہے قیامت کے دن ایسے ہوں گے اور راوی نے درمیانی انگلی اور انگشت شہادت کے ساتھ ارشاد فرمایا جیسے ان دو انگلیوں میں فرق نہیں ایسے ہی جنت میں حضور علیہ السلام اور اس عورت کے درمیان فرق نہیں ہوگا، یہ کون عورت ہے؟ اس کی تشریح مذکور ہے کہ یہ وہ عورت ہے جو حسن و جمال کی مالک ہے، وہ بیوہ ہوگئی اس عورت نے اپنے یتیم بچوں کی خاطر نکاح نہ کیا تو زینت اور بناؤ سنگار نہ کیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خاکستری (سیاہی مائل) ہوگیا۔ یہ حدیث شریف ابوداؤد میں موجود ہے۔

دوسری حدیث شریف حضرت سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جو جنت کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا مگر یہ کہ میں دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے سے متعلق جلدی کر رہی ہے میں اس کو کہوں گا تجھے کیا ہے؟ اور تو کون ہے؟ اس پر وہ کہے گی میں وہ بیوہ ہوں جو یتیموں پر بیٹھی رہی یعنی یتیموں کی دیکھ بھال کی وجہ سے بیوہ ہونے کے باوجود نکاح نہ کیا۔ اسنادہ حسن ان شاء اللہ رواہ ابو یعلی۔

خلاصہ یہ کہ احکام دین پر چلنے کے سلسلہ میں انسان کو عقل، شعور اور بیدار مغز ہونا چاہئے اور احکام شریعہ میں استثنائی صورتوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ نظام شریعت ایک کامل نظام حیات اور نسخہ شفاء ہے تو جس طرح شفاء یابی کیلئے مکمل نسخہ کا استعمال ضروری ہے اسی طرح شریعت پر مکمل طور پر عمل کرنے ہی سے روحانی شفاء نصیب ہو گی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو دین میں کامل و مکمل داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مولا ہم کو تمام مسلمانوں کو فہم و دین کی دولت سے نوازدے۔ (آمین) (شمارہ نمبر 29)

قاضی شریحؒ کا مثالی نکاح

شعبیؒ کہتے ہیں ایک دفعہ کوفہ کے قاضی شریحؒ مجھے ملے اور کہنے لگے اے شعبی شادی کرلو تو قبیلہ بنی تمیم کی عورت سے کرو، کیونکہ بنی تمیم کی عورتیں بہت عقلمند ہیں۔

میں نے پوچھا آپ نے ان میں کیا عقل دیکھی ہے؟ کہنے لگے میں دوپہر کے وقت ایک جنازے سے واپس آرہا تھا جب میں بنی تمیم کے گھروں کے قریب سے گزرا تو میں نے ایک گھر

کے سامنے سے ایک بڑھیا دیکھی جس کے پہلو میں ایک لڑکی کھڑی تھی میں اس بڑھیا کی طرف
گیا اس سے پانی مانگا لڑکی کہنے لگی آپ کو کونسا مشروب پسند ہے؟ میں نے کہا جو مل جائے وہی
پسند ہے بڑھیا نے لڑکی کو ڈانٹا اور کہا دودھ لے آ! کیونکہ دیکھنے ہی سے مجھے مسافر لگا یہ لڑکی دودھ لینے
چلی گئی تو میں نے بڑھیا سے پوچھا یہ لڑکی آپ کی کیا لگتی ہے؟ بڑھیا نے بتایا یہ جریر کی بیٹی زینب
ہے میں نے پوچھا اس کا نکاح ہو چکا ہے یا ابھی فارغ ہے کہنے لگی نہیں ابھی فارغ ہے میں نے کہا
کیا آپ مجھ سے اس کا نکاح کریں گی؟ بڑھیا نے کہا اگر تم ہمارے ہم پلہ ہوئے تو کر دیں گے۔
میں نے اس بڑھیا کو وہیں چھوڑا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا تا کہ مشورہ کروں
جب میں نے ظہر کی نماز پڑھی تو میں نے اپنے چند معزز دوست یعنی علقمہ، اسود اور مسیب کو
ساتھ لیا اور اس لڑکی کے چچا کے پاس چل دیئے اس کے پاس پہنچا اس نے ہمارا خیر مقدم کیا
پوچھا اے ابوامیہ کیسے تکلیف کی؟ میں نے کہا آپ کی بھتیجی زینب کیلئے نکاح کا پیغام لے کر
آیا ہوں اس نے جواب دیا کہ آپ سے اس کا نکاح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے الغرض
یہ کہ اس لڑکی سے میرا نکاح ہو گیا۔

جب میرا نکاح ہو چکا تو مجھے ندامت ہوئی اور میں نے سوچا کہ بنی تمیم کی عورتوں میں
کون سی خوبی ہے؟ یہ تو بہت سخت دل ہوتی ہیں چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس کو
طلاق دے دیتا ہوں پھر خیال آیا کہ نہیں ایسا کرنا غلط ہے رخصتی کے بعد دیکھ لیں گے اگر
اس میں کوئی ایسی بات نہ ہوئی تو ٹھیک ورنہ پھر طلاق دے دوں گا۔

جب رخصتی ہوئی تو بنی تمیم کی عورتیں بڑی سادگی کے ساتھ اسے میرے گھر پہنچا گئیں
میں اس کے پاس گیا تو مجھے خیال آیا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب پہلی دفعہ بیوی کے
پاس جائے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے نئی بیوی کی خیر کی دعا کرے اس کے شر سے پناہ
مانگے چنانچہ میں وضو کرنے لگا دیکھا تو وہ بھی وضو کر رہی ہے پھر میں نے نماز پڑھی تو اس
نے بھی نماز پڑھی جب میں نماز پڑھ چکا تو اس کی سہیلیاں آ گئیں اور مجھے زعفران سے رنگا
ہوا ایک کپڑا اوڑھا دیا جب سب چلے گئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے اس کی پیشانی کی
طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابوامیہ ٹھہرو! پھر وہ کہنے لگی: "میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی

ہوں اور اسی سے معاونت کی خواستگار ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجتی ہوں اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں اجنبی عورت ہوں مجھے آپ کے اخلاق و عادات کا کوئی علم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنی پسند مجھے بتا دیں تاکہ میں اس پر عمل کروں اور ناپسند بھی بتلا دیں تاکہ میں اس سے پرہیز رکھوں۔ یقیناً آپ کیلئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے اور میرے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہو کر ہی رہتا ہے بہرحال اب آپ میرے مالک ہو گئے ہیں لہٰذا اب میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا تو اچھے طریقے سے مجھے اپنے پاس رکھیں یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دیں بس میں اپنی یہ بات کہہ کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ عظیم سے بخشش کی دعا کرتی ہوں"۔

پھر میں نے اس سے کہا میں بھی اللہ ہی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اولاد پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے بعد یہ کہ آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر آپ اس پر قائم رہیں تو یہ میرے لئے بڑی خوشی ہو گی اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو آپ کا یہی کام آپ کے خلاف دلیل ہو گا بہرحال میں فلاں فلاں چیز کو پسند کرتا ہوں اور فلاں کو ناپسند کرتا ہوں پس آپ میری طرف سے کوئی بھلائی دیکھیں تو اسے پھیلائیں..... اور اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کریں۔ پھر وہ پوچھنے لگی میرے گھر والوں کی ملاقات کے بارے میں آپ کی پسند کیا ہو گی؟ میں نے کہا: بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سسرال والے مجھے کوفت میں نہ ڈالیں پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے کون سے ہمسائے ایسے ہیں جن کا اپنے گھر آنا آپ پسند کرتے ہیں تاکہ میں ان کو آنے دوں اور کون سے ایسے ہیں جن کا آنا آپ کو پسند نہیں تاکہ میں بھی ان کو ناپسند ہی رکھوں میں۔ نے کہا فلاں قبیلہ والے نیک ہیں اور فلاں اچھے نہیں۔

پس شعبی! وہ رات میں نے اس کے ساتھ گزاری گویا وہ رات میری زندگی کی خوشگوار ترین رات تھی اور پھر ایک سال گزر گیا میں نے اپنی پسند کے خلاف اس کا کوئی کام نہیں دیکھا جب سال گزرنے والا تھا ایک دن میں عدالت سے اٹھ کر گھر آیا کہ ان کے پاس

ایک بوڑھیا بیٹھی ہے جو اس کو دیکھ کر مسکرا رہی ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا یہ
آپ کی ساس ہے میں نے ان کا خیر مقدم کیا جب میں بیٹھ گیا تو بوڑھیا نے مجھے سلام کیا اور میں
نے وعلیکم السلام کہا پھر اس نے مجھ سے پوچھا: آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا
بہت ہی اچھی بیوی ہے اور بہت ہی خیر خواہ رفیقہ ہے آپ نے اس کی بہترین تربیت کی ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحتیں کیں پھر پوچھا
آپ کیا پسند کرتے ہیں کہ آپ کے سسرال کب ملنے آیا کریں میں نے کہا جیسے وہ چاہیں گی
ہے۔ پھر وہ ہر سال کے اختتام پر آتی تھی اور مجھے نصیحتیں کرتی تھی۔ اے شعبی: وہ بیوی
میرے ساتھ بیس سال رہی میں نے کبھی اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی۔

یہ واقعہ تو ہمارے لئے اپنے اندر کئی سارے سبق لئے ہوئے ہے سب سے
پہلی بات یہ ہے کہ اسلام کے دور اول میں نکاح کس طرح سادگی اور آسانی سے
ہوتے تھے اور آج ہمارے معاشرے میں نکاح کتنی پیچیدگیوں سے ہوتے ہیں اور نہ
معلوم پھر کیا کیا پریشانیاں اور کلفتیں پیش آتی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ نکاح کے بعد طلاق اگرچہ اچھا عمل نہیں ہے مگر میاں بیوی
میں مناسبت نہ ہو اور گزارہ ہوتا نظر نہ آتا ہو تو پھر اس میں کوئی عیب یا عار نہیں ہے نہ مرد کیلئے نہ
عورت کیلئے ہاں یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عمل کرے، کہ رکھے تو اچھے
طریقے سے رکھے اور طلاق دے تو بھی اچھے طریقے سے۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ تصور
ہے کہ اگر خدانخواستہ میاں بیوی میں نہیں بنتی تو تب بھی ایک دوسرے کو گھسیٹیں گے اور مرد
حضرات تو بعض دفعہ بہت زیادتی کرتے ہیں نہ اچھی طرح سے رکھتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں
یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ تیسری بات یہ کہ بیٹی کی شادی کرنے کے بعد ہمارے ہاں بچی کے
والدین کا رویہ نامناسب ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹی اور داماد کے معاملات میں مداخلت کی جاتی ہے
اور چھوٹی چھوٹی بات پر بیٹی کو گھر بٹھا دیتے ہیں اس کی وجہ سے بہت زیادہ نقصانات ہوتے ہیں
کئی سارے واقعات پیش آچکے ہیں کہ قتل و خونریزی ہوئی اور اس طرح دو خاندان بربادی
کے گڑھے میں جا گرے۔ اس رویہ اور طریقہ کار کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے بحوالہ ہلال اور
کلاپی-۹

ہندوانہ ذہنیت ہے مسلمان حکمرانوں میں ان چیزوں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ نیکی اور رواداری کے ساتھ خیر خواہانہ اور صلح پسندی کا رویہ رکھیں اور پھر اس کے نتائج دیکھیں۔ (شمارہ نمبر 34)

عقد ثانی سے محرومی کیوں

نکاح ہر بالغ مرد و عورت کی ایک فطری خواہش اور اس کا بنیادی حق ہے۔ جو معشر انبیاء علیہم السلام کی سنت، عصمت و آبرو کا پاسبان، قلب و نگاہ کا نگہبان، صحت انسانی کا محافظ و نگران ہے۔ اسلام میں تبتل و تجرد کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد ربانی ہے وانکحوا الایامی منکم الایۃ۔ (النور ع ۴) جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد خواہ عورت خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو یا وفات و طلاق سے اب تجرد ہو گیا ہو) تم ان کا نکاح کر دیا کرو۔ (بیان القرآن ص ۸، ج ۱) باقی احادیث میں نکاح کی ترغیب کے مضامین اس کثرت سے آئے ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا، جس میں سو سے زائد روایات درج کی ہیں۔ چند روایات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ نکاح نصف ایمان کی تکمیل ہے۔ (احمد عن انسؓ)

۲۔ نکاح سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت اور جزو فطرت ہے۔ ہر شیدائے سنت کو اس سنت کی تحصیل و طلب میں کوشاں ہونا چاہیے۔ جس نے اس سنت سے منہ پھیرا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں۔

۳۔ امت کے شریر لوگ بے نکاح لوگ ہیں۔ (مسند ابی یعلی عن ابوہریرہؓ)

۴۔ جب کوئی مسلمان نکاح کرتا ہے تو شیطان چلا اٹھتا ہے کہ ہائے یہ شخص اپنا دو تہائی ایمان بچا لے گیا۔ (مسند ابی یعلی عن جابرؓ)

۵۔ بے نکاح مرد اور بے شوہر عورت صدقہ و قابل رحم اور بھی وحشت ہیں گو کہ مال والے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین مرتبہ مسکین فرمایا ہے۔ (بیہقی شعب الایمان عن ابی نجیح مرسلاً)

۶۔ مہر مقرر کر کے (خواہ تھوڑی مقدار میں ہو) اپنی بیواؤں اور رانڈوں کے نکاح کر دو۔ (طبرانی کبیر عن ابن عباسؓ)

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے: اگر میری زندگی کے صرف دس روز باقی رہ جائیں تب بھی میں خواہش کروں گا کہ شادی کرلوں۔ (یہ مختصر زندگی بھی بے نکاح نہ گزرے) تاکہ کل روزِ قیامت خدا تعالیٰ کے حضور رنڈوا بن کر پیش نہ ہوں۔ (احیاء العلوم ص ۲۳ ج ۲)

۸۔ طاعونِ عمواس (جس میں ۲۵ ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے) کے دوران حضرت معاذ بن جبلؓ کی دونوں بیویاں وفات پا گئیں۔ تو حضرت معاذؓ فرمانے لگے میری شادی کر دو میں نہیں چاہتا کہ خداوند کریم کے سامنے رنڈوا پیش ہو جاؤں۔ حالانکہ آپؓ اس وقت خود بھی طاعون زدہ تھے اور اسی طاعون میں وفات پا گئے۔ (احیاء العلوم ص ۲۳ ج ۲)

یہ قول و احادیث تھیں۔ جن کا روئے خطاب تمام بے نکاح مردوں اور عورتوں کی جانب یکساں ہے۔ ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی زندگیوں میں اس کی عملی نمونہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ درج ذیل امہات المؤمنین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح بحالت بیوگی ہوا۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، سودہ بنت زمعہ، حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم، زینب بنت خزیمہ، ام سلمہ بنت امیہ، جویریہ بنت حارث، صفیہ بنت حیی، میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہن اجمعین۔ سے آگے قرون اولیٰ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحابیات سے اصابہ بیان کئے ہیں۔ اس حصے میں سرسری نگاہ ڈالی تو ساٹھ سے زائد ایسی صحابیات کے نام ملے ہیں جنہوں نے شوہروں کی وفات یا شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے دو دو، تین تین اور بعض نے چار چار نکاح کئے۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ بیوگان کیلئے نکاح کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ انسانی فطرت کو دبایا نہیں جا سکتا، جس طرح انسان پر نکاح کا دروازہ بند کرنے کا منطقی نتیجہ اسے زنا پر مجبور کرتا ہے چنانچہ جنگِ عظیم میں جب لاکھوں مرد ہلاک ہو گئے اور ان کی ضرورتوں کا کوئی پرسانِ حال نہ رہا تو ان عورتوں نے فحاشی کے اڈے کھول لئے اور دنیا میں بدکاری کا وہ سیلاب آیا کہ الامان والحفیظ۔ اس حقیقت کے سمجھنے میں اب بھی کسی کو شبہ ہو تو موجودہ دور کے مغربی معاشرے پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں کہ جہاں نکاح جیسے مقدس اور فطری عمل سے روگردانی کے نتیجے میں فحاشی کا بازار گرم ہے جس نے جنگل کے وحشی درندوں کو بھی مات

دیتی ہے۔ الغرض انسان کی عصمت وآبرو کی حفاظت کا سب سے بڑا ہتھیار نکاح ہے۔

ایک طرف تو قرآن وحدیث کا واضح بیان، حاوی کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور عقل کا اٹل فیصلہ ہے۔ دوسری جانب ہندو قوم کی یہ غیر انسانی رسم کہ بیوہ کے لئے نکاح بلکہ زندگی بھی ایک شجر ممنوع ہے۔ جو مسلمان ان حقائق سے آنکھیں بند کرکے اس رسم جاہلیہ کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں، وہ سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے توڑ رہے ہیں کس سے جوڑ رہے ہیں؟ سچ ہے کہ بے دینی کی سب سے پہلی زد عقل پر پڑتی ہے۔ کسی میں شمہ برابر بھی عقل ہو تو اس حقیقت میں شبہ نہیں کرسکتا کہ نکاح ہر مرد اور عورت کی فطری آواز ہے دونوں ایک دوسرے کی ناگزیر ضرورت ہیں۔ بیوی سے الگ ہونے کے بعد شوہر کے نکاح ثانی کو دنیا کے کسی بھی مہذب معاشرے میں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ بالکل اسی قاعدے سے بیوہ کا نکاح ثانی بھی تقاضائے فطرت ہے۔ اور حکم شریعت بھی۔ خدارا سوچئے! ہندو سماج کی یہ اندھی تقلید کتنے گناہوں کا پیش خیمہ ہے؟ (شمارہ نمبر ۴۶)

دوسری شادی

گھریلو فسادات اور گھر کے ماحول میں اضطراب کا ایک اہم سبب ہے "دوسری شادی" لہٰذا یہ معاملہ دیکھا ہے کہ ہمارے معاشرے میں مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے باعث تنازع بنا ہوا ہے۔

اگر خدانخواستہ کوئی خاتون بیوہ یا مطلقہ ہوگئی اور اب وہ والدین یا بھائی یا بہن کے گھر میں ہے تو گھر والوں کا وہاں فساد ہی رہتا ہے نند اور بھابھی کا گذارا نہیں ہوتا اور بھائی درمیان میں پریشان ہے کہ ایک طرف بیوی ہے دوسری طرف بے سہارا بہن ہے اور اگر وہ مطلقہ یا بیوہ خاتون اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو فساد برپا ہوتا ہے کہ اس کی جوان اولاد ہے وہ ان کی غیرت اجازت نہیں دیتی یا کوئی بھائی ہے وہ برداشت نہیں کرتا اسی طرح اگر کوئی مرد خدانخواستہ بغیر بیوی کے ہوگیا تو اس کی اولاد بھی یہی مسائل ہیں کہ بغیر بیوی کے رہنا بھی گھٹ گھٹ کے مرنا ہے اور دوسری شادی اولاد برداشت نہیں کرتی۔

ایک صاحب کی کہانی ہمارے سامنے گذری کہ بیوی مرگئی اولاد جوان اور ساتھ ہی فرزان بھی وہ دوبارہ زندگی دیکھ بھی نہیں بالکل نہیں رکھتے تھے آخر والد نے شادی کا فیصلہ کرلیا اور

نکاح و زفاف کا انتظام اپنے ایک دوست کے مکان میں کیا بیٹوں کو پتہ چلا تو وہ آئے اور والد صاحب کو مبارکباد دی کہ آپ نے بہت اچھا کیا ہے لیکن اب آپ گھر تشریف لے چلیں ہماری اماں جی کو بھی لے آئیں۔ جب گھر پہنچے تو تمام بیٹوں نے مل کر باپ کی گردن دبوچی اور مطالبہ کیا کہ جلدی کرو طلاق دو، سب چھوڑ دو۔ والد نے مجبوراً طلاق دی اور تا دم مرگ وہ بیچارے کسمپرسی کی حالت میں رہے لیکن اولاد نے ان کو اپنے دکھ سکھ کی شریک گھر نہ لانے دی اور نہ خود خدمت کی۔ پچھلے دنوں ایک خبر تھی کہ ایک نوجوان نے اسلئے خودکشی کر لی کہ اسکے والد نے دوسرا نکاح کیا ہے۔

اسی طرح بعض خواتین کے واقعات بھی علم میں آئے کہ پہلے خاوند کے مر جانے یا طلاق مل جانے پر اسے شادی نہ کرنے دی اور اگر اپنے طور پر خاتون نے نکاح کی خواہش کی تو اقارب ساری زندگی ناراض ہی رہے اور بعض دفعہ اس مسئلہ پر خون خرابے کی نوبت آئی۔

یہ چیز ہمارے معاشرے کا بہت اہم مسئلہ ہے ہم الحمد للہ مسلمان ہیں ہمیں اسلامی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں اس مسئلے کا حل تلاش کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جو صورت ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسری شادی کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے اگر والد کو ضرورت ہے تو اولاد کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے کسی مفاد یا خواہ مخواہ کی جاہلانہ غیرت مندی کی بھینٹ نہ چڑھائیں بلکہ اپنے والد کے ساتھ تعاون کر کے ان کے لئے سفر زندگی کا رفیق تلاش کرائیں اور ان کی دعائیں لیں اور اگر خدانخواستہ والدہ کو یہ مسئلہ پیش آ گیا ہے تو بھی اگر والدہ کی رضامندی ہو تو دوسرے نکاح میں کوئی حرج نہیں اولاد و اقارب خواہ مخواہ اس میں رکاوٹیں پیدا نہ کریں۔ نکاح آدمی کی اہم ضرورت ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت جس کے بغیر زندگی مشکل ہے اور پھر اس میں بہت فوائد و حکمتیں ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں نکاح کی حکمتوں کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل اللہ بغیر نکاح کے موت کو مکروہ سمجھتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں طاعون میں مر گئیں خود انہیں طاعون کی شکایت ہوئی تو انہوں نے فرمایا مرنے کا وقت تو متعین ہے لیکن میرا مزید نکاح کر دو تاکہ میں اس حال میں نہ مروں کہ میری بیوی نہ ہو۔ علماء کرام کے ایک طبقہ کی رائے ہے کہ نکاح کرنا نفل عبادت سے افضل ہے۔ (شمارہ نمبر 38)

ایک سے زیادہ نکاح

عورت اور مرد کی طبیعت اور اس کے تقاضوں میں اختلاف ہے۔ مرد کے لئے ایک سے زیادہ شادیاں اس کی طبیعت کا تقاضا ہے بلکہ بعض دفعہ تو مجبوری بن جاتی ہے جبکہ عورت کی صحت ایک سے زیادہ شادیوں کی متحمل ہی نہیں ہے کہ عورت کیلئے مہینے بھر میں کم از کم ایک ہفتہ تو ویسے ہی معذوری کا ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ کہ میاں بیوی کے باہم ازدواجی تعلق و عمل کے اثرات مرد و عورت کی طبیعت کے لحاظ سے مختلف ہیں، مرد کیلئے یہ عمل دو منٹوں کی مصروفیت سے زیادہ کچھ نہیں جبکہ عورت کے لئے یہی عمل نو ماہ کے حمل اور دو ڈھائی سال کی رضاعت کی مسلسل اور طویل مصروفیت کا پیش خیمہ ہے۔

اسی لئے شریعت نے مرد کو ایک سے زائد چار تک کی شادیوں کی اجازت دی ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کو گویا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ طبیعت کی عام کی طلب کے علاوہ خاص مجبوری کے حالات میں بھی مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی جاتی جس کا نتیجہ مختلف فسادات، [illegible] کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہی ناجائز پھر [illegible] خون ریزی کا سبب بھی بنتی ہے۔ پچھلے دنوں اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ ایک آدمی نے اپنے متعدد بچوں کو ذبح کر دیا اس لئے کہ وہ دوسری شادی کرنا چاہتا تھا اور پہلی بیوی اور اس کے میکے والے اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

ایک دوست نے بتایا کہ ایک صاحب مجھے ملے جو کہ ایک عرصہ سے تقریباً بیس سال سے [illegible] ہے، اکیلے ہیں، گویا کنوارے ہیں، بیگم صاحبہ ذہنی مریض ہو کر پاگل ہو چکی ہیں مگر اولاد دوسری شادی نہیں کرنے دیتی کہ کہیں ہماری وراثت کے حصہ داروں میں اضافہ نہ ہو جائے۔ وہ صاحب بیچارے بہت ہی پریشان تھے کہ کیا کریں تنہائی اجیرن ہے۔ مجھے اپنی ذاتی و نجی معاملات میں شریک حیات کی اشد ضرورت ہے گھر اولاد اور رشتہ دار آڑے آ رہے ہیں ان کے اپنے مفادات ہیں مگر میری مجبوری کسی کو پیش نظر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بعض دفعہ کئی مجبوریاں ہوتی ہیں جن کا آدمی برملا اظہار بھی نہیں کر

سکتا اور ادھر ادھر والے باتیں بناتے ہیں کہ جی فلاں نے دوسری شادی کیوں کی؟ اس
نے تو ظلم کیا ہے یہ کیوں کیا ہے۔

صاحب جی! اگر یونہی ادھر ادھر منہ مارتے پھریں تو اس کو کوئی لعن طعن نہیں ہوتی مگر
کوئی دوسری شرعی نکاح کا نام لے لے تو وہ قابل ملامت سمجھا جاتا ہے۔ آخر یہ ذہنیت کہاں
سے آئی ہے؟ اسلام میں تو ایسا نہیں ہے، جتنے پیغمبروں کے حالات ہمیں ملتے ہیں ان میں
حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ ان میں سے کون ہیں جن کی فقط ایک
ہی بیوی ہو، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم اجمعین میں کبھی بھی کسی نے دوسری شادی کو قابل ملامت عمل قرار نہیں دیا۔

ہمارے ہاں عموماً گھریلو اختلافات اس وجہ سے بھی ہیں کہ مرد کو دوسری شادی کی شرعی ضرورت
ہے اور اس کی پہلی بیوی اجازت نہیں دیتی یا اس سے کہ مرد نے دوسری شادی کی ہے اور اس نا قابل
معافی جرم کی پاداش میں تمام عمر اس کے گلے میں فساد ہے۔ حالانکہ کوئی بھی دوسری شادی مجبوری
کے بغیر نہیں کرتا۔ جسے مجبوری نہیں ہے اسے کوئی ہزار ترغیب دے مگر وہ تیار نہیں ہوگا۔

ہمارے معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ نوجوان بچیاں کثیر تعداد میں ہیں مگر ان
کے ازدواجی رشتہ کیلئے پیش وقت کی کوئی تجویز نہیں نکل پا رہی۔ اس وجہ سے گھروں کا سکون غارت
ہے۔ اگر نکاح کو عام کیا جائے اور سادگی اپنائی جائے مرد کیلئے اس پر بندش نہ ہو عورت کیلئے
شادی شدہ مرد سے نکاح کوئی مشکل مسئلہ نہ بنایا جائے تو یہ مسئلہ بھی بہت حد تک ختم ہو جائے۔
لیکن افسوس کہ معاشرہ اپنے آپ کو بیدار کہلوانے والے بھی اس معاملے میں اپنی تنگ ذہنی کا شکار ہیں۔

ہاں البتہ اس کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ مردوں میں بھی بیک وقت ایک سے زائد
بیویوں میں عدل و انصاف اور برابری کو قائم رکھنے کا جذبہ، صلاحیت بھی ہو، یہ بھی ضروری شرط
ہے قرآن کریم نے ایک سے لیکر چار تک شادیوں کی اجازت اسی قید کے ساتھ دی ہے کہ ان
میں عدل کو ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ لیکن یہ بات بھی سامنے رہے کہ اگر کسی شخص نے پہلی
دو بیویوں میں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کئے تو اس سے دوسری شادی کا جواز ختم نہیں
ہو جاتا۔ اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 48)

غیر فطری زندگی

آج کل ہمارے معاشرے میں ایسے افراد نظر آ رہے ہیں جنکی زندگی عام معمول کی زندگی سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ اور وہ ایسے افراد ہیں جو اپنی زندگی بغیر نکاح کے گذار رہے ہیں چاہے مرد ہو چاہے عورت۔

بعض خواتین ایسی دیکھی اور سنی گئیں ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کی عمر جدید تعلیم حاصل کرتے کرتے گذار دی اور پھر نوکری کے چکر پڑ گئے نوکری کے بعد مزاج ایسے اکھڑ ہو گئے کہ کسی مرد سے نکاح کو طبیعت آمادہ ہی نہیں ہوتی نہ کوئی انہیں اپنے معیار کا نظر آیا نتیجہ یہ کہ ان کی زندگی بے نکاحی بن گئی ہے میں خود ایک ایسی خاتون سے واقف ہوں کہ جس نے نکاح نہیں کیا افسر ہو گئیں گریڈ کی افسر ہیں اپنی بہترین کوٹھی ہے جس میں تمام آسائشیں مہیا ہیں مگر کئی دفعہ اس خاتون کو دیکھا گیا کہ وہ کبھی ملازم پر برس رہی ہے کبھی ہمسایوں کے ساتھ کبھی رکشہ والے سے جھگڑ رہی ہیں کبھی دکاندار سے اور کبھی خود اپنے آپ کو کوس رہی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی زندگی غیر فطری ہے اگر وہ شادی کرتی، بچے ہوتے تو ان تمام پریشانیوں سے خود بھی محفوظ رہتی اور ماحول و معاشرے کے دوسرے لوگ بھی ان کے ہاتھوں اس بد خلقی کا شکار نہ ہوتے جس کی تکلیف اب ان کے سب قرابتدار اٹھا رہے ہیں۔

اسی طرح ہمارے ہاں ایک ذہن یہ بھی ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی خاتون کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ بیوہ ہو کر پھر دوبارہ نکاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتی یہ بالکل غلط ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو یہ ہے کہ اسے جلد از جلد نکاح کرنا چاہیے تاکہ اس کی زندگی معمول پر آ جائے اور وہ غیر فطری اور غیر محفوظ زندگی نہ گذارے صحابیات کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ایک ایک صحابیہ کا یکے بعد دیگرے چار چار جگہ نکاح ہوا ہے خاوند فوت ہوا یا جہاد میں شہید ہوا یا خدانخواستہ طلاق ہوگئی تو انہوں نے عدت کے بعد فوراً نکاح کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھی، دوسری جگہ پھر اسی طرح کی حالت پیش آئی تو تیسری جگہ کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید

سے تھا وہاں سے طلاق ہوئی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہو گیا حضرت عائشہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات پہلے سے بیوہ یا مطلقہ تھیں اسی طرح اور بہت ساری صحابیات کے نکاح ثانی کے واقعات ہیں اصل وجہ یہی تھی کہ ان کے سامنے اسلامی احکام موجود تھے۔

چنانچہ قرآن پاک سورۂ نور آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وانکحوا الایامی منکم (اور اپنے میں سے بے نکاحوں کا نکاح کر دو)

یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ حکم فرما رہے ہیں کہ تم میں سے جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو بے نکاح ہونے سے مراد عام ہے خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا نکاح ہوا تو ہو لیکن طلاق یا موت کی وجہ سے پھر بے نکاح ہو گیا ہو خواہ عورت ہو خواہ مرد ہو سب کا نکاح کر دو۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے انہوں نے عرض کیا نہیں پھر پوچھا کوئی شرعی لونڈی ہے کہ نہیں پھر آپ نے دریافت کیا تم صاحب وسعت ہو یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ صاحب وسعت ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو اور پھر فرمایا کہ ہماری سنت نکاح کرنا ہے تم میں بدترین آدمی وہ ہے جو بے نکاح ہو اور تمہارے مردوں میں سب سے ردی وہ ہیں جو بے نکاح مر گئے۔

اسی طرح حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نکاحی زندگی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرو، نماز فرض کا جب وقت آ جائے، جنازہ جب موجود ہو اور بیوہ عورت جب اس کے مناسب رشتہ مل جائے۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں جو لوگ بیوہ عورتوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں، لہٰذا بیوہ عورت یا مطلقہ سے مرد کا نکاح شریعت کی نگاہ میں ضروری چیز ہے جیسا کہ جس جس خاندان میں ایسی صورتیں موجود ہوں آپ وہ شریعت کے حکم کے مطابق اس کی تحریک کریں اور قرآن کے حکم وانکحوا الایامی پر عمل کریں

بیوہ اور بغیر نکاح کے رہنے والی خواتین کو بھی چاہئے کہ وہ اس سے انکار نہ کریں جب مناسب موقع مناسب نظر آئے تو اس کو اللہ کی طرف سے نعمت سمجھیں اور نکاح کر لیں۔ ہاں ایک بات یہ ہے کہ بعض نکاح کرنے اور نئے گھر آباد کرنے میں بعض مشکلات نظر آتی ہیں مگر بغیر نکاح کی زندگی کی جو مشکلات ہیں نکاح کی ذمہ داریاں اس کے مقابلہ میں نعمت ہیں اس سے گھبرانا غلط بات ہے۔

اسی طرح بعض خواتین آج کل بہت ہی زیادہ معیار زندگی اور عشرت کے گھرانوں کا انتظار کرتے کرتے زندگی گنوا بیٹھتی ہیں یہ بھی غلط ہے اگر مناسب گزارے کے قابل جگہ ہے تو نکاح کر لینا چاہئے اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ یعنی نکاح کا پیغام دینے والے کے فقر و افلاس پر نظر کر کے انکار نہ کرو (جبکہ اس میں روزی کمانے کی صلاحیت موجود ہو) کیونکہ اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے مالدار کر دے گا۔

مذکورہ بالا ارشادات کے بعد ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ مسلمان مرد و خواتین حضرات ضرور شریعت کے حکم کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں گے اور غیر فطری و غیر شرعی زندگی کو ترک کر کے نکاح کی سنت زندہ کریں گے جس کے نتیجہ میں نئے گھر آباد ہوں گے اور بے شمار مشکلات حل ہو جائیں گی اور اس سنت کو زندہ کرنے پر بے شمار ثواب بھی ملے گا۔

ایک ضروری وضاحت یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اگر عورت کے چھوٹے بچے ہوں اور ان بچوں کی پرورش و تربیت کی ضرورت کے لئے دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کو اس قربانی پر اجر ملے گا۔

آج کل حالات کے تقاضا کے مطابق بیوہ خواتین خود کسی کو اپنی بات نہیں کر سکتی تو اسے بزرگوں سے رابطہ کر کے اپنا معاملہ ان کے ذریعہ حل کروائیں اور ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتی رہیں۔ (شمارہ نمبر 34)

اسلام میں شادی نہیں...... نکاح ہے

اسلام میں نکاح و رشتہ ازدواج ایک ایسا رشتہ ہے جس کے بغیر مرد و زن نامکمل رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعتوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش رکھی ہے۔ چونکہ نسل انسانی بقا کا دارومدار اس رشتے کے بغیر متصور نہیں۔ لہٰذا شریعت نے ان کے نکاح میں آسانیاں دی ہیں

ہیں کہ آج کا معاشرہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دو گواہ ہوں، ایجاب وقبول اور حق مہر حسب وسعت، بس ہو گیا نکاح۔ آج معاشرے میں ہم نے شریعت کی دی ہوئی سہولتوں سے فائدہ اٹھانا تو در کنار اپنی طرف سے سختیاں اور پیچیدگیاں شامل کر کے معاملات کو مشکل بنا دیا ہے اور بجائے مذہب کی اتباع کے رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں پھر جب اس سے چھٹکارا ناممکن ہو جاتا ہے تو پریشان مارے مارے پھرتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ حال ہم نے نکاح کے ساتھ بھی کر رکھا ہے۔ ایک حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ جب لڑکی جوان ہو جائے اور مناسب رشتہ آ جائے تو نکاح میں جلدی کرو۔ اس حکم میں حکمت یہ ہے کہ خواہ مخواہ جوان لڑکی کا گھر بیٹھے رکھنا بے راہ روی کا سبب بن سکتا ہے لیکن معاشرے میں دیکھیے مصنوعی تکلفات میں پڑ کر اس امر پر کتنا عمل ہو رہا ہے نتیجے میں جو نوجوانوں میں اخلاقی بے راہ رویاں زور پکڑتی جا رہی ہیں وہ بھی ہمارے سامنے ہیں۔ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر (غربت) کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کر لو خود قرآن میں ہے ان یکونوا فقراء ۔الایۃ اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ تعالیٰ غنا نصیب فرما دے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ برکت دیدیتے ہیں رزق کے سلسلے میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے ایک طالبعلم کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند احباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے حضرتؒ نے طالب علم سے مخاطب ہو کر فرمایا (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اس طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رخصتی نہیں ہو سکتی کہ تین چار آدمی آئیں اور رخصتی کرالیں نہ بارات نہ دھوم دھام اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کرے گا۔ انہیں حضرتؒ کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کیلئے آئے درمیان گفتگو حضرت نے فرمایا منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور عورت کی کیا ضرورت دو چار لوگ آ کر مشورہ کر کے تاریخ طے کر لیں۔

کوشش کرنی چاہیے کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں کیونکہ یہ سنت مردہ ہوتی جا رہی ہے حدیث شریف میں آیا ہے اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد یعنی نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔

کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں لیکن اس پر زور دیا جائے کہ اب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں آ جائیں اور اعلان کیا جاتا ہے کہ نکاح ہونے جا رہا ہے جس کو شریک ہونا ہو مسجد میں آ جائے۔

اسلام میں صرف نکاح و رخصتی ہے آج کل جو شادی کے نام پر تقریب ہوتی ہے بہت سی شرعی ممنوعات و رسوم باطلہ کے ساتھ ہوتی ہیں ان سے ترعماً احتراز کرنا چاہیے۔

جب کسی نکاح کی بنیاد ہی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے شروع ہو تو انجام اس کا جو ہوتا ہو بری بات ہے۔ ان تقریبات میں اللہ کے سوا سب کو بلایا جاتا ہے لیکن اللہ اور رسول کے احکام کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے حضرت لاہوری فرماتے تھے کہ برادری کو خوش کرنے کیلئے جتنی کوشش کرلو پھر بھی یہ خوش نہیں ہوگی۔ جب کسی طرح بھی یہ برادری خوش نہیں ہوتی تو پھر کیوں نہ اللہ تعالیٰ کو خوش کیا جائے۔ نکاح سادگی سے کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر سادگی سے نکاح فرمایا اپنی صاحبزادیوں کے نکاح فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوں۔

حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں ایک چادر ایک تکیہ دو چکیاں اور دو مشکیزے ملے کس قدر سادگی سے دو جہانوں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی جن کو خاتون جنت کو لقب دیا گیا ہے نکاح فرمایا۔ آج کل تو جہیز کا سامان دکھانے کیلئے باقاعدہ ایک دن مقرر کر کے شو کرایا جاتا ہے ہماری رسوم کی مفاسد کو حد سے بڑھ گئی ہیں یہ مہندی جوتا چھپانے کی رسم، بے پردگیاں تصاویر ہونے کے ساتھ اپنے بری اثرات بھی ظاہر کر رہی ہے ایک واقعہ ہے کہ ایک شادی میں سالی نے دولہا کا جوتا چھپا لیا اب وہ جوتا مانگے اور وہ پیسے مانگے آخر بڑی دیر کے بعد جب اس نے جوتا دے دیا تو دولہا کی نیت بدل گئی اور اس نے کہا کہ میں اپنی سالی سے شادی کرتا ہوں اور اسی وقت اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ دیکھا آپ نے اس

رسم نے دو گھرانوں کو تباہ کر دیا آج اس دور میں بھی بعض لوگوں کے ہاں سادہ نکاح ہو
رہے ہیں اور ان میں بڑی برکت ہوتی ہے اور ان کو معیوب سمجھنا سراسر نادانی ہے۔ کیا
جس کام کو شریعت کے حکم کے مطابق کیا جائے؟ نا پسند ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ ان کے
بارے میں ایک کتاب اسلامی شادی کا مطالعہ کرنا چاہیے اور علماء سے ضرور رہنمائی لینی
چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 43)

کیا غیر برادری میں نکاح جرم ہے؟

آج جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس میں پھیلی ہوئی بے شمار رسومات میں
سے ایک مہلک اور فاسد رسم یہ بھی ہے کہ اپنی قوم کے علاوہ کسی بھی قوم میں رشتہ کرنے کو گناہ
کبیرہ سے بھی بڑھ کر سنگین جرم تصور کیا جاتا ہے لڑکے اور لڑکی کے والدین اپنی قوم اور برادری
کو ہی ترجیح دیں گے اگرچہ اپنی قوم کا رشتہ نامناسب بلکہ بے کار ہی کیوں نہ ہو لڑکا تعلیم یافتہ
ہے اور اس کی تمنا یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکی سے اس کا رشتہ ہو مگر اپنی برادری میں ایسی لڑکی نہیں
ہے تو والدین زبردستی جاہل لڑکی سے ہی رشتہ کریں گے قوم کی خوشنودی کیلئے اسی طرح لڑکی
پڑھی لکھی ہے اور خاندان میں اس کے معیار کا لڑکا نہیں تو بھی اس کی رضا کے بغیر ان پڑھ،
اجڈ سے ہی اس کا نکاح کر دیں گے تاکہ برادری میں منہ دکھانے کے قابل ہیں۔ بس برادری
خوش رہے اولاد کی چاہے ساری زندگی تنگی اور تکلیف سے بسر ہو ظلم در ظلم تو یہ ہے کہ اگر کسی
لڑکے یا لڑکی کیلئے اپنی قوم میں رشتہ نہیں ملا تو والدین اور بہن بھائیوں کو یہ تو گوارا ہے کہ یہ
لڑکا اور لڑکی یونہی بے نکاحی اور غیر فطری زندگی گزار دے مگر یہ ممکن نہیں کہ غیر قوم میں ان کا
نکاح کر دیا جائے ہر آدمی اپنے قرب و جوار میں، محلے میں اور شہر میں نظر دوڑائے تو اس کو
بہت سے گھروں میں ایسے مرد اور عورتیں نظر آ جائیں گے کہ جن کے بال تو سفید ہو گئے مگر غیر قوم
میں والدین نے ان کا رشتہ نہیں کیا، کیا یہ اولاد کے ساتھ خیر خواہی ہے یا ظلم؟ ذرا دیکھئے فرمان
خداوندی ہے کہ "ہم نے تمہارے خاندان اور مختلف قبیلے اس لئے بنائے ہیں تاکہ تم ایک
دوسرے کی پہچان کر سکو" (القرآن) کہیں بھی قرآن و حدیث میں صراحتاً اشارۃً یہ نہیں دیا
گیا ہے کہ تم اپنی قوم میں رشتے کرو اور غیر قوموں میں رشتے نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی حکیم

تھیں کی، پس مذکورہ بالا تینوں آیتیں اس دعوے کے ثبوت کیلئے کافی ہیں کہ نکاح کیلئے قومیت کا ہونا ضروری نہیں لہٰذا اگر کسی کو اپنی قوم میں رشتہ میسر نہ آیا ہو تو اس کو دوسری قوم میں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، غیر قوم میں نکاح نہ کرنا یہ بھی قومیت پرستی کا نتیجہ ہے۔ (شمارہ نمبر 36)

بیوی کیسی ہونی چاہئے؟

حسی خواہشات میں سب سے زیادہ خواہش عورتوں کی ہوتی ہے۔

آدمی کسی عورت کو اچھے کپڑے میں دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میری بیوی سے زیادہ خوبصورت ہے یا اپنے تصور میں خوبصورت عورت کو لاتا ہے تو اس وقت صرف ان کے حسن ہی کا تصور کر پاتا ہے اس لئے ان سے نکاح کی کوشش شروع کر دیتا ہے (اور اگر باندی ہو تو) باندی بنانا چاہتا ہے لیکن جب مراد پوری ہو جاتی ہے (یعنی نکاح کر لیتا ہے) تو پھر اس کی نظر بیوی کے عیوب پر پڑنے لگتی ہے اس لئے جلدی ہی تنگ آکر دوسری کی طلب میں لگ جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ ظاہری خواہشات کا حصول کبھی اپنے اندر بڑی مشقتیں بھی رکھتا ہے مثلاً یہ کہ دوسری بیوی دیندار نہ ہو یا بے وقوف ہو یا اس کو شوہر سے محبت نہ ہو سکے یا گھر کے انتظام کا سلیقہ نہ رکھتی ہو کیونکہ ان سب صورتوں میں جتنا حاصل کیا اس سے زیادہ فوت ہو جائے گا۔

یہی شہوت کا دھوکہ ہے جس نے زنا کاروں کو زنا میں مبتلا کر دیا اس لئے کہ وہ عورتوں کے پاس اس وقت میں بیٹھتے ہیں جبکہ ان کے عیوب پوشیدہ اور ان کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں تو اس وقت ان کو اس عورت سے لذت ملتی ہے پھر (جب عیوب ظاہر ہوتے ہیں تو) دوسری کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ "ولستم بآخذیه الا ان تغمضوا فیه" دنیا کی عورتوں میں جو خامی عیب ہے اس کا اشارہ قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔

"ولهم فيها ازواج مطهرة" کہ اہل جنت کو جنت میں نہایت پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔ (معلوم ہوا کہ دنیا میں عورتیں اس قدر پاکیزہ نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان میں کچھ ظاہری گندگی اور کچھ باطنی عیب ہوتے ہیں جب ہی تو جنت کی بیویوں کا یہ خاص وصف بیان کیا

جائز ہے جبکہ غیرت دار شخص اس سے بھی نفرت کرتا ہے اور باطنی عیب سے کئی گنا زیادہ بچنا ضروری
پر قناعت کرو جس کے باطن میں دینداری ہو اور ظاہر میں پردے کا اہتمام اور قناعت پسندی
ہو تاکہ خوشگوار اور پرسکون زندگی گزر سکے۔ (ماہنامہ 35)

ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنایئے

نکاح خاندان کی بنیاد ہے اگر نکاح نہ ہو تو خاندان وجود میں آ سکے اور نہ ہی انسانی ماحول و معاشرہ بن سکے اسی لئے اسلام نے بغیر شادی کے زندگی گزارنے کو ناپسند کیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میری امت میں سے نہیں ہے علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح فرمائے، بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ نکاح کئے اور وفات کے وقت نو ازواج موجود تھیں۔

اسلام نے نہ صرف یہ کہ نکاح کی ترغیب دی ہے بلکہ نکاح کے بعد ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کا حکم دیا ہے اور اس کے اصول اور طریقے بھی بتائے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے (ترجمہ) "اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو" (سورۃ النساء: ۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور ارشادات و تعلیمات میں ہمارے لئے کامل رہنمائی موجود ہے چنانچہ آپ کے ارشادات گرامی میں سے ہے کہ "مومنوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے پسندیدہ وہی ہیں جو اپنی عورتوں کے نزدیک پسندیدہ ہیں" اور ایک ارشاد یہ ہے کہ "میں اپنی ازواج کے لئے تم سب سے بہتر ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کتنے حسن اخلاق اور خوش اسلوبی سے رہتے تھے اس کا اندازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان سے لگائیے آپ فرماتی ہیں "مجھے جس قدر حضرت خدیجہ پر رشک ہوتا تھا وہ آپ کی کسی اور بیوی پر نہیں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت سے ان کو یاد کرتے تھے ان کے ساتھ انسیت و محبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ یاد آ جاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم کر دیتے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ میں بازی لگائی تو میں جیت گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئی پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ کے مقابلہ میں مجھ سے آگے آگئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ اس پہلی جیت کا بدلہ ہے اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں چند حبشی نوجوان (نیزہ بازی) کھیل رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! کیا تم ان حبشی کھلاڑیوں کا کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر خود کھڑے ہوگئے اور میں آکر آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کندھا مبارک اور کان مبارک کے درمیان سر کر کے دیکھتی رہی، آپ فرماتی ہیں اس دن لوگوں کا یہ جملہ مجھے یاد آیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم بہت عمدہ اخلاق والے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اب کافی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! جلدی نہ کیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے کھڑے رہے پھر کچھ دیر بعد فرمایا اب کافی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ جلدی نہ کیجئے۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی کس قدر خوش گوار اور کس قدر حسین تھی، لہٰذا آج بھی مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھیں، اچھائی حسن اخلاق کا ماحول بنائیں نہ یہ کہ ہر وقت لڑائی جھگڑا، بدمزگی اور شکوہ و شکایتوں کا معرکہ ہی گرم رہے جس کے نتیجہ میں بچوں کی تربیت خراب ہو اور خود بھی میاں بیوی دونوں ذہنی انتشار کا شکار ہو کر اپنے ہی ہاتھ سے اپنے ماحول میں جہنم کا نقشہ تیار کرتے رہیں۔

اور دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ صرف مرد پر ہی منحصر نہیں عورت کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ خندہ پیشانی، محبت اور وفاداری سے پیش آئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت کیلئے بستر پر بلائے تو عورت کو چاہئے کہ وہ ضرور آجائے اگرچہ عورت تنور پر (روٹی پکا رہی) ہو۔

بعض طبعی چیزیں ہوتی ہیں جو میاں بیوی کے آپس کے ماحول اور معاملات کو تلخ کرنے

ہونے چاہئیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی ازدواجی زندگی خوشگوار بنا دے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 34)

سیدنا جُلیبیب رضی اللہ عنہ کا نکاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتے کا پیغام بھجوایا، ایک انصاری گھرانے کو، کس کے لیے؟ ایک ایسے شخص کیلئے جو قد کے چھوٹے اور رنگ کے کالے تھے انہوں نے خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میں تو ایک بے قیمت سا آدمی ہوں کھوٹا سکہ کون قبول کرتا ہے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم کھرے ہو، کھوٹے نہیں ہو، اس لئے کہ وہ شخص ایمان کی دولت سے مالا مال تھا اور لڑکی نہ صرف یہ کہ نو عمر اور کنواری تھی بلکہ خوبرو اور خوش وضع بھی۔ بچیوں کیلئے ماں باپ سے بڑھ کر خیر خواہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر اسلام میں کفایت کا مسئلہ بھی تو موجود ہے، لڑکی کے ماں باپ کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، لیکن لڑکی کے کانوں میں کہیں بھنک پڑ گئی تو اس نے روایتی شرم و حیاء کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے والدین سے کہا: آپ لوگ یہ نہ دیکھیں کہ پیغام کس کے لیے آیا ہے؟ یہ دیکھیں کہ بھجوانے والا کون ہے؟ ہمارے آقا جس چیز کو ہمارے لئے پسند فرماتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر ہم اپنی تمناؤں اور پسند کو قربان کرتے ہیں عزیمت کی راہ پر چلنے والے رخصتوں کا سہارا نہیں لیا کرتے، اس طرح انصاری دوشیزہ نے اپنے ایمان کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر قربان ہو جانے کا ثبوت دے، اس نیک بخت کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی گہرائیوں سے اس کے حق میں دعا فرمائی اور یوں حضرت جلیبیبؓ کا رشتہ ہو گیا بعد میں وہ خاتون دعا کی برکت سے بڑی ہی خوش حال اور فراخ دست ثابت ہوئیں تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جلیبیبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے، آگے لڑائی میں حصہ لیا تو شہید ہو گئے لڑائی کا غبار چھٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہؓ سے پوچھا کیا تمہارا کوئی آدمی گم ہے؟ انہوں نے کہا جی حضور! فلاں فلاں، کچھ وقفے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا صحابہؓ نے پھر کچھ نام گنوا دیئے، تیسری مرتبہ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو جواب ملا اب کوئی نہیں سب مل گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر مجھے جلیبیب نہیں مل رہا تم لوگ اسے میدان میں تلاش کرو، انہوں نے چل پھر اسے ڈھونڈا تو وہ اس حالت میں ملے کہ ان کے پاس سات مشرکین کی لاشیں پڑی تھیں اور خود بھی شہادت کا رتبہ پا چکے تھے، جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس موقعہ پر تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا سات مشرکین کو مار کر پھر خود شہید ہو گیا ہے اور تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ھذا منی وانا منہ یہ میرا ہے اور میں اس کا پھر آپ نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھالیا، ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں۔ مالہ سریر غیر ساعدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (استیعاب ص۱۰۰ ج۱) یعنی اس کی میت کو اٹھانے کیلئے کوئی چارپائی نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو ہی اس کے لئے چارپائی بنے اس کے بعد اس کے لئے قبر کھودی گئی اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے قبر میں اتار دیا۔ ایک عاشق نامراد اپنی بدنصیبی کا رونا یوں روتا ہے۔

مری نماز جنازہ آگے پڑھی غیروں نے
مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

مگر جلیبیب کیسے خوش نصیب غلام ہیں کہ آقا خود ان کی نعش کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ فھنیئا لہ۔ (کاروان جنت)

شادی کہاں کریں؟

فرمایا، ماں باپ اپنی مرضی کے رشتے کر کے اپنی انا کو راضی کر لیتے ہیں مگر دیندار بچوں کے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات دیندار بچوں کو تو سولی پر لٹکا دیتے ہیں بیٹا عالم مگر بیوی جاہل فیشن پرست، بچی عالمہ مگر داماد بے دین اور بے عمل، کاش کہ ماں باپ دینی نظر سے رشتے پسند کرتے، اس لئے ہمیں حدیث شریف کو

مدنظر رکھنا چاہئے، شادی حسن دیکھ کر کی جاتی ہے یا خاندان دیکھ کر، یا مال پیسہ دیکھ کر شادی کی جاتی ہے۔ یا دینداری دیکھ کر شادی کی جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دینداری دیکھ کر شادی کیا کرو۔ (مجالس فقیہ) (شمارہ نمبر 36)

قومیت پرستی آخر کیوں؟

رشتہ کرتے وقت قومیت نہیں اولاد کا فائدہ مدنظر رکھنا:

بہت سی روایات و احادیث میں بطور ترغیب کے بیوی کے مختلف اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ بیوی کیسی ہونی چاہئے اور اس میں کون کون سی صفات ہونی چاہئے مگر کہیں بھی صراحتہً یا اشارۃً یہ حکم نہیں دیا گیا کہ بیوی اپنے ہی خاندان اور برادری کی ہو اور کسی دوسری مسلمان قوم کی نہ ہو اگرچہ خاندان میں نکاح کرنا بہتر ہے بشرطیکہ مناسب رشتہ مل جائے اگر کسی کو خاندان میں رشتہ نہ ملتا یا ملتا تو ہے مگر مناسب اور قابل اعتماد نہیں تو پھر بجائے بغیر شادی کے رہنے کے کسی دوسری قوم میں نکاح کر لینا چاہئے چنانچہ ذیل میں چند روایات اسی مضمون کی نقل کی جاتی ہیں جن سے آپ آسانی یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ اپنی قوم کے علاوہ کسی دوسری قوم میں مناسب اور اچھا رشتہ ہو تو وہ کر لینا جائز بلکہ زیادہ ثمرت کے اعتبار سے بہتر ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ساری کی ساری نفع کی چیز ہے لیکن بہترین نفع مند نیک بیوی ہے (مشکوٰۃ ص ۲۶۷ ج ۲) اس حدیث میں نیک بیوی کو نفع مند قرار دیا گیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ اپنی ہی برادری اور قوم کی ہو، بلکہ نیک بیوی خواہ کسے باشد نفع مند چیز ہے۔

(۲) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو شوہر سے بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا (رواہ ابوداؤد) اس حدیث میں زیادہ بچے جننے والی سے نکاح کی ترغیب تو ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ بعض خاندانوں میں بچے کم پیدا ہوتے ہیں اور بعض میں زیادہ ہوتے ہیں تو حدیث مذکور میں زیادہ بچے جننے والی کی ترغیب دی ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے اپنے خاندان میں کم بچے

پیدا ہوتے ہیں تو اس کیلئے دوسرے خاندان میں بھی نکاح جائز ہوگا۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ حالت میں جا کر ملے اس کو چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے یعنی مملوکہ باندیوں سے نکاح نہ کرے۔ (مشکوۃ ص ۲۶۸ ج ۳)

اس روایت کے پیش نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی کو اپنے خاندان میں مناسب رشتہ نہیں ملتا اور دوسری قوم میں ملتا ہے تو اس کو اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ دوسری قوم میں رشتہ کر لے تاکہ نکاح کے ذریعہ خود کو بدنظری اور بدکاری سے محفوظ کر لے اور جب دنیا سے رخصت ہو تو اللہ کے حضور پیش ہو تو پاکیزہ ہو جیسا کہ مذکورہ حدیث میں آیا ہے اگر اس کو غیر قوم میں رشتہ نہ ہو سکا یا اپنی قوم میں اس کا رشتہ تو کیا گیا مگر اس میں اس کے قاعدے کو مدنظر رکھنے کی بجائے قومیت کو مدنظر رکھا گیا تو پھر اس شخص کا گناہ سے بچنا مشکل ہوگا اس لئے کہ اگر تو رشتہ بالکل نہ ہوا نہ قوم میں نہ غیروں میں پھر تو گناہ کا غالب احتمال ہے اور اگر رشتہ تو ہو گیا تھا مگر اس میں قومیت کا تحفظ تھا اور اس کے قاعدے کا خیال نہیں کیا گیا تھا تو پھر بیوی کی طرف عدم رجحان کا احتمال ہے اور اگر رشتہ تو ہو گیا تھا مگر اس میں قومیت کا تحفظ تھا اور اس کے قاعدے کا خیال نہیں کیا گیا تھا تو بیوی کی طرف عدم رجحان کا احتمال ہے جس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ شخص غیر عورتوں کی طرف نظریں اٹھائے گا لہٰذا رشتہ کرتے وقت قومیت کی بجائے لڑکا اور لڑکی کا قاعدہ مدنظر رکھنا ضروری ہے تاکہ ان کی زندگی خوش وخرم اور گناہوں سے بچتے ہوئے گزرے اور وہ پاکیزہ حالت میں اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا اس کو چاہئے کہ باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔ (مشکوۃ) انسان عموماً دو چیزوں کی وجہ سے گناہ کرتا ہے ایک شرمگاہ کی وجہ سے دوسرے پیٹ کی وجہ سے نکاح کے ذریعہ شرمگاہ کی حفاظت ہو جاتی ہے اس لئے آدھا دین بچ گیا اور باقی آدھا پیٹ کے متعلق ہے اس میں آدمی کو چاہئے کہ حلال رزق حاصل کرے اور نکاح کے ذریعے آدھا دین بھی جب ہی محفوظ ہوگا جبکہ والدین اپنی اولاد کا نکاح کرتے وقت ان کی مصلحت کو اور رضا کو مدنظر رکھیں گے اگر کسی

کب طلاق دینا ضروری ہے:

شوہر پر اس وقت طلاق دینا واجب ہے جبکہ بیوی کے ساتھ اچھے طور پر رہنا ممکن نہ ہو جیسے شوہر نامرد ہو یا خرچہ دینے پر قادر نہ ہو وغیرہ۔

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

شرعی طریقہ یہ ہے کہ آدمی ایک طلاق دے اور ایسے طہر میں دے جس میں صحبت نہ کی ہو اور پھر اس عورت کو چھوڑے رکھے نہ صحبت کرے نہ طلاق دے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے، طلاق دینے کا یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔

کن صورتوں میں رجوع یا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے:

(۱) اگر بیوی کے ساتھ صحبت کی ہو پھر اس کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دے تو عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور طلاق رجعی کا مطلب ہے کہ صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دینا مثلاً یوں کہا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" "میں نے تجھے چھوڑ دیا" رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا ہے۔

(۲) اگر بیوی سے ہمبستری کی ہو پھر طلاق بائن دی تو عدت کے اندر اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے طلاق بائن کا مطلب ہے کنائی الفاظ سے طلاق دینا مثلاً یہ کہنا کہ مجھ سے فارغ ہے، تو مجھ سے علیحدہ ہے۔

(۳) اگر بیوی کو رخصتی سے پہلے طلاق دی تو رجوع درست نہیں البتہ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ ایک لفظ سے تین طلاق نہ دی ہوں۔

(۴) اگر بیوی کو رخصتی سے پہلے تین متفرق طور پر یا دو طلاق متفرق طور پر دیں تو اب بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

مطلقہ اور بیوہ عورت سے نکاح بھی سنت ہے

آج کل ہمارے معاشرے میں دیگر برائیوں کی طرح ایک یہ برائی بھی پھیلی ہوئی

ہے کہ مطلقہ عورت سے نکاح کرنے کیلئے کوئی شخص آمادہ نہیں ہوتا اور نہ طلاق دینے والے شخص کو کوئی رشتہ دینے کیلئے تیار ہوتا ہے اور مطلقہ عورت پر بدگمانی کی جاتی ہے کہ پتہ نہیں اس میں کیا عیب ہوگا؟؟ آخر کوئی تو غلطی تھی کہ اس کو طلاق ملی ہے بس اس بدگمانی کے نتیجے میں اس کو کوئی پسند نہیں کرتا حالانکہ کیا معلوم در حقیقت مطلقہ کا سرے سے کوئی قصور نہ ہو اسی طرح طلاق دینے والے کو بھی کوئی رشتہ نہیں دیتا یہ سوچ کر کہ اس نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی ہے پتہ نہیں اس کا مزاج کیسا ہے؟ آباد کرے گا یا نہیں؟ اس طرح کی بدگمانی کی وجہ سے طلاق دینے والا بھی مطلقہ عورت کو بھی ہمیشہ بے نکاح زندگی گزارنے پر مجبور رہتے ہیں جس میں ان کو نہ جانے کن کن تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بالخصوص جب ان میں سے کسی کے ساتھ دو ایک چھوٹے بچے بھی ہوں تب تو ان کی زندگی ان کے لئے وبال جان بن کر رہ جاتی ہے اور یہ سب کچھ ان کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے ہوا ہے حالانکہ قرآن مجید میں بدگمانی کو گناہ فرمایا گیا ہے اس لئے طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ کے رشتہ کا مسئلہ ہو تو محض بدگمانی کی بنیاد پر مسترد نہیں کرنا چاہئے بلکہ رشتہ کر لینا چاہئے یہی شریعت مطہرہ کی تعلیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اس لئے کہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تھا جن کو حضرت زید بن حارثہ نے طلاق دی تھی لہذا بوقت ضرورت مطلقہ عورت اور بیوہ عورت سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ سنت سمجھ کر کر لینا چاہئے۔ ہاں واقعی کوئی اہم وجہ ہو تو پھر احتیاط بہتر ہے۔ (شمارہ نمبر 30)

ہنسی کی طلاق بھی طلاق ہے

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہنسی کے طور پر کرنا اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق دوسرے عتاق (یعنی غلام یا باندی کی آزادی)، تیسرے نکاح۔

اور ایک حدیث میں یہ تین چیزیں ایک نکاح دوسرے طلاق اور تیسرے رجعت (یعنی طلاق کے بعد رجوع) یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو قصد و ارادہ سے کہنا اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا برابر ہے۔ (درس قرآن) (شمارہ نمبر 28)

والدین کے حقوق و فرائض

والدین کا مقام و مرتبہ

حقوقِ والدین

اولاد کی تربیت کے زرین اصول

والدین کی خدمت کا انعام

والدین کی نافرمانی کی سزا

کر یعنی ان کی عزت و تکریم اور خدمت و بجا آوری احکام میں مشغول رہ۔ (بخاری و مسلم)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اللہ سے اجر پانے کے لئے تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا ہاں دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر فرمایا اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا نعم (ہاں) فرمایا اپنے والدین کے پاس چلا جا، ان کو خوش رکھ، ان کی خدمت کر (یعنی ہجرت اور جہاد سے ان کی خدمت بہتر ہے)(مسلم)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابیؓ آئے اور عرض کیا مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن قدرت نہیں ہے یعنی سامان جہاد نہیں ہے تو فرمایا کہ ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے عرض کیا ہاں، ماں زندہ ہے تو ارشاد فرمایا اللہ کی رضا کیلئے ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جب تم یہ کام کرلو گے تو پھر حاجی ہو، عمرہ کرنے والے بھی ہو اور مجاہد بھی ہو یعنی جب والدہ کا دامن ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کے باعث خوشی و مسرت سے بھر دو گے تو تمہیں اتنا ثواب مل جائے گا جیسا کہ تم نے حج بھی کیا عمرہ بھی کیا اور جہاد بھی کیا۔

طلحہ بن معاویہ فرماتے ہیں میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ ہے، فرمایا، تیری ماں زندہ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا اس کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے جنت ان کے نیچے ہے۔ (طبرانی) یعنی اس کی اطاعت و خدمت میں ہمہ تن منہمک ہو جا کہ یہی کام دخول جنت کا سبب ہے (مطلب یہ ہے کہ جہاد تو تم جنت کے حصول کے لئے کرتے ہو وہ تو تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو دور کیوں جاتے ہو ان کی خدمت کرو اس کو راضی رکھو، اسے خوش کرو جنت مل جائے گی۔ (ترہیب و ترغیب)

دنیا میں آپ جس کو دیکھیں کہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال ہے تو یقین کرلیں کہ والدین کی اس کو دعائیں ہیں اے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ (دینی دسترخوان) (شمارہ نمبر 32)

والدین کی ذمہ داریاں

پہلی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اس کو نہلائیں اور کپڑے پہنائیں۔
دوسری ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ پیدائش کے پہلے گھنٹہ میں کسی نیک آدمی سے یا خود بچہ کا والد بسم اللہ پڑھ کر بچہ کی تحنیک (گھٹی) کریں۔
تیسری ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ کے دائیں کان میں اذان (آہستہ) اور بائیں کان میں اقامت کہیں۔
چوتھی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ ساتویں دن بچہ کا اچھا بامعنی نام رکھیں۔
پانچویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ ساتویں دن بچے کے سر کے بال کٹوا دیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر سونے یا چاندی کی قیمت (اپنی حیثیت دیکھ کر) خیرات کر دیں۔
چھٹی ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بشرطیکہ گنجائش (بغیر قرض پکڑے) بیٹا ہو تو دو بکرے یا دو بکریاں یا ایک بکرا اور ایک بکری اسی طرح دنبے یا چھترے جو قربانی کو لگ سکتے ہوں۔ عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ بیٹی ہو تو ایک بکرا یا بکری وغیرہ کرنا مسنون ہے۔
ساتویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بیٹا ہو تو اس کی طبیعت اجازت دے تو ساتویں دن اس کا ختنہ کرنا بھی سنت ہے۔
آٹھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر ناک منہ نہ چڑھانا اور دل سے خوش رہنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ بیت مبارک ہے جس سے پہلے بچی پیدا ہو (معارف القرآن مفتی اعظم) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ بیٹیوں کو معیوب نہ سمجھیں اور بیٹوں کو بیٹیوں پر ایسی یا اتنی ترجیح نہ دیں کہ بچیاں محسوس کریں جو بیٹے کو لے کر دیں بیٹی کو بھی اس کے مناسب کوئی چیز لے کر دینی چاہئے۔
نویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ کے سامنے اس کے جاگتے ہوئے میاں بیوی حق زوجیت سے مکمل اجتناب رکھیں۔ کیونکہ بچہ اگرچہ چھوٹا ہر عکس اپنے اندر جما لیتا ہے۔ جس سے اس کی تربیت میں زرا لود تیر لگتا ہے۔

دسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچہ سن شعور (کچھ سوجھ بوجھ کی عمر) کو پہنچ جائے تو اس کی دینی تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا جائے۔

گیارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچے پانچ سال کے ہو جائیں تو فتنے کے زمانہ کی وجہ سے احتیاطاً لڑکے لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ سلائیں۔

بارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچے تو نماز سکھائیں۔

تیرھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ سب بچوں کی مکمل دیکھ بھال رکھا کریں بالخصوص بچوں کی والدہ غلط کاموں یا غلط باتوں میں بچوں کو دیکھیں تو فوراً خود بھی ڈانٹیں اور والد کو بھی ضرور آگاہ کریں اس میں ہرگز نرمی نہ برتیں۔ غلط دوستیوں اور بری صحبت کے قریب بھی بچوں کو نہ جانے دیں۔ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ اور لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کریں اس کی مکمل نگرانی رکھنی ہے۔

چودھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں ناغہ ہرگز نہ ہونے دیں۔

پندرھویں ذمہ داری ۔ یہ ہے کہ بچوں کی غذا اور آرام کا خاص خیال رکھیں کہ اس سے صحت پر بہت اثر پڑتا ہے۔

سولھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ جس جگہ بھی تعلیم کے لئے بھیجا ہے اس کی مکمل معلومات رکھیں کہ کیسا چل رہا ہے کتنے عرصے میں بچے نے کیا پڑھا ہے۔

سترھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کے کھیل کود کے ذریعے اور ان کی تعلیم کے حرج کے خطرہ سے ماں باپ کو ادھر ادھر سفر میں کم جانا چاہئے۔ اگر جائیں تو بچوں کو اکیلے نوکروں کے پاس چھوڑ کر نہ جانا چاہئے پیچھے مکمل نگرانی کا انتظام کر کے جانا چاہئے۔

اٹھارھویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ بچوں کو وقتاً فوقتاً بزرگوں یا علماء کے پاس دعا کیلئے لے جاتے رہنا چاہئے اور خود بھی ہر فرض نماز کے بعد ہر بچے کا نام لے کر دعا کرتی چاہئے۔

انیسویں ذمہ داری:۔ یہ ہے کہ میاں بیوی کو خود بھی گناہوں سے بچنا چاہئے اور الٹے سیدھے کام نہ کرنے چاہئیں تاکہ بچوں میں اثر منتقل نہ ہو۔

بیسویں ذمہ داری: یہ ہے کہ اولاد کے ساتھ ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک رکھنا چاہئے بے جا سختی نہ کرنی چاہیے خصوصاً یہ کہنا کہ گھر سے نکل جاؤ یا یہ کام کرو ورنہ چھوڑ دیں گے اگر چھوڑ دی تو جھوٹ کا گناہ ہوگا اور غلط کام یا غلط بات میں یا تعلیم یا نماز میں سستی دیکھیں تو طریقے سے بچے کو سکت کے موافق سختی ضرور کریں مگر پہلے پیار و محبت سے ضرور سمجھالیں۔

اکیسویں ذمہ داری: یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد مناسب رشتہ ملے تو طے کرکے اچھی جگہ شادی کر دیں۔

بائیسویں ذمہ داری: یہ ہے کہ بچوں کو سامان تفریح بے تحاشہ لا کر دیں مگر ٹی وی اور غیر شرعی کھلونوں سے لازمی پرہیز کریں۔ (شمارہ نمبر 25)

والدین کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں

آپ کو اللہ تعالیٰ نے والد بنا دیا ہے یہ اللہ کا آپ پر بڑا احسان ہے اس کا حق یہ ہے کہ آپ بچے کی ایسی تربیت کریں کہ آپ کے بچے کی آرزو تک نہ جا پہنچے بیٹے کو جب بھی ضرورت پیش آئے یا اللہ نہ کرے کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو آپ اس کی مدد کریں، اسے تسلی دیں اس کا یقین اللہ تعالیٰ سے جوڑیں اور اس کی ڈھارس بندھائیں، اسے اس بات کا احساس دلائیں کہ وہ یتیم نہیں اس کا باپ اس کی سرپرستی کے لئے موجود ہے اگر خدانخواستہ آپ غریب ہیں تو بچے کو اس کی پریشانی کے وقت یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرائیں کہ پیسے سے کچھ نہیں ہوتا، تمام مسائل اللہ تعالیٰ کے حل کرنے سے حل ہوتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگو۔ صرف پیسوں سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے اس بات کو خوب یاد رکھیے! اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ آپ کا اور بچے کا یہ یقین بن جائے کہ مسائل اللہ تعالیٰ ہی حل کرتے ہیں، پریشانیاں اللہ تعالیٰ ہی دور کرتے ہیں، بیماری کو شفا سے اللہ تعالیٰ ہی تبدیل کرتے ہیں۔ باپ کو ہر فرد کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ دلسوزی، دردمندی اور خیر خواہی کے جذبات سے معمور اور تلخ کلامی سے اور سخت بیانی سے اتنا ہی دور اور نفور ہونا چاہئے جتنا مشرق کو مغرب سے کیونکہ مثالی باپ اپنی منزل کہکشاں سے ہو کر کانٹوں اور پتھروں سے گزر کر حاصل کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہ کیا جاتا ہو پھر ماں باپ اس کے اس کو یہودی یا نصرانی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ سفید پیدا کرتے ہیں۔ لوگ اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔) (مشکوٰۃ)

ذیل میں بچے کی نگہداشت، ذہنی و جسمانی صحت اور شخصیت میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ایسے اصول درج کر رہے ہیں جو کہ ماں باپ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔

۱۔ بچے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں۔

۲۔ بچے کا لباس ہلکا پھلکا، ڈھیلا ڈھالا، صاف ستھرا اور آرام دہ ہونا بہت ضروری ہے۔

۳۔ موسم کے مطابق بچے کے لباس کا انتخاب کریں۔

۴۔ ہمیشہ ہلکے رنگ پسند کریں کیونکہ جس طرح بچے نرم و نازک ہوتے ہیں اس لحاظ سے ان کے لئے رنگ بھی نرم و ملائم ہی مناسب رہتے ہیں۔

۵۔ بچے سے کبھی چیخ کر بات نہ کریں بلکہ بہت دھیمے لہجے میں آہستہ اور آسان بات کریں۔

۶۔ بچے میں احساس ذمہ داری پیدا کریں اور اس طرح کہ اس کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کریں کہ وہ اپنی چیزوں کا خیال خود رکھے۔ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرے اس طرح اس میں لاپروائی کی عادت کم ہوگی۔ مثلاً کھانے کا تقاضہ ہے تو دستر خوان بچے سے بچھوائیں کھانے کے بعد برتن اٹھانے اور صفائی کی ترغیب دیں اس کے فوائد بیان کریں۔

۷۔ بچے کے ساتھ ہمیشہ لفظ "آپ" کے ساتھ گفتگو کریں۔

۸۔ ہر وقت کی ڈانٹ پھٹکار سے پرہیز کریں۔

۹۔ اگر بچے سے کوئی غلطی ہو جائے یا کوئی قیمتی چیز ٹوٹ جائے تو بچے کو نہایت پیار سے سمجھائیں کہ وہ آئندہ اس بات کا خیال رکھے اگر آپ مارنے یا ڈانٹنے سے کام لیں گے تو آپ کا نقصان تو ہرگز پورا نہ ہوگا بلکہ بچے کے ذہن میں آپ کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے گی۔

۱۰۔ بچے کو ہمیشہ مارنے یا ڈانٹنے سے گریز کریں کیونکہ جب آپ بچے کو ڈانٹیں گے تو ممکن ہے وہ اس ڈانٹ سننے کو اپنی عادت بنالے اور جب آپ مار کا حربہ استعمال کریں گے تو آپ کا بچہ

ذہنیت ہو جائے گا، ذہنیت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ضدی بھی ہو جائے گا اور وہ کوئی بھی نقصان دہ کام کرنے سے پہلے یہ سوچے گا کہ جو کرتا ہے کر لو زیادہ سے زیادہ مار ہی پڑے گی نا۔

11۔ بچے کی ہر خواہش کو ہرگز پورا نہ کریں۔ اس طرح بچہ خود سر ہو جاتا ہے۔ ہر خواہش پوری کرنے سے بچے کی شخصیت میں صبر، ہمدردی، یکسانیت اور تحمل جیسے جذبات کی کمی ہو سکتی ہے۔

12۔ آپ کا بچہ جو بات آپ سے کہنا چاہتا ہے اس کی بات بھرپور توجہ سے سنیں تاکہ جواباً وہ بھی آپ کی بات توجہ سے سن سکے۔ (شمارہ نمبر 2)

تربیت اولاد

اولاد کی تربیت کا وقت: امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی بچہ اسی وقت سے تربیت کے قابل بن جاتا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ دودھ پیتے بچے کے سامنے بات بھی کرو تو تہذیب و شائستگی سے کرو، کوئی بے ہودہ بات مت کرو، وہ بے حیا بات اس کے دل میں گھر کر جائے گی۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب چار پانچ برس کا ہو گا جب اس کو تعلیم و تربیت دینے لگیں گے ایسا نہیں ہے۔

آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی۔ جب وہ بری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔ (فضائل نماز)

تربیت اولاد کا زریں اصول

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی خواصؒ سے سنا ہے کہ معاملہ تربیت میں علماء و صالحین کی اولاد کیلئے کوئی چیز نافع تر نہیں جیسی کہ پشت ان کیلئے دعا کرنا اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا۔

اولاد کی اصلاح کی ذمہ داری: قرآن و حدیث کی رو سے ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت

بھی اس کے فرائض میں داخل ہے۔ درحقیقت اس کے بغیر انسان کا خود دین پر ٹھیک ٹھیک کار بند رہنا ممکن بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی اولاد اور گھر والوں کی اصلاح کی فکر بھی واجب ہے۔

اولاد کے نیک ہونے کیلئے اول والدین خود نیک بنیں کیونکہ والدین کا اولاد پر اثر پڑتا ہے۔

بُری صحبت سے حفاظت: اپنی اولاد کو بری صحبت سے بچائیں۔ کیونکہ اس دنیا میں بری صحبت جلدی اثر کرتی ہے نیک صحبت دیر میں اثر کرتی ہے۔ بروں کے پاس بیٹھ کر تو اگلے ہی دن برا بن جاتا ہے۔ اور نیکوں کے پاس بیٹھ کر کئی مہینے بھر میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے بری صحبت سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

تربیت اولاد کے چند اصول: ۱۔ جب بچہ کچھ بولنا شروع کر دے تو اول کلمہ سکھاؤ۔ جس بچہ کا بولنا ہی کلمہ سے ہوا تو ان شاء اللہ اس کی بھی کلمہ پر ہی ہوگا۔

۲۔ اگر لڑکی ہو اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے زیور مت پہناؤ۔ بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

۳۔ جب سات برس کی عمر ہو جائے نماز کی عادت ڈالو۔

۴۔ بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں تاکہ ہاتھ پاؤں درست ہو جائیں۔

۵۔ ان کو ایسی کتابیں مت دیکھنے دو جن میں خلاف شرع مضمون یا بیہودہ قصے یا غزلیں وغیرہ ہوں۔ ۶۔ جب مکتب جانے کے قابل ہو جائے اول قرآن مجید پڑھاؤ۔

۷۔ جب بچہ میں کوئی خوبی ظاہر ہو تو خوب شاباش دو۔ پیار کرو بلکہ کچھ انعام بھی دو۔ اور جب بری بات دیکھو تو اول تنہائی میں سمجھاؤ۔ پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا طریقہ

فرمایا کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ!

اخلاق رذیلہ جاتے رہیں　　　　اخلاق حمیدہ پیدا ہو جائیں

معاصی چھوٹ جائیں　　　　طاعت کی توفیق ہو جاوے

غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے (کمالات اشرفیہ) (ماہ نمبر 24)

بچوں کا تحفظ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب شام کا وقت ہو تو بچوں کو باہر گھومنے پھرنے سے روکو، شیاطین پھیل جاتے ہیں اور بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس آنے والی شب میں جو شر ہے فتنہ ہے اس سے بچالے اور جو خیر ہے وہ عطا فرمادے۔ (مومن کے عمل وہتیار شمارہ نمبر 6)

بیوی بچوں کی اصلاح و تربیت کے مجرب نسخے

ارشاد: بیوی اور اولاد کی اصلاح کے لئے ان ہدایات پر عمل کریں:

۱۔ حسب صوابدید سختی سے کام لیں، سختی ہمیشہ کام نہیں کرتی، بلکہ کبھی بے محل سختی سے نفع کی بجائے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے خوب غور و فکر کے بعد فیصلہ کریں کہ کس قدر سختی سے نفع کی توقع ہے، نیز یہ کہ سختی پر مرتب ہونے والے نتائج کی آپ میں کس قدر ہمت ہے۔

۲۔ اپنی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دیں، اپنے اعمال درست کرنے کی فکر کریں، ظاہر و باطن شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ انسان خود ٹھیک ہوتا ہے تو دوسروں پر اس کی بات اثر کرتی ہے، بلکہ لوگ اس کے عمل ہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ اپنی اغراض نفسانیہ میں درگزر سے کام لیں، روک ٹوک نہ کریں، ورنہ وہ یوں سمجھیں گے کہ آپ کی پوری تگ و دو اغراض نفسانیہ کے لئے ہے، دین کی دعوت محض بہانہ ہے۔

۴۔ دعا کا التزام رکھیں۔ ۵۔ نرمی اور محبت سے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔

۶۔ روزانہ بلاناغہ چار پانچ منٹ دین پر اثر کرنے والی کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنایا کریں، زیادہ وقت نہ لیں اور زبانی تبلیغ کی بجائے کتاب ہی پڑھیں اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ فطرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے، بالخصوص میاں بیوی کا تو آپس میں ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں۔ انبیاء، بالخصوص اکابر اولیاء سے بھی بڑھ کر گزشتہ زمانہ کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ کتاب میں اس کے مصنف کی للّٰہیت واخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

۳۔ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوتی، بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے، اس لئے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبتاً آسان ہے۔

۴۔ کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے، زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے، جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

اس حقیقت پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہم جو محنت کر رہے ہیں۔ یہ محض تعمیل حکم ہے، تدابیر اصلاح میں تاثیر سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ "برائی سے بچنے اور نیکی کی توفیق محض اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے ہے"۔ (جواہر الرشید ج ا شمارہ نمبر ۵)

بچہ پر ماں کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آنے والی اولاد اور نسل کی استاد، معلم اور مربی عورت جس قدر ہے، مرد نہیں ہے اور صرف معلم اور استاذ ہی نہیں بلکہ عموماً اس کو حیوان سے انسان بھی وہی بناتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بچہ پر ماں کے دودھ کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ماں بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اگر ماں نیک ہے تو دودھ کے ساتھ بچے کے اندر نیکی بھی جاتی ہے۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہے۔ تو دودھ کے ساتھ ساتھ فساد بھی بچہ میں سرایت کرتا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ اس بات سے ناواقف ہیں۔ معلوم ہوا کہ دودھ کا اثر بچہ پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی کسی جنگ کے موقع پر فخریہ کہتے ہیں: انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ کسی غلام کا بیٹا نہیں ہوں۔ اور آج دودھ کے آزمائش کا دن ہے۔ میں نے کسی باندی کا دودھ نہیں پیا ہے۔ جس کا پتہ آج میدان جنگ میں چل جائے گا۔ اگر میں نے کسی باندی کا دودھ پیا ہے تو ہار جاؤں گا۔ معلوم ہوا کہ باندی کا دودھ کوئی فضیلت پیدا نہیں کرتا۔ (خطبات احتشام ص ۹۹ ج ۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ خطابت اور قوتِ گویائی بدرجہ کمال عطا فرمائی ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات وہبی ہیں۔ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس خاتون کا دودھ پیا ہے؟ میں نے خاندانِ بنو سعد کی ایک نیک خاتون کا دودھ پیا ہے۔ جس کا نام حلیمہ سعدیہ ہے۔ فرمایا کہ یہ ان کے دودھ کی تاثیر ہے۔ (ص ۲۳۵ ج ۲ خطبات احتشام)

پھر جب بچہ کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو ماں اسے سلاتے وقت کلمہ یاد کراتی ہے۔ ماشاء اللہ، ان شاء اللہ اور سبحان اللہ وغیرہ الفاظ یاد کراتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات اور دوسرے نبیوں اور پیغمبروں کے حالات سناتی ہے۔ اور اسے حیوان سے انسان ہی نہیں بلکہ مسلمان بناتی ہے۔ (ص ۲۳۶ ج ۲ حوالا بالا)

لہٰذا تمام مسلمان ماؤں اور بہنوں سے یہی درخواست ہے کہ وہ خود بھی شریعت کا اہتمام کریں۔ کیونکہ جب آپ صالحہ ہوں گی تو آپ کے اثرات سے بچہ بھی صالح بنے گا۔ دوسری بات یہ کہ بچپن سے ہی بچوں کا ذہن اسلامی بنائیں۔ دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ اگر ہم سب نے اس کا اہتمام کر لیا تو ان شاء اللہ ایک صالح معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا۔ آج محبت کے جوش میں بچپن میں تو اولاد کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ جب بڑے ہو کر وہ بگڑ جاتے ہیں۔ تو کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں۔ جس کا کچھ فائدہ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہنا پڑے: اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

اولاد کی دینی تربیت کیجئے ورنہ......!

قرآن کریم میں ہے: اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ اور اف

دانوں میں ایک اہم رکن بچہ بھی ہے جو کہ ہماری امیدوں کا مرکز کل کا ذمہ دار اور مستقبل کا معمار ہے گزرا ہوا کل تو ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے وہ ہمارے لئے عبرت کا نشان، حسن عمل کا پیغام اور پھر بھی نہ سنبھلنے پر ناکامی اور رسوائی کا اعلان چھوڑ گیا ہے۔

اس لئے آج ہم نے بہتر مستقبل تیار کرنا ہے اور اس کی صورت صرف یہی ہے کہ اپنے بچوں کو سنواریں ان کی بہتر تربیت کریں انہیں اعلیٰ تعلیم و تربیت دلائیں۔ ماضی کی مثالی شخصیتوں کے نمونے ان کے سامنے رکھیں اور انہیں دین فطرت کی مستقیم شاہراہ پہ گامزن کر دیں کیونکہ کل کا شہری و حکمران، مقتدی و امام، تاجر و کاشتکار، مزدور و صنعتکار، شاگرد و استاد، قانون ساز و قانون کا عمل دار بھی وہی ہوگا جو آج بچہ ہے۔

اور ویسے بھی بچپن تو عمر ہی تعلیم و تربیت کی ہے۔ آج جو نقش اس کے ذہن میں بیٹھے گا کل وہ اپنے کردار سے اسی کے مطابق عمارت تعمیر کرے گا۔ آج جو بیج اس کے ذہن میں ڈالا جائے گا کل کو اسی کا پھل اسی کی کھیتی اگائے گی۔ آج اس کے خیالات و تصورات میں جو ہوگا کل قوم اسی کو کاٹے گی۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن دیکھا کہ عیدگاہ میں ایک سیٹھ آیا اور اس نے کپڑے سے جلدی کر خود عیدگاہ کی صفائی شروع کر دی مجھے بہت حیران ہوا کہ اتنا بڑا سیٹھ ہے ظاہری شکل سے بے تکلفی ہے بعد میں پتہ چلا کہ اس کی بچپن کی کچھ تربیت مدرسوں میں ہوئی تھی اسی کا یہ اثر ہے۔

ادھر ہماری معاشرت کے یہ تقاضے ہیں اور ادھر خالق مہربان کا یہ کرم ہے کہ اس نے ہر بچے کو کورے سوتے جیسی طبیعت بخش دی ہے کہ والدین اساتذہ اور ماحول و معاشرہ جیسا جیسا سانچہ اس کے لئے بنائے بچے جائیں بچہ اسی کے مطابق ڈھلتا چلا جائے گا جیسا کہ حدیث پاک ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی و نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

تربیت اولاد کی اہمیت و افادیت

آنے والی نسل تو بعد کی بات ہے پہلے خود ہمیں اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر ہم بچپن میں

اپنی اولاد کی دینی تربیت کریں گے وہ ہمارے بڑھاپے میں ہمارے ساتھ ویسا معاملہ کرے گی۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ کے والد صاحب وکیل تھے اور ان کے دو بیٹے تھے ایک کو انہوں نے وکیل اور ایک کو عالم دین بنایا۔ کسی نے پوچھا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کہا کہ جب میں کچہری سے کام کر کے شام کو تھکا ہارا گھر واپس آتا ہوں تو جو بیٹا عالم دین ہے وہ خود خدمت کیلئے آتا ہے حتیٰ کہ میرے پاؤں سے جوتے خود اتارتا ہے اور دوسرا بیٹا اپنے نوکر کو بھیج دیتا ہے بس یہی فرق ہے۔

سرسید احمد خان مرحوم برصغیر میں تعلیم جدید کے گویا مجدد تھے لیکن یہ افسوسناک حقیقت بھی سنئے کہ اپنے بچوں کی تربیت دینی خطوط پر نہ کرنے کا انجام کیا ہوا؟ کہ ان کے صاحبزادے سید محمود نے سرسید صاحب کو بڑھاپے کے عالم میں گھر سے نکال دیا حتیٰ کہ سرسید جب فوت ہوئے تو سید محمود اپنے بنگلے میں بیٹھا شراب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اور باپ کی تجہیز و تکفین کے لئے گھر میں چھدام بھی موجود نہ تھا نواب محسن الملک کے عطیے سے تجہیز و تکفین ہوئی۔

آج وقت ہے اپنی اولاد کی دینی تربیت کے لئے جتنی کوشش ہو سکتی ہے ہم کر لیں ورنہ کل افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

پھر یہ بھی سامنے رہے کہ اولاد کی دینی تربیت میں صرف یہ کافی نہیں کہ انہیں حافظ یا عالم بنا دیا جائے بلکہ ان کا تزکیہ و تربیت، اخلاقیات و معاملات ہر موضوع پر مخصوص تعلیم ضروری ہے۔

دعا کرتے رہئے کہ اے اللہ ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ آمین (شمارہ نمبر 48)

اہل و عیال کا فتنہ

حضرت ابن مسعود و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کی ہلاکت اس کی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی کہ یہ لوگ اس شخص کو ناداری سے عار دلائیں گے۔ اور ایسی باتوں کی فرمائش کریں گے جن کو یہ نہ اٹھا سکے گا۔ سو یہ ایسے کاموں میں گھس جاوے گا جن سے اس کا دین جاتا رہے گا پھر یہ برباد ہو جائے گا۔ (بیہقی، حیوۃ المسلمین) (ش، نمبر 29)

اندر ہی بیٹھ رہا کی ہوجاتا ہے۔ ماں کی کسر باپ کا غصہ پوری کردیتا ہے۔

ترجمہ: گھر کا یہ ماحول نہ تو بچوں کے لئے بہتر تربیت کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور نہ گھر والوں کے لئے راحت وسکون کی جگہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا ہم ''ماں'' کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرتے ہیں کہ وہ ان کو سامنے رکھ کر اپنے طریقہ کار و بچوں کے ساتھ سلوک پر غور کرے تو ان شاء اللہ بہتر نتیجہ برآمد ہوں گے۔

(۱) بچوں کی ماں کو یہ سوچنا چاہیے کہ کیا اس کا یوں جھنجھلا کر ڈانٹنا گھر کے ان مسائل کا حل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ طریقہ تو مسائل و مشکلات کے اضافہ کا باعث ہے۔

(۲) ماں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اس طرح کی ہر وقت کی ٹینشن اس کی اپنی ذاتی اور جسمانی صحت پر کیا اثر کرتی ہے؟ یقیناً یہ ٹینشن و غصہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ حالانکہ صحت کا درست رہنا یہ ماں کی اپنی ذات کے لئے بھی ضروری ہے اور بچوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ ان کی ماں صحت مند ہو۔

(۳) ماں حکمت و دانش سے کام لے اور بچے کو زور دار ڈانٹ پلانے کی بجائے اسے خاموشی اور سکون کے ساتھ اپنے پاس بیٹھنے کو کہے۔ یہ طریقہ بچے کے لئے زیادہ اثر رکھتا ہے کیونکہ بچے کے لئے سب سے مشکل کام یہی ہے کہ اسے آرام سے بیٹھنے کو کہا جائے۔

(۴) بچے کی توجہ کو مفید کاموں میں مصروف رکھنا چاہیے اور خود اس کے لئے کھیل کا طریقہ، جگہ اور وقت متعین کر کے اسے سمجھایا جائے کہ یوں کھیلو۔ اس طرح بچوں کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور آپ کو بھی راحت ملے گی۔

(۵) جب بچوں کی کسی حرکت پر غصہ آئے اور ان کو ڈانٹنے پیٹنے پر طبیعت ابھرے تو فوراً اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے کیونکہ اسلام غصہ کو روکنے کا حکم دیتا ہے البتہ شیطان غصہ کو پسند کرتا ہے لہٰذا بچے کی کسی حرکت پر فوراً غصہ کا ابھرنا یہ شیطان کی پسند کا کام ہے فوراً اعوذ باللہ پڑھ کر پناہ مانگنی چاہیے۔

(۶) بچہ اگر فضول حرکتیں کرتا ہے تو اسے پاس بٹھا کر محبت سے سمجھاؤ، بچہ کو بتاؤ کہ ہمیں آپ سے محبت ہے ہم آپ کی راحت وسکون چاہتے ہیں۔ جب اس طرح بچہ کو پیار سے اور محبت سے سمجھاؤ گی تو بچہ غور سے سنے گا۔ اور یہ باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ جائیں گی۔ لیکن سختی کرنے سے بچہ میں ضد پیدا ہوتی ہے اور یہی بچپن کی ضد بچہ کی عادت اور مزاج کو بگاڑ دے گی جس کی وجہ سے اس کے مستقبل کا نقصان ہو سکتا ہے۔

(۷) ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کی بعض حرکات سے نظر بھی بچائے ضروری نہیں کہ بچہ کو ہر ہر بات پر ٹوکا جائے۔ کیونکہ بعض حرکات بچہ فقط اپنی طبیعت کی غیرت کی وجہ سے دہراتا ہے۔ جب کسی کام پر اسے ٹوکا جاتا ہے تو وہی حرکت بار بار دہراتا ہے اگر اسی حرکت پر اسے نہ ٹوکا جاتا تو اسے ہرگز نہ دہراتا۔

(۸) ماں کو چاہیے کہ وہ بچہ کو جھڑکنے اور مارنے سے پہلے اپنے ضمیر کی اس ملامت پر بھی غور کرے جو بچہ کو مارنے کے بعد اپنا ضمیر خود اسے کرے گا کہ کیا یہ قدرت کے دیئے ہوئے پھول اسی لئے ہیں کہ ان سے سختی برتی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ایسی ہے کہ اس سے محبت برتی جائے اور احسن انداز سے اس کی تربیت کی جائے۔

(۹) جب بچہ کوئی شرارت کرے تو ماں فوراً اسے سزا دینے کو نہ لپکے بلکہ اسے اصلاح اور غور کا موقعہ دے۔ اسے کہے کہ میں تجھے دیکھ رہی ہوں۔ فلاں کام سے فارغ ہونے کے بعد تیرا پتہ کروں گی۔ اس سے بچہ کو اپنے کئے ہوئے کام کے بارے میں غور کرنے کا موقعہ ملے گا اور اپنی غلطی کا احساس اسکے ذہن نشین ہوگا اور ماں کی طبیعت میں بھی ٹھہراؤ آجائے گا فوری غصہ و طیش بھی ٹھنڈا ہو جائے گا۔

(۱۰) اے ماں: تو یہ بات ذہن میں رکھ کہ گھر ایک مملکت ہے تو اس کی ملکہ ہے اور بچے اس ملک کی رعایا ہیں جن کی ذمہ داری تجھ پر ہے اب تو ہی بتا کہ تو اپنی مملکت کو راحت و امن کا گہوارہ بنانا چاہتی ہے یا تو اسے میدان جنگ بنانا چاہتی ہے۔

اے ماں: اگر تیرا گھر بے چینی و بے سکونی کی جگہ بن گیا ہے اور وہاں ہر طرف چیخ و پکار ہے تو یہ سب تیرے اپنے رویوں کا جواب ہے۔ (شمارہ نمبر 43)

سے احقر کی بھی کافی شناسائی ہے اور یہ سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب
مدظلہ سے منسلک ہیں ماشاء اللہ کافی متواضع اور نیک ہیں حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں
کہ ان بچوں کی اصلاح میں ظاہری طور پر ذریعہ و عمل ان کی والدہ کا ہے وہ اس طرح کہ میں تو
سارا دن مطب میں ہوتا تھا جب شام کو گھر جاتا تو بچوں کی والدہ مجھے سارا دن کی رپورٹ
دیتی تھیں کہ آج فلاں بچے نے یہ غلطی کی ہے تو پھر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو اس طرح بچوں
کی تربیت ہوتی چلی گئی واقعی حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر والدین کی طرف سے بچوں کی
سرزنش ہوتی رہے اور ان کی غلطیوں کو درگزر کرنے یا ان پر پردہ پوشی کرنے کی بجائے فوراً
سرزنش کی جائے تو انشاء اللہ بچوں کی تربیت میں جلد فائدہ نظر آئے گا اور بچوں کی اچھی
تربیت سے معاشرے کی اصلاح بھی ہوگی کیونکہ یہی آج کے بچے کل معاشرے کے افراد
بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (ت، ر، نجم [illegible])

اولاد کے شرعی حقوق

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جتنے احسانات اور انعامات کئے ہیں ان کو شمار کرنا کسی کے بس
کی بات نہیں ان میں اولاد کا عطا کرنا ایک خاص احسان ہے تو احسان کا شکر ادا کرنا ضروری
لازم ہے اور حقیقی شکر یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اسی کی مرضی کے مطابق استعمال کیا
جائے تو اولاد جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت خاص ہے اس کے پیدا ہوتے ہی والدین پر
تقریباً چودہ حقوق لازمی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کیا جائے تو امید ہے اولاد کی
تمام ذمہ داریوں سے والدین بری الذمہ ہو کر مخدوم بن جائیں گے۔ (۱) لڑکا ہو یا لڑکی دونوں
کی پیدائش پر برابر کی خوشی کا اظہار ہونا چاہیے۔ لڑکی کی پیدائش پر چہرہ پر تیوری کے آثار نہیں
نعمت سمجھی جائیں۔ (۲) اذان و اقامت کا بندوبست کیا جائے۔ (۳) تحنیک کرائی
جائے۔ کھجور یا کوئی میٹھی چیز کسی نیک بندے سے چبوا کر بچے کے تالو وغیرہ پر مل لی جائے۔
(۴) سر منڈوا کر اتنی ہم وزن چاندی اللہ کی راہ میں خرچ کر کے غریبوں کی امداد اور سخاوت کا
مظاہرہ کیا جائے۔ (۵) اچھا نام رکھا جائے جیسے صحابہ، صحابیات، صالح بزرگ اور اصلاحی جن کا

مجاہدین کے نام کی نسبت کی جائے۔ (۶) اگر توفیق ہو تو عقیقہ ضرور کیا جائے جو مصائب و
آفات سے وقایہ کا سبب بھی ہے۔ (۷) ختنہ کرانا۔ (۸) شعور پکڑتے ہی اللہ تعالیٰ کا نام
کلمہ وغیرہ سکھایا جائے۔ (۹) اچھے آداب کی ترغیب دی جائے اور خود ان کے سامنے سنت پر
عمل کیا جائے کھانے میں پینے میں۔ السلام علیکم کہنا وغیرہ۔ (۱۰) سات سال کا ہو تو نماز کی
ترغیب وغیرہ دی جائے۔ (۱۱) صفائی پسند بنایا جائے۔ (۱۲) اچھے بچوں سے دوستی کا ماحول
بنایا جائے۔ (۱۳) قرآن وسنت کی تعلیم والے اچھے مدرسہ وغیرہ میں داخل۔ اہم ترین ذمہ داری
کو نبھانا انتہائی ضروری ہے۔ (۱۴) باہر کے ماحول پر کڑی نظر رکھی جائے۔ کہ کہیں غلط
سوسائٹی میں پھنس کر بگاڑ کا شکار نہ ہو۔ (۱۵) اچھے اور دینی ماحول اور تعلیم یافتہ گھرانے میں
شادی کر کے رزق حلال کا بندوبست کیا جائے۔ (ش۔ نمبر ۱۱۹)

”ماں“ ہو تو ایسی......

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کی والدہ ماجدہ کا تاریخی خط اپنے عظیم بیٹے کے نام جو آج کی خواتین کیلئے ایک نصیحت ہے

عزیزی علی سلمہٗ دعا۔ تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا۔ روزانہ انتظار رہتی ہوں۔ مجبوراً
خود لکھتی ہوں۔ جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

عبدالعلی کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا۔ مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی۔ عبدالعلی
سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ”علی کو اپنی صحت کا
بالکل خیال نہیں۔ جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں۔“ میں نے کہا ”تم روکتے
نہیں۔“ کہا ”بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں خیال کرتے۔“ اس سے سخت تشویش
ہوئی اور تمہاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت، جس سے اندیشہ ہو۔

علی! مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہوگے مگر خلاف امید تم کس کے کہنے
میں آگئے اور اتنی محنت گوارا کرلی۔ خیر بہتر جو کچھ تم نے کیا یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ
اچھی طرح کرلیا ہو۔ مجھے تو انگریزی سے بالکل رغبت نہیں، بلکہ نفرت ہے۔ مگر تمہاری خوشی

منظور ہے۔ علی! دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی والوں سے کیا امید۔ بجز عبدالغنی اور علو کے تیسری مثال نہ پاؤ گے۔ علی! اگرچہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہے کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں۔ میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بالکل بیکار سمجھتی ہوں، خاص کر اس وقت میں نہیں معلوم کیا ہوا اور کس علم کی ضرورت ہو، اس وقت میں البتہ ضرورت تھی۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے جو محروم ہے، وہ چیز حاصل کرنا چاہئے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا، جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان ترستے ہیں، ہر دم میں دل مست ہوا ہے مگر وہ ہی سا نظر نہیں آتی۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے۔ علی! تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان لوگوں پر نظر کرو جنہوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحب اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان و شوکت کے ساتھ دنیا پر آئی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔

یہ مرتبے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں، انگریزی مرتبے والے تمہارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے۔ مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں، اس وقت بہت ضرورت ہے ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یا انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں نہ حاصل ہوا۔

علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، خدا تعالیٰ میری خوش قسمتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخرو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔

میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ تم کو ہمت اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کی اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں، بالفعل حق تعالیٰ تمہیں ان مرتبوں پر پہنچائے و ثابت قدم رکھے۔

7 - مئی

فقط: ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو۔ اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط سے پڑھو، جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی دکان سے خرید لو، باقی وہی کتابیں کافی ہیں جو اس شیلف میں ہیں۔ اس کی سعادت مندی ظاہر ہوگی جو کتابیں برباد نہ ہونے دے گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بے حد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو۔

قرض کبھی نہ لو، ہو تو خرچ کرو، ورنہ صبر کرو، طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمہارے بزرگوں نے بہت تکلیفیں جھیلی ہیں، اس وقت کی تکلیف باعث فخر سمجھو، جو ضرورت ہو مجھے لکھو۔ میں جس طرح ممکن ہوگا پوری کروں گی، خدا مالک ہے، مگر قرض نہ لینا۔ یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے، اگر وفائے وعدہ کرسکو تو کوئی حرج نہیں۔

میرے بیٹے نے قرض لیا ہے، مگر ادا کر دیا ہے، امانت چیز ہے کل؟ یہ بھی تمہاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکتا، ان شاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہی تیار کر کے بھیجوں گی، اطمینان رکھو۔ بہت جلد خیریت سے اطلاع دو، اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار گزری، ان شاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلوائیں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہ تم کہو اور تمہارا کلام پر اثر اور خدا کی خوشی و رضامندی کے قابل ہو آمین۔ اللھم افضل ما اوتی عبادک الصالحین باقی خیریت ہے، تم خدا کی رحمت میں رہو، جو تم نے وعدہ بھی کیا ہے، تمہاری والدہ (مثالی خواتین) (ص، ج، نمبر 18)

والدین ایک عظیم نعمت

بے غرض محبت، والدین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں۔ انسانی رشتوں میں والدین ہی ایسی ہستی ہیں جن کی محبت اولاد کیلئے بے غرض ہوتی ہے۔ اپنی زندگی میں ہر طرح کی تکالیف، پریشانیوں کو برداشت کر کے اپنی اولاد کو ہر طرح راحت پہنچاتے ہیں، جبکہ اولاد اکثر اپنے والدین کے حقوق سے بے پرواہی کرتی ہے۔ جب والدین یا ان میں کوئی ایک دنیا سے چلا جاتا ہے تو انسان حسرت و افسوس کرتا ہے، جبکہ ان کی زندگی میں عام طور پر ان سے بے توجہی برتی جاتی ہے۔

تین کے بغیر تین عمل مقبول نہیں:

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں تین آیتیں ایسی ہیں کہ ایک کے بغیر دوسری پر عمل قائم قبول نہیں۔ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ. زکوۃ کے بغیر نماز اور نماز کے بغیر زکوۃ مقبول نہیں۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول. اللہ کے بغیر رسول اور رسول کے بغیر اللہ کی اطاعت نا قابل قبول ہے۔ ان اشکرلی ولوالدیک.

اللہ کے بغیر والدین کا اور والدین کے بغیر اللہ کا شکر مقبول نہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر کر (حبیب العالمین ص ۷۸) پس معلوم ہوا کہ اللہ کا شکر تب قابل قبول ہوگا جب وہ والدین کا شکر ادا کرے۔

والدین کے حقوق:

والدین کے سامنے زور سے بولنا۔ ان کو نام سے پکارنا، ان سے آگے چلنا خلاف ادب ہے۔ ان کو کسی طرح ایذا پہنچانا حرام ہے۔ حتی الوسع ان کی راحت کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں تو ان کی خلاف طبیعت باتوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

مرنے کے حقوق:

والدین کی دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کیلئے ایصال ثواب کرنا ان کے دوستوں سے محبت سے پیش آنا اور ان کی وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے۔

والدین کے ساتھ ایک حسن سلوک:

حضرت اقدس ڈاکٹر مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ مشورہ فرماتے تھے" میں اپنے قلبی ذوق سے ایک بات کہتا ہوں کہ اپنے عمر بھر کے اعمال حسنہ (نوافل) کا اجر و ثواب والدین کی روح کو بخش دیا جائے۔ پھر بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ اب بھی حق ادا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کو مظہر ربوبیت بنایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اسے یہ حق ہے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہیں۔ کہ اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۹)

ایک دعاء:

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعاء پڑھے۔

الحمد لله رب العلمين رب السموت ورب الارض رب العلمين وله الكبرياء في السموت والارض وهو العزيز الحكيم. لله الحمد رب السموت ورب الارض رب العلمين وله العظمة في السموات والارض وهو العزيز الحكيم. هو الملك رب السموت ورب الارض ورب العلمين. وله النور في السموت والارض وهو العزيز الحكيم.

اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ "یا اللہ اس کا ثواب میرے والدینؒ کو پہنچا دے" اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔ (حوالہ بالا)

قبر کی زیارت:

ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ فرماں برداروں میں شمار ہوگا۔ (حوالہ بالا)

اولاد کیلئے لمحہ فکریہ:

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کیلئے استغفار کرے پھر اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا۔ ان کیلئے استغفار بھی نہیں کرتا تو نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کی قدر و منزلت پہچاننے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (شمارہ نمبر 45)

لڑکیوں کی پرورش اور ان پر اجر و ثواب

آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی۔ کفار مکہ کو بھی یہی مرض تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہی حال آج امت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا نہیں ملتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔ لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے۔ یا اسکا شوہر اسکو اچھی طرح رکھتا نہ ہو اس حالت میں بیچاری کہاں جائے گی سوائے ماں باپ اور بھائی بھی اسکے نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اس کے ساتھ بیٹی جیسا سلوک نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ ارے اس بیچاری کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں ان کو تو خیال کرنا چاہئے۔ تعجب ہے کہ وہ بھی نہیں خیال کرتے۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو اچھی طرح پالا تربیت کی شادی کی اس کے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے؟ (یعنی مال کہاں خرچ کروں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اس وجہ سے کہ بیوہ ہو گئی اس کا شوہر مر گیا یا اس وجہ سے کہ اسکے شوہر نے اسکو چھوڑ دیا یا طلاق دے دی۔ ایسے حالات میں ماں باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں۔ باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنی رضا اور آخرت پر یقین کامل نصیب فرمائیں۔ آمین (ج۸، عدد 43)

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ

حضرت کعب احبارؓ سے پوچھا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی کے بارے میں ارشاد فرمایئے وہ کیا ہے آپ نے فرمایا۔

(۱) اگر آپ کے والدین نے قسم کھائی تھی تو اسے پورا نہ کرنا۔

(۲) ان کے فرمان پر توجہ نہ دینا اور ان کی اطاعت نہ کرنا۔

(۳) اگر وہ کوئی چیز مانگیں تو انہیں نہ دینا۔

(۴) اگر وہ امانت رکھیں تو اس میں خیانت کرنا۔

اصحاب اعراف اور اعراف کی حقیقت

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا اعراف کسے کہتے ہیں اور اصحاب اعراف کون لوگ ہیں۔

آپ نے فرمایا اعراف ایک اونچی جگہ ہے جو دیوار یا پہاڑ کی مانند ہے اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ اسے اعراف اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے جنت اور دوزخ دیکھی جا سکتی ہے اس مقام پر درخت پھل اور نہریں، چشمے بھی ہیں اور اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جو اس میں ہوں گے یہ لوگ جہاد کے لئے گئے تھے لیکن اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر اور وہاں قتل ہو گئے۔ ان لوگوں کو جہاد کا قتل دوزخ سے بچائے گا لیکن ماں باپ کی نافرمانی جنت میں جانے نہیں دے گی۔ اس طرح جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ دوزخ اور جنت کے درمیان لٹکے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بتاؤں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ عرض کیا گیا ہاں فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ (بخاری و مسلم)

اس پر غور کیجئے کہ شرک اور والدین کی نافرمانی کے جرم کو کس طرح اکٹھا کر کے بیان فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اف سے کم تر کوئی لفظ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی منع کر دیتے۔ اب نافرمانی جو چاہے کرے۔ اپنے اسی جرم کی وجہ سے وہ جنت میں نہ جائے گا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں احتیاط کرنے والا اور والدین کے

ساتھ نیکی کرنے والا جنت میں جائے گا اور دوزخ سے ضرور بچ جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گناہ اللہ تعالیٰ موخر کرتا جاتا ہے اور قیامت کے دن تک اس گناہ کی سزا میں ڈھیل دے سکتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی ایسا جرم ہے کہ اس کے مجرم کو قیامت سے پہلے دنیا میں ہی سزا ملنا شروع ہو جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو اس پر جو باپ کو گالی دے اور جو ماں کو گالی دے۔ والدین کی نافرمانی پر اتنی سخت وعیدیں کیوں نہ وارد ہوں جبکہ والدین حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس کا ثانی نہیں۔ والدین کی محبت اپنی اولاد سے بغیر کسی غرض کے ہے۔ والدہ کی مشقتیں اور تکالیف کو اگر سامنے رکھا جائے تو پوری زندگی بھی اگر اس کے پاؤں دھو کر پیتا رہے تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی والدہ کو اٹھائے حرم شریف میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کیا میں نے اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کر دیا؟ فرمایا یہ تو اس کے احسانات میں سے ایک کے برابر بھی نہیں لیکن تو نے ایک بہت بڑی نیکی کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تجھے اس تھوڑے سے عمل پر زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ والدہ کا حق والد کی نسبت تین درجہ زیادہ ہے۔ والدہ کی مثال یوں سمجھئے۔

میری آنکھوں کا قطرہ تیری محبت کی نشانی ہے تو دیکھے تو موتی ہے لوگ دیکھیں تو پانی ہے

والدین کی خدمت میں کوتاہی نہ کیجئے

اے بچو! ماں باپ کی خدمت اچھی طرح سے کرو۔ انہیں کسی وقت تکلیف نہ دو۔ کھانا خواہش کے مطابق اور وقت پر حاضر کرو۔ جو کچھ کہیں اسے دل سے سنو اگر وہ کسی کام میں مشغول ہوں تو انہیں پریشان نہ کرو اور وقت پر جس کھانے پینے کے عادی ہوں انہیں لا کے دو۔ ایک بات بار بار نہ کہو۔ ان کے کپڑے وغیرہ ٹھیک رکھو۔ اگر بدلنے کی ضرورت پڑے تو فوراً لا کے دو۔ پانی، صابن، تولیہ سب مہیا کرو ان کی جگہ اور بستر صاف رکھو۔ ان سے کبھی تنگ دل نہ ہو۔ ہر وقت حاضر رہو۔ کسی وقت خفا ہوں تو آنکھیں چار نہ کرو۔ ان کی وہ محنتیں جو تمہارے ساتھ کی ہیں یاد رکھو۔ ان پر احسان نہ رکھو۔ اپنی ضرورتیں خود پوری کرو۔ ضروریات،

بجائے تعلیم کے ان سے بے فکر رہتے ہیں جو ماں باپ اولاد سے بے فکر رہیں گے آپ محکوم اور ان کو محکوم بنا کر رہیں گے۔ جن کی ہر خواہش پوری کریں گے انہیں ہر طرح کا اختیار دیں گے ان کی خوشی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں گے۔ ان کی دل شکنی منظور نہ کریں، بری بھلی باتیں نہ سمجھیں گے۔ پھر وہ کیونکر ان کے قبضہ میں آ سکتی ہے۔ ناچار ان کی یہی حالت ہوگی جو اس وقت دیکھنے میں آ رہی ہے جو عام طور پر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب لڑکیاں نہایت آزاد اور بے خوف ہو رہی ہیں، جو چاہتی ہیں کر گزرتی ہیں، نہ والدین کا ڈر نہ خدا کا خوف، نہ دنیا کی شرم، نہ عزت کا پاس نہ غیرت کا لحاظ، یہ بھی نہیں جانتیں کہ غیرت اور شرم کہاں کی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ اس کی قدر و منزلت کیا ہے؟ مروت و محبت کی راہ بھول گئیں، شرم و حیا کے راستہ سے بھٹک گئیں اب گویا اتنا خیال ہی نہیں ہے کہ کس راستہ سے ہم آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ نیک صحبتوں سے واقفیت نہیں، تفریح کی شائق، سیر و سیاحت پر قربان، قصہ کہانیوں پر نثار، قرآن و حدیث سے بیزار، اوامر سے غافل، نواہی پر مائل، دروغ گو، عیب جو، دوستوں کی دشمن، دشمنوں کی دوست، تیز مزاج، متلون، جس کی جو وضع دیکھی پسند کر لی جو راہ چاہی اختیار کر لی، نہ پابندی شریعت نہ پاس ادب، نہ اسلامی حمیت، نہ آئندہ کی خبر نہ انجام پر نظر، نہ برے بھلے کی پہچان اپنے پرائے کی تمیز نہیں، برا بھلا عزت و ذلت، شریف و رذیل، آقا و غلام، امیر و فقیر، بہو و خسر، رنج و راحت، شرم و بے حیائی، علم و جہل، اندھیرا اجالا، بصارت و بے نگاہی، عذاب و ثواب، گویا سب سے واسطہ توڑ آئیں۔

شرم و حجاب

اپنے رشتہ کے بھائیوں سے اس طرح پیش آؤ کہ پردہ بھی کر لی ہو، کبھی ان سے آنکھ ملا کر مخاطب نہ ہو، کوئی کام اپنا بنا ہوا دوسروں کو نہ دکھاؤ، ہنسی مذاق نہ کرو، اگر وہ چھیڑیں تو تم مخاطب نہ ہو بلکہ تمہیں ناگوار ہو، ایسے برتاؤ رکھو جس سے بظاہر غیرت باقی رہ جائے۔ اس کا بھی خیال رکھو کہ تمہارا نام لے کر کوئی زور سے پکارے کہ باہر والے تمہارے نام سے واقف ہو جائیں تمہیں خبر بھی نہ ہو، گھر میں کسی کو بلا کر نہ بٹھاؤ، ان کا آنا نہ ہو، ہر بات کی احتیاط رکھو،

اچھے کپڑے اپنی وضع دار کھو جو تمہیں زیبا ہو، بوڑھی بنی کر نہ رہو، کسی کی بات میں دخل نہ دو، آنکھیں چار کر کے باتیں نہ بناؤ۔ پان تمباکو کو کھا کر منہ لال نہ کرو۔ یہ لڑکیوں کو نازیبا ہے۔ شرم کے ساتھ اٹھو بیٹھو سر نہ کھلے، ادھر ادھر دیکھتی نہ چلو، کھلی جگہ نہ بیٹھو، تاک جھانک سے باز آؤ، بدنامی سے بچتی رہو نہ تو بہت بدنام ہو، بری بات جلد مشہور ہوتی ہے، کسی لڑکے کے ساتھ مت کھیلو۔ (خیر النساء بہتر: والد ماجد مفکر اسلام مولانا ابو الحسن ندوی) (شمارہ نمبر 48)

والدین کی بد دُعا سے بچئے

سرورِ کونین، ساقیٔ کوثر، تاجدارِ مدینہ، فخرِ دوعالم، آمنہ کے دُرِّ یتیم، محبوبِ کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تین دعائیں مقبول ہیں، جن کی مقبولیت میں ذرا بھی شبہ نہیں مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور ماں باپ کی دعا (اپنی اولاد کیلئے)۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق تین دعائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں، ان کے قبول ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

(۱) مظلوم کی دعا، (۲) مسافر کی دعا، (۳) ماں باپ کی دعا،

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان کی روشنی میں افسوس ہے ان والدین پر جو ذرا ذرا سی بات پر اپنی اولاد کو کوستے اور بد دعا دیتے ہیں اور ان کا مستقبل خود ہی تاریک بنایا کرتے ہیں، جب بعد میں یہ بد دعا اپنا اثر دکھاتی ہے اور ان کو اپنی اولاد دونوں دنیاوی طور پر تباہ حال نظر آتی ہے تو پھر آنسو بہاتے ہیں لیکن اب آنسو بہانے کا کیا فائدہ؟

مثل مشہور ہے کہ: اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

حدیث مستدرک میں ہے: لعن اللہ العاق لوالدیہ

یعنی جو اپنے ماں باپ کو ستائے اللہ اس پر لعنت کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کیا جس نے اپنے والد کو تیز نظر سے دیکھا۔

علامہ زمخشری بہت بڑے عالمِ دین گزرے ہیں ان کی مشہور تفسیر "کشاف" ہے ان کے متعلق کتابوں میں واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ان کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا جب علامہ مذکور سے

پاؤں کے کٹ جانے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ماں کی بددعا کا نتیجہ ہے کہنے لگے کہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میں نے بچپنا میں ایک چڑیا پکڑی، اور اس کے پاؤں میں دھاگہ باندھ دیا جس کی وجہ سے ننھی منی چڑیا کا نازک پاؤں کٹ گیا یہ دیکھ کر میری والدہ ماجدہ بہت متاثر ہوئیں اور ان کی زبان سے یہ بددعا نکل گئی کہ "جس طرح تو نے اس ننھی منی چڑیا کا پاؤں کاٹا ہے اسی طرح تیرا پاؤں کاٹا جائے" فرمانے لگے کہ یہ اس بددعا کا اثر ہے۔

اس واقعہ کی روشنی میں والدین کو چاہئے کہ اپنی بددعاؤں سے معصوم اولاد کو محفوظ و مامون رکھیں حالت غصہ میں کوئی ایسی بات زبان کے قریب بھی نہ لائیں کہ وہ اولاد کے حق میں تباہ کن یا رسوا کن ثابت ہو۔

حدیث مبارکہ میں جریجؒ کا واقعہ منقول ہے کہ وہ ایک بہت بڑے بزرگ اور عابد شب زندہ دار تھے انہوں نے ایک الگ تھلگ اپنے لئے عبادت گاہ تعمیر کر رکھی تھی جس میں رات دن عبادت میں مشغول رہتے تھے ایک دن نوافل ادا کر رہے تھے کہ ان کی والدہ محترمہ آ پہنچیں ماں نے نام لے کر پکارا، انہوں نے سن بھی لیا اور جان بھی لیا کہ والدہ محترمہ پکار رہی ہیں مگر عبادت میں مشغولی کے باعث خاموش رہے ان کی ماں نے حسب دستور تین مرتبہ صدا دی جب جواب نہ ملا تو غصہ میں آ کر فرمایا کہ:

(اللهم لا تمته حتى ينظر الى وجوه المومسات)

(اے اللہ! جب تک یہ زناکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اس کو موت نہ دینا)

پھر کیا ہوا وہی بات ہو کر رہی خدا کی قدرت کہ یہ بددعا اس بزرگ پر پڑ کر رہی ایک مشہور حسینہ ان کے پیچھے پڑ گئی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے شر سے ہر طرح سے محفوظ رکھا، ایک دن اس نے ایک چرواہے سے منہ کالا کروایا اور اس کو حمل ٹھہر گیا جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس کا الزام اس عابد درویش کے ذمہ لگا دیا لوگوں نے بھی اس بات پر یقین کر لیا اور اس غریب کے گرجا میں گھس آئے اسے خوب مارا اور بالآخر اس کے گرجا کو مسمار کر دیا اس درویش خدا نے پوچھا کہ او پاگلو! معاملہ کیا ہے؟

ان کو بتایا گیا کہ فلاں زانیہ عورت کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور اس عورت کا کہنا ہے کہ یہ

تمہارا بیٹا اس درویش خدا نے کہا کہ بچے کو لے آؤ تو نوزائیدہ بچہ لایا گیا جو ابھی چند دنوں کا تھا جب شیخ بزرگ نے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیے کہ اس بچے کو قوت گویائی عطا ہوئی اس نے کہا "جولاہا" یہ سن کر شیخ پر سکتہ طاری ہو گیا انہوں نے معافی مانگی اور کہا ہم آپ کو سونے کا گھر جا کر دے دیتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ مجھے جیسا تھا ویسا بنا دو۔

الادب المفرد میں لکھا ہے کہ زینب کا نام سن کر بزرگ مسکرا دیے بعد میں لوگوں کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ محترمہ والدہ کی بددعا کا اثر ہے اور دیکھ لیں۔

ذرا غور کیجئے کہ غصہ کی حالت میں جو بات ماں کی زبان سے نکلی وہ عبادت گزار بیٹے پر اثر کر رہی ہے اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ صرف والدہ ماجدہ کی بددعا کا اثر ہے۔ (شمارہ نمبر ۵)

کیا والدین مرحومین کا اتنا بھی حق نہیں؟

اگر آپ اپنے والدین کے لئے روزانہ صبح یا کسی نماز کے بعد صرف تین دفعہ سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد آخر تک) پڑھ لیا کریں تو صرف تین منٹ میں ان کو ایک قرآن پاک کا ثواب مل جائے گا۔ کیا یہ سودا سستا نہیں ہے؟

کیونکہ حدیث پاک میں ہے سورۃ اخلاص تہائی قرآن کریم کے برابر ہے اور تین بار پڑھنے سے مکمل قرآن کا ثواب ہے۔ (بخاری، و کنز العمال صفحہ ۵۸۵ ج ۱)

والدین خواہ زندہ ہی کیوں نہ ہوں تب بھی آپ اس کا معمول بنا سکتے ہیں بلکہ اگر والدین کی زندگی ہی میں ان کو اس طرح ثواب پہنچانے کا معمول بنا لیں تو یہ نور علیٰ نور ہے اور اگر والدین کی وفات ہو گئی ہے پھر تو لازمی آپ اس کو اپنا معمول بنا لیں۔

نماز کا سلام پھیرتے ہی یہ معمول پورا کر لیجئے۔ اور اپنی اولاد کو بھی اس کی عادت ڈالئے کیا مزے کی بات ہے کہ آپ قبر میں سو رہے ہیں آپ کا عمل ختم ہو چکا ہے لیکن اولاد کی طرف سے آپ کو تحفے مل رہے ہیں۔ کس قدر خوشی و راحت ہوگی اور اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ مسلسل رابطہ رہے گا کیا یہ چھوٹی نعمت ہے؟

اور اگر فرصت ہو تو سورۃ یٰسین شریف کا معمول بھی بنا لیں تو کیا کہنے؟ لیکن جو بھی

معمول بنا لیا وہ مستقل ہو، پابندی کے ساتھ ہو اگرچہ تھوڑا ہو، حدیث پاک میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک اور چھوٹا سا عمل: جب بھی اپنے والدین کا تذکرہ ہو تو ان کے لئے رحمۃ اللہ علیہ ضرور کہہ دیں بلکہ یہ اپنے اوپر لازمی کر لیں کیونکہ انتہائی معمولی سے وقت میں ان کے لئے رحمت کی دعا ہو گئی۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے کہ ایک صاحب اپنی قبر میں عذاب میں گرفتار تھے اس کی بیوہ نے اپنے چھوٹے بچے کو مدرسے میں داخل کرایا اور جب بچے نے بسم اللہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے قبر میں اس بچے کے باپ کا عذاب ختم کر دیا۔ یہ اس بسم اللہ کی برکت تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے دادا حضرت مولانا محمد یسٰین صاحب کا انتقال ہونے لگا تو میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کو بلایا اور فرمایا "محمد شفیع بھول تو کبھی جایا کرتے ہیں تو ذرا دیر سے بھولنا۔"

مولانا فرماتے ہیں والد صاحب پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے سفر حضر میں کبھی سورۃ یٰسین کا ناغہ نہیں کیا یعنی روزانہ سورۃ یٰسین پڑھ کر اپنے والد ماجد کو ایصال ثواب کیا کرتے تھے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں۔ "والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تقریباً ایک ماہ رہ گیا تھا کہ مجھ کو بلوچستان کا سفر پیش آیا اور مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی کہ حضرت وطن جانے والے ہیں، کیونکہ اس وقت تک کوئی پروگرام بھی طے نہیں ہوا تھا۔ میں دن کی دس بجے کی ٹرین سے سفر کرنے والا تھا کوئی آٹھ بجے آپ نے مجھے یاد فرمایا۔ اس وقت آپ کوٹھی (اہتمام) کے برآمدہ والے حصہ میں تنہا تشریف رکھتے تھے، میں وہاں خدمت میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا، دیکھا حضرت والد محترم آبدیدہ ہیں اور آپ پر گریہ و زاری طاری ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہیں مجھ سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی، میں نے عرض کیا حضرت! مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی؟ فرمایا یہ بات نہیں، بلکہ مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ اب میرا بہت تھوڑا وقت رہ گیا اس لئے ایک واقعہ بیان کر کے تم کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ والد ماجد (حضرت نانوتوی) کے زمانہ میں جب میں نے قرآن پاک حفظ کر لیا تو حضرت کو بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کو تقریبات کے عادی نہیں تھے لیکن میرے

حفظ قرآن سے اس قدر خوش ہوئے کہ اس موقع پر ایک بہت بڑی دعوت کی اور مدرسے کے تمام اساتذہ اور شہر کے معززین کی پر تکلف دعوت کی۔

جب سارے مہمان کھانا کھا کر واپس جا چکے تو حضرت (نانوتویؒ) نے مجھے تنہائی میں بلایا اور فرمایا میاں احمد! تم عالم بھی ہو گے، تمہاری عزت بھی ہوگی اور تم کو دولت بھی ملے گی مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے پڑھایا ہے۔ اس میں تم مجھے نہ بھولنا۔ فرمایا کہ میں اس وقت سے روزانہ دو پارے حضرتؒ کی نیت سے پڑھتا ہوں، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں یہ واقعہ سنا کر مجھ سے فرمایا! محمد طیب تم عالم بھی ہو، تمہاری عزت بھی ہوگی، شہرت بھی ہوگی اور تمہیں دولت بھی ملے گی، مگر یہ سب کچھ تمہارے لئے ہوگا، قرآن شریف میں نے تم کو اپنے لئے یاد کرایا ہے اور اسی لئے میں نے والد ماجد کا یہ واقعہ تمہیں سنایا ہے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر خاموش رہا اور وقت پر بلوچستان کے لئے روانہ ہو گیا، سفر کے دوران ہی دیوبند پہنچا تو ابھی تک چند دنوں کے بعد آپ کی وفات کی خبر آئی، اسی وقت سے میرا معمول یہ ہے کہ میں ایک پارہ روزانہ حضرت والد کی نیت سے پڑھتا ہوں۔ والدہ کی وفات کے بعد ان کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔"

آیئے! ہم سب بھی اس کو اپنا معمول بنانے کا عہد کریں۔

اب مادیت کا دور دورہ ہے، ہر کام میں اس طرف نظر ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور اس کے لئے والدین کی وفات کے بعد لاکھوں روپے تیجے، چالیسویں کے نام سے ضائع کر دیتے ہیں، ضائع اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے کرتے ہیں اور جو چیز اللہ کے لئے نہیں ہوگی اس کا ثواب خرچ کرنے والے کو نہیں ملا، مرنے والے کو کیا پہنچے گا؟

خدمت سے عمر میں برکت

حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور بڑے اصرار سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خدمت میں میرے بچے کو قبول فرما لیجئے کیا عمر ہے؟ آٹھ سال کی؟ اور دس سال تک وہ رسول پاک کی

خدمت میں رہے۔ اوران کی صحبت اٹھائی حضور کے خادم خاص بنے، اللہ تعالیٰ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے بلایا، انس بن مالکؓ اٹھارہ سال کے تھے، خدمت کی برکت میں اللہ تعالیٰ نے ایک سو دو سال اور عمر بڑھا دی۔ ایک سو تیس برس عمر پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے خادم خاص نے ایک سو پچیس سال کی عمر پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (شمارہ نمبر 28)

بیٹی والوں کے لئے خوشخبری

بیٹی کی پرورش، جنت میں جانے کا ذریعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹیوں کی پرورش کرنے پر جتنے فضائل بیان فرمائے ہیں، بیٹے کی پرورش پر اس قدر بیان نہیں فرمائے: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا معاملہ کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا معاملہ کرے، (ان کے وجود کو اپنے لئے ذلت اور خواری کا باعث نہ سمجھے) تو انکی بدولت وہ جنت میں داخل ہو گا۔" (ترمذی)

بیٹی جہنم سے بچنے کا ذریعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص پر لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہو اور وہ اس کو صبر و تحمل سے انجام دے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔" (ترمذی) (شمارہ نمبر 5)

ماں کی دعا

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کا مرتبہ ہم میں ایسا تھا جیسا فرشتوں میں جبرئیل علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ کو اتنا بڑا مرتبہ کیسے حاصل ہوا فرمایا ماں کی دعا سے پھر فرمایا ایک دفعہ سخت سردی کے موسم میں میری ماں نے پچھلی رات

ان کے پیٹ سے دو موتی نکلے۔ اس نے ان دونوں کو بادشاہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار روپے میں فروخت کر دیا اس کے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے "عبد الغفور سنگ لا بیگ" کہ تو نے اپنے باپ کی خدمت کی تھی یہ اس کا بدلہ ہے۔ (شمارہ نمبر 46)

لڑکیوں والوں کے لئے خوشخبری

حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے یہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا۔ قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔ (طبرانی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرکے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (مشکوۃ) (شمارہ نمبر 11)

بھائیو اور بہنو! سن لو!

اپنے بچوں کو مسلمان بناؤ، مسلمان رکھو، اردو پڑھاؤ، لکھاؤ، قرآن مجید کے قائل بناؤ، توحید ان کے دل میں بٹھاؤ، شرک و بدعت سے بت پرستی سے ان سب چیزوں سے روکو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے، اگر یہ کام ہوگیا تو ہم سمجھیں بہت کچھ حفاظت ہے اسلام کے بقاء و تحفظ کی، ورنہ محض نعرے اور محض تعلیمی کوششیں اور محض اخبارات اور رسائل محض کانفرنسیں (جو کسی درجے میں مفید ہوں) مگر کافی نہیں۔ (ملفوظ سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ) (شمارہ نمبر 43)

والدین کی اطاعت سائنس کی نظر میں

مشہور ہیروڈولفرنکسن ڈچ زبان و نفسیات کے ماہر استاد پروفیسر من تیمر کی رپورٹ اور ریسرچ بغور دیکھی جائے تو دونوں کی باتیں ہم آہنگ ہیں۔ ان کی رپورٹ کے مطابق والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں ان کی محبت بڑھتی جاتی ہے۔ وہ والدین محبت

بقیہ 8-

کی نگاہوں میں ایک روشنی کا چیرا بن کر والدہ کے حق میں صحت اور تندرستی کا باعث بنتا ہے۔ والدین ہزاروں میل دور ہوں یا نزدیک تمنّاؤں کے ذریعے غیر مرئی شعاعوں کا سلسلہ اولاد تک پہنچاتے رہتے ہیں چاہے والدین دور ہوں لیکن ان کی غیر مرئی شعاعوں کی طاقت ہرگز کمزور نہیں ہوتی وہ بدستور رہتی ہیں والدین اگر قریب ہوں تو ان کی محبت بھری شعاعیں جسم اور اعصاب کو تقویت اور سکون کا باعث بنتی ہیں والدین کا لمس روحانی امراضات کو ختم کرتا ہے نفسیاتی الجھن کو دور کرتا ہے اور جسم غیر فانی ہو جاتا ہے۔ میں جب بچے دل سے محبت بھری نگاہ ہیں ملاتا ہوں تو میرے اندر قرار اور سکون کی لہر داخل ہو جاتی ہے تمام مغربی ماہرین مسلسل تحقیق کے بعد اس بات پر پہنچے ہیں کہ تابعداری والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے ہونٹ میں ہلچل پیدا کر دیتی ہے اور پھر ان سے مثبت غیر مرئی شعاعیں نکل کر انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کی صحت وتندرستی کا باعث بنتی ہیں اور یہی شعاعیں اس کے گرد ایک مضبوط مرکز قائم کرتی ہیں اسے مصائب، آفات اور تکالیف سے بچاتی ہیں پھر جب کوئی اولاد نافرمانی کرتا ہے تو اس وقت بھی والدین کی غیر مرئی شعاعوں کے ہونٹ میں ہلچل پیدا ہوتی ہے لیکن چونکہ والدین کا غصہ بھرا ہوا فریاد شامل ہوتی ہے اس لئے ان سے منفی شعاعیں نکل کر اس کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ {ج۲، نمبر 51}

دینی تعلیم اور انگریزی تعلیم کا فرق

انگریزی تعلیم بے روزگاری کا پیش خیمہ:

فرمایا کہ انگریزی تعلیم پا کر ایک بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ مادی وضع میں رہتے ہیں کوٹ ہو، پتلون ہو، بوٹ ہو، ہیٹ ہو اس کی وجہ سے اخراجات میں بھی توسیع ہو جاتی ہے اب ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے بڑی ملازمت کو اپنی شان کے خلاف بھی خیال کرتے ہیں اس وجہ سے بھی اس کو اختیار کرنے سے عار آتی ہے تو انگریزی پڑھ کر اچھی خاصی مصیبت مول لیتا ہے بخلاف ملانوں کے جیسی پڑتی ہے نباہ لیتے ہیں۔

دینی تعلیم اولیٰ درجہ کی بھی فائدے سے خالی نہیں

فرمایا کہ آج کل لوگ انگریزی کے بہت دلدادہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بدوں انگریزی جانے کے روٹی ملنا مشکل ہے۔ اب ہزاروں لاکھوں بی۔اے ایف۔اے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کوئی دھیلے کو بھی نہیں پوچھتا۔ انگریزی خوانوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں پریشانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ علم دین اور علم دنیا کا اگر تقابل کیا جائے تب معلوم ہو کہ دنیا بھی دین ہی میں سہولت سے ملتی ہے دیکھئے! علم دنیا کا تو نصاب خاص ہے اس سے قبل تکمیل ناکارہ جس سے دنیا بھی نہیں ملتی اور علم دین کا کوئی نصاب نہیں وہ قلیل بھی دنیا ملنے کیلئے کارآمد ہے دیکھئے اولیٰ درجہ تعلیم دین کا ’’قرآن‘‘ ہے جو پانچ مہینے میں یاد ہو سکتا ہے اور پھر ساری عمر خود اپنی اور اپنے کنبہ کی گذر کیلئے کافی ہے یہ شخص کسی گاؤں یا قصبہ میں جا پہنچا وہاں کی خالی مسجد میں وقت پر اذان دینا شروع کر دے کسی سے نہ کچھ کہے نہ سنے دو چار روز میں بستی والوں یا محلہ والوں کو خود رحم آئے گا کہ بھائی بیچارے نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں انہیں کو مسجد میں رکھ لو۔ لیجئے ہو گیا تقرر اور اگر ان کو ذرا سی بھی عقل ہے تو سارا گاؤں اطاعت کرنے لگے اور کوئی کام بدوں میاں جی سے پوچھے نہ کریں گے چلو اچھی خاصی حکومت بھی ہاتھ آ گئی۔

ایک مولوی صاحب کو انگریز لیفٹیننٹ کا مشورہ

ایک مولوی صاحب بڑے دلیر ہیں، ایک بڑی انگریز یعنی لیفٹیننٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی حق نہیں۔ کیا آپ کی رعیت نہیں۔ لیفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے حق کیوں نہ ہو؟ آپ فرمائیے کیا بات ہے۔ کہا کہ کوئی نوکری دلوا دیجئے، کہا کہ نوکری بہت مگر میں آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں۔ آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے آپ اس کے بھروسہ پر مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے گا آپ کی شان کیلئے یہی شایاں ہے۔ ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان کے خلاف ہے انشاء اللہ آپ کے کفیل ہو گئے۔ اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ لیفٹیننٹ گورنر نے وہ اپنے ہاتھ میں لے کر احترام اور ادب سے ان کو

مولوی صاحب کے سامنے پیش کئے اور کہا یہ قبول فرما لیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دے گا تو لوں گا۔ اس مشورہ پر آج سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے۔ میں نے سن کر کہا کہ تجنی ہی کی نقل میں اگر ہوتا لے لیتا اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خوبی کی برکت تھی کہ اللہ نے دین سے کفالت شروع کر دی وہ بھی تو اللہ ہی دلوا رہے تھے وہ بیچارا کیا دیتا۔

یہ ہیں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جن کا ہر ہر فقرہ حقائق و معانی سے لبریز اور ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق کا خزینہ ہے۔

بیٹا ہونے کا تعویذ

علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنی بیاض میں ایک عمل لکھا ہے وہ یہ کہ سورۃ یوسف کو کسی کاغذ پر باریک باریک اس طرح لکھے کہ اس کے حروف نہ ملیں اور پھر اس کو موم جامہ کر کے کوئی خاتون اپنے پیٹ پر باندھ لے جب تک وہ تعویذ اس کے پیٹ سے بندھا رہے گا۔ انشاء اللہ لڑکا ہی پیدا ہوگا۔ بعض دوستوں نے اس کا تجربہ کر کے بتایا کہ ہم نے اس کو درست پایا۔ (شمارہ نمبر 22)

اولاد کو نیک بنانے کا عمل

سورۃ فاتحہ کا سبب شفا ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے اس لئے اس کا کسی کاغذ یا طشتری پر لکھ کر بد چلن آوارہ شخص کو پلانا بڑا مفید ہے۔ (شمارہ نمبر 7)

بیٹیوں کو تنگ ہونے سے بچایئے

"بیٹی" ایک بہت ہی نازک احساس اور مقدس و عزیز رشتہ کا نام ہے۔ قرابت داری کے رشتوں، والدین کو چھوڑ کر کسی بھی انسان کیلئے جس دل میں سب سے زیادہ احترام اور محبت کا جذبہ ہوتا ہے وہ بیٹی کا ہی ہے۔

اسلام نے بیٹی کے اس رشتہ کے تقدس و احترام کو تحفظ فراہم کیا۔ بیٹیوں کی فضیلت بتائی اور ان کے حقوق متعین کئے، وراثت میں ان کا حصہ رکھا اور ان کی تعلیم و تربیت وغیرہ کی تمام ذمہ داریوں کو واضح کر کے ہر مسلمان کو انہیں پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ

پر اجر و ثواب کا بھی وعدہ کیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی بیٹیوں کی صحیح پرورش و تربیت کرے پھر ان کا نکاح کر دے تو وہ قیامت کے دن میرے ایسے قریب ہوگا جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اپنی صاحبزادیوں سے جس شفقت و محبت کا تھا وہ پوری انسانیت کے لئے نمونہ ہے۔

بیٹیوں سے شفقت و محبت کا بہترین تقاضا و ان کے حقوق میں سے ایک اہم حق یہ ہے کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو بروقت ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اسلام میں اس کی تاکید ہے کہ جب جوان بیٹی کیلئے مناسب رشتہ مل جائے تو پھر اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

لیکن آج کل بہت سی چیزیں نکاح کے معاملے کے ساتھ ہم نے وابستہ کر رکھی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بیٹیاں بروقت نکاح کے حق سے محروم ہیں بلکہ ان کی زندگیاں شعلوں کا ایندھن بن رہی ہیں۔ لڑکی والے بہت ہی اونچے معیار کے رشتے کی تلاش میں اور لڑکے والے بھی اونچے معیار اور اونچے جہیز کی حرص میں ایسے نابینا ہوتے ہیں کہ بیٹیوں کی جلتی ہوئی جوانیاں انہیں دکھائی نہیں دیتیں۔ مال و دولت کا لالچ، ذات و غیرت کے مسائل، کاروبار و نوکری کے مفادات وغیرہ ایسی چیزیں جمع ہو کر ایسی آڑے آتی ہیں کہ بیٹیاں معاشرے میں جلتی اس آگ میں ستی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ ہندو کسی زمانہ میں اپنی لڑکیوں کو بیوہ ہونے کے بعد ستی کرتے (آگ میں جلاتے) تھے اور آج مسلمان اپنی بیٹیوں کی جوانی کو ان کی شادی سے پہلے دولت و مال اور عہدہ و معیار کی آگ میں ستی کر رہے ہیں۔

حالانکہ یہ مسلمان ہی تھے کہ جنہوں نے عرب سے برصغیر میں آ کر یہاں کی مظلوم عورتوں کو انصاف و آزادی دلا کر انسانیت کے اعلیٰ مقام اور کنبے کے ایک معزز و اہم رکن کی حیثیت دلائی۔ اسلام کی یہی وہ انسانیت نواز صفات تھیں جنہوں نے یہاں کے کروڑوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے پر مجبور کیا۔

مسلمانوں نے یہاں آ کر اور سیاسی غلبہ حاصل ہونے کے بعد کسی مذہب والوں کے

اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی۔ تبلیغ تو کی مگر کوئی جبر نہیں کیا۔ مگر ہندوؤں کی ستی کی رسم کو زبردستی ممنوع قرار دیا کیونکہ یہ سراسر ظلم تھا جس کو اسلام کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا لیکن ہمارے اجداد نے ہندوؤں کی بیٹیوں کو جس ظلم سے آزادی دلائی آج ہم مسلمان اپنی بیٹیوں پر وہی ظلم ایک دوسرے انداز میں ڈھانے لگے ہیں۔

جیسے واقعات ہیں کہ اعلیٰ معیار کی تلاش نے بچیوں کے سر میں چاندی اتار دی اور پھر وہ ہمیشہ کیلئے حسرتوں و ارمانوں کی راکھ میں دب گئیں۔ پھر کسی ایک جگہ رشتہ ہوا جہاں اخلاقی قدروں اور رشتوں کی چاہت نہیں تھی دولت کی حرص و ہوس تھی تو وہ رشتہ ناکام ہو گیا اور زندگی بھر کا دکھ بچی کا مقدر بن گیا۔

ایک صاحب نے اپنی بچی کو چار کروڑ کی مالیت کا جہیز دیا مگر چونکہ وہاں نہ ختم ہونے والی حرص کا سامنا تھا تو ایک سال سے پہلے بچی کو طلاق ہو گئی۔

ایک امریکہ پلٹ لکھ پتی کی بچی کا رشتہ اس کے لاکھوں کے جہیز کے ساتھ تب سے لیے گئے مگر دو سال بھی نہ ہوئے کہ کروڑوں کی حرص نے لاکھوں کا جہیز لانے والی کا سہاگ اجاڑ دیا اور وہ حسرتوں بھرے دل کی گٹھڑی اٹھائے میکے میں آ گئی۔

یہ کوئی افسانے نہیں حقیقی واقعات ہیں جو ہمارے معاشرے میں ہوئے، ہماری اہل معاشرہ سے درخواست ہے کہ خدارا بچیوں کو اس ظلم سے بچائیں، سادگی و قناعت اپنائیں، جونہی مناسب رشتہ ملے تو اب مزید کسی ناجائز وقت کو گوارا نہ کرو اس ضروری فرض کو ادا کرکے اپنے کندھوں کا بوجھ ہلکا کرو اور اگلی نسل کا مستقبل بھی خوشگوار بناؤ۔ نہ خود اپنی زندگی کو صدمات کا نشانہ بنائے رکھو اور نہ اگلی نسل کو محرومیوں اور ناپاکیوں کی سوغاتیں بانٹو۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بچیوں کے حقوق کے بارے میں عام معاشرے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا ''ہائے وہ بچیاں تم جس کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دیدو وہ اُف نہ کرنے بغیر تمہاری پگڑیوں اور داڑھیوں کی لاج رکھنے کیلئے انکے ساتھ ہو لیتی ہیں۔ سسرال میں جب میکے کی یاد آتی ہے چھپ چھپ کر رو لیتی ہیں، مگر کسی کے بہانے آنسو بہا کر جی ہلکا کر لیتی ہیں، گھونٹ پیتے ہوئے جو سوچتی ہیں وہ آنے

میں جذب ہو کر رہ جاتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹی میں اس بیٹی کے آنسو شامل ہیں، غیرت مندو! ان کی قدر کرو یہ آبگینے بڑے نازک ہیں۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگی کے گلشنوں میں آسانیوں اور راحتوں کے رنگ بھرے اور ہر قسم کے صدموں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 54)

اولاد کی تربیت کیسے کریں؟

140 آداب: جاننا چاہیے کہ اولاد کی پرورش بہت ہی خیال رکھنے کے قابل ہے کیونکہ بچپن میں جو عادت بھلی یا بری پختہ ہو جاتی ہے وہ عمر بھر نہیں جاتی۔ اس لیے بچپن سے جوان ہونے تک ان باتوں کا ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

1 .... نیک بخت دیندار عورت کا دودھ پلائیں، دودھ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

2 ... عورتوں کی عادت ہے کہ بچوں کو کسی سپاہی سے ڈراتی ہیں کسی اور ڈراؤنی چیزوں سے۔ یہ بری بات ہے اس سے بچے کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔

3 ... اس کے دودھ پلانے کیلئے اور کھانا کھلانے کے لیے وقت مقرر رکھو تاکہ وہ تندرست رہے۔ 4 ... اس کو صاف ستھرا رکھو کہ اس سے تندرستی رہتی ہے۔

5 ... اس کا بہت بناؤ سنگار مت کرو۔ 6 ... اگر لڑکا ہو اس کے سر کے بال مت بڑھاؤ۔

7 ... اگر لڑکی ہے اس کو جب تک پردہ میں بیٹھنے کے لائق نہ ہو جائے۔ زیور مت پہناؤ۔ اس سے ایک تو اس کی جان کا خطرہ ہے دوسرے بچپن ہی سے زیور کا شوق دل میں ہونا اچھا نہیں۔

8 ... بچوں کے ہاتھوں سے غریبوں کو کھانا، کپڑا، پیسہ اور ایسی چیزیں دلوایا کرو اسی طرح کھانے پینے کی چیز اس کے بھائی، بہنوں کو یا دوسرے بچوں کو تقسیم کرایا کرو تاکہ ان کو سخاوت کی عادت ہو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ تم اپنی چیزیں اس کے ہاتھ سے دلوایا کرو۔ خود جو چیز شروع سے ان ہی کی ہو اس کا دلوانا کسی کو درست نہیں۔

9 ... زیادہ کھانے والوں کی برائی اس کے سامنے کیا کرو۔ مگر کسی کا نام لے کر نہیں۔ بلکہ اس طرح کہ جو کوئی بہت کھاتا ہے لوگ اس کو حبشی سمجھتے ہیں۔ اس کو نکلا جانتے ہیں۔

10 ... اگر لڑکا ہو تو سفید کپڑے کی رغبت اس کے دل میں پیدا کرو اور رنگین اور

25۔ ایسی کتابیں پڑھواؤ جس میں دین کی باتیں معلوم ہو جائیں اور دنیا کی ضروری کاروائی آ جائے۔

26۔ مکتب سے آنے کے بعد کسی قدر دل بہلانے کے لیے اس کو کھیلنے کی اجازت دو تاکہ اس کی طبیعت کند نہ ہو جائے۔ لیکن کھیل ایسا ہو کہ جس میں گناہ نہ ہو اور چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ ہو۔

27۔ آتش بازی یا باجا یا فضول چیزیں مول لینے کے لیے پیسے مت دو۔

28۔ کھیل تماشا دکھانے کی عادت مت ڈالو۔

29۔ اولاد کو ضرور کوئی ہنر سکھا دو جس سے ضرورت اور مصیبت کے وقت چار پیسے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا گزر کر سکے۔

30۔ لڑکیوں کو اتنا لکھنا سکھا دو کہ ضروری خط اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔

31۔ بچوں کو عادت ڈالو کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کریں، اپاہج اور سست نہ ہو جائیں۔ ان کو کہو کہ رات کو بچھونا اپنے ہاتھ سے بچھائیں۔ صبح کو سویرے اٹھ کر تہہ کر کے احتیاط سے رکھیں، کپڑوں کی گٹھڑی اپنے انتظام میں رکھیں اور ادھڑا ہوا پھٹا ہوا خود سی لیا کریں۔ کپڑے خواہ میلے ہوں خواہ اچھے ہوں، اپنی جگہ رکھیں جہاں کیڑے یا چوہے کا اندیشہ نہ ہو۔ دھوبن کو خود گن کر دیں اور لکھ لیں اور گن کر جانچ کر لیا کریں۔

32۔ لڑکیوں کو تاکید کرو کہ جو زیور تمہارے بدن پر ہے رات کو سونے سے پہلے اور صبح کو جب اٹھو دیکھ بھال لیا کرو۔

33۔ لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے سینے پرونے، کپڑے رنگنے اور بچے کا گھر میں ہوا کرے اس میں غور کر کے دیکھا کرو کہ کیونکر ہو رہا ہے۔

34۔ جب بچے سے کوئی بات خوبی کی ظاہر ہو اس پر خوب شاباش دو، پیار کرو، بلکہ اس کو کچھ انعام دو تاکہ اس کا دل بڑھے اور جب اس کی کوئی بری بات دیکھو تو اول تنہائی میں اس کو سمجھاؤ کہ دیکھو ایسی بات ہے، دیکھنے والے دل میں کیا کہتے ہوں گے؟ اور جس جس کو خبر ہوگی وہ دل میں کیا کہے گا؟ خبردار پھر مت کرنا، نیک بچے تو ایسا نہیں کیا کرتے۔ اگر پھر وہی کام کرے تو مناسب سزا دو۔

35 ماں کو چاہیے کہ بچے کو باپ سے ڈراتی رہے۔

36 بچے کو کوئی کام چھپ کر مت کرنے دو۔ کھیل ہو یا کھانا ہو یا کوئی اور شغل ہو، جو کام چھپ کر کرے گا سمجھو کہ وہ اس کو برا سمجھتا ہے۔ سو اگر وہ برا ہے تو اس سے چھڑواؤ اور اگر اچھا ہے۔ جیسے کھانا پینا تو اس سے کہو کہ سب کے سامنے کھائے پئے۔

37 کوئی کام محنت کا اس کے ذمہ مقرر کرو جس سے صحت درست رہے۔ سستی نہ آنے پائے۔ مثلاً لڑکوں کے لیے ڈنڈ پیلنا، ایک آدھ میل چلنا۔ اور لڑکیوں کے لیے چکی یا چرخہ چلانا ضروری ہے۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان کا مزاج ٹھیک نہ بگڑے گا۔

38 چلنے میں تاکید کرو کہ بہت جلدی نہ چلے، نگاہ اوپر اٹھا کر نہ چلے۔

39 اس کو عاجزی اختیار کرنے کی عادت ڈالو اور زبان سے، چال سے، برتاؤ سے شیخی نہ بگھارنے پائے۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عمر بچوں میں بیٹھ کر اپنے کپڑے، مکان، خاندان، کتاب، قلم اور دوات و تختی تک کی تعریف نہ کرنے پائے۔

40 کبھی کبھی اس کو دو چار پیسے دے دیا کرو کہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے۔ مگر اس کو یہ عادت ڈالو کہ کوئی چیز تم سے چھپا کر نہ خریدے۔ اس کو کھانے کا طریقہ اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ سکھلاؤ۔ اللہ پاک ہم سب کو ان اصول کی روشنی میں اپنی اولاد کی دینی تربیت کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین (ملفوظات حکیم الامت حضرت تھانویؒ، نمبر 55)

تربیت اولاد کے سنہری اصول

بچپن میں جب ماں اپنے بچوں کی ہمدرد اور غمگسار رہے گی تو بڑی ہو کر یہی بچی ہوگی جو آپ کے دکھ بانٹے گی اور آپ کی خدمت میں پوری زندگی گزار دے گی۔ اسی طرح بچی کے اندر شخصیت کی عظمت کو پیدا کریں اور بچی کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت پیدا کریں۔ جب کھانا ضائع ہو گیا تو یوں تصور کیجئے کہ اللہ کو ایسا منظور تھا۔ ورنہ تھوڑی سی بھی کوشش کر بچی اللہ کے سامنے معذرت کر لو۔ اللہ نے نعمت ہمیں دی تھی مگر ہم سے ضائع ہو گئی۔ آئندہ وہ ہمیں نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔ جب آپ بچی کو بہانے سے اللہ کی نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گی تو بے اختیار اس کے دل میں ایمان مضبوط ہوگا۔ اچھی ماؤں کی تربیتی

بات ہوتی ہے۔ ہر ہر بات میں سے نکتے نکال کر بچوں کا دھیان اللہ کی طرف لے جاتی ہیں، نیکی کی طرف لے جاتی ہیں، مدینہ کی طرف لے کر جاتی ہیں، اسی کا نام اچھی تربیت ہوتی ہے۔ جب بچے آپ کے سامنے آئیں تو بچوں کو چھوٹی چھوٹی قرآنی آیات یاد کروائیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائیں۔ چھوٹے بچے بھی یاد کر لیتے ہیں۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ کتنی چھوٹی عمر میں بچے کسی چیز کا یاد کرنا اور Pick Up کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری شاگردہ تھی مریم، تھی قرآن پاک کی حافظہ، عالمہ اور قاریہ تھی اس کی شادی ہوئی اللہ نے اس کو بیٹا عطا کیا تو اس نے اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کی پھر ایک مرتبہ اس نے اپنے میاں کو بھیجا۔ بیٹا ساتھ تھا کہا کہ جائیں اور اس بچے کو کہا کہ حضرت صاحب کو تم نے سبق سنانا ہے۔ اور شرط لگائی کہ حضرت صاحب کے سامنے تم نے کھڑے ہو کر سبق سنانا ہے اس کا خاوند بیٹے کو لے کر آیا کہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ابھی پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے اس کو کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر وہ تو بے چارا توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ گرنے لگتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ بیٹھ کر سنا دے۔ اس نے کہا کہ نہیں اس کی امی نے کہا تھا کہ حضرت صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر سنانا ہے۔ عجیب بات تھی یہ کیسے کھڑا ہو۔ چنانچہ ہم نے اس کی ترکیب یہ نکالی اس بچے کو دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا اور دونوں طرف تکیے رکھ دیئے۔ بچے نے دونوں ہاتھ تکیے پر رکھے۔ سہارے کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میرا خیال تھا کہ بچہ بسم اللہ پڑھے گا۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا۔ تو ہم حیران رہ گئے۔ اس نے تبارک الذی سے سبق شروع کیا اس نے پوری سورۃ ملک سنا دی۔

جب پوچھا گیا تو ماں نے بتایا کہ میرے دل کی تمنا تھی۔ یہ چھوٹا سا تھا بولنا بھی نہیں جانتا تھا میں اس کے سامنے سورۃ ملک پڑھتی تھی روزانہ رات کو سوتے وقت سورۃ ملک پڑھنا میرا معمول بن گیا۔ اس نے الفاظ Pick Up کرنے شروع کر دیئے اتنی چھوٹی عمر میں اللہ نے اس کو سورۃ ملک کا حافظ بنا دیا تو یہ ماں باپ پر منحصر ہے کہ چھوٹی عمر میں ہی بچے کے ساتھ دین کی باتیں کرنے لگ جائیں۔ ماں بننا آسان ہے مگر ماں بن کر تربیت کرنا یہ مشکل کام ہے۔ آج کل کی سب سے بڑی خرابی ہماری یہی ہے کہ بچیاں جوان ہو جاتی ہیں، اپنی شادی کے بعد مائیں

بن جاتی ہیں مگر دین کا علم نہیں ہوتا اس سے ان کو کچھ نہیں ہوتی۔ ہم نے بچوں کی تربیت کیسے کرنی ہے اس لئے نیک لوگوں کی محفلوں میں آنا جانا ضروری ہوتا ہے تاکہ بچوں کو پتہ چلے کہ دینی نقطہ نظر سے ہم نے اپنی اولادوں کی تربیت کیسے کرنی ہے۔ بلکہ ایسی تقاریر ہوں، کتابیں ہوں ان کو سننے کے طور پر ان کو پیش کرنی چاہئیں تاکہ وہ بھی ان باتوں کو اپنی زندگی میں لاگو کر سکیں۔ چنانچہ جب بچہ سات سال کا ہو شریعت کا حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھانا شروع کر دیں اور جب دس برس کا ہو تو نماز پڑھنے کے لئے سختی کرنے لگ جائیں۔ یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو دین سکھائیں اور دین کی تعلیم دیں۔ (ترمذی باب ... نمبر 57)

والدین اور اولاد کی ذمہ داریاں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ماں باپ کو اف بھی نہ کہو، اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے تعظیم کے ساتھ ہم کلام ہوا کرو اور ان کے سامنے عاجزی کے بازو رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو اور ان کے لئے یوں دعا کرو کہ

اے میرے رب میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے!

ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (یعنی چاہے تو ان کی خدمت کر کے ان کو خوش رکھ کر جنت میں چلا جا اور چاہے تو ان کی نافرمانی کر کے دوزخ میں چلا جا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں سوائے والدین کو ستانے کے کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے دے دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ اگر کوئی سو مرتبہ روزانہ رحمت کی نظر سے دیکھے تب بھی یہی اجر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کیا شک ہے اللہ بہت بڑا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے۔

ہائے افسوس کتنا کم بخت ہے وہ شخص جس کے والدین اس سے ناراض ہوں جو اپنے والدین کی تکلیف کا سبب بنا ہوا ہو۔ حالانکہ قرآن کریم و حدیث نبوی انسان کو تاکید کے ساتھ والدین کے حقوق بتا رہے ہیں اے نادان جب موت کا نقارہ بجے گا تب تیری آنکھیں کھلیں گی۔ اور کونسا وقت آئے گا تیرے سنبھلنے کا۔ کچھ تو اپنی پیاری جان پر رحم کھا۔ جب تو دنیا کی آگ سے بھاگتا ہے تو جہنم کی آگ ستر گنا زیادہ تیز ہے اس سے اپنے آپ کو کیوں نہیں بچاتا؟ ارے پگلے اٹھ کھڑا ہو والدین کے قدموں میں جا کر اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن۔ اپنی سابقہ غلطیوں سے معافی مانگ کر انہیں راضی کر لے اللہ سے بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے وہ بہت ہی رحیم و کریم ذات ہے۔ وہ تو بندے کو معاف کرنے کے بہانے تراشتا ہے تو بھی تو اپنے دل کے زنگ کو ندامت کے چند قطروں سے صاف کر۔ کچھ مائل بہ کرم تو ہو۔ پھر رحمتوں کی بارش برستی دیکھ سب غموں کے بادل چھٹ جائیں گے زندگی پرسکون ہو جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فرمایا جنت ماں کے قدموں تلے ہے اور اس کی چابی باپ کی پیشانی پر ہے۔ دوستو اگر تم کسی مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو صدق دل سے بڑی خوش دلی سے ماں باپ کی خدمت کرو۔ دل سے عزت کرو ان کی تلخی و ترشی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ ان کا کہا مانو۔ اطاعت شعاری و فرمانبرداری کے زیور سے مزین ہو جاؤ۔ نرم لہجہ میں گفتگو کرو۔ اپنی آواز کو ان کی آواز سے ہرگز بلند نہ کرو۔ ان کے آگے سر تسلیم خم کر دو۔ ہاں اگر کوئی کام خلاف شریعت کرنے کو کہیں تو پھر اس وقت اللہ رب العزت کے حکم پر چلو اور ان کی اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ مخلوق کی اطاعت اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے۔ ذرا سوچئے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہم والدین کی نافرمانی کر کے ان کی دل آزاری کر کے اپنے اللہ کو ناراض کر لیں۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو جائے تو بندوں کا اللہ کے سوا ہے ہی کون؟

آخر ہم نے بھی تو ایک والدین کا روپ دھارنا ہے۔ اور انسان جو بیج بوتا ہے وہی پھل اٹھاتا ہے۔ اسی لیے فکر اور ہمت کیساتھ ان کی خدمت کیلئے خود کو وقف کیجئے اور پھر اپنی زندگی سنورتے دیکھئے۔ {م، نمبر 58}

ماں اور تربیت اولاد

بچوں کی نفسیات سمجھنے کے طریقے:۔

ماں کو چاہئے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے۔ مطالعہ کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک Observation رکھے کہ میں بچے کو جب یوں کہتی ہوں۔ وہ کیسے Respond کرتا ہے کس وقت میں کونسی بات مان لیتا ہے۔ کس وقت میں کون سی بات نہیں مانتا تو جب یہ Observation رکھے گی اس کو پتہ ہوگا کہ میں نے کس بچے کو کیسے ہینڈل کرنا ہے اور دوسرا اگر کوئی بچہ ضدی بات کر جائے تو پھر جب پیار کا وقت ہو۔ وہی بچہ جس نے ضد کی جس نے بات نہ مانی اور پھر ماں سے تھپڑ بھی کھالئے تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھاتے وقت اس سے پیار کی باتیں بیٹھا کر رہا ہوگا۔ جب آپ دیکھیں کہ اسی سے پیار کی چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا ہے اس وقت آپ اس سے سوالات پوچھیں بیٹے آپ نے ایسا کیوں کیا تھا۔ آپ کے ذہن میں سوچ کیا تھی؟ تو یہ ماں ان سے سوالات پوچھے گی۔ ان سوالات کے پوچھنے سے بچے کی ذہنی کیفیت سامنے آجائے گی۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ بچے سے مشورہ کر لیا کریں کہ بیٹے ایک بات بتاؤ کہ جب میں تمہیں ایسے کہتی ہوں آپ میری بات مان لیتے ہو دیکھو مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے کئی دفعہ میں کہتی ہوں تم نہیں مانتے وجہ کیا ہوتی ہے؟ تو بچے سے مشورہ پوچھا کریں۔ بچہ بتائے گا کہ یہ وجہ تھی جو میں نے نہ مانی تو تین چیزوں سے بچے کی شخصیت کا پتہ چل جاتا ہے۔ مشاہدے کے ذریعے سے، سوالات کے ذریعے سے اور مشورے کے ذریعے سے۔ ماں کو چاہئے بچے کی شخصیت کی باتیں خود محسوس کرے۔ اپنے میاں کو بتادے۔ پھر میاں بیوی مشورہ کرلیں کہ اس بچے کو کیسے ہم نے بنانا ہے۔ اور کیسے تربیت کرنی ہے ہمارے مشائخ تو بچوں کی خوب تربیت کیا کرتے تھے۔ یاد رکھنا ہر عظیم انسان کے پیچھے عظیم ماں باپ ہوا کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے بچے بڑے بنتے ہیں۔

عظیم ماں! بچے کو کبھی بددعا نہ دیتا

آج بچیوں کو تربیت کا پتہ نہیں ہوتا کہ تو ایسی ہوتی ہیں عورتیں کہ چھوٹے بچے سے اگر غلطی ہوئی یا بچے نے رونا شروع کر دیا تو غصے میں آ کر آپ کوسنا شروع کر دیتی ہیں کہ تم مر جاتی تو اچھا تھا وغیرہ۔ بچے کو بددعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں۔

یاد رکھئے کہ بچے کو کبھی بددعائیں نہ دینا کوئی زندگی میں ایسا وقت نہ آئے کہ غصے میں آ کے بددعائیں دینے لگ جانا ایسا کبھی نہ کرنا۔ اللہ کے ہاں ماں کا جو مقام ہوتا ہے۔ ماں کے دل اور زبان سے جو دعا نکلتی ہے وہ سیدھی اوپر جاتی ہے عرش کے دروازے کھل جاتے ہیں تو دعا اللہ کے ہاں پیش کر دی جاتی ہے۔ اور قبول کر دی جاتی ہے۔ مگر شیطان بڑا مردود ہے وہ اس کے ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ میں گالی تو دیتی ہوں مگر میرے دل میں نہیں ہوتی۔ یہ شیطان کا بڑا پھندا ہے۔ حقیقت میں تو یہ بددعا کے الفاظ کہلواتا ہے اور ماں کو تسلی دیتا ہے کہ تم نے کہا تو تھا کہ مر جاؤ مگر تمہارے دل میں نہیں تھا۔ کبھی بھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا۔ بچے کو بددعا نہ کرنا۔ کئی مائیں بچوں کو بددعائیں دے کر ان کی عاقبت خراب کر دیتی ہیں۔ اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔

ماں کی بددعا کا ستر سال بعد اثر

ایک صاحب بوڑھے تھے ایک دن گر گئے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ فرمانے لگے کہ آج ستر سال کے بعد ماں کی بددعا اپنا کام کر گئی۔ فرمانے لگے کہ بچپن میں چڑیاں پکڑتا تھا تو ماں مجھے منع کرتی تھی اور میں رکتا نہیں تھا۔ تو ماں نے مجھے ایک دن کہا اللہ کرے تو گرے اور تیری ٹانگ ٹوٹ جائے وہ بات آئی گئی ہو گئی۔ آج ستر سال کے بعد وہ بددعا لگ گئی اور ٹانگ ٹوٹ گئی تو جس طرح ماں باپ کی دعا اثر رکھتی ہے اسی طرح ان کی بددعا بھی بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس لیے بچوں کو والدین کی نیک دعائیں لینی چاہیے اور والدین کبھی بھی بچوں کو بددعا نہ دیں۔ (شمارہ نمبر 58)

مثالی شوہر

حقوق و فرائض

گھریلو مسائل اور تنازعات کا حل

گھر کی اصلاح کا طریقہ

مثالی شوہر کی صفات و ذمہ داریاں

مردوں کے لئے بہت مفید مضامین

بعنوان "آپ بوڑھے نہیں"

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور ادائیگی حقوق

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ مردوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ ہم عورتوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں بس اس سے ہمارا حق ادا ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ حقوق ہیں عورتوں ہی کے ذمہ ہیں ہمارے ذمہ کچھ نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تمہارے کھانے کپڑے کے عوض میں تمہاری بیویاں اس قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما ہرگز نہیں کر سکتی جس کو شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ بغیر بیوی کے گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ ماما رکھو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا گھر سے آدمی دوڑا ہوا یہ خبر لایا کہ گھر میں سے چھت کے اوپر سے گر گئیں ہیں میں نے خبر سنتے ہی فوراً نماز توڑ دی۔ یہاں تو سب سمجھدار لوگ ہیں مگر شاید بعض ناواقف لوگ اپنے دل میں یہ کہتے ہوں گے کہ ہائے بیوی کے واسطے نماز توڑ دی۔ بیوی سے اتنا تعلق ہے کہ خدا کی عبادت کو اس کے لئے قطع کر دیا۔ (توڑ دیا) بے شک اس وقت یہ کر دی۔ ... دوسرا ہوتا وہ ہرگز نماز نہ توڑتا کیونکہ اس سے جاہل مریدوں کی نظروں میں بڑائی ہوتی مگر الحمد للہ! مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی کیا کہے گا۔ اگر کسی کی نظر میں اس عمل سے میری بڑائی ہوتی تو وہ شوق سے کوئی دوسرا شیخ تلاش کر لے۔

جب خدا کا حکم تھا کہ اس وقت نماز توڑ دو تو میں کیا کرتا۔ کیا اس وقت جاہلوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے میں حکم خداوندی کو چھوڑ دیتا؟ ظاہر ہے کہ جب بیوی چھت پر سے گری تو اس کی چوٹ کو شوہر ہی پتا کر سکتا ہے۔ اور وہی دریافت کر سکتا ہے کہ چوٹ کہاں لگی کہاں نہیں لگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب گھر کے اندر سوائے ایک نا سمجھ بچی اور ایک معذور بڑھیا کے کوئی امداد کرنے والا بھی نہ تھا۔ اور امداد کرنے والے ہوں بھی تو کوٹھے سے گر جانا بعض دفعہ ہلاکت (اور موت) کا سبب ہو جاتا ہے۔ فوراً ہی کوئی تدبیر ہو جائے تو زندگی کی آس ہوتی ہے اس لئے بھی مجھ کو فوراً جانا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے شرعاً اس وقت نماز کو توڑ دیا اور فوراً جا کر ان کی خبر گیری کرنا ضروری سمجھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کو فرمایا کہ تمہاری براءت میں قرآن نازل ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ بہت خوش ہوئیں۔ انکی والدہ نے ان سے فرمایا۔ اٹھو! اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا میں تو اپنے خالق و مالک کا شکریہ ادا کرتی ہوں کیونکہ تم سب مجھ پر شک کرنے لگے تھے۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ بیوی کبھی شوہر سے ناز میں اگر ناراض ہو جائے تو ایسا جرم نہیں جس کو شوہر بڑا مسئلہ بنائے بلکہ اس کی دلجوئی کرنی چاہئے۔

اور ہمارے معاشرے میں جتنے بھی گھریلو ناچاقیوں کے واقعات رونما ہوتے ہیں ان میں سے اکثر صرف میاں بیوی کے ایک دوسرے کے مزاج کی رعایت نہ کرنے سے ہوتے ہیں لہٰذا اس حقیقی معنی میں دیندار مثالی شوہر بھی بن سکتا ہے جب وہ اپنی رفیقہ حیات کی طرف پیش آنے والے خلاف طبیعت اقوال و افعال سے درگزر کرتا رہے۔ اور بیوی کی دینداری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے مزاج کی ہر چیز مثلاً کھانے پینے لباس گفتگو وغیرہ سب میں رعایت رکھے تاکہ صحیح رفیقہ حیات ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل اسلامی تعلیمات اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری ازدواجی زندگیاں خوشگوار بنا دے آمین!

دکان بند کرنے کیساتھ دکان کی فکروں کو بھی تالا لگا دیجئے

بسا اوقات بعض خوش قسمت لوگ اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ شام کو دکان، دفتر، اسکول، مطب وغیرہ بند کرنے کیساتھ ان کی فکروں کو بھی بند کر دیتے ہیں، اور جو باقی کام رہ گئے ہیں وہ ان شاء اللہ کل صبح جا کر دیکھیں گے۔ لیکن بعض مرد وہاں کی فکر سے ہونے والی ذہنی پریشانی اور وہاں کی فضا کی چیخ و پکار کا بوجھ یا نقصان اور کسی قسم کے کئے گئے معاملے کی پریشانی اور اس کے نتیجے میں ملنے والی رقم، رکاوٹ وغیرہ کے سارے بوجھوں کا مزید گٹھا باندھ کر اور چہرہ لٹکا کر تھکن کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ یعنی سارے دن کی تھکی ماندی، شوہر صاحب کی پسند کے پکوان تیار کر کے خود کو اور بچوں کو صاف ستھرا کر کے گھر کو سنوار کر اور سب سے بڑھ کر چہرا پر خوشی کے تاثرات صرف اور صرف آپ کے استقبال کی خاطر سجا کر آپ کی آمد کی منتظر تھی اور آپ نے آتے ہی ہتک کو تلوان اور چڑچڑا پن کرو کھانا شروع کر دیا

تو ان سب پر کیا گزرے گی۔ وہ آپ کا بگڑا ہوا رویہ دیکھ کر اپنی کوئی معمولی فرمائش کرنا تو درکنار...... آپ ہی سے متعلق کوئی خوشخبری دیتے ہوئے بھی ڈریں گے۔ لہٰذا برائے مہربانی دکان بند کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی فکریں بھی بند کر دیجئے۔ مسلمان کی تو شان یہ ہونی چاہئے کہ اللہ پاک کے ہر فیصلہ پر راضی ہونا چاہئے کاروبار خوب چل رہا ہو یا کوئی رکاوٹ یا نامناسب حالات سامنے آ رہے ہوں ہر حال میں راضی رہے اور دعا کیں مانگتا رہے۔

اگر چہ اس طرح کے حالات کا طبعی اثر ہوتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا نزلہ نازمولوں پر یا بیوی بچوں پر گرے اور وہ آپ کے رویہ کی وجہ سے آپ سے دور دور رہیں۔ آپ ہر حال میں اپنے آپ کو مسکرانے کا عادی بنائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو جو بھی دیکھے گا وہ بھی بشاشت محسوس کرے گا اس لئے یہ خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے اس اصول پر خود بھی عمل کیجئے اور کرواےئے کہ دکان بند کرنے کے ساتھ ساتھ دکان کی فکروں کو بھی بند کر دیجئے۔

دولہا کو نصیحت

نکاح کی اولین ذمہ داری راحت رسانی و فرحت بخش ہونے کی ہے دوسرے حلیم و بردبار رہنے کی ہے چشم پوشی کے ساتھ حکمت آمیز طریق سے حسن اخلاق خیر کا ملکہ ہوتا ہے۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد بحوالہ شادی دینی مستند کتب مطالعہ کیلئے دے دی جائیں۔

تحمل و تحقیق احوال سے اور تنگدل ہونے سے اجتناب ہو۔ چہرہ پر ہمیشہ آثار شادمانی ہوں۔

کیا یہ ظلم نہیں......؟ آج کل عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس شخص کی شادی ہوتی ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے ایک تنخواہ دار اور تنخواہ نہ لینے والی ملازمہ مل گئی ہے اور وہ اپنی اہلیہ سے نوکرانی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی رائے کو مقدم رکھتا ہے اور بیوی کی پسند کو پس پشت ڈال کر دیتا ہے اپنے جذبات کی بھرپور رعایت کرتا ہے اور اہلیہ کے جذبات کو نظر انداز کرتا ہے۔ اپنی راحت کا تو مکمل خیال ہے مگر رفیقہ حیات کی راحت کی پرواہ تک نہیں جس کے نتیجے میں شوہر کے رویہ سے تنگ آ کر عورت مخالفت پر اتر آتی ہے اور گھر میں تو تکار سے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بستے بستے گھر کی بربادی اور پھول جیسے معصوم بچوں کی جدائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ عورتیں جو منکسر المزاج ہوتی ہیں یا ان کی پشت مضبوط نہیں ہوتی تو وہ بات

بات پر شوہر کی ڈانٹ ڈپٹ اور قدم قدم پر اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا دیکھ کر دن اتنی دیر میں
صبر کے کڑوے گھونٹ پیتی رہتی ہیں۔ اور شوہر کے ستم پر جبیں شکن ہونے کی بجائے بحیثیت
ملازمہ ہونے کے زندگی گزارنے پر رضا بالقضاء کا ثبوت دیتی ہیں۔ اور شوہر کے اشارہ ابرو
پر کار بند رہتے ہوئے گھر کا بوجھل سے بوجھل ترین کام سر انجام دیتی ہیں۔ گھر کے آٹھ دس
افراد کے علاوہ اگر شوہر صاحب کی طرف سے آٹھ دس مہمانوں کا کھانا پکانے کا آرڈر ہوتا ہے
تو اس کی تعمیل میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور نہ یہ خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ دوپہر کی سخت گرمی
میں آگ پر گھنٹوں بیٹھنا کتنا دشوار ہے۔ اگرچہ شوہر صاحب کا مزاج ایسا ہے کہ شادی کے
بعد کئی سال ہو گئے ہیں اہلیہ کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہوئے اور سینکڑوں مرتبہ پکی من پسند
ڈشیں بھی بنوائی ہوں گی جن کو گھر والی نے نہ جانے کتنی محنت ومشقت سے تیار کیا ہوگا مگر
میاں کی زبان سے (ماشاء اللہ کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا) کبھی نہیں نکلا ہوگا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کے ایک مرید نے
ان کی دعوت کی اس کی گھر والی بھی حضرت کی مریدنی تھی کھانے سے فراغت پر وہ عورت
پردے کے پیچھے آئی اور سلام کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کے کھانے کی تعریف
فرمائی جس پر وہ سسکیاں بھر کر رونے لگی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ چالیس سال شادی کو ہو گئے
ہیں مگر شوہر کی زبان سے آج تک یہ جملہ نہیں سنا کہ کھانا لذیذ تھا آج آپ سے سن کر بے
اختیار رونا آ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر میں مہمانوں کا ہجوم ہو اور تن تنہا گھر والی نے سارا دن
کام کیا ہو اور شام کو شوہر صرف اتنا کہہ دے کہ آج مہمانوں کیلئے کھانا بہت عمدہ پکا ہوا تھا تو
دن بھر کی اس کی تھکن کافور ہو جائے گی اور وہ خوشی سے باغ باغ ہو جائیگی گویا اس نے کوئی
کام کیا ہی نہیں۔ اسی طرح شوہر اور بچوں کے کپڑے دھونے کے علاوہ شوہر کے بوڑھے
والدین اور کمسن بہن بھائیوں کے کپڑوں کی دھلائی کا حکم ہو تو اس پر لبیک کہتی ہے۔ اگرچہ
اس پر شرعاً یہ کام ضروری نہیں تاہم شوہر کی رضا حاصل کرنے کیلئے وہ یہ کام کرتی ہے اس پر
بھی شاید ہی اس کی تعریف یا حوصلہ افزائی کی جاتی ہوگی؟ الغرض ہمارے معاشرے میں
بہت سے لوگ اپنی گھر والی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ کسمپرسی کی زندگی

گزار رہی ہوتی ہے حالانکہ شریعت مطہرہ نے اہلیہ کے حقوق کی بہت زیادہ تاکید کی ہے جس کا مختصر خاکہ یہ ہے: قرآن مجید میں ہے: وعاشروھن بالمعروف تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ایک حدیث میں فرمایا "خیارکم خیارکم لنسآءھم وانا خیارکم لنسائی" تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا استوصوا بالنسآء خیرا۔ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ ایک اور حدیث میں بھی عورتوں کی بھلائی کا حکم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا فانما ھن عوان عندکم۔ کہ عورتیں تمہارے پاس مقید رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کا یہ ایک ایسا وصف بیان کیا کہ اگر مرد اسی پر غور کرلیں تو ان کو ان پر کبھی زیادتی کا خیال بھی نہ آئے۔ خود جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تو تبسم فرماتے اور گھریلو کام میں گھر والوں کا تعاون فرماتے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ نادان لڑکی سے سبق لو کہ اس نے دو بول بولے اور اس کی یہ لاج رکھی کہ تمہارے لئے والدین بہن بھائی رشتہ دار سب کو چھوڑا اور اگر تمہیں یہ سب چھوڑنے کو کہا جاتا تو پتہ چل جاتا۔ اور ہمارے ایک بزرگ کا مقولہ اس بارے میں بہت ہی پسند آیا وہ فرماتے ہیں کہ بیوی کی دو حیثیتیں ہیں ایک خادمہ کی ایک محبوبہ کی، پہلی حیثیت کی بنا پر اس سے خدمت لو اور دوسری حیثیت کی بنا پر کبھی کبھی اس کے ناز بھی برداشت کیا کرو۔ اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مرد پر عورت کے بیشمار احسانات ہیں بلکہ مقولہ مشہور ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اور یہ مقولہ کافی حد تک درست بھی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان نے نکاح کرلیا تو اس نے اپنا آدھا دین کامل کرلیا۔ بیوی کا شوہر پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے شوہر کا آدھا دین محفوظ ہوگیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان کے لحاظ سے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کیلئے بہترین ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے بیوی کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جنکے پیش نظر بیوی پر زیادتی کرنا کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ بھلا یہ کوئی کم فائدہ ہے کہ تمہیں وقت پر تیار کھانا ملتا ہے دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے ملتے ہیں تمہارے والدین اور محسن بہن بھائیوں کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے اور تمہارے بچوں کو تیار کر کے مکتب کی طرف تعلیم کیلئے روانہ کیا جاتا ہے۔ تمہارے گھر کی صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے اور تمہارے وقت بے وقت آنے والے مہمانوں کا کھانا تیار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب کام عورت پر شرعاً واجب نہیں مگر پھر بھی وہ کرتی ہے اس کے باوجود اس کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکنی کا صلہ دیا جاتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے ظلم سے محفوظ رکھے آمین!

بہترین شوہر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایسے عجیب اخلاق تھے کہ آج کل کے مدعیان تہذیب سنیں تو شاید حیرت کریں گے مگر ہم کو ان کی حیرت کی پرواہ نہیں۔ ہم ان کی اس بے وقوفی پر ہنسیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کو کسی نکتہ چینی کے خوف سے مخفی نہ رکھیں گے۔

حسن خلق بڑی چیز ہے

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں تمہیں دو چیز بتادوں جو اگر کوئی رات بھر عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے ایک سال تک وہ چیز اس سے بھی افضل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن خلق، یہ بہت بڑی چیز ہے، پھر فرمایا اس

سے بھی افضل چیز بتاتا ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے سوچا اس سے افضل کون سی چیز ہوگی۔ پھر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حسن خلق نرمی کا برتاؤ (اس لئے کہ بیوی کے ساتھ ہر وقت خلاف طبع باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔) اسی طرح اپنے عزیزوں، دوستوں حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی حسن خلق سے پیش آنا چاہئے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو کھانا کپڑا دیدے بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ دیکھئے! فقہائے کرام نے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرمایا ہے۔

اس سے اس امر کی کتنی بڑی تاکید ثابت ہوتی ہے اور یہاں سے بیوی کے حق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا حق معاف کر دیا۔

فرمایا! یہی عورتوں کی دلجوئی کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ اگر ہم بھی پردہ نہ کرتے تو دوسری بے پردہ عورتوں کی طرح ہمارے کام بھی آسانی سے پورے ہوتے (اس لئے) خاص خیال کرے۔

فرمایا! اگر بیوی کا جی خوش کرنے کے لئے بلا ضرورت بھی کوئی چیز خرید ہو تو وہ بھی اسراف (فضول خرچی) نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ (بیوی کا جی خوش کرنا) یہ بھی مطلوب ہے۔ بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ ہو۔ بیوی کو کچھ کھلا دینا بھی خیرات ہی ہے یعنی اس میں بھی اللہ تعالیٰ ثواب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سفارش بیویوں سے حسن سلوک کیلئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وعاشروھن بالمعروف۔ اے دنیا کے انسانو! تمہیں پیدا کرنے والا تمہیں ہدایت دے رہا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کی سفارش کو جو رد کرتا ہے اس سے زیادہ بے حس اور بے عقل کون ہو سکتا ہے۔

حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی سفارش فرمائی ہے۔ اگر ان سے کوئی بری بات ہو تو تحمل کرو

انجینئر کی سفارش آ جائے کہ دیکھو تمہاری بیوی جو ہے میری بیٹی کی سہیلی ہے ساتھ پڑھتی تھی۔ اگر تم نے اپنی بیوی کو ستایا تو میں ڈی آئی جی ہوں، کمانڈر یا انجینئر ہوں، کمشنر ہوں تو وہ آدمی کیا کہتا ہے کہ دیکھو بیگم خیال رکھنا۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے آپ کو۔ دیکھو خدا کے لئے ڈی آئی جی صاحب سے شکوہ نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہے ہیں اپنی بندیوں کے حقوق میں وعاشروهن بالمعروف۔ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ تمہاری بیوی تو ہے مگر میری بندی بھی ہے تو ذرا اس کا خیال رکھنا۔ خدا تم سے سفارش کر رہا ہے کہ اے میرے بندو میری بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ وہ مرد نہایت بے غیرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رد کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے اتنا تنگ کرتا ہے کہ ان کے کلیجے منہ کو آ جاتے ہیں تو وہ پچھتاتی ہیں خصوصاً جب کہ داڑھی والا نمازی جس کی اشراق و تہجد قضا نہ ہو جب یہ مارتا ہے ڈانٹتا ہے اور بے جا تکلیف دیتا ہے تب اس کے دل میں بھی آتا ہے کہ اس سے اچھا تو وہ پتلون والا ہے جو اپنی بیوی کو آرام سے رکھتا ہے جب پڑوس میں دیکھتی ہے کہ ایک پتلون والا اپنی بیوی سے نہایت اچھے سلوک سے پیش آتا ہے تو اس کے دل سے آہ نکل جاتی ہے کہ یا اللہ اس سے اچھا تو وہ ہے۔ کاش کہ یہ داڑھی والا مجھے نہ ملا ہوتا۔ اپنے بُرے اخلاق سے ہم اپنی داڑھیوں سے انہیں نفرت دلاتے ہیں۔ داڑھی رکھنے کے بعد، صالحین کی وضع کے بعد روزہ نماز کے بعد اللہ والوں سے تعلق کے بعد ہماری ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے تاکہ ان کو دین کا شوق بھی پیدا ہو۔ اپنی بیویوں سے اتنے اچھے اخلاق سے پیش آئیے کہ وہ سارے محلے میں کہتی پھرے کہ کسی اللہ والے سے تم نے شادی کی ہوتی، کسی نمازی اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے سے تم نے نکاح کیا ہوتا۔ ایسے اخلاق سے پیش آئیے کہ وہ آپ کی داڑھی کا "پرچار" کرے۔ غرض میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ جنہوں نے اپنی بیویوں کو ستایا وہ ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوئے کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک ہم سب کو حسن سلوک کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

پرسکون ازدواجی زندگی کیسے بن سکتی ہے؟

اس بات پر اگر غور کیا جائے کہ جن حضرات کی ازدواجی زندگیاں ایسی تھیں جو عام لوگوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال تھیں آخر یہ کیسے؟

تو ان حضرات کی سیرت سوانح سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی پوری پوری رعایت کرتے تھے۔ اور ان کو اپنی باندی، نوکرانی نہیں سمجھتے تھے۔ آج ہم بھی اگر اپنی ازدواجی زندگی خوشگوار اور پرسکون بنانا چاہتے ہیں تو درج ذیل واقعات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اپنے خطبات میں درج ذیل واقعات بیان کئے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی دو اہلیہ تھیں، ایک بڑی اور ایک چھوٹی، دونوں کو حضرت والا سے بہت تعلق تھا۔ لیکن بڑی پیرانی صاحبہ پرانے وقتوں کی تھیں اور حضرت والا کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی فکر میں رہتی تھیں، عید آنے والی تھی۔ حضرت پیرانی صاحبہ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت والا کے لئے کسی عمدہ اور اچھے کپڑے کا اچکن بنایا جائے۔ اس زمانے میں ایک کپڑا چلا کرتا تھا۔ جس کا نام تھا "آنکھ کا نشہ" یہ بڑا شوخ قسم کا کپڑا ہوتا تھا۔ اب حضرت والا سے پوچھے بغیر کپڑا خرید کر اس کا اچکن سینا شروع کر دیا اور حضرت والا کو اس خیال سے نہیں بتایا کہ اچکن سلنے کے بعد اچانک میں ان کو پیش کروں گی تو اچانک ملنے کی خوشی زیادہ ہوگی، اور سارا رمضان اس کے سینے میں مشغول رہیں، اس لئے کہ اس زمانے میں مشین کا رواج تو تھا نہیں۔ ہاتھ سے سلائی ہوتی تھی، چنانچہ جب وہ سل کر تیار ہو گیا تو عید کی رات کو وہ اچکن حضرت والا کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ کے لئے یہ اچکن تیار کیا ہے، میرا دل چاہ رہا ہے کہ آپ اس کو پہن کر عید گاہ جائیں اور عید کی نماز پڑھیں، اب کہاں حضرت والا کا مزاج اور کہاں وہ شوخ اچکن، وہ تو حضرت والا کے مزاج کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ اگر میں پہننے سے انکار کروں تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے تو پورا رمضان اس کے سینے میں محنت کی اور محبت سے محنت کی۔

تھی اس لئے آپ نے ان کا دل رکھنے کے لئے فرمایا تم نے تو یہ ماشاء اللہ بڑا اچھا اچکن بنایا ہے، اور پھر آپ نے وہ اچکن پہنا اور عیدگاہ میں پہنچے۔ اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا حضرت! آپ نے یہ جو اچکن پہنا ہے یہ آپ کو زیب نہیں دیتا اس لئے کہ یہ بہت شوخ قسم کا اچکن ہے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی تم بات تو ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اور یہ کہہ کر پھر آپ نے وہ اچکن اتارا، اور اسی شخص کو دے دیا کہ تمہیں پسند ہے، اس کو تم ہی پہن لو۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں یہ اچکن پہن کر عیدگاہ کی طرف جا رہا تھا، تو کچھ نہ پوچھو کہ اس وقت میرا دل کتنا کٹ رہا تھا، اس لئے کہ ساری عمر اس قسم کا شوخ لباس کبھی نہیں پہنا۔ لیکن دل میں اس وقت یہ نیت تھی کہ جس اللہ کی بندی نے محنت سے اس کو تیار کیا ہے، اس کا دل خوش ہو جائے، تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے اپنے اوپر یہ مشقت برداشت کرلی، اور اس کے پہننے پر طعنے بھی سنے، اس لئے کہ لوگوں نے اس کے پہننے پر طعنے بھی دیئے کہ کیسا لباس پہن کر آگئے، لیکن گھر والوں کا دل خوش کرنے کے لئے یہ کام کرلیا۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہ کبھی کبھی نصیحت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ "آج میرے نکاح کو پچپن سال ہو گئے، لیکن الحمد للہ کبھی اس عرصہ میں لہجہ بدل کر بات نہیں کی۔" میں کہتا ہوں کہ لوگ پانی پر تیرنے اور ہوا میں اڑنے کو کرامت سمجھتے ہیں ..... اصل کرامت تو یہ ہے کہ پچپن سال بیوی کے ساتھ زندگی گزاری اور یہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں یقیناً ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ بات ناممکن ہے کہ ناگواری نہ ہوتی ہو، لیکن فرماتے ہیں کہ "میں نے لہجہ بدل کر بات نہیں کی" اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی اہلیہ فرماتی ہیں "کہ ساری عمر مجھ سے یہ نہیں کہا" مجھے پانی پلا دو" یعنی اپنی طرف سے کسی کام کا حکم نہیں دیا کہ یہ کام کردو۔ میں خود اپنے شوق اور جذبے سے سعادت سمجھ کر ان کا خیال رکھتی اور ان کا کام کرلیا کرتی تھی لیکن ساری عمر زبان سے انہوں نے مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔ اللہ پاک ہم سب کو خوشگوار ازدواجی زندگی کی برکات سے مالامال فرمائیں۔ آمین!

جھگڑے کیوں ہوتے ہیں......؟

آج کل مسلمان ہر طرف سے مسائل کا شکار ہیں۔ جس میں دوسری مصیبتوں کی ایک بڑی وجہ آپس کے جھگڑے اور اختلافات بھی ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ یہ جھگڑے پیدا کیوں ہوتے ہیں۔ غلط فہمیاں کیوں جنم لیتی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر ان امور کو پیش نظر رکھا جائے تو کافی حد تک جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

(۱) فریق ثانی کی بات نہ سننا

جب بھی دو فریقین مثلاً دو شخص یا دو خاندانوں کا کسی بات پر اختلاف یا جھگڑا ہوتا ہے تو پہلا فریق جس کسی کے سامنے بھی گفتگو ہو یا کبھی خبر پہنچاتا ہے اس پر سو فیصد یقین کر لیا جاتا ہے اور اس سے ہمدردی جتانا شروع کر دی جاتی ہے اور دوسرے کی بات سنے بغیر اس کی مخالفت شروع کر دی جاتی ہے حالانکہ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک فریق ثانی کی بھی گفتگو نہ سن لی جائے اس وقت تک کوئی بھی رائے قائم نہ کی جائے۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ بیٹا جب تیرے پاس کوئی شخص فریاد لے کر آئے کہ فلاں شخص نے میری آنکھ نکال دی ہے اور آنکھ کو ہاتھ پر رکھے ہوئے ہو تو آپ اسے مظلوم سمجھ کر فوراً اس کے حق میں فیصلہ نہ سنا دینا کیا خبر اس شخص نے دوسرے آدمی کی دونوں آنکھیں نکال دی ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ جب تک دونوں طرف سے گفتگو نہ سن لی جائے کوئی بھی فیصلہ یا رائے قائم کرنا غلط ہے۔ اس اصول کو نظر انداز کرنے سے جھگڑے طول پکڑ لیتے ہیں اور غلط فہمیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

(۲) منشاء پر نظر نہ ہو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد ہے کہ "لوگوں کی نظر تو فعل پر ہوتی ہے اور میری نظر ہمیشہ منشاء پر ہوتی ہے" اگر اس اصول کو ہر وقت مدنظر رکھا جائے تو کتنے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ مثلاً کسی تقریب میں اگر کسی رشتہ دار کو بلانا بھول گئے تو یا مصروفیت کی وجہ سے یا تنگی آ گئی یا کسی رشتہ دار کے ہاں بیمار کی عیادت کرتے یا

تعزیت کرنے میں تاخیر ہو جائے یا بالکل یاد ہی نہ رہے تو عزیز و اقارب اس کا اتنا سخت نوٹس لیتے ہیں کہ کئی کئی دن اس پر جھگڑے چلتے رہتے ہیں حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ بس یہ تو نظر ہے کہ ہماری خوشی وغمی کی تقریب میں فلاں نہیں آیا لیکن منشاء پر نظر نہیں ہوتی کہ خدانخواستہ اس رشتہ دار کی آپ سے لڑائی تو نہیں تھی ممکن ہے کہ وہ بھول گئے ہوں کوئی عذر پیش آ گیا ہو۔ یا کسی مصروفیت کی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہو۔ کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ دوسرے کو کم از کم صفائی کا موقع دینا چاہئے۔ منشاء پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے یوں ہی چلتے رہتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے۔

(۳) معذرت قبول نہ کرنا

تاہم انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ اپنی عملی زندگی میں ان غلطیوں اور کوتاہیوں کو قطع تعلق کا ذریعہ بنانے کی بجائے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ بالخصوص جبکہ غلطی کرنے والا معذرت بھی کر رہا ہو۔ پھر بھی اپنی بات پر اڑے رہنا حد درجہ ناانصافی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادم کو کسی غلطی پر ڈانٹ رہے تھے۔ اس نے معافی چاہی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ کتنی دفعہ تجھے معاف کروں؟ (غالباً خادم بار بار غلطی کرتا ہوگا) ساتھ ہی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ تو شیخ الحدیث صاحب کے کان میں فرمایا کہ جتنی دفعہ ہم اپنے لئے معافی چاہتے ہیں"۔ مقصود یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار خطاؤں کے باوجود معاف فرما دیتے ہیں تو ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ اس کے بندوں کی غلطیوں کو معاف کر دیں۔ ان شاء اللہ اس طرز عمل سے جھگڑے طول نہیں پکڑیں گے۔

(۴) قصد عدم ایذاء کا نہ ہونا

حدیث میں مومن مسلمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ مسلمان تو وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ جب سے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑا ہے ہر ایک دوسرے کے لئے ایذا اور تکلیف کا سبب بنا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آئے دن

جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہماری نیت تو تکلیف دینے کی نہیں تھی۔ اس سلسلے میں حضرت حکیم الامت تھانوی کا ارشاد ہے کہ عدم قصد ایذا کافی نہیں بلکہ قصد عدم ایذا ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محض یہ کہنا کافی نہیں کہ ہماری نیت تکلیف دینے کی نہیں تھی بلکہ اس بات کی نیت اور اہتمام ہو کہ میری ذات سے کسی کو ایذا یا تکلیف نہ پہنچے۔ اس ارشاد پر اہتمام سے عمل کرنے سے ہم سب دوسروں کے لئے راحت کا باعث ہوں گے پھر جھگڑے بھی نہیں ہوں گے۔ مذکورہ بالا ظاہری اسباب کے علاوہ ایک سبب باطنی بھی ہے اور وہ ہے اللہ کی نافرمانی۔

(۵) گناہوں کا چھوڑنا

جب انسان اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا تو اس کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ اللہ کی طرف سے اختلاف کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ بعض وقت معمولی بات بھی تو کوئی ہوتی ہے، کوئی جھگڑے کی نہیں ہوتی۔ لیکن وہ بڑھتے بڑھتے فساد بن جاتی ہے۔ انسان اس پر حیران ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ حالانکہ یہ اس کے گناہوں کے وبال کا اثر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان جھگڑے فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل معمولی معمولی باتوں پر والدین اولاد سے، میاں بیوی سے، استاد شاگرد سے، افسر ماتحت سے، بھائی بھائی سے، ساس بہو سے، دوست دشمن بن رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے بدگمان، غلط فہمیوں کا شکار اور پیار و محبت سے محروم ہیں۔ نتیجۃً پورا معاشرہ عجیب گھٹن اور افسردگی کا شکار ہے۔

اگر ہم آج بھی اس بات کا تہیہ کر لیں کہ مذکورہ بالا اسباب جو ہیں ظاہری ہیں یا باطنی ان سب سے حتی الامکان بچیں گے۔ تو یقین جانئے کہ پورے معاشرے میں سکون و اطمینان اور راحت کی فضا پیدا ہوگی۔ اور ہر شخص اپنے دل میں فرحت اور خوشی محسوس کرے گا اور نفرتیں محبت میں تبدیل ہو جائیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کے دلوں میں باہمی محبت اور دلوں کا جوڑ نصیب فرمائے اور تمام جھگڑوں اور اختلافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

جھگڑے اس طرح ختم ہوں گے.....!

قوت برداشت پیدا کیجئے: انسان کی زندگی مختلف حالات سے عبارت ہے۔ گرم سرد حالات سب کو پیش آتے ہیں۔ بعض لوگ معمولی سی بات کو بھی برداشت نہیں کرتے اور اسے عزت کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے اندر قوت برداشت پیدا کر کے حالات کو برداشت کرنے کی کوشش کرے۔ بعض اوقات چھوٹی سی بات کا جھگڑا بن جاتا ہے۔

ایک بہت بڑے بزرگ کو ایک شخص نے بھرے مجمع میں حرامی کہہ دیا۔ انہوں نے قوت برداشت سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے والد کے نکاح کے گواہ ابھی تک موجود ہیں۔ اس لیے موقعوں پر قوت برداشت کا مظاہرہ کرنے سے جھگڑا ہونے ہی نہیں پاتا۔

البتہ یہ بات مد نظر رہے کہ یہ ساری نرمی صرف اپنی ذات کی حد تک ہوتی ہے ورنہ شرعی امور میں غیرت و قوت غضب کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔

مزاج کی رعایت کیجئے: اللہ تعالیٰ نے ہر مزاج کے لوگ پیدا کئے ہیں کوئی نرم دل اور ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے۔ بعضوں کا فطری طور پر مزاج گرم ہوتا ہے۔ جلدی غصہ میں آ جاتے ہیں اگر دوسرے کے مزاج کو مد نظر رکھ کر تھوڑا سا حوصلہ پیدا کر لیں تو ان شاء اللہ بات آگے نہیں بڑھے گی۔ بلکہ ایک کے خاموش ہونے سے دوسرے کو خود ہی احساس ندامت پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک عورت کا شوہر گرم مزاج تھا۔ جب وہ کسی بات پر غصہ ہوتا تو بیوی بھی سامنے سے بولنے لگتی۔ جس سے جھگڑا بڑھ جاتا۔ اس حالت میں پریشان ہو کر وہ عورت کسی بزرگ کے پاس گئی۔ اور صورتحال بتائی۔ وہ بزرگ حقیقت سمجھ گئے انہوں نے کہا کہ پانی لے آؤ میں دم کر دیتا ہوں۔ جوں ہی تمہارے خاوند کو غصہ آئے تو ایک گھونٹ منہ میں لیکر بیٹھ جانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس تدبیر سے جھگڑا جلد ہی ختم ہو جاتا۔ کیونکہ عورت منہ میں پانی ہونے کی وجہ سے بولتی نہیں تھی۔ تو خاوند خود ہی خاموش ہو جاتا۔ یہ اس بزرگ کی تدبیر تھی۔ مقصد یہ ہے کہ دوسرے کے غصہ ہونے پر انسان اپنے اندر تھوڑا سا حوصلہ پیدا کرے اور جذبات قابو میں رکھے تو جھگڑا جلد ہی ختم ہو جائے گا۔

نقطۂ نظر کا احترام کیجئے: جھگڑوں کو ختم کرنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ انسان دوسرے کے نقطۂ نظر کا احترام کرے۔ بعض لوگوں کو اپنی رائے پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ وہ اسی کو حرف آخر سمجھتے ہیں، حالانکہ ہر آدمی کا ایک نقطۂ نظر ہوتا ہے۔ اور اس کا نقطۂ نظر بھی مختلف تجربات کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اپنی رائے پر اصرار کے تحت طویل اور لمبی بحث شروع کر دی جاتی ہے جس سے اکثر نوبت جھگڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اپنے استاد گرامی سے بعض امور میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ ایک موقع پر کسی نے استاد محترم سے عرض کیا کہ حضرت آپ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے گفتگو فرمالیں۔ تو فرمایا میری بھی ایک رائے ہے۔ اس کی بھی ایک رائے ہے۔ مجھ پر (خدانخواستہ) وحی تو نازل نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ اس کی رائے درست ہو۔ آدمی جب وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے کی رائے کا بھی احترام کرے گا تو جھگڑا ہونے ہی نہیں پائے گا۔

حقیقت حال کی تحقیق کیجئے: انسان کو زندگی میں گھریلو، نجی اور اجتماعی سطح پر کئی مسائل درپیش ہوتے ہیں تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے حقیقت حال جاننے کی کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر اوقات محض سنی سنائی باتوں پر رائے قائم کر لی جاتی ہے۔ جبکہ حقیقت حال کچھ اور ہوتی ہے۔ ایک صاحب کسی بزرگ سے ملنے گئے۔ وہ کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں نے ان صاحب کو کھانے کیلئے پوچھا تک نہیں۔ یہ صاحب اس بات پر خفا ہو گئے۔ کہ یہ کیسے بزرگ ہیں۔ اسے کسی نے کہا کہ حقیقت حال جانے بغیر خفگی مناسب نہیں۔ ان بزرگ سے اس کی حقیقت معلوم کی گئی تو فرمایا کہ کئی روز کے فاقوں کی وجہ سے میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ جو کھانا میں کھا رہا تھا وہ حلال کا نہیں تھا۔ جان کی حفاظت کیلئے اس کے کھانے میں میرے لئے شرعاً گنجائش تھی۔ جبکہ اس حرام کھانے کی ان صاحب کو دعوت دینا حلال نہیں تھا۔ تب اس شخص کی تسلی ہوئی۔ اس اصول کو مدنظر رکھا جائے تو جھگڑے پیدا ہی نہ ہوں۔

حسن ظن رکھیے: یعنی اچھا گمان رکھنے سے بھی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ اکثر بدگمانی کی وجہ سے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ

بجائے حجرِ اسود کے رکنِ یمانی کو بوسہ دے رہے تھے، تو یہ شخص ان بزرگ سے بدگمان ہو گئے کہ انہیں اس مسئلے کا بھی علم نہیں۔ جب ان بزرگ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میں نے غلطی سے رکنِ یمانی کو حجرِ اسود سمجھ کر بوسہ دے دیا ہے (کیونکہ رکنِ یمانی کو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے بوسہ نہیں دیا جاتا) گویا اس شخص کی بدگمانی غلط ثابت ہوئی۔

اگر ہم لوگ مذکورہ بالا امور کو مدِنظر رکھیں تو جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے اور دلوں میں باہم محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ ان امور کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے کہ دلوں میں نفرت کے بیج لگے ہوئے ہیں۔ ہم سب بظاہر اکٹھے ہونے کے باوجود جدا ہیں۔ چنانچہ کہتے

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

جھگڑے سے بچیے!

معاشرہ میں جھگڑے کی وجہ سے جس طرح شر و فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے اور باہمی بھلائیاں دور ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے اللہ پاک نے حج جیسی عظیم الشان اور اہم عبادت میں جن دو چیزوں سے بچنے کا حکم فرمایا ان میں سے ایک جدال (جھگڑے) سے بچنے کا ہے۔ اس سے بزرگانِ دین نے جدال و خصومت سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دین میں جھگڑا کرنے سے بچو اس لئے کہ وہ دل کو کام کی باتوں سے باز رکھتا ہے اور نفاق پیدا کرتا ہے۔ جس طرح ہم سانپ بچھو سے بچتے ہیں اسی طرح جدال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے وہ بہترین دعا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور تمام مسلمانوں کو بھی مانگنی چاہئے۔ اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا یعنی اے اللہ ہمارے دلوں میں باہم محبت پیدا کر دے اور ہماری آپس کی رنجشوں کی اصلاح فرما دے۔ لیکن دعا کے ساتھ شریعت نے جھگڑوں کے اسباب سے بچنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا ساری عمر یہ معمول رہا کہ کوئی شخص کسی چیز کے بارہ میں جھگڑا شروع کرتا تو حضرت اگرچہ حق پر بھی ہوتے لیکن فرماتے ارے بھائی جھگڑا چھوڑو، یہ چیز لے جاؤ یا حق چھوڑ دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کرتے تھے

فرمایا کہ میں اس شخص کو جنت کے اطراف میں گھر دلانے کا ذمہ دار ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔" اس عظیم الشان فضیلت کے حصول میں حضرت مفتی صاحب کا ساری عمر کا معمول ہمارے سامنے ہے اس لئے ہمیں ہر قسم کے جھگڑوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بدگمانی سے بچیں کسی کے متعلق بھی بدگمانی نہ کریں۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے عیب دیکھنے کیلئے دی ہے دوسری آنکھ دوسروں کی خوبیاں دیکھنے کے لئے دی ہے۔ اگر کسی کے متعلق کوئی عیب نظر بھی آئے تو پہلے یہ سوچیں کہ اس کے ناقص ہونے سے میرا کامل ہونا کہاں ثابت ہوا۔ دوسرا یہ کہ میرے سامنے تو اس کا عیب آیا ہے لیکن اس کی بہت ساری خوبیاں میرے سامنے نہیں اور ہوسکتا ہے میری آنکھوں نے صحیح نہ دیکھا ہو میرے کانوں نے صحیح نہ سنا ہو اس لئے کہ آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا واقعہ بھی غلط ہوسکتا ہے۔ نیز بزرگ فرماتے ہیں: کہ بد و نیک نیک گمان رکھنا باعث اجر ہے اور بد کے ساتھ بھی برا گمان رکھنا باعث زجر ہے۔

جھگڑوں سے بچنے کے سلسلہ میں دوسرا کام غیبت سے بچیں۔ جس مجلس میں غیبت ہو رہی ہو اگر روکنے کی ہمت ہو تو روکیں ورنہ کم از کم ایسی مجلس سے کنارہ کش ہو جائیں۔ علماء نے غیبت کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ غیبت لسانی، غیبت قلبی۔ دل ہی دل میں کسی کے بارہ میں برا سوچنا، کسی کے عمل کی بری توجیہ یقینی طور پر دل میں جما لینا، اپنے رب سے تنہائی میں بات کرنا کہ فلاں کو دیکھو فلاں کو دیکھو وغیرہ۔ یہ سب دل سے غیبت کرنا ہے جو حرام ہے۔ یہ غیبت بڑے بڑے عابدوں زاہدوں اور صالحین کیلئے اکسیر زہر قاتل ہے جو دیمک کی طرح اندر سے کھوکھلا کر کے بغیر روح کے مردہ جسم بنا دیتی ہے۔ اس غیبت کا برا اثر اس ادارہ کے بچوں پر بھی پڑتا ہے یہاں تک کہ آپس میں ایک دوسرے کے بارہ میں نفرت کے جذبات بڑھتے ہیں۔

محترم قارئین! آپ کے سامنے جھگڑے کی نحوست اور اس سے بچاؤ کے اسباب میں سے دو سبب (بدگمانی اور غیبت سے بچنا) آگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کے بعد معاشرہ میں امن و سکون کی فضا قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

گھریلو جھگڑے اور ان کا حل

روزی کی تنگی: گھریلو ناچاقی کا ایک بڑا سبب روزی کی تنگی ہے۔ بیوی کو شکایت ہوتی ہے کہ اس گھر میں فلاں سہولت نہیں ہے، فلاں چیز نہیں ملی، بچوں کیلئے اب نئے کپڑے بنوانا ضروری ہیں مگر خاوند کو پرواہ نہیں ہے، اگر ساس ساتھ رہتی ہے تو ہر وقت اسے کوسنے دیئے جا رہے ہیں: مجھے کون سا عیش کرا رہے ہو میں تو اس گھر میں آکر بس ہلاک ہی ہو رہی ہوں، اسی وجہ سے دلہن کا موڈ ہر وقت خراب رہتا ہے۔ خاوند شام کو تھکا ہارا گھر آ پہنچتا ہے کہ سارے دن کی جھک جھک سے فراغت ہوئی: وہ اب گھر میں راحت و آرام ملے گا، مگر گھر پہنچتے ہی بیگم صاحبہ کا یہ ریلا پڑتا ہے کہ فلاں چیز ختم ہو گئی آپ پیسے دے کر نہیں گئے، اور نہ خود لے کر آئے ہیں، سے جھگڑا شروع اور گھر جو کہ راحت و سکون کا سرچشمہ ہونا چاہئے وہ ذہنی انتشار کا مرکز بن جاتا ہے، ماں جو بڑے ارمانوں سے بہو کو گھر لائی ہوتی ہے اس کے ارمان ٹوٹنے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ بڑھ کر آگے کئی خرابیوں کو جنم دیتا ہے، اعتماد کی جگہ بے اعتمادی پھیلتی ہے، غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر جوش و جذبات کی کرشمہ سازی کا معلوم کیا کیا گل کھلاتی ہے، بوریت پھیلتی ہے اور ایک کنبہ اپنی زندگی کو ترقی دینے کی بجائے پیچھے کو چلنے لگتا ہے۔ پھر اس میں لڑکی کے میکے والے مداخلت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنی بیٹی کی حمایت میں جذباتی ہو کر لڑکے والوں کے شکوہ شکایات پر مبنی کہانیاں بنانے اور عزیز و اقارب کو سنانے لگتے ہیں اس طرح جو دو خاندان الفت و محبت کی تلاش میں ایک دوسرے سے ملے تھے اب وہ سارے نفرت کے دھوئیں میں گھٹتے ہیں، بدگمانی وہی پھیلتی ہے کہ ایک دوسرے کی اچھی اور نیک نیتی کی بات بھی بری لگتی ہے اور اس میں بھی کوئی نہ کوئی برائی نکالی جاتی ہے۔

پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا کہ تھانہ گل بازی کے ہیڈ کانسٹیبل نے معاشی تنگی کی وجہ سے خودکشی کرلی، اسی طرح کی اور بھی کئی خبریں پڑھی ہیں کہ کسی مزدور نے خوانچہ فروش نے غربت سے تنگ آکر خودکشی کرلی، دوسرا رخ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دیدی یا لڑکی والوں نے بیٹی کو اپنے گھر بٹھا لیا، ایک اور پہلو یہ ہے کہ لڑکا اپنے والدین سے نالاں ہوتا ہے کہ سارا قصور

ان کا ہے اگر یہ گھر بستی نہ ہوں تو میرا گھر خوشحالی سے چل سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں پہاڑ کی چوٹی پر پڑا پتھر جب ایک دفعہ اپنی جگہ سے کھسکتا ہے تو پھر وہ نیچے کی طرف لڑھکتا ہی رہتا ہے اسی طرح یہ خاندانی حالات ہیں کہ جب صحیح روش کو چھوڑ کر غلط روییہ اپنایا جاتا ہے تو پھر اس خاندان میں بگاڑ شروع ہوتا ہے اور بڑھتا ہی جاتا ہے ہوش اس وقت آتا ہے جب تیر کمان سے نکل چکا ہوتا ہے۔ پہلے سے ہی والدین اور سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی قرآن وسنت کی راہنمائی میں پرورش اور ذہن سازی کریں تاکہ زندگی کی گاڑی صحیح رفتار کے ساتھ بحفاظت سفر طے کرے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو صبر، قناعت، شکر گزاری سکھائیں اللہ تعالیٰ سے مانگنا سکھائیں۔

اگر خدانخواستہ خاتون خانہ یہ محسوس کرتی ہے کہ خاوند کی آمدنی کم ہے تو وہ سلیقہ کے ساتھ اس مسئلہ سے نمٹنے کی کوشش کرے نہ یہ کہ وہ فتنہ و فساد برپا کرے اور ایک مسئلہ کو بڑھا کر اس سے آگے اور کئی مسائل پیدا کردے۔

اپنے اخراجات کی منصوبہ بندی ایسی کرے کہ خرچ اور آمدنی میں فاصلہ کم ہوتے کم رہ جائے، شکر کرے کہ جو کچھ میسر ہے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ نماز و تلاوت کی پابندی کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، خاوند کی حوصلہ افزائی کرے تاکہ اس کے حوصلے بلند ہوں، رزق کے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ جسے جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس کی طرف اپنے دل کو متوجہ رکھے۔

ہمارے برادر محترم ڈاکٹر محمد ظفر صاحب نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا جب کبھی کوئی تکلیف یا ضرورت پیش آئے تو جیسے بچہ بھوک کے وقت بے ساختہ ماں کی طرف لپکتا ہے ایسے آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اسی سے مدد مانگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی راحت و نجات اسی میں ہے کہ ہم اپنی پریشانی میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوں۔

میاں بیوی کا اختلاف

میاں بیوی اگرچہ آپس میں انتہائی قرب کا تعلق رکھتے ہیں قرآن کریم نے بھی قرب تعلق کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس بتلایا ہے کہ جیسے آدمی کا لباس آدمی کے انتہائی قریب ہوتا ہے جسم کے ساتھ جسم سے خارجی چیزوں میں سے سب سے زیادہ قریبی تعلق لباس کا ہی ہے اسی طرح قریب تر انسان کی بیوی ہے اور عورت کے قریب تر انسان کا خاوند ہے لیکن بہرحال اس قدر شدید قرب کے باوجود بھی یہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ میاں اور بیوی دو الگ الگ وجود ہیں دونوں کی نفسیات و طبعی رجحانات مختلف ہیں بہت زیادہ یگانگت کے باوجود بھی کہیں نہ کہیں اختلاف ضرور ظاہر ہوگا لہٰذا اگر کسی موقع پر اختلاف رائے ظاہر ہو تو یہ کوئی انہونی بات نہیں اور نہ ہی کوئی تعجب کی بات ہے جب بھی اختلاف رائے ہو تو اس کو بڑھا کر جھگڑا و لڑائی بنانے کی بجائے اسے سلجھانے کا راستہ اپنایا جائے تو یہی اختلاف مزید زیادہ محبت کا سبب بن جائے گا۔

دیکھئے! انسانی طبیعت کے تقاضے سے کبھی کبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج میں بھی طبعی گرانی ہو جاتی مگر خدانخواستہ یہ بات کبھی نا خوشگواری کا سبب نہیں بنی بلکہ یہ سب کچھ محبت و الفت کے ناز و ادا کی صورت ڈھل کر ماحول میں اور خوشگواری پیدا کر دیتا ہے۔ سنئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرماتے تھے: اے عائشہ! جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے "ورب محمد" (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم) اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو "ورب ابراہیم" کہتی ہو (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فقط آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں ورنہ آپ کی محبت تو میرے دل میں موجود ہوتی ہے محبت جدا نہیں ہوتی۔

غور فرمائیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں کتنی محبت تھی؟ مگر پھر بھی طبعی گرانی کبھی آہی جاتی تھی اس سے معلوم ہوا میاں بیوی میں یہ صورت حال کوئی انہونی اور بڑی بات نہیں ہے دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور

خاندانی ماحول اور رشتہ داریوں کے تعلقات آج کل بہت ہی زیادہ پیچیدگیوں کا شکار ہیں، خاندان والے اور رشتہ دار ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہیں ہر جگہ سے خاندانی جھگڑوں اور گھریلو چپقلش کی آوازیں سنائی دیتی ہیں حالانکہ اسلام نے رشتہ داری کو بڑی اہمیت دی ہے اور رشتہ داروں کی آپس میں محبت کیلئے کئی اصول بھی بتائے ہیں تاکہ ہر قبیلہ اور برادری کے افراد ایک دوسرے کیلئے سکھ اور راحت کا ذریعہ بنیں ایک دوسرے کے دکھ میں شریک ہوں ایک دوسرے کی طاقت بنیں اور ان کی یہ مجموعی طاقت اور بھلائی بالترتیب اپنے سب متعلقین کیلئے نفع مند ثابت ہو اور یوں ہر خاندان و برادری پورے معاشرے کیلئے خیر و بھلائی کا سرچشمہ ثابت ہو مگر افسوس کہ آج کسی برادری و خاندان کے اندرونی حالات اور ایک دوسرے کے جذبات پر اگر نظر پڑے تو جا بجا نفرت، چپقلش اور نا چاقی ہی نظر آئے گی۔

اس مہلک معاشرتی بیماری کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے "ماہنامہ محاسن اسلام" "گھریلو جھگڑے اور ان کا حل" کے عنوان سے سلسلہ وار تحریر کا آغاز کر رہا ہے جس میں قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر کے عام فہم انداز میں قارئین کو باشعور کیا جائے گا۔ اگلا قدم عمل کا ہے جس کے بارے میں ہر آدمی اپنی ذات میں با اختیار ہے چاہے جیسا عمل کرے اس کی مرضی ہے اچھا عمل ہوگا تو اچھے نتائج ملیں گے دنیا میں بھی سکون اور آخرت کا بھی اجر، برا عمل ہوگا تو دنیا میں بھی بے چینی اور آخرت میں بھی تکلیف کا سامنا ہوگا۔

ہم قارئین کی خدمت میں ایک خصوصی گذارش کرتے ہیں کہ وہ مضمون کا پوری دلچسپی اور توجہ سے مطالعہ فرمائیں پھر اس پر غور و فکر کر کے اپنے احباب دوست اور گھر والوں سے اس موضوع پر باقاعدہ گفتگو کریں۔ اپنے مطالعہ سے انہیں بھی مستفید کریں اور اس موضوع کے متعلق عملی کوششوں کا بھی آغاز کریں کہ اب ہمیں اس معاملہ میں شریعت کی تعلیمات پہنچ گئی ہیں اب ضرور ہمیں ان کے مطابق عمل کرنا ہے ہم بغیر عمل کے ایسے ہیں جیسے کوئی آدمی بھوک سے تو مر رہا ہے مگر اپنے پاس رکھے ہوئے نوالوں کو استعمال نہیں کرتا، ہمارا حال بھی کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے معاشرتی مسائل میں مبتلا رہے ہیں اور ان کا شرعی حل بھی ہمارے علم میں ہے پھر بھی ہم اس پر عمل نہ کر کے اپنے آپ کو مزید اپنے ہاتھوں پریشانیوں کے جہنم میں جلائے رکھیں۔

ہ آپس میں جھگڑے ہمارے دور کا بہت بڑا مسئلہ ہیں اور یہ بہت خطرناک مرض ہے اس سے بہت نقصان ہوتے ہیں آدمی کے گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ ایسا ہو جائے گا۔

ایک عبرت آموز واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ میں جھگڑا رہتا تھا ایک دن وہ میڈیکل سٹور سے اپنے استعمال کیلئے سیرپ لائے اور گھر میں آ کے رکھ دیا اہلیہ صاحبہ نے اس سیرپ میں زہر ملا دیا جب ڈاکٹر صاحب نے دوسرے وقت سیرپ کی خوراک لینا چاہی تو انہیں شک سا پڑ گیا کہ اس سے تو اور طرح کی بو آ رہی ہے اور وہ اسی طرح اس سیرپ کو اٹھا کر میڈیکل سٹور پر پہنچے اور شکایت کی کہ یہ تو خراب لگتا ہے سٹور والے نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کمال کرتے ہیں یہ کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کو وہم ہو چلا گیا تو لاؤ میں آپ کو ابھی پی کر دکھاتا ہوں اس سے کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ اس نے اسی وقت اس سیرپ کی ایک خوراک لی اور وہیں ڈھیر ہو گیا بعد میں تحقیقات ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ میاں بیوی کی آپس کی نا چاقی کا کرشمہ ہے جس نے اس میڈیکل سٹور والے کی جان لے لی۔ یہ ہے گھریلو جھگڑے کی نحوست اور بھی آئے روز خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ آج فلاں جگہ ایک آدمی نے گھریلو جھگڑے سے تنگ آ کر خود کشی کر لی آج گھریلو جھگڑے کی وجہ سے یہ ہو گیا فلاں جگہ اتنے آدمی مارے گئے فلاں جگہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز بیماری سے نجات عطا فرمائیں اور ہمارے گھروں اور خاندانوں میں محبت و عافیت نصیب کریں۔ آمین!

صلح کی اہمیت اور فضیلت

قرآن کریم جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں ہر اس موضوع کے متعلق اصولی راہنمائی موجود ہے جو ہماری نجات و ترقی کیلئے ضروری ہے قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا ہمارے لئے فرض ہے اس کا انکار کرنا کفر اور اس کے حکم پر عمل میں کوتاہی کرنا گناہ اور جرم ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ایک حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (مسلمان آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح

کرادو) (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۰) اس قرآنی حکم سے معلوم ہوا کہ آپس میں صلح کرانا بہت ضروری ہے اسی میں ہر دین کی بھلائی اور کامیابی ہے چنانچہ سورۃ نساء میں یہ فرمایا گیا ہے کہ والصلح خیر (اور صلح بھلائی ہے) یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم   اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرایا کرو۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا "میں تمہیں بتاؤں کہ (نفلی) روزے اور خیرات اور نماز سے بھی افضل کیا چیز ہے؟ وہ ہے آپس میں صلح کرانا اور لوگوں کے باہمی تعلقات میں فساد ڈالنا مونڈنے والا ہے" یعنی جھگڑا آدمی کی دینداری کو ختم کر کے گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اگر خدانخواستہ جھگڑا ہو جائے تو پھر تمام تر دیگر مصروفیات پر اس جھگڑے کو ختم کرانا اور فریقین میں صلح کرانا سب پر اولیت رکھتا ہے کیونکہ جھگڑا ایسی چیز ہے جو بہت سی برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے اگر جھگڑا بڑھتا گیا تو یہ دین کو اور نیکیوں کو مونڈ دے گا اس لئے جھگڑے کو ختم کرانے میں بھرپور کوشش کرنی ضروری ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ آپ نے دو قبیلوں کے جھگڑے کو ختم کرانے اور صلح کرانے کیلئے مسجد نبوی کی نماز چھوڑ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہی ایک موقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں موجود ہوتے ہوئے مسجد نبوی میں نماز ادا نہ فرما سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں جماعت کروائی۔

دوسروں کو صلح کرانے کی ترغیب اور حکم کے ساتھ ساتھ خود ہر مسلمان کو بھی ترغیب اور تلقین ہے کہ وہ جھگڑے سے بچے صلح جو بن کر رہے بنانے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "میں اس شخص کیلئے جنت میں گھر دلوانے کی ضمانت لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔"

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے لوگوں میں جھگڑے پیدا ہوں اسی لئے اسلام نے غیبت، چغلی وغیرہ سے منع کر دیا کیونکہ اس سے آپس میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔

لڑائی جھگڑا اور وہ بھی خصوصاً گھر کے افراد میں یہ تو شیطان کا پسندیدہ کام ہے اور جو آدمی اس طرح کے کام کرتا ہے جس سے لڑائیاں ہوں تو وہ شیطان کا دوست ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان بعض دفعہ سمندر پر اپنا دربار قائم کرتا ہے اور اپنے چیلوں سے رپورٹ طلب کرتا ہے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو نماز سے روک دیا ابلیس اس کو شاباش دیتا ہے دوسرا شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو روزے سے روک دیا اس کو شاباش دیتا ہے کہ تم نے اچھا کام کیا اس کے بعد تیسرا شیطان آتا ہے اور بتاتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو صدقہ سے روک دیا ہے شیطان اس کو بھی شاباش دیتا ہے کہ تو نے بھی اچھا کام کیا ہے آخر میں ایک کارندہ آ کر کہتا ہے کہ وہ میاں بیوی بڑی محبت سے زندگی گذار رہے تھے میں نے جا کر ان کے درمیان ایسا مسئلہ کھڑا کر دیا کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارہ ہو گئی یہاں تک کہ ان میں لڑائی ہو گئی شیطان یہ سن کر تخت سے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس چیلے کو گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے تو میرا صحیح جانشین ہے تو نے صحیح کام کیا۔

اس سے معلوم ہوا جھگڑا کرانا شیطان کا پسندیدہ کام ہے ہر مسلمان کو چاہئے اس سے بچے اور خدانخواستہ جھگڑا ہو جائے تو صلح کی کوشش کرے اس سے شیطان ناکام ہوگا۔

دیکھو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صلح کی اتنی اہمیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ایک مسلمان بھائی کے دل میں دوسرے کی محبت پیدا کرنے کیلئے اور نفرت دور کرنے کیلئے کوئی ایسی بات کہہ دے جو خلاف واقعہ ہو تو وہ جھوٹ بولنے والوں میں شمار نہ ہوگا۔

اسلام کا کارنامہ

اسلام جس خطے میں گیا اور جس قوم میں پہنچا تو وہاں کے معاشرے میں ایک مثبت اور صحیح تبدیلی پیدا کی۔ وہاں کی معاشرتی و اخلاقی رسموں اور رسموں کی اصلاح کر کے انہیں عدل و انصاف اور انسانی اقدار کے احترام کے اصول پر مبنی ایک ضابطہ حیات سے ہم آہنگ کر دیا اور اگر کوئی رسم ایسی ہے کہ جو اس ضابطہ حیات سے قطعاً میل کھانے کے قابل نہیں تو پھر اسے

منسوخ و ممنوع قرار دے دیا۔ جیسا کہ مصریوں کے ہاں دریائے نیل میں ہر سال ایک خوبرو دوشیزہ کو ڈالنے کی رسم کو ختم کیا اور برصغیر میں ہندوؤں کے ہاں جو ستی کی رسم تھی اس کا خاتمہ کیا۔

خاندانی رشتوں میں ظلم کا خاتمہ

قوموں کے خاندانی نظاموں میں بھی اسلام کی کارفرمائی اپنے اسی اصول کے تحت ہی رہی جہاں بیٹیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا تو وہاں اسلام نے بیٹیوں کے مقام اور قدر کو اجاگر کیا جہاں بیویوں پر ظلم اور ان سے ناانصافی ہوتی تھی وہاں اس کی اصلاح کر کے بیویوں کے حقوق کو بحال کیا۔ اسی طرح ماں کا مقام اور اس کے حقوق اور بہن کا مقام اور حقوق کو اجاگر کیا۔ اپنی اپنی جگہ سب کا مقام اور سب کے حقوق متعین کر دیئے تاکہ کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہ ہو۔

ہمارے معاشرے کی ناانصافیاں

آج بھی ہمارے معاشرے میں ہندوانہ خاندانی نظام کی باقیات عورتوں کے اسی طرح کے رقیبانہ رویوں کی شکل میں آپ کو نظر آتی ہے کہ نند ہمیشہ بھاوج سے ناراض رہتی ہے۔ بھائی کے ذریعے اسے دبا کر رکھنے کی تمنا رکھتی ہے اور اگر بھائی نے کہا نہ مانا تو بھائی کو طعنے دیتی ہے کہ تو زن مرید ہے۔ پھر خاندان میں کچھ اور بھی نند کی حمایت کرنے والی بوڑھیاں آوازہ لگاتی ہیں کہ ہائے ہائے یہ تو اسی گھر کی بیٹی ہے آج دوسری عورت آ کر مالک بن بیٹھی ہے بھائی کا بھی خون سفید ہو گیا ہے اسے بہن کی قدر نہیں وہ بھی اپنی بیوی کے کہنے پر لگ گیا ہے اور اسی طرح ساس تو بہو کے لئے گویا ایک قانونی حکمران بن کر رہنا چاہتی ہے کہ جب چاہے وہ بہو کو ذلیل کرا دے، جب چاہے بیٹے کے ہاتھوں اس کی پٹائی کرا دے اور جب چاہے اسے سب گھر والوں کی نظروں سے گرا دے۔

ہر ایک کو اپنی زندگی جینے دو

میری ماؤ، بہنو، بیٹیو! یہ سب غیر اسلامی اور غیر اخلاقی رویے ہیں اسلام اس طرح کی زندگی کو پسند نہیں کرتا۔ ماں اپنی جگہ، بہن اپنی جگہ اور بیوی اپنی جگہ ہر ایک کے حقوق اور ذمہ

داریوں کا ایک الگ دائرہ ہے کسی کو کسی کے دائرہ میں دخل اندازی کا حق نہیں ہر ایک کو اپنی زندگی جینا چاہیے۔ اگر ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہے تو وہ ہمدردی، خیر خواہی اور باہمی تعاون کا ہے ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں ہاتھ بٹا ئیں۔ ایک دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کریں۔ اور مرد کے لئے بھی گھریلو اور خاندانی ماحول کو خوشگوار بنانا ضروری ہے۔ وہ ماں، بہن، بیوی سب کے حقوق خندہ روئی کے ساتھ آسانی سے ادا کرے نہ یہ کہ ماں راضی ہو رہی ہے تو بیوی پریشان، بیوی راضی ہو تو بہن روٹھ رہی ہے۔

ہم اپنے ان رویوں سے خود اپنے ہاتھوں اپنے خاندانی ماحول کو جہنم بنا لیتے ہیں۔

اہل جنت کی تین عادتیں:

(۱) برائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرنا۔

(۲) ظلم کرنے والے کو معاف کرنا۔

(۳) کچھ نہ دینے والے پر بھی خرچ کرنا۔ (روضۃ الصالحین)

سربراہ خانہ کی ذمہ داری

ایک گھرانے کا ذمہ دار فرد مسلسل ایک امتحان میں ہے۔ مختلف قسم کی رشتہ داریوں پر مشتمل ایک ادارہ کو چلانا بڑا مشکل سا کام ہے۔ اگر سربراہ کنبہ اس ادارہ کو چلانے میں حکمت وتدبر سے کام لے تو گھرانے کی گاڑی راحت و سکون اور خوشگواری کے ساتھ چلتی رہے گی۔

گھر میں جھگڑے اور نا چاقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ گھر کا سربراہ اصول و قوانین کی پیروی کی بجائے رشتوں کی عظمتوں اور نزاکتوں کے بارے میں جذباتی ہو کر فیصلے کرتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ گھر کسی فرد واحد کا نام نہیں ہے گھر تو مختلف رشتہ داریوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں ماں بھی ہے باپ بھی بیوی بھی، بیٹا بھی اور بیٹی بھی، اسی میں بہن بھی ہوتی اور ہوسکتا ہے کہ برادر، ہم دادی، نانا، نانی میں سے بھی کوئی ساتھ میں ہو۔ اب ذرا غور کیجئے ان میں سے کون سا رشتہ اور کون فرد ایسا ہے جس کی رشتہ داری کا تعلق منسوخ کیا جا سکتا ہو؟ ہر ایک کا تعلق، ہر ایک کا حق اور ہر ایک کی محبت اپنی اپنی جگہ موجود ہے۔

بیوی کہتی ہے میرے خاوند کا گھر ہے، ماں باپ کہتے ہیں ہمارے بیٹے کا گھر ہے، بیٹی بیٹا کہتے ہیں ہمارے باپ کا گھر ہے، بہن کہتی ہے میرے بھائی کا گھر ہے اور سب اپنی اپنی جگہ پر سچے ہیں۔ اب بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ کسی نہ کسی کو اپنے جذبات کی تسکین کے بارے میں اور اپنی رشتہ داری کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں شکایت ہوگی۔ ایک کو شکایت ہوگی کہ دوسرا میرے دائرہ میں مداخلت کر رہا ہے اور ہر ایک کے شکووں اور شکایتوں کا مرکز وہی ہوگا جو سربراہ ہے۔ ماں باپ اپنا دکھ بیٹے کو سنائیں گے، بیوی خاوند کو، بیٹی بیٹا باپ کو، بہن بھائی کو اور دادی پوتے کو شکایت کرے گی۔ سربراہ ایک آدمی ہے اور وہی ہر ایک طرف سے شکووں شکایتوں کا نشانہ ہے۔ ذرا اس منظر کو سامنے لائیں اور پھر غور کریں گھر کا سربراہ کس قدر نازک ذمہ داری کے منصب پر فائز ہے۔

اس منصب اور حیثیت کے تقاضوں کو خوش اسلوبی سے نبھانا گویا جہاد ہے۔

اب اگر بیوی نے شکایت کی ہے تو صرف سن کر ہی جذباتی نہ ہو جائے بلکہ تحقیق کرے ماں نے بہو کی شکایت کی ہے تو بھی صرف سننے سے ہی فیصلہ نہ کر دے بلکہ تحقیق کرے۔ تحقیق کے بعد بھی اگر کسی کی کوئی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو رشتوں کے تقدس و نزاکت کو ملحوظ رکھ کر مناسب رویے سے انہیں احساس دلائے۔ گھر کا سربراہ گھر کے افراد پر کوئی جج یا کوتوال تو ہے نہیں کہ قیدیوں کو ان کی کوئی سزا سنا دے گا۔ بس حکمت اور بصیرت کیساتھ فہمائش ہی کر سکتا ہے۔

بس اس کیلئے یہی راستہ ہے کہ جذباتیت سے نہ بہائے اور ایک ہی رشتہ کو خواہ مخواہ سب پر سوار نہ کرے۔ مثلاً ماں نے شکایت کی کہ تیری بیوی نے یہ کہا ہے تو وہ اس لئے کہ ماں کی بات ہے پہلا ضرور سچا ہے بیوی کو الزام دے یہ غلط ہے بلکہ تحقیق کرے اور غور و فکر کرے اور اس کی وجوہات کو بھی دیکھے اس کے بعد ردعمل کا اظہار کرے۔ عموماً بیوی کے علاوہ گھر کے باقی تمام افراد اسی گھر کے ماحول کا تسلسل ہوتے ہیں بیوی باہر سے آیا ہوا ایک عنصر ہوتا ہے۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ ہوتا ہے کہ بیوی ہی بیچاری جو رشتہ داریوں کے اس اکھاڑے میں نو وارد ہوتی ہے سب کی رقابت و حسد کا نزلہ اسی پر گرتا ہے اور قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی زیر عتاب رہتی ہے یہ سراسر ظلم ہے۔ بیوی کے خاوند پر حقوق ہیں اور

شریعت نے اس کے حقوق متعین کئے ہیں اب خود اپنی ماں، بہن، باپ وغیرہ کے ساتھ اپنی رشتہ داری کی حیثیت بیوی کو نہ چڑھ جانے کے معاملہ دونوں احتیاط کریں۔

اس مقصد کیلئے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا مضمون "تعدیل حقوق والدین" کا مطالعہ اکسیر ہے۔ بہشتی زیور کے آخر میں یہ مضمون موجود ہے وہاں سے پڑھا جا سکتا ہے اور کوئی بات سمجھ نہ آئے تو علماء سے سمجھ لیں۔

مذکورہ بالا موضوع (یعنی گھریلو جھگڑے اور ان کا حل) سے متعلق ایک اہم چیز کی طرف آپ کو متوجہ کرتے ہیں جو کہ مسنون بھی ہے اور مستحب بھی۔

وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں آپس میں خوب مشورہ کرکے کسی شخصیت کو اپنا مخلص و خیر خواہ سرپرست منتخب کریں خواہ وہ خاندان کا کوئی بڑا بزرگ ہو یا کوئی عالم دین بزرگ ہو یا کوئی اللہ والوں کی صحبت و مجلس میں تربیت حاصل کیا ہوا شخص ہو۔ خوب دیکھ بھال کر کسی کو اپنا بڑا بنائیں۔

یا یوں سمجھئے کہ اصلاح و تربیت کیلئے کسی اللہ والے عالم کے دونوں میاں بیوی مرید ہو جائیں۔ بلکہ مرید ہونا بھی لازمی نہیں۔ اصلاحی تعلق قائم کریں کہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو اپنے بزرگ سے مشورہ کریں (خط یا فون کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے) جو بھی وہ حکم دے اس پر دل و جان سے عمل کریں۔ ان شاء اللہ یہ دنیا کی زندگی بھی جنت بن جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کا بھی طریقہ تھا کہ اگر میاں بیوی سے یا بیوی کو میاں سے کوئی شکایت ہوئی تو انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا حال عرض کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرماتے تھے اس پر عمل کرتے اسی طرح ان کی زندگیاں کامیاب زندگیاں بن گئیں۔ اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں عمل کر کے اپنی جان، مال اور اولاد میں برکتیں پائیں۔

ایک واقعہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے: مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں ان کا بیٹا ابو عمیر کئی دنوں سے بیمار رہ کر ایک شام اللہ کو پیارا ہو گیا شوہر گھر پر نہیں تھے۔ حضرت ام سلیم نے بچے کو نہلا دھلا کر کفن پہنایا اور معمول کے مطابق سنوار اور خاوند کے لئے تیار ہو گئیں جب شوہر گھر آئے تو وہ روزہ سے تھے۔ ان کے

لیے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے بچے کا حال پوچھا تو تسلی دی کہ اب آرام میں ہے اور بہتر ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افطار کیا کھانا کھایا۔ رات کو میاں بیوی حسب معمول لیٹے معاشرت بھی ہوئی۔ صبح کو حضرت ام سلیم نے ایک مناسب تمہید کے ساتھ بچے کی وفات کی اطلاع دی۔ خاوند سے پوچھا اگر ہمارے پاس کسی کی امانت رکھی ہوئی ہو اور پھر اس کا مالک اس امانت کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا وہ امانت اپنے مالک کو بخوشی لوٹا دینی چاہیے یا نہیں؟ انہوں نے کہا لوٹا دینی چاہیے۔ فرمایا ہمارا بچہ ابوعمیر ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے واپس لے لیا ہے۔ حضرت ابوطلحہ کو اس بات پر رنج ہوا کہ تم نے مجھے رات کو ہی خبر کیوں نہ دی؟ تو آپ نے اپنی شکایت جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اور پورا واقعہ سنایا کہ اس اس طرح ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی اور دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات میں برکت دے اور میاں کی بیوی سے رنجش کا معاملہ یہیں پر ختم ہو گیا۔

ایک انصاری کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت دیکھی کہ ان کے ہاں اسی رات کو بچے کی پیدائش ہوئی اس امید سے عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے جن کے پھر آگے نو بچے ہوئے اور سب کے سب قاری قرآن ہوئے۔

تو یہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ جو بھی دشواری اور الجھن آئی جا کر اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور حکم کے مطابق عمل کیا۔ بعد کے زمانوں میں بھی معاملہ اسی طرح رہا۔ گھرانے ہمیشہ کسی بزرگ، صالح اور عالم دین سے وابستہ ہوتے تھے تو پریشانیوں کا سدباب ہوتا رہتا تھا۔

میانہ روی......کامیاب نسخہ

عموماً گھروں میں جھگڑوں کا سبب گھریلو اخراجات کی ترجیحات کے بارے میں ہوتا ہے۔ آمدنی کو خرچ کرنے کے بارے میں میاں بیوی کی ذہنی اپروچ میں اختلاف ہوتا ہے خاوند کہتا ہے فلاں چیز زیادہ اہم ہے۔ بیوی کہتی ہے نہیں فلاں چیز اہم ہے اس کی خریداری پہلے ضروری ہے۔ یہ اختلاف ایک دوسرے سے رنجش و ناراضگی پیدا کرتا ہے جس سے گھر

کے ماحول میں خوشگواری نہیں رہتی۔ آمدنی اتنی وافر و بے شمار ہے نہیں کہ بغیر کسی غور و فکر
کے ہر طرف بے تحاشا خرچ کیا جائے۔

اس صورتحال کا علاج اور حل یہ ہے کہ گھر کے ماحول میں میانہ روی کی ذہنیت پیدا کی
جائے۔ شوہر اور بیوی دونوں میں معتدل ہو کر ایک درمیانی راہ کا تعین کریں اس پر چلیں کوئی
ایک فریق کسی ایک پہلو پر اتنا زور نہ دے کہ دوسری سمت بالکل فراموش ہو جائے اپنی اپنی
ترجیحات پر اڑے رہنے کی بجائے ایک دوسرے کی ترجیحات پر غور کریں اور دوسرے کی
بات کو بالکل بے وقعت بنانے کی بجائے اسے بھی اس کا صحیح وزن دیں اور اپنی آمدنی کے
پیش نظر گھر کے بجٹ میں اس کا بھی متوازن حصہ ضرور رکھیں۔

شدت اور انتہا پسندی ترک کریں اعتدال اور باہمی تفہیم کے ساتھ اپنے اخراجات میں میانہ روی
کا نظام ترتیب دے کر گھر کو چلائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خرچ میں میانہ روی
اختیار کرنا آدھی روزی ہے۔ خرچ میں میانہ روی اور کفایت شعاری سے آدھا بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

ایک چیز یہ بھی ضرور ملحوظ رکھیں کہ آمدنی میں سے خرچ ہمارے اختیار میں ہے اور
آمدنی ہمارے اختیار میں نہیں ہے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز ہمارے اختیار میں ہے ہم
پہلے اسے کنٹرول کریں اپنے اخراجات میں کفایت و توسط کو ملحوظ رکھیں۔ یوں نہیں کہ خرچ
بے تحاشا ہے اور آمدنی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں آمدنی بے تحاشا تو نہیں بڑھتی پھر خود
پریشانی اٹھاتے ہیں اور گھر میں بھی ناخوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ ہر چیز خریدنے سے پہلے
سوچیں کہ یہ ہماری ضرورت ہے یا نہیں ہے۔ اور ضرورت ہونے کا کلیہ یہ ہے کہ آپ
سوچیں کیا اگر یہ چیز ہم نہ خریدیں تو گزارا چل سکتا ہے یا نہیں اگر اس کے بغیر گزارا آسانی
سے چل سکتا ہے تو یہ آپ کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ دنیاوی زندگی میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھیں
اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھیں۔ دینداری میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں۔ اور اس
اصول پر عمل سے آپ کے گھر کا ماحول بہتری و خوشگواری اور دینداری کی طرف جائے گا۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہی اصول سمجھایا تھا جس پر عمل کی وجہ سے ان

کی زندگیاں نمونہ بنیں۔ یہ مضمون خود بھی غور سے پڑھیں اور اس موضوع پر مزید غور وفکر کر
کے اپنے گھر کے نظام کو میانہ روی کے ساتھ ترتیب دیں۔

مال کی قدر کیجئے:۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں مال کو برا سمجھا
جاتا تھا۔ لیکن آج کل مال مؤمن کی ڈھال ہے۔ اگر یہ دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ
بادشاہ اور حکام ہم کو اپنے دامن کا رومال بنا ڈالتے یعنی ذلیل وخوار بنا دیتے۔

نیز فرمایا کہ جس شخص کے پاس کچھ مال ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی
اس کو بڑھانے کی تدبیریں کرے اور ضائع ہونے سے بچائے) اس لئے کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا
زمانہ ہے کہ اگر اس میں کوئی محتاج ہوگا تو وہی سب سے پہلا شخص ہوگا۔ جو اپنے دین کو دنیا
کے عوض فروخت کر دے گا۔ نیز فرمایا کہ حلال مال فضول خرچی میں ضائع نہیں ہوتا۔

گھر کی اصلاح کا طریقہ!

(۱) اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں کو مختلف عبادتوں کا عادی وشوقین بنائیں اور ٹی
وی کے پروگراموں اور گانوں اور فلموں سے بچنے کی ہدایت دیں اور یہ دیکھیں کہ جب ان کے اوقات نماز و
روزہ وحج وزکوٰۃ وصدقات وخیرات اور تلاوت واذکار وغیرہ فرائض ونوافل میں مشغول رہنے
لگیں گے تو پھر فلموں اور ٹی وی ڈراموں کے سامنے بیٹھ کر عمریں ضائع کرنے اور اپنے قیمتی
اوقات کا خون کرنے کا موقع ہی نہیں پائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء وصلحاء کو وقت کی تنگ
دامانی کا شکوہ کرتے سنا جاتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز سے فارغ ہو کر
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جگاتے تھے اور فرماتے تھے، "اٹھو نماز پڑھو اے عائشہ!" (مسلم) نیز
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم کرے اس شخص پر جو رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھے
اور اپنی بیوی کو نماز کیلئے جگائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(۲) گھر والوں کو علم وہنر کا خوگر بنائیں اور اس کیلئے ہر ممکن وسائل وذرائع کو بروئے
کار لائیں، گھر میں ایسی کتابوں اور رسالوں کا انتظام کریں جو تعمیری اور مفید بھی ہوں اور گھر
والوں کے لئے اچھے مشغلات اور اسالیب کے اعتبار سے مناسب حال اور پرکشش بھی۔
اسی طرح تلاوت وترجمہ اور خطبات وتقاریر کی عمدہ اور دینی کیسٹوں کا انتظام بھی کارآمد ہے گا

اور بہتر تو یہ ہے کہ ہر ایک کمرہ میں رہنے والوں کے معیار و حالات کے مطابق کیسٹیں اور کتابیں موجود رہیں اور انہیں ان سے استفادہ کیلئے مہمیز کیا جاتا رہے۔

(۳) بچوں کے ذوقِ مطالعہ کو فروغ دینے اور ان کی قوتِ فہم کو جلا بخشنے کے لئے ان کے درمیان بھی تحریری مقابلہ کرائیں، مثلاً کسی مناسب کتاب کو منتخب کر کے اس کے سوالات تیار کریں اور ان کے جواب دینے پر انہیں مناسب انعامات سے نوازیں۔ کتابت و خطاطی و نقل و املا کی تمرین و مشاقی بھی چھوٹے بچوں کے لئے مفید رہے گی۔

(۴) گھر والوں کو مختلف مواقع کی دعائیں اور اذکار یاد کرائیں اور انہیں حسبِ موقع پڑھنے کی تلقین کریں اور انہیں یہ بتائیں کہ ان کے کیا فوائد ہیں۔ مثلاً انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ سونے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کا انتظام۔ (مسلم)

(۵) گھر میں قرآنِ کریم کی تلاوت و قرأت اور حفظ و تکرار کا ماحول بنائیں اور انہیں اس کے فضائل و فوائد سے آگاہ فرمائیں اور انہیں یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے" (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں تین رات پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے آس پاس نہیں جاتا۔

اگر ہم اپنے گھروں میں یہ ماحول بنانے میں کامیاب ہو گئے تو امید ہے کہ گانے بجانے، غیبت و چغلی اور رقص و موسیقی وغیرہ کی محبت اور شیطانی عادتیں گھر والوں سے از خود ہی رفع ہو جائیں گی، ان شاء اللہ۔

(۶) گھر والوں کے لئے کم از کم ہفتہ واری درس کا انتظام کریں، شروع میں اس میں انہیں تاریخ، سیرت اور تراجم صالحین وغیرہ کی دلچسپ کتابوں کا درس دیں اور ان کی روشنی میں ان کی کردار سازی کی بھی کوشش کریں اور پھر ان دروس میں کبھی کبھی علماء و مشائخ اور طالبانِ علوم سنت کو بھی مدعو کریں، ان کی گفتگو و مشورے اور مواقع سے گھر والوں پر یقیناً اثرات پڑیں گے، ان شاء اللہ۔

(۷) بچوں کو دینی اور علمی پروگراموں میں اپنے ساتھ شریک کریں اور کبھی کبھی انہیں علماء و صالحین کے پاس لے جایا کریں، اس سے ان کے دلوں میں دین اور علماء دین کی محبت پیدا ہوگی اور ان کی زندگی پر ان کے دین و اخلاق اور سیرت و کردار کی چھاپ بھی پڑے گی۔

(۸) بچوں کو زبان و ادب کی طرف بھی راغب کریں، انہیں مفید اشعار و قصائد کو یاد کرنے کی ترغیب دیں، اس سے بڑے ہو کر علمی و معاشرتی کاموں اور مضمون نویسی، طرز تکلم اور خطابت وغیرہ میں بڑی مدد ملے گی۔

(۹) بچوں سے ہر روز مدرسے کی رپورٹ اور روداد پوچھیں۔ ہر روز ان کے اسباق کو روزانہ یاد کرنے اور ہوم ورک پورا کرکے اسکول جانے کی نصیحت کریں، ان کی پریشانیوں کو سمجھنے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۰) بچوں کو کھیل کود اور ورزش و ریاضت وغیرہ کا بھی موقع دیں، جوڈو کراٹے، والی بال وغیرہ بہترین کھیل ہیں اس سے قوائے جسمانی کو تقویت ملے گی، بہتر ہوگا کہ کھیل کود اور ریاضت کے بعض ساز و سامان کا گھر کے اندر انتظام کیا جائے تاکہ بچے زیادہ تر گھر میں ہی رہیں یا باہر جاکر برے ساتھیوں کے اثرات قبول نہ کریں۔

(۱۱) بچوں اور بچیوں کے احوال کی خفیہ نگرانی کریں کہ وہ کن کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، وہ باہر سے اپنے بیگوں اور بستوں میں کیا لاتے ہیں؟ وہ دن بھر کیا کرتے اور کہاں رہتے ہیں؟ اور پھر ان کو مناسب نصیحت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کل بچے قیامت کے دن ہمارا گریبان پکڑ کر ہم سے سوال کریں کہ بابا جان! آپ نے مجھے معصیت پر کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے میری خیر خواہی اور خبر گیری کیوں نہیں کی۔

(۱۲) گھر والوں کو گھر سے متعلق شرعی احکام کی تعلیم دیں۔ مثلاً انہیں بتائیں کہ عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، مردوں کے لئے بھی نفل نمازیں مسجد کی بجائے گھر میں بہتر ہیں، کسی کی مخصوص نشست پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھنا درست نہیں، اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں، دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک ممنوع ہے۔

(۱۳) گھر والوں کے ساتھ نرمی و محبت، خوش طبعی و خندہ پیشانی اور ملاطفت کے ساتھ

دیں، رعب و دبدبہ، سختی و درشتی اور ہیبت و تخویف کا ماحول گھر کی سعادت کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو ان کے اندر نرمی پیدا کر دیتا ہے۔ بیویوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بچوں کے اوپر رحمت و شفقت اور لطف و پیار کا مظاہرہ گھر کی سعادت کی علامت ہے۔

(۱۴) بچوں کی بری عادتیں چھڑوانے اور گھر والوں کو اچھے اخلاق و آداب اور عبادات اور طاعات کا عادی بنانے کے لئے اگر شریعت نے گھر میں کوڑا لٹکانے اور مارنے کی اجازت دی ہے مگر اس سے پہلے دوسرے مسائل و ذرائع کو آزما لینا ضروری ہے، خیر خواہانہ نصیحت، دل سوز و گداز کا اظہار، قطع تعلق، عدم تخاطب، اعتراض و بائیکاٹ وغیرہ سے اہل و عیال کی بہت سی بری عادتیں چھڑائی جاسکتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جب کسی کی کذب بیانی پر مطلع ہوتے تو اس سے لاتعلقی ظاہر کرتے یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لیتا۔

(۱۵) گھر کے بڑے اور اہم امور میں بڑے بچوں سے مشورے لیں، اس سے انہیں قلبی سکون ملے گا، گھریلو مسائل کے حل اور گھر کی تعمیر و ترقی کیلئے ان کے اندر فکرمندی پیدا ہوگی، باہمی اعتماد و تعاون اور دلوں کی قربت کا ماحول پروان چڑھے گا اور مستقبل میں گھر چلانے کیلئے ان کی ذہنی تربیت ہوگی۔

(۱۶) آج امت مسلمہ جن آلام و مصائب سے دوچار ہے، گھر میں بسا اوقات اس کا تذکرہ کریں تاکہ امت کا یہ غم ان کے رگ و ریشے میں بھی سرایت کرے اور مفاد پرستی و خود غرضی کی زندگی گزارنے کی بجائے امت کی فلاح و بہبود اور دشمنوں کی مقاومت و مدافعت کی صالح فکر بھی ان کے دل و دماغ میں انگڑائیاں لے۔

(۱۷) بچیوں کو پڑھائی لکھائی کے ساتھ سلائی کڑھائی، دستکاری، مختلف کھانے پکانے، بچوں کو کھلانے اور گھر کے انتظامات درست رکھنے کی تربیت دیں اور انہیں امور خانہ داری میں مصروف و مشغول رکھیں، کتنے ہی گھروں کی بنیادیں محض اس وجہ سے ہل گئیں کہ بہوؤں کی موجودگی میں بیٹیوں سے کام نہیں کرائے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ گھر کی ہو سکیں اور نہ ہی سسرال کی۔

(۱۸) بچے اور بچیاں جب بالغ ہو جائیں تو دین دار رشتہ تلاش کر کے جلد از جلد ان کی شادیاں کر دیں۔ بلا وجہ اس میں دیر نہ کریں۔ آج ہمارے معاشرے کے کتنے ہی فتنے اسی ٹال مٹول، حیلے حوالے اور تاخیر کا نتیجہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "جب تمہارے پاس کوئی ایسا رشتہ آئے جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کر دو اگر نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی۔"

(۱۹) بے فائدہ کاموں، غیر ضروری ملاقاتوں اور کھیل تماشوں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنے کی بجائے جو فرصت کو زیادہ سے زیادہ گھر میں بال بچوں کے ساتھ گزارنے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہو سکے گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد کریں۔ اس سے خود آپ کی حفاظت بھی ہوگی، گھر والوں کی نگرانی بھی ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی بجا آوری بھی ہوگی اور گھر والوں کے دلوں میں آپ کی خاکساری و مساعدت کی وجہ سے آپ کی عزت و محبت بھی بڑھے گی اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی افادیت بھی سمجھ میں آئے گی کہ "بشارت ہے اس کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اپنے گھر میں زیادہ بیٹھے اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہائے۔"

نیز فرمایا "آدمی کو فتنوں سے سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے گھر کو لازم پکڑے۔"

(۲۰) بدچلن و بدکردار اور غیر معتمد مردوں اور عورتوں کو اپنے گھروں میں ہرگز نہ آنے دیں چاہے وہ رشتہ دار اور پڑوسی ہی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ ان کی مثال بھٹی پھونکنے والوں جیسی ہے جو یا تو تمہیں اور تمہارے کپڑوں کو جلا دیں گے یا بھٹی کی خبیث بدبو تمہاری ناک میں پہنچائیں گے۔ کتنے ہی گھر ان کے ذریعہ چل کر خاکستر ہو گئے۔ (بشکریہ صوت الاسلام)

☆ اپنے بچوں کو ٹی وی سے بچانے کیلئے انہیں مختلف عبادات اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف رکھیں۔

☆ بچوں کی صحبت کی نگرانی رکھیں اور دیکھتے رہیں کہ وہ اپنے بیٹھکوں یا دستوں میں کیا لاتے ہیں۔

☆ ہر وقت رعب و دبدبا اور دہشت کا ماحول گھر کی سعادت کے خلاف ہے۔

☆ بچوں کے سامنے امت کے مسائل اور ان کے حل پر ضرور گفتگو کریں تاکہ وہ محض اپنے ذاتی مستقبل کی فکر نہ کریں۔

مثالی شوہر

بعض لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ بیوی بدمزاج ہے کہنا نہیں مانتی ہے، ادب سے
خدمتگار نہیں ہے وغیرہ وغیرہ اور پھر ان باتوں کی وجہ سے وہ شوہر بھی بیوی سے بدسلوکی
کرنے لگتا ہے یا مارنے لگتا ہے جس کے نتیجے میں گھر گویا جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے مگر اس
طرح مسئلہ حل نہیں بلکہ بگڑتا چلا جاتا ہے لہٰذا ذیل میں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کا مضمون "
دل کی دنیا" سے نقل کیا جاتا ہے اس پر عمل کرنے سے نہ یہ کہ صرف گھر میں امن ہوگا بلکہ
آپ ایک مثالی شوہر بھی کہلائیں گے۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ
سے ایک شخص نے شکایت کی کہ مجھ کو اپنی بیوی سے بہت نفرت ہے جبکہ میرے اندر صبر کا مادہ کم
ہے تو میں شکایت اور گفتگو میں زبان کی لغزشوں اور ایسے جملوں سے احتیاط نہیں کر پاتا
ہوں، جن سے اس کو میری نفرت کا پتہ چل جائے۔

میں نے کہا کہ یہ طرز ٹھیک نہیں ہے۔ "گھر میں دروازے سے آنا چاہئے"۔ بیٹھ کر
سوچو کہ وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تم پر مسلط کی گئی ہے لہٰذا خوب توبہ اور معذرت کرو۔
چیخنے چلانے اور تکلیف پہنچانے سے کیا فائدہ ہوگا؟ جیسا کہ حضرت حسن بن الحجاج نے
فرمایا ہے "بری بیوی اللہ تعالیٰ کی سزا ہے لہٰذا اس کا مقابلہ تلوار سے کرنے کے بجائے تم توبہ
استغفار سے کرو۔" اور یہ سمجھو کہ تم آزمائش میں ڈالے گئے ہو، بہتر صبر کرنے پر اجر پاؤ گے۔

وعسى أن تكرهوا شيئا وهو خير لكم

ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو، جبکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے
ساتھ اس کے فیصلہ پر صبر کا معاملہ کرو اور کشادگی کا سوال کرتے رہو۔ اگر تم نے گناہوں
سے توبہ، استغفار، تقدیر پر صبر اور کشادگی کی دعا کو جمع کر لیا تو تم کو تین طرح کی عبادت کی
توفیق حاصل ہوگی۔ جن میں سے ہر ایک پر ثواب پاؤ گے۔ اور تمہارا وقت غیر مفید کام میں
ضائع نہ ہوگا۔ خبردار اس گمان پر کہ تقدیر کا فیصلہ ٹال سکو گے کوئی چال مت چلو۔

"وإن يمسسك الله بضر فلا كاشف له إلا هو"

اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان پہنچا دیں تو خود اس کے سوا کوئی بھی اس کا ازالہ نہیں کر سکتا ہے۔ رہا اپنی بیوی کو ستانا اور تکلیف پہنچانا تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تم پر مسلط کی گئی ہے۔ لہٰذا ایسے وقت میں تم کو صبر اور ضبط و تحمل اختیار کرنا چاہئے۔ اس شخص نے کہا کہ میری بیوی مجھ سے محبت بھی کرتی ہے اور میری خدمت بھی بہت کرتی ہے مگر میری طبیعت میں اس کی نفرت بھری ہوئی ہے۔ میں نے کہا تم اللہ تعالیٰ کے لئے اس پر صبر کئے رہو، یقیناً تم کو ثواب ملے گا۔ حضرت ابوعثمان نیشاپوریؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے کس عمل سے سب سے زیادہ امید ہے؟ انہوں نے فرمایا: "شروع جوانی میں میرے گھر کے لوگ بہت کوشش کرتے رہے کہ میں نکاح کرلوں مگر میں انکار کر دیتا تھا، پھر میرے سامنے ایک رشتہ آیا اور مجھ سے نکاح کرنے کو کہا گیا چنانچہ میں نے نکاح کرلیا اس کے بعد جب (رات ہوئی اور) وہ عورت میرے پاس آئی تو میں نے دیکھا کہ کانی لنگڑی اور بدصورت تھی، پھر مزید امتحان یہ تھا کہ اپنی محبت کی وجہ سے مجھ کو باہر نکلنے سے بھی منع کرتی تھی۔ تو میں اس کے دل کی خاطر بیٹھ جاتا تھا، کبھی بھی اس سے نفرت کا اظہار نہ ہونے دیا، حالانکہ نفرت کی وجہ سے میرا یہ حال تھا گویا میں جہنم کے کنارے پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اسی حالت میں پندرہ سال گذر گئے آخرکار وہ مرگئی۔ میرے گمان میں اس کی دلداری سے زیادہ قابل ثواب کوئی عمل میرے پاس نہیں ہے۔" میں نے اس شخص سے کہا کہ دیکھو یہ ہے مردوں کا طریقہ! بھلا چیخ پکار اور اظہار نفرت سے کیا ہو سکتا ہے؟ بس اس کے لئے وہی طریقہ ہے جس کو میں ذکر کر چکا ہوں کہ تم پر استغفار، صبر اور دعا کا راستہ اختیار کرنا چاہئے اور اپنے گناہوں کو سوچا جائے، جن کی یہ سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور ہر پریشانی سے محفوظ فرمائیں۔ آمین!

☆ اگر دنیا میں شوہر اپنی بیوی کا حق دبائے، ظلم و زیادتی کرے اور ستائے تو یہاں خیر! اس کو قدرت نے پاور اور طاقت دی ہے۔ وہ دبا سکتا ہے مگر اس کے سارے ظلم و ستم کا قیامت میں بدلہ لیا جائے گا، اور خدا کے دربار میں بیوی حاضر ہوگی تو زبان حال سے کہے گی۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری۔

فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه
خيرا كثيرا (القرآن)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دیں"۔ ظاہر ہے کہ ناپسند ہونا کسی وجہ سے ہی ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کیلئے باعث اذیت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر کا سبب بنادیں گے اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اس سے اولاد ہی ہو جائے گی جو قیامت میں دستگیری کرے گی۔ کیونکہ قیامت میں یہ بھی ہوگا کہ کسی شخص کے گناہوں کی وجہ سے اس کے دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ ہوگا مگر اس کا کوئی بچہ چھوٹی عمر میں مر گیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ جب تک میرا باپ جنت میں نہ جائے گا میں نہیں جاؤں گا چنانچہ اس کی خاطر سے باپ کو بھی جنت مل جائے گی تو یہ جنت ملنے میں بیوی ہی سبب بن رہی ہے اگرچہ وہ بداخلاق ہی کیوں نہ ہو اسی طرح سے بعض عورتیں زبان دراز ہوتی ہیں جس کی وجہ سے شوہر کو تکلیف ہوتی ہے لیکن اس صورت میں بھی شوہر کو تھوڑا سا صبر سے کام لینا چاہئے اور صبر پر جنت کا وعدہ ہے جو خیر کثیر ہے۔ بہرحال دنیا میں بیوی کی طرف سے شوہر کو جو تکلیف پہنچی وہ تھوڑی سی تھی اور چند روزہ تھی اس کے عوض آخرت میں جو جنت مل رہی ہے وہ یقیناً زیادہ بھی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھی ہے۔ پس اس سے عورتوں کا خیر کثیر کا سبب ہونا ظاہر ہو گیا لہٰذا جو مثالی شوہر بننا پسند کرے اور خیر کثیر یعنی جنت کو پسند کرے تو اس کی بیوی کی بداخلاقی اور زبان درازی برداشت کرنی چاہئے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیوی پر روک ٹوک بھی نہ کرے۔ اصلاح تو ضرور کرے مگر نرمی کا دامن نہ چھوٹنے پائے اور کبھی کبھی دھمکانا بھی برا نہیں تاہم ستانا اور تکلیف پہنچانا اور حد سے زیادہ سختی کرنا مثالی شوہر کیلئے ہرگز زیبا نہیں اور بیوی کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آنا اور ان کی دلجوئی کرنا یہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے ہے جیسا کہ واقعہ مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دو مرتبہ دوڑ بھی لگائی ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بڑھ گئیں اور دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی مرتبہ کا بدلہ ہو گیا۔ ازواج مطہرات میں سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب سے کم عمر تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلجوئی ان کی عمر کے مطابق فرماتے تھے اس واقعہ کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ آج کل کے مدعیان تہذیب ایسی باتوں پر شاید حیرت کریں مگر ہمیں ان کی حیرت کی پرواہ نہیں ہم تو ان کی بیوقوفی پر ہنسیں گے ہم کسی کی نکتہ چینی کے خوف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو ہرگز مخفی نہ رکھیں گے کیونکہ دنیا میں سب لوگ بیوقوف نہیں ہیں بہت سے اہل عقل بھی دنیا میں موجود ہیں جو ان باتوں کی قدر کریں گے۔ (خطبات حکیم الامت جلد نمبر ۲۰)

عہد شکنی کا وبال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں عہد شکنی کی عادت پھیل جاتی ہے اس میں خونریزی بڑھ جاتی ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اس میں موتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ (ابوداؤد، حاکم، نسائی)

شوہر کی ذمہ داریاں

جہاں خود رہے وہیں بیوی کو رکھے: ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ کی طرف سے مجھے مکان ملا ہے لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ وجہ ان کی یہ ہے کہ اس کے پیچھے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا۔ اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی اور پریشانی بھی ہے ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے۔ شریعت کا یہی حکم ہے شریعت کے حکم کے آگے سب کو جھکنا چاہئے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ لیٹے نہیں اسکے پاس ہی لیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اس کے پاس ضرور جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا اس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے حالانکہ ان کی بہت اہمیت ہے۔ ان باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

ایک صاحب تھے جو ہر وقت جماعت ہی میں رہتے تھے۔ ہر وقت ان کا چلہ ہی ہوا کرتا تھا۔ جب دیکھو باہر سفر میں ہیں۔ بیوی کے حقوق کی کچھ پروا نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بیوی کے دوسرے سے ناجائز تعلقات ہو گئے اور وہ ہوا جو نہ ہونا چاہئے۔

شادی شوہر سے ہوتی ہے نہ کہ ساس سسر سے:

حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوتی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے۔ عورت شوہر کی خدمت کے لئے آتی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لئے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اسی واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہیے۔ ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔

صاحب بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

بیوی کو علیحدہ رکھ کر ماں باپ کی خدمت کرے

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا۔ آئے دن اختلافات اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر ان صاحب نے تعویذ چاہا۔ حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا نہیں آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہیے کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کریے ان شاء اللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے لکھنؤ میں ایک بزرگ تھے ان کی بیوی نہایت بری اور بدمزاج تھی ایک دن انہوں نے جھلا کر کہا تو بڑی کم بخت ہے کہ باوجود ایسے سامان اصلاح کے تیری اصلاح نہ ہوئی۔ اس نے کہا میں نہیں کم بخت تم ہو کہ تم کو ایسی بی بی ملی، میں تو بڑی خوش نصیب ہوں کہ مجھے ایسا خاوند ملا۔

اسی طرح ایک ایسے ہی میاں بی بی تھے کہ میاں خوبصورت تھے اور بی بی بدصورت تھی میاں ظریف بھی تھے۔ ایک دن بولے کہ ہم دونوں جنتی ہیں کیونکہ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں صبر کرتا ہوں۔ اور تم مجھے دیکھتی ہو تو شکر کرتی ہو اور صابر اور شاکر دونوں جنتی ہوتے ہیں۔

تو اصل حکایت یہ تھی کہ ان بزرگ کی بیوی بہت تیز مزاج تھی اکثر اوقات بے چارے تنگ ہوا کرتے ایک دفعہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اس کو طلاق دیدیجئے؟ فرمایا، بھائی دل میں تو بہت دفعہ آیا لیکن یہ سوچا کہ میں نے اس کو طلاق دے دی تو شاید یہ کسی سے نکاح کرے اور دوسرا اس بلا میں پھنسے تو بجائے اس کے کہ دوسرے کو تکلیف ہو مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہی اس تکلیف میں مبتلا رہوں اور دوسروں کے لئے سپر بنوں۔ قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ: وعاشروھن بالمعروف (سورۃ النساء ۱۹) "اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہوں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بیویوں سے حسن سلوک اور ان کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہن سہن کرنا قرآن وسنت کی رو سے ہم پر لازم ہے۔ خالص عقلی اور سماجی نکتہ نظر سے دیکھیں تو بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سکون وراحت کی زندگی وہی ہوسکتی ہے جس میں میاں بیوی کا معاملہ باہم حسن سلوک کا ہو، ذیل میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے میاں بیوی کی حسن معاشرت کے متعلق ملفوظات کا انتخاب پیش کر رہے ہیں امید ہے اس سے قارئین کو فائدہ ہوگا۔ اور ان پر عمل کرنے سے گھر کی زندگی ان شاء اللہ جنت کا نمونہ بن جائے گی۔

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے افضل ہونگی

جنت میں یہ بیویاں حوروں سے افضل واجمل ہوں گی اور اجمل کی طلب نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل ہے۔ اس لئے اپنی بیویوں کے ملنے کے لئے دعا کرنا نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف نقل۔

زوجین کی خوش اخلاقی کا اثر

عورت کو مطیع بنانے کی یہی تدبیر کام کی ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی شوہر کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔ عورتیں قابل تعریف و ترحم ہیں ان میں دو صفات تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی ہیں، خدمت گاری اور عفت، عفت تو اس درجہ کی ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے کوئی بھی خالی نہیں، اور شریف عورتوں میں سے اگر سو کو لیا جائے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہوگا اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ المحصنات الغافلات۔ عورت کا مہر ادا کرنا غیرت کی دلیل ہے:

گو عورت مہر معاف کر دے لیکن پھر بھی ادا کر دے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے کہ بلا ضرورت عورت کا احسان لے۔

اپنے گھروں میں بھی آواز دے کر جانا چاہئے:

بعض لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں یہ بڑی گندی بات ہے، نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی غیر محرم عورت محلہ کی گھر میں ہو اجازت لے کر جب بلایا جائے تو گھر میں داخل ہونا چاہئے۔ (ماثر حکیم الامت)

عورت کے مقابلے میں مرد کا مقام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے یعنی بڑی فوقیت بڑائی اور بلائی حاصل ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ہے تو مرد کو چاہئے کہ اس کے خلاف طبیعت ہونے پر متحمل ہو، برداشت کرے، خلاف پیش آنے پر صبر کرے۔

ایک طالب تربیت نے حضرت تھانویؒ کو لکھا کہ میری بیوی کی بڑی زبان درازی ہے ایسا دل تنگی رہتی ہے میں کیا کروں، حضرت والا نے لکھا کہ تمہاری طرف سے اس کے ساتھ عدل اور اس کی بے عدلی پر صبر ہونا چاہئے۔

اب کوئی پوچھے کب تک ایسا کروں تو زندگی بھر تک، مدت حیات تک یہی عمل ہو، اگر تم نے بھی اس جیسا ہی معاملہ کیا تو پھر درجہ کا کیا سوال! تم بھی عورت وہ بھی عورت، جب تمہارا

بھیجا او نچا ہے تو اس کے ساتھ تمہاری طرف سے تو عدل ہی ہے اور اس کی بے عدلی پر صبر ہے۔ (ماخوذ مجالس حکیم الامت)

گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں ہونا چاہئے

فرمایا کہ فتوی تو نہیں دیتا لیکن مشورہ ضرور دوں گا کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں رکھنا چاہئے یا خود اپنے ہاتھ میں، اوروں کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہئے چاہے وہ بھائی ہو یا بہن ہو ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں، اس سے بیوی کی بڑی دل شکنی ہوتی ہے یا تو خود اپنے ہاتھ میں رکھے عزیزوں اور رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مستحق وہی ہے، بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اس کو صرف کھانا کپڑا دے بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے، دیکھئے فقہاء نے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا کہ اس کی دلجوئی کیلئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرما دیا، اس سے کتنی بیوی کا کیا اس درجہ کی رعایت ہوتی ہے یہاں سے بیوی کے حقوق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا ایک حق معاف کر دیا۔ (حسن العزیز، اشرف الاحکام)

جیب خرچ بھی بیوی کا حق ہے

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی (مرضی کے مطابق) خرچ کر سکے جس کو جیب خرچ کہتے ہیں، اس کی تعداد اپنی اور اپنی بیوی کی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے، مثلاً دو پیسہ روزہ پیسہ یا اس روپے جیسی گنجائش ہو، یہ رقم خرچ سے علیحدہ دو لیکن صاف کہہ دو کہ وہ رقم صرف گھر کے خرچ کی ہے اور یہ رقم تمہارا جیب خرچ ہے تمہاری ملک ہے اس کو جہاں چاہو خرچ کرو۔

جب تم خرچ الگ دو گے تو تمہارا یہ کہنے کو منہ ہو گا کہ یہ رقم جو گھر کے خرچ کیلئے دی ہے امانت ہے کیونکہ آدمی کے پیچھے بہت سے خرچ ایسے بھی لگے ہوئے ہیں جو اپنی ذات کے ساتھ خاص ہیں اگر بیوی کو کوئی رقم ذات خاص کے خرچ کیلئے نہ دی گئی جس کو جیب خرچ کہتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرنے پر مجبور ہوگی اس صورت میں اس پر تشدد کرنا ایک گونہ ظلم اور بے حسی ہے۔

عورتوں سے مکمل اصلاح کی آس نہ لگاؤ

مرد کو اتنا سخت مزاج نہ ہونا چاہئے کہ عورت کی ذرا ذرا سی بدتمیزی پر غصہ کیا کرے بیوی پر اتنا رعب نہ ہونا چاہئے کہ میاں بالکل ہی ہوا ہو جائیں کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بیوی کا دم فنا ہوا، ہوش و حواس بھی جاتے رہے، بے چاری کے منہ سے کوئی بات نکلا یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی۔

اس (بے چاری نے) تمہارے واسطے اپنی ماں کو چھوڑا، باپ کو چھوڑا، اب اس کی نظر صرف تمہارے ہی اوپر ہے، جو کچھ ہے اس کے لئے شوہر کا دم ہے، اگر خاوند بھی عورت کا نہ ہوگا تو اس بے چاری کا کون ہوگا، بس انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے اور جو کچھ ان سے بدتمیزی یا بے ادبی ہو جائے اس کو ناز سمجھا جائے کیونکہ ان کو عقل کم ہے، تمیز نہیں ہے، ان کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، اس لئے گفتگو میں انداز ایسا ہو جاتا ہے جس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے مگر ان کی حقیقت ناز ہے تو خیر تمہارے سوا کس پر ناز کرنے جائیں دنیا میں تمہیں ایک ان کے خریدار ہو۔

اگر عورتوں کی جہالت و بدتمیزی سے دل دکھتا ہے، کلفت بہت ہوتی ہے تو اس کا علاج بھی تو ممکن ہے ان کو دین کی کتابیں پڑھاؤ اس سے ان میں سلیقہ اور تمیز بھی بقدر ضرورت آجاتی ہے کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں، خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے، شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔

اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اس سے درگذر کرنا چاہئے، اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے درجے بلند ہوتے ہیں، مزاج پر تحمل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تحمل سے دین کا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔

لاپرواہ شوہر کو مطیع کرنے کی تدبیر اور عمل

خدمت و اطاعت و خوشامد، دوسری تدبیر دعا کرنا، عمل: بعد نماز عشاء گیارہ سو مرتبہ یا لطیف یا ودود، اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دعا کریں (از افادات: حضرت تھانویؒ)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا وہ ہے جس کے اخلاق بیوی کے ساتھ اچھے ہوں"۔

حدیث: "مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں بہترین ہو اور اپنے گھر والوں کے حق میں نرم ترین ہو۔" (مشکوٰۃ)

پھر دوستوں میں تو خوب ہنسیں، خوب لطیفے سنیں سنائیں اور بیوی کے پاس جا کر سنجیدہ بزرگ بن جائیں منہ سکیڑے ہوئے جیسا ہنسنا جانتے ہی نہیں۔

مسکرانا، ہنسنا، بولنا اور بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرنا، غلطیوں کو معاف کرنا، غصہ کو برداشت کرنا، اس کی تکلیف و راحت کی باتیں سننا، دلجوئی کی نیت سے اس کو خوش کرنا، اس کو شرعی پردے کے ساتھ کسی پاکیزہ تفریح کے لئے لے کر جانا، اس کو جیب خرچ اپنی وسعت کے اعتبار سے دے کر اس کا حساب نہ لینا کہ جہاں چاہے وہ خرچ کر دے وہ اس کی ملکیت ہے۔ توجہ کے ساتھ اس روش سے پیش آنا بھی عبادت میں داخل ہے۔ رات بھر نفلیں پڑھنا اور بیوی سے بات نہ کرنا اور ہنسنا بولنا ترک کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت کے خلاف ہے۔ اپنے ہاتھ سے اسے کھلانے اور اس کو خوش کرنے کی نیت سے کوئی چیز خریدنے میں بھی ثواب ملتا ہے لہٰذا یہ طریقے زندہ کیجئے۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کی کرامت

فرمایا کرتے تھے کہ میرے نکاح کو پچپن سال ہو گئے لیکن الحمد للہ کبھی اس عرصے میں لہجہ بدل کر (اپنے گھر والوں سے) بات نہیں کی۔ مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ لوگ پانی پر تیرنے اور ہوا میں اڑنے کو کرامت سمجھتے ہیں اصل کرامت تو یہ ہے کہ پچپن سال بیوی کے ساتھ زندگی گذاری کہ جس میں یقیناً ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں یہ بات ممکن نہیں کہ ناگواری نہ ہوتی ہو لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ "میں نے لہجہ بدل کر بات نہیں کی" اور اس سے بڑھ کر ان کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ ساری عمر مجھ سے یہ نہیں کہا "مجھے پانی پلا دو" بلکہ اپنی طرف سے کسی کام کا حکم نہیں دیا کہ یہ کام کر دو، "میں خود اپنے شوق اور جذبے سے ان کے ہر کام کا خیال کرتی تھی"۔ (ارشادات اکابر)

بیوی سے حُسنِ سلوک کا اِنعام

بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سفارش:

یہ بیویاں اللہ کی بندیاں بھی ہیں ان کی اللہ تعالیٰ نے سفارش نازل کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وعاشروھن بالمعروف "اے ایمان والو! تم ان بیویوں کو خالی بیویاں مت سمجھو یہ میری بندیاں بھی ہیں"۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اگر کسی کی بیٹی کو کوئی ستا رہا ہے تو آپ بتایئے اس بیٹی کا باپ اس کو دوست بنائے گا؟ تو اگر ہم اپنی بیویوں کو ستائیں گے تو بیوی کا ابا تو غمگین ہوگا ہی رب (یعنی حق تعالیٰ) بھی غضبناک ہوگا کہ یہ میری بندی کو ستا رہا ہے۔ پھر کیا ہوگا اس کا؟ آج جس کو دیکھو بیوی کی پٹائی کر رہا ہے ذرا ذرا سی بات پر لڑ رہا ہے اس کی آہ سے ڈریئے۔

میں اپنا تجربہ بتا رہا ہوں کہ جتنے لوگوں نے اپنی بیویوں کو ستایا اور رلایا اور ٹھنڈی آہ کھنچوائی، میں نے ان کو دیکھا کہ کسی کو فالج گرا، کسی کو کینسر ہوا۔ آنکھوں سے دیکھا ہوا حال بتا رہا ہوں۔ اور جس نے اللہ کی ان بندیوں پر رحم کیا اور اتنا جلد ولی بنا ہے جس کی حد نہیں۔

حضرت شاہ مظہر جان جاناں رحمہ اللہ اتنے نازک طبع تھے کہ اگر بازار سے گذرتے ہوئے کسی کی چارپائی ٹیڑھی بچھی ہوئی دیکھ لی تو سر میں درد۔ بادشاہ نے پانی پیا، پیالہ صراحی پر ترچھا رکھ دیا تو سر میں درد ہوگیا۔ اتنے حساس اتنے نازک طبع تھے۔ حکم ہو رہا ہے آسمان سے الہام ہو رہا ہے کہ اے مظہر جان جاناں! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو درجہ اعلیٰ ملے تو ایک بیوہ عورت ہے زبان کی کڑوی ہے مگر دل کی اچھی ہے اس سے شادی کر لو۔ تلاوت، نماز وغیرہ کی پابند ہے مگر زبان کی کڑوی ہے۔ اب یہ صبح و شام کڑوی کڑوی باتیں سنا رہی ہیں۔

فرمایا: اسی بندی کی کڑوی باتوں سے مظہر جان جاناں کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطا فرمایا کہ سارے عالم میں میرا ڈنکا بج رہا ہے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص کی بیوی سے کھانے میں نمک سخت تیز ہوگیا کہ کھایا نہیں گیا فاقہ سے سو گیا اور آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا کہ اے اللہ یہ میری بیوی تیری بندی ہے آج اس سے نمک تیز ہوگیا ہے اس

نے ہمیشہ خدمت کی ہے میں آپ کیلئے اس کو معاف کرتا ہوں۔ قیامت کے دن مجھے بھی
معاف کر دینا۔ جب انتقال ہوا تو ایک ولی اللہ نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ بھائی تیرا کیا
معاملہ ہوا؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حساب کیا اور فرمایا کہ تمہارے بہت سے گناہ بھی
ہیں میں تم کو دوزخ میں قانون کی رو سے ڈال سکتا ہوں لیکن تم نے ہماری بندی پر رحم کیا تھا
اور اس کی خطا کو معاف کیا تھا میں اسکی برکت سے تمہاری زندگی بھر کی خطائیں معاف کرتا
ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جہاں بندوں سے تعلق ہے وہیں پر بندیوں سے بھی ہے۔ مگر ان
کی خطاؤں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ بیویاں ٹیڑھی پسلی
سے پیدا ہوئی ہیں۔ اگر ان سے فائدہ اٹھانا ہے تو ان کی ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اٹھالو۔

بتاؤ: ہماری یا تمہاری پسلی سیدھی ہے یا ٹیڑھی؟

ٹیڑھی ہے تو کیا آپ کسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہوتے ہیں اس کو ٹھیک اور درست کرانے
کیلئے؟ ڈاکٹر سے کبھی درخواست کی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نبوت دیکھا کیا شان نبوت
ہے کس انداز سے سمجھا رہے ہیں کہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہو رہی ہوا گر بیوی کی کبھی ٹال جائے تو
اسے برداشت کر لو۔ اور اگر سیدھی کرو گے تو توڑ دو گے یعنی طلاق کی نوبت آجائے۔ دو خاندان
تباہ ہو جائیں گے خاندان میں آگ لگ جائیگی۔ چھوٹے چھوٹے بچے روئیں گے کہ میرے ابو کو
کیا ہو گیا کہ میری اماں کو طلاق دے دی اور اگر تم نے گذارا کیا تو گذر جائے گی اور اس میں سے جو
اولاد پیدا ہوگی ان میں اگر کوئی عالم، حافظ، قاری ہو گیا تو قیامت کے دن ان شاء اللہ جنت بھی پاؤ
گے۔ دنیا تو مزے دار گذرے گی ہی جنت بھی پاجاؤ گے۔ (از افادات: حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ)

خوش اخلاقی پر جنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو بہشت میں داخل کرنے کا سبب ہوگی
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پرہیزگاری اور خوش اخلاقی۔ حضرت عامر
اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک
شخص مرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے برے اعمال کا علم ہوتا ہے مگر لوگ اسکے حق میں اچھا

کہتے ہیں تو خداوند کریم اپنے فرشتوں کو کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کے متعلق دوسرے بندوں کی شہادتوں کو قبول کرتا ہوں اور اسکے وہ گناہ جو میرے علم میں ہیں بخش دیتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ لوگ اسی کو اچھا کہیں گے جو لوگوں سے اچھا سلوک کرے گا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ صحابہ ایک جنازے سے گزرے اور انکی تعریف کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازے سے گزرے تو انکی برائی کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی تم نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوگئی اور جس کی مذمت کی اس پر دوزخ کیونکہ تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

فائدہ: ان دونوں میں سے پہلی حدیث حصول جنت کے لئے ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ہمیں اور خوش اخلاقی اختیار کرنی چاہئے اور دوسری حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا میں ہم ایسے بن جائیں کہ ہمیں اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے کیونکہ یہ ہماری تعریف کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دیگا اور یہی تیسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ مرنے والے کی تعریف ہی کرنی چاہئے۔ آج ہم دوسروں کو اچھے لفظوں سے یاد کریں گے اور تعریفی کلمات کہیں گے تو کل ہمارے مرنے پر ہمیں بھی اسی طرح اچھے کلمات سے یاد کیا جائے گا۔ آج ہماری تعریف کسی کی مغفرت کا ذریعہ بنتی تو کل ان شاء اللہ دوسروں کی تعریف ہماری بخشش کا سبب بن جائیگی تو دوسروں کی تعریف کرنا درحقیقت اپنی مغفرت کا سامان کرنا ہے۔

جھگڑا چھوڑنے پر جنت میں محل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے جھگڑے کو ترک کیا حالانکہ وہ باطل پر تھا تو اس کے لئے جنت کے ایک کنارے میں محل بنا دیا جائے گا اور جس شخص نے جھگڑے کو چھوڑا حالانکہ وہ حق بجانب تھا اس کے لئے جنت کے درمیان میں محل بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق کو اچھا بنایا اس کے لئے جنت کے اعلیٰ طبقہ میں محل بنایا جائے گا۔

فائدہ ۔ جھگڑا چھوڑنے پر کتنی بڑی بشارت ہے جنت میں محل کی ۔

آج کتنے لوگ ہیں جو معمولی معمولی باتوں پر جھگڑتے رہتے ہیں خیال فرمائیں ان لوگوں پر جب وہ حق بجانب بھی نہیں ہوتے مگر پھر بھی جھگڑتے ہیں یہ حدیث ان کو مدنظر رکھنی چاہئے ۔

گھریلو جھگڑے اس طرح ختم ہو سکتے ہیں

گھروں میں ساس بہو کے جھگڑوں کی بنیاد جہاں اور چیزیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ لڑکے کے والدین جہیز اور سامان وغیرہ کے نام پر جو غیر ضروری مطالبات کرتے ہیں اس سے سب سے پہلا نقصان یہی ہوتا ہے کہ لڑکی اور اسکے گھر والوں کے دل میں لڑکے والوں کیلئے نفرت پیدا ہو جاتی ہے ۔ گویہ نفرت کا بیج ہے جو ہم اپنے ہاتھوں بوتے ہیں ۔ جب نکاح کے بعد لڑکی سسرال جاتی ہے تو اس وقت لڑکے کو پوری صورت حال کا پتہ چلتا ہے تو اسکے دل میں والدین سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے ۔

جب ماں دیکھتی ہے کہ بیٹا بیوی کی طرف مائل ہو رہا ہے تو وہ پہلے حملے کے طور پر بیوی کی شکایات بیٹے کو کرنا شروع کر دیتی ہے ۔ اور اس کھیل میں بیٹیاں بھی شامل ہو جاتی ہیں ۔ اور یوں گھر ایک تماشہ بن جاتا ہے ۔ اب وہی بچہ جس کو والدین نے بڑی محبت و پیار سے پالا تھا انہی کی ناعاقبت اندیشیوں سے ان کا دشمن بن جاتا ہے ۔ جب گھر کا سکون اس طرح تباہ ہو جاتا ہے تو پھر شریعت کی سیدھی تعلیمات پر عمل کر کے گھر کو جنت کا نمونہ بنانے کی بجائے عاملوں کے پاس پناہ ڈھونڈھی جاتی ہے اور اپنی جمع پونجی برباد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کو بھی خطرے میں جھونک دیا جاتا ہے ۔

رشتہ کرتے وقت کیا نیت ہو؟

درج بالا سطور میں جن حالات کی نشاندہی کی گئی ہے آج تقریباً پورا معاشرہ انہی حالات سے گزر رہا ہے اور ہر گھر میں ساس بہو کا جھگڑا کسی نہ کسی صورت گھر کے سکون کو ختم کئے ہوئے ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر آنیوالی بہو مکمل ادب و احترام کے ساتھ بطور بہو آپکی خدمت بھی کرے تو آپ سب سے پہلے اپنے دل سے جہیز و سامان وغیرہ

کی غیر شرعی خواہش بالکل نکال دیں۔ اب میں صرف اور صرف نیکی نیت کر کے ہم اپنے گھر
میں ایک بیٹی کو لا رہے ہیں۔ اور ہمارے بیٹے کی جو ذمہ داری ہمارے اوپر تھی اسے پوری کر
رہے ہیں یہی سنت کی ادائیگی ہے۔ اگر یہ نیت نہیں تو پھر یہ تجارت ہے جو سنت کے نام پر کی
جا رہی ہے۔ جس کے بارے میں یقیناً ہم سے پوچھا ہوگا۔ تجربہ کرنے کیلئے ایک بچے کی
شادی بے غرض طریقہ پر کر کے دیکھ لیں بالقسم کہتا ہوں کہ پھر دیکھیں گھر کیسے جنت بنتا
ہے۔ کس طرح بہو آپ سے محبت کرتی ہے اور کس طرح بیٹا آپکی پیشانی چومتا ہے۔ دلوں
میں محبت ڈالنا اللہ رب العزت کا کام ہے اس سے بغاوت کے بعد یہ امید رکھنا کہ چند اور
وقتی نفع لینے سے یہ بھولے معاملوں کے نشتروں سے محبت پیدا ہو جائے گی تو یہ نری جہالت
کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ محبت کے دو میٹھے بول بہو سے بولیں اور بہو محبت کے دو میٹھے
بول ساس سے بول لے تو یہ سب سے بڑا وظیفہ ہے۔

اس سلسلہ میں گھر کے ذمہ دار اپنا کردار پورا ادا کرتے ہوئے وقت سے پہلے اپنے گھر
میں ایسا ماحول بنائیں کہ شادی سے پہلے ہی گھر والوں کے ذہن بنے ہوئے ہوں ساس کو بھی
یہ معلوم ہو کہ آنے والی بہو ہماری خادمہ نہیں وہ ہمارے بیٹے کی بیوی ہے اس کے ذمہ شرعاً
ہماری خدمت واجب نہیں اسی طرح بہو کی تھوڑی سی خدمت سے بھی ، دل خوشگوار رہے گا۔

اس لیے گھر کو جنت کا نمونہ بنانے کیلئے ادھر ادھر کے ماحول کے چکروں میں آنے
کی بجائے اسلام کی سیدھی سادی تعلیمات کو اپنایئے جس میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہی فائدہ
ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں ماحول کے چکروں میں جو لوگ پھنسے ہیں ان کے دینی و
دنیاوی ، جانی و مالی نقصانات پر اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات گواہ ہیں۔

مثالی نوجوان

قیامت کے روز پانچ سوالات

روز محشر ہر انسان کو اللہ کے سامنے پانچ سوالات کا جواب دینا ہوگا۔ ان میں ایک سوال
یہ بھی ہوگا کہ جوانی کس مشغلہ میں گزاری؟ عربی کا مقولہ ہے الشباب شعبة من الجنون۔
یعنی جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ میرے کیا منصب اور کیا ذمہ داریاں

ہیں۔ اس مضمون میں معاشرے میں پائے جانے والے تین قسم کے نوجوانوں کا ذکر ہے۔

پہلی قسم: پہلی قسم کے نوجوان وہ ہیں جو نہ اپنے اوقات کی خبر گیری رکھتے ہیں نہ اپنے وقت کو قیمتی جانتے ہیں۔ ان کا مشغلہ اور اوقات کو ضائع کرنا ہی ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ اس قسم کے جوانوں سے درخواست ہے کہ وہ وقت کو ضائع نہ کریں۔ چاہے دنیاوی مشاغل ہی کیوں نہ ہوں اپنے اوقات کو مصروف رکھیں ورنہ بیکار آدمی پر شیطان کا بہت حملہ ہوتا ہے۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی قیمتی ہے

دوسری قسم: دوسری قسم نوجوانوں کی وہ ہے جو اگرچہ بیکار وقت تو ضائع نہیں کرتے لیکن روزگار اور معاش کے سلسلے میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔ اور مالی مشکلات کی وجہ سے پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں لیکن اللہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ اس قسم کے نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لیں۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک جوان کی توبہ بہ نسبت بوڑھوں کی توبہ سے زیادہ عزیز ہے۔ اور ایک اور حدیث نبوی میں کثرت استغفار پر بھی ہے کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔ اور دوسری حدیث کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے والے سے رزق کی تنگی اور محرومی ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے نوجوان رزق کے حصول کی خاطر استغفار کریں، گناہوں سے بچیں اور نمازوں کا اہتمام کریں جن پر اللہ کی طرف سے بھی رزق کے وعدے ہیں۔ ہمارے ایسے نوجوان ایک بار ان اسباب کو بھی اختیار کر کے دیکھ لیں۔ پھر دیکھیں کیسے حالات بدلتے ہیں اور رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔

تیسری قسم: یہ وہ نوجوان ہیں جو بیکار تو نہیں رہتے ہیں اور نہ ہی رزق کے معاملے میں پریشان ہیں لیکن وہ زندگی ایسی گزار رہے ہیں جو خدا بیزار زندگی ہوتی ہے۔ حالانکہ چاہیے حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ مال کمانے کے چکر میں اپنے پیدا کرنے والے کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ہر وقت اچھی خوراک اور اچھی پوشاک کی فکر میں رہتے ہیں۔ مال کو اللہ کی نافرمانی میں ضائع کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی بندگی اور اس کے احسانات کا تصور بھی نہیں ہوتا۔ شرعی احکام کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ مادر پدر آزاد زندگی گزارتے ہیں۔

انہیں بھول کر بھی یاد نہیں آتا کہ ہم دن بدن موت کے قریب ہو رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے "تم میں بہتر وہ جوان ہے جو بوڑھوں کے مشابہ ہو اور بدتر بوڑھا ہے جو جوانوں کی مانند ہو" یعنی جوانی میں یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو بوڑھا یعنی موت کے قریب جانے۔

زندگی بہرحال گزر جانے والی ہے۔ جوانی کے نشے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی حد درجہ خسارے والی اور آخرت میں ناکامی کا باعث ہوگی۔ آج بھی اگر ہم سچے دل سے گناہوں کی معافی مانگ کر رب تعالیٰ کو راضی کر لیں تو زندگی بھی پرسکون ہو جائے گی اور آسمان کے فرشتے بھی ایسے جوانوں پر رشک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ بوڑھے نہیں

میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری صحت جواب دے چکی ہے۔ اب تو میں کسی کام کا نہیں رہا بمشکل مسجد تک جاتا ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ وغیرہ۔ اس طرح کے جملے شب و روز بڑی عمر کے حضرات سے سننے میں آتے ہیں۔ اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب چالیس پچاس سال کے تنومند جوانوں سے بھی اس قسم کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔

جوانی کی طرح بڑھاپا بھی ایک حقیقت ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں لیکن قبل از وقت خود کو بوڑھا تصور کر کے اپنی ہمت و قوت کو نفسیاتی طور پر ختم کر لینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ حالانکہ فطرت کا سبق تو یہ ہے کہ انسان میں صحیح عقل و شعور چالیس برس کے بعد اجاگر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو چالیس برس کی عمر کے بعد خلعت نبوت سے نوازا گیا۔ اس لئے چالیس پچاس سال کی عمر میں خود کو بوڑھا سمجھنا ایک مہلک غلط فہمی ہے جو انسان کو وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح کہ اسلام میں بوڑھوں، ضعیف و ناتواں لوگوں کے حقوق اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے کا سبق دیا گیا ہے لیکن شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ کمزور مسلمان کے مقابلہ میں قوی کو پسند کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اس لئے شروع سے ہی اپنی صحت کی حفاظت کی جائے کہ اس عظیم نعمت کے بارہ میں روز قیامت سوال ہوگا۔

ہمارے بزرگوں میں سے اکثر حضرات کا یہ حال تھا کہ کثرت سالی، امراض اور ضعف کے باوجود کسی پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے تمام کام خود سرانجام دیتے اور سارے معمولات میں بھی ذرا فرق نہ آتا۔ یہ سب دین کی برکت تھی کہ کبرسنی کے باوجود آنکھوں کی بصارت صحیح، زبان کا تلفظ صحیح، دماغ پورے، کمر سیدھی، چلنے میں وہی وقار، کھانے پینے میں معمولی پرہیز، یقیناً دین کی برکت سے اللہ پاک اپنے بندگان خاص کو ایسی عظیم نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ ورنہ آج ذرا عمر میں زیادتی ہوئی اور بچپن کی طرف قدم قدم پر پابندی لگ جاتی ہے اور دنیا کی فراوانی کے باوجود انسان خود کو قیدی محسوس کرتا ہے۔ اس لئے ہمت سے کام لیجئے کہ صحت عمر ڈھل رہی ہے اور ضرورتاً معمولی ورزش اور دوسری حفاظتی تدابیر اختیار کیجئے اور اپنے دل و دماغ سے اس تصور کو کھرچ ڈالئے کہ میں اب بوڑھا ہو کر کسی کام کا نہیں رہا۔ اللہ پاک سے صحت و عافیت کا سوال کیجئے کہ اللہ پاک زیادہ سے زیادہ ہمت و قوت عطا کریں اور میں اس نعمت کو دین اسلام کی خدمت میں صرف کروں۔ جو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زیادتی عمر کے باوجود اولاد نرینہ سے نواز سکتا ہے۔ جو بڑھاپے میں زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دے سکتا ہے وہی اللہ آج بھی قادر ہے کہ خدمت اسلام کیلئے کمزور اعصاب کو قوی کر دے جھکی کمر کو سیدھا کر دے۔ خدمت دین کے واسطے سے دعا کرتے ہی ہر شخص روحانی طور پر یہ تبدیلی محسوس کر سکتا ہے کہ گویا کسی نے طاقت کا انجکشن لگا دیا ہو۔

عمر کے کسی بھی حصے میں انسان اصول فطرت سے انحراف کر کے خوش گوار زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس لئے جس کی زندگی جس قدر فطرت کے قریب تر ہوگی اتنی ہی خوشگوار اور پرسکون ہوگی۔ خاوند بیوی کا تعلق ایسا فطری ہے کہ اس سے ہٹ کر گزاری جانے والی زندگی معاشرتی، نفسیاتی اور جسمانی گوناگوں امراض و پریشانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کتنے ہی ایسے حضرات دیکھنے میں آتے ہیں کہ بالکل صحیح تندرست ہیں۔ مالی حالات بھی مستحکم ہیں ان سب کے باوجود ان کے پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ اب تو زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں مزید کریدنے پر معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اولاد جوان ہے۔ معاشرے کی تنگ نظری کے پیش نظر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ نکاح ثانی کر کے اپنی زندگی کو فطرت کے

قریب کیا جائے یہ بھی مشاہدہ ہے کہ آخری عمر میں جو خدمت بیوی کر سکتی ہے وہ اولاد نہیں کر
سکتی۔ کتنے ہی لوگوں نے مشورے سے ان حالات میں عقد ثانی پر غور کیا تو اللہ نے رفیقہ
سے نوازا۔ نیک بیوی کی برکت سے روزی کی تنگی بھی دور فرما دی گئی۔ فطرت کے اس اصول
کی برکت سے انسان معاشی طور پر بھی پریشانیوں سے بچ جاتا ہے اور وہ خود کو معاشرہ کا
قابل قدر تصور کرتا ہے جس سے ہمت جواں، دل شاداں اور نظر شاداب رہتی ہے۔

کیسے کیسے اللہ والے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد حفظ قرآن شروع
کیا تو حافظ بن گئے، علم دین حاصل کرنا شروع کیا تو عالم بنے، کسی اللہ والے سے تعلق قائم کیا تو
صاحب نسبت بزرگ بن گئے اس لئے یہ سمجھنا کہ پچاس پچپن برس کی عمر کے بعد اب ہم کسی
کام کے نہیں رہے، محض ایک غلط فہمی ہے۔ زندگی وقت گزاری کا نام نہیں کہ عمر کا یہ اصل حصہ تو کوئی
یونہی فضول کاموں، مجلس آرائی میں یا بیکار گھروں میں پڑے رہنے میں گزار دی جائے۔

اب تک آپ نے خوب دنیا دیکھی اب آخرت کی کمائی کرنے میں لگئے اور آخرت کی
ترقی یعنی نیکیاں جمع کیجئے اور پھر سے اس حال میں جائیے کہ آپ کے اچھے تذکرے ہوں
اس کے ساتھ ساتھ اپنے آرام اور غذا کا بھی خاص خیال رکھیں۔ اولاد کیلئے چھوڑی جائیداد سب
سے اصول جاگیر جو ان کی زندگیوں کی خوشیوں سے بھر دے وہ ان کی صحیح دینی تربیت ہے۔ اس
جاگیر کے ہوتے ہوئے باقی دنیا کی چیزیں پیچھے ہیں اگر دینی تربیت نہیں تو کتنے لوگ اپنے بعد
لاکھوں کی جائیدادیں، بینک بیلنس چھوڑ کے مرے لیکن ان چیزوں نے ان کو کچھ بھی نفع نہ دیا۔
اس لئے اپنے آرام و راحت کو مؤخر کرکے اولاد کیلئے جمع پونجی سنبھال رکھنے سے بہتر ہے کہ خود
اپنے اوپر اعتدال کے ساتھ خرچ کی جائے اور بچوں کیلئے دینی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

اس سب کے ساتھ ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اپنے دل کی حفاظت کیجئے کہ دل بادشاہ
ہے۔ اس کو برے خیالات، مایوسی اور وساوس سے محفوظ رکھئے۔ اور نیک حضرات کی مجالس میں
بیٹھئے کہ بزرگوں کی صحبت دین و دنیا کے لئے اکسیر ہے۔ اسلئے اپنی سوچ بدلئے۔ اپنے حالات
بدلئے۔ حتی الامکان تدابیر کے ساتھ ساتھ دعا کا سہارا لیتے ہوئے ہمیشہ خوشگوار زندگی گزاریئے۔
ایک بزرگ کا قول ہے کہ قوی الایمان شخص کبھی بوڑھا نہیں ہوتا بلکہ بوڑھا وہ ہے جس کا ایمان

کمزور ہے اگرچہ بظاہر وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے اپنے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس کا طریقہ اعمال صالحہ کی بجا آوری ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی حفاظت میں لیتے ہوئے عافیت دارین کا معاملہ فرمائیں۔ آمین!

جدید ریسرچ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ انسانی زندگی میں نفسیات کا بڑا عمل دخل ہے۔ اگر ایک صحت مند نوجوان خود کو ضعیف و ناکارہ سمجھ کر اس خیال کو خود پر مسلط کرے تو وہ یقیناً خود کو بیکار کر بیٹھے گا۔ اسی طرح اگر کوئی بڑی عمر کا شخص اپنے عزم و حوصلہ اور ہمت کو بلند کر لے تو وہ ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتا ہے جو جوانوں کیلئے بھی قابل رشک ہوں۔

اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کی ہزاروں سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ہر دور میں ایسے خوش نصیب حضرات بکثرت موجود رہے جنہوں نے جوانی میں تو دین اسلام کی خدمت کی ہے لیکن عمر کے اس حصے میں بھی (جبکہ انسان خود کو بوڑھا سمجھ کر صاحب فراش ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی کو مجموعہ الامراض بنا لیتا ہے) کارہائے نمایاں سرانجام دیں جو تا قیامت ہمارے لیے مشعل راہ ہیں

ماضی قریب کی ایسی خوش نصیب شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی رحمہ اللہ کی ہے آپ کی پیدائش ۱۸۸۹ء میں الہ آباد کے شہر میں ہوئی 1902ء میں آپ بی اے کر رہے تھے کہ اس وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ الہ آباد تشریف لائے۔ آپ کو غائبانہ عقیدت تو پہلے سے تھی اب زیارت ملاقات اور صحبت میں شرکت کی تو دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور فکر آخرت کا غلبہ ہوا۔ تو فیصلہ کر لیا کہ یہ انگریزی تعلیم کا آخری سال ہے۔ اپنے نفس کو تنبیہ یاد دہانی کیلئے چند یہ جملے پرچے پر لکھ کر کہ "اے نفس مجھے ایک بڑے امتحان (حشر) کی بھی تیاری کرنی ہے۔ کب تک یہاں چھوٹے امتحان (بی اے) کی تیاری میں لگا رکھے گا اسی سال کے بعد اس کے بعد موقع نہ دیا جائیگا۔" اپنے کمرے کی دیواروں پر کئی جگہ چسپاں کر لیا تاکہ ہر وقت ذہن و نظر کے سامنے رہے۔ اسی طرح انگریزی تعلیم ترک کر کے دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے ۱۹۱۲ء میں خلافت سے نوازے گئے۔

۵۵ برس کی عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چونکہ تلاوت سے پہلے ہی کافی مناسبت تھی اس لیے اتنی عمر میں بھی بہت جلد حفظ کر لیا اور کئی سال تک تراویح میں بھی سناتے رہے۔ حضرت

موت کا تصور: دوسرا کام یہ ہے کہ وقت مقرر کر کے یہ سوچا کرے کہ دنیا کیا چیز ہے اور یہ دنیا چھوٹ جانے والی ہے اور موت کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں جیسے قبر اور منکر نکیر کا سوال اور اس کے بعد قبر سے اٹھنا اور حساب و کتاب اور پل صراط کا چلنا سب کو تفصیل کے ساتھ روزانہ سوچا کرو اس سے حب جاہ، حب مال اور تکبر، حرص، غیبت، حسد وغیرہ سب امراض جاتے رہیں گے۔

اصلاح میں آسانی کا طریقہ: اور اس میں آسانی پیدا کرنے کے لئے یہ طریقہ ہے کہ اگر کوئی کامل مرد اپنے محارم میں مل جائے (جن سے پردہ نہیں) تو اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائیں اس سے اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کا طریقہ پوچھ کر دل کی اصلاح کر لیں۔

اور اگر کوئی مرد ایسا نہ ملے تو کسی کاملہ (عورت) کی صحبت میں رہیں۔

اور اگر کوئی کاملہ بھی نہ ملے تو اپنے گھر کے مردوں کی اطلاع اور اجازت سے کسی دوسرے بزرگ سے بذریعہ خط و کتابت اپنی اصلاح کا تعلق رکھیں اور ان کو اپنے حالات کی خبر دیتی رہیں جو کچھ وہ لکھے اس پر عمل کریں اور اپنے گھر ہی میں رہیں، اور اس کے پاس جانے کی زحمت نہ اٹھائیں۔ اور اپنے گھر پر بزرگوں کے قصے اور ان کے حالات اور ملفوظات اور ان کی تصانیف کا مطالعہ جاری رکھیں اس سے بھی وہی نفع ہوگا جو پاس رہنے سے ہوا کرتا ہے اور اگر مردوں میں سے کسی کو بزرگوں کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو وہ بھی اسی طریقہ پر عمل کریں ان شاء اللہ اس طرح ان کا بھی دین کامل ہو جائے گا۔

یہ صورت تو عورتوں کے اصلاح کی آج کل نہیں ہو سکتی کہ وہ آپس میں ہم جنس (عورت سے) فیض حاصل کیا کریں اب تو دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جن عورتوں کے محارم (قریبی رشتہ داروں) میں سے کوئی کامل ہو وہ اس سے فیض حاصل کرے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ شوہر تو بعض جگہ ظالم ہوتا ہے ورنہ بیوی کا دوست تو ہے ہی۔ شوہر کی تعظیم و تکریم عورتیں اس درجہ نہیں کرتیں جتنی مربی (پیر) کی تعظیم ہونی چاہئے اور اس کے بغیر فائدہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بیوی کو شوہر سے ویسا اعتقاد بھی نہیں ہوتا جیسا دوسروں پر اعتقاد ہوتا ہے کہ اپنا شوہر کتنا ہی بڑا کامل ہو۔

بزرگوں کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ۔ ایسی صورت میں اگر عورتیں اپنے شوہر سے بھی فیض حاصل نہ کر سکیں اور اپنے محارم (قریبی رشتہ دار جن سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہوتا ہے) ان میں بھی کوئی کامل نہ ہو تو اب دوسری صورت یہ ہے کہ بزرگوں کی کتابیں اور انکے ملفوظات ومواعظ کا مطالعہ کیا جائے۔

بزرگوں کی تصانیف اور انکے ملفوظات میں بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت میں ہوتا ہے جب پھولوں کا موسم چلا جائے تو اب اس کی خوشبو گلاب سے حاصل کرنی چاہئے گلاب میں بھی پھول کی خوشبو لگی ہے اسی طرح آفتاب چھپ جائے تو اب چراغ سے روشنی حاصل کرنی چاہئے اہل اللہ کے کلام میں نور ہوتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے۔

بس اب عورتوں کیلئے بھی علم سے کمال دین حاصل کرنے کا آسان طریقہ بتا دیا آگے ان کی ہمت ہے عمل کریں یا نہ کریں۔ (از افادات حضرت تھانوی رحمہ اللہ ماہ نمبر 30)

نصیحت سے بھرپور ایک حدیث

آج کے اس نفس پرستی کے دور میں بے پردگی، بے حیائی، مردوں اور عورتوں کا جو اختلاط ہو رہا ہے الامان والحفیظ، اس طوفان کو روکنے کیلئے خدا ترس، برگزیدہ اکابرین نے ہر دور میں اپنی طاقت وہمت کے مطابق بہت زیادہ کوششیں کیں اور اب تک اپنی تحریروں، تقریروں میں اسکے سدباب کیلئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں مگر... آج بھی شہروں کے بازار اور چوک، سیرگاہیں وتفریح گاہیں بے پردہ مسلمان خواتین سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس میں ذرا بھی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

ہمارے خیال میں اس کوتاہی کے زیادہ ذمہ دار مرد حضرات ہیں اسلئے کہ ان کو گھر کا ذمہ دار مقرر کیا گیا ہے اور ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اہل خانہ کے دینی معاملات میں چشم پوشی ہرگز نہ کریں، تاہم خواتین پر بھی فرض ہے کہ وہ خود بھی دینی امور میں کوتاہی نہ کریں اگرچہ انکے مرد حضرات انکو نہ ٹوکتے ہوں، ذیل میں خواتین کی نصیحت وعبرت کیلئے ایک حدیث مبارکہ کا خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے جس میں خواتین کو چند گناہوں کے عذاب سے

خبردار کیا گیا ہے جن میں سے اہم گناہ بے پردگی ہے۔

چنانچہ حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے گئے۔ چنانچہ جب یہ دونوں حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہے اور آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں زار و قطار رو رہے ہیں؟

آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو قسم قسم کے ہولناک اور خوفناک عذابوں میں مبتلا دیکھا تھا آج ان عذابوں کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔

اسکے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کس کس کو کس کس طرح کا عذاب ہو رہا تھا؟ چنانچہ آپ نے فرمایا

کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے اور اسکا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جہنم میں ہونا ہی کوئی کم عذاب نہیں مگر وہ اسکے ساتھ ساتھ بالوں کے بل لٹکی ہوئی بھی تھی تو یہ کس قدر تکلیف دہ صورت ہوگی۔

دوسری عورت کو دیکھا کہ وہ زبان کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی تھی۔ یہ عذاب کی صورت تو پہلی صورت سے بھی خطرناک ہے۔ اسلئے کہ زبان تو بہت نازک عضو ہے۔

تیسری عورت کو دیکھا کہ وہ چھاتیوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

چوتھی عورت کو دیکھا کہ اسکے دونوں پاؤں سینے کیساتھ بندھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ پیشانی کیساتھ بندھے ہوئے ہیں اور جہنم میں جل رہی ہے۔

پانچویں عورت کو دیکھا کہ اسکا چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے مگر

مثالی بیوی

مثالی بیوی کے حقوق وفرائض

نیک بیوی کی صفات

خواتین کیلئے گھریلو ذمہ داریاں

بڑا اجر وثواب کی خوشخبریاں

اولاد کی تربیت کیلئے دلچسپ واقعات

زریں اُصول وہدایات

میکے سے سسرال تک... شوہر کی اطاعت

خواتین اور نماز... چند مثالی برگزیدہ خواتین

ماضی قریب کی چند نیک خواتین

آج کل کے آزاد ماحول میں جب کسی کو دین پر عمل کرنے کا مشورہ دیا جائے تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ دین پر عمل کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے ہمارے بس کی بات نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ محض نفس کا بہانہ ہے ورنہ دین پر عمل کرنا تو نہایت سہل ہے بشرطیکہ انسان کچھ ہمت کرے اور عمل کرنے کا ارادہ بھی ہو۔

جب اپنا ہی دل نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں   ورنہ کام ایک اور طریقے ہزار ہیں

ذیل میں ماضی قریب کی چند خواتین کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی ہمت کو دیکھ کر کسی اور کو بھی دین پر عمل کرنے کی ہمت ہو جائے۔

واقعہ نمبر ۱: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں حضرت کی جلالت شان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ حضرت قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں اور آج برصغیر میں مدارس کا پھیلا ہوا مبارک جال آپ کی محنت کا ثمرہ ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہ انتہائی درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے اور دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی خود کو بالکل مٹایا ہوا تھا آپ کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ آپ کوئی بڑے عالم یا بزرگ ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ راہ چلتے ہوئے کسی شخص نے آپ کو جولاہا سمجھ کر سوال کیا کہ آج کل سوت کا کیا بھاؤ ہے مگر حضرت نے اس کو برا نہیں سمجھا بس اتنا فرمایا کہ بھائی آج کل بازار جانا نہیں ہوا اور بھی آپ کے اس قسم کے واقعات ہیں جن سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے اور جب حضرت قدس سرہ کی شادی ہوئی تو آپ کی اہلیہ دیوبند کے ایک معتبر زمیندار کی بیٹی تھیں جس کو والد کی طرف سے خوب زیور ملا تھا چونکہ حضرت قدس سرہ کو دنیا کی کوئی رغبت اور محبت نہ تھی اس لئے چاہتے تھے کہ گھر والی کو بھی سونے چاندی اور دولت کی چمک دمک اور محبت سے دور رکھیں اس لئے پہلی شب میں ہی

ابا سے فرمایا کہ تم کون ہو اور ہم کون؟ میری سونے کی یہ چیز منگوانے کی؟ اہلیہ نے بلا تکلف عرض کیا کہ میں تو آپ کی کنیز ہوں اپنی سونے کا کیا سوال؟

تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سارا زیور مجھے دیدو چنانچہ بلاتامل اہلیہ نے زیور اتار کر دیدیا جو کہ دارالعلوم دیوبند کے سرمایہ میں داخل کر دیا گیا والدہ نے بچی کو دوبارہ زیور لاکر دیا تو دوبارہ بھی یہی معاملہ ہوا۔ ماشاء اللہ کیسی دیندار عورت تھی کہ جان و دل سب کچھ شوہر پہ نچھاور کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ سونا چاندی عورت کی کمزوری ہے مگر حضرت قدس سرہ جانتے تھے کہ اہلیہ دنیا کی محبت میں پھنس کر کہیں اپنا ٹھکانہ جنت کا نقصان نہ کر بیٹھے اس لئے آپ نے ان کو اس نقصان سے بچانے کے لئے سونے چاندی سے آزاد کر دیا۔

واقعہ نمبر ۲: ۔ اسی طرح اکابرین دیوبند میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی شخصیت بھی ہے حضرت گنگوہی قدس سرہ بھی تقویٰ اور دینداری میں اپنی مثال آپ تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ میں خوب ملکہ عطا فرمایا تھا آپ نے سنت و بدعت کی خوب وضاحت فرمائی اور بتایا کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟ آپ کو ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گنگوہی کو منبر پر کھڑا کر کے سو مسائل پوچھے جن کے آپ نے بالکل صحیح جواب دیئے تو وہیں پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت عطا فرمائی۔
جب حضرت اتنی بڑی شخصیت تھی تو اس کا اثر اولاد پر ہونا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے چنانچہ آپ کی صاحبزادی کے متعلق لکھا ہے کہ جب ان کا نکاح ہوا تو ان کے شوہر بالائی آمدنی سے احتیاط نہیں کرتے تھے حضرت کی صاحبزادی نے پہلے ہی دن شوہر سے کہا کہ جب تک آپ رشوت سے توبہ نہ کرو گے میں آپ کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گی چنانچہ انہوں نے توبہ کر لی سبحان اللہ! اسی کو کہتے ہیں تقویٰ اور دینداری حالانکہ ایسے وقت میں عورت کو روپیہ وغیرہ کا لالچ ہوتا ہے بالخصوص وہ عورت جس کو والدین کی طرف سے بھی کچھ دیا جاتا ہو زیور اور سامان دیا گیا ہو مگر پھر بھی ان کو دین کا خیال دنیا پر غالب رہا اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟؟ آپ کی تربیت ہی ابتداء سے ایسی کی گئی تھی کہ جس سے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ کم ہو مگر حلال ہو۔

راقم تحریر عرض ہے اور ہمارے حضرات دیوبند سے ایک حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ بھی گزرے ہیں حضرت تھانویؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم وعمل سے خوب نوازا تھا اور علماء نے آپ کو مجدد وقت قرار دیا ہے اور ہمارے علماء دیوبند میں سے سب سے زیادہ مواعظ وملفوظات حضرت تھانوی کے محفوظ ہیں اور شائع ہوئے ہیں یہ آپ کی اتنی بڑی کرامت ہے جو لاکھوں میں بھی کسی کی ممکن نہیں اور حضرت کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح میں بھی بہت زیادہ ملکہ عطاء فرمایا تھا کبھی بھی کوئی روحانی مریض آپ سے لاعلاج نہیں لوٹا دو باتوں کا آپ کو بہت ہی زیادہ اہتمام رہتا تھا ایک معاملات کی صفائی دوسرے یہ کہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور متعلقین کو بھی ان دونوں باتوں کی تاکید فرماتے تھے حضرت کی دو شادیاں تھیں بڑی اہلیہ تھیں ذیل میں ان کے کچھ حالات عرض کئے جاتے ہیں حضرت تھانویؒ بڑی صاحبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ کام تمہارے کرنے کا ہے وعظ کہاں تک اثر کرے گا اس رسم کو توڑ دو اور عورتوں کو سمجھاؤ کہ میت کے گھر پر کھانا پینا بہت برا ہے ایک تو ان پر موت کا صدمہ ہوا اور دوسرا صدمہ ان پر یہ ڈالا جائے کہ آنے والیوں کے کھانے پینے اور پان چھالیہ کا انتظام کریں بہت شرم کی بات ہے میرے گھر میں اس سے پہلے کہیں شادی غمی میں نہیں جاتی تھیں کیونکہ اکثر جگہ منکرات ہوتے ہیں مگر میں نے اس غرض سے ان کو غمی میں جانے کی اجازت دیدی اور یہ کہہ کر دین کا کام ہے تمہیں بھی شرکت کرنی چاہئے چنانچہ انہوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور میت کے گھر پر کھانے پینے سے منع کیا اول اول تو کچھ لوگوں نے ناک منہ چڑھایا کہ ہم ایسے گئے گزرے مفلس ہیں کیا جو آنے والیوں کے لئے پان چھالیہ کا بھی انتظام نہ کر سکیں؟ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں سب مستورات نے اس پر عمل شروع کر دیا اور اب میت کے گھر کوئی نہیں کھاتی۔

حضرت تھانویؒ کی اہلیہ کے حالات سے چند باتیں خواتین کیلئے قابل عمل ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ شادی وغمی کی تقریبات میں نہیں جاتی تھیں عورتوں کی دین ودنیا کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ گھروں میں رہیں ادھر ادھر جانا تقریبات میں یا گھومنا پھرنا اس میں بہت سے نقصانات ہیں مثلاً نمازوں کا فوت ہونا بے پردگی وغیرہ۔

۳۔ ذرا سی ہمت سے کتنی بری رسم کا خاتمہ ہو گیا اس لئے رسومات کو ختم کرنے میں خواتین کو بھی کوشش کرنی چاہیے اور آپس میں دین کی بات چلاتے رہنا چاہیے۔

۴۔ انسان جب خود عمل کرتا ہے تو اس کی تبلیغ کا زیادہ اثر ہوتا ہے اسلئے زیادہ توجہ اپنے عمل کی طرف ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ خود تو عمل کرے نہیں اور دوسروں کو تبلیغ کرے کیونکہ اس کا زیادہ اثر نہ ہوگا۔ (تحفہ نمبر 23)

سب سے زیادہ راحت پہنچانے والی بیوی

خدا تعالیٰ نے میاں بیوی کا تعلق ہی ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان راحت نہیں دے سکتا بیماری میں بعض دفعہ سارے عزیز الگ ہو کر ناک منہ چڑھانے لگتے ہیں مگر بیوی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شوہر کو اس حال میں چھوڑ دے وہ شوہر کو بیماری میں سب سے زیادہ راحت پہنچاتی ہے۔

غربت میں بھی بے مثال دوست

بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہو سکتا، تجربہ ہے کہ افلاس و مصیبت کے زمانہ میں سب احباب (دوست) الگ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ماں باپ انسان کو چھوڑ دیتے ہیں مگر بیوی ہر حال میں مرد کا ساتھ دیتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں۔

جاں نثاری:۔ بیوی کیسی بھی ہو پھوہڑ ہو یا بدتمیز اس نے تمہارے واسطے اپنی ماں کو چھوڑا، اپنے باپ کو چھوڑا، سارے کنبے کو چھوڑا، اب اس کی نظر صرف تمہارے اوپر ہے جو کچھ ہے اس کے لئے ایک شوہر کا دم ہے بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ کی خاطر اس نے سب تعلقات چھوڑ دیئے چنانچہ اگر اس کے ماں باپ یا کسی عزیز کے ساتھ شوہر کی ان بن ہو جائے تو عورت عموماً شوہر کا ساتھ دیتی ہے ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتی مگر اس پر بھی بعض مرد ان سے بہت زیادتی کرتے ہیں لیکن بیوی اس کے باوجود ان پر فدا رہتی ہے انسانیت کی بات یہی ہے کہ ایسے وفادار کو کسی قسم کی تکلیف نہ دو۔

گھر کے انتظام میں بیوی کی اہمیت

بیوی کے بغیر گھر کا انتظام درست نہیں ہو سکتا، بس مرد کا کام تو اتنا ہے کہ یہ مادہ (سامان) جمع کر دیتا ہے پھر ہیئت (صورت و ترتیب) عورتوں ہی سے بنتی ہے میں نے بعض رؤسا (مالداروں) کو دیکھا ہے کہ مال و دولت ان کے پاس بہت ہے مگر بیوی نہ تھی تو ان کے گھر کا کچھ بھی ڈھنگ نہ تھا۔ لاکھ باورچی رکھو، نوکر رکھو وہ راحت کہاں جو بیوی سے ہوتی ہے، باورچی تو تنخواہ کا ملازم ہے ذرا ایک دن تم نے کوئی سخت بات کہہ دی تو وہ ہاتھ جھاڑ کر چلا جائے گا پھر مصیبت کا سامنا ہے، روٹی اپنے ہاتھ سے پکاؤ، چولہا جھونکو، برتن دھوؤ اور بیوی سے یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ مرد کو اپنے ہاتھ سے پکانے دے۔

بیوی کے بغیر گھر کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا چاہے تم لاکھ خادم رکھو، بعض لوگوں کو دیکھا ہے جن کی معقول تنخواہ تھی مگر بیوی نہ تھی نوکروں کے ہاتھوں میں خرچ تھا جس کی وجہ سے ان کا گھر کا خرچ بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ حد نہیں نکاح ہی کے بعد پورا انتظام ہوا، اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی کرے تو یہی بہت بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں اور منتظم (انتظام کرنے والے) کی بڑی عزت و قدر کی جاتی ہے، دیکھئے وائسرائے (گورنر) ظاہر میں کچھ کام نہیں کرتا کیونکہ اس کے ماتحت اتنا بڑا عملہ کام کرنے والا ہوتا ہے کہ اس کو خود کسی کام میں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر اس کی جو اتنی بڑی تنخواہ اور عزت ہے محض ذمہ داری اور انتظام کی وجہ سے ہے، بے شک بیویوں کا بھی کام اتنا بڑا ہے جس کا عوض نان نفقہ (روٹی کپڑا) نہیں ہو سکتا مگر ہم تو (ان) شریف زادیوں کو دیکھتے ہیں کہ خود بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا بہت کام کرتی ہیں خصوصاً بچوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں، یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما بھی بیوی کی برابری نہیں کر سکتی۔

خدمت گزاری

عورتوں کی خدمت کا میرے اوپر خاص اثر ہے ہر وقت کام کرتی پھرتی ہیں ان کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا (یعنی مردوں کا محتاج ہونا) معلوم نہیں

ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آ جاتی تمہارے سامنے کپڑے کے عوض میں یہ بال تمہاری اتنی قدر خدمت کرتی ہیں کہ اتنی تنخواہ میں کوئی نوکر یا ماما تمہاری ہرگز نہیں کر سکتیں جس کو شک ہے وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھ کو تین چیزیں محبوب ہیں: عورت، خوشبو اور مسواک ان کے حرکات و سکنات و مکالمات (ملاحظ عین) قابل توجہ ہیں (اس لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پسند کیا اس کی وجہ شہوت نہیں۔

بیوی کے حقوق

ایک حق تو اس واسطے ہے کہ وہ بے کس و بے بس ہے دوسرے اس واسطے بھی حق ہے کہ وہ تمہاری دوست ہے اور دوستی کی وجہ سے حق بڑھ جاتا ہے۔

بیوی اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے کہ اس سے دین کی حفاظت اور خیالات فاسدہ کی روک ہوتی ہے اس لئے وہ بڑی محسن ہے جو لوگ دین دار ہیں وہ اس احسان کی قدر کرتے ہیں۔ بیوی دین و دنیا دونوں کی معین (مددگار) ہے اس لئے اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے کیونکہ اس میں چند در چند خصوصیات (بہت زیادہ فوائد و مصلحتیں) ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے بہت سے حقوق ہیں۔

شوہر سے محبت

برصغیر پاک و ہند کی عورتیں حور ہیں ہیں حسن و جمال میں نہیں بلکہ اخلاق میں، چنانچہ مردوں پر فدا ہیں اور مردوں کی ایذا کو ہر طرح سہتی ہیں اور صبر کرتی ہیں بعض مقامات میں روزانہ خلع طلاق ہوا کرتی ہے برصغیر میں حالت یہ ہے کہ اول تو کوئی عورت خلع وطلاق کو گوارا نہیں کرتی اور جو کسی مصیبت میں خلع کی درخواست کرتی بھی ہے تو یہ حال ہوتا ہے کہ کانپور میں ایک قاضی صاحب کے کہنے پر مرد خلع پر راضی ہو گیا پھر جب اس نے عورت کو طلاق دے دی تو طلاق سنتے ہی وہ عورت دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ ہائے میں برباد ہو گئی میں تباہ ہو گئی حالانکہ خود اس کی درخواست پر مرد نے طلاق دی تھی۔

میں تجربے سے بقسم کہتا ہوں کہ یہاں عورتوں کی رگ رگ میں خاوند کی محبت گھسی ہوتی ہے۔

پاک دامنی

برصغیر کی عورتیں پاکدامنی کی صفت میں تمام ممالک کی عورتوں سے ممتاز ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مرد بدصورت ہوتے ہیں مگر ان کی بیویاں سوائے شوہر کے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں، واقعی برصغیر پاک و ہند کی عورتیں تو اس صفت میں حور ہیں ہیں گھروں میں بیٹھنے والیاں تو ہیں ہی یہاں کی باہر جانے والیاں بھی اکثر پاک وصاف ہیں جب گھر سے نکلتی ہیں تو نگاہیں نیچے کئے ہوئے گھونگھٹ نکالے ہوئے، میں کہتا ہوں کہ مردوں میں فی صدی ایک نکلے گا جو نظر یا خیال سے محفوظ ہو اور عورتوں میں شاید فی صدی ایک نکلے جو ناپاک ہو بعض عورتوں کو عمر بھر غیر مرد کا وسوسہ بھی نہیں آتا۔ (انفاسات حکیم الامت حضرت تھانوی جلد نمبر 36)

کردار کی عظمت

کردار بظاہر چھوٹی سی اور سستی قیمت چیز ہے مگر اس کردار کے ذریعے دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز خریدی جا سکتی ہے، لوگ تلوار کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر کردار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آج یورپ کے لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا تھا ان سے یہ سوال ہے کہ مکی دور میں تو کوئی تلوار نہیں چلی تھی پھر اتنے لوگوں کو کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع کر دیا تھا جو کہ جان کی بازی لگانے کے لئے بھی تیار ہو جاتے تھے۔ اچھی طرح جان لیں کہ وہ کردار کی تلوار تھی جس نے لوگوں کے سینوں کو نور ایمان سے منور کر دیا اور لوگ دیوانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہوتے تھے۔

عورت کا کردار: آج بچے کو تنقید کی ضرورت نہیں بلکہ نمونہ کی ضرورت ہے بچے کے لئے بہترین کردار کے نمونہ کی ضرورت ہے تاکہ اس کی کردار سازی اچھی طرح سے ہو سکے والدین کو چاہئے کہ وہ بچے کے سامنے ایسا کردار پیش کریں تاکہ وہ بھی اچھی خوبیاں اپنے اندر جذب کر سکے خالی باتیں بچے کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتیں، بچہ جو کچھ ہوتا دیکھتا ہے وہ اپنا لیتا ہے اس لئے آئندہ نسل کو با کردار بنانے کیلئے پہلے والدین اپنے آپ کو باکردار بنا لیں، ہر عظیم انسان کے پیچھے کسی باکردار عورت کا ہاتھ ہوتا ہے چاہے وہ عورت کسی بھی روپ

میں ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ہاتھ تھا، جو ابتدائے وحی کے دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتی تھیں، حضرت عمرؓ کے پیچھے ان کی بہن کا ہاتھ تھا جو ان کے ایمان لانے کا سبب بنی تھیں۔ حضرت عکرمہؓ کے ایمان کے پیچھے ان کی بیوی کا ہاتھ تھا، حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ان کی ماں کا ہاتھ تھا جس نے انہیں وصیت کی تھی کہ بیٹا چاہے کچھ بھی ہو جائے جھوٹ نہیں بولنا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے بھی ان کی ماں کا ہاتھ تھا جو ہمیشہ انہیں باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ان کی ماں کا ہاتھ تھا، جنہوں نے یہ بات بتا رکھا تھا کہ تم اپنے بیٹے کو اللہ پر اعتماد اور محبت سکھاؤ گی تو سارا دین آسان ہو جائے گا۔ (تحفات فقیر)

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب ابھی طالب علم تھے تو ان کی والدہ محترمہ نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ میں آپ کے لئے یوں دعا مانگتی ہوں۔ (شمارہ نمبر 36)

سدا سے ترے مجھ پہ انعام ہیں
ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں

جو مانگا دیا اور دیا بے طلب بھی
نہیں تیرے در سے محروم کب

تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی
کبھی لائی جو حاجت وہ منظور کی

ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا
جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا

تری شان رحمت سے ہے یہ بعید
پھرے در سے تیرے کوئی ناامید

کرم کر میرے حال پہ بھی
کریم کہ ہے نام تیرا غفور و رحیم

مری سعی و کوشش نہ برباد کر
ترے در پہ آئی ہوں امداد کر

دعا جلدی میری یہ ہو مستجاب
علی ہو تیرے فضل سے کامیاب

وہ ہو کامیابی جو ہو ارجمند
ہو اسکی مقصد جو کہ ہو سودمند

نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب
تمنائیں بر آئیں میری یہ سب

خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر
یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر

جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیں — سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں
یہ سب تین بھائی رہیں شاد کام — جہاں میں ہو مقبول ان کا کلام
خزاں میں جو ہے آج فصلِ بہار — یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار
یہ فضل یوں ہی رہے تاحیات ہو — بہتر کی بہتر حیات اور ممات

حضرت اُمِ سلیمؓ کی اسلام دوستی

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں ان کی دینداری اور اسلام دوستی کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ایک دو واقعات خواتین کی تعلیم وتبلیغ کیلئے ذکر کئے جارہے ہیں۔

پہلا واقعہ ان کے نکاح کے متعلق ہے حضرت ام سلیم قبل از نکاح اسلام قبول کر چکی تھیں جبکہ حضرت ابوطلحہ ہنوز حلقۂ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے، انہوں نے حالت کفر میں ہی ان کو شادی کا پیغام دیا، جواب میں ام سلیم نے کہلوایا کہ اے ابوطلحہ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تم نے ایک ایسی لکڑی کو معبود بنا رکھا ہے جسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی غلام نے گھڑا ہے؟ کہنے لگے کہ معلوم ہے۔ ام سلیم نے کہا کہ کیا تمہیں ایسی لکڑی کو معبود بناتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسے آدمی کا پیغام رد تو نہیں کیا جاسکتا مگر میں اسلام قبول کر چکی ہوں اور تم تاحال کفر پر ہو اگر تم بھی اسلام قبول کرلو تو یہی میرے لیے مہر کافی ہے۔

ابوطلحہ کہنے لگے کہ تم اس مرتبہ کی عورت ہو کہ اس کا یہ مہر نہیں ہوسکتا تو پھر میرا کیا مہر ہوگا؟ ام سلیم نے سوال کیا تمہارا مہر سونا چاندی ہوگا ابوطلحہ نے جواب دیا، ام سلیم نے کہا کہ مجھے نہ سونا پسند ہے نہ چاندی، بس اسلام پسند ہے چنانچہ حضرت ابوطلحہ کے دل میں بھی اسلام کی اہمیت پیدا ہوگئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کو آتے دیکھ کر فرمایا ابوطلحہ اس حال میں آرہے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے درمیان اسلام کا نور چمک رہا ہے چنانچہ ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا اس کے بعد ان کا حضرت ام سلیم سے نکاح بھی ہوگیا۔

جیسے دین میں پکی اور اپنے شوہر کی راحت کا خیال کرنے والی بن جائے تو ان شاء اللہ حضرت ام سلیم کے پڑوس میں جنت کے محلات ان کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 36)

عورت بہت جلد اللہ تعالیٰ کی ولیہ کیسے بن سکتی ہے؟

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب تم میں کوئی اپنے شوہر سے حاملہ ہوا اور اس کا شوہر راضی ہو تو صائم اور قائم کا ثواب ملتا ہے جب درد زہ ہوتا ہے تو اس کی راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اس قدر اس کے لیے رکھا گیا ہے کہ آسمان زمین والوں کو خبر نہیں جب بچہ دودھ پیتا ہے تو ہر گھونٹ پر نیکی ملتی ہے اگر بچہ کی وجہ سے رات کو جاگنا پڑے تو ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور فرمایا وہ عورتیں مراد ہیں جو شوہر کی اطاعت گزار ہوں۔

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بقدر اجازت و مقدار مناسب شوہر کے مال سے خیرات کرے تو اس کو بھی اس کے شوہر کو بھی پورا پورا ثواب ملتا ہے۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتو تمہارا جہاد حج ہے۔

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر نہ جہاد ہے نہ جمعہ نہ جنازہ اور (گھر بیٹھے ثواب)

(۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو وہ عورت پسند ہے جو شوہر کے ساتھ تو محبت کرے اور غیر مرد سے حفاظت کرے۔

(۶) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں پر جہاد ہے اور عورتوں پر رشک (کا ثواب) لکھا ہے مثلاً مرد نے دوسرا نکاح کر لیا جو عورت ایمان اور ثواب سمجھ کر اس رشک پر صبر کرے اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

(۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بی بی کو راحت پہنچانے پر تم کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عورتوں سے اچھی وہ عورت

ہے کہ جب خاوند اس کو دیکھے تو اس کو خوش کر دے جب حکم دے تو اطاعت کرے اور جان و مال سے اس کو ناراض نہ کرے۔

(۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ رحمت فرماوے شوہر پیٹنے والی عورت پر (کیونکہ اس شخص پر دہ اور ستر کھلے ہوتے ہیں)

(۱۰) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدکار عورت کی بدکاری ہزار بدکار مردوں کے برابر ہے اور نیک عورت کی نیکوکاری ستر اولیاء اللہ کی عبادت کے برابر ہے۔

(۱۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنے گھر میں گھر کا کام کرنا جہاد کے درجے کو پہنچتا ہے۔

(۱۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بیویوں میں سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

(۱۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء بنت یزید انصاریہ لوگوں کی طرف واپس جا کر عورتوں کو خبر کر دے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا اور حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا جویاں (مشتاق) رہنا اور شوہر کی مرضی کے مطابق چلنا مردوں کے جمعہ جماعت عیادت مریض اور حضور جنازہ حج اور عمرہ حفاظت سرحد اسلامی کرنے کے برابر ثواب ملے گا لہذا یہ خیال نہ کرو کہ اس وجہ سے مرد فوقیت لے گئے۔

(۱۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنی حالت حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک فضیلت اور ثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا مجاہد جو ہر وقت تیار رہتا ہے اور اگر اس عورت درمیان میں فوت ہو جائے تو شہید کا ثواب ملے گا۔

(۱۵) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب دودھ پلاتی ہے تو ہر گھونٹ پر ایسا اجر ملتا ہے جیسے کسی جاندار کو زندگی دے دی جب دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کندھے پر (شاباشی کے ساتھ) ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے کہ پچھلے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو گئے نئے سرے سے اب [illegible]۔

(۱۶) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یاد رکھو کہ تم میں جو نیک ہیں وہ نیک لوگوں سے پہلے جنت میں جائیں گے سرخ اور زرد رنگ کی سواریوں پر اور ان کے ساتھ خدام ایسے بچے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے موتی۔

(۱۷) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابو الدرداءؓ سے کہ اپنے گھر والوں پر وسعت سے خرچ کیا کرو۔

(۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مومن ہیں مگر ایمان کا کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہوں۔ (کنز العمال) (بیان از مضامین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ (شمارہ نمبر 35)

خواتین کیلئے خوشخبریاں

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا خواتین کیلئے خصوصی خطاب

۱۔ ایک حاملہ عورت کی دو رکعت کی نماز بغیر حاملہ عورت کی اسی رکعتوں سے بہتر ہے۔

۲۔ جو عورت اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ ایک ایک بوند پر ایک ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔

۳۔ جب شوہر پریشان حال گھر آئے اور اس کی بیوی اس کو "مرحبا" کہے اور تسلی دے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو 1/2 جہاد کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

۴۔ جو عورت اپنے بچے کے رونے سے رات بھر نہ سو سکے اللہ تعالیٰ اس کو بیس غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر دیتے ہیں۔

۵۔ جو شخص اپنی بیوی کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے اور بیوی شوہر کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ جو عورت اپنے شوہر کو اللہ کے راستے میں بھیجے اور خود گھر میں آداب کی رعایت کرتے ہوئے رہے وہ عورت مرد سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گی اور ستر ہزار فرشتوں اور حوروں کی سردار ہوگی۔ اس عورت کو جنت میں غسل دیا جائے گا اور "یاقوت"

کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خاندان کا انتظار کرے گی۔

۷۔ جو عورت اپنے بچے کی بیماری کی وجہ سے سو نہ سکے اور اپنے بچے کو آرام دینے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور اس کو بارہ سال کی مقبول عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۸۔ جو عورت اپنی گائے یا بھینس کا دودھ بسم اللہ شریف پڑھ کر دوہے تو وہ جانور اس عورت کو دعائیں دیتا ہے۔

۹۔ جو عورت بسم اللہ شریف پڑھ کر آٹا گوندھے اللہ تعالیٰ اسکی روزی میں برکت ڈال دیتے ہیں۔

۱۰۔ جو عورت غیر مرد کو دیکھنے جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتے ہیں جیسے غیر عورت کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح غیر مرد کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

۱۱۔ جو عورت ذکر کرتے ہوئے جھاڑو دے، اللہ تعالیٰ اس کو خانہ کعبہ میں جھاڑو دینے جتنا ثواب عنایت کرتے ہیں۔

۱۲۔ اگر تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔ (بخاری)

۱۳۔ جو عورت نماز اور روزہ کی پابندی کرے، پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے، اس کو اختیار ہے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

۱۴۔ دو افراد کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی، ایک وہ جو اپنے مالک سے بھاگا ہو، دوسری وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو۔

۱۵۔ جو عورت حاملہ ہو اس کی رات، عبادت کی رات اور دن روزہ میں شمار ہوتا ہے۔

۱۶۔ جب کسی عورت کا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کے لئے ستر سال کی نماز اور روزے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بچہ پیدا ہونے میں جو تکلیف برداشت کرتی ہے ہر رگ کے درد پہ ایک ایک حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

۱۷۔ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن کے اندر اندر فوت ہو جائے تو اس کو شہادت کا درجہ عطا ہوگا۔

۱۸۔ جب بچہ رات کو روئے، ماں بددعا دیئے بغیر دودھ پلائے تو اس کو ایک سال کی نماز اور روزے کا ثواب ملے گا۔

۱۹۔ جب بچے کا دودھ پینے کا وقت پورا ہو جائے تو آسمان سے ایک فرشتہ آ کر اس عورت کو خوشخبری سناتا ہے کہ اے عورت اللہ نے تجھ پر جنت واجب کر دی۔

۲۰۔ جب شوہر سفر سے واپس آئے اور عورت اس کو کھانا کھلائے اور اس دوران اس نے کوئی خیانت بھی نہ کی ہو تو اس عورت کو بارہ سال کی نفل عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۲۱۔ جب عورت اپنے شوہر کو کہے بغیر دبائے تو اس کو سات تولے سونا صدقہ کا ثواب ملتا ہے اگر شوہر کے کہنے پر دبائے تو سات تولے چاندی کا ثواب ملتا ہے۔

۲۲۔ جس عورت کا خاوند اس پر راضی ہو اور وہ مر جائے تو جنت اس پر واجب ہو گی۔

۲۳۔ ایک نیکوکار عورت ستر مردوں سے افضل ہے۔

۲۴۔ نیک بیوی کو ایک مسئلہ سکھانا اسی سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

۲۵۔ جنت میں لوگ اللہ کے دیدار کے لئے جائیں گے۔

۲۶۔ عورتیں نامحرم مردوں سے پردہ کریں، باریک کپڑے پہننے والی عورتیں لوگوں میں خوشی رکھنے والی عورتیں یعنی تکلف اور بناؤ سنگھار سے رہنے والی عورتیں جو تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی ان کو جنت کی خوشبو سونگھنے کو ملے گی۔ (مسلم)

۲۷۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں۔ ایک نے دوسری کو پتھر مارا، جس سے وہ اور اس کا پیٹ کا بچہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں یہ حکم دیا کہ پیٹ کے بچہ کا بدلہ غلام یا لونڈی کا ہے اور عورت کے قتل کا بدلہ اس عورت کی قوم پر ہے جس نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کے خون بہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹوں اور ان لوگوں کو وارث بنایا جو بیٹوں کے ساتھ تھے۔ (بخاری و مسلم)

۲۸۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔ (القرآن سورۃ احزاب آیت ۵۸)

دنیا و آخرت میں خواتین کیلئے انعامات

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا عورتوں میں کون سی عورت افضل ہے۔ سب خاموش تھے حضرت علیؓ گھر گئے حضرت فاطمہؓ سے پوچھ کر بتایا جو عورت غیر مرد کو نہ دیکھے اور نہ غیر مرد اس کو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری بیٹی ہے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے ایک عورت بہترین لباس اور چہرہ مزین کر کے آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو لباس سے روکو بنی اسرائیل پر لعنت اسی وجہ سے ہوئی۔ (ابن ماجہ)

۳۔ جو عورت خوشبو لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے وہ زانیہ ہے۔ (نسائی ترمذی)

۴۔ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے وہ خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور نہ غیر مرد کو گھر میں داخل ہونے دے اور نہ اپنے مرد کو گالی دے۔

۵۔ نیک عورت اپنے خاوند سے پہلے جنت میں جائے گی جنت کی حوروں سے ستر گنا زیادہ حسین ہوگی۔

۶۔ میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جن کا مہر تھوڑا ہو ام حبیبہؓ اور فاطمہؓ کا انگریزی روپیہ کے مطابق ۵۰۰ روپے مہر تھا۔

۷۔ شادی جتنی سستی ہوگی زنا اتنا مہنگا شادی جتنی مہنگی زنا اتنا ہی عام اور سستا ہوگا۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شادیاں دو سو درہم سے کیں۔

۹۔ جو عورت یا مرد کسی میاں بیوی کو لڑائے وہ میری امت سے خارج ہے۔ (ابوداؤد)

۱۰۔ طلاق سے اللہ کا عرش ہل جاتا ہے بلا وجہ طلاق مانگنے والی عورت جنت کی رحمت سے دور ہے۔

۱۱۔ جو عورت نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ خاوند کی اطاعت کرے جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

۱۲۔ ایک نیک عورت ستر مرد اولیاء سے بہتر ہے ایک بدکار عورت ہزار بد مردوں سے بری ہے۔

۱۳۔ جو عورت بچے کے رونے کی وجہ سے رات کو نہ سو سکے تو اس کو ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

۱۴۔ بچے کی ولادت کے بعد عورت کا غسل کرنا بھی اللہ کی سو سال کی عبادت سے افضل ہے۔

۱۵۔ جو عورت بچے کو دودھ پلاتی ہے اس کو ہر گھونٹ کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔

۱۶۔ جب میاں بیوی ایک دوسرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اللہ ان دونوں کو محبت سے دیکھتے ہیں۔

۱۷۔ جو عورت بچے کی بیماری کی وجہ سے رات کو جاگے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بارہ سال کی عبادت کا اجر ملتا ہے۔

۱۸۔ بچے کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں ہی دین سکھانے میں مدد دے۔

۱۹۔ جس مرد و عورت کے صرف لڑکیاں ہی پیدا ہوں اور انہوں نے اللہ سے شکوہ نہ کیا ہو وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۰۔ غیر محرم مرد ہو یا عورت کا چہرہ دیکھنے والی عورت پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

۲۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے حضرت ام سلمہؓ دیکھ کر بہت خوش ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سلمہ آج تم بہت خوش نظر آتی ہو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش کیوں نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے خاوند بھی ہیں۔ میرے گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سلمہ جو بیوی اللہ کے راستے میں جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر تم سے کتنی زیادہ خوش ہوتے ہیں (اس سے معلوم ہوا عورت کو چاہئے اپنے خاوند بھائی بیٹے کو اللہ کے راستے میں بھیجے اس کو برابر اجر ملے گا) حضرت ام سلمہؓ کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا تھا جس عورت کا خاوند اللہ کے راستے میں ہو وہ بیوی پردے سے گھر میں رہے یہ عورت دوسری عورتوں سے ۵۰۰ سال پہلے جنت میں جائے گی۔ یاقوت کے گھوڑے پر بیٹھ کر خاوند کا استقبال کرے گی۔ اعزاز و اکرام اور زیادہ کپڑے ہوں گے کہ ستر ہزار فرشتے اس کا لباس اٹھائیں گے۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا اس امت کا آخری شخص بھی اسی طریقے سے درست ہو گا جس طریقے سے اس امت کے پہلے افراد ٹھیک ہوئے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے جب تمہاری تجارتیں غلط ہو جائیں گی اور تم بیلوں کی دمیں پکڑ کر کھیتی میں خوش ہو جاؤ گے دین کی محنت چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا وہ اس وقت تک نہیں ہٹے گی جب تک تم دوبارہ دین کی محنت پر نہ آ جاؤ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی عورت ہے اور بہت زیادہ تسلی دینے والی ہے یعنی حضرت خدیجہؓ حضرت آسیہؓ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ہوں گی، بیوی بن کر دین پر قربانی کی وجہ سے۔ قیامت کے قریب عورتوں کی اتنی کثرت ہو گی کہ ایک مرد کو پچاس عورتوں کی خیر گیری کرنی پڑے گی۔ (شمارہ نمبر 27)

ہزاروں خواہشیں

ایک مشہور شعر کا پہلا مصرعہ ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

مطلب یہ کہ انسان کی بہت سی خواہشات اور آرزوئیں ہوتی ہیں اور وہ یہ چاہتا ہے کہ میری تمام تمنائیں پوری ہو جائیں اصل عقلمندی تو یہ ہے کہ ان خواہشات کو دل سے نکالا جائے اس لئے کہ یہ دنیا خواہشات پوری کرنے کی جگہ نہیں بلکہ جنت میں تمام خواہشات پوری ہوں گی۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ خواہشات کی تکمیل کیلئے محنتیں اور مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ اور انہیں بعض اوقات جائز و ناجائز حدود کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور اس مرض میں کیا مرد، کیا عورتیں سب ہی مبتلا ہیں۔ مثلاً خواتین کا یہ حال ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی فرمائش یا خواہش ان کے پیش نظر رہتی ہیں اگر ایک خواہش پوری ہو گئی تو فوراً دوسری تیار، وہ بھی پوری ہو گئی تو تیسری آ جاتی ہے الغرض کی فرمائشوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر کوئی نئی ورائٹی کا کپڑا بازار میں آیا ہے تو فوراً مطالبہ ہوگا کہ اس کا سوٹ لایا جائے خواہ پہلے سے درجنوں سوٹ موجود ہوں، کوئی نئے ڈیزائن کا جوتا نکلا ہے تو وہ دل نہ جائے چاہے گھر میں نئے نئے جوڑے جوتوں کے موجود ہوں، گھر میں ضرورت کے تمام برتن ہیں مگر کوئی نیا سیٹ برتنوں کا نظر آ گیا تو اسکی خریداری کی فرمائش ہوگی۔ زیورات موجود ہیں لیکن کسی دوسری عورت کے زیورات زیادہ نظر آ گئے تو فوراً خواہش کریں گی کہ زیورات میں اضافہ کیا جائے اور فلاں قسم

کا بار ، انکو کچھ دلوائی جائے بالغرض بس ہر وقت کوئی نہ کوئی انکی خواہش انکی زبان پر آئی ہی رہتی ہے اور اگر انکو سمجھایا جائے کہ فلاں چیز کی کیا ضرورت ہے؟ تو فوراً اس چیز کی ضرورت اور اہمیت بتلانے لگیں گی ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا جمع کرنا یا بڑھانا اسمیں بہت سے نقصانات اور مفاسد ہیں مثلاً (۱) ایسی عورتیں سامان کے جمع کرنے میں لگی رہتی ہیں ایک چیز ملنے کے بعد دوسری کی منتظر رہتی ہیں جبکہ کئی چیز اور نعمت کا شکر ادا نہیں کرتیں کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو محتاج اور ضرورت مند تصور کرتی ہیں انکے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے بلکہ یہ ذہن میں رہتا ہے فلاں فلاں چیز میرے پاس نہیں حالانکہ فلاں عورت کے پاس ہے۔

(۲) اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے شوہروں اور والدین کو مجبور کرتی ہیں جس سے انکی دل آزاری ہوتی ہے جو کہ مستقل ایک گناہ ہے۔ بالخصوص اگر شوہر یا والدین کی مالی حالت ابتر ہو تب تو ان سے مطالبات کرنے میں بہت ہی زیادہ دل آزاری کا احتمال ہے۔

(۳) جب خواتین اپنے مردوں سے اپنے مطالبات کی تکمیل کا بار بار مطالبہ کرتی رہتی ہیں تو مرد حضرات انکی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے جو بہت ہی خطرناک بات ہے اسلئے حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی دعا تک قبول نہیں ہوتی جسکا کھانا ، پینا ، پہننا حرام کا ہو وہ اسکے برعکس وہ عورتیں نہایت سعادت مند ہیں جو شوہروں سے یا والدین سے یہ کہیں کہ ہمیں روکھا سوکھا مل جائے اور حلال کا ہو ہم اسی پر راضی ہیں اور یہ ہمیں پسند نہیں کہ دنیا کی عیش و عشرت تو مل جائے اور آخرت میں جنت سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ (۴) ایک نقصان یہ بھی ہے کہ زیادہ مال نمود و نمائش کیلئے جمع کیا جاتا ہے تاکہ آنے والے یہ کہیں کہ انکے پاس تو بہت کچھ ہے اور یہ نمود و نمائش بھی ناجائز ہے۔

(۵) اور ایک گناہ یہ ہے کہ خواہشات کی تکمیل میں فضول خرچی ہوتی ہے جو کہ مستقل گناہ ہے اور فضول خرچ لوگوں کو قرآن میں شیاطین کا بھائی کہا گیا ہے۔

(۶) زیادہ ساز و سامان کی فکر میں آخرت سے اور اعمال صالحہ سے بے فکری اور غفلت ہو جاتی ہے جو مسلمان کیلئے انتہائی مضر ہے۔

(۷) اور مذکورہ چیزوں کو جمع کرنے سے دنیا کی محبت بڑھتی ہے جو کہ از روئے حدیث تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیوی خواہشات کی تکمیل میں اور بھی بہت سے نقصانات اور گناہ پائے جاتے ہیں بطور نمونہ کے چند بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کے پیش نظر ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والی خواہشات کو پورا کرنے کی فکر کی بجائے آخرت کی اور جنت کی تیاری کی فکر کرے اس کیلئے اس کو دنیوی آرزوئیں اور تمنائیں چاہے قربان ہی کیوں نہ کرنی پڑیں اسی میں دو جہانوں کی کامیابی اور راحت ہے۔

اسی کو حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی یوں فرماتے ہیں۔ (شمارہ نمبر ۴۴)

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو تیرے قابل (اے اللہ) بنانا ہے مجھے

بہترین بیوی

عورت کے حالات کا پورے گھر پر اثر پڑتا ہے۔ اگر عورت دیندار ہے تو دوسری عورتوں کو بھی دیندار بنا دیگی اگر عورت آزاد بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہو جائیگا۔

ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے بڑے دیندار تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے نماز روزہ کے پابند۔ اتفاق سے ان کے چپراسی کے یہاں شادی تھی اس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر والوں کو بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے۔ ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسرے اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں اس لئے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے لیکن چپراسی نے بہت اصرار کیا انہوں نے بھیج دیا۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک نیا لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جا رہا ہے اور ان کو کا تو کوئی پوچھتا ہی نہیں عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہے تو بتایا گیا تحصیلدار صاحب کی بیگم ہیں ان کی اور ذلت ہوئی۔ بس وہاں سے آ کر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی مجھے ذلیل و رسوا کیا۔ چپراسی اور نوکر ان کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں۔ نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے

ہوتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا اور زیور سے بالکل خالی۔ تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ ادارے جتنی تنخواہ دیتا ہے اسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں بیگم صاحبہ فرمانے لگیں تو آپ کے لئے دروازہ بند ہے؟ آپ کو کس نے منع کیا؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کر دیا وہ رشوت لینے لگے اور ان کی ساری ایمانداری ختم ہوگئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہوجاتے نہ لیتے رشوت کیا کرلیتی عورت، گھر سے نکال دیتے دماغ درست ہوجاتا۔

جب عورت بددین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بددین بنا دیتی ہے اسی وجہ سے اہل کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو ہو جائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیوں کہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

شوہر بیوی کا بے تکلف ہوکر ماں باپ اور بچے بڑوں کے سامنے ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں عرف میں اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی مقام مقبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی (ان میں) ایک وہ عورت ہے جس نے اس حال میں رات گذاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ دیکھنے کی بات ہے کہ بیوی کے ذمہ کس قدر ذمہ داری ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن بندے نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو نیک و صالح بیوی سے بڑھ کر ہو۔ (وہ یہ ہے) اگر شوہر کوئی بات کہے تو اسے پورا کرے۔ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم دے دے تو اسے پورا کرے اگر وہ کہیں باہر ہو تو اپنی جان و مال کے بارے میں خیر کا معاملہ کرے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث پاک میں تقویٰ کی نعمت کے بعد مرد کے لئے نیک و صالح بیوی کو بیان کیا ہے۔ واقعۃً یہ بڑی چیز ہے اگر نیک بیوی مل جائے تو گھر کی زندگی جنت نظیر ہو جاتی ہے۔ (شمارہ نمبر 43)

گھر کو جنت بنائیے

گھر وہی جنت کا نمونہ پیش کر سکتا ہے جس کی مالکہ سگھڑ اور سلیقہ شعار ہوگی۔ لاپرواہ اور سست قسم کی عورتیں گھر کو دوزخ سے بھی بدتر بنا دیتی ہیں۔ خود بھی گندگی کے ڈھیر میں پڑی رہتی ہیں اور اپنے خاوند اور بچوں کو گندگی میں گزارا کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ یاد رکھیں ایسی زندگی، زندگی نہیں بلکہ سزا ہوتی ہے۔ اپنے ذہن کو فرسودہ خیالات سے آزاد کر دو۔ گھر کو جنت کا نمونہ بنائیں۔ فارسی کے مشہور بزرگ شیخ سعدی کا قول ہے۔ اگر مجھے کہا جائے کہ افلاس اور بیوی کے بدلے قارون کا خزانہ لے لو اور بیوی کے بغیر رہو تو میں کبھی منظور نہ کروں۔ اس کا مطلب ہے کہ بیوی کے بغیر زندگی کا تصور ایسا ہی ہے جیسے روح کے بغیر زندہ جسم کا تصور۔ صدوق بیوی وہی ہے جو نمائشی سامان کی طرح اپنے آپ کو نمائش کیلئے نہیں بنتی۔ وہ بے جا فیشن کی دلدادہ نہیں ہوتی۔ اچھی بیوی دولت مند ہونے کے باوجود سادہ مزاج ہوتی ہے۔ اس کا دل وسیع اور پاک صاف ہوتا ہے۔ مخلص بیوی کبھی خاوند کو اس بات پر مجبور نہیں کرے گی میرے لئے عمدہ سواری کا بندوبست کر دیا کوئی اعلیٰ درجے کا مکان لے کر دو۔ وہ سادہ لباس پہن کر گزارہ کرے گی۔ وہ ایک چھوٹے مکان میں رہنا پسند کرے گی۔ خاوند گھر آئے گا تو وہ ایسے لہجے میں خوش آمدید کہے گی کہ مفلسی کو بالکل بھول جائے گی۔ وہ مہمانوں کی طرح خاوند کی خاطر تواضع کرے گی۔

اگر کسی عورت میں یہ ملکہ اور لیاقت نہ ہو کہ وہ اپنے گھر کو خوش و خرم، روشن و چمکدار، خاوند کے آرام کیلئے صاف ستھرا بنا سکے۔ جس میں داخل ہو کر بیرونی دنیا کی تکالیف و مصائب سے اسے نجات مل جائے تو اس خاوند کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے جس کی وہ بیوی ہے۔ وہ بیچارا گھر ہوتے ہوئے بھی بے خانماں ہوتا ہے۔

ہر بیوی کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ خاوند صرف اپنے لئے کمائی نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بچوں کا نصیب بھی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہی سوچتا ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کا معیار زندگی کیونکر بلند کرے۔ لہٰذا ایک اچھی بیوی کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ وہ خاوند کو جتنا خوش رکھے گی اتنا ہی وہ ترقی کے راستے پر گامزن ہوگا۔ فکر و پریشانی

انسان کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے اور جس شخص کو گھریلو اطمینان حاصل نہ ہو وہ اپنے کام سے کبھی مخلص نہیں ہو سکتا۔ اپنے گھر کو جنت بنائیے۔ ایسی جنت جہاں آپ کا خاوند اور بچے خوش و خرم زندگی کے پرلطف لمحات دیکھ سکیں۔ ایک اچھی بیوی ہی اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔ (شمارہ نمبر 45)

ماں نے بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا

عرب کی ایک مشہور عالم ادیبہ نے اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت کہا

پیاری بیٹی!

(۱) خاوند کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گذارنے کا اہتمام کرنا، جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو کچھ شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ مرغ پلاؤ سے بہتر ہے، جو تمہارے اصرار پر خاوند نے ناراضگی سے دیا ہو۔ (۲) خاوند کی ہر بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت اور اولیت دینا۔ ہر بات میں اس کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا، اس طرح تم اس کے دل میں جگہ بنا لوگی، کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔ (۳) اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تمہیں نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارے جسم و لباس کی بو یا بدبو اسے کراہت و نفرت نہ دلائے۔ (۴) خاوند کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لئے اپنی آنکھوں کو کاجل سرمہ سے حسن دینا، کیونکہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہے۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا۔ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور نظافت و خوبصورتی کا راز ہے۔ (۵) خاوند کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا۔ کیونکہ دیر تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلوں کی مانند ہو جاتی ہے۔ (۶) خاوند کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا۔ کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ (۷) خاوند کی اجازت کے بغیر کوئی گھر میں نہ آئے۔ (۸) خاوند کا مال لغویات یا فضول نمائش اور فیشن میں برباد نہ کرنا۔ مال کی بہتر نگہداشت حسن

انتظام سے ہوتی ہے۔ (۹) خاوند کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ اس کی راز دار رہنا، کیونکہ نافرمانی چلتی پر تیل کا کام کرے گی۔ اگر تم دوسروں سے خاوند کا راز چھپا کر نہ رکھ سکی تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم اس کے دور سے بچنے سے محفوظ نہ رہ سکو گی۔ (۱۰) خاوند اگر کسی وجہ سے غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار نہ کرنا بلکہ اس کا غم میں برابر کی شریک رہنا ورنہ تم اس کے قلب کو مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔ (۱۱) خاوند کی نگاہ میں اگر تم قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت و احترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنا۔ اس طرح تم اس کو بھی ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں بہترین رفیق پاؤ گے۔ (۱۲) جب تک تم خاوند کی خوشی اور مرضی کی خاطر اپنا دل نہیں مارو گی اور اس کی بات اوپر رکھنے کے لئے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کرو گی اس وقت تک تمہاری زندگی میں کبھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔ ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لئے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 45)

میکے سے سسرال تک

اے بچیو! جس گھر میں تم ابھی آرام کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہو اور پھر جس گھر میں تمہیں جانا ہے، اس کا پورا پورا نقشہ میں تمہیں دکھاؤں۔

اے بچیو! میں تمہیں بتاؤں، اگر تم غور سے سنو۔ اگر تم یہ زندگی بآرام و عیش اور لطف کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہو تو جو نصیحتیں میں کروں اس پر عمل کرو۔

اس کے باعث تم معاملات سے واقف ہو جاؤ گی پھر تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے گا۔ بلکہ ہر شخص آرام پہنچانے والا ہوگا۔ تمہارے والدین خوش ہوں گے۔ تمہارے اخلاق ظاہری و باطنی دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ تمہارے شوہر تمہارے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔ تمام کنبہ تمہارا ہمدرد اور ہاتھ بٹانے والا ہوگا۔ تمہارے بڑوں میں جو اخلاق تھے وہ تمہیں حاصل ہو جائیں گے۔ تمہارا انتظام دیکھ کر ہر شخص خوش ہوگا۔ ہر ایک تمہاری عزت

کرے گا۔ مختصر پہلے سال ہی آپ کا گھر اپنے بل بوتے پر سنبھالو، اگر یہاں پر نیک رہو تو سسرال میں بھی نیک ہی رہو گی۔ اب اسی سلسلہ میں یہ کہتی ہوں کہ سسرال میں جاتے ہی سب سے پہلے جو تمہیں کرنا ہے اور جس میں تمہارا امتحان لیا جائے گا وہ انتظام خانہ داری ہے، اور گھر کی صفائی، مہمانوں کی خاطر مدارات، عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک اور تیمارداری، سست کاہلی، سب سے زیادہ ضروری خانہ داری کا انتظام ہے، اگر یہ نہ آیا تو تم کچھ نہ کر سکیں، ابھی تمہیں بتانے والے اور سکھانے والے بھی موجود ہیں۔ کل کوئی پرسان حال نہ ہوگا، جو تم پر پڑے گی۔ جب تم آج نہ کرو گی تو کل نہ بنے گا اور بنے گا بھی تو بڑی مصیبت اٹھا کے، غفلت تمہاری خصلت ہو جائے گی تو دوسروں کی نظر میں خفیف ہو جاؤ گی، پھر عزت کیسی اور کہاں خوشی۔

اے بچی! میں یہ خوب سمجھتی ہوں کہ تم بھی تمیز دار ہو جاؤ گی، جو نہیں آتا وہ سب آ جائے گا، جو عیب ہیں وہ ہنر میں پیدا کر لو گی، کیونکہ یہی دنیا کی مصیبتیں تمہیں سنوار دیں گی مگر کس کام کا سنورنا، جب تمہارے بھلا چاہنے والے اور آرزو کرنے والے نہ رہیں گے۔

میری تو یہ خواہش ہے کہ ابھی سے تم وہ خوبیاں اور ہنر پیدا کر لو کہ جو مصیبتیں آنے والی ہوں ان کی بے ہمتی نہ ہو سکے، تمہیں اگر یہ خیال ہے کہ تمہیں سب کچھ آتا ہے اور تم سب کچھ کر سکتی ہو تو یہ غلط ہے۔ اگر چہ تم نے کبھی کبھار اپنے کپڑے سی لئے، یا کسی کپڑے کی کتربیونت کر لی، یا کبھی ایک ہانڈی تیار کر لی، یا کسی کرتے، ٹوپی، موزے میں ایک بوٹا بنا دیا، کلام مجید پڑھ کر صرف دو چار کتابیں لے بیٹھیں کہ ان کے مسئلے مسائل اور ان کتابوں کے سبب تالیف سے بھی واقف نہ ہوئیں۔ یہ قابلیت بھی کوئی قابلیت ہے۔ اگر کوئی کچھ پوچھ بیٹھے تو دیکھتی رہ جاؤ، تمہیں لازم ہے کہ جس کام کی طرف جھکو، چاہے وہ کتنا ہی دشوار ہو، آسان کر کے رکھ دو، کسی کی مدد کی حاجت نہ ہو، نہ تمہیں مامائیں رکھنے کی ضرورت ہو، نہ اپنے بزرگوں کی تم محتاج ہو، نہ مردوں کی، ایسی ہوشیاری اور پھرتی سے کام کرو کہ مرد بھی حیران رہ جائیں۔ بچوں کی خدمت بھی اچھی طرح سے کرو، ان کی تیمارداری اور خانہ داری بھی کرتی رہو، یہ تم کر سکتی ہو کہ ایک ضرورت پڑ جائے تو سو ضرورتوں کو سمجھو، ہر بات کا خیال رکھو، کسی کی بیماری کی بھی خبر لیتی رہو، اگر یہ سب وصف موجود ہوں تو بگڑی بھی بنا سکتی ہو ورنہ کوئی نقصان

ہو جائے گا تو تمہاری عقل اسے ٹھیک کردے گی، دوست کو دوست سمجھوگی اور دشمن کو دشمن، جو بات کہوگی سمجھ کر کہوگی، نہ خود نقصان اٹھاؤ گی نہ دوسروں کو پہنچاؤ گی، لڑائی جھگڑے تم سے کوسوں دور رہیں گے ہر جگہ تمہاری آؤ بھگت ہوگی، دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ کسی کو تم سے شکایت کا موقع نہ رہے گا۔ تمہارے عاقلانہ برتاؤ سے ہر شخص محبت سے پیش آئے گا۔ اگر کوئی خلاف بات بھی ہو جائے گی تو وہ خلاف نہ معلوم ہوگی۔ عقل مند اگر بیوقوفی کی بھی کوئی بات کرتا ہے تو وہ اچھی نہیں سمجھی جاتی، بیوقوف اپنی نادانی سے بنے ہوئے کام بگاڑ دیتا ہے، دوست کو دشمن بنا لیتا ہے۔ اور عقل مند دشمن کو دوست، جو جو نصیحتیں میں کر چکی ہوں اور کروں گی ان کا سمجھنا اور کرنا سب عقل پر موقوف ہے۔ یہ خوب سمجھ لو کہ دنیا اور آخرت کی کل خوبیاں اسی عقل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ عقل و حیا دو بڑے جوہر ہیں۔ شرم بھی ایسی چیز ہے کہ تمام عیبوں سے بچاتی ہے۔ (شمارہ نمبر 46)

مولانا ابوالحسن ندویؒ کی والدہ ماجدہؒ کے تاثرات اپنے شوہر کی وفات پر

مولانا اپنے والد محترم کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ مغرب کے بعد تک کام کیا، لوگوں سے ملاقاتیں کیں ندوہ کے کاغذات پر دستخط کیے، پھر اچانک مرض موت پیش آگیا اور گھنٹہ دو گھنٹہ میں اپنے پیدا کرنے والے سے جا ملے۔

مجھے خوب یاد ہے میری عمر اس وقت نو سال کی تھی، میں ہی والدہ صاحبہ کو لینے گیا، جب وہ آئیں اور ان کو واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سجدہ میں گر گئیں، جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا، خود ان کی زبان سے اس صدمہ اور اس پر صبر و رضا کا حال سنئے:

"جب خدمت کی مدت ختم ہونے کو آئی تو اس مالک حقیقی نے میرے حق میں بہتر سمجھ کر قسمت کا بہانہ پیش کر دیا، قسمت نے حکم ایزدی پا کر فوراً ہی فیصلہ کر دیا، میں اپنے مالک حقیقی کی رضا پر راضی ہو گئی مگر یہ غم جدائی ایسا نہ تھا کہ برداشت کر لیتی، یہ بھی اس کی رحمت اور حکمت تھی، جو مجھے اپنی خوشی پر راضی رکھا ورنہ جو بھی حالت ہو جاتی کم تھی، ایسے مونس و رفیق کا یک بیک نظر سے غائب ہو جانا قیامت سے کم نہ تھا، میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ دل پھر دل کی صورت میں [illegible] ہلاکت و مصیبت

نہیں تھا، بلکہ سراسر رحمت اور ذریعہ عزت تھا کہ بجائے ہلاکت و بربادی کے مجھے اپنے سایہ رحمت میں لے لیا اور میرا سچا مونس وغم خوار و مددگار ہو کر ہر موقعہ پر ساتھ دیتے رہے۔ سبحان اللہ کیا شان رحمت ہے اس کی ہاشمی قوم کی تمنا اور رحمت ہو کر برس گئی جس سے تمام کھیتی سرسبز و شاداب ہو گئی"۔

عورتوں سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

عورتوں کو اصلاح اخلاق کی ضرورت۔ ہماری عورتوں کے اخلاق نہایت خراب ہیں۔ ان کو اپنی اصلاح کرانا نہایت ضروری ہے۔ اور یاد رکھو بغیر اخلاق کے درست ہوئے عبادت و وظیفہ کچھ کارآمد نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے۔ راتوں کو جاگتی ہے لیکن اپنے ہمسایوں (پڑوسیوں) کو ستاتی ہے۔ فرمایا ھی فی النار کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔ اور ایک دوسری عورت کی نسبت عرض کیا گیا کہ وہ (زیادہ) عبادت نہیں کرتی مگر ہمسایوں سے حسن سلوک کرتی ہے فرمایا ھی فی الجنۃ کہ وہ جنت میں جائے گی۔ مگر ہماری عورتوں کا سرمایہ بزرگی آج کل تسبیح اور وظیفہ پڑھنا رہ گیا۔ اخلاق کی طرف بالکل توجہ نہیں۔ حالانکہ اگر دین کا ایک جزو بھی کم ہوگا تو دین ناتمام (ناقص) ہوگا۔ (اصلاح انقلاب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے۔ تو ایسی عورت جنت میں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ص نمبر ۱۱)

اولاد کو کس طرح نیک بنایا جا سکتا ہے؟

افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں صاحب بہت دیندار بادشاہ تھے ان کی دینی تربیت ضرب المثل تھی۔ ایک بار وہ شاہی سرائے میں آئے تو چہرہ بہت اداس سا تھا تو حکیم نے پوچھا کہ آج آپ کے چہرہ پر شگفتگی اور تازگی کیوں نہیں ہے انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑے

حادثے کی اطلاع آئی ہے جس کی بناء پر میں مغموم ہوں اور پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ افغانستان پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے اپنے شہزادے کو فوج دے کر مقابلے کے لئے بھیجا تھا۔

شکست کی خبر ملی

آج سرحد سے یہ خبر آئی ہے کہ شہزادے کو شکست ہو گئی ہے اور وہ دوڑتا ہوا آ رہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے پیچھے ملک کو فتح کرتا ہوا آ رہا ہے تو دو غم مجھے لاحق ہیں ایک تو ملک ہاتھ سے گیا وہ دوسروں کے قبضہ میں چلا جاوے گا دوسرے یہ کہ میرا شہزادہ شکست کھا کے آیا اور بزدلی دکھائی یہ داغ میرے اوپر مرتے دم تک باقی رہے گا کہ میرا شہزادہ کمزور اور بزدل ہے ان دو غموں کی وجہ سے میرا چہرہ اداس ہے۔

تردید شکست ۔ بیگم نے کہا کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور غلط خبر ہے میرا شہزادہ شکست کھا کر نہیں آسکتا ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ شہید ہو جائے لیکن دشمن کو پشت دکھا کر آئے یہ ممکن نہیں۔ یہ خبر جھوٹی ہے بادشاہ نے کہا کہ پرچہ نویسوں کی اطلاع ہے آپ نے کہا کہ وہ پرچہ نویس بھی جھوٹے ہیں۔ انہوں نے کہا خاص بادشاہی دفتر کی اطلاع ہے۔ اس نے کہا کہ دفتر بھی جھوٹا ہے تو امیر نے کہا کہ اب کریں اس عورت سے جھگڑا یا دل کرے مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جاوے گی تو اسے سرکاری حکومت کے حالات کی اطلاع دفاتر کی نہ سرکاری کاغذات کی اس نے سب کو جھوٹا قرار دے دیا گھر میں بیٹھنے والی عورت ہے اسے کون سمجھاوے، واپس چلے آئے۔

اور اب فتح کا شادیانہ

اگلے دن گھر گئے تو چہرہ ہشاش بشاش تھا بیگم نے کہا کہ کیا بات ہے آج تو آپ بہت خوش ہیں کہا کہ تم نے جو بات کہی تھی وہی صحیح نکلی وہ تو صورت یہ ہے کہ دشمن کو بھگا دیا شہزادے نے اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا آ رہا ہے، فاتح بن کر آ رہا ہے دشمن کو دور تک بھگا دیا ہے۔

واقعہ کی تحقیق اور حقیقت کا انکشاف ۔ بیوی نے کہا الحمد للہ خدا نے میری بات

گھر کے کاموں پر اجر و ثواب

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن ہیں تقریباً سترہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئی تھیں۔ صحیح بخاری شریف میں ان کی غربت زندگی خود ان کی زبانی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح حضرت زبیر سے ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں حضرت زبیر کو کچھ زمین دیدی تھی جو دو میل کے فاصلہ پر تھی میں وہاں سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی ایک مرتبہ اسی طرح آ رہی تھی کہ راستہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے اونٹ پر تشریف لا رہے تھے اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھہرایا اور اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تا کہ میں سوار ہو جاؤں، مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیر بہت غیرت مند ہیں ان کو بھی ناگوار ہو گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے تو آپ تشریف لے گئے میں نے گھر آ کر زبیرؓ کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا خدا کی قسم تمہارا سر پر گٹھلیاں لا کر لانا میرے لئے اس سے زیادہ گراں ہے اس کے بعد میرے والد حضرت ابو بکرؓ نے ایک خادم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کے بعد گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی مل گئی گویا بڑی قید سے آزاد ہو گئی۔

فائدہ ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ گھریلو کام کاج عورتوں کو کرنا چاہئے کھانا پکانا ہو یا جھاڑو لگانا ہو وغیرہ خصوصاً اگر شوہر کا ہاتھ تنگ ہو اور وہ کسی خادم یا خادمہ کا انتظام نہ کر سکے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور فاطمہؓ نے کام تقسیم کئے ہوئے تھے باہر کے کام میرے ذمہ اور گھریلو کام فاطمہؓ کے ذمہ تھے۔ اور یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ کچھ سینا پرونا بھی سیکھ لیں تا کہ چھوٹے موٹے سلائی کے کام گھر میں ہی خود کیا کریں جیسا کہ حضرت اسماء والی کی رسی خود ہی سلائی کیا کرتی تھیں۔ بس میں گھر کا بہت سا خرچ بھی بچ جائیگا اور دوسروں کی احتیاجی بھی نہ ہو گی۔ اور ایک یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ شوہروں کے مزاج کی

شفقت کریں اور پھر ان کے مزاج کی رعایت بھی کیا کریں جیسا کہ حضرت اسماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار ہونے سے گھبرا گئیں کہ ان کے شوہر زبیرؓ بہت غیرت مند ہیں کہیں ان کو ناگوار نہ ہو آپ نے شوہر کے مزاج کی رعایت کر کے مسلمان بہنوں کو سبق سکھا دیا کہ اچھی بیوی کو ہر جگہ شوہر کے مزاج کی رعایت کرنی چاہئے آج کل شوہر بیوی میں اختلاف کا ایک سبب ایک دوسرے کے مزاج کی رعایت نہ کرنا بھی ہے اس لئے عورتوں کو اس میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے تاکہ اختلاف اور رنجش کی نوبت پیش نہ آئے۔
اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کوتاہیوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 5)

خواتین اور زبان کا استعمال:۔ یوں تو سارا معاشرہ اس زبان کے گناہوں میں مبتلا ہے لیکن احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے اندر جن بیماریوں کے پائے جانے کی نشاندہی فرمائی ان میں سے ایک بیماری یہ بھی ہے کہ زبان ان کے قابو میں نہیں ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے خواتین میں نے اہل جہنم میں سب سے زیادہ تعداد میں تم کو پایا۔ یعنی جہنم میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ خواتین نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تکثرن اللعن و تکفرن العشیر (صحیح بخاری) " تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہو۔ اس وجہ سے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ ہے۔ دیکھئے اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو چیزیں بیان فرمائیں ان دونوں کا تعلق زبان سے ہے۔ لعنت کی کثرت اور شوہر کی ناشکری۔ معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے اندر جن بیماریوں کی تشخیص فرمائی ان میں زبان کے بے جا استعمال کو بیان فرمایا کہ یہ خواتین زبان کو غلط استعمال کرتی ہیں۔ مثلاً کسی کو طعنہ دے دیا کسی کو برا کہہ دیا، کسی کی غیبت کر دی۔ کسی کی چغلی کھالی یہ سب اس کے اندر داخل ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آپ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ

فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں اور آپ پر گریہ طاری ہے۔ جب میں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ اور کس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا اور ان کو جو عذاب ہو رہا تھا۔ وہ اتنا شدید اور ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آ رہا ہے۔ چنانچہ پھر آپ نے چند عورتوں کے عذاب کی تفصیل بیان فرمائی ایک عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم میں زبان کے بل لٹک رہی تھی (العیاذ باللہ) اور اس کا جرم یہ تھا کہ وہ زبان سے اپنے شوہر کو تکلیف دیا کرتی تھی۔

مذکورہ بالا احادیث معلوم ہونے کے بعد ہم سب مسلمانوں کو اپنی اپنی زبان کی خوب حفاظت کرنی چاہیے خصوصاً خواتین کو زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ ان کے متعلق بہت زیادہ تاکید آئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فضول باتوں میں زبان چلانے کی بجائے اپنے ذکر میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 7)

اس کے قیدی کو چھوڑ دو

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابو العاص بن ربیع ان لوگوں میں تھے جو بدر میں مشرکین کے ساتھ مل کر لڑے تو ابو العاص کو حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے قید کر لیا تو جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو رہا کرانے کیلئے رقم وغیرہ بھیجی تو ابو العاص نے فدیے کیلئے ان کے بھائی عمرو بن ربیع آئے اور ان کے ہاتھوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جو ابو العاص کی بیوی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھی اپنا ایک ہار بھیجا جو ان کو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد نے شادی کے وقت دیا تھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی اور حضرت زینب پر بڑا ترس آیا پھر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو زینب کیلئے اس کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کی چیز بھی واپس کر دو صحابہؓ نے عرض کیا ٹھیک ہے یا رسول اللہ اور انہوں نے ابو العاص کو بھی رہا کر دیا اور حضرت زینب کا ہار بھی لوٹا دیا پھر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب کو چھوڑ دیں گے کہ وہ مدینہ آ جائیں تو ابوالعاص نے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دیا۔ (طبقات الکبریٰ ص ۱۳۱ ج ۸)

مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا ان کی زوجہ حضرت زینب بنت ابی معاویہؓ دستکاری کا کام کرتی تھیں اس لئے اپنے شوہر اور اولاد کی خود کفالت کرتی تھیں۔ ایک دن اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ تم نے اور تمہاری اولاد نے مجھ کو صدقہ و خیرات سے روک دیا ہے کیونکہ میں جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں بھلا اس میں میرا کیا فائدہ؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ تم اپنے فائدہ کی صورت نکال لو مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں۔ تو حضرت زینب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئیں اور عرض کیا میں دستکاری کرتی ہوں اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ شوہر اور بال بچوں پر خرچ ہو جاتا ہے کیونکہ میرے شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اس بناء پر میں محتاجوں کو صدقہ و خیرات نہیں دے سکتی اس حالت میں کیا مجھ کو کوئی ثواب ملتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم کو ان کی خبر گیری کرنا ہی چاہئے۔ (صحیح مسلم)

فائدہ۔ مذکورہ بالا دونوں واقعوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت اپنا مال بھی شوہر پر خرچ کرے بالخصوص اس وقت جبکہ شوہر نادار اور بیوی مالدار ہو۔ اس لئے کہ شوہر کے بیوی پر بہت سارے حقوق ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے عورتوں کی جماعت اگر تم اپنے اوپر اپنے شوہروں کے حقوق کو جان لو تو تم ان کے قدموں کے گرد و غبار کو اپنے رخساروں سے صاف کرو۔ (کتاب الکبائر) تو جس کے اس قدر حقوق ہوں تو اس پر مال خرچ کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! (ج ۹ نمبر ۹)

کاپی-5:

شوہر کی فرمانبرداری

شوہر کے ہر جائز حکم کی تعمیل کرنا عورت کیلئے لازم ہے۔ کیونکہ اسلام نے بیوی کو حکم دیا کہ شوہر کی اطاعت کرے اور اس کا حکم مانے۔ اسے خاوند کے تمام جائز احکام کو ماننا ہوگا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت نفل عبادت بھی نہیں کر سکتی۔ عورت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ شوہر کو اپنی ذات سے ہر طرح خوش رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ بیوی خاوند کا ہر جائز حکم مانے۔ بیوی کو اجازت ہے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب کو کسی بھی وقت اور کسی بھی بارے میں بشرطیکہ شرعاً تجاوزات کی پاسداری رہے۔ لیکن اگر اس کا شوہر عزیز و اقارب سے ملنے کی مخالفت کرتا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ وہ شوہر کا حکم مانے۔

شوہر کی اطاعت پر والد کی مغفرت

امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب احیاء العلوم باب نکاح میں مذکور ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا۔ روانگی سے قبل اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ وہ بالاخانہ سے نہ اترے۔ نچلے حصے میں اس عورت کا باپ رہتا تھا۔ اتفاق سے وہ بیمار ہوا تو اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت لینے کیلئے آدمی بھیجا کہ وہ نیچے اتر کر اپنے والد کی عیادت کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر۔ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ اس نے پھر اترنے کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ اس کو باپ [illegible] کر دیا گیا مگر وہ نہ اتری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کی مغفرت فرمادی۔

عورت کی اپنی خواہش شوہر کی مرضی کے تابع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو آگاہ کیا ہے کہ ان کے خاوند یا تو ان کی جنت ہیں یا جہنم۔

شوہر کی اطاعت عورت کیلئے جنت میں داخلے کی مسرت و شادمانی کی ضمانت ہے اور شوہر کے احکام کی خلاف ورزی اللہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہے مسلمان بیوی کو خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

عورت کیلئے چرند پرند کا استغفار

حدیث میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کی مطیع و فرمانبردار ہو تو یاد رکھو! اس کیلئے تمام مخلوق استغفار اور دعائے مغفرت کرتی ہیں حتیٰ کہ پرندے ہوا میں، مچھلیاں پانی میں، درندے جنگلوں میں اور فرشتے آسمان میں۔" (بحر محیط)

بیوی کو شہیدوں کا درجہ

"حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کو ادا کرے، نیک باتوں کو قبول کرے، نفس اور مال کی خیانت سے پرہیز کرے (تو ایسی عورت کا) جنت میں شہیدوں سے ایک درجہ کم ہوگا۔ اگر شوہر بھی اس کا مومن اور بہتر اخلاق والا ہے تو یہ عورت اسے ملے گی ورنہ ایسی عورت کی شادی اللہ تعالیٰ شہیدوں سے کردے گا۔" (کنز العمال)

شوہر کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل احمر (کی چٹانوں کو) جبل اسود کی طرف منتقل کرے یا جبل اسود (کی چٹانوں کو) جبل احمر کی طرف منتقل کرے تو اس کا حق ہے وہ ایسا کرے۔" (ابن ماجہ)

خاوند کی اطاعت جہاد کے برابر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خاتون حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خواتین کی قاصد بن کر آئی ہوں ان میں ہر خاتون چاہے (میرا آپ کے پاس حاضر ہونا) جانتی ہو یا نہ جانتی ہو مگر وہ آپ کے پاس میری طرح آنے کی خواہش رکھتی ہے۔ (ان سب عورتوں کا پیغام یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ مردوں کا بھی رب ہے اور عورتوں کا بھی، اللہ تعالیٰ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر مال غنیمت حاصل کریں تو

پڑوسیوں کو تکلیف پہنچا رہی ہے تو بھی احساس نہیں ہوتا اگر فکر ہے تو دنیا کی، زیورات کی، محمد و نیز ان کی گھر یلو ساز و سامان کی، حالانکہ اصل فکر دین کی اور اصلاح کی کرنی چاہئے تھی اسلئے کہ اگر اصلاح نہ ہو تو بعض اوقات نیک اعمال بھی نجات کیلئے کافی نہیں ہوتے۔

یہ دوزخ میں اور وہ جنت میں جائے گی

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے لیکن پڑوسیوں کو ستاتی اور تکلیف دیتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں جائے گی پھر ایک اور عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلانی عورت بہت زیادہ عبادت نہیں کرتی لیکن پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔ اس روایت سے یہ بات خوب ظاہر ہو رہی ہے کہ جب تک اخلاق کی اصلاح نہ ہو اعمال بھی کارآمد نہیں ہوتے اس سے عورتوں کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کی طرف پوری پوری توجہ دیں اگر ان کی اصلاح ہوگی تو ان شاء اللہ معاشرے کی بھی اصلاح ہوگی اور خواتین کیلئے ان چند کتب کا مطالعہ ان کی اصلاح میں نہایت مفید ہے۔

نمبر ا۔ بہشتی زیور، نمبر ۲۔ اصلاح خواتین، نمبر ۳: تحفہ خواتین
نمبر ۴۔ مثالی خواتین نمبر ۵: تحفہ القساء نمبر ۶: حقوق زوجین (ج۴، نمبر ۱۵)

شوہر کی اطاعت
احادیث کی روشنی میں

بہت سی روایات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے مثلاً

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے۔ رمضان کے روزے رکھے اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرے ایسی عورت جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

(۲) حضرت اسماء بنت یزید انصاریہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عورتوں کی فرستادہ آپ کے پاس آئی ہوں۔ (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضور جنازہ اور حج وعمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کر کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا اور شوہر کا حق ادا کرنا۔ اور شوہر کی رضامندی کو ملحوظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اتباع کرنا۔ یہ سب ان اعمال کے برابر ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت اور آبرو کے بارے میں پارسا ہو۔ اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اس کو خوش کر دے۔ اور وہ جب کوئی اس کو حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے۔ اور اپنی جان اور مال میں اس کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

خواتین کی شکایت اور اس کا علاج

مذکورہ بالا روایات میں شوہر کی اطاعت اور ان کی خوشی اور رضامندی کی طرف جس قدر توجہ دلائی گئی ہے۔ بالکل واضح ہے بلکہ اس چیز کا اہتمام کرنے والی عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اچھی عورت قرار دیا۔ بعض خواتین کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ان کے شوہر بدمزاج ہیں۔ بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی خوش نہیں ہوتے۔ اور بات بات پر جھگڑتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ شکایت درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ شوہر کیسا ہی بدمزاج ہو اس کو اپنے مزاج پر ڈھالنا عورت کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے کسی بزرگ سے اپنے شوہر کی بدمزاجی کی شکایت کی اور شوہر کو اپنا تابع بنانے

کیلئے تعویذ چاہا۔ تو وہ بزرگ سمجھ گئے کہ اصل قصوروار یہی عورت ہے تو انہوں نے عجیب طریقے سے اس کی اصلاح کی۔ چنانچہ فرمایا کہ شیر کے تین بال لے کر آؤ تب تعویذ دوں گا۔ چنانچہ وہ عورت واپس گئی۔ کسی جگہ پنجرے میں شیر بند تھا۔ اس عورت نے اس کو گوشت ڈالنا اور اپنے سے مانوس کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ روزانہ قریب کر کے اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اسی دوران ایک دن اس کے تین بال کاٹ کر بزرگ کے پاس حاضر ہو گئی۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر کہ جو درندہ انسان کا دشمن ہے اس کو تم نے چند دن کی محنت سے اتنا اپنے سے مانوس کر لیا کہ اب اس کے جسم کے بال کاٹ لئے کیا تمہارا شوہر اس سے بھی بڑا درندہ ہے؟ کیا اسی طرح محنت کر کے تم اس کو اپنے سے مانوس نہیں کر سکتیں؟ تو وہ عورت خاموش ہو گئی۔ اور واپس ہو گئی۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدمزاج شوہر کو اپنے سے مانوس کرنا عورت کے قبضہ میں ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت ہر وہ کام کرے جو شوہر کے مزاج کے مطابق ہو۔ اور ہر اس کام سے اور ہر اس بات سے مکمل اجتناب کرے جو شوہر کو ناپسند ہو اور اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ ان شاء اللہ اس گھر میں کبھی جھگڑا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 11)

لباس اور اس کے مقاصد

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا.

"اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو چھپاتا ہے تمہاری شرم کی چیزوں کو"۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے ستر عورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جسم کے کچھ حصوں کو عورت قرار دیا ہے یعنی وہ چھپانے کی چیز ہے۔ اس کو بلا ضرورت کھولنا جائز نہیں چنانچہ عورت کا سارا جسم سوائے چہرے اور گٹوں تک ہاتھ کے۔ سب کا سب عورت ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے۔ لہٰذا خواتین کا لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے مکمل ستر عورت ہو جو لباس اس مقصد کو پورا نہ کرے وہ لباس ہی نہیں۔ آج

کو کثرت سے یہ جملہ سننے میں آتا ہے کہ اس ظاہری لباس میں کیا رکھا ہے، دل صاف ہونا چاہئے، اور ہمارا دل صاف ہے، اس لئے ہم جیسا چاہیں لباس پہن لیں، کوئی حرج نہیں۔ خوب یاد رکھئے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ دین کے احکام ہر دو پر بھی ہیں اور جسم پر بھی ہیں۔

ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی

لباس کے بنیادی مقصد کو پامال کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ وہ لباس اتنا چھوٹا ہو کہ پہننے کے باوجود ستر کا کچھ حصہ کھلا رہے،

دوسرا یہ کہ لباس اتنا باریک ہو کہ اس سے اندر کا بدن جھلکتا ہو،

تیسرا یہ کہ لباس اتنا چست ہو کہ پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار نظر آتا ہو، جس لباس میں ان تین عیوب میں سے کوئی عیب ہوگا وہ لباس شرعی لباس نہیں ہوگا۔ آج کل خواتین میں لباس کے سلسلہ میں بہت کوتاہی کی جاتی ہے، لباس کو فیشن کے مطابق بنانے کی از حد کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ جسم کا کونسا حصہ کھل رہا ہے اور کونسا ڈھکا ہوا ہے، ایسی خواتین کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا رب کاسیات عاریات یوم القیامة

یعنی بہت سی عورتیں لباس پہننے کے باوجود قیامت کے دن ننگی ہوں گی، ایک اور حدیث جس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو قسم کی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں، میرے زمانے کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑے پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دے کر بالوں کو لپیٹ کر اس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔ مذکورہ دونوں حدیثوں سے ان عورتوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو فیشن کی دلدادہ ہیں اور لباس بنانے میں بدن کو چھپانے کا اہتمام نہیں کرتیں، آج کل خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ لباس اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانے کیلئے ہیں چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ عورتیں گھروں میں تو میلی کچیلی رہیں گی اور جب

بھی گھر سے باہر کسی تقریب وغیرہ میں جانا ہو تو پھر اس کا اہتمام کریں گی کہ وہ لباس مروجہ فیشن کے مطابق ہو اور حقیقت اس کے پیچھے نمائش کا جذبہ ہے اور یہ نمائش شریعت میں ناجائز ہے۔ اس لئے خواتین کو چاہیے کہ لباس بنانے میں اس بات کا اہتمام کریں کہ اس سے ستر عورت ہو چونکہ لباس کا بنیادی مقصد ہے۔ فیشن پرستی اور نمائش سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پورے دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 12)

میرے پاس کیا ہے؟

قرآن شریف میں عورتوں کو حکم ہے: "وقرن فی بیوتکن"
(کہ تم اپنے گھر جم کر بیٹھی رہو)

اس میں تقسیم الاعادی الا عاد ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ ہر عورت اپنے گھر جم کر بیٹھی رہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں نہ عورتوں سے ملنے کیلئے نہ مردوں سے ملنے کیلئے کیونکہ ان کا گھر سے نکلنا اور دوسری عورتوں سے ملنا جلنا دینی و آخرت دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے، دنیا کی نقصان تو یہ ہے کہ جب کوئی عورت دوسری عورتوں کو اپنے سے اچھے لباس، زیورات میں دیکھے گی تو خواہ مخواہ پریشان ہوگی اور ان چیزوں کی شوہر سے فرمائش کرے گی۔ جس سے شوہر کے دل میں کدورت اور نفرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بعض اوقات گھر کی بربادی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اخروی نقصان یہ ہے کہ دوسروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر ناشکری پیدا ہو جائے گی اور ہمیشہ یہی سمجھے گی کہ میرے پاس کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ تو کبھی شکر نہیں کرے گی۔ اور ناشکری کرنا حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا آپس میں ملنا جلنا بھی نقصان دہ ہے۔

چنانچہ مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ سہارنپور میں ایک انسپکٹر صاحب تھے جن کی عادت یہ تھی کہ ساری تنخواہ غریب رشتہ داروں پر خرچ کر دیتے تھے ان کی بیوی کے پاس زیور کا ایک چھلا تک نہ تھا نہ کوئی خادمہ تھی بیوی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی تھی اور گھر کے سب کام کرتی تھی اور وہ انسپکٹر صاحب اپنی بیوی کو کسی کے ہاں نہ جانے دیتے تھے ایک مرتبہ اپنے پڑوس میں ایک گھر میں جانے کی اجازت دے

ہاتھ میت کی ران کے ساتھ چپٹا رہا، اب کیا کیا جائے۔ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری کے ساتھ اس کا ہاتھ کاٹ دو غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے کہ ہم تو اپنی عورت کو معذور نہیں کرانا چاہتے، ہم اس کا ہاتھ نہیں کٹنے دیں گے۔ انہوں نے کہا، فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب نہیں کرنا چاہتے۔ تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں مسلسل گزر گئے۔ گرمی بھی تھی دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گردونواح کے کئی دیہات تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں یہ مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا۔ چلو مدینہ منورہ میں جاتے ہیں۔ وہاں حضرت امام مالکؒ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی اور دوسری اسے غسل دے رہی تھی، اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا، چھوٹتا ہی نہیں، تین دن ہو گئے، کیا فتویٰ ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا، بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کی تھی، وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہوئی ہے اسکے فلاں آدمی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ امام مالکؒ نے پوچھا، بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس تھے۔ کہنے لگی نہیں۔ پھر فرمایا، کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقبال جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا، پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے پر گزر رہی تھی۔

یہ سن کر امام مالکؒ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی۔ پھر فرمانے لگے قرآن پاک میں آتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے ان کی سزا ہے کہ ان کو ۸۰ درے اسی کوڑے مارے جائیں"

تو اس نے ایک مرد و عورت پر تہمت لگائی، تیسرے پر بولی لگانے ہی والی تھی کہ اس وقت کا قاضی واقف ہو گیا، یہ جملہ سنتے ہی اس نے مارنا شروع کر دیا، جلادوں نے اسے درے مارنے شروع کر دیئے وہ کوڑے مارے جا رہے ہیں، مگر کوڑے مارے مگر ہاتھ یونہی چپکا رہا، پھر کوڑے مارے مگر ہاتھ پھر بھی یونہی چپکا رہا، اس کو کوڑے لگے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا، جب اسی طرح کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔

اس واقعہ سے ان خواتین حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو کہ بلا سوچے سمجھے پاک دامن لوگوں پر الزام تراشی کرتے رہتے ہیں، اگر وہ اس جرم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ آج بھی ان کی گرفت پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے دین پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 13)

مثالی صبر اور دعاء کی برکت

ام سلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عمیرؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک دن جب کمسنی میں ابو عمیرؓ کا انتقال ہو گیا تو ام سلیمؓ نے ان کو نہلایا دھلایا، کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ام سلیمؓ نے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی تیار کیا، خوشبو وغیرہ لگائی، رات کو ابو طلحہؓ گھر آئے۔ وہ دن کو روزے سے تھے، کھانا کھا کر بچے کا حال پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون سے ہے۔ وہ بے فکر ہو گئے، رات کو صحبت بھی کی۔ صبح کو جب وہ اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی، اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رکھ دے پھر وہ اس سے واپس لینے لگے تو واپس کر دینی چاہیے یا اپنا بنا کر رکھ لے یعنی واپس نہ کرے؟ وہ کہنے لگے ضرور واپس کر دینا چاہیے، روک لینے کا کیا حق ہے۔ امانت کی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا تمہارا لڑکا جو اللہ کی

امانت تھا اللہ نے لے لیا ابو طلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی حضور کی خدمت میں ابو طلحہؓ نے جا کر سارا قصہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس رات میں برکت عطا فرمادیں ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نو بچے ہوئے اور سب کے سب قرآن شریف کے حافظ تھے۔

تیس ہزار اشرفیوں کا حساب

حضرت امام ربیعہ محدث گزرے ہیں ان کے والد حضرت فروخؒ بنو امیہ کے دور میں فوجی ملازم تھے۔ اور جنگوں میں شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ جب فروخؒ جہاد پر جانے لگے جاتے ہوئے اپنی حاملہ بیوی کو تیس ہزار اشرفیاں دیکر گئے ان کو جہاد میں ستائیس برس لگ گئے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ربیعہ رکھا گیا جس کو والدہ نے اچھی تربیت اور تعلیم دے کر محدث بنادیا اور بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہے جن میں حسن بصریؒ اور امام مالکؒ آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ جب والد حضرت فروخؒ واپس آئے اور بیوی سے کہا کہ تیس ہزار اشرفیوں کا کیا کیا تو بیوی نے کہا کہ اس بیٹے پر خرچ کی ہیں تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے ان اشرفیوں کو بالکل ضائع نہیں کیا۔

اس واقعہ سے خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے مال کو صحیح جگہ خرچ کرے اور سب سے اچھی جگہ خرچ کرنے کی یہ ہے کہ دین کیلئے خرچ کرے اسی طرح ایک یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اولاد کو علم دین کی طرف لگایا جائے اور ان کی اچھی تربیت کی جائے کیونکہ ماں کی گود انسان کیلئے سب سے پہلا مدرسہ ہے۔

ایک حوصلہ مند لڑکی

جامع کرامات الاولیاء طبع مصر میں ایک بزرگ حضرت قرشیؒ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ بزرگ جذامی تھے یعنی ان کو جذام کا مرض تھا اس لئے نکاح نہیں کرتے تھے مگر چونکہ نوجوان تھے اس لئے طبعی تقاضے موجود تھے ایک مرتبہ خیال پیدا ہوا کہ نکاح کرلوں چنانچہ اپنے

مریدوں سے کہا کہ ہم نے نکاح کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے کسی جگہ پیغام بھیجو لیکن میری ساری حالت بیان کردینا۔ یہ سن کر ایک مرید اٹھا اور اپنے گھر گیا اس کی جوان بیٹی تھی اس نے اپنی بیٹی کو ساری حالت بیان کر کے نکاح کے متعلق دریافت کیا تو لڑکی نے خوشدلی سے ہاں کر دی۔ مرید نے واپس آکر بزرگ سے عرض کیا کہ میری بیٹی حاضر ہے رضامند ہے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ تم نے میری پوری حالت بیان کی تھی یا نہیں؟ تو مرید نے کہا کہ بیان کی تھی مگر لڑکی نے کہا کہ میں ان کی خدمت کو دینی سعادت سمجھتی ہوں چنانچہ نکاح ہوگیا قرشیؒ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے لڑکی کی بلند حوصلگی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ جب میں اس کے سامنے جاؤں تو بالکل تندرست ہوکر جاؤں۔ چنانچہ دعا قبول ہوگئی جب لڑکی کے سامنے گئے تو بالکل تندرست تھے لڑکی نے اجنبی جان کر پردہ کرلیا۔ قرشیؒ نے ساری حقیقت بتلائی تو جب لڑکی کو یقین آیا کہ میرا نکاح ان سے ہوا ہے۔ مگر لڑکی کا بلند حوصلہ دیکھئے کہ وہ کہنے لگی کہ میں نے آپ کی خدمت کرنے کی نیت سے اور دین کی غرض سے آپ سے نکاح کیا تھا دنیوی راحت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں۔ اب اگر آپ اپنی سابقہ حالت میں مجھے ملیں گے تو میں حاضر ہوں ورنہ مجھے طلاق دیدیں۔ حضرت قرشیؒ نے یہ سننے کے بعد دوبارہ اپنی سابقہ حالت میں آنے کی دعا کی جو قبول ہوئی تو دونوں میاں بیوی ساتھ رہنے لگے۔ اس سے بھی خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ شوہر کیسا ہی بدشکل یا بیمار یا معذور ہو مگر اس کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

ایک شخص نے سفر پر جاتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا
تمہارے لئے کتنے دن کے کھانے کا انتظام کر جاؤں۔
عورت نے جواب دیا" جتنے دن کی میری زندگی ہے"۔
شوہر نے کہا:" زندگی میرے ہاتھ میں نہیں"۔
اس پر عورت نے جواب دیا:
" پھر روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔" (شمارہ نمبر ۲۹)

بہترین خواتین

حدیث: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے حق مہر ہلکے پھلکے ہوں۔

"خیر هن ایسر هن صداقا" (الحدیث ابن حبان)

اسی بات کو ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے جو خوش رو (حسین چہرہ) ہو اور مہر میں کم ہو۔

"خیر النساء احسنهن وجوها واقلهن مهورا"

حدیث: حضرت کعب ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کر دے کہ عورت میں برکت بھی ہے نحوست بھی۔ عورت کی برکت اور خوبی یہ ہے کہ اس کا مہر تھوڑا ہو، نکاح سہولت سے اور کم خرچ میں ہوا ہو اور وہ خوش اخلاق دیندار ہو اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ مہر زیادہ ہو نکاح دشواری سے ہوا ہو، بداخلاق اور بے دین ہو۔ (الحدیث ابوداؤد شریف ج ا)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر سب سے کم ہو اور عیالداری میں زیادہ مستعد ہو۔

"النساء برکة ایسرهن صداقا الخ" (الحدیث [illegible]) (شمارہ نمبر 19)

کفایت شعار بیوی

اچھی بیوی سکھ دکھ کی ساتھی:

اچھی بیوی کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ مرد اس کے اوپر بھروسہ کرے تو اس کو پائے۔ کبھی انسان مشکلات کے اندر گھر جاتا ہے، کاروبار ہمیشہ اچھا نہیں رہتا، کبھی قرض میں بھی آ جاتا ہے، کبھی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، کبھی کسی وقت آزمائش کے اندر پڑ جاتا ہے، گھر کی گھر والی اگر مضبوط ہے تو کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہے گی کہ میرے سرتاج گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاء اللہ روکھی سوکھی سے میں اور بچوں کا پیٹ پال

لوں گی اور گھر بھی چلا لوں گی اور خود بھی تھوڑا بہت سینے پرونے کا کام کر لوں گی اور دیگر
اخراجات کو بھی میں کم کر لوں گی۔ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اور ایسی صحت ولانے
کرانا تو بھی بہتر ہے۔ اس کی گھر کے اندر ہی آ جائے اور جب باہر کا کام کرنے کے لئے جائے گا تو
اس کی طاقت اور قوت میں صحت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

سمجھدار عورت شوہر کیلئے رحمت کا باعث

شوہر اس کے بارے میں اور کوئی بات کہہ دے تو اس کو پوری کر کے بتاتے ہیں مثلاً گھر
کی خاتون ایسی سمجھدار ہے کہ چار مہمانوں کے بدلے دس مہمان بھی اگر گھر میں آ گئے تو وہ
گھبراتی نہیں نہ وہ شوہر کو پریشان کرتی ہیں بلکہ وہ دیکھتی ہیں کہ کچھ تھوڑا سا جو پہلے کا بچا ہوگا اس
کو بنا لوں گی کچھ روٹیاں بنا لوں گی، کچھ انڈے وغیرہ تل لوں گی، کچھ اچار چٹنی ڈال کر رکھ
دوں گی، کچھ چیزیں بنا لوں گی تھوڑا بازار سے بھی منگوا لوں گی۔ آج کے زمانے میں ہم
دیکھتے ہیں کہ شوہر پوچھے بیوی صاحبہ سے کہ کچھ انتظام کر سکتے ہو آدمیوں کا تو کہا کہ چار
آدمیوں کا۔ اگر شوہر کہے کہ بھئی چار کے بجائے اچانک ۵ آدمی اور آ گئے تو نہیں کرنا
پڑے گا انتظام۔ اب چونکہ اس شوہر کو بیوی پر اعتماد اور اس کی صلاحیتوں پر اطمینان ہے اس
لئے بہتر مند بیوی بھی خوش اسلوبی سے معاملہ کو سنبھال لیتی ہیں۔

کم خرچ میں گھر چلانے کا واقعہ

معین الدین انار کی صاحبزادی سلطان نور الدین محمود زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی بیگم تھیں۔
سلطان نور الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی شادی ۵۴۱ھ مطابق ۱۱۴۶ء میں ہوئی۔ وہ نہایت نیک
سیرت اور کردار کی مالکہ تھیں۔ گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں اور سلطان جو
معمولی رقم انہیں دیتا اسی سے گھر کا خرچ چلاتی تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے سلطان سے کہا کہ
آپ جو کچھ مجھے دیتے ہیں اس سے گھر کا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے اس لئے میرے نفقہ میں
کچھ اضافہ کر دیجئے۔ سلطان نے غضبناک ہو کر جواب دیا۔
"میرے پاس تین دکانوں کے کرایہ کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم کو اسی قدر

مدنی پر گزر اوقات کرتی ہوگی۔ خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے نہیں بھروں گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے میں جو بڑے بڑے ملک اور ان کے خزانے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ عام مسلمانوں کا ہے۔ میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں۔ مجھے مطلق اختیار نہیں ہے کہ سرکاری خزانہ کو اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کروں۔ یہ مال دشمنانِ خدا کے خلاف جہاد، مسلمانوں کی بہبود کے کاموں کے لئے وقف ہے۔ جمص کی تین دکانیں میں تمہیں ہبہ کر دیتا ہوں۔ تمہیں اختیار ہے کہ خواہ ان کو فروخت کر ڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو۔"

بیگم بھی بڑی باخدا خاتون تھی۔ سلطان کا جواب سن کر خاموش ہوگئی اور پھر زندگی بھر ان سے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ نہ کیا۔ (شمارہ نمبر 53)

خواتین اور نماز

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کی نگاہ میں عورت کی قیمت جن اعمال سے ہوتی ہے ان میں سے ایک نماز بھی ہے۔ یعنی اگر عورت نماز کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

ذیل میں ہم دو واقعے ایسے نقل کر رہے ہیں جن سے نماز کی اہمیت مزید آشکارا ہو جائے گی۔

چوری سے حفاظت کا ذریعہ

ایک دفعہ حضرت رابعہ بصریہؒ کو بوجہ تھکان نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی اسی دوران ایک چور آپؒ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا۔ لیکن باہر نکلنے کا راستہ بھی نظر نہیں آیا۔ اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آ گیا۔ لیکن اس نے بعجلت پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا تو پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس چور نے ندا سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کر

پڑھتا ہے۔ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا پھر کسی دوسرے کی کیا مجال کہ چادر چوری کرے یا اڑا کر، اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے تو دوسرا دوست تو بیدار ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا نماز چوری وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

اللہ کی نظر میں نماز سے کوتاہی

ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ اے موسیٰ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے اور میں اس سے توبہ بھی کر چکی ہوں۔ مگر آپ چونکہ اللہ کے نبی ہیں اس لئے میرے حق میں دعائے مغفرت فرما دیں۔ آپ کی دعا سے میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ کونسا جرم ہے جس کی وجہ سے تو اتنی پریشان ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں پہلے تو حرام فعل یعنی زنا کیا پھر اس قبیح حرکت کی وجہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تو میں نے اپنی بدنامی کے ڈر سے بچے کو قتل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بیان سن کر بہت ہی غصہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے ذلیل و بے شرم میرے سامنے سے دور ہو کہیں تیری وجہ سے ہم بھی غارت نہ ہو جائیں۔ وہ عورت یہ باتیں سن کر روتی ہوئی ناامید ہو کر چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک اس عورت سے بھی زیادہ گناہگار کوئی دنیا میں ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اس عورت سے زیادہ کوئی خطا کار عورت اور اس کے فعل سے زیادہ گندا اور برا فعل کیا ہو سکتا ہے؟ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ جاؤ موسیٰ سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس عورت سے بھی زیادہ ذلیل اور گناہگار وہ مرد اور عورت ہے جو جان بوجھ کر بے وقت کی نماز چھوڑے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نماز کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے ہاں حرام کاری سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یعنی وہ خواتین جو گھریلو مصروفیات کام کاج اور کھانا وغیرہ تیار کرنے کی وجہ سے نماز

میں کوتاہی کرتی ہیں یا بچوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہو کر نماز قضاء کر دیتی ہیں۔ ان کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

جنتی عورت کون؟

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا میں تم کو جنتی عورت کے بارے میں نہ بتاؤں وہ کون ہے؟ ہم نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر پر فریفتہ اور زیادہ بچے جننے والی۔ جب یہ غصہ ہو جائے یا اسے کچھ برا بھلا کہہ دیا جائے۔ یا اس کا شوہر ناراض ہو جائے تو یہ عورت (شوہر کو راضی کرتے ہوئے) کہے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک نہ سوؤں گی جب تک تم خوش نہ ہو جاؤ۔"

فائدہ: اس حدیث پاک میں جنتی عورت کی دو اہم صفات بیان کی گئی ہیں۔ کہ جنت میں جانے والی وہ یہ عورت ہے جس میں یہ اوصاف پائے جائیں۔

۱۔ "ودود" یعنی بہت زیادہ شوہر سے محبت کرنے والی کہ ذرا سی ناراضگی سے اس کا چین و سکون ختم ہو جائے۔ اور اس محبت کا یہ فائدہ ہوگا کہ کسی دوسرے مرد کی جانب اس کا خیال اور دھیان نہ جائے گا اور نہایت محبت کی وجہ سے شوہر کی جانب سے تکلیف دہ امور کو بھی برداشت کر لے گی۔ جس سے گھر کا نظام حسن و خوبی چلتا ہے۔ اور ہر ایک کو گھر میں سکون میسر ہوگا۔ جس کا آج کل فقدان ہے۔

۲۔ ولود: یعنی زیادہ بچے جننے والی عورت قابل تعریف اور اللہ و رسول کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے۔ اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو۔

شادی کا اہم ترین مقصد سلسلہ نسل باقی رکھنا ہے اور امت کے افراد کا زیادہ سے زیادہ ہونا ہے۔ اولاد اور اس کی کثرت بڑی نعمت اور ثواب کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو میں تمہاری کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔

خیال رہے کہ یہ بچے اور اولاد والدین کے حق میں دین و دنیا کی بھلائی کا باعث اور

گویا کہ اس بات کی تعلیم ہے کہ شوہر ناراض نہ ہو۔ اپنا جو حق ہے اسے نظرانداز کر کے یا رکھنے کی شکل پیدا کی جائے کہ اس کی رضا جنت ہے۔ (حدیث نمبر ۱۹)

کوڑے سے فیصلہ کرنا

اسلاف کے واقعات قرآن و حدیث کی طرح حجت تو نہیں ہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم جیسے مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ زندگی ضرور ہیں، بالخصوص صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے واقعات تو آج کے کمزور ایمان لوگوں کے لئے بہترین مشعلِ راہ ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ قاضی شریحؒ کا نقل کیا جاتا ہے۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی شریحؒ نے مجھ سے کہا کہ اگر تمہیں بھی نکاح کی ضرورت ہو تو بنو تمیم کی عورت سے نکاح کرنا کیونکہ صحیح معنی میں وہی عورتیں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو قاضی شریحؒ نے کہا کہ ایک مرتبہ جنازے سے واپسی پر میرا گزر بنو تمیم کے محلے سے ہوا تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے سامنے ایک لڑکی بیٹھی تھی وہ لڑکی مجھے اچھی معلوم ہوئی (میرے دل میں نکاح کا ارادہ پیدا ہوا) تو میں نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ وہ کہنے لگی کہ یہ میری بیٹی ہے۔ زینب۔ بنو تمیم میں سے ہے۔ میں نے اس عورت سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو وہ کہنے لگی کہ اگر تم اس کا کفو اور برابر کے ہو تو اس کے چچا سے بات کرو تو میں نے اپنے دوست حضرت مسروقؒ اور ابو بردہؒ کو بلا کر ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے چچا کے پاس آیا اور نکاح کا ارادہ ظاہر کیا اس نے میرے پیغام کو قبول کر کے میرا نکاح کر دیا اور رخصتی بھی کر دی۔ شب زفاف میں جب میں بیوی کے پاس گیا تو میں نے اس کو کہا کہ سنت پر عمل کرتے ہوئے پہلے آپ دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کر لے چنانچہ وہ فوراً اٹھی دو رکعت پڑھ کر دعا کی اور واپس آ گئی۔ پھر جب میں اس کے قریب ہونے لگا تو اس نے کہا کہ ٹھہرئیے اس لئے کہ میری زندگی میں اس سے زیادہ اہم و مشکل مرحلہ کبھی پیش نہیں آیا۔ میں آپ کے لئے اجنبی ہوں اور آپ میرے لئے اجنبی ہیں حقیقت میں آپ کی طبیعت سے واقف نہیں ہوں تو آپ

میرے مزاج سے واقف ہیں اس لئے آپ مجھے بتائیے کہ اخلاق اور طبیعت سے واقف
کریں اور یہ کہیں کہ آپ کو کون کون سی باتیں پسند ہیں تاکہ میں آئندہ ان کے مطابق عمل
کروں اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں تاکہ میں ان سے اجتناب کروں تو میں نے بتا دیا
کہ فلاں فلاں باتیں پسند ہیں اور فلاں فلاں ناپسند ہیں۔ چنانچہ تین دن میں گھر میں رہا پھر
مجلس قضاء کی طرف لوٹ آیا۔ اس کے بعد ہر آنے والا دن ہمارے لئے پہلے سے بہتر ہوتا
تھا جب نکاح کو سال گزر گیا تو میری اہلیہ کی والدہ آئی ہمارے گھر میں، اس نے مجھ سے
پوچھا کہ تم دونوں کیسے ہو؟ میں نے کہا کہ بھلائی پر ہیں تو وہ کہنے لگی کہ اگر اس کی طرف سے
کوئی نافرمانی کی بات ہو تو کوڑے سے اس کا فیصلہ کرنا۔ اس نے اپنی بیٹی کو نصیحتیں کیں اور
مجھے بھی چند نصیحتیں کیں کہ اگر اس کی طرف سے کوئی نافرمانی کی بات ہو تو کوڑے سے اس کا
فیصلہ کرنا۔ قاضی شریح کہتے ہیں کہ پوری زندگی میں میری اہلیہ کی طرف سے ایسی کوئی بات
میرے سامنے نہیں آئی جس کی وجہ سے مجھے اس پر غصہ آیا ہو صرف ایک مرتبہ مجھے اس پر
غصہ آیا تھا اس میں بھی میرا ہی قصور بنتا تھا۔ جس بات پر غصہ آیا تھا وہ یہ بات تھی کہ میں
امامت کرتا تھا ایک مرتبہ جماعت کا وقت ہو گیا تھا میں گھر سے جانے لگا تو اسی وقت ایک
بچھو سامنے آ گیا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں پہلے اس کو مارتا۔ اس لئے اس پر ایک برتن ڈال کر
نماز کیلئے چلا گیا اور اپنی بیوی کو کہا کہ میرے آنے سے پہلے اس سے برتن مت ہٹانا مگر اس
نے جلد بازی سے کام لیا اور میری واپسی سے پہلے اس نے برتن ہٹا دیا اور اس بچھو نے اس کو
ڈس لیا۔ صرف اسی بات پر غصہ آیا تھا کہ برتن کیوں ہٹایا ہے؟ ورنہ کبھی کوئی غصہ وغیرہ کا
موقعہ ہی نہیں آیا۔ قاضی شریح کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا وہ اپنی بیوی کو بہت مارتا تھا تو
اس کو دیکھ کر میں نے یہ شعر کہا:

رأيت رجالا يضربون نساءهم

فشلت يميني يوم اضرب زينب

یعنی میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی عورتوں کو مارتے ہیں، میرا ہاتھ شل ہو
جائے جس دن میں اپنی بیوی زینب کو ماروں۔ (خواتین مجلس الذکر ص ۳۳)

آپ نے قاضی شریحؒ کا واقعہ دیکھا انہوں نے اپنی اہلیہ کی کس قدر تعریف کی ہے صرف اہلیہ کی تعریف ہی نہیں کی بلکہ اس نیک خاتون کی اچھی تربیت اور وضعداری اور فرمانبرداری کی وجہ سے اس کے قبیلے کی تمام عورتوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ بنو تمیم کی عورتیں ہی عورتیں کہلانے کی مستحق ہیں۔ قاضی شریحؒ کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ یہ وہ ہیں جو اپنے وقت کے سب سے بڑے جج اور قاضی تھے تقریباً چالیس برس تک عہدۂ قضا پر فائز رہے اور ان کے فیصلوں اور ذہانت کے عجیب و غریب واقعات بھی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں یہ حضرت عمرؓ کے دور سے لے کر حضرت معاویہؓ کے دور تک قاضی رہے۔ مذکورہ بالا واقعے میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں جن کی طرف خواتین کو توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ (۱) ایک یہ کہ شوہر کے مزاج کی رعایت کرنا، شوہر کے پسند اور ناپسند کاموں کا خیال رکھنا اور اس کے مطابق برتاؤ کرنا جیسے کہ قاضی شریحؒ کی اہلیہ نے پہلی ہی ملاقات میں شوہر سے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں کونسی ہیں تاکہ آئندہ اسی کے مطابق عمل ہو اور شوہر کو کسی بات سے تکلیف نہ ہو۔

(۲) دوسری یہ کہ لڑکی کی والدہ کو بیٹی کے گھر جا کر اس کو نصیحت کرنا اور اس کی تربیت کا خیال رکھنا مزید یہ کہ شوہر سے یہ کہنا کہ اگر کوئی نافرمانی کرے تو کوڑے سے اس کا فیصلہ کرنا، یہ دو باتیں خواتین کیلئے بہت ہی اہم ہیں انہی دونوں باتوں کی وجہ سے تو قاضی شریحؒ نے فرمایا کہ ہماری زندگی کا ہر آنے والا دن پہلے سے بہتر ہوتا تھا، انہی دو باتوں کا نتیجہ تھا کہ قاضی شریحؒ کو پوری زندگی بیوی پر غصہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی، اور یہی وہ باتیں تھیں جنہوں نے قاضی شریحؒ کو یہ شعر کہنے پر مجبور کر دیا۔

رأيت رجالا يضربون نساءهم

فشلت يميني يوم اضرب زينب

یہ دو باتیں ایسی ہیں کہ اگر آج بھی کوئی خاتون ان کو اپنا لے تو اس کا شوہر بھی اس کی ایسی ہی تعریفیں کرنے لگے اور گھر گویا جنت کا نمونہ بن جائے۔

زمین پر فتنہ ہوگا

ان دو باتوں کے علاوہ ایک اور بات ایسی ہے جس کا تعلق خاص خواتین سے تو نہیں ہے مگر اس واقعہ سے معلوم ہو رہی ہیں اس لئے ان کی بھی کچھ وضاحت عرض کی جاتی ہے چنانچہ اس واقعہ کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ اچھا اور دیندار رشتہ ہو تو اس کے لئے اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے مدد حاصل کرنا بھی درست ہے جیسا کہ قاضی شریحؒ نے مذکورہ رشتہ کیلئے اپنے ساتھی حضرت مسروقؒ اور ابو بردہؒ کی مدد حاصل کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کے پاس اس کی بیٹی کا رشتہ لینے کیلئے کوئی نیک، دیندار، قابل اعتماد شخص آئے تو بلا وجہ انکار نہیں کرنا چاہئے رشتہ کر دینا بہتر ہے خواہ وہ مانگنے والا اپنی قوم کا نہ بھی ہو جیسے قاضی شریحؒ نے جب لڑکی کے چچا سے رشتہ مانگا تو انہوں نے اس لئے رشتہ کر دیا کہ یہ نیک، دیندار، اہل علم و اہل تقویٰ میں سے تھے اور اس مضمون کو ایک حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس رشتہ لینے کوئی ایسا شخص آئے جسکے اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ بعض لوگ خاندان میں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکیوں کو گھروں میں بٹھانا برداشت کر لیتے ہیں مگر غیر قوم میں رشتہ کرنا گوارا نہیں کرتے ان کو مذکورہ حدیث پر غور کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اولاد گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اگر والدین بلا وجہ اولاد کا رشتہ نہ کریں اور اولاد گناہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ خود تو گنہگار ہوگی ہی مگر از روئے حدیث والدین کو بھی گناہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والا بنائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 20)

چند مثالی خواتین

کسی بھی انسان کے اچھا یا برا بننے میں سب سے زیادہ دخل صحبت کا ہوتا ہے جس کو خوش قسمتی یا کوشش سے نیک صحبت میسر ہوگئی تو وہ نیک بن جاتا ہے اور جو بری صحبت میں بیٹھنے لگے وہ برا بن جاتا ہے۔ اس لئے مرد ہو یا عورت سب کیلئے نیک صحبت اختیار کرنا

ضروری ہے نیک صحبت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بذات خود نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر دینی نفع حاصل کیا جائے لیکن جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو تو وہ کسی عالم دین کی رہنمائی اور مشورے سے نیک لوگوں کی کتابیں اور ان کے حالات و واقعات پڑھ کر فائدہ حاصل کریں چنانچہ اسی غرض سے ذیل میں چند نیک خواتین کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ آج کی مسلمان خواتین ان سے سبق حاصل کریں۔

ایک شخص گزرے ہیں جن کا نام رباح قیسی تھا ان کی اہلیہ تھیں عبادت گزار تھیں ساری رات عبادت کرتی تھیں جب ایک پہر رات گزر جاتی تو شوہر سے کہتیں کہ اٹھو (عبادت کرو) اگر وہ نہ اٹھتے تو پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کو اٹھاتی پھر آخر شب میں کہتیں اے رباح اٹھو رات گزر رہی ہے اور تم سو رہے ہو۔ کبھی کبھی تو زمین سے تنکا اٹھا کر کہتیں کہ خدا کی قسم دنیا میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے اور ان کے حالات میں لکھا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر زینت کے کپڑے پہن لیتیں اور خاوند سے اشارۃً پوچھتیں کہ تم کو کچھ خواہش ہے؟ اگر وہ انکار کر دیتے تو وہ کپڑے اتار کر رکھ دیتیں اور عام سے کپڑے پہن کر صبح تک نوافل میں مشغول رہتیں۔

دیکھئے ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیسا شغف تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کا بھی حق ادا کرتیں اور ان کو بھی عبادت کی طرف رغبت دلاتی تھیں۔

نیشاپور میں ایک اللہ کی نیک بندی گزری ہے جن کا نام فاطمہ نیشاپوری تھا ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہر وقت دھیان نہیں رکھتا وہ گناہ کے ہر میدان میں جا گرتا ہے جو منہ میں آیا کہہ ڈالتا ہے اور جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھتا ہے وہ فضول باتوں سے گونگا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے شرم و حیاء کرنے لگتا ہے۔

دیکھئے انہوں نے گناہوں سے بچنے کی کتنی اچھی تدبیر بتلائی یعنی اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا انہوں نے خود بھی اپنی بات پر عمل کیا تو اللہ نے ان کو اتنا بڑا رتبہ دیا کہ مشہور ولی اللہ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ اس نیک خاتون سے مجھ کو بھی دینی فیض حاصل ہوا ہے اور ایک اور بزرگ حضرت ابو یزید کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کے برابر کوئی نیک عورت نہیں دیکھی اور ان کو کشف بھی ہوتا تھا چنانچہ ابو یزید کہتے ہیں کہ ان کو جس جگہ کی جو خبر دی

جاتی وہ وہاں کو پہنچنے ہی معلوم ہو جاتی تھی عمرہ کے رستے میں مکہ معظمہ میں ۲۲۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے تقویٰ اور عبادت کی برکت سے اللہ نے ان کو کتنا بڑا مرتبہ عطا فرمایا کہ ایک تو انہیں صاحب کشف بنا دیا اور دوسرا یہ کہ بڑے بڑے بزرگوں کو ان سے روحانی فیض پہنچے۔

نیک خواتین میں سے ایک حضرت رابعہ بنت اسماعیل بھی ہیں ان کی عبادت کے حالات بھی قابل رشک ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ یہ ساری رات عبادت کرتیں اور ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ جب اذان سنتی ہوں تو قیامت کے دن کا پکارنے والا فرشتہ یاد آ جاتا ہے اور جب گرمی کو دیکھتی ہوں تو قیامت کی گرمی یاد آ جاتی ہے۔ اور فرماتی تھیں کہ جب کوئی عبادت میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کی اس کو خبر کر دیتے ہیں پھر وہ دوسروں کے عیبوں کو نہیں دیکھتا۔ اور فرماتی تھیں کہ میں جنات کو آتے جاتے دیکھتی ہوں اور مجھ کو حوریں بھی نظر آتی ہیں۔ دیکھئے ماشاء اللہ کس قدر عبادت کا شوق تھا اور جو کوئی ہر وقت دوسروں کے عیبوں کے پیچھے پڑا رہے اس کا کتنا اچھا علاج بتا دیا کہ اپنے عیبوں کو دیکھے۔ خواہ مخواہ کسی کے عیبوں کی کھوج کرید کرنا تو برا ہے ہاں اگر کوئی بغرض اصلاح کسی شرعی عذر سے حالات کی تفتیش کرے تو یہ درست ہے جیسے استاد شاگرد کے حالات پر نظر رکھے والدین اولاد کے حالات کی خبر گیری کریں یا شیخ مریدین کے حالات کی تفتیش کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

خدا رسیدہ خاتون کی دعا

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیت المقدس سے صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں پڑی کوئی کہہ رہا ہے اے بے حد بے انتہا نعمتوں والے اے سخاوت اور بخشش والے میری قلبی نگاہ کو میدان جبروت میں جولانی دے کر قطع منزل کرا اور میری ہمت کو اپنے لطف سے متصل فرما اور اے عزت اپنے جلال کے صدقے مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہ سے پناہ دے اپنی قرابت کی وجہ سے محبوب میں مجھ کو اپنا طالب اور خادم رکھ۔ اور اے میرے دل کے روشن کرنے والے اور میرے مطلوب حقیقی میرے قصد میں تو ہی میرے ساتھ رہ۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سن کر اس آواز کے پیچھے ہو لیا۔ شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت کی آواز تھی جو ریاضت و مجاہدات کی آگ سے جل کر خشک سوختہ تن ہو گئی تھی اور بدن پر اس کے ایک اون کا کرتا اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا مشقت نے اسے بالکل لاغر بنا کر رکھ دیا تھا اور عشق الٰہی کی آگ نے پگھلا دیا تھا میں نے قریب جا کر کہا السلام علیکم۔ اس نے کہا وعلیکم السلام اے ذوالنون! میں نے تعجب سے کہا لا الٰہ الا اللہ تو نے میرا نام کیسے جانا؟ کہا ذوالنون میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے ہٹا دیئے ہیں اور قلب سے اندھاپن کھو دیا اس لئے مجھے تیرا نام معلوم ہو گیا۔

ذوالنون کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تو اپنی مناجات پھر کر۔ یہ سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سی سانس بھری اور کہا اے عزت اور بزرگی والے۔ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شئی کے ذریعہ میں ادراک کرتی ہوں اسے مجھ سے علیحدہ کر دے کیونکہ میں اس زندگی سے بہت متوحش ہوں۔

یہ کہہ کر ذرا سی دیر کے بعد وہ مردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران و متفکر کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرے کو دیکھ کر بولی الحمدللہ الذی اکرمہا (تمام تعریف اللہ کی ہے جس نے اس کو معزز بنایا)۔

میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ اور تم کون ہو؟ اور یہ کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے زہراء والہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے جس کی بیس برس سے اس کی یہی حالت ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہو گئی ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ شوق الٰہی نے اس حال کو پہنچایا تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے

قالوا جننت بمن تهوى فقلت لهم ... ما لذة العيش الا للمجانين

ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق سے دیوانہ ہو گیا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ زندگی کی لذت بھی دیوانوں کو نصیب ہے۔ پھر میں کیونکر ایسا دیوانہ نہ ہوں؟

سبحان اللہ اللہ نے اس نیک بندی کو کس قدر اپنی محبت و قرب سے نوازا تھا اس کی مناجات سے بالکل واضح ہے اور حقیقت حاصل کرنے کی چیز بھی یہی شوق محبت ہی ہے جو شوق خلوص اور عبادت سے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنی محبت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور عطا فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر ۲۱)

شوہر کے حقوق

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حسینہ دوشیزہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جوان ہوں لوگ مجھ سے شادی کے پیغامات بھیجتے ہیں لیکن مجھے شادی پسند نہیں ہے۔ اب آپ مجھے بتا دیجئے میں شادی کروں یا نہ کروں؟ فرمایا ضرور کرو اسی میں تمہاری خیر ہے۔ اس کے بعد اس دوشیزہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ عورت پر شوہر کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ شوہر کے حقوق تو بہت ہیں اس کا اندازہ تم اس طرح کرلو کہ اگر شوہر کا جسم سر تا بقدم پیپ سے بھرا ہوا ہو اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے جب بھی اس کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے۔ (احیاء العلوم) اس حدیث سے شوہر کے حقوق کی بہت زیادہ اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

شوہر کی اطاعت کا انعام

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سفر پر جاتے ہوئے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ گیا کہ میری واپسی تک مکان کے بالائی حصے سے نیچے مت آنا اور اس عورت کے والدین نیچے کے مکان میں رہتے تھے شوہر کی واپسی سے قبل عورت کا والد بیمار ہو گیا تو اس عورت نے کسی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرایا کہ میں والد کی تیمارداری کیلئے نیچے اتر جاؤں یا شوہر کے حکم پر عمل کروں؟ آپؐ نے اس کو شوہر کے حکم کی تعمیل کا فرمایا چنانچہ عورت کا والد اسی مرض میں انتقال کر گیا مگر وہ عورت شوہر کے حکم پر کاربند رہی نیچے نہیں اتری مگر اس کو طبعی طور پر بہت دکھ اور صدمہ ہوا ادھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ذریعے اس عورت کو یہ خوشخبری سنائی کہ شوہر کی اطاعت پر یہ اجر ملا ہے کہ تیرے والد کی مغفرت ہو گئی ہے۔ (طبرانی اوسط احیاء العلوم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو شوہر کے حکم کی تعمیل سے اگر بہت زیادہ تکلیف اور صدمہ بھی ہو تو جب بھی وہ تعمیل کرنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ اس کا اجر بھی بہت بڑا ملے گا جیسا کہ مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہے (یعنی والد کی مغفرت)۔

سب سے افضل عورت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں میں سے سب سے افضل ترین عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور سوائے گناہ کے کاموں کے اس کی تمام خواہشات میں اس کی فرمانبرداری کرے ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے جو صبر کے ساتھ خدا کی راہ میں شہید ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس اجر کی توقع رکھتے ہیں۔ (تحفۃ الطالبین)

اس حدیث میں شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل ترین عورت قرار دیا جو یقیناً بہت بڑا شرف اور طرۂ امتیاز ہے اور خوش بختی کی علامت ہے۔

جنتی عورت

ایک بدشکل شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی بیوی نہایت حسین تھی۔ آپؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ تیری بیوی تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہت قدر کرتی ہے اور میری بلا اجازت گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ اپنے حسن و جمال کے باوجود میری خدمت کا خیال کرتی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ جا اور اس سے کہہ دے کہ وہ جنتی عورتوں میں سے ہے کیونکہ باوجود حسن و جمال کے اپنے شوہر کی تابعداری کرتی ہے اس کی بدصورتی پر نہیں جاتی۔ (تحفۃ النساء صفحہ ۱۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت کرنے سے عورت کو جنت حاصل ہوتی ہے بالخصوص وہ عورت جو کہ حسن و جمال میں شوہر سے بڑھ کر ہے مگر وہ حسن و جمال پر فخر کی بجائے شوہر کی خدمت پر فخر کرتی ہو۔ جیسے کہ ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

حضرت اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں گیا مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک حسین عورت ایک انتہائی بدشکل کی شریک زندگی ہے۔ میں نے اس عورت کے سامنے بھی اس حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ کیا تم اس جیسے شخص کی بیوی بننے پر خوش ہو؟ تو اس نیک عورت نے ڈانٹ کر مجھے خاموش کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ شاید اس شخص نے کوئی نیک کام کیا ہے جس کا صلہ اس کو اللہ نے مجھ جیسی حسین بیوی کی شکل میں دیا ہے لہٰذا ہماری رفاقت

میں اللہ کی مرضی شامل ہے اس لئے میں اللہ کی مرضی پر راضی ہوں۔ (تحفۃ النساء ص ۱۳۰)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ نے بھی تراشے میں نقل فرمایا کہ ایک شخص نہایت بدشکل اور اس کی بیوی نہایت خوبصورت تھی ایک دن شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو بھی جنتی اور میں بھی جنتی ہوں۔ بیوی نے حیران ہو کر پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری جیسی حسین وجمیل بیوی عطا فرمائی ہے میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں اور تجھے میرے جیسا بدشکل شوہر ملا ہے تو اس پر صبر کرتی ہے اور صبر کرنے اور شکر کرنے پر جنت کا وعدہ ہے اس لئے ہم دونوں جنتی ہیں۔ واقعی بڑی عجیب بات ہے اور خواتین کیلئے سبق آموز بھی اور باعث تسلی بھی ہے اس لئے کہ جن خواتین کے شوہر ان کے ہم مزاج ہیں اور سیرت وصورت کے اعتبار سے بہت اچھے ہیں ان کو اس نعمت پر شکر ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی کا شوہر اس کے ہم مزاج نہیں یا سیرت وصورت کے اعتبار سے اچھا نہیں جس کی وجہ سے بیوی کو پریشانی ہوتی ہے تو جب بھی اس کو چاہیے کہ صبر سے کام لے اور شوہر کی ناقدری نہ کرے ان شاء اللہ اس کے صبر پر اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ اجر سے نوازیں گے۔

شوہر سے بدسلوکی نہ کریں

مذکورہ بالا روایات سے شوہر کے حقوق کی اہمیت بالکل واضح ہے اس لئے شوہر کی بے ادبی کرنا، اس سے بدسلوکی کرنا، اس سے بدکلامی کرنا، اس کی غیبت کرنا، اس کے عیب دوسروں کے آگے ظاہر کرنا اور بداخلاقی سے پیش آنا، اس کو حقیر جاننا ناجائز اور حرام ہے چنانچہ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خاوند کے عیب کو بیان کرے وہ اپنے اوپر دوزخ کو تیز کرے۔ (تحفۃ النساء ص ۱۳۲)

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے، بداخلاقی اور بدکلامی سے پیش آتی ہے تو اس کو جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی اور ہمیشہ خدا کی پھٹکار اس پر پڑتی رہے گی۔ (الا یہ کہ وہ توبہ کر لے) بہر حال مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت اور فرمانبرداری جنت کا ذریعہ ہے اس کی نافرمانی جہنم کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت والے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین (ج ۲ ش نمبر 22)

بہترین عورت

قال اللہ تعالیٰ: فالصلحت قانتات حفظت للغیب بما حفظ اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو عورتیں نیک ہوتی ہیں وہ (شوہر کی) اطاعت گزار ہوتی ہیں اور مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی (ان کے حقوق کی) نگہداشت کرتی ہیں۔

قرآن کریم کے ان چند الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے نیک سیرت اور پاکیزہ عادت اور بلند کردار عورتوں کی کچھ خاص علامات اور صفات کا ذکر کیا ہے کہ نیک سیرت اور بہترین وہ عورتیں جو شوہر کی حاکمیت اور فضیلت کو بسر و چشم تسلیم کرکے ان کی اطاعت شعار ہوتی ہیں اور دل جوئی سے ان کی فرماں برداری کرتی ہیں۔ اور مرد کی عدم موجودگی میں بھی بحفاظت الٰہی اپنے نفس و آبرو اور ان کے اموال کی نگہداشت کرتی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ شریعت کی نظر میں نیک دیندار اور عمدہ سیرت و بلند کردار وہ عورت ہے۔ جو اپنے گھر کی تعمیر اور اپنے مال کی حفاظت اور نفس و اولاد کی اصلاح میں مصروف رہے، نماز، روزے کی پابندی کرے اور شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کا کوئی دوست یا جاننے والا آئے تو شرم و حیا اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے کوئی کلام نہ کرے اور اگر زیادہ ضروری بات ہو تو آواز بدل کر گفتگو کرے یعنی اپنا طرز کلام جاذب اور صفائی والا نہ رکھے۔ شوہر کی حلال آمدنی پر اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو قناعت کرے اور شوہر کی حرام کمائی سے ہر ممکن اجتناب کرے۔ پہلے زمانے کی نیک عورتیں ان باتوں کا بہت زیادہ دھیان رکھتی تھیں چنانچہ جب کوئی شخص کمانے کیلئے گھر سے جاتا تو اس کی بیوی اسکو یہ نصیحت کرتی کہ دیکھنا ذرا حرام کمائی سے بچنا اور یہ یقین دلاتی تھیں کہ ہم بھوک پر صبر کرلیں گے تنگ دستی سے ہمیں کوئی خوف نہیں ہے لیکن دوزخ کی آگ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔ ایک خدا پرست انسان نے کہیں جانے کے لئے سامان سفر باندھا تو صرف اہلیہ کے علاوہ تمام لوگوں نے اس کے سفر کی مخالفت کی۔ بیوی کے رویئے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں نے اس سے کہا کہ تم اس کے سفر پر کیسے رضامند ہوگئی ہو؟ وہ تمہارے اخراجات کیلئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جارہا اس پر اہلیہ نے جو سبق آموز جواب دیا وہ یہ کہ "میرا

شوہر کمانے والا ہے تو شکر رزاق، مسبب الاسباب رزاق ہے کمانے والا چار ہے کھلانے والے رزاق پہلے بھی موجود تھا اور آج بھی موجود ہے۔ (احیاء ص ۲۸ ج ۲ بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۴۰)

بیوی کے ذہن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی ہے کہ شوہر کا حق خود اسکے شخصی حقوق اور اس کے تمام اعزہ و اقرباء کے حقوق پر مقدم ہے جس کی بہترین تعبیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب اسکی طرف اس کا شوہر دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر اس کو حکم کرے تو وہ شوہر کی اطاعت کرے اور جب شوہر اس سے غائب ہو (یعنی گھر میں نہ ہو) تو اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرے اپنے نفس میں بھی اور شوہر کے مال میں بھی۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۴۰)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ شکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے (یعنی ایسی خاتون سے نکاح کرے) جو مومن ہو اور آخرت پر اسکی مدد کرنے والی ہو۔ (ترمذی بحوالہ ایضاً)

یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکر اور ذکر جیسی عظیم عبادتوں کے ساتھ ہی نیک اور صاحب ایمان بیوی کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس حدیث کا مصداق وہ عورت ہو سکتی ہے جو مومنہ ہو نیک سیرت اور حسن اخلاق والی ہو اور گھر کا نظم باقی رکھنے میں ماہر ہو اور دین کے معاملے میں شوہر کی معاونت کرنے والی اور مددگار ہو یعنی اس نے اپنے شوہر کی خدمت اور اسکے کاموں کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈال کر شوہر کے قیمتی اوقات کو علم و عمل کی ترقی کیلئے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کیلئے اور عبادت الٰہی کے لئے فارغ کر دیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جو دنیا میں کسی کو مل گئیں تو سمجھو اس کو دین و دنیا کی تمام بھلائی مل گئی ہے (۱) شکر کرنا والا دل (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) صبر کرنے والا بدن (۴) نیک بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کوئی گناہ نہ کرے۔ (طبرانی بحوالہ تحفۃ النساء ص ۱۴۲)

مذکورہ بالا احادیث میں خوب واضح ہو جاتا ہے کہ نیک اور بہترین عورت دنیا میں کون ہو سکتی ہے؟ اور اسکے کیا اوصاف ہیں پس جو عورت چاہے کہ وہ مذکورہ بالا چند روایات میں بیان کردہ صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دیں ان پر عمل کرنے والا بنا دے۔ آمین! (شمارہ نمبر 25)

مثالی بیوی

مثالی بیوی وہ بہترین خاتون ہوتی ہے جو مرد کو نیکی پر ابھارے، جو دین دار ہو اور اس کی توجہ اپنی طرف منعکس کرے، خوبصورت ہو اور اسے اپنا قیدی بنا لے، محبت و شفقت والی ہو، اپنا حق شوہر پہ باقی رکھے۔ کہتے ہیں! شیطان عورت سے کہتا ہے تو میری آدھی فوج ہے، تو میرا وہ تیر ہے، جسے میں جب چلاتا ہوں کبھی خطا نہیں ہوتا! اس لئے جب کسی کی اپنی ہی بیوی سے راحت نہیں پہنچے گی تو شیطان اسے حرام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے گا۔
اسی طرح کہتے ہیں عورت جتنے قدم زمین پر رکھتی ہے ہر قدم کے نیچے جہاں زندگی پوشیدہ ہوتی ہے وہاں اپنے پیچھے سامان ہلاکت بھی لئے ہوئے ہے وہی سعادت کا سبب بھی بنتی ہے، وہی ہلاکت کا سبب بھی بنتی ہے۔ وہی ہر سربلندی کیلئے آگے بڑھاتی ہے کبھی دونوں ہاتھوں سمیت منہ کے بل پستی میں بھی گراتی ہے۔ یہی عورت سادہ اور بالکل بے غبار بھی ہے اور اسی نازک بدن کے اندر قدرت نے فضیلت، پاکیزگی اور خوبصورتی کے اثرات بھی رکھے ہیں۔ اور اسی چھوٹے سے سر کے اندر انقلاب اور آگ بھی بھری ہوئی ہوتی ہے، جب چاہے خاندانوں کے خاندانوں کو آگ لگا کر صفحۂ ہستی سے مٹانے کا سبب بن جائے۔
یہ دین، بیوی، شوہر اور آنے والی نسلوں کیلئے دل و جان ہے۔ نیک بیوی کی حیثیت، مجمع خانہ اور گھر کی بے تاج ملکہ کی سی ہے، شادی شدہ ہونے کی صورت میں شوہر کی طرف سے اس کو یہ حیثیت حاصل ہے۔ کافروں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی عادات و اطوار، پوشاک، زیب و زینت، وغیرہ اپنانے سے بچتی ہے، یہاں تک کہ کافروں کے ملکوں سے حاصل کردہ خوشبوؤں سے ان کے بنائے ہوئے سامان سے بھی بچتی ہے۔ زمانے کی لہروں اور یورپین فیشن سے متاثر نہیں ہوتی۔ لباس گھریلو اسباب کا حصول ہو یا عادات و

اطوار اختیار کرنے والا مرحلہ کبھی بھی آنکھ بند کر کے دوسروں کے پیچھے نہیں چلتی۔ اس لئے
گھر کی زندگی میں برکتیں میاں بیوی کی آپس کی محبت، نرمی اور مفاہمت کے ساتھ زندگی
گزارنے میں ہے۔ ازدواجی زندگی اس کا نام نہیں کہ کپڑے، گھر کو قیمتی سامان،
امریکن چینی، اچھے پردے، مہمانوں اور پڑوسیوں کو دکھا کر ان پر فخر کیا جائے۔

مثالی بیوی! وہی ہوتی ہے جو شوہر کو نیکیوں اور بھلائیوں پر آمادہ کرتی ہے اس لئے ایک
خاتون کا قول ہے، وہ مردوں کو خطاب کر کے کہتی ہے تم میں بہ درجہ زیادہ وہی ہے جسے ہم
گناہوں کی طرف پھسلا نہ سکیں۔ اس لئے کہ حرص پر سب سے پہلے بیٹھنے والا خون آدم کے
ایک بیٹے کا ہے جس کا خون بعض عورتوں سے متعلق تکرار اور رسہ کشی کے نتیجے میں بہا۔

مثالی بیوی! کے اندر شوہر کے ساتھ پورے پورے تعاون کا جذبہ ہونا چاہئے، بلکہ یہ
تو دونوں کیلئے ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے پہ جان چھڑکیں، اور مانگنے سے پہلے
دینے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ ایثار اور قربانی کی عادت ڈالیں۔

مثالی بیوی! شوہر کیلئے جینے کا فیصلہ کر لے، اگر بیوی نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آج سے میں
نے اپنے لئے جینا تھا اپنے لئے مرنا تھا۔ اب سب کچھ شوہر کی رضا کیلئے اور اس کی
پسند کے موافق کروں گی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا شمار دنیا کی صالحات عورتوں میں
سے ہو گا اور تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا شوہر بھی پھر اسی کے قدموں میں اپنا جان
نچھاور کر دے گا کہ اس کے لئے بیوی کو بہت لمبی مدت تک قربانی دینی ہو گی۔

مثالی بیوی! کبھی بھی نفس کی خواہشات کے پیچھے چلنا پسند نہیں کرتی۔ نہ اپنے نفس کے
فریب میں مبتلا ہوتی ہے نہ اپنے گھر کی عزت کو بٹہ لگاتی ہے، نہ ہی اپنے بچوں کی اصلاح و
تربیت اور انہیں آداب زندگی سکھانے میں غفلت برتتی ہے اور نہ ہی شوہروں کے حقوق میں
کبھی کوتاہی کرتی ہے، اس وجہ سے نیک بیوی کی ایک ہی صفت کافی ہے کہ اس کی تسلی کی یہ
موثر تدبیر ہے یہ مثالی بیوی! شوہر کو ہمیشہ یہ وصیت کرتی رہتی ہے۔

" ایاک و کسب الحرام، فانا نصبر علی الجوع، ولا نصبر علی النار۔"
ترجمہ: خوب بچنا حرام کمائی سے، یہ ایسی چیز جس میں کسی کا حق مارا گیا ہو کسی کو دھوکہ دیا

گیا ہو، یا ملازمت کے اوقات میں ڈیوٹی مار لی، یا نمازوں کو قضا کر کے کمایا گیا ہو، اذان
ہونے کے باوجود دکان بند نہ کی، ایسا مال ہمیں نہیں چاہیے ہم بھوک برداشت کر لیں گے مگر
ہم جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تکلیف سے ہماری حفاظت
فرمائیں، آمین! (ماخوذ تحفۂ دلہن مع تغیر) (شمارہ نمبر 28)

مثالی بیوی

بعض اوقات شوہر کسی وجہ سے بیوی کو ڈانٹ دیتا ہے یا ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور کچھ
سخت سست بھی کہہ دیتا ہے تو ایسی صورت میں بعض خواتین مقابلہ پر اتر آتی ہیں اور جوابی
کارروائی کرتی ہیں یا پھر ناراض ہو کر والدین کے گھر چلی جاتی ہیں اور بعض خاندانوں میں
اختلافات جنم لیتے ہیں جن کے بھیانک نتائج ہمارے سامنے موجود ہیں اور اس وقت زیادہ
افسوس ہوتا ہے جب قصوروار بھی عورت ہو اور بعض نام نہاد روشن خیال خواتین تو طلاق کا بھی
مطالبہ کر دیتی ہیں اور جس میں کچھ زیادہ ہمت ہو تو وہ عدالت تک پہنچ کر عدالت سے طلاق
حاصل کر لیتی ہے (علماء کا فیصلہ ہے کہ بعض صورتوں میں عدالت سے لی گئی طلاق معتبر نہیں
ہوتی) حالانکہ یہ سب کچھ اس عورت کے شایانِ شان نہیں ہے جو گھر کی ملکہ اور اپنے شوہر کی
مثالی بیوی بننا پسند کرتی ہو اس لئے کہ ہر شوہر کے اپنی بیوی پر کچھ احسانات ضرور ہوتے ہیں
اور کسی نہ کسی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے ناز بھی اٹھاتا ہے تو مثالی بیوی کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے
شوہر کی تکالیف پر نہیں بلکہ اس کے احسانات پر نظر رکھتی ہے اور خلافِ طبیعت بات پر منہ بنانے
کے بجائے خندہ پیشانی سے اس کو ٹال دیتی ہے جیسے حضرت لقمان علیہ السلام نے جو حکیم تو
سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں ایک باغ میں نوکری کر لی، مالک باغ
ایک روز باغ میں آیا اور وہاں سے ککڑیاں منگائیں، ان کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا تو وہ بے تکلف
کھاتے رہے اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ بڑی لذیذ ہے
ایک قاش اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا اے
لقمان تم تو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ کڑوی زہر ہے کیسے کھا گئے، ہاں! کڑوی تو ہے کہا پھر تم نے

کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے کہا میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ
مٹھائی کھائی ہو اگر اس ہاتھ سے ایک وقت ساری عمر میں کڑوی چیز مل گئی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مذکورہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ
یہ اپنا اصول ہے کہ اس کو اگر میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی
بدمزگی پیش نہ آئے بیوی یہ دیکھے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے میرے ناز اٹھائے ہیں
ایک دفعہ سختی کی تو کوئی بات نہیں ہے اور خاوند خیال کرے کہ بیوی نے ہزاروں قسم کی میری
خدمت کی ہے اگر کبھی کوئی خلاف طبیعت بات کہہ دی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم
سب کو صحیح طریقے سے دین پر عمل کرنے والا بنا دے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 24)

ماں ...... اور ...... سوتیلی ماں

تین حرفوں (م ۔ ا ۔ ں) سے مرکب اس چھوٹے سے لفظ ماں میں کتنی پیاری شفقتوں
کے کتنے سمندر موجزن ہیں کوئی انسان اس کا نہ تو اندازہ لگا سکتا ہے اور نہ اس کی گہرائی جان
سکتا ہے کیونکہ بچے کو اپنے پیٹ میں رکھنا اور پھر بچے کی پیدائش کے کٹھن مراحل سے
گزرنا یہ بھی ماں کا کمال ہے۔ ابتدائی پرورش کے زمانے میں بچے کی راحت کیلئے خود گرمی،
سردی کی راتیں بیدار رہ کر گزارنا۔ بچے کو سردی نہ لگے اور خود سخت سردی برداشت کرنا بھی
ماں کی محبت فطری کا نتیجہ ہے صرف یہی نہیں بلکہ پوری زندگی بچوں کی راحت کو اپنی راحت
پر بچوں کی خوشی کو بھی خوشی پر مقدم رکھنا بھی ماں ہی کی خصوصیت ہے۔ اگر کبھی وقت مقررہ پر
بچہ آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہوتا تو ماں کی بے چینی و بے قراری اس مچھلی سے کم نہیں
ہوتی جس کو میٹھے پانی کے دریا سے نکال کر تپتی زمین پر پھینک دیا گیا ہو اگر خدانخواستہ کسی
ماں کا بیٹا رات کو دیر سے گھر آنے کا عادی ہو تو ذرا اس ماں سے تو پوچھیں کہ بیٹے کی کس
شدت سے منتظر رہتی ہے اور نگاہیں دروازے پر لگی رہتی ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے
خلوص و محبت میں ڈوبی ہوئی کتنی دعائیں نکلتی رہتی ہیں: یا اللہ! میرا بیٹا خیریت سے ہو یا
اللہ میرے بیٹے کی حفاظت کر۔ اس کو جلدی گھر لوٹا دے۔ سارا دن گھر کا کام کاج کرنے

کی تھکاوٹ اور نیند کی شدید ضرورت کے باوجود یہ ممکن نہیں کہ بیٹے کو دیکھے بغیر آنکھیں بند ہو جائیں۔ بلا شبہ اتنی بے چینی و بیقراری ماں کی خصوصیت ہے اور جس ماں میں اتنی محبت نہیں اس کو ماں کہلانے کا بھی حق نہیں ہے" ماں کی ذات اولاد کیلئے اتنی پیاری ہے کہ دوسروں کا پیار بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یقیناً ماں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اس کی قدر وہی جانتے ہیں جن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے ذرا اس کا دوسرا رخ بھی دیکھئے کہ وہ کتنا خوفناک ہے اس محبت کی پگلی ماں کے ساتھ جب "سوتیلی" کا لفظ لگتا ہے تو پھر تصویر کا رخ بدل جاتا ہے ساری دعائیں بددعاؤں سے، ساری محبتیں نفرتوں سے تبدیل ہو جاتی ہیں وہی ماں جس کو اپنا بیٹا دنیا کا سب سے پیارا بچہ لگتا تھا سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلا بیٹا سب سے زیادہ نالائق بچہ لگتا ہے حالانکہ دونوں بچے ایک ہی باپ کے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ وہی ماں جو بیٹے کے دیر سے آنے پر بے چین رہتی تھی اور دل کی گہرائیوں سے بیٹے کی واپسی اور خیریت کی دعائیں کرتی تھی سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلے بیٹے کے دیر سے آنے پر بددعائیں کیوں کرتی ہے؟ کہ یا اللہ! ہلاک ہو جائے کسی دشمن کے ہاتھے چڑھ جائے وغیرہ وہ ماں جو اپنی اولاد کو جلد از جلد صبح پراٹھے کھلا کر تعلیم گاہ کی طرف روانہ کرتی ہے سوتیلی ہونے کے بعد سوتیلی اولاد کو کیوں نظر انداز کرتی ہے بجائے اس کو جلد تعلیم کی طرف روانہ کرنے کے اس کو تعلیم سے روکنے کی کوشش کرتی ہے آخر کیوں؟ وہ ماں جو ہر وقت شوہر کے سامنے اپنی اولاد کی تعریفیں کر کے اسکی توجہ اپنی اولاد کی طرف مبذول کرتی رہتی ہے آخر کیا وجہ ہے کہ سوتیلی اولاد کی ہر وقت شکایتیں کر کے ان کو سزا دلوانے کی کوشش کرتی ہے اور شوہر کو ان سے جدا کرنے کی فکر میں رہتی ہے آخر اس سوتیلی اولاد کا کیا قصور ہے جس کی سزا ان کو زندگی بھر برداشت کرنا پڑتی ہے بعض اوقات تو وہ بچے اپنی سوتیلی ماں کی بلاوجہ دشمنی سے تنگ آ کر گھر سے فرار ہو جاتے ہیں آئے دن ایسے واقعات لڑکوں کے بھی اور لڑکیوں کے بھی اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور یہ سوتیلی ماں کا جھگڑا تقریباً ہر بستی اور ہر شہر کے ہر ہر محلے کے کسی نہ کسی گھر میں تو ضرور رہتا ہے۔

اے سوتیلی ماں ذرا سوچ تو سہی! کیا تیرے اس رویہ پر خدا تعالیٰ کو غصہ اور ناراضگی نہیں آتی ہوگی؟ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اس رویہ کی جوابدہی کر سکے گی؟ اور ذرا یہ بھی تو سوچ کہ جیسے آج تو سوتیلی اولاد پر زیادتی کر رہی ہے، بددعائیں دے رہی ہے اور ان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر رہی ہے تو خدانخواستہ کل اگر آپ کی وفات ہو گئی اور کل سوتیلی اولاد بن گئی تو پھر کیا ہوگا؟ آپ کی اولاد کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو اور ان کیلئے بددعائیں ہوں اور ان کی سوتیلی ماں بھی آپ کی اولاد کی شکایتیں کر کر کے باپ کو اولاد سے بددل کر دے، اور پھر مزید تنگ کر کر کے گھر سے نکلنے پر اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دے تو پھر... ؟

اے سوتیلی ماں اگر تو اپنی اولاد کا یہ حشر پسند نہیں کرتی تو پھر تو بھی سوتیلی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ، ان کو بھی وہی محبت و شفقت دے جو اپنی اولاد کو دیتی ہے بلکہ سوتیلی اولاد شفقت کی زیادہ مستحق ہے اس لئے کہ ان کی ماں نہیں اور آپ کی اولاد کیلئے تو آپ موجود ہیں اور ایسی سوتیلی مائیں بھی موجود ہیں جو سوتیلی اولاد کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتی ہیں۔ (شمارہ نمبر 30)

مثالی خواتین کی تین صفات

موجودہ دور میں ہر انسان خواہ وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو مرد ہو یا عورت، اپنے کردار پر مطمئن ہے وہ اپنے طرز زندگی کو مثالی کردار اور اپنے عمل کو مثالی عمل اور اپنے آپ کو مثالی مسلمان تصور کرتا ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان اسی وقت ہی مثالی ہو سکتا ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بھی مثالی ہو صرف اپنے خیال سے یا دو چار افراد کے کہنے سے خود کو مثالی تصور کرنا صحیح نہیں ہے جیسے ایک مرتبہ کسی بادشاہ نے ایک حجام کی تعریف کر دی کہ اس کو بہت عمدہ حجامت بنانی آتی ہے.. جب حجام کی بیوی کو پتہ چلا کہ بادشاہ نے میرے شوہر کی حجامت پر تعریف کی ہے تو اس کو کوئی خوشی نہ ہوئی وہ کہنے لگی کہ بات تو جب تھی کہ جب دو چار حجام مل کر یہ تعریف کرتے، اس لئے کہ بادشاہ اس فن سے واقف نہیں اسے کیا معلوم کہ حجامت کیسی ہوتی ہے فن کی باریکی کو تو صاحب فن ہی سمجھ سکتا ہے جیسے کسی مصور نے تصویر بنائی کہ جیسے پرندہ ٹہنی پر بیٹھا ہے اور پھر دیگر مصوروں کو بلا کر پوچھا کہ

میرے فن کی غلطی نکالیں، تو کوئی بھی اس کی کمزوری اور غلطی نہ پکڑ سکا سب نے ہی اس کے فن کو سراہا لیکن ایک بوڑھا مصور کہنے لگا کہ اس تصویر میں غلطی یہ ہے کہ ٹہنی جھکی ہوئی نہیں کیونکہ جب پرندہ ٹہنی پر بیٹھتا ہے تو وہ کچھ جھک جاتی ہے یہی مثال مسلمان کی بھی ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے معیاروں پر پورا اترے۔ اس وقت ہم چند ان اوصاف کو ذکر کرنا چاہتے ہیں جو مسلمان خواتین میں ہونا ضروری ہیں چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔ "ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المؤمنت لعنوا فی الدنیا و الآخرۃ" یعنی وہ لوگ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں جو تہمت لگاتے ہیں ایسی عورتوں پر جو پاکباز ہیں اور دنیوی جھگڑوں سے ناواقف ہیں اور ایمان والیاں ہیں اس آیت میں تین صفات کا ذکر کیا ہے۔ (۱) عورت کا پاکدامن ہونا یہ صفت اگرچہ مردوں کیلئے بھی ضروری ہے اور عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے لیکن مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت عورتوں کیلئے ذکر کی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی مسلمان مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں (۲) دوسرا اس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو عورت کیلئے دنیوی امور میں مہارت اور عقل اندازی کو ضروری سمجھتے ہیں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ چلنے اور کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جو خواتین دنیوی دھندوں میں دخل نہیں دیتیں ان کو برا سمجھتے ہیں اور وہ عورتیں بھی غور کریں جو اپنے لئے سیاست، ملازمت وغیرہ کو ضروری سمجھتی ہیں کیونکہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا دنیوی امور سے غافل ہونا اچھی بات ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ صفت ہے۔ (۳) تیسری صفت ایمان کی ہے، ایمان تو نیکیوں کی قبولیت کیلئے بنیادی چیز ہے اگر کسی میں ایمان نہیں تو اس کی کوئی بھی نیکی قابل قبول نہیں اس لئے سب سے پہلے مسلمان کا اپنے عقیدہ کو درست کرنا ضروری ہے چنانچہ عقائد کی تصحیح دینی کتابوں میں دیکھ لینی چاہئیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کیونکہ اگر عقیدے میں تھوڑی سی بھی گڑبڑ ہوئی تو نہ نماز کام آئے گی نہ روزہ و حج زکوٰۃ اور دیگر عبادات کام آئیں گی، خلاصہ یہ کہ مسلمان خواتین کیلئے مذکورہ تینوں صفات کا اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔ (شمارہ نمبر 31)

ہمیشہ شراب پینے والا، صحابہ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے؟ فرمایا جس کو اس کی پرواہ نہیں کہ اس کے گھر والی کے پاس کون آتا جاتا ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

مذکورہ روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو عورت مردوں کی سی شکل وصورت بنائے گی، ان جیسے بال اور ان جیسا لباس اپنائے گی وہ جنت سے محروم رہے گی اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت کو بتایا گیا کہ وہ مردوں جیسا جوتا پہنتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانی وضع قطع بنانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، بس جن عورتوں کو بیوٹی پارلر جا کر ہیئر کٹنگ کا یا پھر پینٹ شرٹ کا شوق ہے ان کو مذکورہ روایت میں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں جنت سے محرومی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کی مستحق ہو رہی ہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عورت کا سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے غیر محرم کے سامنے بدن کھولنا درست نہیں (سر کے بال کھولنے پر فرشتوں کی لعنت آتی ہے) اس لئے غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی کھلا نہیں رکھنا چاہئے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

مگر آج کل ننگے سر گھومنے کا عام رواج ہو گیا ہے، بھلا بتائیے کہ جو عورتیں ننگے سر گھوم کر فرشتوں کی لعنتیں اپنے سر لیتی ہیں ان کو اس ننگے سر گھومنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ کچھ بھی نہیں نہ دنیا کا نہ آخرت کا، بلکہ دنیا میں فرشتوں کی لعنت حاصل ہوئی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت ہوگی۔

اسی طرح عورت کیلئے اپنی آواز کی حفاظت بھی ضروری ہے کہ غیر محرم کے کان تک نہ پہنچے ضرورت شدیدہ میں بقدر ضرورت غیر محرم سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بالغرض عورت کو چاہئے کہ گھر میں ہو یا باہر پردہ، لباس، وضع قطع اور دیگر امور میں اتباع شریعت کا پورا پورا اہتمام کرے۔ (شمارہ نمبر 34)

بے صبری...... بے فائدہ

بے صبری...... خواہ کسی بھی معاملہ میں ہو بے فائدہ ہے لہٰذا جب بھی کوئی خلاف طبیعت ناگوار بات سامنے آئے یا خوش گوار واقعہ پیش آئے یا پھر حالات ناساز گار رہیں تو

صبر کا دامن نہ چھوٹنے پائے بلکہ تقدیر کے فیصلہ پر دل سے راضی رہنا اور صبر کرنا ہی مسلمان
کی شایانِ شان ہے اور یہی حکم خداوندی ہے کہا ہے ایمان والو طلب کرو صبر اور نماز کے
ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور از روئے حدیث ایمان کے دو
حصوں میں سے ایک حصہ صبر کا ہے اور دوسرا شکر کا ہے اس لئے ہر لحہ انسان کو خوشی آمیز
ہوتی ہے یا غمی، ہر آنے والا لمحہ یا موافق طبیعت ہوگا یا خلاف طبیعت، پہلی حالت میں شکر
واجب ہے اور دوسری میں صبر واجب ہے اس لحاظ سے شکر کے بھی بیشمار مواقع پیش آتے
ہیں اور صبر کے بھی، اس وقت اس مختصر تحریر میں اگرچہ روئے سخن صبر کی طرف ہے لیکن اس
کے تمام واقعات کا ذکر مقصود نہیں بلکہ ایک خاص موقع پر صبر کی طرف متوجہ کرنا مقصود
ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے گھریلو حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی فراوانی ہوتی ہے تو کبھی
بے سروسامانی، کبھی کھانے کو میوہ اور لذیذ کھانے میسر ہوتے ہیں تو کبھی دال تک نادار چنانچہ
ایسے الٹ پھیر کے ایام میں خواتین کو بجائے بے صبری کے رضا بالقضاء کا مظاہرہ کرنا چاہئے
یعنی اپنے شوہر کے ساتھ اسی طرح خوش رہنا چاہئے کہ جیسے عیش و عشرت کے دور میں خوش
رہتی ہیں اور شوہر کو تکلیف دینے، مطالبے کرنے اور اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کی
بجائے تسلی دینا بھی اچھی اور مثالی بیوی کی صفت ہے اور ذیل میں اسی قسم کی ایک بزرگ کی
بیوی کا واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ان حالات میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہتری رکھی ہے چنانچہ
روایت ہے کہ حضرت حبیب عجمی کی بی بی بداخلاق تھیں ایک دن شوہر سے کہنے لگیں اگر اللہ
تعالیٰ تمہارے پاس کوئی فتوحات (مال وغیرہ) نہیں بھیجتا تو پھر مزدوری کر لو تاکہ گھر کے
اخراجات پورے ہوں حضرت اہلیہ کی بات سن کر جنگل میں تشریف لے گئے اور دن بھر
عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر شام کو گھر تشریف لے گئے گھر داخل ہوتے ہی اہلیہ نے
ایک ہی سوال کیا کہ مزدوری کہاں ہے؟ فرمایا کہ میں جس آقا کا مزدور ہوں وہ بے حد سخی
ہے اس سے مزدوری کا سوال کرتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے چنانچہ کئی دن تک یونہی سلسلہ
سوال و جواب کا چلتا رہا یہاں تک کہ اہلیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ اپنے شوہر کی بات
کو نہ سمجھ سکی بالآخر ایک دن مطالبہ کیا کہ یا تو اپنے آقا سے مزدوری کا مطالبہ کرو یا پھر کسی اور
کی ملازمت و مزدوری کرو، کہا کہ اچھا آج مزدوری لاؤں گا حسب سابق دن بھر جنگل میں

پردہ کی اہمیت

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں اگر ان میں سے ایک چیز چلی جائے تو دوسری بھی چلی جاتی ہے۔

(۲) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان المرأة عورة مستورة کہ عورت چھپی ہوئی ہے۔

(۳) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لا تسافرن امرأة الا و معها محرم کہ ہرگز کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور بعض بخاری و مسلم کی روایات میں ہے کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے حلال نہیں کہ ایک دن رات کا سفر (تقریباً ۴۸ میل) اکیلی طے کرے۔

(۴) کسی عورت کو اگر ساری عمر حج پر جانے کیلئے محرم نہ ملا تو اسے حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا البتہ حج بدل کی وصیت کر دینا اس عورت کے ذمہ واجب ہے بغیر وصیت مر جانے پر گناہ ہو سکتا ہے۔

(۵) ام حمید رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کی خواہش کا اظہار فرمائی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے اندرونی کمرے میں تمہاری نماز بیرونی کمرے میں پڑھنے سے افضل و بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل و بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں پڑھنا اپنے محلہ کی مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے افضل ہے سبحان اللہ سمجھدار آدمی کیلئے کتنا سوچنے کی بات ہے غور کرے کہ اسلام کا سب سے اہم فریضہ نماز ہے، پھر جماعت کے ساتھ پڑھیں تو ستائیس نمازوں کا ثواب، پھر مسجد نبوی میں پڑھیں تو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب، پھر سرور دو جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا ایمان کی دولت کے بعد سب سے بڑی دولت ہے۔ ان سب چیزوں کو ترک کر کے جناب رسول

(۸) امام صاحب کو لقمہ دینے (غلطی نکالنے) کی ضرورت پڑے تو عورت بول کر نہیں بلکہ تصفیق یعنی اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر متنبہ کرے۔ اس لئے کہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے جو غیر محرم کے سامنے بلا ضرورت ممنوع ہے۔

(۹) عورت کی نماز ساری کی ساری ستر ہے۔

۱۔ ہاتھ سینے پر باندھنا ۲۔ فرش سے چمٹ کر پیٹ اور رانوں کو ملا کر سجدہ کرنا ۳۔ قعدہ میں دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بیٹھنا وغیرہ۔

(۱۰) عورتوں کے بچے ہوئے پانی سے مردوں کو وضو کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

(۱۱) امام مقتدیوں کی نیت کرے تو عورتوں کی نیت نہ کرے۔

(۱۲) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے عورت جھگڑوں میں ثالث نہ بنے۔

(۱۳) عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں جبکہ مرد کیلئے تین جیسا کہ سب واقف ہیں۔

(۱۴) عورت کو دفنانے کیلئے محرم ہونا چاہئے۔

(۱۵) عورت کا جنازہ پڑھانے کیلئے امام صاحب سینے کے سامنے سے ہٹ کر کھڑے ہوں۔

(۱۶) غم کے وقت میں بھی عورت کو جنازے کے ساتھ جانے سے شریعت نے روکا ہے۔

(۱۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر پردہ بھی گھر (روضۂ اقدس) میں چلی جاتی تھیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ساتھ دفن کر دیا گیا پھر بھی فرماتیں کہ بغیر پردے کے چلی جاتی رہی کہ وہ زوج محترم ہیں اور یہ والد محترم، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے بعد دوپٹہ یا چادر اوڑھ کر اندر جاتیں، فرماتیں کہ یہ غیر محرم ہیں مجھے شرم آتی ہے۔

(۱۸) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت زیادہ فکر لگی رہتی کہ میرے جنازے میں میرا جسم نظر آئے گا، اس بات سے اس قدر پریشان تھیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مشورہ دیا تو کافی تسلی ہوگئی، وہ مشورہ یہ دیا کہ حبشہ میں میں نے دیکھا کہ چارپائی پر ڈولی بنا کر لے جاتے ہیں جس سے جسم چھپا رہتا ہے۔ یہ سب پردہ کی دلیلیں ہیں۔

(۱۹) ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا صحابی جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں پاس تھیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان (صحابی) سے پردہ کرو، وہ دونوں عرض کرنے لگیں کہ حضرت یہ تو نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے تو فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۲۰) اندھے اور نابینے سے پردہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پردہ دونوں جانب سے ضروری ہے غیر محرم کو عورت بھی بلا ضرورت نہ دیکھے اور مرد بھی بلا ضرورت کسی لڑکی پر نظر نہ ڈالے، اگر غیر اختیاری طور پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لے اس میں گناہ نہ ہوگا، نظر جما کر رکھے گا یا دوبارہ دیکھے گا تو گناہ ہوگا۔

(۲۱) ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ دیکھنا سب بدنگاہی ہے، بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ٹی وی گھر رکھنا ستر خنزیر پالنے سے بدتر ہے۔

(۲۲) حدیث میں بدنگاہی اور بے پردگی کو آنکھوں کا زنا قرار دیا گیا ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دیں۔ آمین۔ (محاسن نمبر ۱۲)

عورتوں کیلئے پردہ کیوں ضروری ہے؟

☆ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علی گڑھ یونیورسٹی کی خواتین نے پردہ سے متعلق ایک سوال بھیجا تھا، حضرت حکیم الاسلامؒ نے تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں جو حکیمانہ اور تسلی بخش جواب دیا ذیل میں ہم قارئین کے افادہ کے لئے سوال اور جواب اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں امید ہے کہ قارئین اسے غور وتوجہ سے پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے۔

سوال:۔ عورتوں کو بلاوجہ گھروں میں مقید کیا گیا ہے اور ان کیلئے حکم ہے کہ ہر وقت منہ چھپائے رکھیں اس سے ایک نقصان تو یہ ہے کہ الانسان حریص فیما منع۔ یعنی انسان جس چیز سے روکا جاتا ہے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس پردے کی وجہ سے عورتیں گھروں میں گھٹتی ہیں، بہت سی نعمتوں سے محروم ہو گئیں۔ گھر میں رہ کر مکمل تعلیم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ان کو کھلے بندوں چھوڑ دینا چاہئے تاکہ ان کی حرص ختم ہو تازہ ہوا سے فائدہ اٹھائیں اور آزادی سے تعلیم حاصل کریں۔

جواب: الزامی جواب یہ ہے کہ دنیا میں دو قیمتی چیزیں عام طور پر چھپانے کی رکھی گئی ہیں ایک دولت دوسری عورت۔ اگر دولت کے چھپانے سے چوروں کو حرص بڑھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ دولت کو بینکوں سے نکال کر سڑکوں پر ڈال دیا کریں تاکہ چوروں کی حرص ختم ہو جائے اور ان کے دلوں میں خوب سیری ہو جائے اس طرح کرنے سے اگر آپ کی دولت محفوظ رہی تو میں بھی مان لوں گا کہ عورتیں بھی کھلے بندوں آ جائیں اور اگر دولت رات ہی رات صاف ہو گئی تو میں عورتوں کو وہی حکم دوں گا جو دولت کے چھپانے کے بارے میں دیتا ہوں۔ چوروں کا خطرہ تو ٹھیک ہے مگر دولت فی نفسہ ایسی چیز نہیں ہے جو سڑکوں پر پھیلا دی جائے بلکہ وہ چھپانے کی چیز ہے اس لئے اس کو چھپایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کی حرمت کا تقاضا بھی ہے کہ وہ مردوں سے الگ ہو کر پردے میں رہے۔ چونکہ عورت کی فطرت میں حیاء ہے اس لئے وہ مردوں سے طبعی طور پر منہ چھپاتی ہیں۔

عورتوں کے سوال کا تحقیقی جواب:

تم جو یہ کہتی ہو کہ عورتوں کو گھونٹ دیا گیا وہ تعلیم سے محروم ہو گئیں اور تازہ ہواؤں سے بھی محروم ہو گئیں اور ان کی صحت خراب ہو گئی اور تم نے جو یہ کہا کہ الانسان حریص فیما منع۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کلیۃً عورتوں کو مردوں سے ملنے کو روک دیا جائے حالانکہ کلی طور پر نہیں روکا گیا ہے بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا کہ نکاح کے ذریعہ سامنے آؤ اور بغیر نکاح کے نہ آؤ تو اسلام نے ایک راستہ یعنی بذریعہ نکاح ملنے کا راستہ کھول دیا اور ایک راستہ بغیر نکاح کے بند کر دیا گیا پھر ادھر محرمات ابدیہ سے بھی پردہ کا حکم نہیں دیا گیا البتہ محللات سے پردہ کروایا تو ایک نوع کے ملنے اور ایک کے سامنے آنے سے روک دیا۔ لہٰذا جب اس کا بدل سامنے رکھ دیا تو اب حرص کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اور پھر دیکھئے کہ عورتیں زائد تھیں اس لئے تو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی گئی لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ وہ مردوں سے کلی طور پر الگ تھلگ رہیں رہا یہ سوال کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر یہ تجربہ ہے بات کو تو اس میں ہم بھی رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدھی زندگی [illegible] باہر سے میں گزرتی ہے اور آدھی زندگی باہر گزرتی ہے۔ مرد آٹھ بجے کام پر جاتا ہے اور [illegible] بجے واپس آ

[illegible]

جاتا ہے تو آدمی زندگی میں کتنی ہوتی تو مردوں کی عمر کا زیادہ حصہ گھر کے پنجرے سے باہر گزرتا ہے اور تھوڑا حصہ باہر گزرتا ہے تو گھر میں رہنے سے اگر صحت خراب ہو جایا کرتی تو پھر مردوں کی صحت بھی خراب ہونی چاہئے تھی۔ لہٰذا یہ سوال ہی غلط ہے کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم) (شمارہ نمبر 45)

پردہ شریعت کا تاکیدی حکم ہے

عورت کے لئے حکم: فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلی وہ بمنزلہ زنا کار کے ہے۔ گویا اس نے زنا کر لیا۔ اور زنا کا راستہ صاف کر دیا۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں یہاں تک بھی ہے وہ گھر آ کر غسل کرے۔ اس نے ناپاکی کا راستہ اختیار کیا۔

مرد کے لئے حکم: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اجنبیہ عورت سے نگاہ بچائے اور نگاہ کو روک لے تو حق تعالیٰ اس کے قلب میں وہ علم و معرفت پیدا فرمائیں گے۔ جو پہلے سے اسے حاصل نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ علم کا راز عفت نگاہی میں مضمر ہے۔ اور جہل بدنگاہی اور بے حیائی میں ہے۔ جو بے پردگی کا ثمرہ ہے۔ (شرعی پردہ ص ۱۰۸)

عورت کے پردہ کی اہمیت: عورت کے حجاب کا راز تو اس کی زندگی ہی تک نہ رہا بلکہ مردہ عورت کو بھی ستر و حجاب میں چھپا رکھنے کے احکام صادر فرمائے۔ جو نہ محل شہوت رہتی ہے نہ محل جذب و کشش۔

مرد کو بے تکلف و بلا تدبیر قبر میں اتار سکتے ہیں۔ لیکن عورت کیلئے محرم کی قید لگائی۔ مرد کی نماز جنازہ کیلئے امام کو میت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن عورت کے جنازہ پر سینے سے ہٹ کر وسط میں آ جانے کی ہدایت ہے کہ سینہ کی وضع فطری محل کشش ہے۔

مقام عبرت: آہ ہماری مائیں اور بہنیں جوانی میں اپنے جسم کے ان حصوں کو نہیں چھپاتیں جن حصوں کو مرنے کے بعد اللہ کی غیرت یہ چاہتی ہے کہ انہیں چھپایا جائے۔
(خطبات احتشام ص ۲۶۷ ج ۱)

چہرہ کا پردہ: بعض لوگ چہرے کے پردہ کو حجاب سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ چہرے کا پردہ ستر سے مستثنیٰ ہے حجاب سے نہیں۔ چہرہ ہی تو حسن کا اعلیٰ مرکز اور محل شہوت ہے۔ حجاب

سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں تک ہے جس میں چہرہ بھی ہے۔ البتہ عورت کے ستر میں چہرہ ہاتھ پاؤں پردہ سے مستثنیٰ ہے۔ جبکہ حجاب میں ان کو بھی چھپانے کا حکم ہے۔ پردے کی فضیلت کو بیان مردوں میں کرنا چاہیے۔ بے مروتی عورت کو بے پردہ بناتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بیبیاں اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

پیر سے بھی پردہ فرض ہے: بعض بے حیا عورتیں پیر سے پردہ نہیں کرتیں اور بعضے مرد بھی اپنی عورتوں کو جلوت وخلوت میں پیر کے سامنے کر دیتے ہیں۔ ایسا پیر بھی جو اس کو منع نہ کرے شیطان ہے اور جو مرد اس پر راضی ہو وہ پکا دیوث ہے۔ پیر ہو ولی ہو استاد سب سے پردہ کرنا فرض ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابیات سے پردہ فرماتے تھے تو یہ لوگ کس شمار میں ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت)

نت نئی بیماریوں کا سبب: آج ہمارے معاشرے میں جو آئے دن نت نئی بیماریوں کا ظہور ہو رہا ہے منجملہ دوسری وجوہات کے اس کی ایک وجہ بے پردگی بھی ہے کیونکہ حدیث شریف کے مطابق فحاشی و بے حیائی سے نئے نئے امراض پیدا ہوں گے۔ یہ فحاشی و بے حیائی اسی بے پردگی سے پیدا ہوتی ہے اگر ہم بے پردگی سے توبہ کر لیں تو بہت سے امراض سے نجات مل جائے گی۔

آسان پردہ: ایک ہی گھر میں نامحرم سے اختلاط یا زیادہ تعداد افراد کی وجہ سے مرد اور عورتیں درج ذیل ہدایات پر عمل کریں تو نہ عورتوں کو پردہ کرنے میں کوئی دقت پیش آئے اور نہ مردوں کو کوئی پریشانی ہو۔ (۱) خواتین بے پردگی کے مواقع سے حتی الامکان اجتناب کریں۔ لباس میں احتیاط رکھیں۔ بالخصوص سر پر چادر رکھنے کا اہتمام کریں۔ (۲) مرد آمد و رفت کے وقت ذرا کھنکار کر یا دستک دے کر خواتین کو پردہ کی طرف متوجہ کریں۔ (۳) خواتین کسی غیر محرم کی موجودگی میں آپس میں یا اپنے محارم کے ساتھ بے تکلفی کی باتیں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں۔

ان احتیاطوں کے باوجود بھی اگر کبھی اچانک نظر پڑ جائے یا بار بار بھی نظر پڑتی تو بھی

معروف ہے۔ جس حد تک احتیاط ہو سکے اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام مردوں اور عورتوں کو شرعی پردہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس سلسلے میں رسالہ "شرعی پردہ" کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ (شمارہ نمبر 20)

شرعی پردہ... آبرو اور نسب کا محافظ

شریعت مطہرہ نے جو پردہ کا حکم دیا ہے وہ عورت کے لیے قید و بند نہیں بلکہ ناپاک نظروں اور گندی نگاہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے عورت کا چہرہ جو کہ مردوں کی ناپاک نظروں سے محفوظ رہے، پردہ عورت کی عفت اور عصمت اور آبرو کا محافظ و نگہبان ہے جس سے اس کی پاکدامنی اور آبرو پر حرف نہیں آتا۔ نیز پردہ عورت کے حسب نسب کا محافظ ہے۔ بے پردہ عورت اور اس کی اولاد مشکوک ہے پردہ دار عورت کے خاوند کو اپنے بچے کی نسب میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا، پردہ دار عورت کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے شوہر یقین کرتا ہے کہ یہ میرا ہی بچہ ہے اور بے پردہ والی عورت کا شوہر یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرا اور میرا ہی بچہ ہے اور میرا ہی بیٹا ہے وہاں سب بے پردگی کی وجہ سے یورپ کے اکثر باشندے کسی کو حقیقی طور پر اپنا بیٹا نہیں کہہ سکتے۔

ایک انگلستانی خاتون کی حسرت: انگلستان کی ایک شریف عورت نے بصد حسرت و ندامت اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک مقالہ لکھا جس کا ترجمہ مصر کے روزنامہ "الاہرام" میں شائع ہوا جس میں یہ تھا کہ "انگلستان کی عورتیں اپنی عفت اور عصمت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنہوں نے اپنے دامن عصمت کو حرامکاری کے دھبے سے آلودہ نہ کیا ہو ان میں شرم و حیا نام کو بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ بے جا آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت اور تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں اور ان کی عصمت کا لباس گناہ کے داغ سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جس قدر تنزل ہمیں ہوا ہے اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ اسلامی احکام شریعت کی ترویج سے انگلستان کی عورتوں کی عفت کو محفوظ رکھا جائے۔"

بے پردگی بے غیرتی کا دروازہ ہے

جس طرح زنا تمام انبیاء علیہ السلام اور تمام علماء اور تمام عقلاء کے نزدیک ایک نہایت فتیح اور قبیح خصلت ہے اسی طرح دیوثیت بھی ایک نہایت شرمناک خصلت ہے اور زنا سے بڑھ کر قبیح ہے مگر مخالفین پردہ کے نزدیک جب ان کی بیوی اور بیٹی کا دوسروں کے ساتھ پھرنا جائز ہو گیا تو گویا ان کے نزدیک دیوثیت بھی جائز ہو گئی کہ باوجود اس علم اور خبر کے ان کی رگ حمیت جوش میں نہیں آتی جس میں ذرا بھی حیاء اور غیرت کا مادہ ہے وہ اس بے حیائی اور بے غیرتی کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی یا بیٹی کسی کے ساتھ تعلقات قائم کرے اور بے حجابانہ اس سے قطع ملاطفت رکھے۔

بے غیرتیوں کا علاج:

ان بے حیائیوں اور بے غیرتیوں کا دروازہ بند کرنے کیلئے اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے اور بے پردگیوں کی خرابیوں پر آگاہ کر دیا اور بتلا دیا کہ عورت کے پردہ میں رہنے میں یہ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اور گھر سے باہر نکلنے میں یہ خرابیاں اور برائیاں ہیں اور اگر بالفرض ان دلدادگان مغربیت اور اسیران شہوت و نفسانیت کے خیال کے مطابق یہ مان لیا جائے کہ بے حجابی میں کچھ فوائد اور منافع ہیں تو شراب اور قمار اور سود میں بھی ضرور فوائد اور منافع ہیں لیکن ان کی مضرتیں اور خرابیاں ان کے چند روزہ اور خیالی فوائد اور منافع سے کہیں بڑھ کر ہیں اور اگر شہوت اور نفسانیت سے ہٹ کر ذرا بھی عقل سے کام لیا جائے تو سمجھ میں آ جائے کہ پردہ میں کس قدر فوائد و منافع ہیں اور بے پردگی میں کس قدر مضرتیں اور خرابیاں ہیں۔

بے پردگی خاندانی نظام کی تباہی

(۱) یہ کہ بے پردگی سے بے غیرتی اور بے حمیتی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) زنا کا دروازہ کھلتا ہے (۳) اولاد حرام ہوتی ہے۔ (۴) حسب اور نسب ضائع ہو جاتا ہے۔ (۵) شوہر کو اپنی بیوی پر اطمینان نہیں رہتا تو دل سے کیسے محبت رہے۔ (۶) بے پردہ بیوی سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے شوہر کو اس پر یقین نہیں ہوتا کہ یہ میرا ہی بچہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو عورت بے پردہ

پھرتی ہو اور غیروں سے میل جول رکھتی ہو اس کی اولاد پر کیسے یقین ہو سکتا ہے۔ (۷) اور جب اس بچہ کا اس کی اولاد ہونا یقینی نہ رہا تو پھر اس کے مرنے کے بعد اس بچہ کا وارث ہونا بھی یقینی نہ رہا حلال اولاد میراث کی مستحق ہوتی ہے۔

ایک عجیب سانحہ

شادی میں دلہن کی بہنوں نے خلاف شرع رسم پوری کرنے کیلئے دولہا کا جوتا چھپا لیا اور ضد کی کہ پہلے پیسے دو گے تو جوتا واپس کریں گی اس شادی میں بے پردگی ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جوتا چھڑانے کے بعد دولہا میاں دلہن کے پاس گئے اور اسے یہ کہا کہ مجھے تو تیری بہن پسند آگئی ہے میں تو اس سے شادی کروں گا لہٰذا تجھے طلاق۔

غور کیجئے! غور کیجئے! کہ اس بے پردگی سے کس قدر نقصان ہوتے ہیں یہ تو صرف ایک واقعہ ہے روزانہ آئے دن اخبارات اس سے بھرے پڑے ہیں کوئی ہے جو اس سے عبرت حاصل کرے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم خواتین کو اسلام کے قطعی مقدس اور حکیمانہ احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 31)

شرعی پردہ نہ کرنے والوں کیلئے لمحہ فکریہ

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی بڑھتی جارہی ہے اس منکر کی اصلاح کی بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ کیوں صاحب جب آپ لوگ ایک پاؤ گوشت خریدتے ہیں تو اس کو چھپا کر کیوں لے جاتے ہیں تا کہ چیل نہ اڑا لے جائے اور سو روپے کے نوٹ کو اندر کی جیب میں سینے کے ساتھ کیوں رکھتے ہیں تا کہ جیب کترا نہ اڑا لیجائے اور روٹی کو ڈھک کر کیوں رکھتے ہیں تا کہ چوہا نہ لے جائے۔ اچھا صاحب یہ تو بتایئے کہ گوشت اڑ کر چیل کے پاس یا نوٹ اڑ کر جیب سے جیب کترے کے پاس یا روٹی اڑ کر چوہے کے بل میں جا سکتی ہے یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں اور اگر چیل گوشت اڑا کر لے جائے اور پھر آپ کے گھر پر گرا دے تو آپ اسے دھو کر کھائیں گے یا عیب دار سمجھ کر پھینک دیں گے ظاہر ہے کہ اس گوشت میں کیا عیب آیا اور شکر ہے بھی چیل کا ہوا کیا چونکہ گھر تک لانے سے بچے۔ خود پہنچا گئی اسی طرح

چند بار روٹی لے گیا اور آپ نے اس کے بل میں دیکھ کر روٹی کا ایک حصہ بل میں اور کچھ حصہ بل کے باہر ہے آپ نے ہاتھ سے کھینچ کر اس کے کترے ہوئے حصہ کو کاٹ کر باقی حصے کو کھالیا تو کیا عیب ہوا کسی طرح نوٹ سو روپے کا جیب کترا لے گیا مگر تھانے والوں نے اسے پکڑ کر پیٹا اور اس سے چھین کر آپ کو دے دیا تو اس نوٹ میں کیا عیب آیا؟ ظاہر ہے کہ وہ بے عیب رہا اور آپ کے کام کا اب بھی ہے۔

اب عورت کے معاملہ میں سنجیدہ ہو کر غور کیجئے کہ اگر اس کو کوئی اڑا لے جائے اور واپس کر دے یا آپ تھانے کی مدد سے یا عدالت کی مدد سے واپس کرا لیں تو وہ عورت آپ کے لئے عیب دار ہو گئی یا نہیں اور عورت میں خود اڑنے کی صلاحیت ہے یا نہیں آپ لوگ خود فیصلہ کیجئے۔ جو عقلاء زمانہ بنے ہوئے ہیں کہ کیا عورت کی قیمت آپ کے نزدیک ایک پاؤ گوشت، ایک سو کے نوٹ اور ایک روٹی سے بھی کمتر ہے کہ ان سب کو پردہ میں رکھیں اور عورت کو بے پردہ کر دیں اور جب کہ ان چیزوں میں خود اڑنے کی صلاحیت نہیں اور عورت جو خود بھی نفسیاتی طور پر متاثر ہو کر بھاگ سکتی ہے اس کے لئے پردہ کی ضرورت نہیں۔ ڈوب مرنے کی بات ہے اور کس قدر بے غیرتی کا مقام ہے اس پر ناز ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہیں اور عقلاء زمانہ ہیں۔

اذا سالتموهن فاسئلوهن من وراء حجاب ذالكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن.

حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے کچھ بات کرنا ہو، پوچھنا ہو، تو پردے میں سے پوچھو یہ قرآن پاکیزہ نفوس کیلئے حکم ہے تو ہمارا کیا حال ہے جو ہم اس حکم سے اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں۔ اطاعت اور نیکی سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں گناہ اور نافرمانی سے وہ سب اکارت ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہر گناہ سے بہت بچنا چاہیے بالخصوص بدنگاہی سے اور شرعی پردہ نہ کرنے سے۔ شرعی پردے سے مراد یہ ہے کہ جو اعزہ نامحرم ہیں ان سے شریعت کے حکم کے موافق پردہ کرنا۔ صرف ان نامحرموں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے جن کو لوگ نامحرم نہیں سمجھتے۔ مرد کیلئے: ۱۔ بھائی کی بیوی ۲۔ بیوی کی بہن ۳۔ خالہ، پھوپھی، ماموں، چچا کی لڑکیاں ۴۔ ممانی ۵۔ چچی۔

عورت کے لئے: ۱۔ بہن کا شوہر ۲۔ شوہر کا بھائی ۳۔ خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے ۴۔ خالو ۵۔ پھوپھا۔ بدنگاہی سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا زہریلا تیر ہے جس سے طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے۔ "خالہ زاد سے پردہ کو معیوب سمجھنا کفر ہے"۔

سوال: خالہ، ماموں، پھوپھی اور چچا کے لڑکوں سے پردہ کو برا سمجھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: باسم ملہم الصواب: خالہ زاد وغیرہ سے پردہ فرض ہے اور شریعت کے کسی حکم کو برا سمجھنا کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی جلد اول ص: ۵۲)

پردہ اور تعلیم

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ایک دفعہ علی گڑھ یونیورسٹی میں خواتین نے کچھ سوالات کئے ایک قسط پہلے محاسن اسلام کے صفحات کی زینت ہو چکی ہے دوسری قسط پیش ہے جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ پردہ کی وجہ سے خواتین کی تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔

پرانے زمانے کی عورتیں جو پردہ نشین تھیں اگر ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو تو ان میں تعلیم بھی زیادہ معلوم ہوگی کیونکہ صحابیات اور تابعین اور تبع تابعین کی عورتوں میں محدثات بھی تھیں اور فقیہات بھی تھیں محققہ اور صوفیہ بھی تھیں۔ ان کے متعلق بڑی بڑی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں آج کل کی عورتوں میں وہ چیزیں نہیں ہیں جو ان میں تھیں تو کیا وہ عورتیں بے پردگی میں تعلیم وتربیت پاتی تھیں ہرگز نہیں بلکہ وہ پردہ ہی میں رہ کر تعلیم وتربیت پاتی رہیں۔ رہی خاص تعلیم جو بغیر اسکول جائے ہوئے حاصل نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ اس خاص تعلیم کی ضرورت ہی کیا ہے۔ عورتوں کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ دفتروں میں جا کر کلرک بنیں یا ریلوے میں جا کر ٹکٹ ماسٹر یا گارڈ بنیں یا فوجوں میں جا کر چیف کمانڈر بنیں۔ یہ عورتوں کے فرائض نہیں ہیں لہٰذا اس کی تعلیم دینا بھی غیر ضروری ہے۔ لہٰذا غیر ضروری چیز کی وجہ سے ضروری چیز کو ختم کر دینا یہ کون سی عقلمندی ہے۔

اور جو ضروری تعلیم ہے یعنی گھریلو تعلیم مثلاً مسائل کی تفہیم اور قرآن شریف کی تفہیم اس کے لئے بے پردگی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے ازواج مطہرات کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن۔ ترجمہ: یعنی یاد کرو تم ان حکمتوں کو جو گھروں میں تم کو نبوت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو تعلیم مقصود ہے وہ گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے اور جو تعلیم گھروں سے نکل کر باہر حاصل ہو وہ ضروری نہیں ہے۔ تو غیر ضروری کی وجہ سے ضروری کیسے ترک کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پردہ کا ہونا اور مردوں سے اختلاط نہ ہونا اس کی بناء پر معصیت نہیں ہے بلکہ عورت کی حرمت کا بھی تقاضہ ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ آپ مردوں کو بھی وہاں جانے سے روکتے ہیں مثلاً وہاں کا ماحول اچھا نہیں سوسائٹی خراب ہے اس لئے وہاں پر مت جاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس اختلاط کو معصیت ہی کی وجہ سے روکا جاتا ہے بلکہ ہر دائرے کا ایک طبعی تقاضا ہوتا ہے اس کی وجہ سے روکتے ہیں کہ تمہارے موضوع کا وہ کام نہیں ہے بلکہ جو کام تمہارے موضوع کا ہے اس میں لگو اسی طرح عورت کا بھی ایک تقاضا ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے حق تعالیٰ سبحانہ نے زندگی کے دو حصے کر دیئے ہیں ایک گھریلو زندگی اور ایک باہر کی زندگی تو باہر کی زندگی کا ذمہ دار مردوں کو بنایا ہے۔

اور گھریلو زندگی کا عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ تو مرد کا یہ کام نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے اور بچوں کو دودھ پلائے اور ان کی پرورش کرے۔ یہ تو عورتوں کا کام ہے اور مرد کا کام یہ ہے کہ باہر جائے اور کمائے اور ذریعہ معاش پیدا کرے اور عورتوں و بچوں کے نان و نفقہ کا انتظام کرے اگر عورتوں کو باہر کی زندگی میں لگاؤ تو گھریلو زندگی کا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح اگر مردوں کو گھریلو زندگی میں پھنسا دو تو باہر کی زندگی کا کیا حال ہوگا۔ اگر ایسا کر دیا گیا تو جو فطری نظام بنا ہوا ہے وہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے مرد و عورت ہر ایک اپنے دائرے میں رہ کر کام کریں جبھی فطری نظام درست ہو سکتا ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام)

جنتی عورت

حدیث: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب عورت پانچ نمازیں پڑھا کرے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اپنے خاوند کی اطاعت کرے۔ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ابن حبان) (شمارہ نمبر 43)

عورتوں کیلئے جدید تعلیم مضر ہے

فرمایا عورتوں کو علوم جدیدہ کی تعلیم دینا ان کو تباہ و برباد کرنا ہے بس ان کو تو قرآن شریف اور ضرورت کے مطابق دینی مسائل کی تعلیم دینا چاہیے۔ (ملفوظات حکیم الامت) (شمارہ نمبر 44)

توجہ: ۔ ممانی اور چچی سے شرعاً پردہ فرض ہے۔ بعض دیندار حضرات ناعلمی کی وجہ سے اس کا خیال نہیں کرتے۔ (احسن الفتاویٰ جلد اول)

کتنی عمر کی لڑکی پر پردہ فرض ہے؟

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دلائل و تجربات کی روشنی میں فیصلہ فرمایا ہے کہ لڑکی نو سال کی عمر میں حد شہوت کو پہنچ جاتی ہے اس لئے نو سال کی لڑکی پر پردہ فرض ہے۔ نو سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے تو اس عمر میں قریب البلوغ بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے اور قریب البلوغ پردہ کے حکم میں بالغہ کی طرح ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس زمانے میں بچیوں کو غیر محرم رشتہ داروں سے سات سال کی عمر میں اور اجانب سے سات سال سے بھی پہلے پردہ شروع کروا دینا چاہیے۔ یہ آج سے ۶۰، ۷۰ سال پہلے کی بات ہے آج کے پرفتن دور میں تو اس کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا عادت ڈالنے کے لئے سات سال کی عمر سے پردہ شروع کروا دینا بہتر ہے۔ تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ نو سال کی لڑکی یا دس سال کا لڑکا احکام حجاب کے مکلف ہیں اگر وہ خود کوتاہی کریں تو ان کے سرپرستوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے ان احکام پر عمل کروائیں ورنہ اس میں ہرگز تساہل سے کام نہ لیں۔ (شمارہ نمبر 25)

دیور تو موت ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خبردار عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو! تو ایک انصاری نے آپ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! اور دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔ (صحیح بخاری)

دوسری حدیث: خبردار کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت اختیار نہ کرے الا یہ کہ وہ ذی محرم ہو۔ (شمارہ نمبر 25)

برقعہ...... کیسا ہو؟

آجکل ہمارے ہاں جو مسائل موضوع بحث بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمان خواتین کو پردہ کیلئے کس قسم کا برقعہ استعمال کرنا چاہئے کہ جس سے پردہ اور برقعہ کا مقصد حاصل ہو جائے؟ سو اس بارے میں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ پردہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور اسکے بارے میں شریعت مطہرہ کی اصل تعلیم کیا ہے؟

پردہ کا اصلی مقصد

اسکے بعد برقعہ کا تعین آسانی سے ہو جائیگا۔ چنانچہ جہاں تک پردہ کی تعلیم کا تعلق ہے تو اسکے بارے میں قرآن مجید کا فرمان ہے "و قرن فی بیوتکن" اس آیت میں خواتین کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ گھروں میں ٹکی رہیں۔ پس اس آیت کے پیش نظر خواتین کیلئے اصل تعلیم یہی ہے کہ وہ گھروں سے باہر قدم نہ رکھیں نہ پردہ میں لپٹ کر اور نہ بغیر پردہ کے اور اس مضمون کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے "المرءۃ عورۃ اذا خرجت استشرفھا الشیطن" کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اور جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسکو تکنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح دوسری ایک روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عورت کیلئے بہترین چیز ہے "ان لا یرین الرجال ولا یرونھن" کہ عورتوں کے رنگ روپ کو، چال ڈھال کو، زیب و زینت کو، لباس پوشاک کو، قد و قامت کو غرض کسی بھی چیز کو غیر مرد نہ دیکھیں۔ اسی طرح عورتیں بھی مردوں کو

نہ دیکھیں نہ بازاروں میں جائیں مرد دیکھیں اور نہ گھروں میں رہتے ہوئے باہر جھانک جھانک کر دیکھیں، اور یہ دونوں باتیں عورتوں کو جب ہی حاصل ہوں گی جب وہ پردے کا مکمل اہتمام کرتے ہوئے گھروں میں ہی رہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عورت اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر میں ہو۔ اسی طرح دیگر روایات بھی ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عورت کیلئے بھلائی، خیر، عزت اور سلامتی اندرون خانہ زندگی گزارنے میں ہے لہٰذا جب تک باہر کا کام کرنے والے دیگر افراد موجود ہوں اس وقت تک عورت کو بیرونی کام کیلئے گھر سے باہر ہرگز قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ اسلئے کہ عورت کا گھر سے نکلنا خواہ با پردہ ہو یا بے پردہ، ہر حال میں فتنہ کا ذریعہ ہے اسلئے کہ اگر بغیر پردے کے نکلے گی تو اس صورت میں فتنہ ہونا تو ظاہر ہے کہ دوسروں کو بدنگاہی کا موقع فراہم کرے گی اور خود بھی بدنگاہی کر رہی ہے اور خود بھی گناہ گار ہو رہی ہے۔ اور اگر خود تو مکمل پردہ میں مستور ہے اور اس پر کسی کی نظریں نہیں پڑ سکتیں تو اس صورت میں اسکی نظریں تو دوسرے مردوں پر جا سکتی ہیں جو اس کیلئے فتنہ کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اسلئے تقویٰ اور احتیاط گھر سے نہ نکلنے میں ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کیونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لئے اگرچہ عورت کو گھر سے نکلنے سے منع کیا ہے لیکن شریعت جانتی ہے کہ کسی نہ کسی وقت عورت کو گھر سے ضرور نکلنا ہوگا، کبھی والدین کی زیارت کیلئے نکلنا ہوگا تو کبھی کسی مریض کی عیادت کیلئے بھی جانا ہوگا، کسی وقت عزیز و اقارب کی خوشی میں شمولیت کیلئے جانا پڑے گا تو کسی وقت انکی پریشانی اور غمی میں بھی شرکت کرنی ہوگی اسلئے شریعت نے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت تو دیدی مگر کچھ شرائط کیساتھ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ یایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن۔

برقعہ کی صورت

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج مطہرات اور بنات طیبات کو بھی مومنین کی عورتوں کو بھی حکم فرما دیں کہ وہ اپنے اوپر بڑی چادریں اوڑھ لیں۔ یعنی جب گھروں سے نکلیں تو بڑی چادروں میں مستور ہو کر نکلیں، روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر

کرتے ہوئے چادر اوڑھ کر دکھلائی تو صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی تھی باقی سارا بدن سر تا پاؤں سارا چادر میں چھپا ہوا تھا۔ اور پردہ کا مقصد درحقیقت انسانیت کو جرائم سے اور گناہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ اگر مکمل پورے بدن کا پردہ نہ ہو بلکہ چہرہ کھلا ہوا ہو ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی کھلے ہوں تو پردہ کا مقصد حاصل نہ ہوگا اسلئے کہ مذکورہ اعضاء مذہب و زینت کا محل ہیں انکو دیکھنا دکھلانا فتور فتنہ کا ذریعہ ہے۔ اور ان کے کھلے رہنے کی صورت میں یہ احتمال قوی ہے کہ شریر قسم کے لوگ ان عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کر انکو تکلیف پہنچائیں۔ جبکہ مکمل با پردہ ہونے سے یہ خطرہ نہیں رہتا چنانچہ مذکورہ آیت میں آگے فرمایا۔ ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین۔ کہ پردہ کی صورت میں یہ زیادہ ممکن ہے کہ عورتوں کی شناخت بھی نہ ہو سکے گی اور نہ ان کو تکلیف پہنچے گی۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا کہ ولا یبدین زینتہن، کہ عورتیں اپنی زینت کی جگہوں کو ظاہر نہ کریں۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چہرہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ظاہر نہ کئے جائیں کہ یہی محل زینت اور محل حسن و جمال ہیں اور فتنہ کا ذریعہ ہیں۔ اس مذکورہ تفصیل کے بعد یہ فیصلہ کرنا کہ برقعہ کس قسم کا ہونا چاہئے بالکل آسان ہے۔ تاہم ہمارے خیال میں ٹوپی والا برقعہ استعمال کرنے میں عافیت بھی ہے اور پردے کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ برقعہ انتہائی سادہ ہونے کی وجہ سے جاذب نظر نہیں ہوتا اور لمبا چوڑا ہونے کی وجہ سے اس میں سے عورت کی جسامت وغیرہ کا اظہار بھی نہیں ہوتا اور آنکھوں کے سامنے جالی ہونے کی وجہ سے چہرہ اور آنکھیں بھی چھپی رہتی ہیں اور قدیم طرز کا ہونے کی وجہ سے عموماً اس کا استعمال رسیدہ عمر عورتیں کرتی ہیں۔ اگر کوئی نوجوان خاتون اس کو استعمال کرے تو لوگ اسکو بڑی عمر کی خاتون سمجھ کر نہ تو اسکی طرف التفات کرتے ہیں اور نہ کوئی بدتمیزی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

فیشنی برقع کے نقائص

اس کے برخلاف سیاہ رنگ کا فیشنی برقعہ جو مروج ہے اس میں بہت سے نقائص ہیں مثلاً نمبر(۱)۔ بعض اوقات یہ برقعہ جسم پر فٹ ہوتا ہے جس کی وجہ سے عورت کی جسامت ہی نہیں بلکہ بعض اوقات اس کے اعضاء کی بناوٹ تک دور سے ظاہر ہوتی ہے جس سے پردے کی بجائے بے پردگی کا مظاہرہ بلکہ جسم کی نمائش ہوتی ہے۔ جو صریح گناہ ہے۔ نمبر(۲) بعض

اوقات یہ برقعہ نصف پنڈلی یا اس سے بھی اوپر تک ہوتا ہے۔ اس صورت میں بسا اوقات پنڈلی وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے اسلئے یہ بھی ناقص پردہ ہے۔ نمبر (۳) بعض اوقات اس برقعے کی آستین ہاتھ سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اسلئے اس صورت میں بھی ہاتھوں کے علاوہ کچھ حصہ کلائیوں کا بھی ظاہر ہوتا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔ نمبر (۴) سیاہ برقعہ استعمال کرنے والی عورتیں مکمل چہرہ یا نصف چہرہ کھلا رکھتی ہیں جو فتنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسلئے کہ انسان کی خوبصورتی کا اصل محل چہرہ ہے۔ نیز چہرہ زیب و زینت کا بھی محل ہے اگر چہرے پر میک اپ وغیرہ کیا ہوا ہو تو پھر تو سنگین گناہ ہے۔ اور کھلے چہرے کو دیکھ کر شریر قسم کے لوگ چھیڑ چھاڑ۔ آوازیں کسنا جیسی حرکات بھی کرنے لگتے ہیں۔ نمبر (۵) ایسے برقعوں پر بعض اوقات نقش و نگار بھی کیا جاتا ہے جس کے بعد وہ برقعہ اور زیادہ پرکشش ہونے کی وجہ سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔ اور اپنی طرف مائل کرتا ہے حالانکہ پردہ یا برقعہ تو لوگوں کی نظروں سے بچنے کیلئے تھا لیکن مذکورہ برقعہ تو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے۔ اور حدیث میں ایسی عورتوں کے بارے میں سخت وعید ہے جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں۔ نمبر (۶) سیاہ برقعے کی صورت میں سر پر ایک اسکارف باندھا جاتا ہے جو نہایت چھوٹا ہوتا ہے اس وجہ سے کمر پر لٹکے ہوئے بال کھلے رہتے ہیں یہ بھی بے پردگی اور حرام ہے کیونکہ عورت کے مکمل جسم کا پردہ ضروری ہے جسمیں سر کے بال بھی داخل ہیں اور بال کھلے رکھنا یہ بھی فتنے کا ذریعہ ہے اسلئے کہ سر کے بال بھی عورت کے حسن و جمال کو اجاگر کرتے ہیں اسلئے مذکورہ خرابیوں اور نقائص کی صورت میں سیاہ برقعے کے استعمال کی اجازت ہرگز نہ ہوگی لیکن اگر کوئی عورت سیاہ برقعہ استعمال کرتی ہے مگر وہ اتنا کشادہ ہے کہ جسم کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوتی، اور سر سے پاؤں تک مکمل ہے۔ اور کلائیاں بھی چھپی ہیں اور سر پر اسکارف کی جگہ بڑی چادر اوڑھتی ہے کہ جس سے سر کے بال، کمر اور سینہ مکمل چھپ جاتے ہیں اور چہرے کے آگے باریک پردہ ڈال لیتی ہے اور نقش و نگار بھی نہیں کیا ہوا تو ایسے برقعے کے استعمال میں کوئی حرج نہیں تاہم سیاہ رنگ کی بجائے کسی اور رنگ کا برقعہ ہو تو وہ اور بھی بہتر ہے۔ (شمارہ نمبر 43)

بے پردگی کے خطرناک نتائج

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ

(اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ پھرو کرو)

ضرورت کے موقعہ پر عورت کو اسلام نے گھر سے باہر جانے کی اجازت تو دی ہے لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب و شرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے۔ اسلام نے عورت کو یہ مقام اس لئے بخشا ہے کہ وہ کسب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کی بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے۔ اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نونہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم و ملک کا بوجھ اٹھانا ہے اسی میں مرد و عورت کی عزت کا پورا تحفظ ہے۔ مگر مغرب میں جب تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنی آنولی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو حل نکالا اس کا خوبصورت اور معصوم نام "تحریک آزادی نسواں" رکھا۔ عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ اب آزادی کا دور ہے اس لئے تم باہر آ کر مردوں کے شانہ بشانہ ہر کام میں ہر تحریک میں حصہ لو ان دل فریب نعروں نے عورت کو تصنیف کر سڑکوں پر لا کھڑا کیا اسے دفتروں میں کلرکی سکھا دی گئی۔ اسے اجنبی مردوں کی پرائیویٹ سیکرٹری کا منصب بخش گیا اسے "اسٹینو ٹائپسٹ" بننے کا اعزاز دیا گیا اسے سینکڑوں انسانوں کی خدمت برداری کیلئے "ایئر ہوسٹس" کا عہدہ عنایت کیا گیا اسے تجارت چمکانے کیلئے "سیلز گرل" اور "ماڈل گرل" بننے کا شرف بخشا گیا اور اس کے ایک ایک عضو کو سر بازار رسوا کر کے گاہکوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو۔ یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے غیرت و آبرو کا تاج رکھا تھا اس جس کے گلے میں عفت و عصمت کے ہار ڈالے تھے تجارتی اداروں کیلئے ایک شو پیس اور مردوں کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی تھی۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب و غریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر گھر میں اپنے شوہر، والدین، بہن بھائیوں اور اولاد کیلئے خدمت داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے۔ لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کیلئے کھانا پکائے ان کے کمروں کی صفائی کرے ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے دکانوں پر اپنی مسکراہٹ سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے اور سینکڑوں لوگوں کی ہوس کی نگاہوں کا نشانہ بنے تو یہ آزادی نسواں یا عزت و حقوق نسواں ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ایسی سوچ رکھنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

کیا کوئی مسلمان شریف آدمی یہ پسند کرے گا کہ اس کی بیٹی اس طرح معاشرے میں ذلت کا سامان کرے؟ ہرگز نہیں پسند کرے گا اسی آزادی کا نتیجہ ہے کہ بے پردگی عام ہے اور سیر کا ہیں پارک، چھوٹا بے مستورات سے بھرے ہوئے ہیں اور جب سے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے اسی وقت سے اغوا، زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ ان احمقوں کے سد باب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ ہے کہ ہم پردے کے معاملہ میں اپنا رویہ بدلیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواریاں بھی پردے سے ہوتے تھے لیکن آج انہیں شریف گھرانوں کی بیٹیوں کے جنازے گھوم رہی ہیں۔ بے پردگی کے اس سیلاب نے حیا و غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے ہمارے خطباء و اعظین نے بھی اس مسئلہ کی وضاحت چھوڑ رکھی ہے شاید اس لئے کہ ان کے ذہن میں ہے کہ اس معاملہ میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرے گی لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی رہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور اثر کرتی ہے اور یہ قرآن مجید کا وعدہ ہے فرمایا وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔ اور نصیحت کرو کیونکہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالت زار پر رحم فرمائیں اور ہمیں اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! (شمارہ نمبر 5)

شرعی پردہ...... ایک شبہ کا ازالہ

شرعی پردہ کے متعلق بہت سے شبہات میں سے ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ہماری خواتین نہایت ہی نیک ہیں ان سے گناہ کا صدور تو کیا اس کا تصور بھی مشکل ہے ان کے دل و دماغ میں گناہ کا کھٹک بھی نہیں سکتا اور ہمارے خاندان کے مرد بھی ایسے صالح ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے جو گناہوں سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ پردہ سے مقصود گناہ کا سد باب ہے ہمارے خاندان کے مرد و زن ایسے نیک ہیں کہ ان سے گناہ کا ہونا مفقود ہے لہٰذا پردہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر بنظر تحقیق وانصاف دیکھا جائے تو یہ نظریہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ۔ گناہ سے معصوم ہونا فقط انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے باقی لوگوں سے گناہ کا صدور ممکن بھی ہے اور حقیقت میں واقع بھی ہے اور اس کا وقوع ہر عام و خاص پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

دوسری وجہ۔ پردہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کی بجا آوری اور بغیر قیل و قال کے تعمیل کی جائے اس کے خلاف اپنے عقل کو چلانا شان عبدیت کے منافی ہے۔

تیسری وجہ۔ بصراحت حدیث یہ بات ثابت ہے کہ جو مرد و عورت کسی خلوت کے مقام پر جمع ہوتے ہیں تو شیطان دونوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر خلوت میں حضرت حسن بصریؒ جیسے بلند پایہ بزرگ اور حضرت رابعہ بصریؒ جیسی نیک سیرت خاتون بھی جمع ہوں تو شیطان ان پر بھی وساوس ڈالنے کیلئے حملہ آور ہوگا۔

چوتھی وجہ۔ مشاہدہ اور واقعہ بھی مذکورہ نظریہ کی تردید کرتے ہیں ایسے افراد جن کی دیانت اور تقویٰ پر لوگوں کو پورا اعتماد ہوتا ہے وہ بھی بے پردگی کی وجہ سے شیطانی جال کا شکار ہوجاتے ہیں ان سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جو معاشرہ میں ذلت و رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔

پانچویں وجہ۔ پردہ کا حکم جن نصوص (قرآنی آیات و احادیث) سے ثابت ہے وہ مطلق ہیں ان میں مرد و زن کے نیک یا برے ہونے کی کوئی قید نہیں ان واضح احکام کو اپنی عقل کے ذریعہ مقید کرنا قطعاً مردود ہے۔

چھٹی وجہ۔ اپنے آپ کو پارسا اور نیک سمجھنا غیر پسندیدہ چیز ہے جو خود کو نیک و پارسا

سمجھتا ہے تو دل میں عجب و پندار پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں اور گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ساتویں وجہ:۔ اگر معاشرے کے افراد کو نیک سمجھتے ہوئے شرعی پردہ ترک کر دیں تو اس سے حکم خداوندی کا بے کار ہونا لازم آئے گا کہ شرعی پردہ کی ضرورت تو تھی اور معاذ اللہ یوں ہی فضول اس کا حکم دیا گیا۔

آٹھویں وجہ:۔ شرعی پردہ کا حکم سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دیا گیا ہے جن کی پاکدامنی اور تطہیر کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ سامنے جو مرد تھے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس گروہ ہے جن کے مقام و مرتبہ پر فرشتوں کو بھی رشک آئے۔ اس کے باوجود بھی انہیں شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا ہے۔ اگر نیک ہونے کی صورت میں پردہ معاف ہوتا تو اس معافی کی سب سے زیادہ لائق اور مقدم ترین افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

نویں وجہ:۔ اگر شرعی پردہ سے نیک افراد کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک بہت بڑا بہتان آئے گا کہ وہ معاذ اللہ نیک نہ تھے اس لئے ان کو شرعی پردہ کا پابند بنایا گیا حالانکہ ان کا نیک سیرت ہونا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

دسویں وجہ:۔ شرعی پردہ نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے تو فاسق کو نیک اور پارسا کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

جن رشتہ داروں سے پردہ فرض ہے

چچا زاد۔ پھوپھی زاد۔ ماموں زاد۔ خالہ زاد۔ دیور جیٹھ۔ بہنوئی۔ نندوئی۔ پھوپھا۔ خالو۔ شوہر کا چچا۔ شوہر کا ماموں۔ شوہر کا پھوپھا۔ شوہر کا خالو۔ شوہر کا بھتیجا۔ شوہر کا بھانجا۔ (شرعی پردہ) (شمارہ نمبر 53)

کبھی آپ نے سوچا؟

کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟

اے بہنو! عذاب بھگتنے سے پہلے پردہ کا اہتمام کر لو۔

میری بہن! اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ جن پانچ باتوں کا حکم ازواج مطہرات اور آپ کے واسطے سات آسمانوں کے اوپر سے نازل فرمایا ہے ان میں ایک پردہ کا حکم بھی ہے۔ آپ کیلئے سات آسمانوں کے اوپر سے پردہ کا نزول آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی عظمت کیا ہوگی کہ آپ کی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے اور آپ کو غنڈے اور بے حیاء لوگوں کی شیطانی نظروں سے بچانے کیلئے آسمانوں سے آپ کے حفاظتی انتظام کے احکام نازل ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ اس حکم کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ بھیج رہے ہیں کہ جاؤ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم سنا کر آؤ۔

يا ايها النبي قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين وكان الله غفورا رحيما (الاحزاب ۵۹)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں یہ اس سے بہت قریب ہے کہ پہچان لی جایا کریں تو کوئی ان کو نہ ستائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

امام ثعلبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب یہ آیت پڑھتی تھیں۔ وقرن فی بیوتکن۔ آیت کہ "تم اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح بے پردگی اختیار نہ کرو" تو اس قدر روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ آپ اپنی دوسری بہنوں کی طرح کیوں حج اور عمرہ ادا نہیں کرتیں تو حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ میں حج اور عمرہ کر چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے گھر ہی میں ٹھہری رہوں۔

اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضرت عائشہ اپنے حجرے کے دروازہ سے باہر نہیں نکلی تھیں حتیٰ کہ ان کے جنازہ نے ہی ان کو باہر نکالا۔

پردہ مسلمان عورتوں کا شعار ہے اور تقویٰ کا لباس، عزت و احترام کا تمغہ اور حیاء و احتشام کی دلیل ہے۔

شرعی حجاب عورت کو نا محرموں کی نگاہوں سے بچاتا ہے۔ شرعی حجاب ہماری نوجوان بچیوں کو ان انسانی بھیڑیوں کی خون خوار نظروں سے بچاتا ہے جن کا نشانہ صرف مومن اور مسلمان عورت کو شکار کرنا ہے اور ان کی طرف للچائی اور خبیث نگاہوں سے دیکھنا ہے۔

شرعی حجاب ہماری بچیوں کو عصمت و وقار کے قلعہ میں محفوظ رکھتا ہے جس وقت کہ وہ اپنی بعض حاجات کیلئے گھر سے باہر نکلتی ہیں۔

جہاں تک بے پردگی، بے حیائی کا تعلق ہے تو ان کے نتیجہ میں ان کی تکلیف دہ نتائج، ان کے خطرات عظیمہ، ان کی رسوائیاں بہت زیادہ ہیں اور ان کی برائیاں سب کو معلوم ہیں، یہ مقصد مشرکین اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید ہے۔

سی این این کی رپورٹ

۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء کو سی این این نے ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں بے پردہ مغربی عورت کی مجرمانہ حالت یہ ہے۔ حالت یہ ہے کہ امریکہ کے بڑے بڑے پر رونق شہروں کے پارکوں میں آئے دن صبح کے وقت نوجوان لڑکیوں کی برہنہ لاشیں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔ (تبلیغی جماعت کے ایک کارکن کا خط مطبوعہ ماہنامہ الرشید لاہور دسمبر ۱۹۹۴ء)

یورپ میں عورتوں کے بارے میں مروجہ خطرناک رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانوی جریدے "[illegible]" کے جائزہ سروے کے مطابق نوجوان عورتوں کی اکثریت شادی سے گریزاں ہے، سروے کے مطابق ۱۸ سے ۳۶ برس کی عمر کی خواتین کی اکثریت نے اس سوال کا جواب نفی میں دیا ہے کہ شادی کرنا لڑکے لڑکی کے لئے حقیقی خوشی کا باعث ہے۔ ان عورتوں کا کہنا ہے کہ مرد فطری طور پر بے وفا اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس لیے شادی کو خوشگوار نہیں بنا سکتے۔ (خبریں لاہور ۸ اگست ۱۹۹۵ء)

اس کے علاوہ روزمرہ جیسے ہی عام طور پر بھی اخبارات میں آپ عورتوں کے اغوا، قتل اور مجرمانہ حملوں کے روزمرہ کے واقعات پڑھتے ہیں اگر بغور و فکر اس کی وجوہات تلاش کریں تو وہ صرف اور صرف شرعی پردہ نہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں، شرعی پردہ نہ کرنے

معاشرہ کیلئے کتنا تباہ کن ہے خوب خوب غور فرمایئے۔

مسلمان! معزز خواتین کیلئے مزید غور طلب پہلو یہ بھی ہے جب وہ بے پردہ اور میک اپ سے آراستہ ہو کر بازاروں میں پھرتی ہیں تو ان کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ جن لوگوں کی بری نظریں ان پر پڑ رہی ہیں اور ان کی نگاہیں زنا جیسے برے عمل کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ تو اس گناہ کا سبب وہی خواتین بنتی ہیں۔

اس لئے ان مردوں کی بدعملی میں یہ خواتین بھی پوری پوری حصہ دار بنتی ہیں۔ ایک اچھی مسلمان بننے کا تقاضا ہے کہ خود بھی گناہ سے بچیں اور مردوں کیلئے گناہ کا سبب بننے سے بھی گریز کریں۔ اللہ پاک ہم سب کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق دیں۔ (شمارہ نمبر ۱۱)

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

بے پردگی کا رجحان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی فطرت میں دو ہی چیزیں شامل ہیں۔ ایک کمزوری اور دوسری پوشیدگی تمہارے لئے ان کی کمزوری کا علاج خاموشی ہے اور پوشیدگی کی تدبیر چادر یا اوڑھنی ہے۔ (تحفۃ النساء صفحہ ۱۶)

اس روایت میں عورت کی دو صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کمزوری اور دوسری پوشیدگی اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ پوشیدہ رہے۔ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ عورت اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر میں ہوتی ہے لیکن آج کل بے پردگی کا رجحان اس قدر بڑھتا جا رہا ہے۔ دیندار طبقہ بھی اس کے اثرات سے غیر محفوظ نظر آتا ہے۔ بڑی عمر کی خواتین جب بازار میں نکلتی ہیں تو اپنی جوان بچیوں کو بھی ہمراہ لے جاتی ہیں مگر ان کی عقل کی کمزوری کی انتہا ہے کہ خود جو کہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہیں برقعہ اور چادر میں ملبوس ہوتی ہیں اور جوان بچی کی جس کی وجہ سے فتنہ پھیلنے کا زیادہ امکان ہے اس کو بغیر برقعہ اور

چادر کے ہمراہ کر لیتی ہیں بلکہ بعض تو بغیر دوپٹہ اور نصف آستین والا لباس پہنا کر بیٹیوں کو بازار میں لاتی ہیں۔ گویا اپنے ہاتھوں اپنی بیٹیوں کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان کو بازار ہی نہ لایا جاتا لیکن اگر کسی وجہ سے لانا ضروری تھا تو کم از کم اپنے سے زیادہ نہیں تو اپنے برابر ہی اس کے پردے کا بھی خیال کر لیا ہوتا۔ یہ عمل شریعت کے خلاف تو ہے ہی مگر عقل اور غیرت اور حیاء فطری کے بھی خلاف ہے اور اس احتیاط کرنا انتہائی ضروری ہے۔

اسی طرح تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طالبات کی بے پردگی بھی انتہا کی حدود سے تجاوز کر چکی ہے چنانچہ ان میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ روزانہ بن سنور کر بے پردہ اور ننگے سر تن تنہا تعلیمی اداروں کی طرف آتی جاتی ہیں۔ جو انتہائی سنگین جرم اور گناہ بھی ہے اور اس میں ان کی عزت و آبرو کا عدم تحفظ بھی ہے۔ اور ایسی عورت جو کہ بے پردہ ہو کر لوگوں کے سامنے آئے اور لوگوں کو بدنگاہی کا موقعہ فراہم کرے اس پر اللہ کی طرف سے لعنت برستی ہے۔ دنیوی اداروں کی طالبات تو بجائے خود رہیں دینی اداروں میں پڑھنے والی طالبات کے بارے میں بھی سننے میں آتا ہے کہ وہ بھی پردے کا اہتمام نہیں کرتیں۔ ان میں بھی بہت سی ایسی ہیں جو کہ مدارس کی طرف آتے جاتے چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھتی ہیں ان کا جرم دیگر خواتین کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے اس لئے کہ دیگر خواتین کے پاس علم نہیں اور مدارس دینیہ کی طالبات کو علم ہے اور ان کے پڑھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ خود بھی عمل کریں گی اور دیگر خواتین کو بھی اس کی تلقین کریں گی مگر یہ پڑھنے کے باوجود بھی عام عورتوں کی طرح بے پردگی کرتی ہیں تو یہ ان سے بڑھ کر مجرم ہیں چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ۔

ویل للجاهل مرة و ویل للعالم سبع مرات

یعنی جاہل کیلئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور عالم غلطی کرے تو اس کیلئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔ عالمہ بننا یا چار یا پانچ سالہ کورس کرنا عورتوں پر فرض ہے نہ واجب ہے صرف بقدر ضرورت علم حاصل کرنا فرض ہے جو کہ تعلیم الاسلام بہشتی زیور کے پڑھنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کئی سالہ کورس کرنا صرف جائز ہے اس میں اگر خلاف شریعت کام ہونے لگے اور بے پردگی ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دینا ہی افضل ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو بلا

ہو کر گھر میں رہنے اور پوشیدہ رہنے کی تلقین کی ہے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے عورت کا گھر کے صحن کی بجائے برآمدہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور برآمدہ کی بجائے کمرہ اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اور زیادہ افضل ہے۔ نماز جو کہ ایک فرض ہے اس میں یہ ترغیب و تعلیم دی جا رہی ہے کہ اسے گھر میں اور چھپ چھپ کر ادا کیا جائے: ورنہ تعلیمی اداروں کے دورے جو نہ فرض ہیں نہ واجب زیادہ سے زیادہ مستحب یا فرض کفایہ ہوں گے ان کو حاصل کرنے کیلئے بے پردگی کرنا کہاں سے جائز ہو سکتا ہے؟ اس بنیاد پر ہمارے بعض اکابر ایسے اس طرح کے تعلیمی اداروں کو پسند نہیں کرتے لیکن جن اکابرین نے انکو جاری کیا یا بنا رہے ہیں ان کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ طالبات کو دین کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل ہوتا کہ مستقبل میں وہ اپنے اپنے گھروں اور اپنی اولادوں کو دینی اصولوں کے مطابق چلا سکیں۔ لیکن جو طالبات خود ہی دینی اصولوں کی پابند نہ ہوں خود ہی پردے کا اہتمام نہ کرتی ہوں اور والدین کی خدمت و عظمت کو اہمیت نہ دیتی ہوں تو وہ مستقبل میں اپنے گھروں کو کس طرح دیندار بنائیں گی؟ اللہ تعالیٰ فہم نصیب فرمائے۔ آمین! (شمارہ نمبر 46)

پردہ اور ایک غیرت مند خاتون

پردہ کے متعلق ایک غیور مسلمان خاتون کے خط کا اقتباس:

انسانی فطرت اور تعلیم نبوی کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں حیا، عفت اور پردہ کا عقیدہ جزو ایمان تھا۔ لیکن مغربی تہذیب کے تسلط سے اب یہ حالت ہے کہ شاید ہمیں معلوم بھی نہیں کہ شرم و حیاء اور پردہ کس چیز کا نام ہے مردوں کی نظر اور عورتوں کی عصمت و آبرو سے پہرے اٹھا دیئے گئے ہیں۔

تاہم ہمارے ایمانی اقدار کے بچے کچھے اثاثے میں اب بھی بہت سی غیور خواتین کے تذکرے سننے کو ملتے ہیں جنہیں دنیا کے کانوں سننے سے سہرے چہروں کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں ایک غیور مسلمان خاتون کا خط بھی پڑھ لیجئے، جو ہمارے مخدوم حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی عارفی مدظلہ کو موصول ہوا وہ لکھتی ہیں:

"لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو کر پختہ ہو گیا ہے کہ حکومت پاکستان پردے کے خلاف ہے یہ خیال اس بات کی وجہ سے ہوا ہے جو حکومت کی طرف سے حج کے موقع پر خواتین کیلئے پہننا ضروری قرار

دے دیا گیا ہے یہ ایک بدعت عظمیٰ ہے کیونکہ پہچان کیلئے ضروری تھا تو نیلا برقعہ پہننے کو کہا جاتا۔"

حج کی جو کتاب رہنمائی کیلئے حجاج کو دی جاتی ہے اس میں تصویر کے ذریعے مرد و عورت کو احرام کی حالت میں دکھایا گیا ہے، اول تو تصویر ہی غیر اسلامی فعل ہے۔ دوسرے عورت کی تصویر کے نیچے ایک جملہ لکھ کر ایک طرح سے پردے کی فرضیت سے انکار ہی کر دیا۔

وہ تکلیف دہ جملہ یہ ہے کہ "اگر پردہ کرنا ہو تو منہ پر کوئی آڑ رکھیں تاکہ منہ پر کپڑا نہ لگے" یہ تو فرض ہے، پھر کسی کی پسند یا ناپسند کا کیا سوال؟ بلکہ پردہ پہلے فرض ہے، حج بعد کو۔ کھلے چہرے ان کی تصویروں کے ذریعہ اخبارات میں نمائش، ٹی وی پر نمائش، یہ سب پردے کے احکام کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟

جب کوئی برائی پیدا ہو اس کو پیدا ہوتے ہی کچلنا چاہئے۔ جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو مصیبت بن جاتی ہے، علماء ہی کا فرض ہے کہ امت کو برائیوں سے بچائیں۔

تعلیمی ادارے جہاں قوم بنتی ہے غیر اسلامی لباس اور غیر زبان میں اجتماعی تعلیم کی وجہ سے قوم کیلئے سودمند ہونے کے بجائے نقصان کا باعث ہیں۔ معلم اور معلمات کو اسلامی عقائد اور طریقے اختیار کرنے کی سخت ضرورت ہے طالبات کیلئے چادر ضروری قرار دی گئی لیکن وہ بے گلے میں پڑے ہیں، چادر کا مقصد جب ہی پورا ہو سکتا ہے جب معلم خواتین باپردہ ہوں۔

بچیوں کے ننھے منھے ذہن چادر کو بار تصور کرتے ہیں جب وہ دیکھتی ہیں معلمہ اور اس کی اپنی ماں کو بازاروں میں سر برہنہ نیم عریاں لباس میں، تو یہ چادر کا بوجھ کچھ زیادہ ہی محسوس ہونے لگتا ہے، بے پردگی تو جڑوں میں جڑ پکڑ چکی ہے ضرورت ہے پردے کی فرضیت واضح کی جائے، اور بڑے بڑے لفظوں میں پوسٹر چھپوا کر تقسیم بھی کئے جائیں۔ اور مسجد، دینی ادارے، تعلیمی ادارے، مارکیٹ جہاں خواتین ایک وقت میں زیادہ تعداد میں شریک ہوتی ہیں، شادی ہال وغیرہ وہاں پردے کے احکام اور پردے کی فرضیت بتائی جائے۔ بے پردگی بڑا ہی گناہ ہوگا جو کسی فرض کو ترک کرنے پر ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد برائیاں بے پردگی کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں اور جب تک بے پردگی ہے برائیاں بھی رہیں گی۔

رفیہ ظفر الحق صاحب مبارک ہستی ہیں اللہ پاک ان کو مخالفتوں کے سیلاب میں ثابت قدم رکھیں آمین۔ ٹی وی سے فحش اشتہار ہٹائے تو شور برپا ہو گیا۔ ہاکی ٹیم کا دورہ منسوخ ہونے سے ہمارے صحافی اور کالم نویس رنجیدہ ہو گئے۔ جو اخبار ہاتھ لگے دیکھئے، جلوہ رقص و نغمہ، حسن و جمال، روح کی غذا کہہ کر موسیقی کی وکالت! کوئی نام نہاد عالم ٹائی اور سوٹ کے بین الاقوامی لباس ثابت کر کے اپنی شناخت کو بھی مٹا رہے ہیں۔ ننھے بچے ٹائی کا وبال گلے میں ڈالے اسکول جاتے ہیں۔ کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں جہاں غیروں کی نقل نہ ہو"۔

عورتوں کی فطری حیاء

فرمایا کہ عورتوں کے اندر فطرتاً حیاء ہوتی ہے ایک مقام پر ایک آزاد خیال رئیس نے اپنی بیوی سے پردہ توڑنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ ایک دن بندوق لے کر آئے کہ یا تو پردہ توڑ دو ورنہ آج ہی ختم کرتا ہوں اس نے کہا مرنا منظور ہے پردہ توڑنا منظور نہیں چنانچہ فائر کر دیا بیچاری نے جان دے دی (اللہ مغفرت کرے) مگر پردہ نہیں توڑا۔ (ملفوظات جلد ۱۱) (شمارہ نمبر 22)

غیرت ایمانی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ موسیٰ بن اسحاق قاضی کی عدالت میں ایک (برقعہ پوش) خاتون نے اپنے شوہر پر پانچ سو اشرفی مہر کا دعویٰ کیا، شوہر مہر کی اس مقدار کا منکر تھا، عورت کے وکیل نے دعویٰ کے ثبوت پر دو گواہ پیش کئے۔ دونوں گواہوں میں سے ایک نے مطالبہ کیا کہ میں عورت کا چہرہ دیکھ کر گواہی دوں گا، چنانچہ گواہ (چہرہ دیکھنے کے لئے) اور عورت (چہرہ دکھانے کے لئے) کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر شوہر کی غیرت کو جوش آ گیا اور اس نے کہا کہ آخر کس وجہ سے میری بیوی پر اجنبی مرد کی نظر ڈلوائی جا رہی ہے؟ میں قاضی کے سامنے خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے ذمے میری بیوی کے مہر کے پانچ سو دینار خالص سونے کے واجب ہیں، مگر میری بیوی اپنا چہرہ ہرگز نہ دکھائے۔ (شوہر کی اس غیرت و حمیت کا عورت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت وہ سارا مہر معاف کر دیا یہ عجیب واقعہ دیکھ کر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس واقعہ کو مکارم اخلاق کے یادگار واقعات میں درج کیا جائے۔ (شمارہ نمبر 18)

شرابی معالج سے پرہیز

"سلطان عالمگیر کی بیگم جہاں زیب بانو بیگم کے سینے میں زخم ہو گیا۔ اس زمانے کے ڈاکٹر مارٹن فرنگی (انگریز) نے اپنی ایک رشتہ دار عورت کو جیدر آباد بلایا۔ مگر بیگم نے شرط لگائی کہ

اگر وہ عورت شرابی نہیں ہے تو میرے بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے ورنہ اندر نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ وہ چالیس سال سے شراب نوش ہے۔ ملکہ نے کہا کہ

اسکی ناپاک ہاتھ میرے بدن کو ہرگز نہیں لگا سکتی۔ آخر دو سال بیمار رہ کر بیگم انتقال کر گئی۔ لیکن فاسقہ سے علاج نہیں کرایا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ (تحفہ نمبر 18)

خواتین کے اہم مسائل اور حل

عملیات سے معلوم کر کے کسی کو مجرم سمجھنا:

ان عملیات کے ذریعے کسی کو واقعۃً چور سمجھنا جائز نہیں ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک بالکل ناجائز ہے کیونکہ عوام حد احتیاط سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ صفحہ ۳/۱۸)

نابالغ بچے قرآن کریم کو بلا وضو چھو سکتے ہیں:

چھوٹے نابالغ بچوں پر وضو فرض نہیں ان کا بلا وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ (البتہ عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے) (مفتی یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

ناپاک کپڑے ہوں تو تلاوت کا حکم

نجاست کے قریب قرأت مکروہ ہے۔ نجس کپڑے پہن کر تلاوت جائز نہیں ہونی چاہئے۔ البتہ تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔ اس خیال اگرچہ پاک بھی ہو تب بھی منہ ڈھانپ کر تلاوت نہ کرے۔ (جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے) البتہ بصورت ناپاکی تو بطریق اولیٰ منہ ڈھانپ کر تلاوت کرنا درست نہ ہوگا۔ (مفتی عبدالستار)

رشتہ کیلئے وظیفہ: نماز عشاء کے بعد اول و آخر ۱۱-۱۱ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں گیارہ سو مرتبہ یا لطیف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ رب العزت آپ کی مشکل کو

آسان فرمائے؟ (مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

نہانے کے بعد وضو غیر ضروری ہے: نہانے سے وضو بھی ہو جاتا ہے بعد میں وضو کی ضرورت نہیں۔ (مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

مرد و عورت کے رکوع میں فرق: مرد و عورت کے رکوع میں چند باتوں کا فرق ہے۔

(۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر، پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

(۲) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ رکھے۔

(۳) مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے۔ جیسا کہ شامی میں عورت کے رکوع کا طریقہ لکھا ہے کہ وہ معمولی سا جھکے گی اور انگلیاں نہیں کھولے گی اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دے گی اور گھٹنوں کو خم دے اور بازوؤں کو پہلو سے جدا نہ کرے گی۔ الخ۔ اسی طرح عالمگیری میں بھی بڑی تفصیل سے اسے بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کیا واشنگ مشین کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں؟

دھلائی مشین میں صابن کے پانی میں کپڑوں کو دھویا جاتا ہے اور پھر اس میں پانی کو نکال کر اوپر سے نیا پانی ڈالا جاتا ہے اور یہ عمل بار بار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کپڑوں سے صابن نکل جاتا ہے۔ اس لئے دھلائی مشین میں دھلے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں۔

بچے پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کا حکم:

اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلا شبہ وضو درست ہے، اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی بھی صورت میں درست نہیں اور اگر شک ہو تو بھی احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وضو کر لیں تو درست ہو جائیگا جیسا کہ (فتاویٰ خانیہ ج ۱ صفحہ ۹ پر ہے) (مفتی انور)

گویا مرغی کا دودھ یا پانی میں چونچ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوتا؛ دودھ وغیرہ پانی پاک ہے۔

غریب والد نصاب بھر سونے کی زکوٰۃ زیور بیچ کر دے:
زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ یہ زیور نصاب کی مالیت کو پہنچتا ہو، زیور بیچ کر زکوٰۃ دی جائے۔ (شمارہ نمبر 43)

عورت اذان کا جواب دے؟ عورتوں کو اذان کا جواب دینے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے مگر حیض و نفاس والی جواب نہ دے۔

حلال پرندے کو شوقیہ پالنا جائز ہے: حلال پرندے کو گھر میں رکھ کر پالنا جائز ہے بشرطیکہ بند رکھنے کے علاوہ اس کو کوئی ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی خوراک کا خیال رکھے۔

نذر اور منت کی تعریف: نذر کے معنی ہیں کسی شرط پر کوئی عبادت اپنے ذمے لے لینا مثلاً اگر فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے نفل پڑھوں گی اتنے روزے رکھوں گی بیت اللہ کا حج کروں گی یا اتنی رقم فقراء کو دوں گی وغیرہ اسی کو منت بھی کہا جاتا ہے منت اور نذر کا گوشت نہ خود استعمال کر سکتی ہے نہ کسی غنی کو دے سکتی ہے بلکہ اس کا گوشت فقراء پر تقسیم کرنا ضروری ہے۔

خلع کسے کہتے ہیں؟

خلع کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بوقت ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کر سکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اسی کو واپس کر کے اس سے گلو خلاصی کر لے اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعے لے سکتی اور عدالت کے ذریعے جو خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہو سکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے اور اگر شوہر کہنے کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کر سکتی خلع سے ایک بائن طلاق ہو جاتی ہے اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

عورت کا بال کاٹنا:
بال قدرتی طور پر چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے لہٰذا بال

منڈانے جائیں چھوٹی بچیوں کے بال بھی بطور فیشن کاٹنا ممنوع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کا بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانا (فیشل کرانا)

یہ فضول خرچی اور لغو کام ہے بلکہ دھوکے بازی بھی ہے۔ اپنی اصل رنگت کو چھپانا اور مصنوعی خوبصورتی کی نمائش کرنا ہے، اس قسم کے کاموں سے بچنا چاہیے عورت اپنے شوہر کی خاطر سادہ اور پرانے طریقے کے مطابق جو فیشن میں داخل نہیں اور فساق و فجار (گنہگاروں) کے ساتھ جس میں مشابہت لازم نہ آتی ہو تو ایسی زیب و زینت کر سکتی ہے بلکہ مطلوب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

خاوند بیوی کو نام سے پکار سکتا ہے

مرد اپنی بیوی کو اس کے نام سے پکار سکتا ہے لیکن عورت اپنے خاوند کو اس کے نام سے نہ پکارے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی کی بناء پر مکروہ ہے۔ یکرہ ان یدعوا الرجل اباہ والمرأة زوجها باسمہ. کذا فی السراجیہ. لہٰذا سردار وغیرہ تعظیمی الفاظ سے بلائے۔ بل لا بد من لفظ یفید التعظیم کیا سیدی ونحوہ. (شامی ج ۵ صفحہ ۲۵۹) بچے بچی کے نام سے ایک دوسرے کو پکارنا مناسب نہیں۔ ابو محمد وغیرہ کنیت شوہر کے لئے استعمال کرے۔ (اور شوہر اسے ام فلاں کہہ کر پکارے، یا جیسا اردو میں پرانے لوگ "ماجد کی ماں" "فضل کی ماں" وغیرہ کہہ کر اپنی بیویوں کو پکارتے ہیں لیکن اس صورت میں جب اسے نام لینے میں حجاب ہو یا کسی وہ نام تبدیل کرنا چاہتا ہو۔ مرتب)

تنبیہ:۔ ہم نے تمام مسائل باحوالہ دیئے ہیں اگر کسی مسئلے میں وضاحت کی ضرورت ہو تو مقامی علماء سے رجوع کریں۔ (شمارہ نمبر ۵۵)

تربیت میں ماں کا کردار

آج ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں نے بچے کا بچپن اللہ کے ساتھ ملاتی ہوں! ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں صبح و شام کھانا کھلاتے کھلاتے اپنے بچے کو تربیت دیتی ہوں کہ ہر حال میں سچ بولنا ہے! ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ ذرا سی باپ نصیحت کر دے تو ماں فوراً

ہوتی ہے کہ بڑا ہو گا ٹھیک ہو جائے گا۔ تربیت نہ ہونے کے سبب سے آج اولاد جب بڑی ہوتی ہے تو وہ اپنے ماں باپ سے یوں نفرت کرتی ہے جیسے کہ گناہ سے نفرت کی جاتی ہے۔ ماں اپنے مقام کو بھول گئی۔

ایک وقت تھا کہ صبح کی نماز عورتیں پڑھا کرتی تھیں اور بچوں کو اپنی گود میں لے کر کوئی سورۃ یاسین پڑھ رہی ہوتی تھی، کوئی سورۃ واقعہ پڑھ رہی ہوتی تھی، کوئی قرآن کی تلاوت کر رہی ہوتی تھی اور اس وقت بچے کے دل میں انوارات اتر رہے ہوتے تھے۔ آج وہ ماں کہاں گئیں جو صبح کے وقت بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھا کرتی تھیں۔ آج تو سورج نکل جاتا ہے، بچہ بھی سویا ہوا ہے اور ماں بھی سوئی ہوتی ہے۔ شام کا وقت ہوتا ہے بچے کو ماں نے گود میں ڈالا ہوا ہے، سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہوتی ہے ساتھ ہی بیٹھی ڈرامہ دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اے ماں! جب تو ڈرامے میں غیر محرم مردوں کو دیکھے گی موسیقی سنے گی اور غلط کام کرے گی اور اسی حالت میں بچے کو دودھ پلائے گی تو بتا تیرا بیٹا جنید بغدادیؒ کیسے بنے گا؟ بتا کہ تیرا بیٹا عبدالقادر جیلانیؒ کیسے بنے گا؟ یہی وجہ ہے کہ اولاد کے اندر نیکی کے وہ اثرات جو منتقل ہونے چاہئیں ماں باپ سے، وہ منتقل نہیں ہوتے۔

ایک صحابیہ کا شوق تلاوت:

جس طرح مرد عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت بھی اگر عبادت کرے تو اللہ رب العزت کا تعلق اور معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک صحابیہؓ نے تنور پر روٹی لگائی اور اس کو اپنے سر پر رکھا اور چلتے ہوئے کہنے لگی۔ اے بہن! میرے تو تین پارے بھی مکمل ہو گئے اور میری روٹیاں بھی پک گئیں۔

تب پتہ چلا کہ یہ عورتیں جتنی دیر روٹی پکنے کے انتظار میں بیٹھی تھیں ان کی زبان پر قرآن جاری رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس دوران تین تین پارے قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کا ذوق عبادت

ایک وقت تھا کہ جب سارا دن عورتیں گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں، اور جب

رات آتی تھی تو مصلیٰ کے اوپر رات گزار دیا کرتی تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی۔ طبیعت میں ایسا سرور تھا، ایسا مزہ تھا، ایسی حلاوت نصیب ہوئی تلاوت قرآن میں پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں، حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ اب تو صبح کا وقت ہونے کو ہے۔ تو رونے بیٹھ گئیں اور دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی کتنی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔

ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹے ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا ایک آج ہماری مائیں بہنیں ہیں جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

چاشت کی نماز اور رزق میں برکت

ایک وقت تھا کہ جب خاوند تجارت کیلئے گھر سے نکلا کرتے تھے اور ان کی بیویاں مصلیٰ پر بیٹھ کر چاشت کی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی بیویاں اپنے دامن پھیلا کر اللہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ اے اللہ! میرا میاں اس وقت رزق حلال کیلئے محنت کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہے۔ اس کے رزق میں برکت عطا فرما۔ عورت رو رو کر دعا مانگ رہی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ مرد کے کام میں برکت دے رہے ہوتے تھے۔

کہاں گئیں وہ عورتیں جو گھر میں بیٹھ کر اپنے خاوندوں کی تجارت میں برکت کے لئے یوں دعا کریں۔ اے بہن! تو نے جس گھر میں سو پچاس سال مشکل سے رہنا ہے اس گھر کو چمکا کے رکھتی ہے اور جس گھر میں تو نے ہمیشہ جاکر رہنا ہے اس گھر کے بنانے کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ ہیں ایسی عورتیں! جو بتائیں کہ ہم تو روزانہ بیٹھ کر ایک گھنٹہ اللہ کا ذکر کرتی ہیں، ہم تو روزانہ دس پارے قرآن پاک پڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی پر زندگی گزارنے اور اس دنیا میں بھی کامیابی کی توفیق نصیب فرمائے۔ (از تربیتی بیانات) (شمارہ نمبر 56)

میک اپ کے نقصانات

حضرت انسان جس طرح جسم و روح سے مرکب ہے اسی طرح سیرت و صورت سے بھی

مرکب ہے۔ جسم انسانی سے روح نکل جائے تو اس بے روح میت کی جلد از جلد تجہیز و تکفین سے فراغت حاصل کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں اصل روح ہے اور جسم اس کے تابع ہے کہ جسم بھی اس وقت تک کارآمد ہے جب تک روح اس میں موجود ہے۔ بالکل اسی طرح حیات انسانی میں سیرت وصورت میں سیرت اصل ہے۔ صورت ہمیشہ انسان کو مشکلات میں ڈالتی ہے۔ سیرت ہمیشہ امن پیدا کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف فرمائی ہے۔ لیکن یوسف علیہ السلام جہاں جہاں مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اسکی وجہ خوبصورتی تھی۔ آپ کا حسن وجمال بھائیوں کیلئے حسد کا سبب بنا۔ کنویں میں ڈالے گئے۔ مصر کے بازار میں بیچے گئے۔ غلام بنے اور زلیخا عاشق ہوئی۔ اسکی وجہ سے وہ جیل گئے ان سب کا باعث صورت کی خوبصورتی تھی اور جب مصر کی سلطنت ملنے کا وقت آیا تو اس کی وجہ یہ بیان نہیں فرمائی کہ انی حسین جمیل۔ بلکہ یہ فرمایا انی حفیظ علیم۔ غرض جب مصیبت میں پڑنے کا وقت آیا تو صورت اس کا سبب بنی۔ اور جب سلطنت ملنے کا وقت آیا تو سیرت آگے بڑھی۔ تو سیرت انسان کو بلندی پر پہنچاتی ہے۔

انسان کا خوبصورت ہونا کوئی کمال نہیں۔ بہت سے جانور بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ بہت سے درندے بھی خوبصورت ہوتے ہیں۔ شیر کی کھال ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے بہت اچھی قسم کا کمبل اوڑھ لیا ہو۔ اگر خوبصورتی باعث ترقی ہوتی انہیں اشرف المخلوقات بنا دیا جاتا۔ اگر صورت معیار ہوتی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی کوئی بھی تعریف نہ کرتا۔ امام عطاء بن ابی رباح کی بھی تعریف نہ کرتے اس لیے کہ صورت کالی کلوٹی تھی لیکن سیرت سامنے تھی۔ اس لیے آج تک عظمت وبڑائی کی جاتی ہے۔ معلوم ہوا صورت سے انسان انسان نہیں بنتا بلکہ سیرت سے آدمی آدمی بلکہ اشرف المخلوقات بنتا ہے۔

دور جدید میں بھی اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنی صورت سے زیادہ اپنی سیرت پر توجہ دیں۔ جس کو بقا ودوام ہے۔ جبکہ صورت سنوارنے کے چکروں میں مرد و عورت نے خود کو اتنا منہمک کر لیا ہے اصل چیز یعنی سیرت اس کی طرف کبھی التفات ہی نہیں رہا اور ظلم یہ کہ اس ظاہری حسن کی زیب وزینت میں عورت کی سبک رفتاری خطرناک حد تک

بیوٹی پارلرز.....شرعی حکم

خواتین کو آرائش و زیبائش کی تو اجازت ہے بشرطیکہ وہ حدود کے اندر ہو لیکن موجودہ دور میں بیوٹی پارلرز کا جو "پیشہ" کہا جاتا ہے اس میں چند در چند قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ پیشہ حرام ہے اور وہ قباحتیں مختصراً یہ ہیں۔

1۔ بعض جگہ مرد اس کام کو کرتے ہیں اور یہ خالصتاً بے حیائی ہے۔ 2۔ ایسی خواتین بازاروں میں حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ یہ بھی بے حیائی ہے۔ 3۔ بیوٹی پارلر سے واپس آنے کے بعد مرد و عورت اور لڑکے لڑکی میں امتیاز مشکل ہوتا ہے حالانکہ مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت کرنا موجب لعنت ہے۔ 4۔ بعض جگہ یہ "مراکز حسن" فحاشی کے خفیہ اڈے بھی ہیں۔ 5۔ یہ تجربہ ہے کہ ایسے کاروبار کرنے والوں کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) دین و ایمان سے کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا اس لئے یہ ظاہری زیبائش باطنی بگاڑ کا ذریعہ بھی ہے۔ (شمارہ نمبر 57)

ایک خاتون کا درد بھرا خط

میں آپ کی توجہ ایک نہایت کرب آمیز مسئلہ کی طرف مبذول کروانا چاہتی ہوں۔ میں ایک غریب مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں، بوڑھی والدہ اور ہم چھ بہنیں گھریلو دستکاری کا کام کر کے گزر اوقات کر رہی ہیں۔ ہماری غربت سے خائف ہمارے عزیز و اقارب ہم سے روٹھ گئے یعنی ہم سے اپنی جان چھڑا کر الگ ہو گئے۔ بھائی کمسن ہیں، ہمیں ان سے کوئی امید نہیں۔ میں اور میری دیگر دو بہنیں اپنی عمر کے ۳۳، ۳۴ اور ۲۹ سال گزار چکی ہیں اور اب تک شادی کے سلسلہ میں کوئی امید نہیں۔ کیا دنیا صرف مردوں کیلئے بنائی گئی تھی؟ عورتوں، بچیوں، لڑکیوں کے بارے میں ہمارا معاشرہ تضادات کا شکار کیوں ہے؟ عرب میں قبل از اسلام بچیوں کو پیدائش کے فوراً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور اب فرق صرف اتنا ہے وہ جوان ہو کر خود زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔ پتہ نہیں آپ کو میری باتوں پر ہنسی آ رہی ہو گی یا ترس؟ ہماری یہ قابل رحم حالت کس وجہ سے ہوئی آپ نے بھی

سوچا ہو گا؟ ہم ایک بیمار معاشرہ میں رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دے رکھی ہے آپ اپنے اخبار روزنامہ "اسلام" اور ہفت روزہ "ضرب مومن" کے ذریعے جہاں دیگر مذہبی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، اس شعبے کی طرف فوری بھرپور توجہ فرمائیں۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ عملی طور پہ علمائے حق کی زیر نگرانی ہر شہر و قصبے کی سطح پر شادی کروانے والی سوسائٹیاں بنوائیں۔ اس شعبے میں پہلے جتنا کام ہو رہا ہے یا تو ہندووانہ تہذیب کی ماری خواتین یا پھر مغرب زدہ خواتین پیش پیش ہیں۔ مذہبی لوگ اس شعبے سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے شکاری کو دیکھ کر ہرن بھاگتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک بیوی والے خاندان کا رواج ہے۔ ہر دور میں مردوں کی تعداد کم رہی ہے، مردوں کو دو دو تین تین اور چار چار شادیاں کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔ مگر ہم ایک پر کیوں بضد ہیں؟ جو ماں اپنے بیٹے کیلئے، جو بہن اپنے بھائی کیلئے اور جو بیوی اپنے شوہر کیلئے دوسری شادی کی قائل نہیں ہے وہ ذرا اپنے آپ کو ہماری جگہ رکھ کر دیکھے تو اسے ہمارا مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔ کاش! ہمارا معاشرہ مسلمانوں کا معاشرہ ہوتا۔ (بشکریہ ضرب مومن)

میں بیوٹی پارلر نہیں جاؤں گی

میں اکثر بیوٹی پارلر جایا کرتی تھی اور ساتھ اپنی خالہ زاد بہن کو بھی لے جایا کرتی تھی۔ ہمیں دیکھ کر محلے کی لڑکیاں بھی بیوٹی پارلر سے میک اپ کروانے کیلئے جانے لگ گئیں۔ اسی طرح بہت عرصہ گزر گیا کہ اچانک میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اسی طرح بیوٹی پارلر میں بیٹھی ہوئی ہوں لیکن میرے چہرے کو کوئی خوفناک چیز اپنے پنجوں سے نوچ رہی ہے اور میرے ناخنوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ کھینچا جا رہا ہے اور میں چیخیں مار مار کر لوگوں کو مدد کیلئے پکار رہی ہوں مگر کوئی میری مدد کو نہیں آ رہا۔ اسی خوف کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، میں اپنے چہرے کو خوفزدہ حالت میں ہاتھ لگا کر دیکھ رہی تھی اسی اثناء میں ہمارے محلے کی مسجد میں اذان فجر ہو رہی تھی میں جلدی سے اٹھی اور ناخن تراش کے ساتھ اپنے لمبے لمبے ناخنوں کو تراشنے لگی۔ پھر میں نے وضو کر کے فجر کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی کہ یا اللہ آئندہ

وہ کام بھی نہیں کروں گی جن کاموں میں تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو اور جن کاموں میں امہات المومنین کی زندگیوں کے طرز عمل کی خلاف ورزی ہو۔

آج ہمارے دل میں سے دین اٹھ چکا ہے میں اپنی تمام مسلمان بہنوں اور ماؤں سے اپیل کرتی ہوں کہ خدا اور رسول کریم کا واسطہ! ان گناہوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! بشکریہ: (ضرب مومن و خواتین کا اسلام)

اسلامی تعلیمات کا اہم باب

معاملات کی درستگی

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی معاملات کے
بارے میں احتیاط اور حکیمانہ ہدایات
اسلام اور معاملات... قرض کی ادائیگی کی تعلیم
درستگی معاملات... جھگڑوں سے نجات
علم میراث کی اہمیت... تقسیم وراثت کی برکات

حکیم الامت تھانویؒ اور صفائی معاملات

مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کو صفائی معاملات میں خصوصی امتیاز حاصل تھا چنانچہ خود فرماتے تھے اتنا چاہتا ہوں کہ صاف بات ہو جو معاملہ ہو ایک طرف ہو کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ لوگوں کو ان کی خدمت انجام دے کر فارغ کرنا چاہتا ہوں۔ (الافاضات الیومیہ)

اپنے معمولات میں دوسروں کی راحت کی تدابیر

میں نے اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں یہی میرا اصلی مذاق ہے اور صرف اپنی ہی راحت مقصود نہیں دوسروں کی راحت کا بھی خیال رکھتا ہوں۔ اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کا کیا خیال ہوگا کہ راستہ چلنے میں بھی اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اگر پشت کی جانب سے کسی آنے والے کی آہٹ معلوم ہوتی ہے تو میں سڑک کے کنارے ہو جاتا ہوں تاکہ اس آنے والے کو راستہ کی کوئی تنگی نہ ہو آزادی سے چلا جائے حالانکہ بعض مرتبہ وہ آنے والا بھنگی ہوتا ہے چمار ہوتا ہے مگر میں اس کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ بچ کر نکل جائے بلکہ خود ہی بچ جاتا ہوں۔ میں بحمد اللہ ہر امر میں اس کا لحاظ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی پر ذرہ برابر گرانی نہ ہو بار نہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ)

حقوق مدرسہ و حقوق مدرسین سے متعلق صفائی معاملات

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی تہمت نہ ہو۔ میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد تھا محض مدرسین کی دیانت پر یہ خاص موقع پر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنے کا وقت اس میں خود لکھ دیا کریں۔ میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ نہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور

مدرسہ کی رقم زائد دے دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس معمول سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینے کے ختم پر صرف ٹکٹ جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود کبھی بلاواسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔ (الافاضات الیومیہ)

اہل خانہ سے صفائی معاملات

فرمایا سہواً کبھی خلاف ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھا کر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھا لو بلکہ یہ کہتا ہوں برتن اٹھوا لو کیونکہ وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جو ان کو اپنے گھر میں محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام چاہیے پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لیے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہہ دیتا ہوں وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست ان ہی کی محکوم ہے اس لئے میں بھی ان ہی کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں پھر اجنبی عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

گھر میں جو چیز اٹھاتا ہوں بعد فراغت اس کو وہیں جا کر رکھتا ہوں جہاں وہ رکھی تھی تاکہ جس نے رکھی ہے وہ پریشان نہ ہو اور نہ ڈھونڈنا پڑے۔

گھر رات کو سوتے وقت احتیاطاً لوٹے میں پانی بھر کر رکھ دیتی ہیں اگر مجھے کبھی پانی کے استعمال کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹا بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تاکہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو نہ بھرنا پڑے۔

اسی ضمن میں ارشاد فرمایا مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم ضروری جزو ہے اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لئے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ لے بھی لیتے ہیں۔ میں ان کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوں۔ میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس کا جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلا دے میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔ (اسعد الابرار)

اسی لئے حضرت حکیم الامتؒ جب اپنے گھر والوں سے قرض لیا کرتے تو اسے باقاعدگی

آتی کہ کس نے فلاں چیز لی تھی تو پریشانی ہوتی ہے۔ (حسن العزیز)

اسی ضمن میں خود ارشاد فرمایا کہ منجملہ اور معمولات کے میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ قرض کی یادداشت کیلئے ایک کاپی بنا رکھی ہے جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو یا قسط وار ادا کرنے والے کے سامنے اس میں وصول لکھ لیتا ہوں اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول لکھ دیا ہے اس میں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے تحت ہو گا اس میں الجھن یا پریشانی نہ ہو گی آجکل جاہلوں کا نام بزرگی رکھ لیا ہے (الافاضات الیومیہ)

فرض منصبی

ایک دفعہ جب حکیم الامت حضرت تھانوی بیمار ہوئے اور کمزوری کے سبب حضرت کا ایک خادم آپ کو سائیکل رکشہ پر گاڑی میں بٹھا کر خانقاہ امدادیہ کی طرف لا رہا تھا تو راستے میں ایک بھنگی سڑک صاف کر رہا تھا گرد بہت اڑ رہی تھی۔ خادم نے بھنگی سے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے! حضرت گزر جائیں۔ حضرت نے خادم کی بات سن لی۔ فرمایا:

"وہ شخص اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے اس کو فرض منصبی ادا کرنے سے روکتے ہو مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو۔ مت روکو"۔ (مکتوبات اشرفیہ)

معاملات اور فکر آخرت!

☆ شاہ لطف رسول صاحب ایک بزرگ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ تھانہ بھون ہی میں قیام رہتا تھا۔ ان کے پاس ایک کارڈ بیرنگ آیا (پیسے کارڈ بھی لفافہ کی طرح بیرنگ چلتے تھے) انہوں نے بے ضرورت سمجھ کر بغیر پڑھے ہوئے واپس کر دیا۔ معترضین میں سے کسی نے کہا: "آپ کارڈ کا مضمون تو پڑھ لیتے پھر ہی واپس کرتے" شاہ صاحب نے فرمایا کہ: "مضمون پڑھ لینے کے بعد واپس کرنا خیانت ہوتی۔ کیونکہ کارڈ سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے وہ فائدہ تو میں اٹھا لیتا اور ٹکٹ ادا نہ کرتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش و عزیز ہیں، اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر احسان فرمائیں اس میں وفد ایک شاعر آدمی تھا، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم بادشاہ روم یا شاہ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیش نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا، ایک طرف ان لوگوں پر رحم و کرم کا تقاضا یہ کہ ان کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں، دوسری طرف یہ کہ اموال غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا ازروئے انصاف درست نہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے، جو ان اموال کے حق دار ہیں، میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو، یا اموال غنیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کرو وہ تمہیں دے دیئے جائیں گے۔

سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا جس میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ:

یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دیئے جائیں۔ تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنے حصے واپس دینے کیلئے تیار ہوں وہ احسان کریں جو اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فئی میں سے اس کا بدلہ دے دیں گے۔

حقوق کے معاملہ میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے عوامی جلسوں کی آوازیں کافی نہیں، ہر ایک سے علیحدہ رائے معلوم کرنا چاہئے۔

مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لئے تیار ہیں مگر عدل و انصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون؟ ایسے ہی جو شرما شرمی خاموش رہے۔ معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کرکے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کردیئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حقوق کے معاملہ میں جب تک خوش دلی کا اطمینان نہ ہوجائے کسی کا حق لینا جائز نہیں مجمع کے رعب یا لوگوں کی شرم سے کسی کا خاموش رہنا رضامندی کے لئے کافی نہیں۔ اسی کو حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی وجاہت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لئے چندہ کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں بہت سے شریف آدمی محض شرما شرمی کچھ دیدیتے ہیں۔ پوری رضامندی نہیں ہوتی۔ اس طرح کے مال میں برکت بھی نہیں ہوتی ہے (مزید تفصیل ملاحظہ فرمایئے تفسیر معارف القرآن)

ف: حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی سے بچیں ورنہ آخرت میں تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں صاحب حق کو دلوائی جائیں گی۔ اللّٰھم احفظنا۔ آمین

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب "اقبال مرحوم کا ایک شعر بہت پڑھا کرتے تھے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

مطلب یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدا فرمائی ہے۔ اگر غور کرو گے تو ہر ایک کے اندر حکمت اور مصلحت نظر آئے گی لیکن ہوتا یہ ہے کہ آدمی صرف برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے..... اچھائیوں کی طرف نگاہ نہیں کرتا اس وجہ سے بددل ہوکر ظلم اور ناانصافی کا ارتکاب کرتا ہے۔ (ارشادات اکابر)

صفائی معاملات

صفائی معاملات: دین کا اہم رکن معاملات کی درستی اور صفائی ہے۔ یعنی انسان کا معاملات میں سچا اور خوش معاملہ ہونا یہ دین کا بہت اہم باب ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ دین کا جتنا اہم باب ہے ہم لوگوں نے اتنا ہی اس کو اپنی زندگی سے خارج کر رکھا ہے۔ ہم نے دین کو صرف چند عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عمرہ، وظائف اور اوراد میں منحصر کر دیا ہے۔ لیکن روپے پیسے کے لین دین کا جو باب ہے اس کو ہم نے بالکل آزاد چھوڑا ہوا ہے۔ گویا کہ دین سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ اسلامی شریعت کا جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ عبادات سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں۔

تین چوتھائی دین معاملات میں ہے: فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے جو مدارس میں تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اور اس کتاب کو پڑھ کر لوگ عالم بنتے ہیں۔ اس کا نام ہے "ہدایہ" اس کتاب میں طہارت سے لے کر میراث تک شریعت کے جتنے احکام ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں، پہلی جلد عبادات سے متعلق ہے جس میں طہارت کے احکام، نماز کے احکام، زکوٰۃ، روزے اور حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور باقی تین جلدیں معاملات اور معاشرت کے احکام سے متعلق ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ دین کے احکام کا ایک چوتھائی حصہ عبادات سے متعلق ہے اور تین چوتھائی حصہ معاملات سے متعلق ہے۔

معاملات کی خرابی کا عبادات پر اثر

پھر اللہ تعالیٰ نے معاملات کا یہ مقام رکھا کہ اگر انسان روپے پیسے کے معاملات میں حلال و حرام کا اور جائز و ناجائز کا خیال نہ رکھے تو عبادات ادا ہو جائیں گی لیکن ان کا اجر و ثواب اور قبولیت موقوف ہو جاتی ہے۔

دوسری جتنی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی آسان ہے مثلاً نمازیں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کر لو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جاؤ کہ اگر میں مر جاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں سے اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے اور توبہ کر لو ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تلافی ہو جائے

کی۔ لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھا لیا تو اس کی معافی اس وقت تک نہیں ہو گی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے۔ چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو۔ اس لئے معاملات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے۔

حضرت تھانویؒ اور معاملات

اس وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اولیت حاصل تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل، اور وظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ بات کو پورا کرلو۔ لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے روپے پیسے کے معاملے میں گڑبڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ایسا چندہ حلال نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسوں کے چندے اور انجمنوں کے چندے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ چندہ اس طرح وصول کرنا کہ دوسرا شخص دباؤ کے تحت چندہ دیدے، ایسا چندہ حلال نہیں۔ مثلاً آپ نے مجمع عام میں چندہ لینا شروع کر دیا، اس مجمع میں ایک آدمی شرما شرمی میں یہ سوچ کر چندہ دے رہا ہے کہ اتنے سارے لوگ چندہ دے رہے ہیں اور میں چندہ نہ دوں تو میری ناک کٹ جائے گی۔ اور دل کے اندر چندہ دینے کی خواہش نہیں تھی، تو یہ چندہ خوش دلی کے بغیر دیا گیا یہ "چندہ" لینے والے کے لئے حلال نہیں۔ اس موضوع پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اور اس میں یہ احکام لکھے ہیں کہ کس حالت میں چندہ لینا جائز ہے اور کس حالت میں چندہ دینا جائز نہیں۔ (ماخوذ معاملات صاف رکھیں)

انسان کی پہچان معاملات سے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ: معاملات اور اخلاق سے انسان کی پہچان ہوتی ہے ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کی

گواہی دے سکے؟ کسی صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کی گواہی دے دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تو کس بنا پر گواہی دیتا ہے۔ کیا تو نے اس کو صرف نماز پڑھتے دیکھا ہے یا کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے یا کبھی اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے؟ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کی پہچان معاملات سے ہوتی ہے۔

حقیقت تصوف:

فرمایا: کہ بعض لوگوں نے صرف تسبیح گھمانے چلے کاٹنے کو تصوف کا نام دے دیا۔ حالانکہ یہ تو ذرائع ہیں مقصد ان سب چیزوں کا یہ ہے کہ ہم دین پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائیں۔ ہاتھ میں تسبیح ہو اور کم تولیں یا جھوٹ بولیں تو پھر اس تسبیح کا کیا فائدہ؟ اسی لئے ایک بزرگ کہتے تھے کہ لوگ انسان تو بنتے نہیں ولی بننے کے چکر میں رہتے ہیں۔ اگر تم صحیح انسان بن جاؤ گے تو ولی بھی بن جاؤ گے۔ فرمایا! جن درویشوں نے ظاہر حکم پر عمل کیا یعنی حکم کا مقصد ہی نہ سمجھا وہ فیل ہو گئے اور جس نے حکم کی روح کو سمجھا وہ کامیاب و کامران ہوا۔

ایک محدث کو خواب میں زیارت نبوی اور خفگی کا اظہار

فرمایا ایک محدث کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان کچا تھا ایک بار جب حدیثیں لکھتے ہوئے ورق پلٹنے کی نوبت آئی تو سیاہی خشک نہ ہوتی تھی۔ اس زمانہ میں سیاہی چوس یا چاک وغیرہ تو ہوتے نہیں تھے۔ اس لئے گیلی سیاہی پر مٹی ڈال کر خشک کیا کرتے تھے۔ چنانچہ محدث نے مکان کی کچی دیوار سے مٹی کھرچ کر سیاہی پر ڈالنا چاہی مگر فوراً دل میں خیال آیا کہ یہ مکان تو کرائے کا ہے۔ میرا ذاتی مکان نہیں ہے۔ اس لئے بغیر مالک مکان سے پوچھے یہ مٹی ڈالنا میرے لئے جائز نہیں مگر پھر خود ہی خیال کیا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے اور مالک مکان کون سا اس سے منع کرے گا؟ چنانچہ تھوڑی سی مٹی دیوار سے کھرچ کر ورق پر ڈال لی۔ لیکن محدث جب رات کو سوئے تو خواب میں سرکار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفا ہو کے فرمایا! کہ کل قیامت میں تجھے اس بات کا پتہ چلے گا کہ ذرا سی مٹی سے کیا فرق پڑتا ہے؟ چنانچہ محدث صبح کو اٹھتے ہی مالک مکان کے ہاں پہنچے اور

ان سے مٹی کھرچنے کا واقعہ سنایا اور معافی مانگی۔ مالک مکان نے کہا کہ میں نے معاف کیا اور آئندہ آپ کو اجازت ہے۔ جب بھی ضرورت پڑے آپ مٹی کھرچ سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا واقعہ

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ سنایا کہ ایک بار آپ بازار میں جا رہے تھے۔ آپ نے دور سے ایک واقف کار کو دیکھا۔ اس شخص نے بھی آپ کو دیکھ لیا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ مگر اس شخص نے چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قرض دینا تھا اور میعاد بھی گزر چکی تھی۔ اس لئے اس نے آپ کو دیکھا ان دیکھا کر دیا اور مجمع میں گھس کر ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کی مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بڑھ کر اسے جا لیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: کہ مجھے دیکھ کر تیرے دل کو جو شرمندگی ہوئی وہ چکا لگا وہ تو مجھے معاف کر دے اور میں اپنا قرض تجھے معاف کرتا ہوں۔ میری اس زندگی کا کیا فائدہ اگر کوئی مسلمان مجھے دیکھ کر کترانے کی کوشش کریں۔

فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہی واقعہ ہے کہ آپ کو کسی سے قرض واپس لینا تھا۔ چنانچہ آپ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آپ دھوپ میں کھڑے رہے مگر اس کے مکان کے سایہ میں کھڑے نہ ہوئے۔ جب مالک مکان نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے تجھے قرض دیا ہوا ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میں تم سے اتنا بھی فائدہ حاصل کر دوں۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تمہارے مکان کے سایہ میں کھڑے ہونا سود میں شامل نہ ہو جائے۔ حالانکہ فتویٰ کی رو سے ایسی کوئی بات نہ تھی۔ مگر یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ تھا۔

حقوق العباد

جس شخص کو آخرت کی فکر ہو وہ کس طرح چین سے بیٹھے:

حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں بیت المال کے اونٹ کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھا پیچھے بھاگے کہ حضرت اتنی گرمی میں کہاں، فرمایا بیت المال کا اونٹ تلاش کرنے جاتا ہوں عرض کیا میں اپنے خادم کو بھیجتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں فرمایا قیامت کے دن نہ تم سے سوال ہوگا نہ تیرے خادم سے۔

تب ہی تو جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ آپ نے اس قدر سخت مزاج کو حاکم بنا دیا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے فرمایا میں کہوں گا کہ اے اللہ جس شخص سے بہتر تیری زمین پر کوئی نہیں اس کو میں نے خلیفہ بنایا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ایک سال بعد خواب میں دیکھا گیا کہ پسینہ پیشانی سے پونچھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج حساب سے فارغ ہوا ہوں خدائے تعالیٰ کا کرم نہ ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔ (ابن عساکر)

شریعت میں کافر فاسق فاجر بلکہ جانوروں تک کے حقوق ہیں

بعض لوگ بیوی کے حقوق ضائع کرتے رہتے ہیں اکثر عورتیں مظلوم ہیں اور بعض نے عورت کو قبلہ بنا رکھا ہے اور بعض نے مظلوم۔ ایک میاں جی کے پاس باہر سے کسی رئیس کا خط پہنچا جس کو اونچی ملازمت مل گئی تھی وہ رونے لگے بیوی سے کہا کہ تم بھی رو دو، محلے والوں کو کہا کہ تم بھی رو دو، پھر بتاؤں گا۔ پھر بتایا سب حیران ہو گئے کہ یہ ہنسنے کی بات تھی۔ جواب دیا (اونچی ملازمت ملنے پر) سب کے حقوق اس سے پوچھے جائیں گے۔

ایک دھوکے باز کا قصہ

ایک دھوکے باز کا قصہ جو گندم سے اپنی خرچ تھال کرمٹی اور تنکے ڈال دیتا تھا۔ تین دفعہ قبر کھودی گئی سانپ نکلا حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا فرمایا اسی میں دفن کر دو یہ اس کے اعمال ہیں ساری زمین میں یہی ہوگا۔

شیخ احمد رفاعیؒ کا عجیب واقعہ

شیخ احمد کبیر رفاعیؒ کا یہ معمول تھا اذان ہوتے ہی مسجد میں چلے جاتے ایک دفعہ کسی سبب سے کرتہ اتارا ہوا تھا اور خود کسی کام میں مشغول تھے ایک بلی آ کر کرتے پر سو گئی ادھر اس کو نیند آ گئی ادھر اذان ہو گئی حضرت نماز کو جانے کیلئے متفکر ہوئے نہ جماعت میں تاخیر کر سکیں نہ بلی کی نیند خراب کرنا مناسب اور بغیر کرتہ کے جو حضرت گوارا نہ کرتے یہ بھی تجویز کیا کہ بلی کے ادھر ادھر سے کرتہ کاٹ دیا اور کرتہ پہن کر مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے واپس آئے تو بلی جا چکی تھی پڑے ہوئے ٹکڑوں کو کرتے کے ساتھ سی لیا یہ تھے اللہ والے جو جانوروں کے حقوق ادا کرتے۔

ایک دفعہ مچھر ان کو کاٹ رہا تھا اور ان کا خون پی رہا تھا ایک شخص نے ہٹانے کا قصد کیا فرمایا چھوڑ دو بیچارا بھوکا ہوگا۔ کتنا خون پی لے گا (یعنی بس ذرا سا)۔

فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس برتن میں کھانا کوئی دے اس میں نہ کھائے مگر یہ کہ کھانا خراب ہونے کا خطرہ ہو۔ آجکل لوگ قرض لے کر واپس کرنا نہیں جانتے اسی طرح مہمان کے لئے کھانے کی اباحت (اجازت) ہوتی ہے ان کو اس قدر بھی حق نہیں کہ بلی یا کتے کو ٹکڑا پھینکے لوگ غضب کرتے ہیں کہ اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کر لیتے ہیں۔

گر گزندت رسد تحمل کن کہ بعفو از گناہ پاک شوی

ترجمہ: اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرنا چاہئے کہ معاف کرنے سے تو گناہ سے پاک ہو جائیگا۔

اسلام اور معاملات

باپ کے انتقال پر میراث کی تقسیم فوراً کریں:

جب باپ کا انتقال ہو جائے تو شریعت کا حکم ہے کہ فوراً میراث تقسیم کرو، میراث تقسیم کرنے میں دیر کرنا حرام ہے۔ لیکن آج کل یہ ہوتا ہے کہ باپ کے انتقال پر میراث تقسیم نہیں ہوتی، اور جو بڑا بیٹا ہوتا ہے وہ کاروبار پر قابض ہو جاتا ہے۔ اور بیٹیاں خاموش بیٹھی رہتی ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ہمارا کیا حق ہے اور کیا نہیں ہے؟ یہاں تک کہ اسی حالت میں دس اور بیس سال گزر گئے۔ اور پھر اس دوران کسی بیٹے کا بھی انتقال ہو گیا۔ یا کسی بھائی نے اس کاروبار میں اپنا پیسہ لگا دیا، پھر سالہا سال گزرنے کے بعد جب ان کی اولاد بڑی ہوئی تو اب جھگڑے انتہاء کی حد تک پہنچے تو اب مفتی صاحب کے پاس چلے آئے کہ اب آپ بتائیں کہ ہم کیا کریں۔ مفتی صاحب بیچارے ایسے وقت میں کیا کریں گے۔

مشترک مکان کی تعمیر میں حصہ داروں کا حصہ

یا مثلاً ایک مکان بن رہا ہے، تعمیر کے دوران کچھ پیسے باپ نے لگا دیئے، کچھ پیسے ایک بڑے بیٹے نے لگا دیئے، کچھ تیسرے بیٹے نے لگا دیئے۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ کون کس حساب سے کس طرح سے کس تناسب سے لگا رہا ہے، اور یہ بھی پتہ نہیں کہ جو پیسے تم لگا رہے ہو وہ آیا

بطور قرض کے دیے رہے ہو جس کو واپس لو گے، یا مکان میں حصہ دار بن رہے ہو، یا بطور امداد اور تعاون کے پیسے دے رہے ہو، اس کا کچھ پتہ نہیں۔ اب مکان تعمیر ہو گیا اور اس میں رہنا شروع کر دیا۔ اب جب باپ کا انتقال ہو گیا تو آپس میں دوسرے مسائل پیدا ہو گئے تو مکان پر جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ اب مفتی صاحب کے پاس چلے آ رہے ہیں کہ فلاں بھائی کہتا ہے کہ میرا اتنا حصہ ہے، دوسرا کہتا ہے کہ مجھے اتنا ملنا چاہئے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ جب تم نے اس مکان کی تعمیر میں پیسے دیئے تھے، اس وقت تمہاری کیا نیت تھی؟ کیا تم نے بطور قرض دیے تھے؟ یا تم مکان میں حصہ دار بننا چاہتے تھے؟ یا باپ کی مدد کرنا چاہتے تھے؟ تو یہ جواب ملتا ہے کہ ہم نے تو پیسے دیتے وقت کچھ سوچا ہی نہیں تھا، نہ تو ہم نے مدد کے بارے میں سوچا تھا، نہ حصہ داری کے بارے میں سوچا تھا، جب لڑائی جھگڑا اور مسئلہ سامنے آیا تو مفتی صاحب کی ضرورت آئی کہ اس کا حل نکالیں۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ معاملات کے بارے میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل نہیں ہے، غفلت ہو رہی ہے، تہجد کی نماز ہو رہی ہے، اشراق کی نماز ہو رہی ہے، لیکن معاملات میں سب گڈ مڈ ہو رہا ہے، کسی چیز کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ سب کام حرام ہو رہے ہیں۔ جب یہ معلوم نہیں کہ میرا حق کتنا ہے اور دوسرے کا حق کتنا ہے، تو اس صورت میں جو کچھ تم اس گھر سے کھا رہے ہو، اس کے حلال ہونے میں بھی شبہ ہے، یہ درست نہیں۔

حکیم الامت اور صفائی معاملات

حکیم الامت حضرت تھانوی کے یہاں معاملات کی جس قدر صفائی تھی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اپنے مریدوں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی۔ اور اپنی ذات کو بھی، حقوق العباد کا معاملہ زیادہ سخت بھی ہے کہ جب تک بندہ خود معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے آپ نے ۱۳۲۶ھ میں ایک عذر نامہ چھپوا کر تقسیم کیا، جس میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ احقر اقرب الی الموت، دنیا کا مسافر، تمام ان حضرات کی خدمت میں

جن کا کوئی حق میرے ذمہ ہو خواہ وہ حق مالی ہو جس کا ادا کرنا مجھ ضعیف و قلیل ہے، اور خواہ وہ حق غیر مالی ہو جیسے کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو، یا انتقام میں مساوات سے تجاوز ہو گیا ہو، یا کسی کو ناحق بدنی ایذاء پہنچائی ہو، ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت و ساجت سے درخواست کرتا ہے کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے عوض لے لیں، اور خواہ محض اللہ معاف فرما دیں، میں ان دونوں صورتوں میں ان کا شکر گذار رہوں گا، کہ مجھ کو عذاب آخرت سے بری فرمایا، اور معافی کی صورت میں دعا بھی کرتا رہوں گا، کہ میرے ساتھ یہ احسان فرمایا، خدا کے واسطے اہل حقوق میری حیات تک، خواہ اپنے گذشتہ اور آئندہ حقوق معاف فرما دیں، خواہ شرعی طریق اور شرائط پر ان کا عوض یا مثل لے لیں، اور حیات کے بعد معاف ہی فرما دیں"۔

اسے پورے غور سے پڑھئے، اور اندازہ لگائیے، کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ حقوق العباد سے اپنے آپ کو کس طرح پاک و صاف رکھنا چاہتے ہیں، اپنی ساری غلطیوں، فروگذاشتوں اور بھول چوک کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اور یہ گوارا نہیں فرماتے کہ کسی کا کوئی حق مرنے کے بعد باقی رہ جائے اور انکی آخرت میں جوابدہی کرنی پڑے، یا انکی وجہ سے کوئی دینی نقصان برداشت کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، جو اسبق دے گئے، اور اپنے ماننے والوں کے لئے بڑی عمدہ مثال چھوڑ گئے۔

قرض کی ادائیگی کی فکر کیجئے!

انسان بہرحال انسان ہی ہے۔ معاشرے کے ساتھ ہی انسانی زندگی کا تصور ہے اور اسلام نے ہمیں تعاون باہمی کے اصول پر معاشرتی زندگی کے سفر کو طے کرنے کی تعلیم دی ہے اور اسی اصول کی بنیاد پر ہی قرآن و حدیث اور قرآن و حدیث سے مستنبط فقہ کی کتابوں میں انسانوں کے باہمی معاملات کے قوانین و جزئیات کی تفصیلات ملتی ہیں۔

انہیں ضروری قوانین میں سے ایک قرض کے لین دین کا معاملہ بھی ہے۔ جسمیں قرآن و حدیث میں ضرورت مندوں کو قرض دینے کی ہدایات دی گئی ہیں اور اس کی فضیلت بھی بہت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرورت مند کو قرض دینا صدقہ دینے سے افضل ہے۔

لیکن اس کے ساتھ دوسرا پہلو یہ بھی ہمیں ملتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ضرورت مند کو قرض دینا بھی باعثِ اجر ہے اور جس نے قرض لیا ہے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ جلدی قرض سے جان چھڑائے اس قدر شدید وعید کہ مقروض کا جنازہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا جب تک کہ دوسرے آدمی نے اس کے قرضے کی ذمہ داری نہیں لی۔

شہید کے بارے میں ہے کہ وہ بھی اگر مقروض ہوگا تو قرضہ اس کے جنت میں جانے سے رکاوٹ بنے گا۔ پھر یہ نہیں کہ مقروض ہونا تو ایک پناہ چیز ہے بلکہ اب تو قرضہ دینے والا گویا مصیبت و اذیت کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ قرض لینے والا وعدہ خلافی کرتا ہے اس کے حق کا احساس نہیں رکھتا جس سے قرض دینے والا اس کا محسن کم از کم ذہنی اذیت میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔

اس لئے پہلے تو آدمی قرض سے پناہ مانگے کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور اگر ایسی نوبت آئے اور کوئی محسن قرض دینے کا احساس کر دے تو قرض شرعی قواعد کے مطابق وعدہ کی مدت بیان کر کے لیا جائے۔ دوسرے صدقِ دل سے وعدہ کے مطابق واپسی کی کوشش کی جائے حدیث پاک میں ہے کہ جو مقروض سچے دل سے واپسی کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس شعبہ میں بہت کمزوریاں ہمیں گھیر رہی ہیں تجارتی لین دین میں یہ وباء عام ہے کہ دکاندار مال اٹھا لیتے ہیں اور رقم کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتے حالانکہ کیا خبر ہے کہ زندگی کب تک ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی عام ہے رابطہ تک نہیں رکھتے، یاددہانی کرائی جائے تو کہتے ہیں ہم کہیں بھاگ رہے ہیں؟ حالانکہ انہیں یہ احساس کرنا چاہئے کہ ہم دوسرے کی حق تلفی کر رہے ہیں اگر ہم اس روش کو چھوڑ دیں اور لین دین کی بے باکی پر بھی کمر بستہ رہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہتی ہے اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ایک مقروض کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے کہ:

اس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے ایک ہزار دینار مانگے، اس نے کہا کہ گواہ لاؤ کہ میں انہیں قرض کے اس معاملے پر گواہ بناؤں، قرض خواہ نے کہا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، اس نے کہا اچھا کوئی کفیل (ضامن) لے آؤ، وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی میرا ضامن اور کفیل ہے، اس نے کہا تم نے سچ کہا، اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے اس نے ہزار دینار اسے قرض دے دیئے۔

قرض لینے والا اپنے کسی کام سے سمندر میں سفر پر گیا اور اپنا کام پورا کیا، فارغ ہونے کے بعد جب اس نے سمندر عبور کرنے کے لئے سواری (کشتی وغیرہ) تلاش کی تاکہ اس پر سوار ہو کر اپنی مقررہ مدت پر جو اس نے متعین کی تھی ادائیگی قرض کے لئے پہنچ جائے تو اسے کوئی سواری نہ ملی، اس نے ایک بڑی لکڑی لی اسے اندر سے کھود کر کھوکھلا کیا اور ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اور ایک خط قرض دینے والے کے نام لکھ کر رکھ دیا، پھر اس نے کھوکھلی جگہ کو اچھی طرح بند کر دیا اور اسے لے کر سمندر پر آگیا اور دعا کی کہ:

"اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرض کے طور پر لئے تھے، اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہا میرا ضامن اللہ ہی ہے، وہ آپ کی ضمانت پر راضی ہو گیا، پھر اس نے گواہ کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا: میرے لئے اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے، وہ آپ کی گواہی پر راضی ہو گیا، اور میں نے اب بہت کوشش کی کوئی ایسی سواری ڈھونڈوں جس کے ذریعہ اس کا قرض اس تک پہنچ سکوں، لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہوا اور میں یہ قرض آپ کی حفاظت میں آپ کے ہی سپرد کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی یہاں تک کہ وہ پانی میں داخل ہو گئی، پھر وہ واپس لوٹ آیا، اور پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ اپنے شہر کی طرف نکل جائے۔

ادھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا سمندر کی طرف نکلا تاکہ دیکھے شاید کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہو، اچانک اس نے وہی لکڑی جس میں مال تھا دیکھی، اس نے اسے لے لیا ایندھن سمجھ کر گھر والوں کے ایندھن میں کام آنے کی غرض سے، جب اس نے اسے چیرا تو اس میں مال اور خط پایا۔

پھر کچھ دنوں بعد قرض لینے والا شخص آگیا اور ہزار دینار لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: "بخدا میں مسلسل کشتی کی تلاش میں رہا تاکہ آپ کا مال لے کر آپ کے پاس آؤں،

مگر مجھے اب سے قبل کوئی کشتی نہ ملی۔

اس نے کہا کہ کیا تم نے مجھے کچھ بھیجا تھا؟ کہنے لگا کہ: میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے کوئی سواری نہ پائی کہ اس میں آتا؟ اس نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ادا نیگی کر دی ہے جو تم نے لکڑی میں بھیجا تھا لہٰذا اپنے ہزار دینار لے کر کامیاب واپس لوٹ جاؤ۔" (صحیح بخاری) آخر میں وہ دعا پڑھتے ہیں جو مسنون ہے:

اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبة الدین وقھر الرجال. (سنن ابوداؤد)

قرض کا وبال

حدیث شریف: جس شخص نے قرض لیا ہے مگر ادائیگی کا ارادہ نہیں رکھتا وہ حرام کھاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور دل میں ہے کہ مہر ادا نہیں کروں گا قیامت کے دن اس کا شمار زانیوں میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی معیت: محمد بن علیؒ کے متعلق آتا ہے کہ وہ قرض حاصل کرتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس فلاں فلاں مال ہے پھر بھی آپ قرض لیتے ہیں فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ادائے قرض تک مقروض کے ساتھ ہوتے ہیں مجھے پسند ہے کہ اس بہانے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل کروں۔

مقروض کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ قرض لیا کرتی تھیں کسی نے کہا آپ قرض کیوں لیتی ہیں ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایسے مقروض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے جو اپنے قرضے کی ادا کرنے کا قصد رکھتا ہو تو میں چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال ہو۔

(۱) اگر شہید بھی ہو جاوے مگر اس کا قرض بدستور اس کے ذمہ رہے گا۔

(۲) لقمان حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے بڑے سے بڑا بھاری پتھر، ہرلوہا اٹھایا ہے مگر

قرض سے زیادہ بھاری چیز میں نے کوئی نہیں اٹھائی۔

قرض سے نجات کے لئے وظیفہ

ایک مقروض شخص نے پریشانی ظاہر کی تو فرمایا:

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

دو سو بار اول آخر تین تین بار درود شریف کے ساتھ عشاء کے وقت پڑھے پھر چار رکعت نفل نماز دو دو رکعت کی نیت سے اس طرح پڑھے کہ اول میں سورۃ الشمس، دوسری میں سورۃ واللیل پھر دوسری دوگانہ کے اول رکعت میں والضحیٰ اور دوسری میں الم نشرح پڑھے۔ بعد فراغت نماز سجدے میں جا کر خوب دعا کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خوشحالی سے بسر ہو جائے گی۔ (ملفوظات حضرت پھولپوری رحمہ اللہ)

قرض کی فکر

عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت زبیرؓ کی عادت تھی کہ اگر کوئی ان کے پاس اپنی رقم بطور امانت رکھنے کیلئے آتا تو آپ اس کو فرماتے کہ یہ رقم مجھے قرض کے طور پر دیدو (آپ امانت نہیں رکھتے تھے) اس طرح آپ کے ذمہ بہت سارا قرض ہو گیا تھا جو تقریباً دو کروڑ تھا، جب آخری وقت آیا تو بڑی وصیت فرماتے کہ میرا قرض ادا کر دینا اور بیٹے کو یہ بھی فرماتے کہ اگر کبھی قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔

اس پر بیٹے نے پوچھا کہ اے ابا جان! آپ کا آقا کون ہے؟ فرمایا کہ میرے اللہ!

حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد بیٹے نے اپنے والد کی وصیت پوری کی اور قرض خواہوں کو تلاش کر کے ان کے قرضے چکا دیئے حتیٰ کہ چار سال تک حج کے موقع پر حجاج کرام کے مجمع میں یہ اعلان کرتے رہے کہ کسی کا زبیرؓ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو وہ آ کر وصول کر لے۔ چار سال کے قرضوں کی ادائیگی سے فراغت پر باقی جائیداد تقسیم کی گئی تو چار بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے حصہ میں بارہ لاکھ آئے۔ (صحیح البخاری)

امانت نہ رکھنے میں یہ مصلحت ہے کہ یہ خطرہ ہو کہ امانت ضائع ہو گئی تو مسلمان بھائی کا

نقصان ہو جائیگا اور قرض لینے کی صورت میں ادائیگی لازمی ہوتی ہے تو یہ ایک قسم کا مسلمانوں کا نفع تھا، آج ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈال کر دیکھیں تو یہ حال ہے کہ منت سماجت سے قرض لیکر اسے یکسر نظرانداز کردیا جاتا ہے بار بار مانگنے کے باوجود ملنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی، اس دوران اگر مقروض کا انتقال ہو جائے تو ورثاء وراثت سے لطف اندوز ہونے لگتے ہیں ان کو بھی یہ احساس دامن گیر نہیں ہوتا کہ ہم اپنے عزیز وغیرہ کا قرض ادا کر کے اسکو آخرت کی گرفت سے نجات دیں۔

حضرت زبیر بن عوامؓ کی جاں نثاری

غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج کون ہے جو بنی قریظہ کے (دشمنوں کے) حالات معلوم کرکے آئے؟ تو حضرت زبیرؓ نے جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان پر کھیل کر سخت سردی کے موسم میں رات کے وقت یہ کام سرانجام دیا جب یہ حالات معلوم کرکے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا کہ زبیر میرا خاص معاون ہے۔ (مشکوٰۃ)

یہ واقعہ حضرت زبیر کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی منقول ہے جس میں یہ بھی ہے اس کارگزاری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان سے فرمایا کہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (بخاری)

شہادت کی پیشین گوئی

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ ایک چٹان پر تھے کہ وہ حرکت کرنے لگی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان سے ارشاد فرمایا کہ رک جا تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔ (مشکوٰۃ)

چنانچہ محدثین فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے علاوہ مذکورہ تمام صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ہیں۔

جنت کی بشارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کرام کے نام لیکر انکو جنتی ہونے کی بشارت سنائی ہے

جن میں حضرت زبیر بن عوام بھی ہیں وہ دس نام یہ ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔ (مشکوٰۃ)

انہی کے نقش قدم پر ہو یہ خدا بھیجا

سب غموں کا ایک غم

فرمایا: جس نے سب غموں کا ایک غم بنا لیا اور وہ ہے فکر آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی غموں کے لئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا حق تعالیٰ کو پرواہ نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (از ملفوظات حکیم الامت)

چوری یہ بھی ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہے تھے کہ جب ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کرا سکیں کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولانا کو جانتا تھا اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ مولانا! رہنے دیجئے آپؒ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا مولانا نے فرمایا یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا؟ ریلوے افسر نے جواب دیا غازی آباد تک۔ مولاناؒ نے پوچھا پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے کہا یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ مولاناؒ نے پوچھا وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائے گا؟ افسر نے کہا وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا۔ مولانا نے پوچھا پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟ افسر نے کہا کہ کانپور کے بعد کیا ہونا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائے گا حضرت نے فرمایا نہیں میرا سفر تو بہت لمبا ہے کانپور پر ختم نہیں ہوگا اس سے سفر

کی انتہا تو آخرت میں ہوگی یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کر سکیں گے؟

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرایہ کے بغیر ریل میں سوار کر دیا کریں لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرایہ کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ کا جواب دینا پڑے گا۔ آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑے گی لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے۔ ریلوے کا وہ اہل کار مولانا کو دیکھتا رہ گیا لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔

یہ واقعہ قیام پاکستان سے پہلے اس دور کا ہے جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں خود حضرت مولانا تھانوی برملا پہلے اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار چلا سکیں لیکن انگریزی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کئے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ چوری کی قانونی تعریف خواہ کچھ ہو لیکن گناہ ثواب کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کی چیز اس کی مرضی کے بغیر استعمال کرنا چوری ہی میں داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں مختلف انداز سے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہے کہ

حرمة مال المسلم كحرمة دمه

مسلمان کے مال کی حرمت بھی ایسی ہی ہے جیسے اس کے خون کی حرمت۔ (مجمع الزوائد)

واضح رہے کہ حدیث میں اگرچہ مسلمانوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن دوسری احادیث کی

روشنی میں مسلمان حکومت کے غیر مسلم باشندے جو ان کے معاہدے کے ساتھ رہتے ہوں یا اس غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم باشندے جس کے تحت مسلمان پر امن طور پر رہتے ہوں ان کے جان و مال کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مسلمان کے جان و مال کا احترام۔ بلکہ اس لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ غیر مسلموں کی جان و مال قابل احترام نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه۔

کسی مسلمان شخص کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جو خطبہ دیا اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

لا یحل لامرئ من مال اخیه الا ما طابت به نفسه۔

کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دلی سے دیا ہو۔

حضرت ابو حمید ساعدیؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یحل لمسلم ان یاخذ مال اخیه بغیر حق وذلک لما حرم الله مال المسلم علی المسلم وان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس۔

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے اور اسکو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوش دلی کے بغیر لے۔

ان تمام احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی واضح فرما دی کہ دوسرے کی کوئی چیز لینے یا استعمال کرنے کیلئے اس کی خوشی سے راضی ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر کسی وقت حالات سے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص نے اپنی ملکیت استعمال کرنے کی اجازت کسی دباؤ کے تحت یا شرما شرمی میں دے دی ہے اور وہ دل سے اس پر راضی نہیں ہے تو

اسکو اجازت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسکا استعمال بھی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ نہ جانے کتنے شعبوں میں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ہم چوری اور غصب بس یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں چھپ کر داخل ہو اور اسکا سامان چرائے یا طاقت کا باقاعدہ استعمال کر کے اسکا مال چھینے حالانکہ کسی کی مرضی کے خلاف اسکی ملکیت کا استعمال کسی بھی صورت میں ہو وہ چوری یا غصب کے گناہ میں داخل ہے اس قسم کی چوری اور غصب کی جو مختلف صورتیں ہمارے معاشرے میں عام ہو گئی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب افراد بھی ان میں مبتلا ہیں ان کا شمار مشکل ہے تاہم مثال کے طور پر اسکی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) ایک صورت تو وہی ہے کہ جس کی طرف حضرت مولانا تھانوی کے مذکورہ واقعے میں ارشاد کیا گیا ہے آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے کہ ہم اپنا سامان ریل یا جہاز میں کرایہ دیئے بغیر نکال لائے حالانکہ اگر یہ کام متعلقہ افسروں کی آنکھ بچا کر کیا گیا تو اس میں اور چوری میں کوئی فرق نہیں اور اگر ان کی رضامندی سے کیا گیا جبکہ وہ اجازت دینے کے مجاز نہ تھے تو ان کا بھی اس گناہ میں شریک ہونا لازم آیا ہاں اگر کسی افسر کو ریلوے یا ایئر لائنز کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ زیادہ سامان بغیر کرائے کے چھوڑ دے تو یہ بات دوسری ہے۔

(۲) ٹیلی فون ایکسچینج کے ملازم سے دوستی گانٹھ کر دوسرے شہروں میں فون پر مفت بات چیت نہ صرف یہ کہ کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے اپنے وسیع تعلقات کا ثبوت دے کر فخریہ بیان کیا جاتا ہے کہ حالانکہ یہ بھی ایک گھٹیا درجے کی چوری ہے اور اسکے گناہ عظیم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۳) بجلی کے سرکاری محکمے سے کنکشن لے کر مفت بجلی کا استعمال چوری کی ایک اور قسم ہے جس کا رواج بھی عام ہوتا جا رہا ہے اور یہ گناہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر کیا جاتا ہے۔

(۴) اگر ہم کسی شخص سے اسکی کوئی چیز مانگتے ہیں جبکہ ہمیں غالب گمان یہ ہے کہ وہ زبان سے تو انکار نہیں کر سکے گا لیکن دینے پر دل سے راضی بھی نہ ہوگا اور دے گا تو محض شرما شرمی اور بادل ناخواستہ دے گا تو یہ بھی غصب میں داخل ہے اور ایسی چیز کا استعمال حلال نہیں کیونکہ دینے والے نے خوش دلی کی بجائے وہ چیز دباؤ میں آ کر دی ہے۔

(۵) اگر کسی شخص سے کوئی چیز عارضی استعمال کے لئے مستعار لی گئی اور وعدہ کر لیا کہ فلاں

وقت اداء کی جائے گی یعنی وقت پر لوٹانے کی بجائے اسے کسی عذر کے بغیر اپنے استعمال میں باقی رکھا تو ایک تو عہد و خلافی کا بھی گناہ ہے اور اگر وہ مقررہ وقت کے بعد اسکے استعمال پر دل سے راضی نہ ہو تو غصب کا گناہ بھی ہے یہی حال قرض کا ہے کہ واپسی کی مقررہ تاریخ کے بعد قرض واپس نہ کرنا (جبکہ کوئی شدید عذر نہ ہو) عہد و خلافی اور غصب دونوں گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۶) اگر کسی شخص سے کوئی مکان، زمین یا دوکان ایک خاص وقت تک کے لئے کرایہ پر لی گئی تو وقت گزر جانے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر اسے اپنے استعمال میں رکھنا بھی اسی وعدہ خلافی اور غصب میں داخل ہے۔

(۷) اگر مستعار لی ہوئی چیز کو ایسی بے دردی سے استعمال کیا جائے جس پر مالک راضی نہ ہو تو یہ بھی غصب کی مذکورہ تعریف میں داخل ہے مثلاً کسی بھلے مانس نے اگر اپنی گاڑی دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ مال مفت دل بے رحم کا معاملہ کرے اور اسے خراب راستوں پر اس طرح دوڑائے کہ اس کے کل پرزے جواب دے جائیں اگر کسی نے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو اسکا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس پر طویل فاصلے کی کالیں دیر دیر تک کرتے رہنا یقیناً غصب میں داخل اور حرام ہے۔

(۸) بک اسٹالوں میں کتابیں رسالے اور اخبارات اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ ان میں سے جو پسند ہوں لوگ انہیں خریدیں پسند کے تعین کے لئے ان کی معمولی ورق گردانی کی بھی عام طور پر اجازت ہوتی ہے لیکن اگر بک اسٹال پر کھڑے ہو کر کتابوں اخبارات یا رسالوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کر دیا جائے جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو تو یہ بھی ان کا ناجائز استعمال ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ چند سرسری مثالیں ہیں جو بے ساختہ قلم پر آگئیں مقصد یہ ہے کہ ہم سب غور کر سکیں کہ ہم کہاں کہاں چوری اور غصب کے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

جھگڑوں سے نجات۔ صفائی معاملات

معاملات کی صفائی اور تنازعات

ہمارے معاشرے میں آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کا سیلاب آیا ہوا ہے اس کا تھوڑا سا اندازہ عدالت میں دائر ہونے والے مقدمات سے ضرور ہو سکتا ہے لیکن یہ اندازہ یقیناً ناکافی اور حقیقت سے بہت کم ہوگا کیونکہ بیشتر تنازعات وہ ہیں جن کے عدالت تک

پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عدالت سے رجوع کرنے میں وقت اور پیسے کا جو بے تحاشا صرفہ ہوتا ہے، اس کی وجہ سے بہت سے لوگ عدالت سے رجوع نہیں کر پاتے، اس کے بجائے فریقین میں سے ہر ایک اپنی اپنی بساط کی حد تک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اور اس طرح عداوت کی آگ بھڑکتے بھڑکتے کئی کئی پشتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

ان تنازعات کی جڑ میں اگر دیکھا جائے تو دو ہی زر اور زمین کے معروف اسباب کارفرما نظر آتے ہیں، روپیہ پیسہ اور زمین جائیداد کا جھگڑا بڑے بڑے پائیدار تعلقات کو دیکھتے ہی دیکھتے بھسم کر ڈالتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑی بڑی مثالی دوستیاں آن کی آن میں دشمنیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔

اس صورت حال کے بہت سے اسباب ہیں، لیکن ایک بہت بڑا سبب "معاملات" کو صاف نہ رکھنا ہے، ہمارے دین کی ایک اجمالی زریں تعلیم یہ ہے کہ

"آپس میں رہو بھائیوں کی طرح لیکن لین دین کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو۔"

مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ ایسا کرو جیسے ایک بھائی کو دوسرے کے ساتھ کرنا چاہئے، اس میں ایثار، مروت، رواداری، تحمل اور اپنائیت کا مظاہرہ کرو، لیکن جب روپے پیسے کے لین دین، جائیداد کے معاملات اور شرکت وحصہ داری کا مسئلہ آجائے تو بہتر تعلقات کی حالت میں بھی انہیں اس طرح انجام دو جیسے دو اجنبی شخص انہیں انجام دیتے ہیں، یعنی معاملے کی ہر بات صاف ہونی چاہئے نہ کوئی بات ابہام میں رہے اور نہ معاملے کی حقیقت میں کوئی اشتباہ باقی رہے۔

اگر محبت، اتفاق اور خوشگوار تعلقات کی حالت میں دین کی اس گراں قدر تعلیم پر عمل کرلیا جائے تو بعد میں پیدا ہونے والے بہت سے فتنوں اور جھگڑوں کا سدباب ہوجاتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اس اہم اصول کو جس طرح نظر انداز کیا جارہا ہے، اس کے چند مظاہر یہ ہیں:

(۱) بسا اوقات ایک کاروبار میں کئی بھائی یا باپ بیٹے مشترک طور پر ایک ساتھ کام کرتے ہیں اور کسی حساب وکتاب کے بغیر سب لوگ مشترک کاروبار سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں، نہ یہ بات طے ہوتی ہے کہ کاروبار میں کس کی کیا حیثیت

یہ ساری باتیں تحریری شکل میں محفوظ ہوں تو بہت سے جھگڑوں اور بعد میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا شروع ہی میں سد باب ہو جائے۔

قرآن کریم میں جو آیت سب سے طویل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب تم کوئی ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، جب معمولی رقم ادھار دینے پر یہ تاکید ہے تو کاروبار کے پیچیدہ معاملات کو تحریر میں لانے کی اہمیت کتنی زیادہ ہوگی؟

یہ حکم اسی لئے دیا گیا ہے تاکہ بعد میں تنازعات اور اختلافات پیدا نہ ہوں، اور اگر ہوں تو انہیں حق و انصاف کے مطابق نمٹانا آسان ہو۔

لہٰذا اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں تو پہلے ہی قدم پر ان میں سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر باپ کے کاروبار میں کوئی بیٹا شامل ہوا ہے تو اس کے بارے میں بھی پہلے ہی وقت سے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا؟ یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہوگا؟ یا محض اپنے باپ کی مدد کرے گا؟ پہلی صورت میں اس کی تنخواہ متعین ہونی چاہئے، اور یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ وہ کاروبار کی ملکیت میں حصہ دار نہیں ہے اور دوسری صورت میں اگر اسے کاروبار کی ملکیت میں حصہ دار بنانا ہے تو شرعاً اس کی پہلی شرط تو یہ ہے کہ اس کی طرف سے کاروبار میں کچھ سرمایہ ضرور شامل ہونا چاہئے (جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باپ اسے کچھ نقد رقم ہبہ کردے اور وہ اس رقم سے کاروبار کا ایک متعین فی صد حصہ خرید لے) دوسرے یہ بات تحریری طور پر ایک معاہدہ شرکت کی شکل میں محفوظ کر لینی چاہئے، اور اس معاہدے میں یہ بھی صراحت ہونی ضروری ہے کہ نفع میں کتنا فی صد حصہ کس کا ہوگا؟ تاکہ بعد میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو۔

اگر کسی ایک حصہ دار کو کاروبار میں کام زیادہ کرنا پڑتا ہو تو یہ بات بھی طے ہونی چاہئے کہ آیا وہ زیادہ کام رضا کارانہ طور پر کرے گا یا اس زیادہ کام کا کوئی معاوضہ اسے دیا جائے گا، اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ نفع کے فیصد حصے میں اضافہ کر کے دیا جائے گا، یا متعین تنخواہ کی صورت میں؟ غرض ہر فریق کے حقوق و فرائض اتنے واضح ہونے ضروری ہیں کہ ان میں کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

اگر اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے تعمیر کے شروع ہی میں یہ ساری باتیں طے کرلی جائیں اور انہیں تحریری طور پر منضبط کرلیا جائے تو اس خاندانی فساد کا راستہ بند ہوجائے۔

(۳) جب خاندان کے کسی بڑے کا انتقال ہوتا ہے تو شریعت کا یہ حکم ہے کہ جلد از جلد اس کا ترکہ اس کے شرعی وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے، لیکن ہمارے معاشرے میں شریعت کے اس حکم سے شدید غفلت برتی جاتی ہے، بعض اوقات تو جس کے جو ہاتھ لگتا ہے، لے اڑتا ہے، اور حلال و حرام کمائی کی پروا نہیں کی جاتی۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے پیش نظر بددیانتی نہیں ہوتی، لیکن ناواقفیت یا لاپروائی کی وجہ سے میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ اور اگر مرحوم نے کوئی کاروبار چھوڑا ہے تو اس پر وہی بیٹا کام کرتا رہتا ہے جو مرحوم کی زندگی میں کرتا تھا۔ لیکن یہ طے نہیں کیا جاتا کہ اب کاروبار کی ملکیت کس تناسب سے ہوگی؟ شرعی ورثاء کے حصوں کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟ کام کرنے والے کو اس کی خدمات کا معاوضہ کس طرح ادا کیا جائے گا؟ ترکے میں کونسی چیز کس کے حصے میں آئے گی؟ بلکہ اگر کوئی شخص ترکے کی تقسیم کی طرف توجہ دلائے بھی، تو اس کی تجویز کو معیوب سمجھا جاتا ہے، کہ ابھی مرنے والے کا کفن بھی میلا نہیں ہوا کہ لوگوں کو بٹوارے کی فکر پڑ گئی ہے۔

حالانکہ یہ بٹوارہ شریعت کا حکم بھی ہے، معاملات کی صفائی کا تقاضہ بھی، اور اسے نظر انداز کرنے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے کہ ایک عرصہ گذرنے کے بعد ورثاء کو اپنے اپنے حقوق کا خیال آتا ہے، رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، ترکے کی اشیاء کی قیمتوں میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چونکہ کوئی بات پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی، اس لئے اب معاملات الجھ جاتے ہیں، ان کے مناسب تصفیہ میں سخت مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، اور ان سب باتوں کا نتیجہ لڑائی جھگڑے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

اگر شریعت کے حکم کے مطابق وقت پر ترکے کی تقسیم عمل میں آجائے اور باہمی رضا مندی اور اتحاد و اتفاق کیساتھ تمام ضروری باتیں طے پاجائیں تو آئندہ تنازعات پیدا ہونے کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے اور باہمی محبت و اخوت کو فروغ ملتا ہے۔

یہ تو میں نے صرف تین سادہ سی مثالیں پیش کی ہیں، ورنہ اگر معاشرے میں پھیلے ہوئے

جھگڑوں کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ معاملات کی صفائی نہ رکھنا ہمارے معاشرے کا ایک ایسا روگ بن چکا ہے جس نے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، صاف ستھرا ہونا چاہیے، اس کی شرائط واضح اور غیر مبہم ہونی چاہئیں، اور اس سلسلے میں کوئی شرم وحیا اور لحاظ مروت آڑے نہیں آنی چاہیے، جب ایک مرتبہ معاملے کی شرائط اس طرح طے پا جائیں تو اس کے بعد باہمی برتاؤں میں جو شخص جس سے جتنا سلوک کر سکے بہتر سے بہتر ہے، اور یہی مطلب ہے اس ارشاد کا "رہو بھائیوں کی طرح اور معاملات اجنبیوں کی طرح کرو"۔ (بحوالہ ذکر و فکر) (شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم)

معاملات کی صفائی

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں، اس حال میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں، گڑگڑا کر اور رو رو کر پکارتے ہیں کہ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا کر دیجئے، فلاں مقصد پورا کر دیجئے، بڑی عاجزی سے، الحاح وزاری کے ساتھ یہ دعا کر رہے ہوتے ہیں، لیکن کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام، اور ان کا جسم حرام آمدنی سے پرورش پایا ہوا، ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ ایسے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

دوسری حقیقی عبادات ہیں، اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی آسان ہے، مثلاً نمازیں چھوٹ گئیں، تو اب اپنی زندگی میں قضا نمازیں ادا کرلو، اور اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو وصیت کر جاؤ کہ اگر میں مر جاؤں اور میری نمازیں ادا نہ ہوئی ہوں تو میرے مال میں سے اس کا فدیہ ادا کر دیا جائے، اور توبہ کر لو، ان شاء اللہ تعالیٰ کے یہاں تلافی ہو جائے گی، لیکن اگر کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر کھا لیا تو اس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک صاحب حق معاف نہ کرے۔ چاہے تم ہزار توبہ کرتے رہو، ہزار نفلیں پڑھتے رہو۔ اس لئے معاملات کا باب بہت اہمیت رکھتا ہے۔

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تصوف اور طریقت کی تعلیمات میں معاملات کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اپنے مریدین میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اس نے اپنے معمولات، نوافل، اوراد وظائف پورے نہیں کئے تو اس کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اور اس مرید سے کہہ دیتا ہوں کہ ان کو پورا کرلو۔ لیکن اگر کسی مرید کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے روپے پیسے کے معاملے میں گڑبڑ کی ہے تو مجھے اس مرید سے نفرت ہو جاتی ہے۔

آج کتنے لوگ ناجائز قسم کے معاملات کے اندر مبتلا ہیں اور ان کو خیال بھی نہیں آتا کہ ہم یہ معاملات شریعت کے خلاف اور ناجائز کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے غلط کام کر کے چند پیسے بچا لئے تو وہ چند پیسے حرام ہو گئے اور وہ حرام مال ہمارے دوسرے مال کے ساتھ ملنے کے نتیجے میں اس کے برے اثرات ہمارے مال میں پھیل گئے۔ پھر اسی مال سے ہم کھانا کھا رہے ہیں، اسی سے کپڑے بنا رہے ہیں، اسی سے لباس تیار ہو رہا ہے، اس کے نتیجے میں ہماری پوری زندگی حرام ہو رہی ہے اور ہم چونکہ بے حس ہو گئے ہیں اس لئے حرام مال اور حرام آمدنی کے برے نتائج کا ہمیں علم بھی نہیں۔ یہ حرام مال ہماری زندگی میں کیا فساد مچا رہا ہے، اس کا ہمیں احساس نہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ احساس عطا فرماتے ہیں، ان کو پتہ لگتا ہے کہ حرام چیز کیا ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر استاذ تھے، اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایک دعوت میں چلا گیا اور وہاں جا کر کھانا کھا لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس شخص کی آمدنی مشکوک ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مہینوں تک ان چند لقموں کی ظلمت اپنے دل میں محسوس کرتا رہا، اور مہینوں تک میرے دل میں گناہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے رہے اور طبیعت میں بار بار یہ داعیہ پیدا ہوتا تھا کہ فلاں گناہ کر لوں، فلاں گناہ کر لوں۔ حرام مال سے یہ ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں لیکن تصوف اور زہد کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ میں نے تصوف پر کتاب نہیں لکھی، میں نے جو "کتاب البیوع" لکھی ہے، وہ تصوف ہی کی تو کتاب ہے۔ مطلب یہ تھا کہ خرید و فروخت

معاملہ میں بھی انتہائی غفلت اور سخت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ اہل علم اور اہل دین عوام کو اس پر متنبہ کرنے کیلئے پوری کوشش صرف کریں۔ مستند علماء کرام ذمہ داران ائمہ مساجد نیز دینی مذہبی کتابیں لکھنے والے مصنفین اور مؤلفین کی خدمت میں بصد مسرت گزارش ہے کہ اس طرف زیادہ توجہ فرمائیں۔

مسلمان اگر اسلام کے باقی احکام کے ساتھ ساتھ مالی معاملات میں زکوٰۃ، عشر، وراثت، صدقات وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کی پابندی کریں تو اس کی بے پناہ برکتیں اپنی زندگی میں دیکھیں اور دنیا و آخرت کی خوشحالیاں ان کے قدم چومیں۔

زکوٰۃ صدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اور ان کے روکنے کی نحوست سے مال کا گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس سے کسی منصف مزاج کافر کو بھی انکار کی ہمت نہیں، مگر افسوس رنگ و بو کی ظلمت نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور مجسم حقیقت کو بھی اوجھل کر دیا! اس مسلمان معاشرہ میں کتنے مسلمان ہیں جو فریضہ زکوٰۃ کے ہر سال جب انہیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض، ناگہانی آفات، چوری یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے۔

خود سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی

ذیل میں ایک دشمن اسلام انگریز کا قصہ درج کیا جا رہا ہے شاید کسی غافل مسلمان کو عبرت ہو۔
حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بہٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، منجملہ ان کے پہلو میں بھی جہاں اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا اور اس کے قرب و جوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آ کر اپنے کاروبار دیکھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جو کبھی کبھی مختلف ...

زندگی میں اولاد کے درمیان عدمِ مساوات:

یہ عام اصول ہے کہ طبعی محبت میں عدل نہیں ہو سکتا۔ دو عورتوں کے درمیان آدمی جتنی بھی کوشش کرے لیکن محبت کو تقسیم نہیں کر سکتا۔ لامحالہ ایک عورت میں حسن یا سیرت کی خوبی کی وجہ سے طبعی میلان زیادہ ہوگا۔ اور چونکہ یہ امر غیر اختیاری ہے اس لئے شریعت نے اس معذوری پر مواخذہ نہیں کیا۔ لیکن خرچ دینے اور شب باشی کرنے میں چونکہ مرد کو اختیار حاصل ہے اس میں عدل سے کام نہ لیا تو ضرور مواخذہ ہوگا۔ اسی طرح اولاد کے درمیان بھی طبعی محبت کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ عدل کے قانون کو نافذ کر دیا ہے۔ مرنے کے بعد یہ بات قطعاً قبول نہیں ہو سکتی کہ فلاں لڑکی باپ کی زیادہ خدمت کرتی تھی یا فلاں چھوٹا لڑکا والد کو زیادہ محبوب تھا ان وجوہ کے تحت ان کو میراث کے حصوں سے زیادہ ملنا چاہئے۔ شریعت ان وجوہ کو قطعاً قبول نہیں کرتی بلکہ میراث کے حصوں کو پورا پورا تقسیم کیا جائے گا۔

باپ اس دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے کہ چونکہ یہ مال میرا ہے میں اپنی مرضی پر کسی کو کم یا زیادہ دینے کا کلی اختیار رکھتا ہوں۔ اس لئے اس عدمِ مساوات میں نہ مجھے دنیا میں کوئی ملامت کر سکتا ہے اور نہ آخرت میں مجھ پر کسی قسم کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔ اس معاملے میں یہ باپ دو دھوکوں میں گرفتار ہے۔ ایک شرعی دھوکہ اور دوسرا طبعی۔ حدیث کے ایک واقعہ سے ان مفاسد کی پوری قلعی کھل جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطا کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو یہ پسند کرے گا کہ تیرے سارے لڑکے تجھ سے اچھا سلوک کریں؟

انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو اپنا غلام اپنے اس لڑکے سے واپس لے لو۔

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت نعمان کہتے ہیں میرے والد نے مجھے ایک چیز دی۔ میری والدہ نے کہا کہ یہ چیز میں اپنے بیٹے کے لئے اس وقت تک پسند نہیں کرتی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ نہ ہو جائیں۔ میرے والد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک چیز دی ہے اور میں اس چیز پر آپ کو گواہ بنانا چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے اس قسم کی چیز تمام لڑکوں کو دی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے ڈرو اور اولاد کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔ باقی رہا مجھے اس پر گواہ کرنا تو میں کسی کے ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۶۱، مسلم ص ۳۷ ج ۲، فتح الباری ص ۲۱ ج ۲)

علم میراث کی اہمیت

اہمیت: جس طرح اسلام میں میراث کے علم کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہے اسی طرح اس کا عمل بھی ایک بڑا درجہ رکھتا ہے۔ جب کسی چیز کا صحیح علم ختم ہو جاتا ہے تو اس کے عمل میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میراث کا علم خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاتے رہو۔ میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور صحیح علم بھی ختم ہوتا جائیگا۔ ایسے نہ ہو کہ دو آدمی میراث کے بارے میں اور مسئلے میں اختلاف کریں اور انہیں صحیح مسئلہ بتانے والا کوئی نہ ملے۔

دوسری حدیث میں ہے: میراث کا علم خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاتے رہو کیونکہ یہ دین کا آدھا علم ہے اسے لوگ جلدی بھلا دیں گے۔ یہ پہلا علم ہے کہ میری امت سے جلدی رخصت ہو جائیگا۔

ان احادیث میں چند باتیں واضح ہوگئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث کا علم حاصل کرنے اور پھر اسے پھیلانے کی کس قدر تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی اس تاکید کی وجہ بھی واضح کر دی ہے کہ امت اس علم کے ساتھ اتنی غفلت برتے گی کہ لوگوں کے دلوں سے اس کی اہمیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ دو آدمی آپس میں اس کے کسی مسئلے میں اختلاف کریں گے تو کوئی صحیح بتانے والا عالم بھی میسر نہ ہوگا۔ جیسا کہ بعض علاقوں

شعرانی لکھتے ہیں۔ بعض صحابہ نے میراث دلانے میں اتنا ایثار کیا کہ جس بیمار کی میں نہیں بچنے کی امید نہ ہوتی اسکی عورتوں سے نکاح کر لیتے جن کا دنیا میں کوئی سہارا نہ ہوتا۔ اس ایثار کا مقصد یہ تھا کہ موت کے بعد ان کی جائیداد سے ان کو میراث مل جائے۔

میراث کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں تقسیم ترکہ کا اصول:

(1) نسب: اس کی وجہ سے مردوں کے صرف انہیں ورثاء کو وراثت ملتی تھی جو بہادر و جوان ہوں اور میدان جہاد میں جا کر دشمنوں کا مقابلہ کر کے ان سے مال غنیمت حاصل کر سکیں، اگر مرنے والا نابالغ لڑکے، لڑکیاں، بیوہ عورتیں، کمزور و ضعیف اولاد چھوڑتا تو انہیں وراثت میں سے کچھ نہیں دیا جاتا تھا، بلکہ طاقتور چچا اور بھائی جبراً مرنے والے کے کل مال و جائیداد پر قبضہ کر لیتے تھے۔

(۲) اقرار و معاہدہ: یعنی دو شخص آپس میں یہ اقرار و معاہدہ کر لیتے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج و راحت، موت و حیات میں شریک رہیں گے، اگر ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کرے گا جو زندہ رہے گا وہ مرنے والے کی میراث پائے گا، تو اس باہمی اقرار و معاہدہ کی وجہ سے بھی زمانہ جاہلیت کے لوگ وراثت کے حقدار بن جاتے تھے۔

(۳) کسی کو بیٹا بنا لینا: جو شخص کسی کی غیر کی اولاد کو اپنی اولاد بنا لیتا تو وہ دونوں باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے اور اپنے کو لئے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کو حرام سمجھا جاتا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں تقسیم میراث کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب تفسیر فتح القدیر حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"عن ابن عباسؓ قال: کان اہل الجاھلیۃ لا یورثون البنات ولا الصغار حتی یدرکوا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ نہ تو عورتوں کو میراث دیتے تھے اور نہ بالغ ہونے سے پہلے لڑکوں کو، اسی طرح مفسر قرآن علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی زمانہ جاہلیت کی میراث کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"عرب نے تو اصول ہی بنا لیا تھا کہ وراثت کا مستحق صرف وہ ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کر کے اس کا مال غنیمت جمع کرے۔

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تقسیم ترکہ:

اسلام کے دورِ ابتدائی میں بھی لوگوں کے درمیان اپنی طاقتوں اور اسباب کے ذریعہ میراث تقسیم ہوتی رہی، جن کے ذریعہ زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہوتی تھی، جیسا کہ اس سے قبل احکام القرآن کے حوالے سے یہ بات گذر چکی کہ اسلام نے کچھ دنوں تک لوگوں کو اپنی سابقہ حالت پر چھوڑے رکھا، پھر طریقہ جاہلیت کو منسوخ قرار دے کر اپنا صاف ستھرا نظام اور مکمل اصول وضوابط مقرر کر دیئے۔ اسلامی تاریخ اور تفسیر کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک صحابہ کرام مکہ معظمہ میں رہے، میراث ان کے درمیان طریقہ جاہلیت کے مطابق تقسیم ہوتی رہی۔ مدینہ میں بھی کچھ دنوں تک اسی پر عمل رہا۔ پھر سورۂ نساء نازل ہوئی جس میں میراث کے اصول اور ورثاء کے حقوق واضح بیان کئے گئے۔ اس کے مطابق مسلمانوں کے درمیان وراثت تقسیم ہونے لگی اور اس طرح دنیا سے رفتہ رفتہ زمانہ جاہلیت کا ظالمانہ طریقہ ختم ہو گیا۔

اوس بن ثابت کی بیوہ کا دردناک واقعہ

ابھی لوگوں کے درمیان طریقہ جاہلیت کے مطابق میراث تقسیم ہو رہی تھی کہ اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک دردناک واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل صاحب درمنثور اور دیگر مفسرین عظام نے اس طرح نقل کی ہے۔

ایک انصاری صحابی حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے دو لڑکیاں ایک نابالغ لڑکا اور ایک بیوی اپنے پیچھے وارث چھوڑے۔ عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان کے دو چچا زاد بھائیوں نے آکر مرحوم کے پورے مال و جائیداد پر قبضہ کر لیا اور ان کی اولاد اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا، کیوں کہ ان کے دستور کے مطابق عورت تو مطلقاً مستحق وراثت نہ سمجھی جاتی تھی، خواہ بالغ ہو یا نابالغ۔ اس لئے مرحوم کی بیوی اور دونوں لڑکیاں تو یوں محروم ہو گئیں اور لڑکا بوجہ نابالغ ہونے کے محروم کر دیا گیا۔ لہٰذا پورے مال کے حقدار اور وارث دو چچا زاد بھائی ہو گئے۔ (اسلام اور وراثت)

اسلامی مہینوں کے

احکام و فضائل

محرم الحرام... احکام و مسائل، مروجہ رسوم و بدعات

صفر المظفر... توہمات کی اصلاح

ربیع الاول - سیرت طیبہ پر عقیدت و محبت کی تحریرات

مصنوعی عید کی وعید... سیرت کے جلسے اور جلوس

رجب المرجب - فضائل و مسائل - مروجہ غلط فہمیوں کا ازالہ

شب برات کی حقیقت..... شعبان المعظم - فضائل و مسائل

ذوالحجہ - خاص اعمال حجاج کرام کیلئے ضروری ہدایات

حج و قربانی کے اہم مسائل - حج کا طریقہ

حج کے غلط مسائل کی نشاندہی - قربانی کی حقیقت

محرم الحرام ..... مبارک یا نا مبارک

نیا اسلامی سال شروع ہو چکا ہے مقام شکر ہے کہ ہمارے اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام کے مہینے سے ہوتا ہے جس کے معنی حرام کے ہیں۔

اس کی حقیقت سے بہت لوگ نا آشنا ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس مہینے کی فضیلت حضرت امام حسین کی شہادت کی وجہ سے ہے حالانکہ ایسا نہیں اس مہینے کی فضیلت اسلام سے بھی بہت پہلے سے ہے۔

جیسے کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون سے اس وقت میں نجات ہوئی۔ اس نعمت پر اداء شکر کے طور پر ایمان کے روزے کا حکم ہوا اور بھی بہت سی فضیلت کی چیزیں اس میں ہوئی ہیں۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں فضیلت اس لئے ہوئی کہ ایسے فضیلت والے ماہ میں واقع ہوئی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ یہ مہینہ اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں، نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہئیں، اس میں شادی کرنے سے برکت ہوگی۔ یقین سے یہ بڑی بات ماننے کہ بہت ذہنوں سے یہ غلط باتیں کوٹ کوٹ کر دل میں بھری ہوئی ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حادثہ اگرچہ انتہائی المناک ہے۔ بعض حضرات نے اسے حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے عام مسلمانوں کے اذہان میں یہ غلط بات بٹھا دی گئی ہے کہ دنیا میں شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا اور کوئی سانحہ و واقعہ نہیں ہوا، حالانکہ اس سے بڑھ کر جانگداز مظلومیت کے بے شمار اندوہناک واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دیکھئے، مدافعت پر پوری قدرت کے باوجود ظلم عظیم پر کس قدر صبر و استقامت کے ساتھ جان دے دیتے ہیں۔ کیا اس کی نظیر کہیں دنیا میں ملتی ہے؟ مگر مسلمان اس خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی مظلومیت سے اس قدر بے خبر ہیں۔

دس محرم کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو محرم کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی۔ ذخیرہ احادیث کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ اس روز روزہ رکھنا مستحب ہے۔ مگر ساتھ نویں یا گیارھویں محرم کا ملانا بہتر ہے تاکہ یہود وغیرہ کی من کل الوجوہ (ہر طرح سے) موافقت نہ ہو اور ہماری شریعت میں یہ نیک کام عجب ہے کہ اگر ہم اگر روزہ رکھیں تو وہ مسلسل روزے رکھیں یا نویں محرم کا یا گیارھویں محرم کا ملا لیں۔

اسلامی سال کے قمری مہینے

۱۔ محرم ۲۔ صفر ۳۔ ربیع الاول ۴۔ ربیع الثانی ۵۔ جمادی الاولیٰ ۶۔ جمادی الثانی ۷۔ رجب ۸۔ شعبان ۹۔ رمضان ۱۰۔ شوال ۱۱۔ ذوالقعدہ ۱۲۔ ذوالحجہ۔

مسئلہ:۔ سال میں پانچ روزے حرام ہیں۔ ایک عید الفطر کے دن دوسرا عید الاضحیٰ کے موقع پر اور باقی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ (جو ایام تشریق کہلاتے ہیں)

مسئلہ:۔ سال بھر میں ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ جس میں اکیلا روزہ رکھنا مکروہ ہوتا ہے وہ بھی دس محرم کا ہے اس کے ساتھ نویں محرم یا گیارھویں کا روزہ ملا لینا چاہیے۔

اس روز کو روزہ رکھنا مستحب ہے تاہم نہ رکھنا کوئی گناہ نہیں۔ یہی درست عقیدہ ہے۔

باقی رہا مسئلہ کہ اس روز اہل و عیال پر کھانے پینے کی وسعت کرنے سے سال بھر فراخی رہتی ہے یہ بات ضعیف اور کمزور احادیث میں آتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابن حبان نے فرمایا: "لہ اسناد حسن جابر علیٰ شرط" کہ اس کی ایک سند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف کی شرط پر ہے اس لئے اس پر بھی عمل کر لیا جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ ان دو کاموں کے علاوہ باقی احادیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ بعض کام نہ کرنے کے ثابت ہیں۔ اھ

مسئلہ: ۱۔ دس محرم کو خاص طور پر غسل کرنا، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا اور اس میں خاص اجر بعض من گھڑت روایات میں بتائے گئے ہیں۔

۲۔ امام حاکم نے یوم عاشوراء کو سرمہ لگانے کو بدعت فرمایا ہے۔

۳۔ ایسے الفاظ یا کام کرنا جس سے غم پیدا ہو درست نہیں بلکہ وفات یا شہادت پر

آتے تو بس انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھنا چاہیے۔ تاہم واقعات غم میں شریعت میں اظہار
غم کی جگہ ازالۂ غم یعنی غم بھلانا زیادہ مقصود ہوتا ہے۔ غم بڑھانا شریعت میں کہیں ثابت نہیں۔

۴۔ اس روز خاص کر کے کھچڑی یا حلوہ پکانا، یوں ہی سبیلیں لگانا بدعت ہے۔

۵۔ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی سے اس دن کو رتبہ نہیں ملا بلکہ پہلے
سے یہ ماہ اور یہ دن محترم چلے آتے ہیں۔

۶۔ زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی نفی فرما کر مسلمانوں کے ذہن صاف فرما دیئے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان محترم مہینے
(محرم) کو جسے کافر بھی منحوس نہیں سمجھتے تھے کسی طور پر منحوس سمجھنے لگا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ
اس ماہ شادی بیاہ بالکل نہیں کرتے۔ یہ دور دیکھئے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں طرف
شادی کی تیاریاں کر چکے ہوں پھر ہوٹل یا ہال وغیرہ میں جو دن میسر آیا وہ محرم شروع ہونے
کے بعد آیا۔ اب صرف اس محرم کی وجہ سے شادی لیٹ کرنا درست نہیں۔ اگر ہم اسے محترم
مہینہ سمجھتے ہیں اور شادی بھی عموماً زندگی میں ایک مرتبہ ہوتی ہے۔ لہٰذا کوشش کر کے غلط رسم و
رواج کو توڑنے کیلئے اسی ماہ شادی رکھنا بہت سارے خیر و برکات کا نشان ہے۔

ہندی اور انگریزی وغیرہ میں دنوں کے قریب تمام

۱۔ اتوار دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ ایت بمعنی سورج وار بمعنی دن۔ سورج کی پوجا کا دن
انگریزی میں سنڈے سن بمعنی سورج اور ڈے بمعنی دن۔

۲۔ سوموار بھی دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ سوم بمعنی چاند، وار بمعنی دن۔ انگریزی میں
مونڈے ہے۔ مون بمعنی چاند اور ڈے بمعنی دن سے مرکب ہے۔ یعنی چاند کی پوجا کا دن۔

۳۔ منگل بمعنی سرسبز شاداب۔ قدیم یونانی سیارہ مریخ کو سرسبز و شادابی کا دیوتا مانتے تھے
اور آج کل ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مریخ کو پوجتے اور اس سے دعا مانگنے سے کسان
کی زراعت خوب سرسبز و شاداب ہوتی ہے۔ انگریزی میں مریخ کو مارز کہتے ہیں اور منگل کو
ٹیوزڈے کہتے ہیں جو ٹیوز بمعنی سیارہ مارز (مریخ) اور ڈے بمعنی دن یعنی نر دیوتا کی پوجا کا دن۔

۴۔ بدھ یہ بھی دو لفظوں کا مجموعہ ہے بدھ بمعنی عقل و شعور کا دیوتا، وار بمعنی دن۔ بدھ ہندی میں

عطارد سیارہ کو کہتے ہیں۔ یعنی عطارد (بدھ) کی پوجا کا دن۔ جس پر بدھ دیوتا مہربان ہو جائے وہ عقل و شعور کا مالک بن جاتا ہے۔ انگریزی میں بدھ کو ویڈنس ڈے یعنی دیوتا کی پوجا کا دن۔

۵۔ جمعرات کو برہسپت (مشتری سیارہ) اور برہسپت کہتے ہیں۔ مشتری کی پوجا کا دن انگریزی میں تھرس ڈے یعنی دیوتا ڈے یعنی دن۔

۶۔ جمعہ فارسی میں آدینہ ہندو جمعہ کو شکروار کہتے ہیں۔ انگریزی میں فرائی ڈے۔ فرائی یعنی فریگا دیوی جو بدھ مت میں بتائے گئے دان۔ خدا کی بیوی کہی جاتی ہے اس کی پوجا کا دن۔

ہندو اسے شکر یعنی صرف ''ش'' کی پیش کے ساتھ اور ''ک'' کی شد کے ساتھ کہتے ہیں۔ یعنی حسن و جمال خوبصورتی عطا کرنے والی دیوی جسے ہم زہرہ سیارہ کہتے ہیں۔ زہرہ کو انگریزی میں وینس سنسکرت میں زہرہ کہتے ہیں۔

۷۔ ہفتہ سنیچر یعنی زحل دیوتا۔ انگریزی میں سیچر ڈے۔ سیچرن دیوتا کی پوجا کا دن زحل کو انگریزی میں سیچرن کہتے ہیں۔ کفار نے باطل معبودوں کے نام پر دنوں کے نام رکھے۔

مسئلہ:۔ دنوں کے ان ناموں کا رواج عام ہو گیا ہے۔ بلکہ کفار کا شعار نہ رہا اس لئے ان کا استعمال گناہ تو نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ فارسی یا عربی میں بولیں۔ عربی میں اتوار کو یوم الاحد کہتے ہیں۔ پیر کو یوم الاثنین۔ منگل کو یوم الثلاثاء۔ بدھ کو یوم الاربعاء۔ جمعرات کو یوم الخمیس۔ جمعہ کو یوم الجمعہ۔ ہفتہ کو یوم السبت کہتے ہیں۔ (شمارہ نمبر 19)

عاشورا، محرم اور رسومات

شہادت حسینؓ اور تاریخ

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی۔ یہ باپ اور چچا کی لڑائی ہے۔ اولاد کا کام یہ نہیں کہ اس میں اپنا دماغ الجھائے۔ ایک سبق یاد رکھو کہ قرآن نے صحابہ کرامؓ کی شان میں فرمادیا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ سے راضی ہیں۔ جن سے اللہ راضی ہے تم ان سے ناراض ہونے کا کونسا جواز رکھتے ہو۔ تم کو کیا حق ہے ان سے ناراض ہونے کا ان کے معاملہ میں دخل دے کر اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور عقبیٰ کو روگ لگانا؟۔ یہ شہادت نامے

اور تاریخی کتب سب محرف ہیں۔ ان سب میں آمیزش ہے۔ اس سے قلب پریشان ہوگا
اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے ساتھی، میرے
صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔ فرمایا جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔ جو ان
سے محبت رکھے گا مجھ سے محبت کرے گا۔ پس اگر ان تاریخی واقعات میں دیکھ کر ذہن
میں اگر کوئی ذرا سا تکدر بھی آ گیا تو ہمارا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔ حضرت معاویہؓ سے
بغض رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے۔ اس لئے ان تاریخوں کو پڑھنے سے منع
کیا گیا ہے۔ یہ تاریخیں مدون ہیں۔ مؤرخین سے اس میں سازش بھی ہو سکتی ہے۔ اس میں
جذبات کا اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی یہ حدیثیں تو نہیں ہیں جو ان پر بھروسہ کیا جائے۔
شکر کرو کہ احادیث ابھی تک محفوظ ہیں۔ ان تمام لکھنے والوں سے۔ ورنہ آج صحیح دین
ہمارے پاس نہ پہنچتا۔ دوسرے یہ کہ کوئی مجبوری ہم پر نہیں کہ ہم فیصلہ کریں۔ حضرت معاویہؓ
اور حضرت علیؓ کا۔ یزید اور حسینؓ کا ہم سے قیامت کے دن یہ سوال نہ ہوگا کہ تم ان سے کس کو
حق پر سمجھتے ہو۔ آپ کو اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں اپنا دین سنبھال کر رکھئے۔ قبر میں یہ
سوال آپ سے منکر نکیر نہیں پوچھیں گے وہاں جو پوچھا جائے گا۔ ان سوالوں کے جواب تم
تیار کر لو۔ جن کا دارومدار تمہاری جنت اور دوزخ کے جانے میں ہے۔

ہمارا سارا خاندان شہیدوں کا ہے

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا تو سارا خاندان شہیدوں کا ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو
چھوڑ کر سارے ہمارے بڑے شہید ہی ہیں۔ اب اگر اس وقت سے آج تک کے ہمارے
سارے بزرگوں کے صرف شہیدوں کا ہی ذکر ہو تو ۳۶۵ سے کہیں زیادہ شہید نظر آ گئے
گے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں مصلّی پر شہید ہوئے لیکن آپؓ کے گرنے کے بعد فوراً
دوسرے صحابی امامت کے فرائض انجام دینے کے لئے آ گئے۔ پہلے نماز ہوئی بعد کو خلیفہ کی
خبر لی آپ بے ہوش تھے ساری تدابیر ہوش میں لانے کی کی گئیں ہوش نہ آیا۔ کسی نے کہا کان
میں کہو۔ ''الصلوۃ الصلوۃ'' یہ سن کر فوراً آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا کہ بیشک جس نے نماز
چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

حمزہؓ تو شہید ہوئے غزوۂ احد میں: ـ بارہ کے قریب بدر میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنی جنگیں ہوئیں کتنے شہید ہوئے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم، کس کس کا ماتم کرو گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فی محض ایک شہید کا بھی پورے سال میں ایک دفعہ ذکر کرو تو شہداء کے نام پورے نہ ہوں گے۔ اسلام کے لئے جن شہداء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں دیں کیا ان کا ماتم کرنا باعث گناہ ہوگا؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ فخر عطا ہوا ہے کہ جو شہید ہوا، اس نے درجات حاصل کئے کامیابی کی خوشی ہونے کی چیز ہے۔ جان دی اللہ کی راہ میں، اور جنت جاودانی پائی۔ یہ بہادروں کا شیوا ہے انہوں نے زندگی کا حق ادا کیا۔ پھر کیسے کیسے قراء، حفاظ، علماء، خلفاء ہر درجے کے لوگوں کو جام شہادت نصیب ہوا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا، صحابہ کرامؓ نے کیا کیا بس یہ دیکھنا یہی دین ہے۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت اور صحابہؓ کا عمل

حضرت حمزہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ابوطالب اور حضرت حمزہؓ دونوں آپ کے خاص شفیق تھے چونکہ آپ کو ان سے محبت تھی آپ کو جس وقت طرح طرح کی تکالیف دی جاتی تھیں، اس وقت حضرت حمزہؓ تیر کمان لے کر جا رہے تھے۔ کسی نے طعنہ دیا کہ تمہارے بھتیجے پر ظلم ہو رہا ہے تم شکار کو جا رہے ہو۔ بس اسی وقت دل پلٹ گیا اور مسلمان ہو گئے۔

غرض حضرت حمزہؓ جب شہید ہوئے تو سخت صدمہ پہنچا۔ چونکہ ایک تو نہایت نازک وقت، پھر انکی بے دردی اور ظلم سے شہید ہوئے۔ غرض ایک عجیب عزیز کی شہادت کا واقعہ اور جو آپ نے ان کی شہادت کے موقع پر عمل کیا وہ ہم سب کے لئے نمونہ ہے۔

جب غزوۂ احد کا مہینہ ہر سال حضور کے سامنے آتا تھا۔ کیا کوئی شہادت نامہ حضرت حمزہؓ کا پڑھا جاتا تھا یا آپ یا آپ کے صحابہؓ یا اہل بیت اس کی یادگار اس طرح مناتے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے آپ کے عشاق نے، آپ کے صحابہ نے، آپ کے بیویوں نے حضرت حمزہؓ کی یادگار کس طرح منائی۔

اہل بیت کے ساتھ اصل محبت

اہل بیت کی محبت کا اظہار جزو ایمان ہے ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔ حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور درد انگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج و غم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں لیکن اس کی سچی اور حقیقی محبت و عظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی ہمدردی یہ نہیں کہ سارے سال خوش و خرم پھریں کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اور صرف عشرۂ محرم میں واقعہ شہادت سن کر رو لیں، یا ماتم برپا کر لیں، سارے سال گرمی کی شدت کے تمازت میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اور صرف محرم کے موقع پر (اگرچہ سردی پڑ رہی ہو، کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ بھی ہو) شہدائے کربلا کے نام پر سبیلیں نکالی جاتی ہیں۔ بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کیلئے انہوں نے قربانی دی، اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے اپنی ہمت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں۔ ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی کو سعادت دنیا و آخرت سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی وہی محبت عطا فرمائیں جو اللہ کے نزدیک ان حضرات کے شایان شان ہو!

آمین ثم آمین! (شمارہ نمبر 19)

ماہ محرم، فضائل و مسائل

یوم عاشوراء کی فضیلت: اس دن کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو حق تعالیٰ نے اسی دن فرعون سے نجات بخشی تھی اس دن میں روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ اس دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم روزہ کیوں رکھتے ہو کہنے لگے یہ بہت اچھا دن ہے اس دن میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی تھی اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنسبت تمہارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے زیادہ حق

دار ہیں پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔

امام بیہقی نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اہل و عیال پر وسعت کرے گا حق تعالیٰ سارے سال فراخ روزی عطا فرماتے ہیں حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اس کو درست پایا ہے مگر اس کو ضروری نہ سمجھے اور نہ حد سے زیادہ اہتمام کرے، اور جب اہل وعیال پر وسعت کرے تو غریب ہمسایے کے ہاں بھی بھیج دے۔

ماہ محرم کی رسومات: ماہ محرم کو بعض لوگ منحوس مہینہ سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر بتلایا ہے کہ یہ مبارک مہینہ ہے بڑے بڑے عظیم واقعات اس ماہ پیش آئے ہیں، کئی لوگ اس مہینہ میں خصوصاً عاشوراء کے دن ماتم کرنا اور غم کا اظہار کرتے۔ شوہر کے علاوہ کسی اور کا خواہ باپ ہو یا بھائی ہو یا بیٹا ہو تین دن کے بعد سوگ منانا جائز نہیں، دیکھئے بخاری میں حدیث ہے کہ ام المومنین ام حبیبہؓ زوجہ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو تین دن کے بعد خوشبو منگائی اور چہرے کو لگائی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (کیونکہ بوڑھی ہو چکی تھیں، اور خاوند یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی) لیکن میں نے باپ کا سوگ ختم کرنے کیلئے خوشبو لگائی کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، الا شوہر کی وفات پہ چار ماہ دس دن کا سوگ ہے۔ بعض لوگ سیدنا حضرت حسینؓ کا سوگ مناتے ہیں، محرم میں اچھے کپڑے نہیں پہنتے، بیوی کے قریب نہیں جاتے، چارپائیوں کو الٹا کر دیتے ہیں اور کاروبار زندگی بند کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ حضرت حسینؓ کی شہادت کو تقریباً چودہ سو سال ہو چکے ہیں، یہ سب ناواقفیت کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پہ رکھیں۔

کئی لوگ محرم کے موقع پر لوگوں کو شربت پلاتے ہیں، اس عمل کی بنیاد یہ نظریہ ہے کہ جو شئے میت کیلئے بطور ثواب بخشی جائے وہی چیز پہنچتی ہے حالانکہ اس شئے کا ثواب پہنچتا ہے نیز اس میں شہداء پہ بدگمانی بھی ہے کہ نعوذ باللہ وہ ابھی تک پیاسے ہیں حالانکہ وہ جنت کی نعمتوں سے سیراب ہو چکے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اس دن قبروں پر سبز جھاڑیاں ضرور کی

سمجھ کر رکھ لیتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے اس لئے کہ میز بھی ڈالنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
صرف ایک مرتبہ ثابت ہے، نہ آپ نے بار بار یہ عمل کیا ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے
اس لئے اگر کوئی سنت پر عمل کرنے کیلئے (زندگی میں) ایک مرتبہ ڈال لے تو درست ہے لیکن
اس کو بار بار کرنا یا ضروری سمجھنا حدود شریعت سے تجاوز ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

اسی طرح کئی لوگ کپڑوں کے ذریعے سے حضرت حسینؓ کے غم کا اظہار کرتے ہیں سیاہ
کپڑے یا سیاہ کپڑے پہنتے ہیں حالانکہ لباس کے ذریعے سے غم کا اظہار درست نہیں چنانچہ مشکوٰۃ
شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ایک جنازے میں جنہوں
نے کرتے پہن رکھے تھے اور تہبند اتار رکھے تھے (اس طرح غم کا اظہار کر رہے تھے جیسا
کہ جنازے کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے) آپ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا جاہلیت
والا عمل کرتے ہو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ جس کے سبب تمہاری شکلیں
مسخ ہو جائیں، یہ سن کر وہ ڈر گئے اور اپنی چادریں سنبھال لیں۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنی
مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین! "مجالس مفتی اعظمؒ" (مجلس نمبر 30)

عاشوراء کے مسائل

☆ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
☆ صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا اور نویں یا گیارھویں کا روزہ ساتھ نہ ملانا مکروہ تنزیہی
ہے یعنی نامناسب ہے حرام اور مکروہ تحریمی نہیں۔ (شامی)
☆ حضرت حسینؓ جب شہید ہوئے غم اس وقت تھا تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے
شریعت میں حلال نہیں۔
☆ غم کی مجلس خواہ حضرت حسینؓ کی ہو یا کسی اور کی جائز نہیں کیونکہ شریعت میں صبر کا حکم
ہے اور اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت اور گناہ ہوگا۔
☆ مجمع کر کے شہادت حسینؓ کا بیان روافض کیساتھ مشابہت ہے جو حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)
☆ محرم بہت مبارک ماہ ہے اس کو منحوس سمجھنا نری جہالت ہے۔

☆ ماتم کی مجلس اور تعزیے کے جلوس میں شامل ہونا گناہ ہے اسی طرح بچوں کو شامل ہونے کی اجازت دینا گناہ ہے حدیث شریف میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم" یعنی جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے!

☆ قبروں کی لیپا پوتی جائز ہے لیکن اس کام کے لئے صرف ماہ محرم کو مقرر کرنا درست نہیں جب بھی موقع ہو لیپا پوتی کرا سکتا ہے۔

☆ قبروں کی زیارت ثواب ہے کیونکہ ان کے دیکھنے سے موت یاد آتی ہے مگر اس کام کے لئے لوگ دس محرم کو مقرر کرتے ہیں سال میں صرف اسی دن قبرستان میں جاتے ہیں آگے پیچھے کبھی بھول کر بھی نہیں جاتے۔

☆ کچھ لوگ عاشوراء کے دن قبروں پر سبز ٹہنیاں رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مردے کا عذاب ٹل جاتا ہے اس عمل کے اہتمام میں بعض لوگ عذاب ٹل جانے کو لازمی خیال کرتے ہیں، اور یہ صحیح نہیں۔

☆ قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر پر میت کے پاؤں کی طرف سے آئے سر کی طرف سے آنا مناسب نہیں اور میت کو کہے السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ ہو سکے تو سورۂ یٰسین شریف پڑھ لے یا گیارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھ کر قبر والے شخص کو ایصال ثواب کرے پھر دل چاہے تو ہاتھ اٹھائے دعا مانگے۔ (شمارہ نمبر 54)

ماہ صفر منحوس نہیں

دورِ جاہلیت میں ماہ صفر کے متعلق عجیب وغریب خیالات تھے ایک خیال یہ تھا جو آج کل کے جاہلوں میں بلکہ بعض پڑھے لکھوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ اس مہینہ میں نحوست ہے پریشانیاں اور مصائب اس میں نازل ہوتی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرمائی۔ ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ صفر کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے۔ بھوک کے وقت انسان جو کیفیت محسوس کرتا ہے وہ اس کے کاٹنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک خیال یہ تھا کہ صفر پیٹ کے درد کو کہتے ہیں جو متعدی مرض بن جاتا ہے صفر کے بارے میں اہل جاہلیت کی ایک جاہلانہ رسم یہ بھی تھی کہ وہ محرم میں دشمن سے جنگ نہ کرتے صفر میں لڑ لیتے لیکن جس

سال بھر کا نقشہ ایسا ہوتا کہ اس سال محرم میں جنگ کرنی ہے تو اس سال کہتے کہ اب کی دفعہ صفر پہلے آئے گا، اور محرم بعد میں آئے گا اور اگر اس سال جنگ کا ارادہ نہ ہوتا تو کہتے کہ اس سال محرم اپنی جگہ پر پہلے آئے گا اور صفر بعد میں آئے گا۔ ان کے اس جاہلانہ تصرف کے رد میں سورۃ براءۃ کی آیت انما النسیء زیادۃ فی الکفر نازل ہوئی کہ کسی سال محرم کو آگے کر دینا اور کسی سال پیچھے کر دینا کافرانہ فعل ہے۔ جس سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر کے بارے میں ان جاہلانہ خیالات کی تردید فرمائی۔

ماہ صفر کے بارے میں موجودہ خیالات

آج کل اکثر لوگ ماہ صفر کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ بلاؤں اور مصیبتوں کا مہینہ سمجھتے ہیں اس ماہ میں شادی نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ ماہ صفر میں شادی ناکام ہوتی ہے۔ شادی کے علاوہ دیگر تقریبات بھی نہیں کرتے۔ بعض لوگ صفر سے تیرہ صفر تک کے دنوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور تیرہ تیزی کو گھونگھنیاں پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ نحوست سے بچا جائے۔

من گھڑت حدیث: بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھے خوشخبری سنائے گا کہ ماہ صفر ختم ہو گیا ہے میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ماہ صفر منحوس ہے تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفر کے جانے سے خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ مگر یہ حدیث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ مشہور محدث ملا علی قاری نے اس کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ اگر بالفرض ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خوشی صفر کے جانے کی نہ تھی بلکہ ربیع الاول کے آنے کی تھی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے والی تھی اور وفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی تھی تو یہ خوشی حق تعالیٰ سے ملاقات کی تھی۔

صفر کا آخری بدھ: کئی لوگ صفر کے آخری بدھ کو عید مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا اس لئے ازواج مطہرات نے خوشی کی اور میٹھی چیز پکائی۔ انہوں نے ایک شعر بنایا ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے　　غسل صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض تو صفر کے آخری بدھ سے شروع ہوئی تھی نہ کہ ختم ہوئی تھی، اس لئے اس دن میں عید منانا بے اصل ہے۔

ایک حکایت: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نواب زادہ کسی عالم دین کے پاس علم دین پڑھتا تھا۔ ایک دن جب صفر کا آخری بدھ آیا تو حاضر ہوا اور عیدی اور مٹھائی طلب کی تو استاد صاحب جو بڑے ماہر علم تھے انہوں نے ایک شعر تصنیف کیا اور شہزادے کو دیا۔ شعر یہ تھا

آخر چہار شنبہ صفر شد چہار شنبہ ہائے دگر است   نہ حدیثے شدہ وارد نہ دراں عید کردہ پیغمبر

ترجمہ: صفر کا آخری بدھ دوسرے بدھ کی طرح ہے۔ اس میں نہ کوئی حدیث وارد ہوئی ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ اس میں عید منائی ہے۔ شہزادے نے والد کو جا کر یہ سنایا والد خوش ہوا اور مولوی صاحب کو انعام دیا۔ (اصلاحی خطبات)

اللہ پاک ہم سب کو جاہلانہ رسومات سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 55)

ولادت باسعادت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک بصیرت افروز تحریر سالانہ یادگار منانا

جس فضیلت کو وحی الٰہی اللہ پاک نے بتادیا جس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی جگہ مسلم ہے مثلاً رمضان یا شعبان یا محرم الحرام یا عیدین وغیرہ اور پھر ان کے لئے ہدایات اور احکامات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیئے یہ سب تسلیم اور قابل عمل ہیں اور جن کے متعلق آپ نے ہدایات نہ دی ہوں مثلاً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی، طائف تشریف لے گئے، جنگ بدر، جنگ احد اور دیگر غزوات میں حصہ لیا جس جگہ قدم مبارک آپ کے پڑ گئے کتنی فضیلت اس جگہ کی ہوگی کہ سارے زمین و آسمان سے بڑھ کر قیمت اس جگہ کی ہوگی، اور بہت سے سینکڑوں ایسے واقعات پیش آئے کہ ہر واقعہ ہر لمحہ ہر اٹھنا بیٹھنا برکت والا اور عظمت والا ہے لیکن کبھی اس کی ہر برس تقریب منانے کا حکم نہیں ہے، کوئی ہدایت نہیں ہے، لہٰذا بغیر حکم و ہدایت کے اس کو منانا صحیح نہیں ہے۔

حضرت حلیمہ کے یہاں آپ کا جانا، فرشتوں کا آپ کے سینہ مبارک کو دھونا، آپ کا غار حرا میں تشریف لے جانا، وہاں انوار الٰہی کا ظاہر ہونا، پھر نبوت کا عطا ہونا، وحی کا نازل ہونا جب وحی نازل ہوئی اور تین سال تک آپ نے چھپ چھپ کر عبادت الٰہی کی اور دین کی تبلیغ کی۔ پھر آپ کو فکر ہوئی کہ لوگ استہزاء کریں گے، وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کی استہزاء کی فکر نہ کیجئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پانچ آدمیوں کو جو مشرکین میں سے تھے جن سے سب سے زیادہ خطرہ تھا، حرم شریف میں جا کر انگلی کا اشارہ کیا جس سے وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے اور میدان تبلیغ کیلئے صاف ہو گیا پھر آپ نے کوہ صفا پر جا کر اللہ کا کلمہ بلند کیا۔

اسلام کا کلمہ بلند کرنے کا وہ سب سے پہلا دن تھا کیا وہ دن مقدس نہیں ہے؟ ہمیشہ ہمیشہ یادگار رہنے کا دن تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر قدم اور ہر ہر واقعہ ایسا ہے کہ یادگار منانے والے اگر ان کو مرتب کریں تو ہزاروں سے بڑھ کر ان کی تعداد ہو گی مگر اسلام ہر اس رسم کو توڑنے آیا جو اسلام سے پہلے جاری تھیں اس لئے ان کی یادگاریں منانے کا حکم نہیں دیا۔

مکہ سے ہجرت اور غار ثور کا قیام پوری مکی رات ہر دن اور ہر رات اپنے اندر خاص خاص برکات لئے ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے نہ خدا کے احکام ہیں نہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں حالانکہ ہر ایک ان میں سے اس قابل ہے کہ اس کا جشن منایا جاتا لیکن اسلام ایک فطرت کا دین ہے اس میں ان یادگاروں کے منانے کی گنجائش نہیں ہے۔

حیات نبوت کا ہر دن برکت والا ہے

تم بتاؤ آپ کی ساری تریسٹھ سال کی زندگی میں ہر سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں سے کون سا دن ایسا ہے اور کونسے دن کا کونسا گھنٹہ ایسا ہے جو یادگار کے لائق اور اس پر قربان ہونے کے قابل نہیں ہے؟ لیکن کیا کبھی آپ نے فرمایا تھا کہ کوہ صفا کا دن مناؤ، مکہ سے ہجرت کا دن مناؤ انہیں میں سے پیدائش اور وفات کے دن ہیں ان کیلئے آپ کے کوئی خصوصی احکام نہیں ہیں۔

آپ کی ولادت کا دن مقدس اور مبارک ہے اور آپ کے ذی شان ہونے میں کوئی

شک نہیں ہے لیکن چونکہ آپ کا اس کے متعلق کوئی حکم نہیں اور صحابہ کرام کا کوئی عمل اس مسئلہ میں نہیں اس لئے اپنی طرف سے اور یہ ہنگامہ کرنا صرف بدعت میں داخل ہے کیا صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ وہ دعویٰ ہے ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ یوم ولادت ان کے سامنے بھی ہر سال آتا تھا پھر آپ کی وفات کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے حساب لگانے والوں نے بتایا ہے کہ حجۃ الوداع جمعہ کا دن تھا اور اس سے ٹھیک اسی روز بعد پیر کے دن وفات ہوئی مگر ۱۲ ربیع الاول اس سال کے حساب سے پیر کا دن نہیں ہوتا، غرض اس بارے میں بھی اختلاف ہے اس تاریخ میں۔

غرض آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قابل ہے کہ اس کی یادگار منائی جائے لیکن آپ کے ارشادات سے یادگاروں کو منانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ہم آپ کے منع کرنے کے باوجود عید منائیں اس دن کو مقرر کر کے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ہاں شب قدر کیلئے فرمایا اس رات کو عبادت کیا کرو، جاگا کرو، اللہ سے معافی چاہا کرو، اس رات میں اتنی بخشش ہوتی ہے جس کا کوئی شمار نہیں۔

ہاتھی گھوڑوں کے جلوس

مگر کوئی روایت کوئی حدیث آپ کے ان جلوس جھنڈوں نعروں کی ضعیف یا قوی کوئی ہے؟ اگر ہے تو لاؤ کوئی روایت نہیں اب ایک بے وقوفی کی بات یہ ہے کہ ان رسومات کے خلاف کوئی بات کہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے، بس ان کے نزدیک وہابی ایک گالی ہو گئی مگر عقل سے نہیں سوچتے کہ جن کی ہدایت ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دی ہو اور ہم اپنی طرف سے گھڑ کر کریں اس کے لئے فرمایا ہے سب سے بدتر کام دین میں وہ ہیں جو اپنی طرف سے کرو، چونکہ اس میں معاذ اللہ یہ الزام ہے کہ ہمارے لئے نفع کا ایک کام تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نہیں بتایا گویا یہ آپ کو الہام ہوا ہے کہ ہاتھی گھوڑے جلوس میں نکالو نعرے لگاؤ اور ایک فتنہ کھڑا کرو۔

شیطانی دھوکے

ہندوستان میں تو مسلمان دوہری چکی میں پستے تھے اوپر انگریز نیچے ہندو پھر بھی اتنا نہ

تھا، حکومت بھی تنگی تھی یہاں آ کر اللہ میاں نے دولت دی، حکومت دی، آزادی دی اب تنگ کیے
اچھے کو دے دین کے نام پہ دین کا کام تو ہوتا نہیں کہ رشوت چھوڑیں نماز پڑھیں اس میں تو
محنت ہے بس ہمارے شیطان نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ تم پکے مسلمان ہو، اسلام تمہارا ٹھیک ہے
یہاں مزارات کی ضرورت نہیں سود کھائے جاؤ جائز کو ناجائز کیے جاؤ عورتوں کو ننگا پھراتے رہو
بس دنیا میں اسلامی زندگی کا یہ ثبوت پیش کرو کہ جلوس نکالو، جھنڈے ہاتھ میں لو اور دنیا کا کام ایجاد
کرو اور کھیل تماشوں کا نام اسلام رکھو ساری دنیا میں تم سب سے اونچے ہو جاؤ گے۔

ابلیس نے ہم کو یہ دھوکہ دے کے چھوڑ دیا، ہندوستان میں تو گائے کا گوشت کھانے کا نام
اسلام تھا یہاں پہ گانا بجانا، شور مچانا اس کا نام اسلام رکھ دو، روزے میں نماز میں، قرآن
پڑھنے میں تو تم کو تکلیف ہوگی اسلام کے احکام پہ چلنے میں تو بھوکے ننگے ہو جاؤ گے بس یہ
شور ہنگامہ کر لو اور اسلام کا جلوس نکالو۔

مصنوعی عید

اللہ نے دو عیدیں بنائی تھیں کہ ہم تمہیں عیدیں کریں گے بلکہ عید پہ اتنے کھانے والے نہیں
ہوتے جتنے اس تیسری عید پہ ہوتے ہیں، بھوکے کو کھانا کھلانا منع نہیں مگر اس کا تماشا کرنا اور اس
کو دین کہنا درست نہیں، ایک عقل کی بات یہ بھی ہے کہ وفات کے دن عید منانے میں خوف
ان کو شیطان نے سمجھایا ہے بھلا وفات کا دن بھی خوشی منانے کا دن ہے اور اگر پیدائش کے دن
عید منانے ہو تو نبوت ملنے، ہجرت کرنے، جنگ بدر، فتح مکہ، فتح خندق کی ان کی عیدیں منانی
گئے؟ اب یہ کیسی حق تلفی ہے کہ آپ کی زندگی کے تریسٹھ سالوں میں سے صرف معراج اور
وفات یا ولادت کو تو عید بنا دیا اور باقی دن کیا ہوئے؟ زیادہ نہیں تو کم از کم آپ کی عمر مبارک کے
تریسٹھ سالوں میں سے تریسٹھ دن کی تو عید مناتے مگر یہ کچھ نہیں عقل نہ تم کو پورا کرنا ہے۔

دین کو بگاڑنے والو! ہلاکت سے بچو

افسوس ہے کہ ایک ایک چیز کو بگاڑ رہے ہیں، جس طرح سوئی بنی ہوئی رسی کھلتی ہے تو
ایک ایک تار کٹتا ہے اسی طرح دین کا ایک ایک تار ٹوٹ رہا ہے اور یاد رکھو دین تو نہیں مٹے گا

ہم مست ہو جائیں گے یہ سنتوں کو مٹانا اور ان کی جگہ کھیل تماشے پیدا کرنا کس قدر خرابی کی بات
ہے اور ہے اپنا پاکیزہ مذہب جو دنیا کے لئے قابل مثال تو قابل تقلید ہے اس کو تم صورت سے،
سیرت سے تو زمر و زکر کیوں نہیں اڑاتے ہو اپنی بھی اور دین کی بھی، ہوتے ہیں عمل میں کوتاہی ہو
مگر اعتقاد تو صحیح رکھو اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں ہر مہینہ میں ہوتی ہے مگر
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہیں ان میں سے کوئی اس قابل نہ تھے نہ سمجھا گیا
یہ سارے شیخ سارے اولیاء اور صوفیاء ایک صحابی کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

عیدیں منانے لگو گے تو دفتر نہ جا سکو گے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً ارتداد پھیلا صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ سارے دنیا کے کفار اور ان کی ذریت مل جائیں اور شجر و حجر بن جائیں اور
میرے ساتھی بھی ساتھ نہ دیں تب بھی اکیلا اسلام کو زندہ رکھنے اور سنت کو جاری رکھنے کیلئے اپنی
گردن کٹا دوں گا کیا یہ دن عید منانے کے قابل نہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریاؤں میں گھوڑے ڈال دیئے ایک پیالہ دیکھ دریا پر
لاٹھی مار کر پانی طلب کیا اور دریا نے : کر دیا کیا وہ دن یادگار منانے کے قابل نہیں سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے یہ کام ہیں ایک صحابی راستہ بھول گئے ہیں جنگل
میں کھڑے ہو کر کہتے ہیں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں یہ جگہ خالی کر دو ہم
آج یہاں سیر کریں گے، دیکھنے والوں نے دیکھا جانور اپنے بچوں کو منہ میں لے کر بھاگے چلے جا
رہے ہیں، یہ تھا عید منانے کے قابل اگر عیدیں منانے پر آؤ گے تو نہ دفتر جا سکو گے نہ دکان
پر جا سکو گے عیدوں میں ہی اتنے دن ہو جائیں گے سال کے بارہ مہینوں میں سے گیارہ مہینے تو
سوتے رہتے ہیں کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد نہیں آتے کوئی کام کرتے وقت
آپ کا خیال نہیں آتا آپ کے احکام کی حفاظت نہیں ہوتی بچپن سے اسکول میں پڑھ کر بے
دین رہے پھر دفتر یا دکان میں بیٹھ گئے، دین کہاں سے آئے، اللہ کا پیغام رسول کے احکام
ان کو کیسے پہنچائے جائیں، اب یہ سب تماشہ کے نام پر جمع ہو جاتے ہیں جلوس نکالنا شروع

جشن ربیع الاول

محبت کے آئینہ میں

ولادت نبویہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور سچی محبت کیسی ہوتی ہے؟ اس پر ایک قصہ سنئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اس وقت بچیوں نے کچھ اشعار پڑھے۔ ترجمہ یہ ہے: ہمارے اوپر ثنیات الوداع (ایک پہاڑ کا نام ہے) کی طرف سے ابھرنے والے چودھویں کے چاند۔ قیامت تک ہماری گردنیں شکر سے جھکی ہوئی ہیں۔ اے وہ ذات جو ہماری ہدایت کیلئے ہم میں مبعوث کی گئی تیرے حکم کی اطاعت کی جائیگی۔ ہم وعدہ کرتی ہیں کہ آپ کا جو حکم ہوگا ہم اسے بجالائیں گی۔ دل وجان سے طاعت کریں گی۔
(آج کل مٹھائیاں کھا کر شکر ادا کرتے ہیں یہ شکر نہیں شکر ایسے ادا کیا جاتا ہے؟)

وہ خوب سمجھتی تھیں کہ رسالت کا مقصد رسول کی اطاعت ہے یا اللہ! ان بچیوں کے دل کی حقیقت کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرما۔ آمین

(ادھر ہماری حالت یہ ہے کہ) سر سے لیکر پیر تک صورت وسیرت میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔ آخر محبت آپ سے کھانے، پینے، نعرہ بازی اور جلسے جلوسوں کا کام کراتی ہے دوسرے کام کیوں نہیں کراتی؟ اگر کراتی تو صرف یہی کہ ہنگامے کرو نعرے لگاؤ اور دوسروں کو تنگ کرو۔ یہ عجیب محبت ہے۔

اگر واقعی یہ کہا جائے کہ محبت ہی یہ کام کروا رہی ہے تو سچا محب ہمیشہ اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔ سراپا اطاعت ہوا کرتا ہے۔ اسکی نافرمانی کے قریب ہی نہیں پھٹکتا۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ دور دور دین کی بو تک نہیں، نہ مسلمانوں کی صورت، نہ شرعی پردہ، نہ حلال کمائی نہ اور کوئی عمل، جلوس، کھانے، پینے اور نعرے بازی ہی کو امتیاز کر رکھا۔ لہذا یہ سارے ہنگامے جو آج ہو رہے ہیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہ تھے۔ اس وقت انکا کوئی وجود نہ تھا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ کام کرا رہی ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا صحابہ کرامؓ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں تھی؟ کیا تمہاری محبت صحابہ کرامؓ کی محبت سے بڑھ کر ہے؟ کیا تم ان سے بڑے عاشق ہو؟ حالانکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی اس وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات کا تذکرہ شروع کر دیا۔ اس لئے ان کی ہر محفل سیرت طیبہ کی محفل تھی۔ ان کی ہر نشست سیرت طیبہ کی نشست تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور تعلق کے اظہار کے لئے رسمی مظاہروں کی ضرورت نہ تھی کہ عید میلاد النبی منائی جا رہی ہے اور جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ جلسے ہو رہے ہیں۔ چراغاں کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کے کاموں کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے سے ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔

ہماری نیت درست نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ سیرت کی محفلیں اور جلسے جگہ جگہ منعقد ہوتے ہیں اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کیا جاتا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ کام کتنا ہی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو، مگر جب تک کام کرنے والے کی نیت صحیح نہیں ہوگی جب تک اس کے دل میں داعیہ اور جذبہ صحیح نہیں ہوگا اس وقت تک وہ کام بے کار، بے فائدہ، بے مصرف بلکہ بعض اوقات مضر، نقصان دہ اور باعث گناہ بن جاتا ہے۔ دیکھئے نماز کتنا اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور قرآن و حدیث نماز کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص نماز اس لئے پڑھ رہا ہے تاکہ لوگ اسے نیک متقی اور پارسا سمجھیں تو ظاہر ہے کہ وہ ساری نماز اکارت ہے بے فائدہ ہے بلکہ ایسی نماز پڑھنے سے ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوگا، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من صلی یرائی فقد اشرک باللہ (مسند احمد، ج ۴، ص ۱۲۶)

"جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے تو گویا کہ اس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرایا ہے"۔

اس لئے کہ وہ نماز اللہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں پڑھ رہا ہے بلکہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اور مخلوق میں اپنا تقویٰ اور نیکی کا رعب جمانے کے لیے پڑھ رہا ہے اس لئے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرایا، اتنا اچھا کام تھا، لیکن صرف نیت کی

خرابی کی وجہ سے بیکار ہو گیا اور الٹا باعث گناہ بن گیا۔

یہی معاملہ سیرت طیبہ کے سننے اور سنانے کا ہے۔ اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح نیت اور صحیح جذبے سے سنتا اور سناتا ہے تو یہ کام بلاشبہ عظیم الشان ثواب کا کام ہے اور باعث خیر و برکت ہے۔ اور زندگی میں انقلاب لانے کا موجب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سیرت طیبہ کو صحیح نیت سے نہیں سنتا، اور صحیح نیت سے نہیں سناتا بلکہ اس کے ذریعہ کچھ اور اغراض و مقاصد دل میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جن کے تحت سیرت طیبہ کے جلسے اور محفلیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ تو بھائیو! یہ بجائے ثواب کمانے کا سودا ہے، اس لئے کہ ظاہر میں تو نظر آ رہا ہے کہ آپ نیک کام کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ الٹا گناہ کا سبب بن رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور عتاب کا سبب بن رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے:۔ تیسری بات یہ ہے کہ انہی سیرت طیبہ کے نام پر منعقد ہونے والی محفلوں میں عین محفل کے دوران ہم ایسے کام کرتے ہیں جو سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بالکل خلاف ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے لیکن عملاً ہم ان تعلیمات کا، ان سنتوں کا، ان ہدایات کا مذاق اڑا رہے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔

سیرت کے جلسے اور بے پردگی

چنانچہ ہمارے معاشرے میں اب ایسی محفلیں کثرت سے ہونے لگی ہیں جن میں مخلوط اجتماع ہے، عورتیں اور مرد ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، اور سیرت طیبہ کا بیان ہو رہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں کو فرمایا کہ اگر تمہیں نماز بھی پڑھنی ہو تو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھو اور گھر میں صحن کے بجائے کمرے میں پڑھو، اور کمرے میں بہتر ہے کہ کوٹھڑی میں پڑھو، عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دے رہے ہیں۔ لیکن انہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو رہا ہے۔ جس میں عورتیں اور مرد مخلوط اجتماعات میں شریک ہیں اور کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال نہیں آتا کہ سیرت طیبہ کے ساتھ کیا مذاق ہو رہا ہے، پھر آرائش اور زیبائش کے ساتھ سج دھج کر بے پردہ ہو کر خواتین شریک ہو رہی ہیں اور مردوں کے ساتھ موجود ہیں۔

سیرت کے جلسے اور ایذاء مسلم

اور سنئے۔ سیرت طیبہ کا جلسہ ہو رہا ہے جس میں کل پچیس تیس سامعین بیٹھے ہیں۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر اتنا بڑا لگا ہے؛ ضروری ہے کہ اس کی آواز پورے محلے میں گونجے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک جلسہ ختم نہ ہو جائے اس وقت تک محلے کا کوئی بیمار، کوئی ضعیف، کوئی بوڑھا اور معذور آدمی سو نہ سکے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہو رہے ہیں، لیکن کس طرح بیدار ہو رہے ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ "فقام رویدا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھیرے سے اٹھے کہیں ایسا نہ ہو کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی آنکھ کھل جائے اور نماز کے فریضے کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بچے کی آواز سن کر اس کی ماں کسی مشقت میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن یہاں بلا ضرورت محض نام کی وجہ سے صرف پچیس تیس سامعین کو سنانے کے لئے اتنا بڑا لاؤڈ اسپیکر نصب ہے کہ کوئی ضعیف، بیمار آدمی اپنے گھر میں سو نہیں سکتا (اور نہ کوئی طالب علم یکسوئی سے پڑھ سکتا ہے) اور انتظام کرنے والے اس سے بے خبر ہیں کہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس لئے کہ ایذاء مسلم کبیرہ گناہ ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔

خدا کے لئے اس طرز عمل کو بدلیں

سیرت طیبہ کے جلسے میں کوئی آدمی اس نیت سے نہیں آتا کہ ہم اس محفل میں اس بات کا عہد کریں گے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف پہلے جو کام کیا کرتے تھے تو اب کم از کم اس میں سے فلاں چھوڑ دیں گے، کس نے اس طرح عہد کیا؟ کس شخص نے اس طرح عید میلاد النبی منائی؟ کوئی ایک شخص بھی اس کام کے لئے تیار نہیں، لیکن جلوس نکالنے کیلئے، جھنڈے سجانے کیلئے، محرابیں کھڑی کرنے کیلئے، چراغاں کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہیں، ان کاموں پر جتنا چاہو روپیہ خرچ کروا لو، اور جتنا چاہو وقت لگوا لو اس

ہے کہ ان کا دل نہیں لگتا، ان کو لطف ملتا ہے، لذت محسوس ہوتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی سیرت طیبہ کا جو اصل راستہ ہے اس میں نفس و شیطان کو لذت نہیں ملتی۔ خدا کیلئے
اپنے اس طرز عمل کو ختم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا حق پہچانیں۔

یہ ہندوانہ جشن ہے

یہ تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود
الحمد للہ وہاں تک ابھی نوبت نہیں پہنچی جس طرح عیسائیوں نے تاریخ بگاڑی ہے۔ لیکن اب
بھی دیکھ لو کہ سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے، کس طرح روضہ اقدس کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں،
کس طرح مدینہ شریف کی شبیہیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ کس طرح لوگ اس کے اردگرد طواف
کر رہے ہیں، کس طرح اس کے چاروں طرف رنگا رنگ ہو رہی ہے، کس طرح چراغاں
کیا جا رہا ہے، اور کس طرح جھنڈیاں سجائی جا رہی ہیں، معاذ اللہ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی جشن نہیں ہے بلکہ جیسے ہندوؤں اور
عیسائیوں کے ہاں جشن ہوتے ہیں اس طرح کا کوئی جشن ہے، اور رفتہ رفتہ ساری خرابیاں
اس میں جمع ہو رہی ہیں۔

یہ اسلام کا طریقہ نہیں

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے، اور یہ سب کچھ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ہو رہا ہے، اور یہ سب کچھ یہ سوچ کر ہو رہا
ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ آج ۱۲ ربیع الاول کو
چراغاں کر کے، اور اپنی عمارتوں کو روشن کر کے، اور اپنے راستوں کو سجا کر ہم نے حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا، اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ
آپ دین پر عمل نہیں کرتے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو میلاد ہوتا ہے،
ہمارے یہاں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش پر چراغاں ہوتا ہے، اس
طرح دین کا حق ادا ہو رہا ہے، حالانکہ یہ طریقہ اسلام کا طریقہ نہیں ہے، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر اس طریقے میں خیر و برکت ہوتی تو ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

کرسمس کی ابتداء

شروع میں یہ ہوا کہ جب ۲۵ دسمبر کی تاریخ آتی تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کر دیتے، لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ یہ خشک قسم کی تقریب ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان تو اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے تاکہ لوگوں کے لئے دلکش ہو۔ اور اس کو دلچسپ بنانے کیلئے اس میں موسیقی اور ناچ گانا ہونا چاہئے، چنانچہ اس میں ناچ اور کھیل تماشے شامل ہو گئے اب آپ دیکھئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے تو آپ کیا طوفان برپا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (اصلاحی خطبات سے انتخاب) (شمارہ نمبر ۲۱)

جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک لمحہ فکریہ: ۱۲ ربیع الاول "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" منانے کا رواج کچھ عرصہ سے چلا آ رہا ہے چونکہ عہد صحابہ کرام اور قرون اولیٰ میں اس "عید" کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ اس لئے اکابر علماء حق ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی لہٰذا اس رسم کی حوصلہ افزائی کی بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ان رسمی مظاہروں کی بجائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ایک دن میں عید میلاد النبی منا کر فارغ ہو جانے کے بجائے اپنی پوری زندگی کو آپ کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر کریں۔

یہ علماء دیوبند اور علماء اہل حدیث کا موقف تھا، اور بریلوی مکتب فکر کے حضرات اس سے اختلاف کرتے تھے لیکن اب چند سالوں سے جو صورت حال سامنے آ رہی ہے اس میں یہ مسئلہ صرف دیوبندی مکتب فکر کا نہیں رہا۔ بلکہ ہر اس مسلمان کا مسئلہ بن گیا ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت اور حرمت و تقدیس کا کوئی احساس اپنے دل میں رکھتا ہو۔ صرف علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث ہی کو نہیں بلکہ علمائے بریلی کو بھی اس پر پوری سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ جشن عید میلاد النبی کے نام پر یہ قوم دینی تباہی کے کس گڑھے کی طرف جا رہی ہے کیوں کہ جن حضرات نے ابتداء میں محفل میلاد وغیرہ کو مستحسن قرار دیا تھا ان کے حاشیہ تصور میں بھی غالباً وہ باتیں نہیں ہوں گی جو آج "جشن میلاد النبی" کا جزو لازم بن چکی ہیں۔

شروع میں محفل میلاد کا تصور ایک ایسی مجلس کی حد تک محدود تھا جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کا بیان کیا جاتا ہو۔ لیکن انسان کا نفس اس قدر شریر واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی رہنمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ ابتداء میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کر لیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے اسے دیکھ کر اور سن کر پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے۔

ہر سال "عید میلاد النبی" کے نام سے کراچی میں عوام جہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے جاتے ہیں کہ ان کے اوراق کے ساتھ مذہب کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور یہاں تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح منائی جاتی ہے کہ ریکارڈ پلیئر لگا کر بلند آواز میں شب و روز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔ بہت سے ہوٹلوں میں "عید میلاد النبی" کی خوشی میں "سینکڑوں بلب لگا کر ان اخلاق سوز اور بیہودہ تصویروں کو اور نمایاں کر دیا جاتا ہے جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی دعوت دیتی ہیں اور انہی مقامات پر انہی تصویروں کے ساتھ ہی شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کر دی جاتی ہیں۔ قدم مبارک پر روضہ اطہر اور مسجد نبوی

کی شکلیں بنا کر کھڑی کی جاتی ہیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر "خیر و برکت" حاصل کر رہی ہیں اور جب پورے محلے کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر ٹیپ ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی۔ چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں بے پردگی، فتنہ گری اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔

راقم الحروف ایک روز ایک محلے سے گزرتے ہوئے یہ دلدوز مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اس آیت قرآنی کے تصور سے روح کانپ رہی تھی کہ:

" وذر الذين اتخذوا دينهم لعباً ولهواً وغرتهم الحيوة الدنيا وذكر به ان تبسل نفس بما كسبت ليس لها من دون الله ولي ولا شفيع وان تعدل كل عدل لا يؤخذ منها اولئك الذين ابسلوا بما كسبوا لهم شراب من حميم و عذاب اليم بما كانوا يكفرون۔"

" اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کرو تاکہ کوئی شخص اپنے کئے میں اس طرح گرفتار نہ ہو اور اگر وہ دنیا بھر کا معاوضہ دے ڈالے تب بھی نہ لیا جائے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کئے میں گرفتار ہوئے ان کے لئے کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے ہوگا اور کفر کے سبب دردناک سزا ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس آیت کا مصداق بننے سے محفوظ رکھے، واقعہ یہ ہے کہ اس محلے سے گزرتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پکار پکار کر یہ فریاد کر رہا ہے کہ "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم" کے احسانات کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی محبت و عظمت کے نام پر ان کی ایک ایک تعلیم کو جھٹلاؤ؟ ان کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرو؟ اور ان کی بعثت سے پہلے جاہلیت کی ان تمام رسموں کو زندہ کر کے چھوڑو جنہیں اپنے

قدموں تلے روندنے کے لئے آپ تشریف لائے تھے؟ خدا کے لئے سوچو کہ جس ذات کو
ساز و مزامیر اور چنگ و رباب توڑنے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا اس کے جشن ولادت میں
ساز و رباب سے کھیل کر تم کس غضب الٰہی کو دعوت دے رہے ہو؟ جس ذات نے عورت
کے سر پر عفت و عصمت کا تاج رکھا تھا اور جس نے اس کے گلے میں عزت و آبرو کے ہار
ڈالے تھے اس کی محبت و عقیدت کے نام پر تم عورت کو بے پردگی اور بے حیائی کے کس میلے میں
کھینچ لائے ہو؟ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم نے نام و نمود، ریا و نمائش، اسراف و تبذیر کے
تمام جذبات کو فنا کر کے قناعت و سادگی، ایثار و تواضع اور جہد و عمل کی تعلیم دی تھی آپ کی یاد
میں اسراف و تبذیر کی یہ نمائشیں منعقد کر کے تم کس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اگر
دین کی کوئی صحیح خدمت تم سے نہیں ہو سکتی اگر تم اپنی عام زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کو
ترک نہیں کر سکتے، اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمہارے عیش پرست مزاج کو بار
معلوم ہوتی ہیں تو تمہاری زندگی کے بہت سے شعبے اس عیش پرستی کے لئے کافی ہیں، خدا
کے لئے اللہ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہوا و ہوس کا یہ بازار لگا کر اس
نبی رحمت کی تعلیمات کا مذاق تو نہ اڑاؤ جس کی تقدس اور پاکیزگی کے آگے فرشتوں کی
گردنیں بھی خم ہو جاتی ہیں؟ دیکھو گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرنے کے بعد تم کس چیز کی خوشی میں اپنے در و دیوار پر
چراغاں کر رہے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کی خوشی ہے کہ چودہ سو سال کی اس مدت میں تم نے
اپنی عملی زندگی میں اس دین برحق کی کوئی قدر صحیح سالم نہیں رکھی؟

جشن و نشاط کی گونجتی ہوئی محفلوں میں کون تھا جو دین مظلوم کی اس فریاد کو سن سکتا؟
جن لوگوں کا مقصود ہی اس قسم کے ہنگاموں سے عیش و نشاط کا سامان پیدا کرنا ہے ان کا
کوئی ذکر ہی نہیں، لیکن جو لوگ واقعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی کے
خیال سے اس قسم کے جشن مناتے ہیں وہ بھی یہ بات فراموش کر جاتے ہیں کہ اسلام اور
اکابر اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح رسمی مظاہروں میں الجھنے کی بجائے زندگی کے اصلی
مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے جس کے لئے یہ لوگ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ وہ اگر

اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان رسمی مظاہروں میں الجھ جاتا تو آج ہم اس بات پر فخر محسوس نہ کر سکتے کہ ہمارا دین بفضلہ تعالیٰ اسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مذہب کے پیروکار محض ظاہری رسموں اور نمائشوں میں الجھ جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ مذہب کی اصل تعلیمات مٹتی چلی جاتی ہیں اور بالآخر بے جان رسوم کا ایک ایسا ملغوبہ باقی رہ جاتا ہے جس کا انجام نفسانی خواہشات کی حکمرانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جو مادہ پرستی کی بدترین شکل ہے۔ ان تمام تقریبات کا اصل مقصد تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ ان کے ذریعہ وہ خاص شخصیت یا وہ خاص واقعہ ذہن میں تازہ ہو جس کی یاد میں وہ تقریب منعقد کی جارہی ہے۔ اور پھر اس سے اپنی زندگی میں سبق حاصل کیا جائے لیکن انسان کا نفس بڑا شریر واقع ہوا ہے اس نے ان تہواروں کی اصل روح کو تو بھلا کر نابود کر دیا اور صرف وہ چیزیں لے کر بیٹھ گیا جس سے لذت اندوزی عاقبت کوشی اور عیش پرستی کی راہ کھلتی تھی۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے ہو سکے گی۔

عیسائی قومیں ہر سال ۲۵ دسمبر کو کرسمس کا جشن مناتی ہیں۔ یہ جشن دراصل حضرت عیسیٰ کا جشن ولادت ہے اور اس کی ابتداء اسی مقدس انداز میں ہوئی تھی کہ اس دن میں حضرت عیسیٰ اور آپ کی تعلیمات کو یاد کیا جائے گا۔ چنانچہ ابتداء میں اس کی تمام تقریبات کلیسا میں انجام پاتی تھیں اور ان میں کچھ مذہبی رسوم ادا کی جایا کرتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ اس جشن کا سلسلہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا؟ اس کی مختصر داستان جشن و تقریبات کی ایک ماہر مصنفہ میری ہیمر لنائن سے سنئے وہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے "مقالہ کرسمس" میں لکھتی ہیں:

"کئی صدیوں تک کرسمس خالصۃً ایک کلیسا کا تہوار تھا جسے کچھ مذہبی رسوم ادا کر کے منایا جاتا تھا لیکن جب عیسائی مذہب بت پرستوں کے ممالک میں پہنچا تو اس میں "سرمائی تحفظ انقلاب" کی بہت سی تقریبات شامل ہو گئیں اور اس کا سبب گریگوری اعظم (اول) کی آزاد خیالی اور اس کے ساتھ مبلغین عیسائیت کا تعاون تھا اس طرح کرسمس ایک ایسا تہوار بن گیا جو بیک وقت مذہبی بھی تھا اور لادینی بھی اس میں تقدس کا پہلو بھی تھا اور لطف اندوزی کا بھی"

اب کرسمس کس طرح منایا جانے لگا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے مہری امیر لمائن لکھتی ہیں:

رومی لوگ (اپنی عبادت گاہوں اور اپنے گھروں کو سبز جھاڑیوں اور پھولوں سے سجاتے تھے؛ ناستھس (پرانے زمانے کے پادری) بڑے تزک و احتشام سے امر بیلیں جمع کرتے اور انہیں اپنے گھروں میں لٹکاتے تھے، سیکسن قوم کے لوگ سدا بہار پودے استعمال کرتے"

انہوں نے آگے بتایا ہے کہ کس طرح شجر کرسمس (CHRISHMAS TREE) کا رواج چلا، چراغاں اور آتش بازی کے مشغلے اختیار کئے گئے۔ قربانی کی عبادت کی جگہ شاہ بلوط کے درخت نے لے لی، مذہبی نغموں کی جگہ عام خوشی کے نغمے آگئے اور:

موسیقی کرسمس کا ایک عظیم جزو بن گئی"

مقالہ نگار آگے رقمطراز ہے

""اگرچہ کرسمس میں زیادہ زور مذہبی پہلو پر دیا گیا تھا، لیکن عوامی جوش و خروش نے نشاط انگیزی کو اس کے ساتھ شامل کر کے چھوڑا"

اور پھر "کھانا پینا، کھیل کود، رقص، ناٹک بازی اور پریوں کے ڈرامے تقریبات کا حصہ ہو گئے۔"" (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص ۲۴۲ تا ۲۴۴ ج ۵ مطبوعہ ۱۹۵۰ء مقالہ کرسمس)

ایک طرف کرسمس کے ارتقاء کی یہ مختصر تاریخ ذہن میں رکھئے اور دوسری طرف اس طرز عمل پر غور کیجئے جو چند سالوں سے ہم نے جشن عید میلاد النبی منانے کے لئے اختیار کیا ہوا ہے، کیا اس سے یہ حقیقت بے نقاب نہیں ہوتی کہ

ایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

یہاں ترکستان کی جگہ انگلستان کہہ دیجئے تو یہ زبان زد مصرعہ ہمارے موجودہ حالات کی بالکل سچی تصویر بن جائے گا۔ اسلام اس عالم الغیب کا مقرر کیا ہوا دین ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہے اور جس کے علم محیط سے آگے ماضی، حال اور مستقبل کی سرحدیں بے معنی ہیں وہ نفس انسانی کی ان فریب کاریوں سے پوری طرح واقف ہے جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کرتی ہیں، اس لئے خاص خاص واقعات کی یادگار قائم کرنے کے لئے ان رسمی طریقوں سے پرہیز کا حکم دیتا ہے جو ان کی اصل روح کو فنا کر کے انہیں محض

آنحضرت کی چند ظاہری رسوم کا بہانہ بن سکتے ہوں۔ چنانچہ صحابہ و تابعین کے دور میں واقعہ کا کوئی دن منایا ہو۔ اس کے برخلاف ان کی تمام تر توجہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور آپ کے پیغام کو پھیلانے کی طرف مرکوز رہیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آج چودہ سو سال گذرنے پر بھی ہم مسلمان بیٹھے ہیں اور اگر اسلام پر عمل کرنا چاہیں تو یہ دین ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آپ نے صحابہ تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا اگر ہم اپنے اسلاف کے اس طرز عمل کو چھوڑ کر غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے طریقے کو اپنائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دین کے نام پر کھیل تماشوں کے اسی راستے پر جا رہے ہیں جس سے اسلام نے بڑی احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ہمیں بچایا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقوام کی مشابہت سے پرہیز کرنے کی جا بجا انتہائی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عاشورہ محرم کا روزہ جو بڑا مقبول ایک نیکی تھی اس میں یہودیوں کی مشابہت سے بچانے کے لئے حکم دیا گیا کہ صرف دس تاریخ کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کا روزہ عاشورہ یہودیوں سے ممتاز ہو جائے۔

غور فرمایئے کہ جس دین حنیف نے اس باریک بینی کے ساتھ غیر مسلم اقوام کی تقلید بلکہ مشابہت سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانے کے لئے ان اقوام کی نقالی شروع کر دی جائے جنہوں نے اپنے دین کو بگاڑ کر کھیل تماشوں میں تبدیل کر دیا ہے؟

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ہم اپنے ملک کے تمام علماء دینی رہنماؤں، مذہبی جماعتوں اور با اثر مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں ہماری یہ اپیل صرف اہل حدیث اور دیوبندی مکتب فکر کے حضرات کی حد تک محدود نہیں بلکہ ہم بریلوی مکتب فکر کے حضرات سے بھی گذارش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ عید میلاد النبی کے نام پر جو المناک حرکتیں اب شروع ہو چکی ہیں وہ یقیناً ان کو بھی گوارا نہیں ہوں گی۔

یہ مسئلہ بالکل علیحدہ ہے کہ محفل میلاد منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عید میلاد

واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی رہنمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ ابتداء میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کر لیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے اسے دیکھ کر اور سن کر پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے۔

ہر سال "عید میلاد النبی" کے نام سے کراچی میں ظلم و جہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے جاتے ہیں کہ ان کے اور ان کے انجام کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور وہاں تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح منائی جاتی ہے کہ لاؤڈ سپیکر لگا کر بلند آواز میں شب و روز ریکارڈنگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔ قدم قدم پر روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کی شبیہیں بنا کر کھڑی کی جاتی ہیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر "خیر و برکت" حاصل کر رہی ہیں اور جب پورے محلہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی۔ چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔

جن لوگوں کا مقصد ہی اس قسم کے ہنگاموں سے عیش و نشاط کا سامان پیدا کرنا ہے، ان کا کوئی ذکر ہی نہیں، لیکن جو لوگ واقعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی کے خیال سے اس قسم کے جشن مناتے ہیں وہ بھی یہ بات فراموش کر جاتے ہیں کہ اسلام اور اکابر اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح رسمی مظاہروں میں الجھنے کی بجائے زندگی کے اصلی مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے جس کے لئے یہ اکابر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ورنہ اگر اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان رسمی مظاہروں میں الجھ جاتا تو آج ہم اس بات پر فخر محسوس نہ کر سکتے کہ ہمارا دین بفضلہٖ تعالیٰ اسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اسلام اس عالم الغیب کا مقرر کیا ہوا دین ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہے اور جس کے علم محیط کے آگے ماضی، حال اور مستقبل کی سرحدیں بے معنی ہیں وہ نفس انسانی کی ان فریب کاریوں سے پوری طرح واقف ہے جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کرتی ہیں، اس لئے خاص خاص واقعات کی یادگار قائم کرنے کے لئے ان تمام طریقوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے جو ان کی اصل روح کو فوت کر کے انہیں عیش و عشرت کی چند ظاہری رسوم کا بہانہ بنا سکتے ہوں۔

چنانچہ صحابہؓ و تابعینؒ کے دور میں واقعہ کا کوئی دن منایا ہو اس کے برخلاف ان کی تمام تر توجہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور آپ کے پیغام کو پھیلانے کی طرف مرکوز رہیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آج چودہ سو سال گذرنے پر بھی ہم مسلمان بیٹھے ہیں اور اگر اسلام پر عمل کرنا چاہیں تو یہ دین ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آپؐ نے ہم تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا اگر ہم اپنے اسلاف کے اس طرز عمل کو چھوڑ کر غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے طریقے کو اپنائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دین کے نام پر کھیل تماشوں کے اسی راستے پر چل رہے ہیں جس سے اسلام نے بڑی احتیاط اور تدبیر کے ساتھ ہمیں بچایا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقوام کی مشابہت سے پرہیز کرنے کی جا بجا انتہائی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عاشورۂ محرم کا روزہ جو ہر اعتبار سے ایک نیکی ہی نیکی تھی اس میں یہودیوں کی مشابہت سے بچانے کے لئے حکم دیا گیا کہ صرف دس تاریخ کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نو یا دس تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کا روزہ عاشورہ یہودیوں سے ممتاز ہو جائے۔

غور فرمایئے کہ جس دین حنیف نے اس باریک بینی کے ساتھ غیر مسلم اقوام کی تقلید بلکہ مشابہت سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانے کے لئے ان اقوام کی نقالی شروع کر دی جائے جنہوں نے اپنے دین کو بگاڑ کر کھیل تماشوں میں تبدیل کر دیا ہے؟

گذارش: لہٰذا ہم تمام مکاتب فکر کے سربرآوردہ حضرات سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام نامی کے ساتھ ان ناقابل

برداشت گستاخیوں کا سد باب کرنے کی فکر کریں اور اپنی تقریر و تحریر اور دوائی کوششوں کے ذریعہ عوام کو سمجھائیں کہ سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت طیبہ کے ساتھ محبت و عظمت کا اصل تقاضا کیا ہے؟ اور آپ کی یاد منانے کے لئے غیر مسلم قوموں کے طریقے اختیار کرکے ہم کس بدترین گمراہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اپنی زندگیوں کو سراسر گناہوں میں غرق کرنے کے بعد ہم بزعم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے لئے اس قسم کے کھیل تماشے منعقد کرتے رہے تو اس کا انجام دنیا و آخرت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ شمارہ نمبر 56)

ماہ صفر، توہم پرستی

ماہ صفر اور نحوست: اہل عرب کی طرح آج کل بھی ماہ صفر کے متعلق عام لوگوں کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پرمسرت تقریب منعقد کرنے اور اہم امور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صفر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی)، اور اسکی وجہ صرف یہ ذہنوں میں بیٹھی ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے۔ اور پھر ربیع الاول کے مہینے سے اپنے تقریبات شروع کرتے ہیں۔ اس توہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں، یہ محض باطل ہے۔ بعض لوگ ماہ صفر کی پہلی تاریخ سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس اور برا جانتے ہیں۔ اور تیرہ تاریخ کو چنے گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تا کہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے۔ یہ بھی بالکل بے اصل ہے۔

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مرض کا لگ جانا الو اور صفر اور نحوست یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور جذامی شخص سے اس طرح بچو جس طرح تم شیر سے بچتے ہو۔ (بخاری شریف)

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مرض لگ جانا، صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

یہ احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں ان میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے صفر کے متعلق جتنے باطل نظریات خیالات اور توہمات زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر رائج تھے۔ ان سب کی صاف صاف نفی فرما دی اور کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ اور جہاں زمانہ جاہلیت کی توہمات کی تردید ہوگئی۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کو تھامے رکھیں۔ اور قدیم وجدید جاہلیت کے جملہ توہمات سے اجتناب کریں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت نے ہمیں ہر معاملہ میں اعتدال کا سبق دیا ہے۔ اس لئے ہمیں ماہ صفر سے متعلق غلط عقیدہ نہ رکھنا چاہیے اور شریعت میں اپنی طرف سے کوئی چیز داخل یا خارج کرنی چاہیے۔ (شمارہ نمبر 43)

ماہِ رجب کے فضائل

ماہ رجب کے نام اور معانی: رجب دراصل ترجیب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے تعظیم کرنا اس کو "الاصب" (سب سے تیز بہاؤ) بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس مہینے میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت گزاروں اور انوارات قبولیت کا فیضان ہوتا ہے۔ اسے "الاصم" (سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس مہینے میں جنگ وجدال کی آواز قطعاً نہیں سنی جاتی اسے رجب بھی کہا جاتا ہے اور یہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اس سے وہی پانی پیے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ صوفیاء کرام کا فرمان ہے رجب میں تین حروف ہیں، جیم سے مراد بندے کا جرم ہے اور با سے مراد اللہ تعالیٰ کی بھلائی کرنا مراد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی "بخشش" کے درمیان کر دو۔

رجب کے روزے

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ۲۷ رجب کو روزہ رکھا اس کیلئے ۶۰ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب

پہلی بار حضرت جبرئیل وحی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اسی ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو رجب اللہ کا عظیم مہینہ ہے جس نے رجب میں ایک دن روزہ رکھا ایمان کے ساتھ اور محاسبہ کرتے ہوئے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رضامندی لازم ہوگی۔

ایک خاتون کا واقعہ

حکایت ہے کہ بیت المقدس میں ایک عورت ہر روز بارہ ہزار قل ھو اللہ احد سورۃ اخلاص پڑھتی تھی رجب کے مہینے میں اونی کپڑا پہنتی تھی وہ بیمار ہوگئی اور اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اونی لباس دفن کر دینا جب وہ فوت ہوئی تو اسے عمدہ کپڑوں میں دفن کیا گیا پھر اسے خواب میں دیکھا تو بیٹے کو کہا میں تجھ سے راضی نہیں ہوں اس لیے کہ تو نے میری وصیت پر عمل نہیں کیا وہ گھبرا کر اٹھا اور اس نے اونی لباس لیا تاکہ اسے قبر میں ساتھ ہی دفن کر دے، جب اس کی قبر کھودی تو اپنی ماں کو قبر میں موجود نہیں پایا وہ بہت حیران ہوا اچانک ایک آواز سنی کیا تو نے نہیں سنا جس نے رجب میں ہماری عبادت کی ہم نے اسے تنہا نہیں چھوڑا۔

رجب کی پہلی رات

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائی کی مہر لگاتا ہے عید قربان کی رات کو عید الفطر کی رات کو نصف شعبان کو اور رجب کی پہلی رات کو نیز امام دیلمی نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت نقل کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں کوئی دعا رد نہیں ہوتی (۱) رجب کی پہلی رات (۲) نصف شعبان کی رات یعنی چودہ اور پندرہ کی درمیانی رات (۳) جمعہ رات (۴) دونوں عیدوں کی رات (یعنی وہ رات کہ جس کی صبح عید ہوتی ہے)۔

رجب کے کونڈے

بہت سارے ناواقف لوگ ۲۲ رجب کو کونڈوں کی رسم ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ

کا دعویٰ ہم حضرت جعفر صادقؒ کی ولادت کی خوشی میں کرتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ ولادت کی خوشی منانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اسلام نے کسی شخص کی ولادت کی خوشی منانے کا حکم نہیں دیا ہے حضرت اقدس مولانا رشید احمدؒ نے فرمایا ہے کہ شیعوں کی رسم دشمنانِ صحابہؓ نے حضرت معاویہؓ کی وفات پر اظہارِ مسرت کیلئے ایجاد کی ہے۔ ۲۲ رجب تو حقیقت میں حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔ ۲۲ رجب کا حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں ہے حضرت جعفر صادقؒ کی ولادت تو ۸ رمضان ۸۰ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کا محض پردہ ڈالنے کیلئے اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم ادا نہ کریں اہل سنت والجماعت کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کریں اور اس سے بچنے کی کوشش کریں۔ (احسن الفتاویٰ) کسی مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ ایک ایسا فعل انجام دے جس کی غرض ہی صحابہ کرامؓ کی توہین ہو اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اتباعِ سنت کی دولت نصیب فرمائے۔ ہر قسم کے باطل رسم و رواج سے بچنے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 30)

ماہِ رجب ..... چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ماہِ رجب کے بارے میں لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس پورے مہینے کے بارے میں جو بات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان"

اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمادیجئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔ یعنی ہماری عمر اتنی کردیجئے کہ ہم اپنی زندگی میں رمضان کو پالیں گویا پہلے سے رمضان المبارک کی آمد کا اشتیاق ہوتا تھا۔

شب معراج کی فضیلت ثابت نہیں

۲۷ رجب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شب معراج ہے اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح شب قدر گزاری جاتی ہے۔ بلکہ ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ شب معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس رات میں لوگوں نے نمازوں کو بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اتنی رکعات اور فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں خوب سمجھ لیجئے سب بے اصل ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چونکہ شب معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور پر ۲۷ رجب کو شب معراج قرار دینا درست نہیں۔

آپ کی زندگی میں ۱۸ مرتبہ شب معراج

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ معراج سن ۵ نبوی میں پیش آیا۔ اس واقعہ کے بعد ۱۸ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما رہے۔ لیکن ان اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو یا اس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شب قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے نہ تو آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، ورنہ آپ کے زمانے میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد سو سال تک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا میں موجود رہے۔ اس پوری صدی میں صحابہ نے ۲۷ رجب کا کوئی اہتمام نہیں کیا لہٰذا اس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اس کو سنت قرار دینا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے اگر صحابہ نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں گا تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں لہٰذا اس رات خاص اہتمام سے عبادت کرنا بدعت ہے اسی طرح ۲۷ رجب کا روزہ ہے بعض لوگ اس روزہ کو

فضیلت والا سمجھتے ہیں جیسا کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس بارہ میں صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض لوگ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے لگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو فوراً گھر سے نکل پڑے اور ایک ایک شخص کو جا کر زبردستی فرماتے کہ میرے سامنے کھانا کھاؤ اور اس بات کا ثبوت دو کہ تمہارا روزہ نہیں ہے۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے فرمایا کہ بدعت کا سد باب ہو اور دین کے اندر اپنی طرف سے زیادتی نہ ہو۔

کونڈوں کی حقیقت

شب معراج کی تو پھر بھی کچھ اصل ہے کہ اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے اعلیٰ مقام پر تشریف لے گئے تھے لیکن اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض و واجب کے درجے میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کئے تو وہ مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے روزے رکھے یا نہ رکھے گناہوں سے بچے یا نہ بچے لیکن کونڈے ضرور کرے اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت و ملامت کی جاتی ہے۔ خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں نہ صحابہ سے نہ تابعین اور نہ بزرگان دین سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں۔ لیکن کونڈے ضرور ہونگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ذرا مزہ و لذت آتی ہے اور ہماری قوم لذت کی خوگر ہے اور ہوتا یہ ہے کہ جناب پوریاں پک رہی ہیں حلوہ پک رہا ہے اور ادھر سے ادھر جا رہی ہیں چونکہ بڑے مزے کا کام ہے اس لئے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو کوئی ضروری کام نہیں مگر یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔ (شمارہ نمبر 25)

حقیقت روایات میں کھو گئی   یہ امت خرافات میں کھو گئی

ایمان کی پہچان

فرمایا اچھا کام کرنے سے طبیعت خوش ہو جائے اور برا کام کرنے سے طبیعت بری ہو جائے یہ ہے ایمان کی پہچان۔ ایک بار فرمایا:۔ اچھے کام کرنے میں جی جب ہی خوش ہوگا اور برے کام کرنے پر جی برا جب ہی ہوگا جب اندر ایمان ہوگا۔ (ارشاد:۔ مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ)

شب برأت کی فضیلت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے وعظ "شب برات" کی حقیقت سے منتخب خلاصہ

اس رات کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں، اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو، لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔

شب برأت اور خیر القرون

لوگ اس رات کے اندر عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا اس کو بدعت یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے۔ اس رات میں جاگنا اس میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقے سے عبادت کی جائے۔ جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شب برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ نفلی عبادت جس قدر ہو سکے وہ اس رات میں انجام دی جائے۔

اس رات میں قبرستان جانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے۔ ساری حیات طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے کہ اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہر شب برات میں جانے کا

اہتمام کرنا، اور اس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اس کو اس کے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے۔ کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو اس کو اسی درجہ میں رکھو۔

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت جائز نہیں

یہ سنا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کی بھی جماعت ہونے لگی ہے، یہ صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کسی طرح بھی ثابت نہیں، ناجائز ہے۔ ایک اصول سن لیجئے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ اور ان نمازوں کے علاوہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے با جماعت ادا کرنا ثابت ہیں، مثلاً تراویح، کسوف، وراستسقاء کی نماز، ان کے علاوہ ہر نماز کے بارے میں افضل یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں ادا کرے۔

شب برأت اور حلوہ

یہ شب برات الحمد للہ فضیلت کی رات ہے، باقی جو اور فضولیات اور اس رات میں حلوہ وغیرہ پکانے کی شروع کر لی گئی ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ شب برات کا حلوے سے کوئی تعلق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ شیطان ہر جگہ اپنا حصہ لگا لیتا ہے، اس نے سوچا کہ اس شب برات میں مسلمانوں کے گناہوں کی مغفرت کی جائے گی، چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اتنے انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے جسم پر بال ہیں۔ شیطان نے سوچا کہ اگر اتنے سارے آدمیوں کی مغفرت ہو گئی پھر تو میں لٹ گیا، اس لئے اس نے اپنا حصہ لگا دیا، لیکن شب برات سے اس کا کیا تعلق؟ نہ صحابہ کے آثار میں، نہ تابعین کے عمل میں، اور بزرگان دین کے عمل میں نہیں، اس کا کوئی تذکرہ نہیں، لیکن شیطان نے لوگوں کو حلوہ پکانے میں لگا دیا، چنانچہ سب لوگ پکانے اور کھانے میں لگ گئے، اب یہ حال ہے کہ عبادت کا اتنا اہتمام نہیں، جتنا اہتمام حلوہ پکانے کا ہے۔

پندرہ شعبان کا روزہ

ایک مسئلہ شب براءت کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے، اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ سارے ذخیرہ حدیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب براءت کے بعد والے دن روزہ رکھو لیکن یہ روایت ضعیف ہے لہذا اس روایت کی وجہ سے خاص اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے یعنی یکم شعبان سے ستائیس شعبان تک روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو، تاکہ رمضان کے روزوں کیلئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے، لیکن یکم شعبان سے ۲۷ شعبان تک ہر دن روزہ رکھنے میں فضیلت ہے۔ دوسرے یہ کہ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، اللہ پاک ہم سب کو اس مبارک رات کی قدر کرنے اور اس رات میں عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (شمارہ نمبر 28)

شب براءت کی حقیقت

اس رات کی فضیلت بے بنیاد نہیں:۔ واقعہ یہ ہے کہ شب براءت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس کی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی، ان میں سے بعض احادیث سند کے اعتبار سے بیشک کچھ کمزور ہیں اور ان احادیث کے کمزور ہونے کی وجہ سے بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ اس رات کی فضیلت بے اصل ہے، لیکن حضرات محدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے، لہذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بالکل غلط ہے۔

شب برات اور خیر القرون

لوگ اس رات کے اندر عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا اس کو بدعت یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں جاگنا، اس میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کہ فلاں طریقے سے عبادت کی جائے۔ جیسے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے ایک طریقہ گھڑ کر یہ کہہ دیا کہ شب برات میں اس خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے، دوسری رکعت میں فلاں سورت اتنی مرتبہ پڑھی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ نفل عبادت جس قدر ہو سکے وہ اس رات میں انجام دی جائے اور قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ ذکر کریں۔ تسبیح پڑھیں۔ دعائیں کریں یہ ساری عبادتیں اس رات میں کی جا سکتی ہیں، لیکن کوئی خاص طریقہ ثابت نہیں۔

اس رات میں قبرستان جانا

اس رات میں ایک اور عمل ہے، جو ایک روایت سے ثابت ہے وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اب چونکہ حضور اس رات میں جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شب برات میں قبرستان جائیں۔ لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک بڑے کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے، ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے۔ فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجے میں ثابت ہو اسی درجے میں اسے رکھنا چاہیے۔ اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ لہٰذا ساری حیات طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے، اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام کرنا۔ التزام کرنا، اور اس کو ضروری سمجھنا

اور اس کو شب برات کے ارکان میں داخل کرنا اور اس کو شب برات کا لازمی حصہ سمجھنا اور اس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوئی، یہ اس کو اس درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ لہٰذا اگر کبھی کوئی شخص اس نقطہ نظر سے قبرستان چلا گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی آپ کی اتباع میں جارہا ہوں۔ تو ان شاء اللہ اجر و ثواب ملے گا لیکن اس کے ساتھ یہ کرو کہ کبھی نہ بھی جاؤ۔ لہٰذا اہتمام اور التزام نہ کرو، پابندی نہ کرو۔ یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے۔ کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو، اس کو اسی درجے میں رکھو، اس سے آگے مت بڑھاؤ۔ اور اس کے علاوہ دوسری نفل عبادات ادا کرلو۔

نوافل گھر پر ادا کریں

میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ اس رات میں اور شب قدر میں نفلوں کی جماعت کرتے ہیں، پہلے صرف شبینہ باجماعت ہوتا تھا، اب سنا ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کی بھی جماعت ہونے لگی ہے۔ یہ صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کسی طرح بھی ثابت نہیں، ناجائز ہے۔ اس کے بارے میں ایک اصول سن لیجئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ فرض نماز کے علاوہ اور ان نمازوں کے علاوہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت ادا کرنا ثابت ہیں، مثلاً تراویح، کسوف اور استسقاء کی نماز، ان کے علاوہ ہر نماز کے بارے میں فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں ادا کرے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتی ہو اس رات میں یعنی ماہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ ارشاد فرمائیے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اس رات میں ہر ایسے بچے کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیدا ہونے والا ہے، اور ہر اس شخص کا نام لکھ دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں مرنے والا ہے (اللہ کو تو سب پتہ ہے البتہ انتظام میں لگنے والے فرشتوں کو اس رات میں ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی ہے) اور اس رات میں نیک اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں (یعنی درجہ مقبولیت میں لے لئے جاتے ہیں) اور

اس رات میں لوگوں کے ارزاق نازل ہوتے ہیں (ارزاق: رزق کی جمع ہے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسی بات ہے کہ جنت میں کوئی بھی داخل نہ ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔ آپؐ نے تین بار فرمایا ہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہ جائیں گے؟ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور تین بار فرمایا میں بھی جنت میں نہ جاؤں گا مگر اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

حدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہو گیا کہ شاید خدانخواستہ آپ کی روح قبض ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اٹھی اور پاس جا کر آپؐ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپؐ نے کچھ حرکت فرمائی جس سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اپنی جگہ واپس لوٹ آئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے اللہ تعالیٰ اس رات خاص طور پر اہل عالم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اور رحم کی دعا کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں مگر آپس میں کینہ رکھنے والوں کو (اس وقت بھی) اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کو (سوتے سوتے میری آنکھ کھلی تو) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ پایا آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلی تو آپ بقیع یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان میں ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے اس بات کا خطرہ گزرا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کریں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری باری کی رات ہوتے ہوئے کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا ہاں مجھے تو یہی خیال گزرا کہ آپ اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں کسی کے پاس نہیں گیا یہاں بقیع آیا ہوں) یہ

دعا کرنے کی رات ہے، کیونکہ یقیناً اللہ جل شانہٗ شعبان کی پندرھویں تاریخ کی رات کو قریب والے آسمان کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ تعداد میں لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (شمارہ نمبر ۱۹)

شعبان..... فضائل و مسائل

یہ وہ مبارک مقدس ہے رمضان شریف کا جیسے کہ ماہ شوال تتمہ ہے رمضان کا۔ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ "قسم ہے کتاب واضح کی کہ ہم نے اس (کتاب) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے، بے شک ہم آگاہ کرنے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے، بے شک ہم (آپ کو) پیغمبر بنانے والے ہیں"۔ (سورۃ دخان)

اس آیت میں برکت والی رات سے شعبان کی پندرھویں رات مراد ہے۔ پس اس آیت سے اس ماہ کی اور خاص کر پندرھویں رات کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور اس ماہ کے متعلق شریعت مقدسہ کے چند احکام ثابت ہوئے ہیں۔

(۱) اس کے چاند کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

(۲) پندرھویں شب کو عبادت کرنا اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

(۳) نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۴) یوم شک میں روزہ رکھنا منع ہے۔

ماہ شعبان کے منکرات

اس شب مبارک میں صرف دو تین باتیں ثابت ہیں، عبادت کرنا اور قبرستان میں جا کر دعائے مغفرت کرنا۔ اس کے علاوہ شریعت میں کچھ وارد نہیں، جیسا حق کہ اس رات کو ایصال ثواب وغیرہ کی بھی کوئی اصل نہیں۔ مگر جاہل لوگوں نے عبادت کی جگہ بہت سی بے ہودہ رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں جن کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے "اصلاح الرسوم" میں بخوبی بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا بعینہٖ اصلاح الرسوم کی عبارت درج ذیل ہے۔

لئے نوافل سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ اجتماع سے شب بیداری آسان ہو جاتی ہے مگر نفلی عبادت کے لئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے، البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اس کا مضائقہ نہیں۔

"بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے، یہ رسم بالکل کفار کی نقل ہے جو کہ حدیث تشبہ سے حرام ہے۔"

اور بدعت شنیعہ میں سے وہ رسم جس کا اکثر بلاد ہند میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے، جیسی چیزیں جلانا اور ان کو مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا اور آتش بازی کے ساتھ لہو ولعب کے لئے جمع ہونا کیونکہ یہ وہ امر ہیں جس کی معتبر کتابوں میں کوئی اصل نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی نہیں، اور کوئی ضعیف اور موضوع روایت تک بھی اس کے بارے میں وارد نہیں ہوئی اور نہ اس کا بلاد ہند کے سوا کسی اور ملک میں رواج ہے نہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ تعظیماً وتشریفاً میں اور نہ ان کے سوا عرب کے دیگر حصوں میں اور نہ بلاد عجم میں سوائے ہندوستان کے، بلکہ ممکن ہے اور یہی ظن غالب ہے کہ ہندوؤں کی رسم دیوالی سے اس رسم کو لیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً رسوم جدیدہ زیادہ کفر ہی کی ہوتی ہیں اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل جول کرنے اور کفار (کی نسل) میں سے باندیاں اور بیویاں رکھنے کے سبب پھیل گئی ہیں۔

روشنی اور آتش بازی کی رسم نیز اسراف بے جا وغیرہ کی وجہ سے تحت حرام ہونے کے علاوہ رسوم شرکیہ میں سے ہیں اور جو شخص رسوم شرکیہ کا ارتکاب کرے اس کے متعلق بموجب حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم (جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے) سخت اندیشہ ہے کہ ان مشرکین کے ساتھ اس کا حشر ہو جنہوں نے یہ رسوم شرکیہ جاری کی تھیں۔

کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟ حق تعالیٰ تمام رسوم جدیدہ شرکیہ کو دنیا سے جلد مٹا دے اور اسلامی سنت کو جاری فرما دے۔ آمین ثم آمین! (از بارہ مہینوں کے احکام وفضائل) (شمارہ نمبر ۴۹)

عید مسلم

خوشی کا دن۔ حدیث سے ہم کو اظہار تکبیر پر عید کرنے کا حکم ہے اور اس میں یہ باتیں ہونا چاہئیں۔ ملاقات کرو، خوش ہوا کرو، صدقہ کرو اور سب جمع ہو کر عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرو۔ صاحبو! غور کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہماری خوشی کو بھی کس انداز پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ دیکھئے مسلمانوں میں دو چیزیں ہیں ایک دین اور ایک طبیعت پس خدا تعالیٰ نے جوش دین کا تو یہ انتظام فرمایا کہ نماز مقرر فرمائی اور جوش طبیعت کا یہ انتظام فرمایا کہ اس دن اچھے سے اچھا کپڑا پہننے کی اجازت دی۔ سبحان اللہ شریعت کا کیسا پاکیزہ انتظام ہے۔ (برکات رمضان ص ۲۹۴)

حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کے عیدگاہ میں جمع ہونے کے بعد خدا تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں "یعنی اس مزدور کو کیا بدلہ دیا جائے جس نے اپنے عمل کو پوری طرح کیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس کی جزاء یہ ہے کہ اسے پوری مزدوری دی جاوے۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے جلال اور عزت کی قسم آج میں ان کی مغفرت کئے دیتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو کو نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پس لوگ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں۔

عیدگاہ میں بندے بن کر حاضر ہوں

تو اس حدیث کے سننے کے بعد اب لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ عیدگاہ میں کیسی ہیئت بنا کر چلنا چاہئے کہ اس کرامت کے اہل تو ہوں۔

افسوس ہے کہ اکثر لوگ نافرمانوں کی صورت بنا کر جاتے ہیں بہتر یہ کہ ضروری بات ہے کہ جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں یا کترواتے ہیں آج سے توبہ کر لیں ہمیشہ کیلئے نہ ہو سکے تو عید اور بقر عید کے گزرنے تک تو اس سے بچے رہیں کہ ان وقتوں میں بڑی حاضری ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر ڈاڑھی نہ منڈائی جائے تو کوئی نقصان بھی تو نہیں اور منڈانے سے کوئی نفع بھی تو حاصل نہیں ہوتا۔ پھر اس بے لذت گناہ سے کیا نتیجہ کہ خدا کے سامنے ذلیل بھی ہوئے دنیا میں کچھ مزا تک بھی نہ آیا۔

اسی طرح بعض لوگ ریشمی لباس پہن کر عیدگاہ میں جاتے ہیں۔ ان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ نیز اپنے لڑکوں کو بھی ایسا لباس نہ پہنادیں۔ صاحبو! کیا کسی بادشاہ کے دربار میں جاتے ہوئے کوئی شخص بغاوت کے تمغے سجا کر جاسکتا ہے، پھر کیا خدا کی عظمت شاہان دنیا کے برابر بھی نہیں۔ اس کو سوچو اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو پیش نظر رکھ کر ان سب خرافات سے باز آجاؤ۔ (حوالہ بالا ص ۲۱۵)

خدا کو بھی خوش کیجئے

عید خوشی کا دن ہے قدرتی طور پر آج آپ کے دل کی یہ خواہش ہوگی کہ آپ کے گھر کی فضا خوشی اور مسرت کی فضا رہے آپ کے بچے خوش ہوں، آپ کی بیویاں خوش ہوں، آپ کے دوست احباب خوش ہوں، آپ کے محلے میں آپ کے شہر میں خوشی ہی خوشی ہو، میں آپ سے کہتا ہوں کہ آج کے دن آپ اپنے خدا کو اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کی روح کو بھی خوش کرنے کا فیصلہ کیجئے۔ اب اس کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ آج کے مبارک دن میں اور اس کی مبارک گھڑی میں جبکہ آپ سب باوضو ہیں اور نماز پڑھنے کیلئے گھروں سے آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت اپنی پچھلی غلطیوں اور غفلتوں کی اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے اس کی فرمانبرداری کا اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنانے کا فیصلہ کیجئے۔

اس کو دین کی خاص زبان میں توبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا محکم وعدہ ہے سچے دل سے توبہ کرنے والے بندوں کے پچھلے گناہ یکسر معاف کر دیئے جاتے ہیں اور وہ بے گناہ ہو جاتے ہیں۔ (خطبہ عید منتخب از مولانا منظور نعمانی)

حقیقی عید

تہوار عید بندگی حق اور خدمت خلق ہے نہ کہ محض نیا اور فاخرہ لباس، عطر و خوشبو اور شیریں چیزیں کھا پی لینا۔ حدیث میں ہے یہ عید اس کی ہے جو خدا سے ڈرا اور اس کی طرف جھکا نہ اس کی جس نے عمدہ اور نئے کپڑے پہن لیے۔ (شمارہ نمبر 27)

ذی الحجہ کے چند خاص اعمال

ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو حکم سب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب حکم ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کو قربانی کرنی ہو تو جس وقت وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھے اس کے بعد اس کے لئے بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا درست نہیں۔ چونکہ یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس واسطے اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے کہ آدمی اپنے ناخن اور بال اس وقت تک نہ کاٹے جب تک قربانی نہ کرلے۔ (ابن ماجہ کتاب الاضاحی، باب من اراد ان یضحی فلا یاخذ فی العشر من شعرہ و اظفارہ۔ حدیث نمبر ۳۱۸)

بظاہر یہ حکم بڑا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے چاند دیکھ کر بال اور ناخن کاٹنے سے منع کردیا گیا ہے۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے حج کی عظیم الشان عبادت مقرر فرمائی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد الحمدللہ اس وقت اس عبادت سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔ اس وقت وہاں یہ حال ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے اندر ایک ایسا مقناطیس لگا ہوا ہے کہ جو دور دراز سے فرزندان توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جس کے لئے ہزاروں افراد اطراف عالم سے وہاں کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ اور بیت اللہ کے ارد گرد جمع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو حج بیت اللہ کی ادائیگی کی یہ سعادت بخشی ہے۔ ان حضرات کے لئے یہ حکم ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کی طرف جائیں تو وہ بیت اللہ کی وردی یعنی احرام پہن کر جائیں۔ اور پھر احرام کے اندر شریعت نے بہت سی پابندیاں عائد کردی ہیں۔ مثلاً یہ کہ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے۔ خوشبو نہیں لگا سکتے۔ منہ نہیں ڈھانپ سکتے۔ وغیرہ۔ ان میں سے ایک پابندی یہ ہے کہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتے۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر اور ان لوگوں پر جو بیت اللہ کے پاس حاضر نہیں ہیں۔ اور حج بیت اللہ کی عبادت میں شریک نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کو متوجہ فرمانے اور ان کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے یہ فرما دیا کہ ان حجاج بیت اللہ کے ساتھ تھوڑی سی

مشابہت اختیار کرلو۔ (بعض محققین یہ فرماتے ہیں کہ بال اور ناخن نہ کاٹنے میں یہ حکمت ہے کہ جتنے بال اور ناخن بدن پر ہوں گے ان کا فدیہ بھی قربانی کی شکل میں ادا ہو جائے گا۔ حضرت مفتی عبدالقادر صاحب) تھوڑی سی ان کی شباہت اپنے اندر پیدا کرلو اور جس طرح وہ بال نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ جس طرح وہ ناخن نہیں کاٹ رہے ہیں تم بھی مت کاٹو۔ یہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ شباہت پیدا کردی جو اس وقت حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔

اللہ کی رحمت بہانے ڈھونڈتی ہے

اور ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں بہانے ڈھونڈتی ہیں۔ جب ہمیں یہ حکم دیا کہ ان کی مشابہت اختیار کرلو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پر جو رحمتیں نازل فرمانا منظور ہے۔ اس کا کچھ حصہ تمہیں بھی عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جس وقت عرفات کے میدان میں ان اللہ کے بندوں پر رحمت کی بارشیں برسیں، اس کی بدلی کا کوئی ٹکڑا ہم پر بھی رحمت کا برسا دے، تو یہ شباہت پیدا کرنا بھی بڑی نعمت ہے اور حضرت مجذوب صاحب کا یہ شعر حضرت پڑھا کرتے تھے کہ:۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

کیا بعید ہے کہ اللہ اس صورت کی برکت سے حقیقت میں تبدیل فرما دے۔ اللہ اس رحمت کی جو شعاعیں وہاں برسیں گی ان شاء اللہ ہم اور آپ اس سے محروم نہیں رہیں گے۔ تھوڑے سے دھیان اور توجہ کی ضرورت ہے:۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق یہ تھا کر فرماتے تھے کہ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات پر محروم فرما دیں گے کہ ایک شخص کے پاس جانے کے لئے پیسے نہیں؟ کیا اس واسطے اس کو عرفات کی رحمتوں سے محروم فرما دیں گے کہ اس کو حالات نے جانے کی اجازت نہیں دی۔ اور اس واسطے وہ نہیں جاسکا؟ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو بھی اس رحمت میں شامل فرمانا چاہتے ہیں۔ ایک تھوڑی سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔ بس

تھوڑی سی فکر اور توجہ کر لو کہ میں تھوڑی سی عبادت کر رہا ہوں، اور اپنی صورت تھوڑی سی ان جیسی بنا رہا ہوں۔ تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس رحمت میں شامل فرما دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یوم عرفہ کا روزہ

دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ایام اتنی فضیلت والے ہیں کہ ان ایام میں ایک روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایک مسلمان جتنا بھی ان ایام میں نیک اعمال اور عبادات کر سکتا ہے وہ ضرور کرے اور نو ذی الحجہ کا دن عرفہ کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لئے حج کا عظیم الشان رکن یعنی وقوف عرفہ مقرر فرمایا اور ہمارے لئے خاص اس نویں تاریخ کو نفلی روزہ مقرر فرمایا۔ اور اس روزے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کے دن جو شخص روزہ رکھے تو مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، حدیث نمبر ۱۷۳۰)

صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ بعض لوگ جو دین کا کما حقہ علم نہیں رکھتے، تو اس قسم کی جو حدیثیں آتی ہیں کہ ایک سال پہلے کے گناہ معاف ہو گئے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہو گئے۔ لہٰذا یہ تمام فضیلت والی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ وہ صغیرہ گناہوں کی معافی سے متعلق ہیں۔

تکبیر تشریق

ان ایام میں تیسرا عمل تکبیر تشریق ہے، جو عرفہ کے دن کی نماز فجر سے شروع ہو کر ۱۳ تاریخ کی عصر تک جاری رہتی ہے۔ اور یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا

ہے وہ تکبیر یہ ہے۔ " اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، و للّٰہ الحمد " مردوں کے لئے اسے متوسط بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے، اور آہستہ آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۵ تا ج ۲ ص ۱۶۸)

گنگا الٹی بہنے لگی ہے: ہمارے یہاں ہر چیز میں الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ آہستہ آواز سے کہو ان چیزوں میں تو لوگ شور مچا کر بلند آواز سے پڑھتے ہیں مثلاً دعا کرنا ہے قرآن کریم میں دعا کے بارے میں فرمایا کہ:

ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ (سورۃ الاعراف: ۵۵)

یعنی آہستہ اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کو پکارو اور آہستہ دعا کرو، چنانچہ عام اوقات میں بلند آواز سے دعا کرنے کے بجائے آہستہ آواز سے دعا کرنا افضل ہے۔ (البتہ جہاں زور سے دعا مانگنا سنت سے ثابت ہو وہاں اسی طرح مانگنا افضل ہے) اور اسی دعا کا ایک حصہ درود شریف بھی ہے۔ اس کو بھی آہستہ آواز سے پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اس میں تو لوگوں نے اپنی طرف سے شور مچانے کا طریقہ اختیار کر لیا اور جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے کہا تھا کہ بلند آواز سے کہو مثلاً تکبیر تشریق، جو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہنی چاہئے، لیکن اس کے پڑھنے کے وقت آواز ہی نہیں نکلتی اور آہستہ سے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ

میرے والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تکبیر تشریق رکھی ہی اس لئے گئی ہے کہ اس سے شوکت اسلام کا مظاہرہ ہو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مسجد اس تکبیر سے گونج اٹھے۔ لہٰذا اس کو بلند آواز سے کہنا ضروری ہے۔

تکبیر تشریق خواتین پر بھی واجب ہے

یہ تکبیر تشریق خواتین کے لئے بھی مشروع ہے اور اس میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور خواتین کو یہ تکبیر پڑھنا یاد نہیں رہتا۔ مرد حضرات تو چونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور جب سلام کے بعد تکبیر تشریق کہی جاتی ہے تو یاد آ جاتا ہے اور وہ کہہ لیتے

ہیں۔ لیکن خواتین میں اس کا رواج بہت کم ہے، اور عام طور پر خواتین اس کو نہیں پڑھتیں۔
اگرچہ خواتین پر واجب ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ واجب
ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین پر واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے مردوں پر واجب
ہے لیکن ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں بھی پانچ روز تک یوم عرفہ کی فجر سے ۱۳ تاریخ
کی عصر تک ہر نماز کے بعد یہ تکبیر کہیں البتہ مردوں پر تو بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور
خواتین کو آہستہ آواز سے کہنا چاہئے اور لہٰذا خواتین کو بھی اس کی فکر کرنی چاہئے۔ اور خواتین کو
یہ مسئلہ بتانا چاہئے اور چونکہ خواتین کو اس کا پڑھنا یاد نہیں رہتا اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ
خواتین گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں وہاں یہ دعا لکھ کر لگا دیں تاکہ ان کو یہ تکبیر یاد آ جائے
اور سلام کے بعد کہہ لیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۵ شامی ج ۲ ص ۱۷۹)

قربانی دوسرے ایام میں نہیں ہو سکتی

اور پھر چوتھا اور سب سے افضل عمل جو اللہ تعالیٰ نے ایام ذی الحجہ میں مقرر فرمایا ہے وہ قربانی
کا عمل ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ عمل سال کے دوسرے ایام میں انجام نہیں دیا جا
سکتا صرف ذوالحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ کو انجام دیا جا سکتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے اوقات
میں آدمی چاہے جتنے جانور ذبح کر لے لیکن قربانی نہیں ہو سکتی۔ (اصلاحی خطبات جلد دوم)

اے حجاج کرام

موسم حج کی آمد آمد ہے، اور دنیا کے ہر کونے سے حرمین شریفین کی حاضری زیارت
کے دیوانے اس عاشقانہ سفر کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی
سعادت ہے، تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کتنے لوگ حسرتیں دل میں لئے اس دنیا
سے گذر گئے اور کتنوں کو یہ نعمت کتنی بڑی بڑی مشقتیں اٹھانے کے بعد حاصل ہوئی۔

حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک اپاہج ملا جو
گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا سمرقند سے، میں
نے کہا کتنے عرصہ سے یہ سفر کر رہے ہو؟ کہا مجھے وہاں سے چلے دس برس ہو گئے ہیں اور

میرا شوق و محبت مجھے اٹھائے لئے جا رہا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ مشقتیں اور مجاہدے ختم ہو رہے ہیں، لیکن ہر حاجی کے دل میں بھی یہ احساس اور ادراک ہونا ضروری ہے کہ وہ کہاں چلا ہے؟ وہ رب العالمین اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں، ہر ہر قدم پر اپنی منزل کی عظمت و تقدس اور اپنی عاجزی و درماندگی کو تازہ کرتے ہوئے آگے بڑھے، کہیں کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو۔

(۱) سب سے پہلی شرط اور ادب یہ ہے کہ سفر کی تیاری شرعی احکام کی روشنی میں ہو، اپنی ذات سے وابستہ تمام ذمہ داریاں پوری کرے، گھر والوں کی کفالت و حفاظت کا بندوبست کر کے جائے۔ لین دین کے معاملے صاف و واضح کر کے جائے۔ سفر کے اخراجات میں کوئی ایک پیسہ بھی مشتبہ نہ ہو، صاف ستھرا حلال و پاکیزہ مال سے حج کرے، اگر خدانخواستہ کسی کے پاس سارا مال مشکوک ہے، تو ایسا آدمی قرض لے کر اس رقم سے حج کرے۔

(۲) اس مقدس سفر میں نیت خالص حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو، تجارت و سیر و سیاحت وغیرہ کا کوئی بھی چیز محبوب حقیقی کی محبت و عقیدت اور عبادت میں شریک نہ ہونے پائے، حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو، تجارت و سیر و سیاحت وغیرہ کوئی بھی چیز محبوب حقیقی کی محبت و عقیدت اور عبادت میں شریک نہ ہونے پائے، حج کا پورا پورا سفر عبادت کا سفر ہے اس میں کسی اور نیت کا آنا بھی عبادت الٰہی میں غیر اللہ کو شریک کرنا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس بے احتیاطی سے محفوظ رکھے آمین۔ (۳) دوران سفر جن جن لوگوں سے واسطہ پڑے ان سے نرمی کے ساتھ پیش آئے، کھانے پینے میں اور اخلاق و برتاؤ میں وسعت ظرفی دکھائے، سختی و تندمزاجی قریب بھی نہ آنے پائے۔ (۴) کہیں کوئی فضول گوئی نہ ہو، دنیا کے کاروبار و دھندے کی بات چیت نہ ہو، بس تلبیہ، مسنون دعائیں، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور درود شریف، اور اسی کی طرف دھیان ہو، طبعی ضروریات کے علاوہ تلاوت و ذکر ہی کا کام ہو۔ (۵) یہ سفر، سفر عاشقانہ و عاجزانہ ہے اس میں اپنے رونے یا دعا میں وضع قطع متکبرانہ و ناتراشیدہ ہو، ایسی حالت اور ایسی ہیئت سے یہ

سفر کرے کہ عاجزی و بندگی واضح ہو رہی ہو (۶) اس سفر میں جو بھی بات خلاف طبیعت پیش آئے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے، کوئی نقصان ہو تو سے اپنے حج کی مقبولیت کی علامت سمجھے اور ثواب کی امید رکھے۔

(۷) یہاں سے تو بڑے جذبات لیکر جاتے ہیں کہ وہاں جا کر یوں عبادت کریں گے، یوں گزاریں گے مگر وہاں پہنچ کر وہاں کی بھیڑ بھاڑ اور مجلس احباب کی مشغولیت کے سبب یہ سب جذبات بھول جاتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، جو مقصد یہاں سے لیکر چلے بس اسی میں مگن رہے۔ (۸) بعض لوگ وہاں تصویریں بنواتے ہیں یہ گناہ ہے پھر مقامات مقدسہ پر اس کا گناہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ (۹) وہاں جا کر شاپنگ وغیرہ سفر عبادت کا سفر ہے تفریح اور سیاحت کا نہیں (۱۰) مدینہ منورہ کی حاضری میں ادب و تعظیم کا خاص خیال رہے کہ یہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مبارک ہے، یہ سرزمین وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو چوما ہے، اس لئے یہاں کی کسی چیز پر اشارۃً و کنایۃً کوئی اعتراض نہ کریں۔ (۱۱) اگر خدانخواستہ داڑھی مبارک سنت سے چہرہ پہلے مزین نہیں ہے تو اب تہیہ کرلیں کہ اپنے چہرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ضرور آراستہ کرونگا اور خاص طور پر اس مبارک شہر میں یہ گناہ ہرگز نہ کریں اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس طرح منہ دکھاؤ گے، اس لئے اس کا خاص خیال رکھیں۔ (۱۲) واپس آئیں تو اپنی زندگی کو ایک انقلاب یافتہ زندگی بنائیں، نماز کی پابندی، سنتوں کا اہتمام اور تکمیل و بیداری کو اوڑھنا بچھونا بنائیں، ہر معاملے میں شریعت کا حکم پوچھ کر عمل کریں اور یہی حج کی مقبولیت کی دلیل ہوگی۔۔

میں اسی منہ سے کعبہ کو جاؤں گا ۔۔۔ شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے منا لوں گا ۔۔۔ اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

نوٹ: حج و زیارت مدینہ کے مفصل آداب و احکام معلوم کرنے کے لئے کتاب "سفر مدینہ عشاق" "عمرہ و سفر حج" دیکھیں۔ (مجلس نمبر 52)

محرم بھی جاسکتی ہے پھر دیر لگانا درست نہیں۔

سوال: کیا حج عمر میں ایک بار فرض ہے یا کئی بار؟

جواب: حج صرف ایک بار فرض ہے باقی نفل، دوران کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

سوال: اگر نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کرلیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد فرض نہ ہوگا؟

جواب: نابالغ ہونے کے زمانے میں جو حج کیا اس کا ثواب نفل کا ملے گا۔ فرض حج اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا۔

سوال: کیا نابالغ کے ساتھ سفر کرنا درست ہے؟

جواب: نابالغ کے ساتھ بھی جانا درست نہیں بلکہ بالغ محرم ساتھ ہو وہ فاسق و فاجر نہ ہو ماں بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں اس کے ساتھ بھی سفر درست نہیں۔ ہاں جب اطمینان کا محرم مل جائے تو عورت کے لیے حج کے لیے جانا لازم ہو جائے گا۔ اگر شوہر روکے تب بھی اس کا کہنا نہ مانے۔ شوہر کو روکنا درست نہیں ہے اور جو شخص ساتھ جائے اس کا سارا خرچ اسی عورت کے ذمہ ہے۔

سوال: جو محرم شخص کے ساتھ جائے پھر اس عورت کو نہ ملے تو کیا اس کے ذمہ سے حج چھوٹ گیا؟

جواب: اگر مرتے وقت تک کوئی ایسا محرم نہ ملے یا کسی اور کسی وجہ سے جانا نہ ہو سکا تو مرتے وقت وصیت کر جانا لازم ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ لہٰذا مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال سے جو قرض کفن دفن کے بعد جو کچھ بچے اس سے تہائی مال کافی نہ ہو تو بغیر سب وارثوں کی رضامندی کے دوسرے کے مال سے حج کرانا درست نہیں۔ اسی طرح نابالغ کے حصہ میں سے بھی لینا درست نہیں اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ یہی روزہ، نماز وغیرہ کی وصیت کا حکم ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہے اس کو حج بدل کہتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس مستحق کے بدلے حج کو گیا۔ (دینی دسترخوان جلد دوم)

قربانی کے فضائل و مسائل

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ کے مضمون "قربانی کے فضائل و مسائل"

عشرہ ذوالحجہ میں ذکر اللہ کثرت سے کیجئے:۔ "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والا کوئی دن محبوب نہیں۔ لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کثرت سے کیا کرو"۔ (طبرانی)

تشریح:۔ تسبیح، تہلیل، تکبیر اور تحمید دینی زبان کے خاص الفاظ ہیں۔ تسبیح سے سبحان اللہ، تہلیل سے لا الہ الا اللہ، تکبیر سے اللہ اکبر اور تحمید سے الحمد للہ کہنا مراد ہے۔ یہ بہت مبارک کلمات ہیں، احادیث میں ان کے بڑے فضائل آئے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ میں دن کو روزہ اور شب میں عبادت کی فضیلت:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عشرہ ذی الحجہ میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزہ دن کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے"۔

نویں تاریخ کا روزہ: "حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں فرمایا کہ میں اللہ پاک سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی مغفرت فرما دیں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح:۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا جو دن ہوتا ہے اس کو عرفہ کا دن کہتے ہیں، ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں اس کی خاص اہمیت ہے اور خاص فضیلت ہے۔

شب بقرعید کی فضیلت: "حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے"۔ (ابن ماجہ بحوالہ الترغیب)

عید کی تیاریوں کا فتنہ:۔ ایک اور فتنہ "عید کی تیاریاں" کا ہے، جو عید الفطر میں زیادہ اور بقرعید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں

کے لئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کے لئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے ایک سیلاب کو عید ہی کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض و واجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس ذہنی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کے لئے جوتی ٹوپی سے لے کر ہر چیز نئی خریدے، گھر کی آرائش و زیبائش کے لئے نت نئے سامان فراہم کرے، دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ و اقارب کو قیمتی تحفے بھیجے اور ان تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کیلئے عید اور بقر عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے، اس سلسلے میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔ اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے ہی کہ رمضان اور خاص طور پر آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح بقر عید کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص بقر عید کی شب جو گوشہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض و مناجات اور ذکر و فکر کی راتیں ہیں وہ سب بازار میں گذرتی ہیں۔

تکبیر تشریق کے احکام

تکبیر تشریق کسے کہتے ہیں؟

تکبیر تشریق: "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد" کو کہتے ہیں۔

تکبیر تشریق کب سے کب تک پڑھیں: عرفہ کا دن یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے، البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے کہیں۔ تمام حساب

سے یہ کل تیئیس ۲۳ نمازیں ہوتی ہیں جن کے بعد تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ اور ان پانچ دنوں کو جن میں یہ تکبیریں کہی جاتی ہیں "ایام تشریق" کہتے ہیں۔ (درمختار)

تاہم یہ تکبیریں ہر شخص پر واجب نہیں ہیں۔

تکبیر تشریق واجب ہونے کی شرطیں:۔ تکبیر تشریق واجب ہونے کیلئے مندرجہ ذیل تین شرطیں ہیں، اگر یہ تینوں شرطیں کسی شخص میں موجود ہوں تو ایام تشریق میں اس پر تکبیر تشریق واجب ہے، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (ہدایہ وخلاصۃ الفتاوی) (۱) مقیم ہونا:۔ مسافر پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (۲) شہر ہونا:۔ گاؤں، دیہات والوں پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔ (۳) جماعت مستحبہ ہونا:۔ اکیلے نماز پڑھنے والوں پر اور تنہا عورتوں کا باجماعت ادا کرنے سے ان پر تکبیر تشریق واجب نہیں۔

ایک ضروری مسئلہ

بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ باپ بھی کماتا ہے اور اس کے چار پانچ لڑکے ہیں وہ بھی اپنا الگ الگ کماتے ہیں، ماں اور سب لڑکوں کی ملکیت میں سونے چاندی کا زیور بھی ہوتا ہے لیکن بقر عید کو قربانی صرف ایک ہوتی ہے، اور جملہ اہل خانہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب کی طرف سے یہ واجب ادا ہو گیا، یہ سخت غلطی اور مغالطے کی بات ہے۔ یاد رکھیں! قربانی واجب ہونے کے لئے گھر میں ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ ملکیت دیکھی جائے گی اور جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا مخلف سونے چاندی کا زیور ہو مگر مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے مساوی ہو، یا اس قدر چاندی کی قیمت کا مال تجارت ہو، یا اتنی مالیت کا فاضل سامان پڑا ہو تو اس پر بقر عید کے دن قربانی واجب ہو گی۔ چنانچہ اگر اتنا زیور یا روپیہ یا فالتو سامان ماں، باپ، تمام لڑکوں اور ان کی بیویوں کی ملکیت میں ہو تو ان سب پر ایک ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر سب کی ملکیت میں اتنا مال نہ ہو تو جس جس کی ملکیت میں ہوگا اس پر قربانی واجب ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی فرض ہونے کے لئے مذکورہ بالا مقدار چاندی یا اس کی قیمت یا اس کے بقدر مال تجارت کے ملکیت میں ہونے پر سال گزرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس بقر عید کی نویں

تاریخ کو عصر کے وقت اتنا روپیہ پیسہ یا مالِ تجارت آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے اور اسی تاریخ کو اس کے پاس موجود رہا تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جائے گی۔

قربانی کی کھالوں کا مصرف

سوال: درج ذیل رفاہی اداروں کو قربانی کی کھالیں دینے کا شرعی حکم کیا ہے؟
ابرار الحق کی سہارا ٹرسٹ، عمران خان کا شوکت خانم ہسپتال، میرا کی شفقت ٹرسٹ، شہزادہ رائے کا ایجوکیشن فنڈ، آل محمد علی وزیر یا کا انفی ٹیب فاؤنڈیشن، ایدھی سنٹر، چھیپا اور محمد کی ملٹر۔

جواب: صدقاتِ واجبہ، زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، منت (نذر) کی رقم، چرم قربانی کی قیمت ان سب کا مصرف ایسے فقراء، مساکین ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ انکو مالکانہ طور پر یہ صدقات دیئے جائیں تب یہ ادا ہوں گے۔ ان صدقات کو کسی مسجد، مدرسہ، ہسپتال، کنواں، پل یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر میں بلا تملیک شرعی خرچ کرنا جائز نہیں۔
لہٰذا ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ صدقات ادا کرتے وقت ایسے افراد یا کسی جماعت یا فلاحی ادارہ کو دے جو یہ رقم شرعی مسئلہ کے مطابق خرچ کرے۔ لنگر، تعمیر وغیرہ پر یہ رقم خرچ نہ کرے۔ سوال میں دیئے گئے رفاہی ادارے یا انکی اور تنظیمیں شرعی مسئلہ کے مطابق یہ رقوم خرچ نہیں کرتیں اس لیے انکو صدقاتِ واجبہ اور چرم قربانی دینے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ نیز ان کے ساتھ تعاون دینی اور ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔ اور یہ تعاون علی الاثم (گناہ پر تعاون) ہے۔ ان صدقات کا بہترین مصرف دینی مدارس کے طلباء کرام اور دینی رفاہی ادارے ہیں ان کو دینے سے صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیاءِ علمِ دین کی خدمت بھی۔ (دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان)

حجاج کیلئے ضروری کام کی باتیں

ہر سال حضرت والا حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور جب کوئی حج یا عمرہ کر کے آتا تو حضرت والا اس سے مل کر بے حد خوش ہوتے اور اس سے حرمین شریفین کی باتیں سنتے تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ خود وہاں ہیں لیکن دل مگر

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ہے۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آج حضرت والا کی آخری آرام گاہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے اور متعلقین میں سے جو لوگ حج پر جاتے تھے تو حضرت والا ان کو نصیحتوں کی ایک تحریر عنایت فرماتے تھے تا کہ وہ لوگ صحیح معنی میں حج کر سکیں تو افادہ عام کیلئے وہ نصیحتیں قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ یہ عشق و محبت کا سفر ہے اور جس کی محبت میں جا رہے ہیں ان کی نافرمانی جس کا نام گناہ ہے اس سے بہت ضروری طور پر بچنا ہے۔

۲۔ ان کا نام ہر وقت زبان پر جاری رہے یعنی زبان کو ذکر سے تر رکھو۔ جس آدمی کی زبان پر ذکر ہو یا دل میں محبوب کی سوچ ہو یا محبوب کے کسی حکم کو ادا کر رہا ہو وہ ذاکر ہے۔ غافل نہیں۔ ۳۔ ذکر و ادب کو حرز جان بنا کر رکھنا۔

۴۔ جو کرو توجہ اور دھیان سے کرو۔ ۵۔ جب اپنے متعلقین کی ضرورت پوری ہو جائے تو تنہائی میں بیٹھ کر دعاؤں، ذکر، تلاوت، نوافل، طواف، درود شریف اور استغفار میں مشغول رہو۔

۶۔ اپنی صحت اور قوت کی حفاظت بھی ضرور کرو۔

۷۔ خوا مخواہ لوگوں کے کام کے پیچھے بلا ضرورت مت پڑو ضروری حد تک محدود رہو۔

۸۔ گروپ لیڈر ہونے کی حیثیت سے خدمت کرنے کا ثواب سمجھنا بیگار نہ سمجھنا۔ کبھی غرور گھمنڈ میں نہ آنا۔ ۹۔ جہاں کوئی مشکل پیش آئے فوراً دعا میں مشغول ہو جانا۔

۱۰۔ حرمین شریفین میں اس طرح وقت گزاریں اور وقت کا اس طرح پورا فائدہ اٹھائیں کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے کہ میں اس طرح کر لیتا یوں کرتا یہ کرتا وہ کرتا وغیرہ وغیرہ۔

حج کے سفر پر روانہ ہوتے وقت

۱۔ اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی اور آخرت کے ثواب کی اور حکم کی تعمیل کرنے کی کرلیں۔

۲۔ سب گناہوں سے توبہ کرلیں بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر توبہ کریں۔

۳۔ اہل و عیال کیلئے واپس آنے تک کیلئے اخراجات کا تمام اور تسلی بخش رہائش کا انتظام کرلیں۔

صاف کرلو، ناخن کترلو، غسل کرلو اگر غسل کا موقع نہ ملے وضو بھی کافی ہے۔ پھر ایک چادر تہہ کی جگہ باندھ لو اور ایک چادر اوڑھ لیں۔ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو نفل سر ڈھانک کر پڑھیں۔ پہلی رکعت میں قل یایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد سورتیں پڑھیں۔ نفل کا سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھے ہوئے سر (ننگا کر کے) عمرہ کی نیت کرلیں (یا اللہ میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور قبول فرما لیجئے) پھر تین دفعہ لبیک پڑھیں آواز کے ساتھ۔

لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک۔

پھر آہستہ آواز سے درود شریف پڑھ کر دعا کریں بس عمرہ کا احرام بندھ گیا۔

ممنوعات احرام

احرام کی حالت میں مندرجہ ذیل باتیں منع ہیں:

۱۔ سر اور چہرہ پر کسی وقت کپڑا نہ لگے ہوئے ہونے پائے۔

۲۔ جوتا یا چپل ایسی ہو کہ پیر کی پشت والی ابھری ہوئی ہڈی نہ چھپنے پائے۔

۳۔ بال نہ کاٹیں، ناخن نہ کاٹیں، خوشبو نہ لگائیں۔

۴۔ فحش حرکات اور کلام فسق (گناہ کا کام) اور جدال سے بچیں یعنی لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

۵۔ سلے ہوئے کپڑے نہ پہنیں۔

۶۔ شکار نہ کریں نہ کسی کی اعانت کریں۔

۷۔ خوشبودار چیزوں کا استعمال نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا کو اپنے مقبول ترین بندوں میں شامل فرمالیں اور حضرت کے تمام متعلقین کو حضرت کی تعلیمات پر اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرت والا کی تعلیمات کو نفع تام کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا رب العالمین!

سفرِ حج اور سفرِ آخرت

امام غزالی رحمہ اللہ کی تجارت کیلئے نصیحتیں۔ سفرِ حج کی وضع بالکل سفرِ آخرت کی سی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حج کو سامانِ حج ادا کرنے سے مرنے کا وقت اور مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات یاد آ جائیں، مثلاً شروع سفر میں اہل بچوں سے رخصت ہوتے وقت سکرات موت کے وقت اہل و عیال سے رخصت ہونے کو یاد کرو، اور وطن سے نکلتے وقت دنیا سے جدا ہونے کو اور سواری کے جانوروں پر سوار ہوتے وقت جنازہ کی چارپائی پر سوار ہونے کو یاد کرو۔ احرام کا سفید کپڑا پہنتے وقت کفن میں لپٹنے کو یاد کرو اور پھر میقات تا قیامت حج تک پہنچنے میں جنگل و بیابان قطع کرتے وقت ان دشوار گزار گھاٹی کے قطع کرنے کو یاد کرو جو دنیا سے باہر نکل کر میقات تک عالمِ برزخ یعنی قبر میں تم کو کاٹنی ہے۔ راستہ میں رہزنوں کے خوف و ہراس کے وقت منکر نکیر کے سوالات اور ان کی سختی کی گھڑی و ہراس کا خیال کرو جنگلی درندوں سے قبر کے سانپ بچھو کیڑوں مکوڑوں کو یاد کرو اور میدان میں رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے علیحدہ ہو کر تنہا رہ جانے کے وقت قبر کی تنہائی اور وحشت کو یاد کرو اور جس وقت چیخ چیخ کر لبیک اللھم لبیک پڑھو تو زندہ ہونے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت کے اس جواب کو یاد کرو جو حق تعالیٰ کی ندا کے وقت میدانِ حشر میں حاضری کے لئے تم عرض کرو گے۔ غرض اسی طرح ہر عمل میں ایک عبرت اور معاملۂ آخرت کی یاد دہانی ہے جس سے ہر شخص جس قدر بھی اس میں قلب کی صفائی اور دین کی ضروریات کے خیال رکھنے کی وجہ سے استعداد ہوگی آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔

☆ سفر سے پہلے حلال زادِ راہ اور کوئی نیک بخت ساتھی تلاش کر لو کیونکہ حلال توشہ سے قلب میں نور پیدا ہوگا اور رفیق صالح تم کو برائیوں سے روکتا اور نیک کام یاد دلاتا رہے گا۔

☆ اس سفر میں تجارت کا خیال بالکل نہ رکھو کیونکہ طبیعت کے تجارت کی طرف متوجہ ہو جانے سے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ خالص اور بے لوث نہ رہے گا۔

☆ راستہ میں کھانے کے اندر وسعت کرو اور رفقائے سفر اور شتر مردوں پر کرم کرو اور کرایہ داروں کو خوش رکھو اور کسی کے ساتھ سختی سے بات نہ کرو بلکہ نہایت خلق و محبت سے اور نرم

گنہگاری سے سفر ختم کرو۔

☆ فحش گوئی اور جھگڑے اور فضول بکواس اور دنیا کے معاملات کی بات چیت کو بالکل چھوڑ دو اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زبان کو تلاوت کلام اللہ اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔

☆ متکلف یا شہرت یعنی شان کی سواری پر سوار مت ہو بلکہ بار برداری کے اونٹ پر بیٹھ جاؤ تاکہ دربار حق تعالیٰ میں پراگندہ حال غبار آلود اور مسکینوں اور محتاجوں کی سی ذلیل و خستہ حالت سے حاضری ہو۔ اس سفر میں بناؤ سنگھار اور زیادہ آرام طلبی کا خیال بھی نہ لاؤ۔

☆ کبھی کبھی سواری سے اتر کر پیدل بھی ہو لیا کرو کہ اس میں سواری کے مالک کا بھی دل خوش ہوگا اور سواری کو بھی آرام ملے گا اور تمہارے ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرنے سے چست و چالاک رہیں گے۔

☆ جو کچھ بھی اس سفر میں خرچ ہو جائے یا جس قسم کا بھی مالی نقصان یا تکلیف یا مصیبت اٹھانی پڑے تو اس پر خوش رہو اور اس کو اپنے حج کے مقبول ہونے کی علامت سمجھو اور اپنے پروردگار سے ثواب کی امید رکھو۔ (تبلیغ دین)

ایک عاشق کا حج

حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔ ایک قاری صاحب تھے ریاست رامپور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خرچ پاس نہ تھا۔ سفر شروع کیا۔ دن کو روزہ رکھتے۔ پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے۔ کچھ چنے ساتھ لے لیتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرماتے تھے۔ غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے۔ کوئی جہاز تیار ہوا جہاز کے کپتان سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم کو کوئی نوکری جہاز میں دے دو۔ اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول ہی نہ کریں۔ کہا کہ کوئلہ کی جگہ خالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات کڑی کہ محض کوئلہ ہی کا کام نہیں اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا

کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالیٰ سے دعا کی یہاں تو میرا کام تھا اب آگے آپ کا کام ہے۔ مجھے قوت دے دیجئے بس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اٹھا لیا تب تو کپتان مجبور ہوا۔ انہوں نے تکلی کا کام شروع کر دیا۔ شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے۔ ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان اس طرف آ نکلا۔ قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے۔ انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے؟ کہا کہ قرآن، پوچھا کہ قرآن کس کو کہتے ہیں؟ کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے۔ اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اس کے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ ہم غسل کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا۔ باطنی غسل کی ضرورت ہے۔ کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے۔ فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے ہوتا ہے۔ یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھا دو انہوں نے سکھا دیا اور وہ اس کو یاد کرتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا۔ میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے؟ کہا نہیں۔ پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا آج کیا؟ مدت ہو گئی۔ اول تو وہ کچھ گھبرایا۔ اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہو گئے ہیں۔ اور میم سے کہہ دیا۔ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ آخر جدہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہو لیا اور قدموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آدمی آبرو، مال، جان غرضیکہ سب کچھ دے بیٹھتا ہے۔ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے۔ (الافاضات الیومیہ)

حج کا شوق پیدا کرنے والے اشعار

تمنا: شوق و دولت حج

تمنا ہے کوئی اللہ والا پھر دعا کر دے

کرے مجھ کو رب کعبہ دولت حج پھر عطا کر دے

وہی تیاریاں ہوں پھر علائق سے جدا ہو کر

یہ بندہ پھر خدا کا ہو کے ترک ما سوا کر دے

گلے سے اپنے بچوں کو لگاؤں اور جدا کر دوں

محبت اپنی غالب ہر محبت پہ خدا کر دے

چلوں گھر چھوڑ کر جس دم تو رب البیت کا ہاتف

نوید بازیابی دل کے پردوں کو آشنا کر دے

وطن کے باغ سے جس وقت نکلوں راہ غربت میں

مدینہ یاد آ کر باب جنت مجھ پہ وا کر دے

مجھے رخصت کریں رو رو کے جس دم آنسوؤں والے

جہان شوق بحر اشک میں طوفاں بپا کر دے

مسافر کہہ کے بسم اللہ مجریہا و مرساہا

جہاز زندگی اپنا سپرد ناخدا کر دے

صدا لبیک کی یکبارگی جب چار سو گونجے

مجھے دیوانگی اس وقت مصروف بکا کر دے

فغاں کے ساتھ نکلیں پے بہ پے لبیک کی چیخیں

تصور ان کے گھر کا میری حالت کیا سے کیا کر دے

برہنہ پا برہنہ سر کفن بردوش جا پہنچوں

جہان شوق میں میرا جنوں محشر بپا کر دے

وہی صحرا وہی دشت و جبل پھر آنکھ سے دیکھوں

غبار ان کی گلی کا میری آنکھیں سرمہ سا کر دے

وہ دیکھوں میں، بیاں سے جس کے عاجز ہو زباں میری

کوئی اپنے قصیدے کی وہیں سے ابتداء کر دے
درودوں کے ترنم سے صدائے بازگشت اٹھے
پہاڑوں کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعت خواں محو ثنا کر دے
نظر جس وقت آنکھوں کو مری باب السلام آئے
نکل کر جان قالب سے ادب کا حق ادا کر دے
یہ وہ در ہے جہاں لاکھوں ملائک سر بسجدہ ہیں
دعا یہ ہے کہ توفیق ادب کا حق ادا کر دے
گل خوبی شگفتہ، گلزار خوبی بلکہ جو کچھ ہے
اسی کا مجھ کو مولیٰ بلبل شیریں نوا کر دے
درودوں کے تحائف پیش کر کے میں کہوں اس سے
کہ اے شاہ دو عالم مجھ کو طیبہ کا گدا کر دے
ترے کوچہ میں گو رہنے کے قابل میں نہیں لیکن
ترا جود و سخاء تیری دعاء تیری عطا کر دے
تمنا ہے کہ خاک پاک کا پیوند ہو جاؤں
تمنا مولوی ء محتاج کی پوری خدا کر دے

قربانی کا پیغام

ذی الحجہ کے مہینے میں دنیا بھر سے فرزندانِ توحید کا ایک جم غفیر فریضۂ حج کی ادائیگی کیلئے حجاز مقدس پہنچتا ہے اسی طرح دنیا بھر میں مذہب اسلام کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد ۱۰، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کی تاریخوں میں متعین کردہ حلال جانوروں کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں ذبح کر کے قرب الٰہی کو حاصل کرتی ہے۔

ان قربانیوں سے متعلق صحابہ کرامؓ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا کہ یہ قربانیاں کیا چیز ہیں؟ اس کے جواب میں معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی ہیں جن کا لقب خلیل اللہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دوست کو بڑھاپے کی عمر میں نیک صالح اور پیارا فرزند عطا فرمایا۔ اس فرزند ارجمند کا نام نامی اسم گرامی اسماعیل علیہ السلام ہے جو کہ خود بھی نبی ہیں۔ جب یہ سن تمیز سے چلنے پھرنے اور دوڑنے بھاگنے لگے یعنی والد محترم کا ہاتھ بٹانے کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ایک حکم عجیب انداز سے عنایت فرمایا (نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، انداز امتحانی تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس خواب کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا اور ان کی رائے معلوم کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ دونوں باپ بیٹوں نے بلا چون و چرا اس حکم کی تعمیل میں اپنی پوری کوششیں صرف فرمائیں لیکن اللہ رب العزت نے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہوئے بغیر اس زبردست امتحان میں عظیم کامیابی کی نوید سنائی۔ اس واقعے کو یادگار کے طور پر قیامت تک باقی رکھنے کے لئے امت مسلمہ کے صاحب ایمان صاحب نصاب مردوں اور عورتوں پر جانوروں کی قربانی واجب قرار دی گئی۔

اس واقعے سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے پاس ہر چیز اللہ رب العزت کی عطا کردہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر اس کی واپسی کا مطالبہ کسی بھی انداز میں آئے تو بندے کو بلا چون و چرا اس امانت کو لوٹا دینا چاہئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوسری چیزوں کی طرح انسانی جان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی امانت ہے۔ اگر یہ جان بھی اس کا دینے والا مانگے تو اس کی تعمیل میں حیل و حجت، پس و پیش، قیل و قال، حیلے بہانے کا حربہ استعمال نہیں کرنا چاہئے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہو رہی ہے۔

ہم اس واقعے کے تناظر میں جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ یہ جانور بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہوتے ہوئے ہمیں زبان حال سے یہ پیغام دیتے ہوئے جاتے ہیں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ہمیں اپنا سب کچھ (جو اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے) ہر حال میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے حکم پر قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا

ہے۔ جہاں ذبیح جیسا جس کو بیٹا قربانی کا حکم ملتے فوراً سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس پر عمل ۔ کرنا چاہیے۔ میں (جانور) اپنی جان قربان کر کے تمہیں یہ پیغام دے رہا ہوں اور یہ امید کرتا ہوں کہ تم اس اختیاری قربانی میں مجھ سے بہتر ثابت ہو گے۔

امت مسلمہ میں قربانیوں کے حوالے سے بے شمار قربانیاں مشعل راہ ہیں لیکن ٹھہریے! کبھی ہم جانور کی قربانی گلے میں احساس برتری کا جذبہ دکھانے کی نیت سے تو نہیں کر رہے؟ کبھی بچوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے تو نہیں کر رہے ہیں؟ ذرا سوچئے!! اگر ہم اشیاء کی قربانی میں اخلاص پیدا نہیں کر پا رہے تو جانی، وقتی وجاہتی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو کیسے تیار پائیں گے؟

حج سے متعلق ضروری ہدایات

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی ایک فکر انگیز تحریر

حج ..... اسلام کا عظیم الشان رکن ہے، اسلام کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا اور حج ہی سے ارکان اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ احادیث طیبہ میں حج و عمرہ کے فضائل بہت کثرت سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حج کیا پھر اس میں نہ کوئی فحش بات کی اور نہ نافرمانی کی وہ ایسا پاک صاف ہو کر آتا ہے جیسا ولادت کے دن تھا"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟

فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، عرض کیا گیا اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد فرمایا حج مبرور۔" (مقبول حج)

حج عشق الٰہی کا مظہر ہے اور بیت اللہ شریف مرکز تجلیات الٰہی ہے، اس لئے بیت اللہ شریف کی زیارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری ہر مومن کی جان تمنا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ آرزو چٹکیاں نہیں لیتی تو سمجھنا چاہئے کہ اس کے ایمان کی جڑیں خشک ہیں۔

نیک اور حدیث میں ہے کہ "جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی اور نہ سلطان جابر اور نہ بیماری کا عذر تھا پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو اسے اختیار ہے کہ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔"

اللہ تعالیٰ کے بہت تھوڑے بندے ایسے رہ گئے ہیں جو فریضہ حج کو اس کے شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک نبھاتے ہوں ورنہ اکثر حاجی صاحبان اپنا حج ادا کر کے "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق بن کر آتے ہیں نہ حج کا صحیح مقصد ان کے سامنے ہوتا ہے نہ حج کے مسائل و احکام سے انہیں واقفیت ہوتی ہے، نہ سیکھتے ہیں کہ حج کیسے کیا جاتا ہے؟ اور نہ ان پاک مقامات کی عظمت و حرمت کا پورا لحاظ کرتے ہیں بلکہ اب تو ایسے مناظر دیکھنے میں آ رہے ہیں کہ حج کے دوران محرمات کا ارتکاب ایک فیشن بن گیا ہے اور بیا امت گناہ کو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سفر حج کے دوران ہزاروں میں کوئی ایک آدھ حاجی ایسا ہوتا ہوگا جس کو اس کا پورا پورا احساس ہوتا ہو کہ اس مقدس سفر کے دوران کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے ورنہ حجاج کرام تو نمازیں گھر سے معاف کرا کر چلتے ہیں اور بہت سے وقت بے وقت جیسے بن پڑے پڑھ لیتے ہیں مگر نمازوں کا اہتمام ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ بعض حرمین شریفین پہنچ کر بھی نمازوں کے اوقات میں بازاروں کی رونق کو دوبالا کرتے ہیں قرآن کریم میں حج کے سلسلہ میں اہم ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

• حج کے دوران فحش کلامی نہ ہو نہ حکم عدولی اور نہ لڑائی جھگڑا۔

اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی حج مقبول کی یہ بھی علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ فحش کلامی اور بد زبانی سے پاک ہو لیکن حاجی صاحبان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوں اور اپنے حج کو غارت ہونے سے بچاتے ہوں، گانا بجانا اور داڑھی منڈانا بغیر کسی اختلاف کے حرام اور گناہ کبیرہ ہیں لیکن حاجی صاحبان نے ان کو گویا گناہوں کی فہرست ہی سے خارج کر دیا ہے حج کا سفر ہو رہا ہے اور بڑے اہتمام سے داڑھیاں صاف کی جا رہی ہیں اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ سے نغمے سنے جا رہے ہیں۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

اس نوعیت کے سینکڑوں گناہ کبیرہ اور ہیں جن کے حاجی صاحبان عادی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہوئے بھی ان کو نہیں چھوڑتے، حاجی صاحبان کی بیہ سنت

...کرنے میں اذیت ہوتی ہے جس کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔

عازمینِ حج کی خدمت میں بڑی خیرخواہی اور نہایت دل سوزی سے گزارش ہے کہ اپنے اس مبارک سفر کو زیادہ سے زیادہ برکت و سعادت کا ذریعہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل معروضات کو پیشِ نظر رکھیں۔

جس طرح سفرِ حج کے لئے سازوسامان اور ضروریاتِ سفر مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر حج کے احکام و مسائل سیکھنے کا اہتمام ہونا چاہیے اور اگر سفر سے پہلے اس کا موقعہ نہ ملا ہو تو کم از کم سفر کے دوران اس کا اہتمام کر لیا جائے کہ کسی عالم سے ہر موقع کے مسائل پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کیا جائے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں ساتھ ہونی چاہئیں اور ان کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے۔ خصوصاً ہر موقع پر اس سے متعلقہ حصہ کا مطالعہ خوب غور سے کرتے رہنا چاہئے کتابیں یہ ہیں۔ (۱) "فضائلِ حج" از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ۔ (۲) "آپ حج کیسے کریں" از مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ۔

(۳) "معلم الحجاج" از مولانا مفتی سعید احمد رحمہ اللہ۔

اس مبارک سفر کے دوران تمام گناہوں سے پرہیز کریں اور عمر بھر کے لئے گناہوں سے بچنے کا عزم کریں اور اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ سے خصوصی دعائیں کرتے رہیں۔

آپ کا زیادہ سے زیادہ وقت حرم شریف میں گزرنا چاہیے اور بلاضرورت بازاروں کا گشت قطعاً نہیں ہونا چاہئے دنیا کا سازوسامان آپ کو بہت سستا اور اچھا اپنے وطن میں بھی مل سکتا ہے لیکن حرم شریف میں میسر آنے والی سعادتیں آپ کو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آسکیں گی۔

چونکہ حج کے موقع پر اطراف و اکناف سے مختلف مسلک کے لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے کسی کو کوئی عمل کرتا دیکھ کر وہ عمل شروع نہ کریں بلکہ یہ تحقیق کرلیں کہ آیا یہ عمل آپ کے حنفی مسلک کے مطابق صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یہاں بطور مثال دو مسئلے ذکر کرتا ہوں۔

(۱)۔ نماز فجر سے بعد اشراق تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک دوگانہ طواف پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اس طرح مکروہ اوقات میں بھی اس کی اجازت نہیں لیکن بہت سے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی پڑھتے رہتے ہیں۔

(۲)۔ احرام کھولنے کے بعد سر کا منڈوانا افضل ہے اور ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا فرمائی ہے اور کٹوانا یا مشین سے بال اتروا لینا بھی جائز ہے احرام کھولنے کے

لئے کم از کم چوتھائی سر کا صاف کرانا ضروری ہے اس کے بغیر احرام نہیں کھلتا لیکن بے شمار لوگ جن کو مسئلہ کا صحیح پتہ نہیں ہوتا دوسروں کی دیکھا دیکھی کانوں کے اوپر سے چند بال کٹوا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے احرام کھول لیا حالانکہ اس سے ان کا احرام نہیں کھلتا اور کپڑے پہننے اور احرام کے منافی کام کرنے سے ان کے ذمہ قربانی واجب ہو جاتی ہے الغرض صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی کوئی کام نہ کریں بلکہ اپنے مسلک کے اہل علم سے مسائل کی خود تحقیق کر لینا چاہئے۔

حج سے متعلق ...... مشہور غلط مسائل

مسئلہ: عام کوتاہی تو یہ ہے کہ ادائیگی حج میں لوگ سستی بہت کرتے ہیں وقتی ضروریات و خیالی تعلقات سے فارغ ہونے کے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر چلیں گے پھر اس کام کے بعد دوسرے کام کا اسی طرح انتظار رہتا ہے حالانکہ یہ سلسلہ عمر بھر ختم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور حج کو اپنے اوپر فرض بھی جانتے ہیں لیکن اپنے کسی دوست سے کہتے ہیں کہ "ہم تم دونوں چلیں گے" یہ سخت غلطی ہے"

مسئلہ: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ سفر حج کو اس وقت فرض سمجھتے ہیں جب مدینہ منورہ کے سفر کے لئے بھی وسعت ہو اور اگر اتنا خرچ ہو کہ صرف حج کر سکتا ہے۔ مدینہ منورہ نہیں جا سکتا تو یہ لوگ اس حالت میں حج کو فرض نہیں سمجھتے یہ سخت غلطی ہے"۔

مسئلہ: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کے پاس مال حرام اس مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ حج کو کافی ہو مگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ یہ تو مال حرام ہے اس کا حج میں خرچ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور مال حلال میرے پاس اس قدر ہے نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں۔ سو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ حج و زکوٰۃ کے فرض ہونے کا مدار خاص مقدار مال کا مالک ہونا ہے اس کے حلال ہونے کو فرضیت میں دخل نہیں اس لئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں۔

مسئلہ: بعض لوگ جن کے پاس نہ تو حج کا سامان ہے اور نہ دل میں خدا اور توکل ہے مگر لوگوں سے بھیک مانگ کر ان کو پریشان کر کے حج کو جاتے ہیں۔ سو اس طرح حج کو جانا حرام ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور ریل یا جہاز وغیرہ میں نمازیں برباد کرتے ہیں سو انہوں نے ایک فرض تو ادا کیا اور اتنے کثیر فرض فوت کئے اور اگر حج فرض نہیں تھا نفل تھا تو اور بھی غضب ہوا کہ ایک نفل کے لئے اتنے فرض گئے سو ایسے شخص کو حج کرنا جائز بھی نہیں۔

مسئلہ: بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا اور جن کو حج کی ہوس ہوتی ہے پس غلبہ ان کا اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ایک نفل کے پیچھے بہت سے فرض برباد کرتے ہیں۔ چنانچہ بہت لوگ حج کے سفر میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں اور ساتھیوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں گالی گلوچ کرتے ہیں" جو بالکل ناجائز ہے"۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کو اس غرض سے جاتے ہیں "کہ تجارت کریں گے" حج کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے پیران کلیر اور اجمیر کا عرس جس کی شان ایک میلہ "تجارت" سے زیادہ نہیں تو اگر حج اس واسطے کیا ہے کہ تجارت ہوگی تو حج خراب ہو گیا اور اس کا سارا سفر تجارت ہی ہوگا۔

(اگر اصل نیت حج کی ہے پھر ضمناً تجارت بھی کر لی تو تجارت بھی حج میں داخل ہوگی چنانچہ حج میں اکثر لوگ عطر وغیرہ لے جاتے ہیں تا کہ تجارت ہو اور اس سے حج کے اخراجات میں آسانی ہو۔ سو حج کی اعانت کیلئے ایسا کرنا مضائقہ نہیں اور اس صورت میں حج کا ثواب بھی پورا ملے گا)

مسئلہ: ایک کوتاہی جو سب سے بڑی ہے کہ بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں اور وہاں کی دشواریاں اور تکلیفیں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والا حج کو جانے سے ڈر جاتے یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا نہیں تو اور کیا ہے؟

مسئلہ: حج اکبر عوام الناس اس حج کو کہتے ہیں جو جمعہ کو واقع ہو مگر یہ کوئی شرعی اصطلاح نہیں۔ شرعی اصطلاح میں تو ہر حج کو حج اکبر کہتے ہیں جو مقابلہ میں ہے عمرہ کے کہ عمرہ کو اصطلاح شریعت میں اصغر کہا گیا ہے تو اسکے مقابلہ میں حج کو حج اکبر فرمایا گیا ہے خواہ وہ حج جمعہ کو واقع ہو یا غیر جمعہ کو ہر حالت میں حج کو حج اکبر کہیں گے۔ (انتخاب از اغلاط العوام۔ جدید)

مسئلہ: بعض لوگ رقم کی بابت احتیاط نہیں کرتے۔ رشوت وغیرہ کی رقم کو لے کر حج کو جاتے ہیں کبھی اور کوئی حرام کمائی ہوتی ہے" حالانکہ "حرام کمائی کے ساتھ حج قبول نہ ہوگا اس کا بہت خیال کرنا چاہئے کہ زاد و راحلہ روپیہ وغیرہ مال حرام سے نہ ہو۔ حلال کمائی ہونی چاہئے۔

مسئلہ: اکثر لوگوں کو فخر اور اشتہار کی عادت ہو جاتی ہے جہاں بیٹھتے ہیں اپنے حج کے تذکرے کرتے ہیں تا کہ لوگ ان کو حاجی سمجھیں۔ لوگوں سے فخراً کہتے ہیں کہ ہم نے سفر حج میں اتنا روپیہ خرچ کیا۔ مکہ میں اتنا دیا۔ مدینہ میں اتنا خیرات کیا۔ یقول اهلکت مالاً لبداً۔ حق تعالیٰ کفار کی مذمت فرماتے ہیں انکا فخر ذکر کر کے کہ ایسا کہتا ہے کہ میں نے مال

کے ڈھیر خرچ کر دیتے۔ یہ وہ گناہ ہیں کہ خشک مولوی بھی یہاں تک نہیں پہنچتے، حج میں افتخار
اور اشتہار اور تعظیم و تکریم کی خواہش نہ ہونی چاہئے۔ اس میں تو اضع و مسکنت ذلت و خواری
ہونی چاہئے۔ ورنہ اس افتخار اور اشتہار سے سب کی کرائی محنت اکارت ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: عموماً حج کرنے والوں کی حالت یہ ہے کہ گھر سے چلتے ہیں یہ خیال کر کے کہ
ہماری بڑی آؤ بھگت ہوگی۔ جب ہم لوٹیں گے تو سب ہم کو حج کی مبارکباد دینے آئیں گے
اور جو مبارکباد دینے نہ آئے ان کی شکایت کی جاتی ہے کہ ہم حج کر کے آئے تھے ہم کو
مبارکباد بھی نہ دی استغفر اللہ۔ ارے بھائی تم نے حج کیا تھا تو کیا کمال کیا تمہارے ذمہ
فرض تھا اگر ادا نہ کرتے تو جہنم میں جھونکے جاتے اور نہ معلوم تم کس حال پر ہوتے کیونکہ
حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو اور پھر بھی حج نہ کرے تو خدا کو پرواہ نہیں وہ
یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ تو اگر تم حج نہ کرتے تو ان بلاؤں میں گرفتار ہوتے
پھر کسی پر کیا احسان کیا جو دوسروں سے مبارکباد ملنے کے منتظر ہو۔

مسئلہ: بعض لوگ صراحتاً اپنے حاجی ہونے کو اگر چہ ذکر نہیں کرتے تو کسی نہ کسی پیرایہ
میں مخاطب کو جتا دیتے ہیں کہ ہم حاجی ہیں۔ ایک بزرگ کسی کے یہاں مہمان ہوئے تو
میزبان نے خادم سے کہا کہ اس صراحی کا پانی لانا جو ہم دوسرے حج میں ساتھ لائے تھے۔
مہمان نے کہا کہ حضرت آپ نے ایک بات میں دونوں حج کا ثواب کھو دیا چونکہ اس بات
میں اس نے جتلا دیا کہ میں نے دو مرتبہ حج کیا ہے یہ ریاء نہیں تو اور کیا ہے۔

مسئلہ: عام عادت ہے کہ جب کوئی شخص حج کے لئے اپنے گھر سے چلتا ہے تو لوگ
پھولوں اور روپیوں کے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ جس میں اکثر کی نیت فخر اور
شان کی ہوتی ہے جو کہ شریعت میں ممنوع اور نہایت مذموم ہے۔ اور اگر اس میں ثواب کی
نیت کی جاتی ہے تو اور بھی زیادہ قبیح اور بے اصل ہے جو واجب الترک ہے۔

مسئلہ: بعض عورتیں حج کی ایسی شوقین ہوتی ہیں کہ سفر حج کیلئے کوئی محرم ساتھ ہو یا
نہ ہو بس حج کیلئے ضرور جانا ہے۔ حالانکہ حج فرض ہونے کے لئے جہاں اور شرائط ہیں عورت
کیلئے ایک شرط شوہر یا کسی محرم کا سفر میں ساتھ ہونا بھی ہے۔

جانور کو ذبح کرنا خلاف رحم نہیں: مسئلہ: ذبح حیوان کو لوگ خلاف رحم بتلاتے ہیں"
ایسا خیال خود حقیقت کے خلاف اور باطل ہے" اور غور کیا جائے تو اس میں مصلحت اور رحم کی